جاسوسی ڈائجسٹ کراچی

# صدیوں کا بیٹا

دوسرا حصہ

صدیوں پر محیط ایک ناقابل فراموش داستان

# صدیوں کا بیٹا

(دوسرا حصہ)

ایم۔اے راحت

# پیش لفظ

دوستوں کی دیرینہ فرمائش تھی کہ "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں شائع ہو۔ جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی اس سلسلے وار کہانی کی اپنی تاریخ بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس کی زندگی میں خود بھی بہت انوکھے ادوار آئے ہیں۔ اس داستان کا بنیادی مقصد تاریخ انسانی جیسے خشک موضوع کو دلچسپ پیرائے میں بیان کرنا تھا اور اس داستان کا دور ہماری کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج بھی ایم اے راحت کا نام سن کر لوگ پوچھتے ہیں کہ "صدیوں کا بیٹا"۔ وسیع و عریض ہندوستان کے طول و عرض میں اس کہانی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ وہاں کے ڈائجسٹ نے اسے کسی غیر ملکی زبان کی کتاب کی حیثیت سے چھاپنا شروع کر دیا۔ وہ لکھتے تھے۔ تحریر ایم اے آر ترجمہ نور احمد۔ اب ان نور احمد کو کیا کہا جائے۔ خدا کے فضل سے یہ ایک طبع زاد تحریر تھی۔ پاکستان میں بھی ایک بوجھ بجھکر دور کی کوڑی لائے اور انہوں نے چند صفحات کی ایک کتاب تلاش کر کے دعویٰ کیا کہ صدیوں کا بیٹا اس سے ماخوذ ہے لیکن افسوس۔ تین قسطوں میں وہ کتاب شائع کر کے وہ بھی بیٹھ گئے اور اس کے بعد صدیوں کا بیٹا مزید پانچ سال تک لکھی جاتی رہی۔ ایک اور پاکستانی ڈائجسٹ نے اس کہانی کے اختتام پر عوام کی پسند سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی سے یہ داستان لکھوائی اور اس انداز میں لکھوائی کہ صدیوں کا بیٹا کی پرانی قسطوں سے جو کچھ لے سکے اسے نیا کر کے پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہی نہیں انہوں نے اس نقلی بیٹے کو کتابی شکل میں بھی شائع کر دیا۔ میرے بہت سے دوستوں نے اس بات پر مجھ سے استفسار کیا۔ غرض ہے کہ میرا اس نقلی کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے کا سارا حساب کتاب ان حضرات کے سر ہے۔ ان کا پتا آپ کو معلوم ہوگا۔ بہرحال "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں پیش خدمت ہے آپ کے لئے۔

**ایم اے راحت**

☆☆..........☆☆..........☆☆

''بے شک یہ انوکھا خطرہ ہے۔!'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اس کے لئے ہمیں صرف ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ بے خبری میں ہم پر نہ آ پڑے۔''

''درست ہے آشورے۔ہمیں بتا ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''

''سب سے اونچا درخت تلاش کر کے اس کی سب سے اونچی شاخ پر ایک پاڑ باندھنی چاہئے۔ جہاں سے دن اور رات میں دور دور تک نگاہ رکھی جائے اس کے لئے آدمیوں کے اوقات مقرر کرنے ہوں گے۔''

''اور اگر کسی وقت وہ ابھر آہی گیا؟''

''تب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ہم اس سے مقابلہ کریں گے۔''

''ٹھیک ہے آشورے۔ تیری موجودگی ہمیں ہر قسم کی فکروں سے نجات دلا دیتی ہے۔'' یوگاس کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر بولا۔'' ان اجنبیوں کے بارے میں کیا ہدایت ہے؟''

''انسان ہیں۔اپنی بستی کھو چکے ہیں۔اگر ہم انہیں خود میں شامل کر لیں تو کیا حرج ہے۔یوں بھی ہمارے یہاں مردوں کی تعداد کم ہے۔ یہ جوان ہیں، شکل وصورت سے بھی معقول ہیں۔''

''میں تجھ سے انحراف نہیں کر سکتا آشورے۔تو جو کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے۔''

اور اس رات آگنسیا میری آغوش میں تھی۔طویل القامت اور دوسری لڑکیوں سے کسی قدر زیادہ عمر والی آگنسیا، جس کے اپنے مسائل تھے اور وہ مجھے اس وقت اپنے علاوہ کسی اور بارے میں نہیں سوچنے دینا چاہتی تھی۔

''آشورے۔'' اس نے سکون کی گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔'' میں چاہتا تھا کہ اسے نیند آ جائے۔

''کیا...... کیا میرا جسم دوسری لڑکیوں سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے مختصراً کہا۔

''کیا...... کیا میں تجھے خوش کرنے میں ناکام رہتی ہوں؟''

''نہیں۔''

''کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ تو مجھے دوسری لڑکیوں پر فوقیت دے؟''

''نہیں''۔ میں نے بے خیالی میں کہا اور وہ چونک پڑی۔اس کے چہرے پر غم آلود تاثرات ابھر آئے اور وہ غم وغصے سے مجھے گھورنے لگی۔ میں چونک پڑا۔'' کیا ہوا آگنسیا؟'' مجھے اپنے کہنے ہوئے الفاظ کا احساس نہیں تھا۔

''کیوں.....؟ آخر کیوں.....؟'' وہ مجھے جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔

''مگر ہوا کیا...؟''

''وہ ابانیہ..... سب سے کہتی پھر رہی ہے کہ تو اسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے۔ تو نے اس سے اظہار الفت کیا ہے۔''

''تو اس میں کیا حرج ہے اکنسیا۔ آج میں تجھ سے اظہار الفت کر دیتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور کل کسی اور سے..... کیوں...؟'' اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

''ہاں... یقیناً''۔ میں نے گردن ہلا دی۔

''تو.....تو ہم سب کو بے وقوف سمجھتا ہے آشورے۔ کیوں؟''

''ہاں... تیرا خیال درست ہے...'' میں نے اس کے گال پر چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

''تو.....تو اب میں کبھی تیرے پاس نہیں آؤں گی۔ سمجھا.....اب میں کبھی تیرے پاس نہیں آؤں گی... میں نئے... آنے والوں میں سے کسی جوان کو پسند کر لوں گی۔'' وہ اپنا مختصر لباس اپنے بدن پر لپیٹتے ہوئے بولی اور مجھے اس کی حماقت پر ہنسی آگئی اور اس ہنسی سے وہ اور جھنجھلا کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

آہ..... میں نے سکون کی ایک گہری سانس لی۔ اکنسیا نے مجھے تنہا چھوڑ کر میرے لئے سوچنے کے مواقع فراہم کر دیئے تھے۔ میں سکون سے لیٹ گیا اور پھر میں نے اس نئے ماحول پر نئے سرے سے نگاہ دوڑائی... سی سارا... قیدی... نیا مقام اور نئے مسائل... پراسرار نیون... وہ کیا ہے... عہد قدیم کا کوئی دیو قامت درندہ... ممکن ہے۔ شیر کی کھائی ہوئی لاش... ٹوٹے درخت اس کے خوفناک وجود کی نشاندہی کرتے تھے لیکن اس کی عمر...

کیا عہد قدیم کے درندے بھی یہ عمر پا سکتے ہیں؟ اس کے علاوہ اور کوئی بات ذہن میں نہیں آتی تھی... پھر میری ذہنی رو اس دلچسپ آبادی کی طرف مڑ گئی جہاں شیمونا کی حکومت تھی..... یا یوں سمجھ لیا جائے کہ ہیگوں یعنی پجاریوں کی حکومت تھی..... اور شیمونا ہیگوں کے ہاتھوں کا کھلونا ہوتی تھی۔ کیا اس دلچسپ آبادی کو دیکھا نہ جائے.....؟ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میری اپنی فطرت مجھے سکون سے کہاں بیٹھنے دے سکتی تھی لیکن صرف ایک قباحت تھی۔ ایک مشکل تھی۔ اس آبادی کی طرف جانے سے قبل میں نیون کو تلاش کر کے ہلاک کر دینا چاہتا تھا تاکہ پوگاس اور اس کے ساتھیوں کے لئے خطرہ باقی نہ رہے...

اور اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اسے اس پورے علاقے کے کونوں کھدروں میں تلاش کروں؟ اور پروفیسر۔ میں نے اسے تلاش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تب میں اطمینان کی نیند سو گیا اور دوسرے دن خوب دن چڑھے جاگا تھا۔

میرے پرستار میرے لئے ناشتہ تیار کر چکے تھے۔ میں پوگاس اور مہمانوں کے ساتھ ناشتہ کیا اور اسی موقع کو غنیمت جان کر میں نے وہ گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا جو میں کرنا چاہتا تھا۔

میں نے مہمانوں کو مخاطب کیا۔ ''میرے دوستو...'' میں نے کہا۔ ''کیا یہ بستی تمہیں پسند آئی...''

''بے حد مقدس آشورے۔ہم سکون کی دنیا میں آ گئے ہیں۔۔۔۔۔آہ۔۔۔۔۔اس وقت جب موت ہمارے سروں پر اپنے سائے پھیلا چکی تھی تو نجات کا دیوتا بن کر ہمارے پاس آیا اور تو نے ہمیں موت کے سائے سے نکال کر اس سکون کی بستی میں لا ڈالا۔کیسی حسین کیسی مختصر ہے یہ بستی۔کتنی حسین ہیں یہاں لوگ۔۔!''

''تم نے دیکھا۔۔۔۔۔انہوں نے زندگی گزارنے کے کیا انداز نکالے ہیں؟ یہاں سب محنت کرتے ہیں۔سب کھاتے ہیں۔کوئی کسی کا محکوم نہیں ہے۔کوئی کسی کا غلام نہیں ہے۔تم اپنی بستی چھوڑ چکے ہو۔تم اپنوں سے رشتے توڑ چکے ہو۔کیا تم نئے رشتے قائم کرو گے؟ کیا تم نئی زندگی اپناؤ گے؟''

''ہم اس قابل تو نہیں ہیں آشورے۔ہم نے تیرے لئے کچھ بھی تو نہیں کیا۔تو ہی ہم پر مہربانی کرتا رہا ہے۔ہم تیری ان مہربانیوں کا کیا صلہ دیں گے؟'' وہ ممنونیت سے بولے۔

''اگر مجھے صلے کی ضرورت ہوئی تو تم سے طلب کر لوں گا۔فی الحال مجھے ضرورت نہیں ہے اس لئے تم یہ بات ذہن سے نکال دو۔پوگاس کیا تم ان لوگوں کو خود میں شامل کرنے کے لئے تیار ہو؟''

''تیرا حکم سر آنکھوں پر آشورے۔پوگاس کی مجال ہے کہ تیرے حکم سے انحراف کرے!'' پوگاس نے کہا۔

''تب ٹھیک ہے۔انہیں ان کی پسند کی عورتیں دو۔ان کے مکان بنانے میں ان کی مدد کرو۔اور انہیں کاشت کے طریقے سکھاؤ اور دستو۔پوگاس تمہارا آقا نہیں ہے لیکن وہ اس گروہ کا مدبر ہے۔تمہیں چاہیے کہ اس کے احکامات کی تعمیل کرو اور اپنے امور اور مسائل میں اس سے مشورے کرتے رہو۔''

''ہم ایسا ہی کریں گے مقدس آشورے۔'' ان پانچوں نے بیک وقت کہا تب میں نے پوگاس سے کہا۔''پوگاس۔ایک پراسرار وجود جس کی بہت سی نشانیاں ہمارے سامنے آ چکی ہیں اور جس کے بارے میں یہ لوگ بتاتے ہیں کہ وہ سیاہ پہاڑ اور موت کا دیوتا ہے۔ہماری اس خوبصورت بستی کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔میری خواہش ہے کہ میں اسے تلاش کر کے فنا کر دوں۔کیا تم مجھے اجازت دو گے کہ میں اس کی تلاش میں نکل جاؤں۔؟''

پوگاس میری بات سن کر دنگ رہ گیا تھا۔اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔پھر اس نے سنبھل کر کہا۔''میری مجال ہے آشورے کہ میں تجھے کسی بات کی اجازت دوں۔ہاں میری ایک درخواست ضرور ہے۔''

''کیا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ہمیں تیری ضرورت ہے آشورے۔تو ہمارے درمیان میں رہے گا تو ہم ایک مضبوط قوت بن جائیں گے۔ہمیں چھوڑ کر نہ جا آشورے۔ہم تیرے بغیر خود کو کمزور محسوس کریں گے۔''

''میں نے تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔میں تمہارے ہی ایک کام سے جانا چاہتا ہوں۔''

''اگر وہ بلا کبھی ادھر کا رخ کر لے تب ہم سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔اگر تو اس کی تلاش میں نکل پڑا اور اس نے ادھر کا رخ کر لیا تو

ممکن ہے ہم اس سے اپنا دفاع نہ کرسکیں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ تم سے زیادہ دور نہ رہوں۔ تاہم میری فطرت اس کا انتظار نہیں کرسکتی۔ اور میں خود کو اس کی تلاش سے باز نہیں رکھ سکتا۔"

"اگر تیری خواہش ہے تو کون تجھے روک سکتا ہے۔" پوگاس گردن جھکا کر بولا۔

"ہاں پوگاس۔ میرا جانا ہی بہتر ہے اور سن..... ابانیہ بھی میرے ساتھ جائے گی۔"

"وہ تیری غلام ہے آشورے۔" پوگاس نے کہا۔

"اس کے علاوہ دوستو...... مجھے تم لوگوں سے بھی گفتگو کرنی ہے۔" اب میں نئے مہمانوں سے مخاطب ہوا۔

"ہم حاضر ہیں آشورے۔" سب بیک وقت بولے۔

"مجھے تم میں سے ایک کی ضرورت پڑے گی جو میرے ساتھ اس مہم پر نکلے گا۔ کیا تم میں سے کوئی جیالا میرا ساتھ دے سکا گا؟"

"ہماری زندگیاں تیری وجہ سے بچی ہیں آشورے اور ہم میں سے کوئی اتنا ناسپاس نہیں ہے کہ تیرے کسی حکم پر پیچھے ہٹ جائے۔ تو ہم میں سے جسے حکم دے ہم حاضر ہیں۔" اسلو نے کہا۔

"سب سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری قربانی کے لئے وہی جگہ کیوں منتخب کی گئی جہاں میں نے تمہیں پایا۔؟"

"کیونکہ قربانی کے لئے وہی جگہ مخصوص ہے۔"

"کیوں۔؟"

"سامنے کی پہاڑیوں میں ایک عظیم الشان اور مہیب غار ہے۔ مقدس ہیکوں کا کہنا ہے کہ نیون اسی غار میں رہتا ہے اور اس سے قبل کی قربانیوں کو بھی وہیں قبول کرلیا گیا ہے۔ ڈھول بجا بجا کر نیون کو اطلاع دی جاتی ہے کہ قربانی حاضر ہے اور اگر وہ غار میں موجود نہیں ہوتا تو ان آوازوں کو سن کر آجاتا ہے۔"

"اوہ۔ کیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ وہ ان آوازوں کو سن کر قبل از وقت آجاتا ہو اور اس نے قربانی لے کر آنے والوں، میرا مطلب ہے ڈھول بجانے والوں پر حملہ کردیا ہو۔"

"نہیں۔ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ وہ اپنوں کو پہچانتا ہے۔ وہ اپنے پرستاروں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ ہاں ان کی دی ہوئی بھینٹ خوشی سے قبول کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کبھی بھینٹ نہ پہنچ سکے تو پھر وہ بستیوں کا رخ بھی کرلیتا ہے اور اس کے بعد بستیوں کی خیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہیکوں نے اس کیلئے ایک قانون بنایا ہے۔ ہر بستی کے لوگ بھینٹ دیتے ہیں۔"

میں نے ساری تفصیل سنی لیکن ان میں سے کوئی بھی نیون کا صحیح حلیہ نہیں بتا سکا۔ بہرصورت میں اس کی تلاش میں جانے کے لئے مکمل طور تیار تھا۔ تب میں نے اعلان کیا۔

"میرے ساتھ ہانو جائے گا۔"

بانو ایک کم سن نوجوان تھا۔ بھاری جبڑے، اس کی سخت گیر طبیعت کا پتہ دیتے تھے۔ چمکدار آنکھیں پھرتی اور دلیری کا اظہار کرتی تھیں۔

''کیا تمہیں اعتراض ہوگا بانو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''بالکل نہیں آشورے۔ مجھے خوشی ہے کہ تو نے اچانک میرا انتخاب کر لیا اور تو جس کا انتخاب کرلے اس کے لئے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہو سکتی ہے۔''

''تب ہم کل روانہ ہوں گے۔ تجھے تیار رہنا ہوگا۔''

''میں تیار رہوں گا آشورے۔'' بانو نے کہا اور یوں یہ نشست برخاست ہوگئی۔

دوسری صبح میرے ایما پر ان پانچوں نوجوانوں کو آزادی دی گئی کہ وہ اپنے لئے پانچ عورتیں پسند کرلیں۔ وہ جھینپے، شرمائے اور پھر اپنی اپنی پسندیدہ عورتوں کی طرف انگلی اٹھا دی۔

جو بچ گئی تھیں ان کی نگاہوں میں دبی دبی چنگاریاں تھیں۔ میں نے دل میں سوچا۔ ان کے لئے بھی کہیں نہ کہیں سے پکڑ کر لاؤں گا۔ فی الحال کیا کروں یہی پانچ ملے تھے۔ یہ رسم پوری ہوگئی تو میں نے روانگی کا اعلان کر دیا۔ تب بانو میرے قریب آ گیا۔

''میں اپنی عورت سے کیا کہوں آشورے۔؟'' اس نے پوچھا۔

''یہی کہ وہ تیرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''کیا یہ سچ ہے آشورے۔ کیا در حقیقت میں اسے لے جا سکتا ہوں۔''

''ہاں۔ تیری عورت تیرے ساتھ جائے گی۔ اور میری عورت میرے ساتھ۔'' میں نے کہا۔

''تو نے میرے ذہن پر ایک بڑا بوجھ لادا اور پھر اسے آسانی سے اتار دیا آشورے۔ جب تو نے عورت دی تو میں پریشان ہوگیا کہ اب اس عورت کا کیا کروں گا۔ لیکن ...... لیکن۔'' وہ خوشی کے عالم میں پوشیانا کی طرف دوڑ گیا۔ میں مسکراتا رہا۔ بہر حال پھر میں نے روانگی کی تیاریاں کیں۔ پانی اور خوراک کا بندوبست کیا اور اتنی خوراک ساتھ لی کہ کافی روز کام آ سکے۔ سیاہ خرگوشوں کے شکار کے لئے میں نے چپٹے پھل نکالے اور پھینک کر مارنے والے چاقو لئے جن کا صحیح نشانہ اچھے خاصے جانور کو پچھاڑ سکتا تھا۔

تب میں نے ابانیہ سے پوچھا کہ کیا وہ میرے ساتھ خوشی سے چلنے کو تیار ہے۔

''میں تو تیرے ساتھ زندگی کی آخری سانس تک رہنے کو تیار ہوں آشورے۔ میں تیری شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے دوسروں میں سرفراز کیا۔''

یوں پروفیسر...... دو جوڑے جنگل کو روانہ ہوئے۔ پھرتیلے اور طاقتور بانو کے پاس بھی عمدہ ہتھیار تھے۔ افسوس ہمارے پاس سفر کیلئے عمدہ گھوڑے نہیں تھے ورنہ یہ سفر زیادہ آسان اور زیادہ تیز رفتار رہتا۔

تاہم نہ مجھے پرواہ تھی نہ بانو کو..... ہاں ہم دونوں اس قدر مضبوط تھے کہ کم از کم اپنی عورتوں کو گھوڑوں کی کمی محسوس نہ ہونے دیتے۔ یوگاس اور ہمارے ساتھی ہمیں رخصت کرنے آئے تھے۔ یوگاس کے چہرے پر اب بھی سخت تشویش کے آثار تھے۔ ''میں تیری واپسی کا

بے چینی سے انتظار کروں گا آشورے۔'' اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''میں تیری بستی کے لئے کچھ اور سہولتیں، کچھ اور آسائشیں لیکر لوٹوں گا پوگاس.....تو فکر نہ کر.....!'' میں نے اسے جواب دیا اور پھر وہ لوگ اس وقت تک کھڑے رہے، جب تک ہم انہیں نظر آتے رہے۔

ابانیہ بہت خوش تھی۔ ہافو بہت خوش تھا اور پوشیانا کے چہرے پر بھی مسرت کے آثار تھے۔ اسے بھی مستقل طور پر مرد مل گیا تھا اور اب اسے اپنی باری کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔

سبزہ زار گم ہوتے رہے۔ ہم اپنا علاقہ بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ سفر کی ابتدا تھی۔ خاصی تیز رفتاری سے فاصلے طے کئے گئے اور پھر سورج ہمارے سروں سے گزرتا ہوا مغرب میں جا پڑا۔ تب ہم نے قیام کرلیا۔ چٹانیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔ خطرناک علاقہ تھا۔ حشرات الارض مل سکتے تھے کیونکہ درندوں نے تو یہ سرزمین خالی ہی کردی تھی۔

میں نے ہافو اور پوشیانا کو اس خطرے سے خبردار کیا۔

''تم لوگ کسی عمدہ چٹان کے پیچھے اپنا مسکن بناؤ۔ لیکن ہوشیار رہنا۔ یہاں زہریلے کیڑے مل سکتے ہیں۔''

''تیرا خیال درست ہے آشورے۔ تاہم میں احتیاط رکھوں گا۔'' ہافو نے کہا۔ ہم نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر ہافو نے مجھ سے اجازت طلب کی۔

''ضرور..... ضرور..... لیکن اپنی عورت کے ساتھ پہلی رات تو عجیب وغریب ماحول میں گزار رہا ہے ہافو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تاہم یہ رات میرے لئے بہت دلکش ہے۔'' ہافو شرماتے ہوئے بولا۔

''ابھی کچھ دیر کے بعد چاند نکل آئے گا اور رات اور زیادہ دلکش ہو جائے گی۔'' میں نے کہا اور وہ پوشیانا کے ساتھ ایک چٹان کے عقب میں چلا گیا۔

تب میں نے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''ابھی چاند نکل آئے گا آشورے۔'' اس نے جذبات بھری آواز میں کہا۔

''لیکن میرے چاروں طرف روشنی پھیلی ہوئی ہے۔'' میں نے رومان بگھارتے ہوئے کہا۔

''کہاں..... اندھیرا تو ہے۔'' ابانیہ حیرانی سے بولی۔

''نہیں ابانیہ۔ میرا چاند میرے پہلو میں ہے۔ تو بھی چاند کی مانند خوبصورت ہے۔''

''اوہ..... آشورے..... میرے محبوب۔ تیرا بدن روشنی بنا ہوا ہے۔ میں تیری منظور نظر ہوں۔ جو چاہے مجھے کہہ لے۔ لیکن تیرے بارے میں یہ بات کسی ستائش پر محمول نہیں ہے۔ کون ہوگا تیرا جیسا۔ روئے زمین پر تیرا جیسا جوان نظر نہ آئے گا۔ میں تیری دیوانی ہوں میرے محبوب۔ تیرے چٹان جیسے سینے کی سختی اور کشادگی، تیرے فولادی بازوؤں کی گرفت، کسی عورت کا ارمان نہ ہوگی۔'' ابانیہ نے اپنے نازک ہاتھ میری گردن میں

ڈال دیئے۔ میرے چند فقروں نے اسے بے قابو کردیا تھا۔ اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ وہ میرے فقروں سے بے قابو ہوئی اور میں اس کے نازک جسم کے لمس سے......اور گڑیا میری آغوش میں سمٹ گئی۔ لیکن صرف دیکھنے کی گڑیا......اور حقیقت میں بہت کچھ۔

ابانیہ نیم غنودگی کی کیفیت میں تھی۔ میری نگاہیں بھی چاند پر جمی ہوئی تھیں۔ ماحول پرسکون تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے دوست ستاروں سے بہت عرصے سے ملاقات نہیں کی۔ انہوں نے دنیا کا نیا رنگ نہیں بتایا۔ حالات کیا کہہ رہے ہیں۔ ماحول کیا کہہ رہا ہے۔؟

لیکن فی الوقت اس کا کیا سوال تھا۔ ابھی تو دوسرے کام بھی خاصے الجھے ہوئے تھے۔ پہلے انہیں سلجھانا تھا۔ پراسرار ہیکوں کی سرزمین کی ملکہ شہوہ نا بار بار میرے ذہن میں آ جاتی تھی۔ میں اس جادوگر ملکہ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کا جادو میرے اوپر کیا اثر کرے گا۔

رات کا سکوت جاری تھا اور پھر اس سکوت میں اگر ایک بھیانک چیخ اچانک بلند ہو جائے تو کون نہ اچھل پڑے گا۔ چیخ کی آواز اس چٹان کے عقب سے آئی تھی جہاں ہانو اور پوشیانا موجود تھے اور چیخ یقیناً پوشیانا کی تھی۔ ابانیہ گھبرا کر جاگ گئی۔

لیکن میں ابانیہ کو کچھ بتانے کا انتظار نہیں کرسکتا تھا۔ دوسرے لمحے میں نے اپنا کھانڈا اٹھا کر چٹان کی طرف چھلانگ لگا دی اور اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ دونوں موجود تھے۔

ہانو اپنی زندگی کی سخت مشکل میں تھا۔ غالباً وہ دونوں بھی زندگی کے رموز سے آسودہ ہو کر سکون کی نیند سو گئے تھے اور رات کے شکاری نے اپنا شکار تاک لیا تھا۔ بہت زیادہ لمبا اور بہت ہی موٹا اژدھا تھا۔ لیکن اسے اژدھا کہنا مناسب نہ تھا کیونکہ اژدھے سانپ کی مانند پھن نہیں پھیلاتے۔ چنانچہ وہ کوئی دیوقامت نسل کا سانپ تھا جس کا رنگ گہرا سیاہ اور چاندنی میں چمکنے والا تھا۔

خطرناک بات یہ تھی کہ وہ ہانو کے عین سر پر تھا۔ ہانو زمین پر چت لیٹا تھا اور سانپ کا سایہ اس کے پورے جسم پر پڑ رہا تھا۔

ہاں پوشیانا اس سے کچھ دور تھی۔ اسی لئے وہ چیخ کر مجھے اپنی سمت متوجہ کرسکی تھی۔ اب صورتحال یہ تھی کہ ہانو چت پڑا ہوا تھا۔ اس نے اپنا جسم کسی مردے کی مانند ساکت کرلیا تھا۔ اگر وہ ہلنے کی ذرا سی بھی کوشش کرتا تو سانپ اسے مدافعت سمجھ کر اس پر حملہ کرنے میں پہل کر دیتا۔

صورت حال خطرناک تھی لیکن میرے لئے نہیں۔ میں صرف یہ کوشش کرنا چاہتا تھا کہ سانپ ہانو کے بجائے میری طرف متوجہ ہو جائے اور اس کے لئے میں نے سانپ کی پشت پر پہنچ کر زور زور سے زمین پر پاؤں مارے۔ اور چالاک شکاری دھوکا کھا گیا۔

سانپ اپنی خوفناک جسامت کے باوجود تیزی سے پلٹا۔ اور اب وہ میرے مقابل تھا۔ ہانو نے برق کی طرح چھلانگ لگائی اور کھڑا ہو گیا۔

''تم دور رہو ہانو۔'' میں نے سانپ کی روشن آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ سانپ مجھ سے جنگ کے لئے پوری طرح تیار تھا لیکن اس حقیر کیچوے کا اور میرا کیا مقابلہ...... بالآخر میں نے پہل کی اور اس کی طرف بڑھا۔ سانپ کی پھنکار بڑی خوفناک تھی۔ اس کے منہ سے چنگاریاں نکل پڑی تھیں۔ ممکن ہے پوشیانا اور ہانو لرز گئے ہوں لیکن میں سانپ کی شرارت سے ذرا بھی محظوظ نہیں ہوا۔ میں نے کھانڈا تولا اور دوسرے لمحے اسے زور سے گھما دیا۔

سانپ نے پھرتی سے اپنے آپ کو اس وار سے بچایا اور دوسرے لمحے اس نے میری ران پر منہ مارا لیکن کیا ہی مایوسی ہوئی تھی اسے۔ بھلا

چٹانوں پر بھی کوئی اثر ہوتا ہے۔ میں نے اسے دو تین بار حملہ کرنے کا موقع دیا اور اسی لمحے ابانیہ کی چیخ سنائی دی۔

"آشورے..... آشورے..... آہ..... آشورے۔"

وہ پاگل سمجھ رہی تھی کہ سانپ نے میرا کام تمام کر دیا۔ غالباً وہ سانپ کو میرے جسم پر کامیاب ہوتے دیکھ چکی تھی۔ اب چونکہ وہ میری طرف دوڑی آ رہی تھی چنانچہ مجھے خطرہ ہوا کہ جوشِ محبت میں وہ سانپ سے میرا بدلہ لینے پر نہ تل جائے اور اس خوفناک جانور کے سامنے اس کی حیثیت کچھ نہ تھی۔ وہ ایک پھنکار میں اسے پانی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے ابانیہ کے قریب پہنچنے سے قبل یہ کھیل ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔

تب میں نے زیادہ مہارت سے کھانڈا سنبھالا اور اس بار موذی کی ساری چالاکی رکھی رہ گئی۔ کھانڈے کے ایک وار نے اس کی موٹی گردن اس کے جسم سے دور کر دی۔ اور وہ کافی فاصلے پر جا گری لیکن کٹی ہوئی گردن، جس کی لمبائی تین فٹ اور موٹائی بھی تقریباً ڈیڑھ فٹ تھی، کٹنے کے بعد بھی..... تقریباً پچاس گز تک دوڑی گئی تھی اور اس سے نکلنے والی خون کی موٹی دھار سنگلاخ چٹان پر ایک چوڑی سرخ لکیر چھوڑ گئی تھی۔ باقی جسم عجیب تماشا دکھا رہا تھا۔ اس میں بل پڑ رہے تھے اور کبھی وہ درمیان سے بلند ہو کر انتہا چلا جاتا پھر وہ حصہ نیچے آتا اور دوسرا حصہ بلند ہو جاتا۔

ابانیہ ٹھٹھک گئی تھی۔ پوشیانہ بانو کے جسم سے لپٹ کر کانپ رہی تھی۔ بانو کا چہرہ بھی چاندنی میں زرد نظر آ رہا تھا۔ اس طرح ہم سب خاموشی سے اس دیوقامت سانپ کے جسم کی قوت دیکھتے رہے۔ ہاں۔ بلاشک اگر اس جسم کی لپیٹ میں کوئی آ جاتا تو اس کی قوت اسے پیس کر رکھ دیتی لیکن بانو اور پوشیانا اس سے کافی دور تھے۔

تب آہستہ آہستہ جسم سرد ہو گیا اور پھر اس کی تمام حرکتیں بند ہو گئیں۔

"آہ..... آشورے..... آشورے..... کیا..... کیا تم محفوظ ہو..... آہ۔ کیا وہ تمہارے جسم کو مضروب کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔؟" ابانیہ نے کہا اور پھر وہ میری طرف دوڑی۔

میرے نزدیک آ کر وہ میرے جسم کو ٹٹولنے لگی۔ اور میں نے اس کے گال پر پیار سے چپت لگائی "دیوانی..... وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔!"

"آشورے..... آشورے..... میں نے اپنی آنکھوں سے اسے تیرے جسم پر حملہ آور ہوتے دیکھا تھا..... مجھے بتا میرے محسن..... تیرے جسم میں زہر تو نہیں داخل ہوا۔؟" بانو بھی میرے قریب پہنچ گیا۔

"نہیں بانو۔ میں محفوظ ہوں۔ تو فکر نہ کر۔ لیکن بڑا شریر جانور تھا۔ اور بڑا ہی حاسد۔ شاید اسے کوئی مادہ نہیں ملی اسی لئے وہ تیری رنگین رات برداشت نہیں کر سکا۔ مجھے افسوس ہے کہ تو نے اپنی عورت کے ساتھ پہلی رات خوف کی رات منائی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو محفوظ ہے آشورے۔ آہ۔ میرے محسن۔ مجھے سب کچھ مل گیا ہے۔ میں شرمندہ ہوں کہ تیری مدد کے لئے آگے نہ بڑھ سکا لیکن میرے حواس بحال نہ رہ گئے تھے۔"

"تو اس بات پر میری ایک ہدایت سن بانو۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ اس کا موقع مل گیا۔ سن ہدایت یہ ہے کہ جب میں دشمن سے نبرد آزما ہوں تو یہ سوچ کر میری اور اس کی جنگ میں کبھی مداخلت نہ کرنا کہ میں اس سے کمزور پڑ رہا ہوں۔ میرا حکم ہے۔ میری درخواست ہے۔ میری التجا ہے

کہ اس وقت مجھ سے اور میرے دشمن سے دور رہنا ورنہ میں تمہاری مداخلت کی وجہ سے نقصان بھی اٹھا سکتا ہوں۔''

''اور۔ تب۔ تب تجھے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے آشورے۔؟''

''ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ میرے حق میں بہتر ہے کہ جب میں اپنے دشمن سے جنگ کر رہا ہوں تو میری پوری توجہ اسی طرف رہنے دی جائے۔''

''میں خیال رکھوں گا آشورے۔'' بانو نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

تب میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں ابانیہ... ابھی رات باقی ہے۔؟''

''ہاں۔ اور اس حادثے نے رات کی تازگی اور ولولوں کو طلب بخش دی ہے۔ ابھی رات باقی ہے میرے محبوب۔ ابھی رات باقی ہے۔'' دبلی پتلی لڑکی نے ہمت سے کہا۔

اور ہم دونوں نے بھی اپنی پہلی رات گزاری۔ ابانیہ حیرت انگیز خصوصیات کی مالک تھی۔ بے حد نازک، لیکن کبھی نہ تھکنے والی۔ لیکن دوسری صبح بانو کی حالت زیادہ اچھی نہ تھی۔ نہ جانے خوف سے یا چاندنی کے خراج سے اس کا چہرہ اترا اترا تھا۔ تاہم میں نے اس سے کوئی سوال نہ کیا۔ ہم نے صبح کی غذا کھائی اور پھر میرے ایماء پر۔ سانپ کے جسم کے ایک مخصوص حصے کو چھوڑ کر بقیہ حصے کی کھال اتار دی گئی۔ اس کے ٹکڑے کئے گئے اور ہم نے انہیں اپنی کمر پر لاد لیا۔ اس طرح ہمارے دشمن نے ہمارے لئے عمدہ گوشت فراہم کر دیا تھا۔

دوسرے دن کا سفر شروع ہو گیا۔ اور یہ سفر ہمیں ہماری منزل پر پہنچانے والا تھا۔ جو ہم نے سورج کی واپسی پائی۔ ہاں یہ وہی جگہ تھی جہاں میں نے بانو اور اس کے ساتھیوں کی مدد کی تھی۔ سنگلاخ چٹیل علاقہ جو دیکھنے میں بھیانک معلوم ہوتا تھا۔ سامنے ہی ڈھلان تھی اور ڈھلانوں سے نیچے وادی میں وہ پہاڑیاں جن میں عظیم الشان غار تھے اور بقول بانو اور اس کے ساتھیوں کی، یہی نیبون کے رہنے کی جگہ تھی۔

تو کیا خوفناک وجود اسی غار میں موجود ہے؟ میں نے سوچا۔ تب میں نے ان لوگوں کو رکنے کا اشارہ کیا اور سب ڈھلان کے کناروں پر رک گئے۔ ''ہم رات اسی کنارے پر گزاریں گے۔'' میں نے اعلان کیا۔ ظاہر ہے میری مخالفت کرنے والا کون تھا۔ ''یہاں تمہارے لئے کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے بانو۔ لیکن ہم فاصلے اپنا لیتے ہیں۔''

''جیسی تیری مرضی۔'' بانو نے کسی قدر مردہ دلی سے کہا۔

''کیوں۔ تیری آواز ست کیوں ہے بانو۔؟'' میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آشورے.... اس بھیانک جگہ سے تو واقف نہیں ہے۔ گو پچھلی رات بھی میری زندگی موت سے ہمکنار ہوتے ہوتے بچی لیکن تو بھروسہ کر، کہ میں دوسری رات بھی وہاں سکون سے گزار سکتا ہوں لیکن نیبون کے اس علاقے میں سکون کہاں۔ وہ بڑا بھیانک ہے۔ اور اگر وہ یہاں موجود ہے تو ہم اس سے اس آسانی سے گلوخلاصی نہیں پاسکیں گے جس طرح ہم نے سانپ سے زندگی بچائی تھی۔''

اس کی بات پر مجھے ہنسی آگئی۔ ''گویا تیرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس رات تو اپنی عورت سے بھی لطف اندوز نہ ہو سکے گا۔؟''

''اس رات..... اس رات تو میں زندگی کے کسی شغل سے مطمئن نہ ہوسکوں گا آشورے تاہم تیری موجودگی سے میں مطمئن ضرور رہوں گا اس لئے یہ رات مجھے اپنے ساتھ گزارنے دے۔''

میں نے زوردار قہقہہ لگایا اور پھر پوشیانا سے کہا۔ ''تیرا مرد تو بزدل ہے پوشیانا۔ تو اسے دلیر بنانے کی کوشش کر۔ یہ میری رات بھی خراب کرنا چاہتا ہے۔''

لیکن میری اس بات پر پوشیانا کے چہرے پر نہ تو مسکراہٹ آئی، نہ اس نے اس خیال پر کوئی تبصرہ کیا۔ بس خاموش رہی۔ مجھے اس خاموشی پر کسی قدر تعجب ہوا تھا لیکن میں نے اس کی تشریح نہیں کی۔ بہرحال میں نے انہیں مطمئن کرنے کے لئے بہت سی باتیں کیں۔ ہافو کے چہرے سے جھجک کا اظہار ہوتا رہا۔ تاہم وہ پوشیانا کو لے کر چلا گیا تھا۔

تب میں نے مسکراتے ہوئے ابانیہ کی طرف دیکھا۔ ''کیا تو بھی خوف محسوس کر رہی ہے ابانیہ۔''

''میں جہاں کہیں بھی ہوں آشورے۔ اگر تو میرے ساتھ ہو تو پھر خوف نام کی کوئی چیز میرے پاس نہیں پھٹک سکتی۔'' ابانیہ مسکراتے ہوئے بولی۔ پھر آہستہ سے کہنے لگی۔

''آشورے۔؟''

''ہوں۔ کیا بات ہے۔؟'' میں نے اسے اپنی آغوش میں کھینچتے ہوئے کہا۔

''ایک بات بتاؤں۔؟''

''پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔؟''

''تو نے پوشیانا کی نگاہوں پر غور کیا ہے کبھی۔؟''

''کیا مطلب۔؟''

''اس وقت کوئی اسے دیکھے۔ جب اسے احساس ہو کہ کوئی اس کی جانب متوجہ نہیں ہے۔ اور اس کی نگاہیں تم پر جمی ہوئی ہوں۔''

''اوہ۔ تم نے دیکھا۔؟''

''ہاں۔''

''کبھی محسوس کیا۔''

''وہ تیری طلب گار ہے آشورے۔ شاید اسے اپنا مرد نہیں بھایا۔''

''تو عورت ہے ابانیہ۔ تو نے محسوس کیا ہوگا۔؟''

''ہاں۔ میں نے محسوس کیا۔ اور۔ کچھ اور بھی۔''

''وہ کیا۔؟''

''وہ مجھ سے ناخوش ہے۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھیں سلگ اٹھتی ہیں۔''

''اوہ۔ یہ بات غلط ہے۔'' میں نے چونک کر کہا۔ میرے ذہن میں صدیوں پرانی ایک بات آ گئی تھی جب رقابت کی کہانی پہلی بار میری نگاہوں میں آئی تھی۔ انسان نے بہت سے روپ بدلے ہیں لیکن اس کی فطرت آج بھی برقرار ہے۔

''تب تو تمہیں اس سے ہوشیار رہنا چاہئے آبانیہ۔''

''کیا مطلب۔''

''اگر وہ تجھ سے ناخوش ہے تو۔ انتقام لینے کی کوشش نہ کرے۔''

''مگر میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے۔ میں نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا۔''

''اس کے باوجود۔ بہرحال تو اس کی پسندیدہ مرد کی پسند ہے اور تجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کے معاہدے کے تحت وہ بھی میری خلوتوں میں آ چکی ہے۔''

''ہاں۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔''

''بہرحال۔ میں خود بھی کسی وقت اس سے بات کروں گا لیکن تو ہوشیار رہنا۔''

''میں بھی اتنی کچی نہیں ہوں آشورے۔ تیری منظور نظر ہوں اور اس تصور نے میرے بدن میں بجلیاں بھر دی ہیں۔ میں پہلے سے کئی گنا طاقتور ہو گئی ہوں۔''

''بے شک۔ بے شک۔ تیری طاقت کا راز ہر رات میرے اوپر کھلتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس نے بھی مسکراتے ہوئے میری آغوش میں اپنا منہ چھپا لیا۔ تب صبح ہو گئی۔

سورج کے سر ابھارتے ہی بانو خوش خوش میرے پاس دوڑا آیا۔

''ہم رات گزار چکے ہیں آشورے۔''

''ہاں۔ ہم رات گزار چکے ہیں۔''

''ایک پرسکون اور پرامن رات۔'' بانو مسرت سے بولا۔

''یقیناً۔'' میں اس کی بدحواسی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔ دراصل وہ اتنا سہما ہوا تھا کہ اسے اس رات میں خوفناک ہنگاموں کا یقین تھا لیکن غیر متوقع طور پر پرسکون تھی۔

پھر ہم نے ناشتہ کیا۔ سانپ کے گوشت کے لذیز تکلے بھونے گئے۔ ہمارے پاس انہیں بھوننے کا سامان موجود تھا اور پھر ناشتے کے بعد ہم سب چاق و چوبند ہو گئے۔ تب میں نے بانو سے کہا۔

''رات کی خاموشی سے تو نے کیا نتیجہ اخذ کیا بانو۔''

''یہی کہ نیمون یہاں موجود نہیں ہے۔''

''ممکن ہے وہ غار سے نہ نکلا ہو۔''

''ہاں۔ یہ بھی ممکن ہے۔؟''

''کیا تو میرے ساتھ غار میں جانا پسند کرے گا۔''

''تو حکم دے گا تو ضرور۔'' ہافو نے کہا۔

''تب میں حکم دیتا ہوں کہ تو یہاں رہ کر عورتوں کی نگہداشت کر۔ میں ان غاروں میں نیمون کو تلاش کروں گا۔''

''تنہا۔؟'' ہافو تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

''ہاں۔ تنہا۔''

''لیکن... لیکن یہ مناسب بات نہ ہوگی آشورے۔ تو اس خطرے سے ناواقف ہے جسے نیمون کہتے ہیں۔''

''میں جو کہہ رہا ہوں وہی کیا جائے۔'' میں نے ہافو کی طرف سے کسی قدر مکدر ہوتے ہوئے کہا اور ہافو خاموش ہو گیا لیکن اسی وقت اہانیہ بول پڑی۔ ''مجھے بھی اعتراض ہے آشورے۔''

''کیا اعتراض ہے تجھے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں تجھے تنہا نہیں جانے دوں گی۔ میں خود بھی تیرے ساتھ چلوں گی۔'' اہانیہ نے پوری مضبوطی سے کہا۔ گو بات ایسی تھی جس پر غصہ آئے۔ بھلا یہ بے وقوف لڑکی میرے ساتھ جا کر کیا کرے گی۔ کیا اسے ساتھ لانا حماقت کی ہے۔ لیکن ایک دوسرے خیال نے میرے ذہن کو ٹھنڈا کر دیا۔ جس جگہ سے ہافو جیسا جیالا خوفزدہ ہے۔ وہاں یہ لڑکی میرے ساتھ جانے کو تیار ہے۔ صرف محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔ اس طرح اس کی یہ حماقت کی بات بھی قابل معافی ہے۔ تاہم میں نے کہا۔

''میں خود تجھے خود سے جدا کرنا پسند نہیں کرتا اہانیہ۔ لیکن جس جگہ میں جا رہا ہوں وہاں تیرا جانا مناسب نہ ہوگا۔ اور اب میں چلتا ہوں۔ ہافو۔ اہانیہ کی حفاظت تیرا فرض ہے۔ اور تیری عورت کے بارے میں تو تجھ سے کچھ کہنا بے کار ہے۔''

''بے فکر رہ آشورے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ نیمون یہاں موجود نہیں ہے۔ اور اس کے بعد مجھے کسی شے کی پرواہ نہیں رہ جاتی۔'' ہافو نے کہا اور اس کے بعد میں نے اہانیہ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ میں ڈھلان پر اترنے لگا اور اب چونکہ میں تنہا تھا۔ سوائے اپنے چوڑے کھانڈے کے میرا کوئی ساتھی نہ تھا اس لئے اترنے کی رفتار بہت تیز تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نیچے پہنچ گیا۔ وہ ستون ابھی تک وہیں پڑا ہوا تھا جس سے ہافو اور اس کے ساتھیوں کو باندھ دیا گیا تھا۔ میں نے اس خوفناک غار کی طرف رخ کیا جس کا دہانہ اتنا بلند تھا کہ کئی ہاتھی اوپر نیچے کھڑے ہو کر گزر سکتے تھے۔ اس کی چوڑائی بھی ایسی ہی تھی لیکن قریب پہنچنے سے اس کی شکل بڑی عجیب نظر آتی تھی۔

نوکیلے پتھر اس طرح ابھرے ہوئے تھے جیسے کسی عفریت کے دانت ہوں۔ کھلا ہوا غار کسی بھیانک جانور کے کھلے ہوئے جبڑوں کی مانند تھا۔ میں نے تیزی سے سفر طے کیا اور غار کے سامنے پہنچ گیا۔ فاصلہ اتنا ہو گیا تھا کہ ڈھلان کے کنارے پر کھڑے ہوئے تینوں افراد نظر آ رہے تھے۔ غار کے دروازے پر پہنچتے ہی شدید تعفن محسوس ہوا۔ سڑتے ہوئے گوشت کی بدبو تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں رکا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔

غار اندر سے زیادہ تاریک نہیں تھا۔ اوپری سمت میں کہیں کہیں رخنے تھے۔ جن سے روشنی کی شعاعیں اندر آ رہی تھیں اور غار میں اتنی روشنی تھی کہ اندرونی منظر صاف نظر آ سکے۔

انتہائی عظیم الشان غار تھا۔ چاروں طرف ہڈیاں، کھوپڑیاں اور پنجر بکھرے ہوئے تھے۔ ان میں جنگلی بیلوں کے پنجر، شیروں اور دوسرے جانوروں کے پنجر بھی تھے اور انسانی ڈھانچے، کھوپڑیاں، ہاتھ اور پاؤں بھی تھے۔ بے حد خوفناک منظر تھا۔ یقیناً لڑکیاں اور شاید بانو بھی یہاں آ جاتا تو خوف سے ان کے دلوں کی حرکت بند ہو جاتی۔

لیکن پورے غار میں اس خوفناک وجود کا نشان نہیں تھا۔ یہ بات تو طے ہو گئی تھی کہ یہ اس کا مسکن ہے لیکن خود وہ یہاں موجود نہیں تھا۔

ایک بار پھر میرے ذہن میں الجھن پیدا ہو گئی۔ کاش وہ مل جاتا، کاش میں اسے دیکھ سکتا، اس سے دو دو ہاتھ کر سکتا لیکن وہ کون جانور ہے جو شیر اور دوسرے خوفناک جانوروں کو بھی نہیں چھوڑتا۔

بہرحال مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ یہاں ان غاروں میں اور کچھ نہیں تھا۔ دفعتاً ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں چونک پڑا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک لمحے کے لئے چکرا کر رہ گیا۔ ایک استخوانی کھوپڑی آہستہ آہستہ میری طرف رینگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے خالی حلقے مجھے گھورتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

کھوپڑی آہستہ آہستہ میرے بالکل قریب آ گئی۔ وہ میرے پیروں کو چھونے لگی اور میرے پاس رک گئی۔ اب دائیں بائیں کھسک رہی تھی۔ میری حیرت بڑھتی جا رہی تھی۔ پھر میں نے جھک کر کھوپڑی کو اٹھا لیا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کیا کہہ رہی ہے؟

لیکن...... دوسرے لمحے ایک سیاہ رنگ کا چوہا کھوپڑی کے نیچے سے نکل کر ایک طرف دوڑ گیا۔ میں نے چوہے کو دیکھا اور پھر مجھے ہنسی آ گئی۔ گوشت کی بو پر چوہا کسی طرح کھوپڑی میں داخل ہو گیا تھا اور پھر وہ اس میں بند ہو کر رہ گیا چنانچہ وہ کھوپڑی کو لے کر چل رہا تھا۔

بہرحال یہاں کچھ نہیں تھا۔ اس لئے میں غار سے باہر نکل آیا۔ یقیناً ڈھلوان کے بلند سرے پر کھڑے ہوئے لوگ غار کے دہانے پر نظریں جمائے دہشت ناک چیخوں اور خوفناک آوازوں کے منتظر ہوں گے...... لیکن ...... اب کرنا کیا چاہئے......؟ کہاں اس پراسرار وجود کو تلاش کیا جائے...... ؟ کچھ بھی ہو...... اس کی تلاش میں تو آگے بڑھنا ہی پڑے گا۔ میں وادی کے میدان کو عبور کرنے لگا اور پھر ڈھلان کے سرے پر پہنچ گیا۔ اوپر کھڑے ہوئے لوگ ہاتھ ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے۔ شاید وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ سورج پورے طور سے بلند ہو گیا تھا۔

میں ڈھلان چڑھنے لگا...... اور تھوڑی دیر کے بعد میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ تینوں میری طرف دوڑ رہے تھے۔

''کیا ہوا آقا شورے......؟ کیا ہوا۔ کیا وہ اندر موجود نہیں تھا......؟'' بانو نے بے صبری سے پوچھا۔

''ہاں۔ اندر کچھ نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں سمجھ گیا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا..... اگر وہ ہوتا تو ماحول اتنا پرسکون نہ ہوتا۔'' ہانو نے مسرت سے قلقاری لگاتے ہوئے کہا۔

''لیکن اسے تلاش کرنا ضروری ہے ہانو..... ہم اسے تلاش کریں گے۔''

''میں حاضر ہوں آشورے..... لیکن تیرا جیسا جیالا، تیرا جیسا دلیر میں نے اس سے قبل نہیں دیکھا۔ یقیناً تو دیوتاؤں کی سی دلیری رکھتا ہے۔ یقیناً تو عام انسانوں سے بہت مختلف ہے۔''

''ہمیں کس طرف چلنا ہوگا ہانو۔ ہاں میں ایک بات تیرے ذہن میں ڈال دینا چاہتا ہوں۔''

''حکم دے آشورے۔''

''میں نے محسوس کیا ہے..... عام حالات میں تو دلیر انسان ہے لیکن نیبون کے نام پر تیرا چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ تو اس سے خوفزدہ ہونا چھوڑ دے۔ اور اس بات پر یقین رکھ کہ میرا اور اس کا جب سامنا ہوگا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ ہاں اگر تو نے اس کی تلاش میں بزدلی سے کام لیا تو پھر میں تیرا ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

''میں تیرے احکامات کی تعمیل کروں گا آشورے۔ لیکن میں کیا کروں اس کا خوف میرے خمیر میں ہے۔ میری پشتیں اس سے خوفزدہ چلی آ رہی ہیں۔ میں اس کا خوف دل سے نہیں نکال سکتا آشورے۔ اس وقت تک جب تک اس کی لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ ہاں۔ مجھے تیرے حکم کے سامنے زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے چنانچہ اس کی تلاش میں، میں تیری بھرپور مدد کروں گا لیکن میں نہیں کہہ سکتا آشورے کہ اس کے سامنے میری کیا کیفیت ہو۔''

''ٹھیک ہے۔ تجھے اس کا سامنا کرنے کے لئے میں نے پہلے ہی منع کیا ہے۔ اس کے مقابل صرف میں آؤں گا۔''

''تب ہمیں وادی میں اترنا چاہئے۔'' ہانو نے کہا۔

''آؤ لڑکیوں۔ کیا تمہیں سہارے کی ضرورت ہے۔؟''

''نہیں آشورے۔ ہم چل سکتے ہیں'' ۔ دلیرا ابانیہ جلدی سے بولی۔ میں نے مسکراتے ہوئے تعریفی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

لیکن میری نگاہوں کو پوشیانا نے بھی دیکھ لیا اور اس کا ردعمل بھی ہو گیا۔ پوشیانہ کسی پھرتیلے بندر کی طرح نیچے جانے لگی۔ وہ ابانیہ سے زیادہ پھرتی اور دلیری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اور عورت کی اس سادگی پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ آئی جسے بہرحال میں نے پوشیانا سے چھپانے کی کوشش کی۔ ڈھلان زیادہ خطرناک نہ تھے۔ اگر ہوتے تب بھی پوشیانا اسی انداز میں اترنے کی کوشش کرتی اور نقصان اٹھاتی۔ بہرحال ہم نیچے پہنچ گئے۔

''میں غار کے نزدیک اس کے قدموں کے نشانات تلاش کروں گا آشورے۔'' ہانو نے کہا۔

''اوہ۔ لیکن کیا اس پتھریلی زمین پر اس کے قدموں کے نشانات مل سکیں گے۔''

''ہاں..... اس کے وزن سے پتھروں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ اگر وہ زیادہ سخت نہ ہوں۔''

''خوب۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گردن ہلا دی۔ یوں ہم آگے بڑھ گئے اور تیزی سے سفر طے کرتے ہوئے غار کے قریب پہنچ گئے۔ غار کا تعفن دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

''اف۔ کیسی بھیانک جگہ ہے۔ کیا میں اندر جھانک کر دیکھ لوں آشورے۔'' ابانیہ نے یہاں بھی پوشیانا پر سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

''نہیں۔ اس میں کچھ نہیں ہے اور وقت ضائع کرنا فضول ہے۔ ہانو کو اپنا کام کرنے دو۔ بلکہ تم بھی اس کی مدد کرو۔'' میں نے ابانیہ سے کہا اور ابانیہ مستعدی سے آگے بڑھ گئی۔

ہاں البتہ پوشیانا نے نہ جانے کیا سوچ کر اس وقت آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ہانو نے غار کے دہانے کے اطراف میں ایک چکر لگایا اور پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ وہ زمین سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پراسرار علاقے کا باشندہ نہ جانے کون کون سی خصوصی حسیات کا مالک تھا اور پھر وہ کسی چوپے کی مانند ہاتھوں اور پیروں کے بل ایک طرف چل پڑا۔

ابانیہ اس کے ساتھ تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے تعجب سے اسے دیکھتی ہوئی چل رہی تھی۔

''آشورے۔'' دفعتاً مجھے پوشیانا کی آواز سنائی دی اور میں چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پوشیانا کے چہرے پر جذبات سلگ رہے تھے۔

''کیا بات ہے پوشیانا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''تو...تو مجھے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر دے آشورے۔ میری خواہش ہے کہ تو میری گردن دبا کر مجھے ان ویرانوں میں پھینک دے۔''

''تجھے کیا ہو گیا پوشیانا۔ کیا ہو گیا اچانک تجھے۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''اچانک نہیں آشورے۔ میں تجھ سے گفتگو کے موقع کی تلاش میں تھی۔ اس وقت گو مناسب وقت نہیں ہے لیکن مناسب وقت کبھی نہیں آئے گا۔ میرے دل کی بات سن لے آشورے۔''

''کیا تو خوش نہیں پوشیانا۔''

''نہیں آشورے۔ جو عورت تجھ سے منسلک ہو جائے وہ پھر کسی کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔''

''لیکن...لیکن ہانو۔ ایک خوبصورت اور تندرست جوان ہے۔''

''مجھے اعتراف ہے۔ بے شک وہ بے شمار جوان اور زیادہ جوان اور حسین ہے لیکن آشورے۔ میں تیری دیوانی ہوں۔ تیرا سا قرب، تیرا سالس دیگر انسانوں میں کہاں۔ تیری آغوش کے سامنے ہر چیز ماند ہے آشورے۔ مجھے اپنا لے آشورے۔ میں اب صرف تیری بن کر رہ سکتی ہوں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے پوشیانا۔''

''تیرے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ کون ہے جو تیرے حکم سے سرتابی کرے۔ آخر ابانیہ بھی تو تیرے ساتھ ہے۔''

''لیکن ہانو نے تجھے پسند کر لیا ہے۔ اب تو اس کی عورت ہے۔''

''جو تیری ہو۔ وہ کسی دوسرے کی نہیں ہو سکتی۔ تو ابانیہ کو اس کے حوالے کر دے۔ وہ کبھی میری محبت میرا انس حاصل نہیں کر سکے گا۔ خواہ

مجھے پوری زندگی اس کے ساتھ گزار دینی پڑے۔''

''یہ غلط ہے پوشیانا۔ اگر میں نے تجھے اپنانے کی کوشش کی تو وہ مجھے بددیانت سمجھے گا۔ تو بہرحال اس کی ہو چکی ہے۔''

''مجھے نہ ٹھکراؤ آشورے۔ مجھے نہ ٹھکرا۔ میں تیرا لمس چاہتی ہوں۔ وہ مجھے پسند نہیں ہے۔'' پوشیانا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسی وقت ہانو کی چیخ سنائی دی۔

''میں نے تلاش کر لیا آشورے۔ میں نے صحیح سمت پا لی ہے۔ دیکھ۔ یہ اس کے قدموں کے نشانات ہیں۔'' اور میں تیزی سے اس طرف دوڑ پڑا۔ پوشیانا جھٹکے سے گرتے گرتے بچی۔ بہرحال میں ہانو کے قریب پہنچ گیا۔ ایانیہ بھی جھک کر اس نشان کو دیکھ رہی تھی۔

''میرا دعویٰ ہے یہ اس کے تازہ نشانات میں سے ایک ہے۔'' ہانو نے کہا اور میں بھی ان کے قریب زمین پر بیٹھ گیا۔

یہ ایک نشان تھا۔ گو یہ بھی سنگلاخ زمین تھی لیکن یہاں کے پتھر دوسرے سخت پتھروں کی بہ نسبت کسی قدر نرم تھے اور ان میں یہ نشان نمایاں تھا۔ بالکل کسی انسان کے تلوے اور ایڑی کا نشان تھا لیکن کسی ہاتھی کے پاؤں کی طرح چوڑا، لمبائی بھی کم تھی۔ میں اس سے کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔ بہرحال ہانو اس نشان پر یقین رکھتا تھا اور درحقیقت یہ نشان آگے بڑھ رہے تھے۔ میں نے ان کا فاصلہ نوٹ کیا۔ ایک نشان سے دوسرے نشان کا فاصلہ تقریباً تین فٹ تھا۔

''کیا تم آگے تک یہ نشان تلاش کر سکو گے ہانو۔؟''

''ہاں آشورے۔ میں اس کے قدموں کی بو سونگھ کر اس کی سمت کا پتہ لگا سکتا ہوں۔''

''تب ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ہانو نے کہا اور پھر اس نے پوشیانا کی طرف دیکھا جو آہستہ آہستہ اسی سمت آ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر سکوت تھا لیکن کسی نے اس کے چہرے پر کوئی توجہ نہیں دی اور ہم خاموشی سے آگے بڑھنے لگے۔ قدموں کے نشانات مجھے بھی مل رہے تھے اور انہیں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہم صحیح سمت جا رہے ہیں۔

ویسے جو کوئی بھی تھا بہت وزنی جانور تھا اور یقیناً اس کے مقابلے میں بہت سخت ہو گا۔ ہم قدموں کے نشانات پر سفر کرتے رہے۔ سورج نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا۔ رات گئے تک ہم کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ چاروں طرف بے آب و گیاہ پہاڑی بکھری ہوئی تھیں۔

دونوں عورتیں نڈھال ہو گئی تھیں لیکن یہاں ایانیہ نے پوشیانا پر اپنی برتری ثابت کر دی تھی۔ وہ اب بھی بہت ہمت سے چل رہی تھی۔ تب میں نے ایک جگہ قیام کا اعلان کر دیا۔

''میں بھی یہی کہنے والا تھا آشورے لیکن ایک بات بڑی بھیانک ہے۔'' ہانو نے کہا۔

''وہ کیا''۔

''جانتا ہے ہم کون سے رخ پر چل رہے ہیں۔؟''

''نہیں۔ یہ راستہ میرے لئے اجنبی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہمارا رخ گودری بستی کی طرف ہے۔ اس علاقے کی پہلی بستی جو شیمونا کی قلمرو میں شامل ہے۔''

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ نیمون نے ادھر کا رخ کیا ہے۔؟''

''ہاں آشورے۔ اور میں اچانک بہت سے خطرے محسوس کرنے لگا ہوں۔''

''مثلاً؟''

''وقت مقررہ پر...... جب نیمون کو اس کی بھینٹ نہیں ملتی، جب شیمونا کا وعدہ جھوٹا ہو جاتا ہے تو وہ بستی کا رخ کرتا ہے۔ اس کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے اور...... اس کے بعد بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ ایسے ایسے المناک واقعات ہوتے ہیں جن پر برسوں آنسو بہائے جاتے ہیں...... اور آشورے اس بار نیمون کو اس کی بھینٹ نہیں ملی ہے کیونکہ...... کیونکہ تو نے ہماری زندگیاں بچائی تھیں۔''

''اوہ۔ تو...... گویا...... اس نے گودری بستی کا رخ کیا ہے۔''

''ہاں۔ اس کے قدموں کے نشانات اسی سمت کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ گودری بستی کے بے بس لوگ یقیناً مشکل میں گرفتار ہوں گے۔ نیمون اگر وہاں تک پہنچ چکا ہے تو...... اس نے تباہی مچادی ہوگی۔'' بانو نے کہا اور میری پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

عورتیں...... کاش یہ عورتیں ساتھ نہ ہوتیں تو میں اسی وقت ادھر کا رخ کرتا۔ ابھی اور اسی وقت...... لیکن عورتوں کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ سفر کے قابل نہیں ہیں۔ تب میں نے بانو سے کہا۔

''کیا خیال ہے بانو۔ کیا ہم جلد از جلد گودری کے لوگوں کی مدد کو نہ پہنچیں۔؟''

اور جواب میں بانو نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو، کیوں زندگی مختصر کر رہے ہو آشورے۔ کچھ وقت اور گزار لینے دو۔ تم گودری کے لوگوں کی کیا مدد کر سکتے ہو۔؟ انسان اور پہاڑ کا کیا مقابلہ۔ ہاں تم زندگی ضرور کھو بیٹھو گے۔

☆......☆......☆

بانو کی نگاہوں کا مفہوم میری سمجھ میں آ گیا لیکن پروفیسر...... میں اس بے وقوف کو کیا بتاتا۔ میں دوسرے امور پر غور کرنے لگا۔ بانو میری طرح طاقتور نہیں ہے۔ اگر میں رکے بغیر گودری بستی کا سفر شروع کر دوں تو کیا بانو میرا ساتھ دے گا؟ ابانیہ کے لئے کوئی مشکل نہیں تھی لیکن بانو تو خود بھی تھک گیا ہے۔ اس کا اظہار اس کے چہرے سے ہو رہا ہے۔ میں اپنی عورت کو کندھے پر بٹھا کر دن رات سفر کر سکتا ہوں لیکن بانو تو ایک رات بھی پیدل نہیں چل سکے گا۔ پوشیانا کا بوجھ اٹھا کر سفر کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

چنانچہ مجبوری تھی۔ ایک رات گزارنی تھی اور دوسری صبح تیز سفر کرنا تھا۔

''ہم رات سفر نہیں کر سکیں گے بانو۔ لیکن ہم گودری والوں کی خبر گیری ضرور کریں گے۔''

''ہم ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں آشورے۔؟''

''یہ وہاں چل کر دیکھیں گے.....اور یہ درست ہے کہ رات کا وقفہ وقت کو ہاتھ سے نکال دے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ تو اپنی عورت کو کندھے پر بٹھا کر پوری رات سفر نہیں کر سکے گا۔''

''میں اعتراف کرتا ہوں آشورے۔ میں اتنا طاقتور نہیں ہوں اور پھر میری عورت بھی ہلکی نہیں ہے کہ اس کا بوجھ سنبھال کر سفر کرنا آسان ہو۔'' بانو نے کسی قدر تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''چنانچہ رات کے قیام کا انتظام کر۔!'' میں نے بیزاری سے کہا۔ درحقیقت بانو کے انتخاب میں مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ وہ دوسروں سے تندرست اور مضبوط ضرور تھا لیکن اتنا جری نہیں تھا جتنا میں نے سمجھ لیا تھا۔

اور بانو رات کے قیام میں مصروف ہوگیا لیکن اس کے ذہن پر تو عورت سوار تھی۔ حالانکہ پچھلی رات کا تجربہ اسے خوفزدہ کرنے کے لئے کافی تھا لیکن عورت انوکھی شے ہے پروفیسر..... انسان اس کے لحاتی قرب کے لئے پوری زندگی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ بانو نے دو جگہیں تیار کیں۔ ایک اپنے لئے، دوسری میرے لئے۔ اور پھر کھانے وغیرہ کا انتظام کرنے لگا۔

ابانیہ حسب معمول مسرور تھی لیکن آج میرا ذہن گوودی بستی کے انسانوں میں الجھا ہوا تھا۔ میں ان لوگوں کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ اول تو مجھے اس کی سمت نہیں معلوم تھی کہ میں سوتے ہوئے لوگوں کو چھوڑ کر اس بستی کی طرف دوڑ جاؤں اور وہاں کی داستان معلوم کروں۔ اس سلسلے میں مجھے بانو کی ضرورت تھی۔

ممکن ہے نیون نے گوودی کا رخ نہ کیا ہو؟ اس کی سمت کوئی اور ہو..... چنانچہ میرا سفر بے کار ہی ثابت ہوا اور پھر یہ ممکن بھی نہیں تھا۔ ہاں اگر ناز دکھانے والی عورتیں ساتھ نہ ہوتیں تو اس رات میں بھی بانو کو مجبور کرتا کہ اپنی حیرت انگیز قوت شامہ سے کام لے کر آگے بڑھے اور نیون کا نشان تلاش کرلے۔

''آشورے۔'' ابانیہ نے مجھے پکارا اور میں خیالات سے چونک پڑا۔

''ہوں۔'' میں نے اس کی جانب دیکھا۔

''روشنی نکلنے والی ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولی۔

''ہاں۔'' میں نے آسمان کے ایک سرے پر ابھرتے ہوئے چاند کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہواؤں نے موسم بدل دیا ہے۔''

''مجھے احساس ہے۔'' میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

''تجھے کہاں احساس ہے۔ تو نہ جانے کن خیالوں میں کھویا ہوا ہے۔ میرے لب پیاس سے خشک ہو رہے ہیں۔''

ابانیہ کے الفاظ پر مجھے پوشیانا کے الفاظ یاد آئے۔ قصوروار وہ لڑکی نہیں تھی۔ بانو لاکھ تندرست وتوانا سہی۔ لیکن میری بات کچھ اور تھی۔ ہاں اگر پوشیانا مجھ سے دور رہتی تو شاید آہستہ آہستہ وہ ذہنی طور پر بانو کو قبول کر لیتی لیکن اس کے لئے یہ بات تازیانہ تھی کہ اس جیسی ایک لڑکی میرے قرب

سے سرشار ہے۔ وہ قرب جو دوسرے مردوں سے بہتر ہے۔

سچ پوچھو تو پروفیسر..... عورت ہر دور میں میرے لئے الجھن بنی ہے لیکن قدرت نے اس صنف میں وہ کشش پیدا کی ہے کہ انسان ان الجھنوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی نئی الجھنوں کو اپنانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

"آشور ہے۔" ابانیہ نے مجھے مخاطب کیا اور سچ بات یہ ہے کہ آج بے دلی سے میں نے ابانیہ کو قبول کیا۔ میرے ذہن میں بہت سی الجھنیں یکجا ہوگئی تھیں جن میں سب سے بڑی الجھن گوری بستی والوں کی بے بسی تھی۔ اگر نیمون اس طرف نکل گیا ہے تو غریب انسانوں کا نہ جانے کیا حال ہوگا۔

ابانیہ میرے لمس سے سرشار تھی۔

حصول مقصد کے بعد وہ بے سدھ ہو کر سو گئی اور میں صبح کا انتظار کرتا رہا۔ چاند کا سفر بہت سست تھا۔ بمشکل تمام اس نے آسمان کی طوالت طے کی اور پھر جب وہ بے نور ہونے لگا تو میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھ سے تھوڑی دور پر بانفو موجود تھا۔ میں اس کی طرف چل پڑا اور جب میں بانفو کے نزدیک پہنچا تو میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ابھی مکمل طور پر صبح نہیں ہوئی تھی۔ نجانے کتنی رات کو سوئے ہوں وہ دونوں۔ کیا انہیں نہ جگاؤں۔؟

لیکن ان سے زیادہ ہمدردی کے مستحق وہ تھے جو نہ جانے کس مصیبت سے دوچار ہو چکے ہوں گے۔ تب میں نے بانفو کو آواز دی۔ بانفو کی نیند بہت گہری تھی لیکن پوشیانا کی آنکھ کھل گئی۔

میں نے بانفو کو جھنجھوڑ دیا اور زور سے آواز دی۔ "بانفو۔"

میرے جھنجھوڑنے پر بانفو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہے۔؟" اس نے گھگھیائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اٹھ جاؤ۔"

"آ گیا۔ نیمون آ گیا۔" بانفو اور زیادہ سراسیمہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ مجھے اس کے خوف پر ہنسی آ گئی اور میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"نیمون نہیں آ گیا۔ صبح ہو گئی ہے۔"

اس نے پھر احمقانہ انداز میں چاروں طرف دیکھا اور پھر سر پکڑ کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ میں انتظار کرتا رہا۔ اپنی حالت سنبھال لینے کے بعد وہ پھر اٹھا اور جھینپتے ہوئے بولا۔

"میں سوتے میں نیمون کو دیکھ رہا تھا۔"

"خیر خیر۔ اب جاگ گئے ہو۔" میں نے اسے اس کی بزدلی کا طعنہ دیا۔ بہرحال وہ ایک عام انسان تھا۔ میں سب کو تو اپنی مانند نہیں بنا سکتا تھا۔ سو پروفیسر..... میں نے اسے بمشکل تمام سنبھالا اور اپنا مقصد بتا دیا۔

''اور... تو ہم تیاریاں کریں۔''

''تیاریاں کیسی۔ صبح کی خوراک راستے میں کھائیں گے۔ پوشیانا جاگ اٹھی ہے۔ تم سنبھل جاؤ تو میں ابانیہ کو جگاؤں۔''

''میں سنبھل چکا ہوں۔'' اس نے کہا اور میں گردن ہلاتا ہوا پھر ابانیہ کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے اپنی عورت کو جگایا اور یہ ابانیہ کی خوبی تھی۔ وہ کسی بات پر جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتی تھی چنانچہ وہ تیار ہو گئی اور اس نے ذرا بھی تعرض نہیں کیا۔ پوشیانا بھی بادل نخواستہ ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔

سو ہم چل پڑے..... ہافو نے پھر اپنا کام شروع کر دیا تھا اور میں اس کی قوت شامہ کی غیر معمولی کیفیت سے دلچسپی لیتا ہوا اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب سورج نکلا تو ہم ایک مناسب سفر کر چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے لئے رک کر ہم نے خوراک اور پانی پیا اور اس کے بعد پھر چل پڑے۔

ہافو جوں جوں آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی پھیل رہی تھی۔ ایک بار اس کی زبان سے نکل گیا۔'' دیوتا گوردی والوں پر رحم کریں۔''

''کیوں ہافو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''اب گوردی بستی زیادہ دور نہیں ہے۔''

''اور۔''

''اور نیبون کے بدن کی خوشبو ہمیں اسی طرف لے جا رہی ہے۔''

ہوں۔'' میں نے تشویشناک انداز میں کہا۔ میں تو رات ہی سے ان لوگوں کے لئے پریشان تھا۔ بہرحال میں ہافو سے سفر اور تیز کرنے کے لئے کہا اور ہافو کی رفتار تیز ہو گئی۔ سورج سر پر پہنچا تو سنسان علاقوں میں چلنے والی ہواؤں نے ہمارے کانوں تک کچھ آوازیں پہنچائیں۔ یہ انسانوں کے رونے پیٹنے کی آوازیں تھیں۔

میں چونک پڑا اور میرے ساتھ ہی ہافو اور لڑکیاں بھی۔

''تو نے سنا آشورے..... تو نے سنا۔ گوردی مصیبت کا شکار ہو گئی۔'' ہافو نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں اس کے بعد برداشت کرنا میرے بس سے باہر تھا۔ چنانچہ میں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ بے حد تیز..... میرے ساتھی میرے پیچھے دوڑے لیکن کون میری گرد کو پا سکتا تھا۔ رونے والوں کی آوازیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید..... آج اس پراسرار وجود سے ملاقات ہو جائے۔ اگر وہ گوردی بستی والوں پر ظلم ڈھا رہا ہو گا تو میں اپنے چوڑے کھانڈے سے اس کا وجود فنا کر دوں گا۔

تب مجھے دور سے متحرک انسان نظر آئے۔ ان کے ساتھ ہی میں نے کچی مٹی کے مکانات اور گھاس پھونس کے جھونپڑے دیکھے اور جوں جوں میں قریب پہنچتا گیا تباہی کے نشانات واضح ہونے لگے۔ جب میں نے بستی میں قدم رکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ طوفان گزر چکا ہے۔ اب صرف اس کی تباہ کاریوں کے نشانات باقی ہیں۔

میں نے بستی میں کسی انسان کی پہلی لاش دیکھی۔ لیکن یہ لاش عجیب تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بڑی چٹان کے نیچے سے نکالا گیا ہو۔ بری طرح کچلا گیا تھا۔ بستی کی عورتیں، مرد، بچے، بوڑھے، اپنوں کے لئے بین کر رہے تھے۔ بلک بلک کر رو رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے جن کے اپنوں کی لاشیں کسی نہ کسی شکل میں ان کے سامنے موجود تھیں۔ ٹوٹی ہوئی گردن، منتشر ہاتھ پاؤں کے ساتھ۔ بہت سے ایسے تھے جو گمشدگان کی لاشیں تلاش کر رہے تھے۔ اور بہت سے ایسے تھے جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے جیتے جاگتے عزیز نیون کا شکار ہو گئے تھے۔ بستی کے بیشتر مکانات ملبے میں تبدیل ہو گئے تھے۔ بلاشبہ کوئی خوفناک طوفان تھا جس نے پوری بستی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ لوگ اپنی مصیبت میں اس طرح گرفتار تھے کہ کسی نے مجھ اجنبی کی جانب توجہ نہیں دی۔ میں خود ہی خاموشی سے اس پوری بستی کا جائزہ لے رہا تھا اور حالات مجھے معلوم ہو چکے تھے۔

یہاں تک کہ میں نے پوری بستی کا چکر لگا لیا۔ اور جب چکر مکمل کر کے میں واپس اس جگہ پہنچا جہاں سے بستی میں داخل ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ بانو، ابانیا اور پوشیانا بھی دوڑتے ہوئے بستی کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ بانو دوڑنے کا ماہر تھا لیکن میری تیز رفتاری پر اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں البتہ دوڑنے والی لڑکیوں کی بری حالت تھی۔ ان کے سانس دھونکنی کی طرح چل رہے تھے۔ ... اور ... پھولتے پچکتے سینے ان کی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے۔

''بالآخر... بالآخر... گوردی والے مصیبت کا شکار ہو گئے۔'' بانو نے کہا۔

''ان سے معلوم کرو بانو..... ان سے پورا ماجرا معلوم کرو۔'' میں نے کہا اور بانو نے ایک بین کرتی ہوئی بوڑھی عورت کو پکڑ لیا۔

''تیرا کیا نقصان ہوا ہے اماں۔؟'' اس نے بوڑھی عورت سے پوچھا۔

''میری بستی پر موت نازل ہوئی... اور تو پوچھتا ہے کہ تیرا کیا نقصان ہوا۔'' بوڑھی نے روتے ہوئے کہا۔

''کیا تیرا بیٹا موت کا شکار ہو گیا۔''

''میری اپنی کوکھ سے کسی بیٹے نے جنم نہیں لیا لیکن بستی کا ہر آدمی میرا بیٹا ہے۔ وہ مر گئے جو مجھے ماں کہتے تھے۔ نیون نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔''

''نیون یہاں کب آیا تھا۔''

''دیوتا غارت کریں بیگوں کو، جنہوں نے قربانی نہیں دی اور ہم مصیبت کا شکار ہو گئے۔ سورج چھپے بستی والوں نے نیون کا سایہ دیکھا۔ غضب کا دیوتا ایسا آیا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ ہم جب جاگے، جب اس نے حملہ کر دیا۔ بھاگنے والے بھاگ گئے جو بچے نیون کے قہر کا شکار ہوئے۔ دیکھ لے اس نے ہماری بستی اجاڑ دی۔ دیکھ لے گوردی خون میں نہا گئی۔''

''وہ کب تک یہاں رہا ماں۔؟'' اس بار میں نے پوچھا۔

''وہ رات گئے تک... جب تک، اس وقت تک، جب تک اس کے غصے کی آگ ٹھنڈی نہ ہو گئی۔ اس نے قربانی نہ دینے والے نافرمانوں کا بدلہ ہم سے لے لیا۔''

''وہ کس طرف گیا ماں ۔ کیا تم نے دیکھا ۔؟''

''سب نے دیکھا..... اس نے پہاڑوں کا رخ کیا ۔ اس طرف نکل گیا تھا وہ ۔'' بوڑھی نے ایک سمت اشارہ کیا اور میں بلند و بالا پہاڑیوں کو دیکھنے لگا ۔ پھر میں نے ہانو سے کہا ۔

''ہانو ۔ کیا تم اس بستی میں ٹھہر کر ان لوگوں کے دکھ درد بانٹنے کی کوشش کرو گے ۔''

''تیرا جو حکم آشور ے ۔''

''میں یہی چاہتا ہوں ۔ تم یہاں قیام کرو ۔ میں نیوں کی تلاش میں جاتا ہوں ۔''

''تنہا ۔؟'' ہانو نے تعجب سے پوچھا ۔

''ہاں ۔''

''کیا اپنی عورت کو بھی ساتھ نہیں لے جاؤ گے آشور ے ۔؟''

''نہیں ۔ وہ میری تیز رفتاری میں رکاوٹ بنے گی ۔''

''اوہ ۔ ہاں ۔ تو حیرت انگیز طور پر تیز رفتار ہے آشور ے ۔ تیرا خیال درست ہے ۔ لیکن میری سُن ۔ میری مان ۔ تو اگر اسے تلاش بھی کر لے گا تو کیا کر سکے گا ۔''

''یہ وقت بتائے گا ۔''

''کیا تو بستی والوں کی بے بسی، ان کی تباہی دیکھنے کے بعد اس بات پر آمادہ ہے کہ اسے تلاش کر کے اس سے جنگ کرے ۔ جبکہ یقین رکھ ۔ ان میں بھی فولاد کے لوگ موجود ہیں ۔''

''اور میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تو اپنی بکواس بند کر کے صرف وہ کر جو میں کہہ رہا ہوں ۔'' میں نے کسی قدر غصیلے انداز میں کہا ۔

''تیرا جو حکم آشور ے ۔''

''ہاں ۔ ابھی میری عورت کو معلوم نہ ہو کہ میں کیا ارادہ رکھتا ہوں ۔''

''نہیں معلوم ہوگا ۔''

امابیا اور پوشیانا بستی کی ایک عورت کے نزدیک کھڑی تھیں ۔ وہ بستی والوں کی زبان نہیں جانتی تھیں لیکن غم اور اظہار غم کی کوئی زبان نہیں ہوتی ۔ وہ بستی کے دکھ میں شریک تھیں ۔

چنانچہ کسی کی میری طرف توجہ نہیں تھی ۔ بڑھیا نے جس سمت اشارہ کیا تھا میں ٹہلنے کے انداز میں اسی طرف بڑھ گیا ۔ اور جب میں اسی رفتار سے بستی سے نکل آیا کہ کسی کو شبہ نہ ہو تو اچانک میں نے رفتار تیز کر دی ۔ اب میں دوڑ رہا تھا ۔ میں تھوڑی دیر میں وہ فاصلہ طے کر لینا چاہتا تھا جو نیوں نے رات بھر میں طے کیا ہوگا ۔

اور میرے پیروں کو پنکھ لگ گئے۔ میں انتہائی برق رفتاری سے ناقابل عبور چٹانیں پھلانگ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میں اطراف سے غافل بھی نہیں تھا اور میری نگاہیں قرب و جوار میں کوئی مہیب چیز تلاش کر رہی تھیں۔ ہاں ہانو کی طرح میرے اندر زمین سونگھ کر آگے بڑھنے کی صلاحیت نہیں تھی ورنہ میں یہ بھی کرتا۔ بلاشبہ میں نے چند گھنٹوں میں اتنا طویل سفر کر لیا جتنا ایک تیز رفتار گھوڑا سپاٹ میدان میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میں بہت دور نکل آیا۔ عجیب بے ہنگم علاقہ تھا۔ جگہ جگہ پہاڑیاں ابھری ہوئی تھیں۔ ہواؤں کی تراش نے انہیں عجیب عجیب نقوش دے ڈالے تھے۔ کہیں وہ کسی مینار کی مانند کھڑی تھیں، کہیں الٹے خود کی طرح، کہیں کسی جانور کی شکل اور کہیں کسی پھیلے ہوئے درخت کی مانند۔ میں نے سفر کی رفتار سست کر دی۔

اندازے سے میں اتنی دور نکل آیا تھا جتنا سفر کوئی بھاری بھرکم درندہ رات بھر میں کر سکتا تھا لیکن یا تو نیمون بے حد تیز رفتار تھا یا نگاہوں سے روپوش ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یا تیسری بات یہ بھی ہو سکتی تھی کہ میں نے ابتدا سے ہی غلط سمت اختیار کی ہو۔ ممکن ہے بوڑھی صحیح راہنمائی نہ کر سکی ہو۔ یا ممکن ہے نیمون نے آگے چل کر رخ تبدیل کر لیا ہو۔

ایسی صورت میں......؟ میں نے سوچا۔ ایسی صورت میں کیا میرا یہ سفر، میری یہ جدوجہد بے معنی نہیں ہوگی۔؟ میں اور کتنی دور جاؤں۔؟

لیکن ناکام واپسی بھی مجھے پسند نہیں تھی۔ بالآخر میں رک گیا۔ بھوک لگ رہی تھی۔ اپنے ساتھ کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں لایا تھا۔ بہرحال میں ایسا نہ تھا جسے بھوک پیاس نڈھال کر سکتی۔ میں نے چند لمحات میں فیصلہ کیا۔ مجھے نیمون کی تلاش جاری رکھنی چاہیے۔ ہانو اور لڑکیاں میرے لئے معاون نہیں ثابت ہوئی تھی۔ اب وہ موجود نہیں ہیں تو کیوں نہ تھوڑی سی کوشش اور کر ڈالوں۔

اور یہی فیصلہ کر کے میں آگے بڑھ گیا۔

مناظر بدلتے رہے۔ ایک بار پھر سبزہ زار شروع ہو گیا تھا اور سبزے کی موجودگی کا مطلب تھا پانی......اور شاید خوراک بھی۔ صدیوں کے تجربے کار کا خیال بھلا غلط ہو سکتا تھا۔ مجھے پانی بھی نظر آ گیا۔ ایک جھیل تھی جو اس ویرانے میں اپنا حسن دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ کئے موجود تھی۔ اس نے خود کو رسوا نہیں ہونے دیا تھا اور پوری فراخ دلی سے اس علاقے کو حسن بخش رہی تھی۔

میں پہلا انسان تھا جس نے اس کے کنوارے بدن کو چھوا جس کی آنکھوں نے اس کا حسن لوٹا۔ بے اختیار پانی میں کود پڑنے کو دل چاہا اور یوں اس کنواری جھیل کا بدن داغدار ہو گیا۔ بڑا شیریں پانی تھا۔ قرب و جوار میں چھوٹے چھوٹے پرندے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کسی مناسب جانور کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔

لیکن جانور بھی نظر آیا تو بد ہیت...... بھلا اس خوبصورت علاقے میں اس کا کیا کام۔ وہ ایک کریہہ شکل گدھ تھا لیکن مجھے اس کی نسل سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ ہاں میں جانتا تھا کہ اس کے اندر خاصا گوشت ہوگا۔ گدھ کافی فاصلے پر زمین پر آ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنا کھانڈا سنبھالا۔

ویسے مجھے احساس تھا کہ یہ اس کھانڈے کی توہین ہے۔ ہاتھیوں کا شکار کرنے والا کھانڈا ایک ننھے سے گدھ کا شکار کرنے جا رہا تھا لیکن ضرورت۔! کھانڈا کسی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح سنسناتا میرے ہاتھ سے نکلا۔ گدھ نے کوئی مہیب شے اپنی طرف آتے دیکھی تو اس نے

پنکھ پھیلا کر اڑنے کی کوشش کی۔ اس طرح یہ ہوا کہ وہ کھانڈے کے بوجھ تلے دب کر چور چور نہیں ہوگیا بلکہ اطمینان سے اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں ٹکڑے الگ الگ پھڑ کنے لگے۔ میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا اور پھر گدھ کے قریب پہنچ کر میں نے اس کا آدھا جسم اٹھا لیا۔ اس کے پر نوچ کر میں نے گوشت صاف کیا اور پھر دوسرے حصے کو بھی صاف کرنے لگا۔ دونوں حصوں کو صاف کر کے میں جھیل کے نزدیک آ گیا۔ بھوننے کے لئے خشک گھاس مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کچے سے ہی کام چلایا جا سکتا ہے لیکن خشک گھاس دور دور تک نہیں تھی۔

چنانچہ میں نے جھیل کے پانی سے اسے صاف کیا اور پھر مزے لے لے کر اس کا گوشت چبانے لگا۔ یوں میں نے شکاری کا شکار کیا اور پیٹ بھر لیا۔ شکم سیر ہونے کے بعد میں چند منٹ کے لئے جھیل کے کنارے لیٹ گیا۔ یہ تھکن نہیں تھی بلکہ اس خوبصورت جھیل کو خراج تھا۔ بڑی پرسکون جگہ تھی۔

کافی دیر تک لیٹے رہنے کے بعد میں اٹھ گیا۔ کہاں تلاش کیا جائے اس بدبخت نیون کو ....؟ میں نے سوچا لیکن ہمت ہارنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بہرحال مجھے اسے تلاش کرنا تھا اس لئے میں پھر چل پڑا۔ سبزہ زار میدان .... چٹیل پہاڑ .... دن رات پھر دن .... اور پھر تیسری رات .... نہ جانے کہاں سے کہاں نکل آیا تھا میں۔

لیکن نیون کا کوئی نشان نہیں تھا۔ میرے ذہن پر جھلاہٹ سوار ہونے لگی۔ ممکن ہے میں بالکل ہی غلط سمت میں اسے تلاش کر رہا ہوں۔

تب اس رات میں نے سنجیدگی سے سوچا۔ دراصل ابتداء ہی غلط ہوئی تھی۔ مجھے یونہی نہیں چل پڑنا چاہئے تھا۔ زمین بے حد وسیع ہے۔ کوئی چھوٹی سی جگہ ہو تو کسی کو تلاش کیا جائے۔ اس انداز میں تو شاید میں کبھی اسے تلاش نہ کر سکوں۔ مجھے دوسرے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔

مثلاً! میں ان بستیوں میں بھٹکتا پھروں۔ جہاں نیون کی خبر ملے۔ وہاں پہنچنے کی کوشش کروں۔ اسی طرح میں اسے تلاش کر سکتا ہوں ورنہ اس زمین پر تو آدمی بھٹکتا پھرے .... تلاش مشکل ہے .... اور اب واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لیکن میری زندگی میں یہ انوکھی واپسی تھی۔ اس سے قبل میں اپنے معاملات میں ناکام نہیں رہا تھا۔

لیکن بہرحال یہ بھی ایک تجربہ تھا۔ اور ہر تجربہ میرے لئے دلچسپ ہوتا تھا۔ میں نے اس ناکامی میں بھی دلچسپی تلاش کی اور واپسی کا سفر شروع کر دیا۔ یہ سفر زیادہ تیز نہ تھا کیونکہ ناکامی کا سفر تھا .... اور تین دن اور تین راتوں میں، میں نے جو سفر کیا تھا واپسی میں اس میں پورے سات دن لگ گئے۔

ساتویں دن میں نے دوبارہ اس بستی میں قدم رکھا جہاں کے لوگوں نے اب صبر کر لیا تھا۔ وہ از سر نو زندگی کی تعمیر میں مصروف ہو گئے تھے۔ ٹوٹے ہوئے مکانات بنائے جا رہے تھے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا جا رہا تھا۔ جو بے سہارا ہو گئے تھے انہیں سہارا دیا جا رہا تھا۔

نہ جانے ابا! یہ کیا سوچ رہی ہو؟ نہ جانے بانو نے میرے بارے میں کیا رائے قائم کی ہو .... ممکن ہے بانو کا خیال ہو کہ بالآخر میں نیون کا شکار ہو گیا۔ ممکن ہے اس کے خیال میں نیون نے میرے چیتھڑے اڑا دیے ہوں۔

بستی کے پہلے انسان نے مجھے دیکھا اور چیخ پڑا۔ ''کھانڈے والا، کھانے والا آ گیا۔''

خوب۔۔۔ تو ان لوگوں نے مجھے نام بھی دے دیا۔ ظاہر ہے جب انہوں نے غم سے نجات پائی ہوگی تو ہم اجنبیوں کے بارے میں بھی سوچا ہوگا اور اس وقت انہوں نے مجھے کھانڈے والے کا نام دیا ہو۔

میں بستی میں داخل ہوگیا اور بہت سے لوگ میرے گرد جمع ہوگئے۔

''میرے ساتھی کہاں ہیں۔؟'' میں نے ان سے پوچھا۔

''تمہاری دونوں عورتیں جھونپڑے کے اندر موجود ہیں لیکن ہانو کو شیمونا کے ہرکارے لے گئے۔''

''کیا مطلب۔'' میں اچھل پڑا۔

''وہ بستی کی خبر گیری کرنے آئے تھے۔ انہیں علم ہوگیا تھا کہ بستی پر تباہی نازل ہوئی ہے تب انہوں نے بستی کے نقصان کا جائزہ لیا اور اسی دوران ان کی نگاہ ہانو پر پڑ گئی۔ ان میں وہ بھی جو اس بار ہانو اور اس کے ساتھ کچھ دوسروں کو قربانی کے لئے نیون کے مسکن لے گئے تھے۔ ہانو کو زندہ دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔

اور پھر۔۔۔ یہ بات تو تم بھی جانتے ہوئے چوڑے کھانڈے والے کہ ہانو کی وجہ سے ہی بستی پر تباہی نازل ہوئی تھی۔ ہاں ہانو کی ساتھی لڑکیاں اجنبی تھیں اس لئے انہیں ان لوگوں نے ہاتھ نہیں لگایا اور وہ لڑکیاں ایک جھونپڑے میں محفوظ ہیں۔''

میں سکتے میں رہ گیا۔ بہرحال یہ عمدہ بات تھی کہ دونوں لڑکیاں ان کے چنگل سے محفوظ تھیں۔

''وہ لوگ ہانو کو کہاں لے گئے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''سان بارے۔ شیمونا کے دربار میں۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلائی۔ سان بارے کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ہاں ہانو کی بات دوسری تھی۔ وہ تو بہت کچھ جانتا تھا لیکن اب ہانو کہاں تھا۔؟

''لڑکیاں کہاں ہیں۔ مجھے ان کے پاس پہنچاؤ۔'' میں نے کہا اور دو آدمی میرے ساتھ چل پڑے۔ پوشیانا اور ابانیہ جھونپڑے میں موجود تھیں اور پرسکون تھیں۔ میں جانتا تھا کہ دونوں کے جذبات الگ الگ تھے۔ پوشیانا یقیناً سوچ رہی ہوگی کہ اچھا ہے ہانو چلا گیا۔ اب میں اس سے یہ نہ کہہ سکوں گا کہ پوشیانا اس کی امانت ہے اور میں اس سے پیار نہ کرسکوں گا۔ چنانچہ اس کا راستہ صاف ہوگیا ہے اور ابانیہ سوچ رہی تھی کہ اس کا مرد سلامت ہے اسے کیا فکر۔

''کیا ہوا لڑکیوں۔؟ کیا واقعہ ہوا۔؟''

''بڑے خونخوار کتے تھے وہ لوگ آشورے۔ یقیناً ملکہ شیمونا خود بھی بھیانک ہوگی لیکن وہ بے چارے بستی والوں کے لئے کیا کرسکتے تھے۔ ہاں ہانو ان کے ہاتھ آ گیا اور وہ اسے لے گئے۔ بے چاری پوشیانا۔ اسے بہت دن کے بعد آدمی ملا تھا۔'' ابانیہ نے کہا۔

''ہونہہ۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔'' پوشیانا غرائی۔ ابانیہ اسے ضرور حیرت سے دیکھنے لگی تھی لیکن مجھے اس پر حیرت نہیں ہوئی۔ میں

جھونپڑے میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اب مجھے نئے سرے سے حالات کا جائزہ لینا تھا۔

بانو کی زندگی خطرے میں تھی۔ ممکن ہے ان لوگوں کو میرے بارے میں بھی معلوم ہو جائے۔ ایسی صورت میں..... ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ میں پوگاس کی بستی سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اب واپس اسی بستی میں جا کر ان دونوں لڑکیوں کو چھوڑنا حماقت تھی۔ کیوں نہ انہیں اس بستی میں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں۔ بلاوجہ الجھن پالنے سے کیا فائدہ۔ گو ہر دور میں عورت میری ضرورت رہی تھی۔ میں نے باقاعدہ عورتیں پالی تھیں لیکن وہ میرے لئے اتنی الجھن نہیں بنی تھیں۔

اگر میں ابانیہ اور پوشیانا کو یہاں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں تو ان کا کیا بنے گا؟ میں نے تجزیہ کیا تو اندازہ ہوا کہ وہ بہت بڑی مشکل میں پھنس جائیں گی۔ وہ ان لوگوں کی زبان بھی نہیں جانتیں۔ یہ لوگ انہیں اپنوں کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتے۔ بلکہ ممکن ہے وہ ان کی زندگی کے گاہک بن جائیں کیونکہ بانو کی وجہ سے ان پر مصیبت آئی تھی اور بانو بہر حال ان لڑکیوں کا ساتھی ہے۔

کوئی صورت نہیں تھی۔ ان بلاؤں کو گلے لگانا ہی پڑے گا۔ بانو کو بہر حال میں نے امان دی تھی۔ میں نے اس کی زندگی بچائی تھی۔ وہ میرا ساتھی تھا اور پھر سوال بانو کی زندگی کا ہی نہیں تھا، سان بارے کی دلکشی بھی میری نگاہ میں تھی۔ وہ جگہ جہاں شیمونا حکومت کرتی تھی۔ میں اس پراسرار ملکہ کو دیکھنے کا متمنی تھا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ دونوں لڑکیوں کو لے کر سان بارے کی طرف چل پڑوں۔ بستی کے رونے والے اب بھی رو رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی طرف سے رونے کی آوازیں ابھرتیں اور پھر بہت سے ان میں شامل ہو جاتے۔ یہ ماحول میرے لئے زیادہ دلچسپ نہیں تھا اس لئے میں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو آشورے۔؟'' ابانیہ نے میرے نزدیک آ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پیار بھرے لہجے میں کہا اور میں نے چونک کر ابانیہ اور پوشیانا کو دیکھا۔

پوشیانا اسی طرف دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں نفرت و رقابت کی آگ روشن تھی۔

''کچھ نہیں ابانیہ۔ مجھے بانو سے ہمدردی ہے۔''

''بے چارہ۔ ایک بار زندگی بچ گئی تھی پھر ان لوگوں کے ہاتھوں میں جا پڑا۔''

''ہمیں اس کی مدد کرنا ہوگی ابانیہ۔''

''ضرور آشورے..... بے شک اسے ہماری مدد کی ضرورت ہے۔'' ابانیہ جلدی سے بول پڑی۔ اس نے مزید سفر کی صعوبت کا کوئی احساس نہیں کیا تھا اور یہی ابانیہ کی خوبی تھی جسے میں نے ہمیشہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تھا۔

''اس کی تلاش میں وقت ضائع کرنے سے فائدہ آشورے! میں اب کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہاں سے بستی واپس چلو۔ مجھ میں اب اور چلنے کی سکت نہیں ہے۔'' پوشیانا نے کہا۔

ابانیہ نے ایک بار پھر حیرت سے اسے دیکھا اور پھر ملامت کرنے والے انداز میں بولی۔ "تو کیسی عورت ہے پوشیانا۔ تیرا مرد دشمنوں میں جا پھنسا ہے۔ تجھے اس کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔؟"

اور ابانیہ کی اس بات پر پوشیانا کی آنکھیں شعلے برسانے لگیں۔ وہ آہستہ سے کھڑی ہوگئی۔ اس کی کیفیت کسی خونخوار بلی کی سی تھی اور وہ خوفناک انداز میں ابانیہ کو گھور رہی تھی۔

"تجھے میرے بارے میں بات کرنے کا حق کس نے دیا ہے ابانیہ؟ بول تو میرے معاملے میں کیوں بولی۔؟"

ممکن ہے میں پوشیانا کی طرف اس وقت تک نہ دیکھتا جب تک وہ ابانیہ پر حملہ نہ کر دیتی لیکن اس کے لہجے کی سفاکی اور اس کی آواز کی درندگی نے مجھے چونکا دیا۔ میں پوشیانا کا چہرہ دیکھا اور گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"جواب دے۔" پوشیانا چیخی اور اس کے ساتھ ہی وہ دانت کٹکٹا کر ابانیہ پر جھپٹی لیکن چونکہ میں ہوشیار ہو گیا تھا اس لئے دوسرے لمحے میں نے پوشیانہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے لٹکا لیا۔ اب صورت حال بڑی مضحکہ خیز تھی۔ پوشیانا میری بغل میں لٹکی ہاتھ پاؤں چلا رہی تھی۔ اس نے اپنے لمبے ناخنوں سے میرا بدن نوچنے کی کوشش کی تھی لیکن اس پر ایک بھی نشان نہیں ڈال سکی تھی۔ یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

رہ گئی ابانیہ۔۔۔ تو وہ متحیرانہ نگاہوں سے پوشیانا کو دیکھ رہی تھی۔ بالآخر پوشیانا کی جدوجہد سست پڑ گئی اور جب وہ خوب تھک گئی تو میں نے اسے بے دردی سے زمین پر پٹخ دیا۔

"ایسی حرکتیں نہ کر پوشیانا کہ مجھے تجھ سے نفرت ہو جائے۔" میں نے بگڑے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔۔ تم دیکھو پروفیسر۔۔ عورت کسی بھی دور میں حماقت سے باز نہیں رہی اور عموماً میرے لئے الجھن بنتی رہی۔ اس بار بھی میں دو عورتوں کے چکر میں پھنس چکا تھا لیکن پروفیسر۔۔ تم اپنے حساب سے عمر کا وہ حصہ گزار چکے ہو جو عورت کی دلکشی کا پیمانہ ہوتا ہے۔ اپنے تجربے کے ساتھ کہو۔۔۔ کیا عورت کی الجھن دنیا کی سب سے بڑی الجھن نہیں ہے۔"

اس سوال کا جواب دینے کے لئے پروفیسر نے لب کھولے لیکن اسے ایکدم احساس ہو گیا اور وہ کچھ نہ بول سکا البتہ اس کے چہرے کے تاثرات نے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔ فرزانہ اور فرزاں سر جھکائے بیٹھی تھیں۔

"تم نے جواب نہیں دیا پروفیسر۔؟"

"کہانی جاری رکھو۔ تم مجھ سے زیادہ تجربے کار ہو۔" پروفیسر نے کہا اور اس نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر بولا۔

"تو پروفیسر۔۔۔ وہ عورت پوشیانا زمین پر گر کر چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح لہریں لینے لگی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"میں کہہ چکی ہوں۔ میں بستی کے سوا کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس نے کہا۔

"میں تجھے مجبور نہیں کروں گا۔ تو یہاں چاہے تو رہ سکتی ہے اور اگر بستی واپس جانا چاہتی ہے تو یہاں میں تیرے لئے صرف ایک گھوڑے کا بندوبست کر سکتا ہوں کیونکہ میں نے یہاں گھوڑے دیکھے ہیں۔"

''تو میرے ساتھ نہیں جائے گا آشورے۔''

''نہیں۔ میں بافو کی تلاش میں جاؤں گا۔'' میں نے کہا اور پھر میں ابابیہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا۔ بستی کے لوگ جگہ جگہ جمع تھے اور آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

ہمیں دیکھتے ہی وہ خاموش ہو گئے لیکن میں نے ان کی نگاہوں میں نفرت دیکھی تھی۔ تو وہ عمل شروع ہو گیا جس کی مجھے امید تھی۔ آہستہ آہستہ میں ایک ٹولی کے نزدیک پہنچ گیا اور وہ سب منتشر ہو گئے۔

''تمہاری بستی کا سردار کون ہے۔؟'' میں نے پوچھا اور وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے دور ایک ٹولی کی طرف اشارہ کیا۔

''سردار ان لوگوں میں شریک ہے اور تمہارے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔''

''اس میرے پاس بلا دو۔ میں خود اس سے اپنے بارے میں گفتگو کروں گا۔''

''تم خود سردار کے پاس جاؤ۔ وہ تم سے برتر ہے۔''

''وہ مجھ پر اپنی برتری ثابت نہیں کر سکتا۔ جاؤ سردار سے کہو کہ میں اسے طلب کرتا ہوں۔''

''اگر تم نے سردار کے بارے میں بری گفتگو کی تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔'' وہ بپھر کر بولے۔ لاوا پک چکا تھا۔ ان سیدھے سادے اور مصیبت زدہ لوگوں پر غصہ بھی کیا آتا۔ میں خود ہی سردار کی طرف چل پڑا۔ دوسرے لوگ میرے پیچھے چل دیئے تھے۔ جدھر سے میں گزرتا لوگ میرے ساتھ ہو لیتے۔ یہاں تک کہ میں سردار کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ایک بوڑھا اور چہرے سے سیدھا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

''کیا تم بستی کے سردار ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ بستی والوں نے مجھے سردار بنایا ہے۔''

''تم اور دوسرے لوگ میرے بارے میں کیا گفتگو کر رہے تھے۔؟''

اس بات پر سردار کی پیشانی پر چند لکیریں نمودار ہوئیں پھر اس نے گردن اکڑا کر کہا۔ ''ہم نے تمہیں دشمنوں میں شمار کیا ہے۔''

''کیوں۔؟''

''اس لئے کہ تم نے بافو اور اس کے ساتھیوں کی جان بچا کر نیون کو غضب پر اکسایا اور ہمارے اوپر مصیبت نازل ہو گئی۔'' سردار نے جواب دیا۔

''سنو سردار۔ میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔؟''

''کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔؟''

''نیون کی قربانی کے لئے ملکہ شمونا اپنے خاص لوگوں کا انتخاب کر کے بھیجتی ہے۔؟''

''نہیں..... وہ ہم میں سے ہوتے ہیں۔''

''کیا تم میں سے کسی کو یقین ہے کہ کبھی اس کی باری نہیں آئے گی۔''

''نہیں..... ملکہ شیموتا جسے طلب کرے گی اسے جانا پڑے گا۔؟''

''کیا ہانو اور اس کے ساتھی تم میں سے نہیں تھے۔''

''تھے..... گو ان کا تعلق مختلف بستیوں سے تھا لیکن وہ بہر حال ہمارے اپنے تھے۔''

''تو تمہارے اپنوں کی جان بچا کر میں نے تم سے دشمنی کی ہے۔؟'' میں نے سوال کیا اور اس سوال پر وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ وہ الجھن میں پڑ گئے پھر ان میں سے ایک نے کہا۔

''لیکن اگر تم ان کی جان نہ بچاتے تو ہمارے اتنے آدمی موت کا شکار نہ ہوتے۔''

''سنو..... اگر نیمون وہاں آ جاتا جہاں وہ لوگ بندھے ہوئے تھے تو یقین کرو۔ تم لوگ نیموں کے عذاب سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جاتے اور سنو..... میں نے تمہاری بستی کا رخ اس لئے کیا تھا کہ نیمون سے تمہاری جان بچاؤں۔ اور جب میں نے سنا کہ۔ میں نے دیکھا کہ نیمون تمہیں نقصان پہنچا کر چلا گیا ہے تو میں اس کی تلاش میں نکل گیا اور یقین کرو۔ اگر نیمون مجھے نظر آ جاتا تو میں تمہیں اس کی لاش دکھانے لے چلتا۔ کیا اس کے باوجود تم مجھے اپنا دشمن گردانتے ہو۔؟''

''تم نیمون کو ہلاک کرنا چاہتے ہو..... تم ایک حقیر انسان۔'' سردار نے حقارت سے کہا۔

''ہاں۔ اور اطمینان رکھو۔ میں ہی اسے ہلاک کروں گا۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے لئے کسی بڑی تباہی کے انتظامات کر رہے ہو۔ ضرور تم ہمارے اوپر تباہی لاؤ گے۔ نیمون قہر کا دیوتا ہے اور تم ایک عام انسان۔''

''نیمون دیوتا نہیں ہے..... وہ صرف ایک خونخوار درندہ ہے اور میں اسے ہلاک کر دوں گا۔ تم لوگ یقین رکھو۔''

''بیکار باتیں مت کرو کھانڈے والے اجنبی۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے ہیں تم کون ہو..... لیکن اس سے قبل کہ ہم تمہارے ساتھ برا سلوک کرنے کے بارے میں سوچیں۔ بہتر ہے کہ تم دونوں اجنبی عورتوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔ ہم تمہیں فوراً نکل جانے کا حکم دیتے ہیں۔'' سردار نے کہا۔

''اور میری خواہش ہے کہ تم میرے غضب کو آواز مت دو۔ جو نیمون کے قہر سے زیادہ خوفناک ہے۔ میری باتیں غور سے سنو۔ نیمون میرے کھانڈے کی ضربوں کی تاب نہیں لا سکے گا۔ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا لیکن اس سے قبل ہانو کی زندگی بچاؤں گا۔ مجھے سان بادرے کا راستہ بتاؤ۔ میں شیموتا سے کہوں گا کہ وہ ہانو کو واپس کر دے۔ میں ان کے لوگوں کو نیمون سے نجات دلا دوں گا۔''

''خوب، خوب۔ اگر تمہاری موت ہی آ گئی ہے اجنبی تو پھر ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیوں کریں۔ پہلے ہم نے یہی سوچا تھا کہ تمہیں اور دونوں عورتوں کو گرفتار کر کے شیموتا کی خدمت میں پیش کر دیں لیکن پھر دوسرں نے کہا اگر شیموتا کو تمہاری ضرورت ہوتی تو اس کے ہرکارے واپس

تمہاری تلاش میں آتے ..... یا پھر اگر تم نہ ملتے تو وہ تمہاری عورتوں کو ہی لے جاتے۔ بہر حال اگر موت تمہیں آواز دے رہی ہے تو جاؤ..... سان بار ے کا راستہ کھلا ہوا ہے۔"

"ہمیں کس طرف جانا ہوگا۔؟" میں نے صبر و سکون سے پوچھا۔

"مشکل راستہ نہیں ہے۔ ...بھورے میدان کو پار کرنے کے بعد ایک رہنما ندی مل جائے گی۔ اسی کے کنارے کنارے سفر کرتے رہو۔ سان بارے پہنچ جاؤ گے۔"

"فاصلہ کتنا ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"تمہیں کئی چاند چلنا پڑے گا۔ سان بارے سیاہ پہاڑیوں کی دوسری سمت ہے۔ آگ اگلنے والا تمہیں اس کی خبر دے گا۔"

سیاہ پہاڑ..... آگ اگلنے والا..... میں نے سوچا۔ بہر حال ان باتوں کو میں نے ذہن نشین کر لیا اور پھر میں نے ان سے آخری بات کی۔

"گوورنی والو۔ میں نے تمہارے پاس گھوڑے دیکھے ہیں۔ مجھے تین گھوڑے درکار ہوں گے۔"

"احمق اجنبی۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ تم یہاں سے غذا کا ایک دانہ نہیں لے جاسکو گے۔ گھوڑے تو بہت دور کی بات ہیں۔" سردار نے غرا کر کہا۔

"او احمق سردار۔ تو نے میرے صبر کا امتحان لے لیا ہے۔ اس سے قبل کہ میں تیری گردن مروڑ دوں..... اور اس سے قبل کہ میں ہر اس آدمی کو قتل کر دوں جو میرے سامنے آکر مزاحمت کرے ..... اس سے قبل کہ بستی کی عورتیں بچے اور لوگوں کے لئے روئیں، میرے ساتھ آ..... اور میرے دعوے کی تصدیق کر۔ سن میں نے جو کچھ کہا ہے حقیقت ہے۔ نیوں کو میں ہی قتل کروں گا۔ آ میرے ساتھ آ۔" میں نے آگے بڑھ کر سردار کی کلائی پکڑ لی۔

اور لوگ چیخ پڑے۔ دوسرے ہاتھ سے میں نے کھانڈا سنبھال لیا اور گرج کر دوسرے لوگوں سے بولا۔ "سب خاموشی سے میرے پیچھے چلے آؤ۔ اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو زندگی نہیں بچا سکے گا۔"

لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ان کے چہرے غصے سے بگڑے ہوئے تھے لیکن یہ اچھی بات تھی کہ انہوں نے میری بات پر غور کیا تھا اور کسی نے سردار کو میرے چنگل سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ میں اسے لئے ہوئے ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں بڑے بڑے اور تناور درخت تھے۔ تب میں نے سردار کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے لمبے چوڑے کھانڈے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

"نیوں کا حشر بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا گوورنی والو۔ دیکھو۔ میری بات کا یقین کر لو۔" اور اس کے ساتھ ہی میں نے کھانڈا تولا اور ایک درخت کے تنے کے درمیان مار دیا اور میرے کھانڈے کو کوئی قباحت نہ ہوئی مجھے اس کی دھار پر پورا اعتبار تھا۔

ہاں بستی والوں کو آنے والے درخت سے بچنے کے لئے چھلانگیں لگانا پڑی تھیں۔ میں نے لپک کر دوسرے درخت پر وار کیا اور موٹا تنا صابن کی طرح کٹ گیا اور یکے بعد دیگرے میں نے کئی درخت کاٹ ڈالے۔ بستی والے دہشت سے چیخ پڑے۔ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگنے

لگے۔ گرتے ہوئے درختوں سے بھی جان بچانا تھی۔

تھوڑی دیر میں کئی درخت ڈھیر تھے۔ تب میں نے کھانڈا ایک طرف ڈال دیا اور اس بار میں نے خالی ہاتھوں سے ایک درخت پر زور آزمائی کی۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے والوں نے درخت کی جڑ اکھڑتی دیکھی جو اپنے ساتھ مٹی کا پہاڑ لئے زمین سے نکل رہی تھی اور یہ آخری درخت بھی زمین بوس ہو گیا۔

تب بستی والوں نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ ''بس کر..... بس کر کھانڈے والے۔ ہم تیری قوت کے قائل ہو گئے۔ بلاشبہ ہم تیرے عذاب میں گرفتار ہونے والے تھے لیکن تو رحم کا دیوتا ہے..... تو نے ہمارے اوپر رحم کیا اور ہمیں عذاب نہ دیا۔ ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ ہمیں معاف کر دے رحم کے دیوتا۔ ہمیں معاف کر دے۔''

''اور میں نے کہا ہے کہ میں نیون کو قتل کر دوں گا۔ میں اسے ہلاک کر دوں گا اور اس کے بعد وہ تمہارے لئے عذاب نہ بن سکے گا۔ کیا تم نے اس پر اعتبار کیا۔؟''

''بلاشبہ تیری قوت نیون سے کم نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ تیری قوت پوشیدہ ہے اور وہ ظاہر ہے۔ وہ کسی درخت کی مانند قدآور ہے۔ تو عام انسانوں کی شکل میں ہے اسی لئے ہم تجھے نہ پہچان سکے۔ کیا تو..... آسمانوں سے ہمیں نیون سے بچانے کے لئے اترا ہے۔؟''

''بس ان باتوں کی بجائے وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ مجھے تین گھوڑے درکار ہیں اور راستے کے سفر کے لئے غذا۔ تم یہ چیزیں مجھے فراہم کر دو۔ میں سان بارے کا سفر کروں گا۔ پہلے بانو کی جان بچاؤں گا اور اس کے بعد نیون کو تلاش کروں گا۔''

سو پروفیسر..... طاقت کی برتری کا ہر دور میں اعتراف کیا گیا ہے۔ طاقتور کے لئے ابتدا سے آج تک جو آسانیاں رہتی ہیں، کمزوروں کو نہیں حاصل ہو سکیں۔ بستی والوں نے تین شاندار اور مضبوط گھوڑے مہیا کر دیئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کھانے کی بے شمار اشیاء ان گھوڑوں پر بار کر دی تھیں۔

تب میں دونوں لڑکیوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا۔ ''کیا تم سفر کے لئے تیار ہو۔؟''

خلاف معمول لہانیہ کے ساتھ ساتھ پوشیانا بھی خاموشی سے اٹھ گئی لیکن میں نے اس سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ ہاں جب ہم اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں سے نکلے تو میں نے راستے میں کہا۔

''میں اس وقت بھی تم پر جبر نہیں کروں گا پوشیانا۔ آخری وقت ہے فیصلہ کر لو۔ میرے ساتھ مصائب ہیں اور دوسرا راستہ بہر حال تمہاری بستی تک جاتا ہے۔''

''میں تنہا بستی نہ جا سکوں گی۔'' پوشیانا نے خلاف توقع نرم لہجے میں کہا۔

''ہاں..... اس میں بھی دشواریاں ہیں۔ اگر تم چاہو تو گودری میں رہ کر ہمارا انتظار کرو۔ ہم واپسی پر تمہیں لیتے ہوئے چلیں گے۔''

''نہیں آشورے۔ میں خوشی سے تیرے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔'' پوشیانا نے کہا۔

''یہ بہت اچھی بات ہے آشورے۔ پوشیانا ہمارے ساتھ رہے گی اور سن پوشیانا۔ تو چاہے تو اس وقت تک آشورے کی تنہائیاں اسی طرح حاصل کر سکے گی جس طرح ہم نے پہلے معاہدہ کیا تھا۔ اور تو اس معاہدے میں شریک بھی رہ چکی ہے۔ جب تک تیرا مرد واپس نہ مل جائے۔'' فراخ دل اہانیہ نے کہا۔

لیکن پوشیانا نے اس فراخ دلانہ پیشکش کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش رہی۔☆

''کتنے ادوار بیت چکے ہیں پروفیسر..... عورت..... نرم و نازک بدن اور نرم و نازک طبیعت کی مالک۔ خاموش خاموش سے۔ خود کو بہت سے پردوں میں چھپانے کی کوشش میں کامیاب ہوگئی ہے لیکن میرا صدیوں کا تجربہ ہے۔ قوی ہیکل مخلوق جذبات کے اظہار میں ہمیشہ بے تکلف رہی ہے لیکن ایک دور میں عورت کی حقیقت بھی بے نقاب ہو رہی ہے جب وہ سادگی سے اپنی ہر ضرورت کا اظہار کر دیتی تھی اور میں نے دیکھا پروفیسر کہ قوی ہیکل مخلوق بہت سی ضروریات سے دوچار رہتی ہے۔ اسے خوراک پیدا کرنا ہوتی ہے..... اسے گھر بنانا پڑتا ہے..... اسے دشمنوں سے جنگ کرنا پڑتی ہے..... اسے جب عورت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ بے تکلف سے اس کا اظہار کر دیتی ہے لیکن عورت..... عورت کی سب سے بڑی ضرورت مرد رہا ہے۔ عورت نے ہمیشہ مرد کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کی پریشانی مرد ہے..... اس کی خواہش مرد ہے..... اور یہ دلچسپ بات ہے پروفیسر..... کہ عورت کی خاموشی نے مرد کو شکست دے دی ہے۔ یہ مخلوق ضبط کی ماہر ہے اور اسی ضبط نے اسے فتح سے ہمکنار کیا ہے ورنہ اس کی ضرورت مرد سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اگر مرد ضبط کر سکتا پروفیسر..... تو تم یقین کرو عورتیں سڑکوں پر مردوں کے لئے قتل عام کرتیں۔ تاریخ کے بہت سے رخ بدلے ہوتے، لیلیٰ مجنوں کے لئے صحرا گردی کرتی، شیریں فرہاد سے جوئے شیر نکلوانے کے بجائے اس کے لئے شیر کا انتظام کرتی پھرتی اور نہ جانے کیا کیا ہوتا۔''

پروفیسر ہنس پڑا۔ فروزاں اور فرزانہ بھی اپنی ہنسی نہ روک سکی تھیں۔

''میں نے ایک ایک لفظ درست کہا ہے پروفیسر۔ پوشیانا نے اہانیہ کی فراخ دلی کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نہ جانے کس تصور کے ساتھ اس نے خود کو بدل لیا تھا۔ شاید اس کے دل میں بھی وہی بات ہو جو اہانیہ نے کہی تھی۔ ہمارے گھوڑے بستی سے دور نکل آئے۔ بستی والوں نے جو راستہ بتایا تھا میں اس راستے پر چل پڑا۔

اور جب چاند نکلا تو ہم ایک خوبصورت ندی کے موڑ پر کھڑے تھے۔ بڑی طویل و عریض ندی تھی..... پانی سے لبریز..... اور اس نے اپنے دونوں کناروں کو سرسبز کر رکھا تھا۔ چنانچہ ایک سبزہ زار پر ہم نے رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ پوشیانا پراسرار طور پر خاموش تھی۔

وہ ہم سے دور گھاس پر دراز ہوگئی۔ گویا اس نے ہم دونوں کے لئے خلوت مہیا کر دی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم آرام کرنے لیٹ گئے۔ ہمارے گھوڑے بھی شکم سیر ہو گئے تھے۔ اہانیہ میری گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی چاند دیکھ رہی تھی اور میری نگاہیں پانی سے کھیلتی ہوئی چاندنی پر جمی ہوئی تھیں۔

''آشورے۔'' اہانیہ نے مجھے پکارا اور میں چونک پڑا۔

''کیا بات ہے ابانیہ۔؟''

''مجھے پوشیانا سے ہمدردی ہے۔ وہ کس قدر خاموش ہے۔''

''ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔''

''وہ اب بھی تجھے چاہتی ہے آشورے۔ صرف تجھے۔''

''کیا مطلب۔؟''

''میرا خیال ہے اسے ہانو بھی پسند نہیں آیا۔!''

''یہ خیال تجھے کس طرح آیا۔؟''

''اگر۔۔۔ میں تیرا قرب حاصل کرنے کے بعد کسی اور کی آغوش میں ڈال دی جاؤں تو میں بھی خوش نہ رہ سکوں گی آشورے۔ اور میں جانتی ہوں کہ پوشیانا بھی تیرا قرب حاصل کر چکی ہے۔''

''اوہ۔ ہانو بھی ایک تو ی ہیکل نوجوان تھا۔''

''تیری سی بات کہاں۔''

''ممکن ہے تو درست کہہ رہی ہو۔''

''یہ رات اسے دیدے آشورے۔ میں خوشی سے تیار ہوں۔'' ابانیہ نے کہا۔

''تو بہت عظیم ہے ابانیہ۔ بے شک تیرا سینہ بہت کشادہ ہے لیکن تو جانتی ہے میں پوشیانا کو طلب نہیں کروں گا اور میں یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ تیرے دل پر میل آئے۔''

''میں پوشیانا کو تیری آغوش میں لاؤں گی۔''

چنانچہ میں نے ابانیہ کی خوشی پوری کرنے کا اظہار کر دیا اور ابانیہ پوشیانا کے نزدیک پہنچ گئی۔ وہ اس سے گفتگو کرنے لگی۔ میں ان دونوں کی جانب سے لاپروا ہو گیا جیسے مجھے ان سے کوئی سروکار نہ ہو لیکن جب کافی دیر گزر گئی تو میں نے گردن گھما کر اس طرف دیکھا۔

اور میری آنکھوں میں حیرانگی ابھر آئی۔ ابانیہ تنہا واپس آ رہی تھی۔ خوب۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ پوشیانا کا ذہن صاف نہیں تھا۔ ابانیہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''کیوں۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''وہ کینہ پرور عورت ہے۔'' ابانیہ نے کہا۔

''کیا بات ہوئی۔؟''

''میں نے اسے صاف دل سے پیشکش کی لیکن اس نے اس پیشکش کو نفرت سے ٹھکرا دیا۔''

''اور.. کیا کہنے لگی..؟''

''اس نے کہا کہ وہ مرد کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کا مرد ہانو ہے آشور ے نہیں۔ اس نے میرا مذاق اڑایا، کہنے لگی، کیا میں آشور ے کی ضرورت پوری نہیں کرسکتی جو دوسری عورت کا سہارا لینے آگئی ہوں۔ وہ کسی طور تیار نہیں ہوئی۔''

''جانے دو ابانیہ۔ مجھے اس کی نہیں تمہاری ضرورت ہے۔'' میں نے ابانیہ کو آغوش میں گھسیٹ لیا اور وہ مسکرانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بے خود ہوگئی۔ اسے ماحول کا کوئی احساس نہیں تھا لیکن میری نگاہوں نے پوشیانا کو دیکھ لیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور اس کی نگاہیں ہم دونوں پر گڑی ہوئی تھیں۔ نہ جانے اس کے ذہن میں کون کون سے طوفان اٹھ رہے ہوں گے .... اونہہ جہنم میں جائے۔ میں اس کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔

چنانچہ میں اس کی جانب سے لاپرواہ ہوگیا۔ پھر جب تھکی ہوئی آبانیہ میری آغوش میں گہری نیند سو رہی تھی تو میں نے ایک بات سوچی۔ کہیں جوش رقابت میں پوشیانا، ابانیہ کی زندگی لینے کی کوشش نہ کرے اور یہ خیال تشویشناک تھا۔ مجھے ابانیہ کی حفاظت کرنا ہوگی۔

میں نے ابانیہ کو خود میں جذب کرلیا اور پھر سو گیا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ انتہائی خوشگوار ماحول تھا۔ پرندے بھی نظر آرہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے جانور بھی کلیلیں کرتے نظر آجاتے تھے۔ میں نے پوشیانا کو دیکھا۔ وہ شاید ندی میں غسل کر کے نکلی تھی اور اس کا چہرہ نکھرا نکھرا تھا۔ ہم دونوں کو دیکھ کر وہ مسکرائی اور مجھے اس کے بدلے ہوئے رنگ پر حیرانی ہوئی۔

''بڑا فرحت بخش پانی ہے۔ کیا تم دونوں غسل نہیں کرو گے..؟'' اس نے کہا۔

''ضرور کریں گے لیکن تم بہت صبح جاگ گئیں..'' میں نے کہا۔

''ہاں.. رات بڑی پرسکون تھی.. اچھی نیند آئی۔''

''خوب..'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پوشیانا مجھے اور ابانیہ کو باور کرانا چاہتی تھی کہ وہ پرسکون ہے.. بہرحال غسل کرنے کو میرا دل بھی چاہ رہا تھا چنانچہ میں ابانیہ کے ساتھ ندی میں اتر گیا۔

اور جب ہم نہا کر نکلے تو پوشیانا نے ناشتے کا انتظام کرلیا تھا اور میں سچ مچ میں حیران ہوگیا۔ یہ بدلی ہوئی عورت کیا ارادے رکھتی ہے؟ یا پھر اس کے خلوص پر اعتماد کیا جائے۔ لیکن زیادہ الجھنے کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی۔ پوشیانا کی دلی کیفیت کچھ بھی ہو.. وہ میرا کیا بگاڑ سکتی ہے.. ہم نے ناشتہ کیا۔ پوشیانا بھی ہمارے ساتھ شریک تھی اور آج اس کے چہرے پر رقابت کی گرد نہیں تھی۔ وہ صاف ستھری نظر آرہی تھی۔

چنانچہ دوران سفر میں نے بھی اپنا رویہ درست کرلیا۔ اب میں پوشیانا سے گفتگو کررہا تھا۔ ہمارے گھوڑے ایک قطار میں سفر کررہے تھے اور ہم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے جارہے تھے۔ موضوع نیبون تھا۔ سان بار سنے باشندے تھے.. ہانو تھا.. ملکہ شمونا تھی.. اس طرح سفر دلچسپی سے کٹا۔ شام ہوگئی اور پوشیانا نے تھکن کا اظہار کیا۔ قیام کے لئے ندی کے کنارے سے عمدہ جگہ اور کونسی ہوسکتی تھی لیکن یہاں ایک دقت تھی۔ ویرانے کے باسی خونخوار گھڑیال ندی کے کنارے مٹی کے ڈھیروں کی شکل میں پڑے گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔ یہ جگہ قیام کے لئے مناسب نہیں تھی.. ان

کی تعداد اتنی تھی کہ ان سے نبٹنا بھی آسان نہیں تھا۔

میں نے کچھ اور آگے جانے کا فیصلہ کیا اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ کافی دور نکل آنے کے بعد صاف جگہ نظر آئی۔ یہاں ندی کے کنارے سخت تھے اور دلدل نہیں تھی اس لئے یہ گھڑیال کے لئے ناپسندیدہ جگہ تھی۔ چنانچہ ہم نے یہاں قیام کا فیصلہ کرلیا۔ کھانے کا بندوبست کرلیا گیا اور پھر کھانے کے بعد آرام۔

پوشیانا نے آج خود اپنے لئے ایک دور کی جگہ منتخب کی تھی۔

''ہانو کی غیر موجودگی میں تمہیں تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہوگا پوشیانا''۔ میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے آشورے۔ لیکن میں تمہاری خلوت میں مخل ہونا بھی نہیں چاہتی۔'' اس نے بڑے خلوص سے کہا اور میں اس کی بیچارگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

''آج کی رات صبر کرلو پوشیانا۔ میں ابانیہ سے بات کروں گا۔ جہاز کے معاہدے کی تجدید کرلی جائے تو کیا حرج ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' پوشیانا نے تجاہل سے کام لیا۔

''ابانیہ تمہارے ساتھ اپنی راتیں بانٹ لے گی۔''

''اور۔ میں اس کا دل دکھانا پسند نہیں کرتی آشورے۔ وہ تیرے لئے ہے اسے ....'' لیکن وہ جملہ پورا نہ کرسکی کیونکہ ابانیہ ہماری طرف آ رہی تھی۔

''آپ آرام کرو آشورے۔ میں دن بھر کے سفر کے بعد تھکن محسوس کررہی ہوں۔'' اس نے کسی قدر مشکوک انداز میں ہم دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا اور یہ انداز اس نے پہلی بار اختیار کیا تھا۔ یہ دبلی پتلی لڑکی تو کسی طور تھکنے والی نہیں تھی۔ اگر اس کی ٹانگیں تھکن سے بے جان ہوجاتیں تب بھی یہ اس کا اظہار نہ کرتی۔ لیکن ایک جوان عورت، دوسری جوان عورت کی موجودگی میں ضرور تھک جاتی ہے جبکہ اسے احساس ہو کہ اس کا مرد دوسری عورت کی تازگی سے متاثر ہے۔

میں اس لڑکی کو بددل نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور اپنے ٹھکانے کی سمت چل پڑا۔ ابانیہ خاموش تھی۔

''کیا سوچ رہی ہو ابانیہ۔؟'' میں نے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے بجھی بجھی آواز میں جواب دیا۔ نہ معلوم اس نے میرے اور پوشیانا کے کچھ جملے سن لئے تھے یا پھر عورت چونکہ خاص حسیات کی مالک ہوتی ہے اس لئے اس نے ہم دونوں کے چہروں پر ایک دوسرے کے لئے کوئی تاثر پڑھ لیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے مجھے اس کی یہ تنگ نظری پسند نہ آئی۔ میں کسی کی جاگیر نہیں ہوں۔ میں نے سوچا۔

لیکن ابانیہ کے سابقہ ریکارڈ کی وجہ سے میں خاموش ہوگیا۔ آج پہل بھی مجھے کرنی پڑی تھی لیکن میری جذبات انگیز حرکتوں کی وجہ سے ابانیہ بہت جلد ٹھیک ہوگئی اور پھر زندگی کا دلکش، سب سے اہم ڈرامہ کھیلا جانے لگا۔ جسے ابتدائے آفرینش سے کھیلا جارہا ہے اور انسان اس کھیل سے

آج تک نہیں اُکتایا۔

نڈھال سانسوں کے درمیان ابانیہ نے کہا۔ ''پوشیانا سے کیا گفتگو ہو رہی تھی آشورے۔؟''

''میں اس کی بدلی ہوئی کیفیت پر حیران ہوں ابانیہ۔''

''ہاں۔ میں نے بھی اس میں تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔''

''کیا یہ تبدیلیاں قابل رحم نہیں۔؟''

''میں نہیں سمجھی۔''

''تم عورت ہو ابانیہ۔ عورت ہر قسم کی تبدیلیوں کو بخوبی سمجھتی ہے۔ اگر میں تم سے طویل عرصے کے لئے دور ہو جاؤں تو تم کیسا محسوس کرو گی۔''

''میں زندہ نہ رہ سکوں گی آشورے۔'' ابانیہ جلدی سے بولی۔

''تب پھر سوچو۔ بانو کی غیر موجودگی پوشیانا کے لئے کتنی کٹھن ہوگی۔؟''

''ہاں۔۔۔ لیکن ہم اسی کے لئے سفر کر رہے ہیں۔''

''یہ فیصلہ تو نہیں کیا جا سکتا کہ بانو کب تک دستیاب ہو سکے گا۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو آشورے۔؟''

''یہی ابانیہ۔۔۔ کہ تم فراخ دلی سے کام لو۔ جہاز پر ہونے والے معاہدے میں تم بھی شریک تھیں۔ اس وقت تک جب تک بانو نہ مل جائے۔ پوشیانا کی ضرورت اگر مجھ سے پوری ہو جائے تو کیا حرج ہے۔؟''

میری اس بات پر ابانیہ خاموش ہوگئی۔ کافی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ''کیا پوشیانا نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے۔؟''

''کبھی نہیں کرے گی۔ یہ میں نے سوچا ہے۔''

''کیا میں تمہارے لئے کشش کھو چکی ہوں آشورے۔؟''

''ہرگز نہیں۔ تم روز اول کی طرح پرکشش ہو لیکن پوشیانا بھی انسان ہے۔''

''میں یہ نہیں برداشت کر سکتی آشورے۔ اب۔۔۔۔ جب سب سے دور۔۔۔ تو نے مجھے اپنا لیا ہے۔ میں اس کی شرکت کیسے پسند کروں گی۔؟''

''یہ بھی تو سوچو ابانیہ۔ کہ تمہاری جگہ پوشیانا بھی ہو سکتی تھی اور تم پوشیانا کی جگہ۔'' میں نے کہا اور میری بات سے ابانیہ کو سخت دھچکا لگا۔

''کیا۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے آشورے۔؟'' اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہاں۔ حالات یہ رخ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ میری پسند دوسری سمت بھی مڑ سکتی ہے۔''

''تب میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔ تم جو پسند کرو آشورے۔'' اس نے اسی انداز سے کہا اور میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا۔ رات کے آخری پہر میں ہم سو گئے۔

نہ جانے کیوں اس رات میں ماحول سے پوری طرح بے خبر ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ چپکے سے صبح ہو گئی اور جب میرے کانوں نے ایک بھنچی بھنچی چیخ سنی تب میں جاگا۔ میں نے اپنے نزدیک سوتی ہوئی ابانیہ کی طرف نظر گھمائیں اور چونک پڑا۔ ابانیہ وہاں موجود نہ تھی۔ اسی وقت میرے کانوں میں دوسری چیخ گونجی اور میں اچھل پڑا۔ دوسرے لمحے میں پھرتی سے کھڑا ہو گیا۔ یہ نسوانی چیخ ابانیہ ہی کی ہو سکتی تھی۔ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائی۔ تب میری نگاہ ندی میں جا پڑی۔ ۔۔۔ دور۔۔۔ پانی میں دو جسم متحرک تھے۔ یقیناً ان میں سخت جدوجہد ہو رہی تھی۔ دوسرے لمحے میں نے دوڑ کر پانی میں چھلانگ لگا دی۔ فاصلہ کافی تھا۔ میں نے پوشیانا کا سر ابھرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے چہرے پر درندگی تھی اور دو دانت بھینچے ہوئے دونوں ہاتھوں سے ابانیہ کا چہرہ پانی میں ڈبوئے رکھنے میں کوشاں تھی۔

میرے ہوش گم ہو گئے۔ تو یہ تھا پوشیانا کی بدلی ہوئی کیفیت کا راز۔!

چند ساعت میں، میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے عقب سے پوشیانا کے بال پکڑ کر اسے زوردار جھٹکا دیا اور وہ ایک وحشیانہ چیخ کے ساتھ دوسری طرف الٹ گئی۔ ابانیہ اس کی گرفت سے آزاد ہو گئی تھی۔ میں نے جلدی سے اسے سطح پر ابھارا۔ لیکن ۔۔۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ وحشی پوشیانا اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ابانیہ کے جسم میں اب زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ میں پھرتی سے اسے کھینچ کر کنارے پر لے گیا۔ کنارے پر لٹا کر میں نے اس کا تنفس بحال کرنے کی کوشش کی۔

لیکن یہ کوشش بے سود تھی۔ ابانیہ مر چکی تھی۔ میں نے اس کا برہنہ جسم سیدھا کر دیا۔ وحشی پوشیانا بھی کنارے پر نکل آئی تھی اور اب اس کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ تھی۔

''میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی آشورے۔ میں بہت خوش ہوں۔'' اس نے درندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ دل چاہ رہا تھا کہ میں اس وحشی عورت کی ٹانگیں درمیان سے چیر دوں۔

''ہونہہ۔ مجھے راتوں کی بھیک دینا چاہتی تھی۔'' پوشیانا نے زمین پر تھوک دیا۔

''تم نے اسے کیوں قتل کر دیا پوشیانا۔؟'' میں نے سکون سے پوچھا۔

''یہ بھی پوچھنے کی بات ہے آشورے۔ میں نے نہ جانے کتنی راتیں سلگتے ہوئے گزاری ہیں۔ اس وقت بھی جب ہافو ہمارے درمیان موجود تھا اور اس کے بعد بھی۔''

''لیکن میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اس سے بات کروں گا۔''

''میں اپنے اور تیرے درمیان کوئی دیوار نہیں چاہتی تھی آشورے۔ میں بلا شرکت غیرے تیری بننا چاہتی تھی۔''

''کیا اس درندگی کے بعد بھی تم ایسی توقع رکھتی ہو۔؟''

''اس ویرانے میں میرے سوا کوئی عورت نہیں ہے آشورے۔ اور عورت تیری ضرورت۔ میرے جسم پر نگاہ دوڑا۔ دیکھ کیسا چمکدار اور کیسا سڈول ہے یہ۔ اگر تو چاہے تو ابانیہ کے انتقام کے لئے اس کے ٹکڑے کر ڈال۔۔۔ مجھے ملال نہ ہوگا۔ میں تو خوش ہوں کہ ابانیہ اب تیری کوئی رات

حاصل نہ کر سکے گی۔'' وہ اپنے بھیگے ہوئے جسم کی نمائش کرتے ہوئے بولی۔

لیکن مجھے اس کے وجود سے گھن آ رہی تھی۔ میں اس سے سخت نفرت کرنے لگا تھا تاہم میں نے نرم آواز میں پوچھا ''تو ابانیہ کو ندی پر کیسے لے گئی تھی پوشیانا۔''

''میں نے اسے آہستگی سے جگایا اور وہ اٹھ گئی۔ تب میں نے اس سے کہا کہ ندی کا پانی بہت خوبصورت ہے۔ آؤ ہم اس میں نہائیں۔ تب جانتا ہے اس بے وقوف نے کیا کہا۔؟''

''کیا کہا۔؟''

''اس نے کہا کو آشورے کو جگالیں۔ تینوں ایک ساتھ غسل کریں گے۔''

''پھر۔''

''تو اس کے جواب میں، میں نے اس سے کہا کہ آشورے اس کا مرد ہے اور میں اس کے حق میں مخلص ہوں۔ میں اس کے سامنے مکمل طور پر برہنہ نہیں ہو سکتی۔ اگر وہ میرے ساتھ نہانا پسند نہ کرے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گی اور وہ تیار ہو گئی۔ تب اس نے ندی کے راستے میں کہا کہ آشورے نے رات کو اس کے بارے میں کہا تھا میں نے پوچھا کیا کہا تھا تو اس نے مجھے وہی بات بتائی جو تم نے کہی تھی آشورے۔ لیکن میں کسی کی دی ہوئی بھیک نہیں لیتی۔ میں تو خود اپنا مقام حاصل کرنا جانتی ہوں۔ کتنی حیرت ہوئی اسے آشورے۔ جب نہاتے نہاتے اچانک میں نے اس کی گردن پکڑ لی اور اسے دباتے ہوئے پانی میں اس کا چہرہ ڈبو دیا۔ میری مضبوط انگلیوں کا دباؤ...... اور پھر پانی... لیکن آشورے۔ اس کمزور سی لڑکی کے بدن میں بلا کی طاقت تھی۔ اس نے اتنی سخت جدوجہد کی کہ میں پریشان ہو گئی۔ بلاشبہ اگر ایک بار وہ میری گرفت سے آزاد ہو جاتی تو پھر میں اس پر......''۔

لیکن اس سے زیادہ مجھ سے نہ سنا گیا۔ میرا الٹا ہاتھ پوشیانا کے منہ پر پڑا اور وہ کئی فٹ اچھل کر دور جا گری۔ اس کے منہ سے خون کی دھار پھوٹ نکلی تھی۔

''میں تجھ سے نفرت کرتا ہوں پوشیانا۔ میں تیرے منہ پر تھوکتا ہوں۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔

''میں تیری نفرت کو محبت میں بدل دوں گی آشورے۔'' اس نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

''میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا پوشیانا۔''

''ابانیہ کی موت کے بعد...... تیرے ہاتھوں آنے والی موت بھی مجھے پسند ہے۔ مرنے کے بعد میں اس آگ میں تو نہیں جلوں گی کہ ابانیہ تیری آغوش میں ہے۔'' اس نے خون آلود ہونٹوں سے مسکراتے ہوئے کہا لیکن میری آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

''میں تجھے موت سے بھی زیادہ سخت سزا دوں گا پوشیانا۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔

''ایک بار... صرف ایک بار میرے جسم کو آغوش میں لے لے آشورے۔ اس کے بعد تیری دی ہوئی ہر سزا مجھے قبول ہو گی۔''

''تو سوچ بھی نہیں سکتی پوشیانا۔ تو سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے جو سزا تیرے لئے تجویز کی ہے۔'' میں نے کہا اور درحقیقت میں اس کے

لئے سزا تجویز کر چکا تھا۔

چنانچہ میں اپنا کھانڈا اٹھایا اور یوشیانا کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"اب تو میری گردن میرے شانوں سے اتار دے گا۔ کیوں۔ مجھے منظور ہے۔" وہ دوزانو بیٹھ گئی۔ اس کے بیٹھنے کی ادا بڑی دلکش تھی۔ اہانیہ کے دبلے پتلے بدن کے مقابلے میں اس کا بدن زیادہ پرکشش، زیادہ سڈول اور زیادہ چمکدار تھا۔ بلاشبہ وہ ایک بھرپور عورت تھی۔

لیکن مجھے اس سے سخت نفرت تھی۔ میں اس کی کسی ادا سے متاثر نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ میں کھانڈا لے کر گھوڑوں کی طرف بڑھا۔ تینوں گھوڑے ایک جگہ کھڑے تھے۔ میں نے کھانڈا بلند کیا اور میرا وحشی کھانڈا ایک گھوڑے کی پشت کو دو ٹکڑے کر گیا۔ گھوڑے کی آواز بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ البتہ بقیہ دو گھوڑے بھڑک اٹھے۔ لیکن اتنی دیر میں دوسرے گھوڑے کا کام بھی تمام ہو چکا تھا۔ یوشیانا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کی سمجھ میں گھوڑوں کی موت نہیں آئی تھی۔ وہ تو اس وقت چونکی جب میں اچھل کر تیسرے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور میں نے اس کی لگامیں سنبھالتے ہوئے کہا۔

"اب تو اس ویرانوں میں بھٹک یوشیانا۔ بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دے۔ تیری آنکھیں انسانوں کو تلاش کریں گی لیکن فکر مت کر اہانیہ کی لاش موجود ہے۔ اس کے پاس بیٹھ کر اس سے دل بہلانا۔ اور جب یہ انتقام کے لئے اٹھ بیٹھے تو خود بھی اس ندی میں کود کر خودکشی کر لینا۔ یہی تیرا انجام ہے۔"

اور یوشیانا خوفزدہ انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آشورے۔" وہ میری طرف دوڑی۔ "نہیں نہیں آشورے۔ ایسا مت کر آشورے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ آشورے۔ میں خودکشی نہیں کر سکتی۔ آشورے۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ۔"

"میں نے تیرے لئے یہی سزا متعین کی ہے یوشیانا۔" میں نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہا اور پھر یوشیانا کی دلدوز چیخیں میرے کانوں میں دور تک گونجتی رہیں اور بالآخر معدوم ہوگئیں۔ وہ بہت دور رہ گئی تھی۔

ٹھیک ہے..... دونوں عورتوں کا چکر ختم ہوا۔ یہ عورتیں میری شخصیت کے آڑے آگئی تھیں۔ اب میں زیادہ سکون سے کام کر سکوں گا۔ اتنا عرصہ ناکامیوں میں گزر رہا تھا۔ اپنے لئے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ نہ میری ملاقات اپنے دوست..... ستاروں سے ہوئی تھی اور نہ ہی میں کوئی کام کر سکا تھا لیکن اب میں آزاد تھا۔ اب میرے لئے کوئی الجھن نہیں تھی اور اس کے بعد میرے لئے دو مشغلے تھے۔

اول تو یہ کہ نیمون کو تلاش کروں اور ہلاک کر دوں۔ دوسرے ہیکوں کی خدائی سان بارے میں دیکھوں۔ یہ دونوں خواہشیں میرے دل میں مچل رہی تھیں اور پرلطف بات یہ تھی کہ میں انہیں پوری کرنے کے لئے آزاد تھا۔

یوشیانا کا خیال میں نے ذہن سے نکال دیا۔ درندہ صفت لڑکی بالآخر مر جائے گی۔ یہی اس کا انجام میرے نزدیک مناسب تھا چنانچہ میرا گھوڑا برق رفتاری سے سفر کرتا رہا۔ ویسے میں نے ندی کا کنارہ نہیں چھوڑا تھا اور کتنی طویل تھی یہ ندی۔ یوں سمجھو پروفیسر کہ پورا دن اور پوری رات میں نے اس کے کنارے کنارے دوڑتے گزار دی جبکہ گھوڑے کی رفتار بھی معمولی نہیں تھی۔ ہاں دوسری صبح وہ تھک گیا تھا۔ اب اوقات کی کوئی

پابندی نہیں تھی ۔ جب دل چاہے سفر کرتا ۔ چنانچہ میں نے گھوڑے کی ٹانگوں کی مالش کی اور معصوم جانور خوش ہوگیا ۔ پھر میں نے اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور اپنے لئے بھی خوراک کا بندوبست کرنے لگا ۔

دوپہر تک میں نے آرام کیا اور گھوڑا ابھی چاق و چوبند ہوگیا ۔ تب میں اس پر سوار ہوکر چل پڑا ۔ چاروں طرف پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں ۔ کہیں ندی میں چمکدار پتھر بکھرے ہوئے تھے جن کی رنگین روشنی پانی کی سطح سے ابھر کر بہت خوبصورت مناظر پیش کر رہی تھی ۔ جوں جوں میں آگے بڑھ رہا تھا ندی چوڑی ہوتی جارہی تھی اور اس کے پانی میں تیزی آتی جارہی تھی اور اس کی وجہ بھی مجھے بہت جلد معلوم ہوگئی ۔

سامنے ہی پہاڑیوں کی ایک بلند دیوار نظر آرہی تھی اور یہ ندی انہی پہاڑیوں سے نکلی تھی ۔ ایک طویل دیوار سے سفید پانی زوردار آواز کے ساتھ نیچے گر رہا تھا اور یہی سان بارے کی علامت تھی ۔ پتہ بتانے والوں نے یہی نشان بتایا تھا ۔ اس پہاڑی دیوار کے دوسری طرف سان بارے تھا ۔

میں ندی کے آخری سرے تک پہنچ گیا ۔ بڑا خوبصورت منظر تھا ۔ گرنے والے پانی کی پھواریں دور دور تک پھیل رہی تھیں اور قرب و جوار کی پتھریلی زمین نے بھی سبزہ اگل دیا تھا ۔ میں گھوڑے کی پشت سے اتر آیا ۔ گھوڑے کی آنکھوں سے بھی لالچ ٹپک رہا تھا ۔ اس سرسبز علاقے کو دیکھ کر وہ بھی مچل گیا تھا چنانچہ میں نے بلندیاں طے کرنے سے قبل اسے آرام کے لئے چھوڑ دیا ۔ ویسے پہاڑی کو دیکھتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ سان بارے والوں کے لئے ایک مضبوط اوٹ ہے لیکن کیا یہاں سے باہر نکلنے کے لئے وہ انہیں بلندیوں کو طے کرتے ہوں گے ۔؟ یا پھر پہاڑوں میں کوئی ایسا رخنہ پوشیدہ ہے جو دوسری طرف جانے کا دروازہ ہے ۔

لیکن اب اس رخنے کی تلاش میں کون سرگرداں ہے ۔ پہاڑیاں ناقابل عبور تو نہیں تھیں ۔ گھوڑے کو بھی تھوڑی محنت کرنا پڑتی ۔ اس لئے میں نے اسے پوری طرح خوش ہونے کا موقع دیا اور جب وہ سیر ہوگیا تو میں نے اسے قریب بلایا ۔

"کیوں دوست ۔ کیا خیال ہے ۔ کیا تم یہ بلندیاں طے کرنے کی ہمت رکھتے ہو ۔؟" میں نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور سمجھدار جانور نے زور زور سے آوازیں نکالیں ۔ وہ اپنی دلیری کا اعلان کر رہا تھا ۔

"تو پھر چلو ۔" میں نے اس کی پشت سنبھال لی اور گھوڑے نے گردن اٹھا کر مناسب راستہ تلاش کرنا شروع کر دیا ۔ میں نے بھی اسے اس کی مرضی پہ چھوڑ دیا تھا...... اور پروفیسر...... بلاشبہ وہ اپنے کام کا ماہر تھا ۔ پہاڑیوں کے دامن میں وہ تھوڑی دور تک گیا ۔ پھر ایک جگہ سے اس نے بلندی کی طرف رخ موڑ دیا ۔

"میں اس کی پشت پر اس طرح جما ہوا تھا جیسے اس کے بدن ہی کا ایک حصہ ہوں ۔ اور گھوڑا آسانی سے پہاڑی کی بلندیاں طے کرتا رہا ۔ اس نے جس راستے کا انتخاب کیا تھا وہ آسان تھا ۔ صرف چند جگہوں پر مجھے اس کی مدد کرنا پڑی ۔ زمین بہت نیچے رہ گئی تھی اور بلندیاں طے کرتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ سان بارے والے بے شک عقلمند ہیں ۔ اگر دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ ہے تو وہ ان کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہوگا ۔

چنانچہ وہ نیمون سے بھی محفوظ ہیں ۔ نیمون کو یہ بلندیاں طے کرتے ہوئے دشواری ہوتی ہوگی ۔ ممکن ہے وہ پہاڑوں کے اس طرف کبھی نہ گیا ہو ۔ اس طرح وہ نیمون سے بھی محفوظ ہیں اور اس کے عتاب کا شکار صرف دوسری بستیوں والے ہی ہوتے ہوں گے ۔ خوب ہیں یہ چالاک لوگ ۔

کئی بڑی بڑی چٹانیں جو بظاہر مضبوط معلوم ہوتی تھیں گھوڑے کے وزن کو نہ سہار سکیں اور انہوں نے خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑ دی لیکن گھوڑا بے حد پھرتیلا تھا۔ پہلی ہی جنبش کے بعد وہ جگہ چھوڑ دیتا اور ایک ہی چھلانگ میں کوئی مناسب جگہ پکڑ لیتا۔ چٹانیں زبردست گڑگڑاہٹ پیدا کرتی ہوئی نشیب کی طرف لڑھکنے لگتیں اور یہ گڑگڑاہٹ دیر تک گونجتی رہتی لیکن ہم اپنے کام میں مشغول تھے۔

ہاں ایک موقع پر صورتحال خوفناک ہو گئی۔ ہمارے تصور میں بھی نہیں تھا کہ پہاڑ کے درمیان کوئی اتنی گہری خلا ہوگی۔ گھوڑے نے ایک چٹان پر دونوں پاؤں رکھے تو وہ چٹان عقب کے بجائے آگے کی طرف جھکی اور یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ گھوڑا کوشش کے باوجود پچھلے پاؤں نہ جما سکا۔ اس نے ایک زور کی چیخ ماری۔ شاید اسے اپنی بے بسی اور موت کا احساس ہو گیا تھا۔ گو میں صورتحال سمجھ نہیں سکا تھا لیکن پروفیسر.... دنیا کے کسی بھی انسان نے اتنی پھرتی نہ دکھائی ہوگی۔ وحشی جانور بھی کیا یاد کرتا ہوگا کہ کس بلا کو وہ پشت پر لادے پھر رہا ہے۔ میں برق کی مانند نیچے کود گیا اور میرے قدم پتھر پر پڑے لیکن میرا گھوڑا آگے کی طرف جھک گیا اور اب اس کے بدن کا زیادہ حصہ نشیب کی طرف جھک گیا تھا۔ گویا اب اس کے سنبھلنے کے امکانات نہیں رہے تھے۔

لیکن اس کی پچھلی دونوں ٹانگیں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور تصور کرو پروفیسر اس وقت کا، جب گھوڑے کی ٹانگیں سوار کے ہاتھوں میں ہوں اور اس کا بقیہ جسم گہرے خلا میں جھکا ہوا ہو۔ خوفزدہ جانور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ لیکن میرے فولادی پنجے اسے کہاں چھوڑنے والے تھے۔ ہاں میں اس جگہ کی مضبوطی سے فکر مند تھا۔ جہاں میں کھڑا ہوا تھا اگر اس پتھر نے بھی جگہ چھوڑ دی جہاں میں کھڑا تھا تو پھر میں گھوڑے کی زندگی نہیں بچا سکوں گا۔

لیکن.... وہ جگہ میرے ساتھ تعاون پر آمادہ تھی۔ میں نے گھوڑے کو اس انداز سے اوپر کھینچا کہ اس کے جسم پر نوکیلے پتھروں کی خراشیں بھی نہ پڑیں۔ یہاں تک کہ گھوڑا اوپر آ گیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے دہشت ٹپک رہی تھی۔ ''گھبرانے کی ضرورت نہیں میرے دوست۔ حادثے تو زندگی کی علامات ہیں۔ لیکن یہ ہے کیا بلا..؟''

گھوڑے کو پیچھے ہٹا کر میں نے خلا میں جھانکا۔ تقریباً دس فٹ چوڑی خلا تھی...... لیکن نیچے.... شاید زمین کی گہرائیوں تک چلی گئی تھی۔ شاید کسی زلزلے نے یہ خلا پیدا کی تھی۔ نیچے صرف تاریکیاں نظر آ رہی تھیں۔ زمین کا کوئی نشان نہیں تھا۔ قدرت نے سان بارے والوں کی حفاظت کے لئے اس خلا کا انتظام کیا تھا۔ یقیناً دس فٹ چوڑی خلا کو عبور کرنا انسانی بس سے باہر تھا۔ جانور تو بہرحال انسان سے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔

''کیا خیال ہے دوست۔ کیا تم اس خلا کو عبور کرنے کی ہمت رکھتے ہو۔؟'' میں نے گھوڑے سے پوچھا اور وہ خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گیا۔ ''اگر نہیں تو.... پھر یہاں سے ہماری اور تمہاری جدائی ہو جائے گی۔ واپس جاؤ اور اس وقت تک جنگلوں میں عیش کرو جب تک نیون سے تمہارا ٹکراؤ نہ ہو جائے...... یا پھر آؤ.... ہمت کرو.... سان بارے دیکھیں لیکن تم تنہا ہی آنے کی کوشش کرنا۔ میں اس خلا کو عبور کر سکتا ہوں۔''

میں نے ایک بار پھر اس کی پشت تھپکی۔ خلا کے دوسری طرف کے پتھروں کی جڑوں کا اندازہ کیا اور ایک مناسب مقام دیکھ کر اپنا بدن تولا اور پھر دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔

اور یہ میرے لئے معمول کی بات تھی پروفیسر.... میں اطمینان سے دوسری طرف پہنچ گیا۔ اب میرے اور گھوڑے کے درمیان خلا حائل

تھی۔ گھوڑا از در دور سے ہنہنا رہا تھا۔ وہ خلا کو عبور کرنے کی ہمت نہیں پا رہا تھا۔

''ہمت ہے تو زندگی کی بازی لگا دو دوست...... ورنہ واپس چلے جاؤ۔ مجھے تمہاری بے وفائی سے کوئی گلہ نہ ہوگا۔'' میں نے کہا اور کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ گھوڑے کے اندر خلا کو عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ ''ٹھیک ہے تم واپس جا سکتے ہو۔ زندگی بہت قیمتی شے ہے۔'' میں نے ہاتھ ہلا کر کہا اور گھوڑے نے اسی وقت تھوڑی سی شرمندگی محسوس کرنا ہی مناسب سمجھی۔ وہ پلٹ گیا اور اب وہ واپسی کا سفر کر رہا تھا۔

مجھے ہنسی آگئی۔ ''اچھا دوست.... تم سے کیا کہوں...؟'' میں نے اونچی آواز میں کہا اور پھر میں نے بقیہ چڑھائی کی تھائی۔ میں مڑا اور بقیہ بلندی طے کرنے لگا۔ میرے لئے یہ کام مشکل نہیں تھا۔ پتھروں میں تو میں نے صدیاں گزاری تھیں لیکن ابھی میں کچھ دور ہی گیا تھا کہ ایک دلچسپ واقعے سے دوچار ہونا پڑا۔

پتھروں پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دی تھی لیکن میں نے اس طرف توجہ نہیں دی تھی۔ ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ پتھروں پر ایک مستقل آواز سنائی دی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میرا گھوڑا میرے نزدیک پہنچ چکا تھا۔ درحقیقت پروفیسر..... میں خوشی سے اچھل پڑا۔ گھوڑے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسے لپٹا لیا۔

''تو بہرحال ہر دور کے انسانوں سے بہتر ہے۔ وفائی بو ہے تجھ میں۔ آخر تو جان کی بازی لگا کر میرے پاس پہنچ ہی گیا۔'' گھوڑے کے چہرے پر بھی کامیابی کی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔

''میں تیری محبت کی قدر کرتا ہوں دوست..... آؤ۔ کٹھن منزل طے ہو چکی ہے۔ صرف تھوڑا سا سفر باقی ہے۔ پھر دیکھیں گے دوسری سمت کیا ہے۔'' میں نے کہا اور اسے ساتھ لے کر پیدل ہی چلنے لگا۔ گھوڑا اطمینان سے میرا ساتھ دے رہا تھا۔ باقی بلندی ہم نے دو دوستوں کی طرح طے کی اور اس کے بعد کا راستہ زیادہ سخت نہ تھا۔

یہاں تک کہ ہم پہاڑ کی بلند چوٹی پر پہنچ گئے۔ چوٹی پر سپاٹ میدان تھا جو تقریباً ایک فرلانگ تک چلا گیا تھا۔ یہاں درخت بھی موجود تھے اور سبزہ بھی۔ کہیں کہیں برف نظر آ رہی تھی لیکن اندازہ ہوتا تھا کہ بہت پرانی ہے۔ گویا موسم کے لحاظ سے برف پڑتی ہے۔ یہ چوٹیاں ہمیشہ برف سے نہیں ڈھکی رہتیں۔

ہم دونوں آگے بڑھتے رہے اور پھر اس میدان کے دوسرے سرے پر پہنچ گئے اور دوسری طرف کا منظر دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سان بارے اتنی خوبصورت بستی ہوگی۔ انوکھی ساخت کی عمارتیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہر مکان میں ایک پتھر کا مینار ضرور تھا۔ بہت عالیشان اسٹیڈیم نظر آ رہے تھے۔ ایک عظیم الشان عمارت بنی ہوئی تھی جو یقیناً شیمونا کا محل ہوگا۔ بستی کے چاروں طرف پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ ایک خوبصورت سی ندی چاندی کے سانپ کی مانند بستی کے درمیان سے گزرتی نظر آ رہی تھی۔ اتنا حسین منظر تھا کہ میں گردوپیش سے بے خبر ہو گیا۔ یہاں تک کہ آنے والوں کے قدموں کی چاپ بھی نہ سن سکا۔ ہاں اس وقت میں اس حسین بستی کے سحر سے چونکا جب میرے دوست نے مجھے آواز دی۔

''کیا حسین ماحول ہے۔'' میں نے کہا اور پلٹا۔ لیکن اپنے ارد گرد تقریباً پچاس بھالوں کو اٹھے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ سان بارے کے سپاہی تھے۔ عمدہ لباس میں ملبوس۔ تندرست و توانا۔ تیز ہتھیاروں سے آراستہ۔

بہرحال بڑی خاموشی اور چالاکی سے آئے تھے اور کس طرف سے آئے تھے میں اندازہ نہ کر سکا۔

''ہا۔ میں تمہارے لئے بے ضرر ہوں دوستو۔'' میں نے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے اور پھر میں نے اپنا کھانڈا بھی کھول کر نیچے رکھ دیا۔ اس طرح میں نے انہیں اپنے امن پسند ہونے کا یقین دلایا۔

''کون ہو تم۔ کہاں سے آئے ہو۔؟'' ایک تنومند آدمی نے کرخت آواز میں پوچھا۔

''کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ یہ کچھ نہیں بتاؤں گا۔ بہرحال تمہارا مہمان ہوں۔ نہتا ہوں اس لئے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ تمہاری خوبصورت بستی دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔''

''تم نے یہ پہاڑی کس طرح عبور کی۔؟''

''بس یہ سیدھا راستہ ہے۔ اگر تم پہاڑیوں کے محافظ ہو تو دیکھ چکے ہو گے۔''

''یہ ناممکن ہے۔ اس طرف سے پہاڑیاں عبور کرنا انسان کے بس سے باہر ہے۔''

''میں ہر وہ کام کرتا ہوں جو انسان کے بس سے باہر ہو۔''

''سچ بتاؤ جوان۔ سان بارے میں اجنبی نہیں داخل ہو سکتے اور اگر کوئی آ ہی جائے تو اس کی سزا موت ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اسے پہاڑیوں پر ہی قتل کر دیا جائے لیکن تمہاری موت ٹل سکتی ہے اگر تم ہمیں سان بارے میں داخلے کی وہ کمزور جگہ بتا دو جہاں سے تم یہاں تک آئے ہو۔''

''سنو احمق۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔ میری کسی بات کو جھوٹ مت سمجھو۔ میں سیدھے راستے سے آیا ہوں۔ بس۔ چلو مجھے اپنی بستی لے چلو۔ میں ایک پرامن انسان، ایک قابل اعتماد دوست کی حیثیت سے تمہاری بستی میں داخل ہونا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم دشمنی کی ابتدا نہ کرو۔''

''اگر تم صحیح راستہ نہیں بتاؤ گے تو پھر تمہیں بستی لے جانے سے کیا فائدہ۔ تمہیں یہیں قتل کر دینا مناسب ہوگا۔''

''میں کہہ چکا ہوں کہ تم احمق ہو۔ چلو ٹھیک ہے مجھے قتل کر دو۔ اگر قتل نہ کر سکے تو پھر تمہیں میری بات ماننا ہوگی۔''

''اوہ۔ تو تم مجھے نہیں جانتے۔ میرا نام سیکا ہے اور میں پہاڑوں کے محافظوں کا انچارج ہوں۔'' قوی ہیکل شخص نے نیزہ تانتے ہوئے کہا۔

''آؤ۔ آؤ۔ جلدی کرو۔ میرا وقت برباد ہو رہا ہے'' میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور سیکا پیچھے ہٹ گیا۔ میں اگر چاہتا تو اپنا کھانڈا اٹھا سکتا تھا لیکن میں اس سے دور ہٹ آیا۔

''اپنا ہتھیار اٹھا لو تا کہ مرنے کے بعد تمہیں حسرت نہ رہے کہ تم نے جنگ نہیں کی۔'' سیکا نے کہا۔

''جلدی کرو بہادر۔ تمہاری پیشکش قابل قدر ہے۔ چلو جلدی کرو۔'' میں نے ہاتھ ہلا کر کہا اور سیکا نے پوری جنگی مہارت سے نیزہ میرے پہلو میں دل کے مقام پر مارا۔

لیکن فواد سے ٹکرانے کے بعد نیزے کا جو حشر ہونا تھا وہی ہوا۔ اس کی انی مڑ گئی اوسیکا پاگلوں کے سے انداز میں اسے دیکھنے لگا۔ پھر وہ میرے قریب آیا۔ اگر میرا بدن برہنہ ہوتا تو وہ یہی سوچتا کہ میں نے اپنے لباس کے نیچے لوہے کا لباس پہن رکھا ہے۔

''دیوتاؤں کی قسم۔ اس کے جسم پر تو کوئی لباس نہیں ہے۔'' اس نے میرا بدن ٹٹولتے ہوئے کہا اور بہت سے آدمی میری طرف جھک آئے۔ سب کے سب نیزے کی انی دیکھ رہے تھے۔

''میں کوشش کروں سیکا۔'' ایک دوسرے جوان نے جس کے ہاتھ میں کلہاڑا تھا، اپنا کلہاڑا ابلاتے ہوئے کہا اور سیکا پیچھے ہٹ گیا۔

''چلو تم بھی آؤ۔'' میں نے اس سے کہا اور وہ کلہاڑا تول کر پینترے بدلنے لگا اور پھر اس نے پوری قوت سے میرے اوپر وار کیا۔ میں اگر چاہتا تو وار بچا کر اس کے کلہاڑے پر ہاتھ بھی ڈال سکتا تھا لیکن میں ابھی اس بستی میں پُرامن رہنا چاہتا تھا اس لئے میں اس کا وار شانے پر لیا اور کلہاڑے کا دستہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ یقیناً اس کا ہاتھ جھنجھنا گیا ہوگا۔

''دیوتاؤں کی قسم یہ انسان نہیں ہے۔'' اس نے سہمے لہجے میں کہا۔

''پھر یہ کون ہے۔''

''شاید کوئی دیوتا۔''

''تب تو ہم سے بہت غلطی ہوئی۔'' وہ سب چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

''اگر دیوتا نہ ہوتا تو ان ناقابل عبور راستوں سے آتا۔؟''

''ہاں... یہ دیوتا ہے۔ ہاں یہ دیوتا ہے۔'' چاروں طرف سے آوازیں ابھریں اور سارے بے وقوف میرے سامنے جھک گئے۔

''چلو ٹھیک ہے۔ اگر تم مجھے دیوتا سمجھتے ہو تو یہی سہی۔ اب مجھے اپنی بستی میں لے چلو۔''

''کچھ دیر ٹھہر۔ ہم تیری آمد کا اعلان کر دیں۔'' سیکا نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں سیکا۔ میں خاموشی سے تمہاری بستی میں چلوں گا۔''

''مقدس بھیکے ناراض ہوں گے کہ انہیں دیوتا کی آمد کی اطلاع نہیں دی گئی۔ ہمیں اجازت دو کہ ہم تمہاری آمد کا اعلان کریں۔'' سیکا نے کہا اور پھر اس نے کئی آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ بستی کی طرف جائیں اور مقدس بھیکوں کو دیوتاؤں کی آمد کی اطلاع دیں۔

''ٹھیک ہے یہی سہی۔'' میرے لئے کونسی نئی بات تھی۔ میں نے تو خود کو کبھی دیوتا نہیں کہا۔ لیکن ان دیوتاؤں نے خوب تسلط جما رکھا ہے انسانوں کے ذہن پر..... اور غور کرو پروفیسر...... تو سچ بات یہ ہے کہ طاقت ہر دور میں دیوتا رہی ہے۔ انسان صرف اس کے سامنے جھکتا آیا ہے جو طاقتور ہے۔ بہر حال سیکا کے آدمی اپنے گھوڑوں پر دوڑ گئے اور سیکا مجھے احترام سے اس جگہ لایا جہاں اس کا قیام تھا۔ اس کی آنکھوں سے عقیدت جھلک رہی تھی اور اس عقیدت کا عملی ثبوت اس نے خوش ذائقہ پھلوں اور دودھ اور پکی کھجوروں سے تیار شدہ ایک مشروب کی شکل میں دیا۔ حسین اور پُراسرار علاقے کی پہلی ضیافت مجھے پسند آئی تھی۔ خوب سیر ہو کر کھایا اور پھر سیکا کی خواہش کے احترام میں اس کے آدمیوں کا انتظار کرنے لگا۔

سیکا اب بھیگی بلی بن گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس کی کیفیت ہی بدل گئی تھی۔ میرے ساتھ وہ پہاڑی کے کنارے تک آیا۔ ''مجھے بہت حیرت ہوئی سیکا کہ میں اس پہاڑ پر کونسے راستے سے آیا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ اس وقت تک مجھے حیرت تھی جب تک مجھے تیرے دیوتا ہونے کا علم نہیں ہوا تھا۔'' سیکا نے کہا۔

''لیکن شمو نا کو کس سے خطرہ ہے کہ اس نے پہاڑ پر پہریدار بٹھا دیئے ہیں۔''

''جنگل کی آبادی بہت وسیع ہے۔ اکثر ان علاقوں کے لوگ لوٹ مار کرنے آ جاتے ہیں جہاں خشک سالی ہے۔'' سیکا نے جواب دیا۔

''کیا انہیں اس خفیہ راستے کا علم نہیں ہے جسے تم لوگ استعمال کرتے ہو۔؟''

''نہیں۔ ہم نے اسے پوشیدہ رکھا ہے۔ لیکن تو جانتا ہے کیونکہ تو دیوتا ہے۔''

''میں نہیں جانتا۔ تم مجھے بتاؤ سیکا۔'' میں نے کہا۔

''تو سب جانتا ہے مقدس دیوتا۔ تو کونسی بات نہیں جانتا۔؟''

''پھر بھی تو مجھے بتا سیکا۔ راستہ کہاں ہے۔؟''

''عظیم دیوتا۔ تو میرا امتحان لینا چاہتا ہے لیکن تو سب کچھ جانتا ہے۔ راستہ سیاہ پہاڑی کے درمیان سے ہے جو باہر سے صرف دیوار لگتی ہے۔'' سیکا نے کہا اور میں غور کرنے لگا۔ شاید میں نے بھی اس سیاہ پہاڑی کو دیکھا تھا اور نظر انداز کر دیا تھا۔ بہر حال اتنا ہی کافی تھا۔ راستہ میں خود تلاش کر سکتا تھا۔

''کیا وہ راستہ نیمون کے علم میں بھی نہیں ہے۔'' میں نے پوچھا اور سیکا کے چہرے پر زلزلے کے آثار پیدا ہو گئے۔

''دیوتا رحم کریں۔ اگر کبھی سان بارے پر تباہی نازل ہوئی تو نیمون کو وہ راستہ خود بخود معلوم ہو جائے گا۔''

''نیمون نے کبھی ادھر کا رخ نہیں کیا۔؟''

''صرف ایک بار..... صرف ایک بار..... لیکن دیوتاؤں کی مہربانی سے وہ اپنے بھاری جسم کے ساتھ یہ پہاڑی نہیں طے کر سکا۔ ہاں اگر اسے راستے کا علم ہو جائے تو وہ اس چٹانی دیوار کو اکھاڑ پھینکے گا۔''

''نیمون نے گودری بستی میں تباہی مچائی ہے۔ کیا تمہیں اس کا علم ہے۔؟''

''ہاں۔ اس بار اس کو بھینٹ نہیں ملی۔''

''تمہارے کتنے آدمی اس کی نذر ہو چکے ہیں۔؟''

''ہزاروں..... لاکھوں..... وہ ہماری پشتوں سے قربانی لیتا آ رہا ہے۔''

''کیا تم نے کبھی اسے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔؟''

''دیوتا رحم کریں۔ دیوتا رحم کریں۔ انسانوں کی کیا مجال ہے کہ اس کا تصور بھی کریں۔ کون ہے جو اس کے مقابل آئے گا۔'' سیکا نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

''اگر تم نے اجتماعی طور پر کوشش کی ہوتی تو شاید اس میں کامیاب ہو جاتے۔''

''مقدس ہیگوں کا کہنا ہے کہ اس کی موت کے بارے میں سوچنا بھی گناہ ہے۔ وہ دیوتاؤں کا قہر ہے اور دیوتاؤں کی تخلیق کی ہوئی شے کبھی ختم نہیں ہوتی۔ نیوون کے خون سے ہزاروں نیوون جنم لے لیں گے اور انہیں ہلاک کرنا ناممکن ہوگا..... اور اس کے بعد..... اس کے بعد ایک بھی آدمی زندہ نہیں بچے گا۔ نیوون سب کو شکار کر لے گا۔''

''ہوں۔!'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا ہیگے نہیں چاہتے کہ نیوون موت کا شکار ہو۔ بہر حال وہ سازشی لوگ بہت مضبوط ہیں اور انہوں نے اپنا کاروبار چلانے کے لئے یہ سب کچھ کر رکھا ہے۔ خوب۔ تو ان سے نپٹنے میں کافی دلچسپیاں ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ میرے بارے میں وہ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟

''نیوون کو اس بار بھینٹ کیوں نہیں ملی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''جن لوگوں کی بھینٹ دی گئی تھی انہوں نے شموتا کے احکامات سے بغاوت کی اور اپنی جان بچا کر نیوون کے قہر کو آواز دی۔ ان میں سے ایک کو دوسری بستی سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔''

''خوب..... اور اس کا نام ہانو ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''عظیم دیوتا سب کچھ جانتا ہے۔'' سیکا نے عقیدت سے کہا اور میں دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ جو کچھ میں جانتا ہوں۔ درحقیقت میں ہی جانتا ہوں۔ کافی دیر گزر گئی اور پھر بستی کے سب سے بڑے دروازے سے میں نے بے شمار سپاہیوں کو نکلتے ہوئے دیکھا۔ وہ سب ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کے آگے آگے وہ سپاہی تھے جو بلندی سے اطلاع دینے گئے تھے۔ سپاہیوں کے درمیان ایک رتھ تھا جس میں بے شمار گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ کوئی بیٹھا تھا اور پھر بے شمار گھوڑے سوار پہاڑ کے دامن کی طرف دوڑنے لگے۔

میں سمجھ گیا کہ ہیگے دھوکے میں نہیں آ سکتے ہیں اور صورتحال کافی دلچسپ ہوگی۔ ممکن ہے مجھے ان میں سے کچھ کو قتل کر کے انہیں عقل دلانی پڑے اور میں اس کے لئے تیار تھا۔ میرا کھانڈا میرے ساتھ تھا۔ آنے والے پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے اور پھر وہ سپاہی اوپر آ گئے جو اطلاع دینے گئے تھے۔ اوپر پہنچنے کے بعد انہوں نے خوفزدہ لہجے میں بتایا۔ ''مقدس کاہلوں نے اعلان کیا ہے کہ آنے والا جھوٹا دیوتا ہے۔ اس کے علم نے کسی دیوتا کی آمد کی خبر نہیں دی چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ جھوٹے دیوتا کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کیا جائے۔''

اور سیکا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''کیا تم نے انہیں نہیں بتایا کہ ہم اسے گرفتار نہیں کر سکتے۔؟''

''ہم نے سب کچھ کہا تھا سیکا۔ لیکن ہیگوں کا حکم۔''

''اوہ۔ میں تجھے کیسے گرفتار کروں دیوتا۔ وہ تجھے نہیں جانتے لیکن میں واقف ہوں۔ میں واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ بہت جلد تیری عظمت تسلیم کر لیں گے۔''

''مجھے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں ہے سیکا۔چل میں خود تیرے ساتھ چلوں گا۔''

''میرے بچوں پر تیرا احسان ہوگا دیوتا۔تو امتحان کی منزل سے گزر جائے گا۔ مجھے یقین ہے لیکن میں تجھے گرفتار نہیں کر سکوں گا اور مارا جاؤں گا۔''

''تو فکر نہ کر۔چل میں تیرے ساتھ چلوں گا۔'' میں نے اپنے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ پھیرا،اپنا کھانڈا اٹھایا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے ساتھ نیچے چل پڑا۔

سیکا اور اس کے ساتھی بھی پھرتی سے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور میرے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ میں دلچسپی سے نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہوا اتر رہا تھا۔سیکا میرے برابر آیا تو میں نے کہا۔

''گھوڑوں کی مرصع گاڑی میں کیا ملکہ شمونا سوار ہے۔؟''

''نہیں۔ملکہ شمونا عام طور پر لوگوں کے سامنے نہیں آتی۔ ڈھلتی رات کے آخری چاند میں وہ دربار لگاتی ہے اور اس کے سامنے فیصلے کئے جاتے ہیں یا پھر وہ اس وقت سامنے آتی ہے جب کوئی اہم مسئلہ درپیش ہو۔''

''پھر گاڑی میں کون ہے۔؟''

''مقدس ہیگا۔'' سیکا نے جواب دیا اور میں خاموش ہو گیا۔تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے پہنچ گئے اور گھوڑوں پر سوار سپاہیوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔وہ منتشر ہونا شروع ہو گئے۔صاف ظاہر تھا کہ وہ مجھے چاروں طرف سے گھیر رہے تھے پھر انہوں نے میرے گرد دائرہ بنالیا۔

میں گھوڑے سے اتر گیا۔سیکا اور دوسرے لوگوں نے بھی میری تقلید کی تھی اور پھر میں ہیگے کی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا۔تب سپاہیوں کا حلقہ میرے گرد تنگ ہونے لگا اور پھر آٹھ مسلح سپاہی میرے سامنے آ گئے۔

''اپنا ہتھیار ہمیں دے دو قیدی۔'' ان میں سے ایک نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے کھانڈا اس کی طرف بڑھا دیا۔اس نے کھانڈا پکڑا اور اوندھے منہ گر پڑا۔کھانڈے کا وزن اس سے نہیں سنبھالا گیا تھا۔

''دیوتاؤں کی قسم۔یہ بہت وزنی ہے۔'' اس نے کہا اور میں آگے بڑھ گیا تھا اور پھر گاڑی کے سامنے پہنچ گیا۔

خوبصورت گاڑی میں بندر کی شکل کا ایک آدمی بیٹھا تھا۔اس کے پورے چہرے پر جھریاں تھی اور لطف کی بات یہ تھی کہ اس نے اپنے چہرے کو مختلف رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔اس کا سوکھا ہوا اوپری جسم برہنہ تھا۔نچلے بدن پر اس نے ایک رنگین کپڑا پہنا ہوا تھا۔گردن اور سر پر اس نے بیش قیمت ہیرے لپیٹے ہوئے تھے۔بڑے بڑے نایاب ہیروں کا ہار اس کی گردن میں پڑا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ میں اس نے ایک فولادی چھڑی سنبھالی ہوئی تھی جس کے سرے پر ستارہ بنا ہوا تھا جس کی نوکیں بے حد تیز تھیں۔اس نے بندر کی مانند پلکیں جھپکا کر مجھے دیکھا اور پھر سیکا سے مخاطب ہوا۔

''تو نے اسے رسیوں سے باندھ کر کیوں نہیں پیش کیا۔؟'' اس کی آواز بہت باریک اور پھٹی پھٹی سی تھی۔

''میں نے محسوس کیا ہے مقدس ہیگا کہ میں اسے رسیوں سے نہیں باندھ سکتا۔'' سیکا نے جواب دیا۔

''کیوں ..؟''

''کیونکہ ایک قوی ہیکل سپاہی اس کا کھانڈا نہیں اٹھا سکتا۔''

''نہتا تو نہ تھا۔؟''

''ہاں۔ میں نے اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی لیکن میرے ہتھیار اس کے بدن پر کند ہو گئے۔''

''جھوٹ، بکواس، فریب، یہ انسان ہے۔ بالکل انسان ہے۔ اس میں، دیوتاؤں کی سی ایک بات بھی نہیں ہے۔''

''مقدس ہیگا مجھ سے بہتر جانتا ہے۔''

''یہ پہاڑ عبور کرنے والا اجنبی ہے۔ اس کی سزا قتل ہے۔ اسے یہ سزا کیوں نہیں دی گئی ..؟''

''میں نے کوشش کی تھی مقدس ہیگا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔'' سیکا نے جواب دیا۔

''میں نہیں مانتا۔ میں نہیں مانتا۔ تو نے فرض سے غفلت کی ہے۔ تجھے اس کی سزا ملے گی۔'' ہیگا نے کہا۔

''میں بے قصور ہوں مقدس ہیگا۔ میں بے قصور ہوں۔ میں نے غفلت نہیں کی۔''

''یہ بے انصافی ہے پجاری۔ اپنے سب سے مضبوط آدمی سے کہہ۔ مجھے قتل کر دے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو پھر سیکا کو ضرور سزا دی جائے اور اگر وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے تو پھر اس کی سزا کیا معنی رکھتی ہے۔'' میں نے مداخلت کی۔

''ہاں .. ہاں .. تو نے ٹھیک بات کہی۔ تیری بات درست ہے۔ ایسا ہی ہوگا .. تیری سزا اس وقت تک ملتوی جب تک یہ قتل نہ ہو جائے لیکن اس کا فیصلہ تو مقدس کا جلوس کرے گا۔ تو جا۔ اپنا کام انجام دے۔'' بندر نے اچک اچک کر کہا۔ وہ کسی قدر پاگل معلوم ہوتا تھا۔

سیکا نے سر جھکایا۔ مجھے ایک نگاہ دیکھا۔ اس کی نگاہ میں احسان مندی تھی، دوستی تھی اور پھر معاً اپنے آدمیوں کے ساتھ بلندی کی طرف چل پڑا۔

''سپاہیو .. اسے رسیوں سے جکڑ دو .. اسے باندھ کر لے چلو۔'' اس نے دوسرا حکم دیا۔

''میں تیرے ساتھ چل رہا ہوں ہیگا .. باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بکواس۔ تو قیدی ہے۔ تو نے جھوٹا دیوتا ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سپاہیو۔ اسے باندھ لو۔''

''باندھ لو۔'' میں نے سپاہیوں سے کہا اور درختوں کی چھالوں سے بنی ہوئی رسی میرے بدن کے گرد لپیٹی جانے لگی۔ کئی آدمیوں نے مجھے خوب کس کر باندھ دیا۔ وہ سب مستعد اور ہوشیار تھے۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گئے تو مجھے میرے گھوڑے پر سوار کرا دیا گیا اور پھر وہ چاروں طرف پھیل گئے۔

بندر نما آدمی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی زرد، دھندلائی ہوئی آنکھیں بہت خوفناک تھیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ ''اب تو خوش ہے۔''

''چلو .. لے چلو اسے۔'' ہیگا نے کہا اور میں نے سانس اپنے جسم میں روکی اور پھر جسم پھلایا تو مضبوط رسیاں تڑ تڑ کر کے ٹوٹ گئیں۔ تب

میں نے وقار سے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا۔

''یہ۔ یہ کیا ہوا۔ ارے یہ کیا ہوا۔؟'' ہیگا گاڑی سے چیخا۔

''تو مجھے قید کر کے نہ لے جاسکے گا۔ تیری کوششیں ناکام رہیں گی۔ بس اب آگے چل ورنہ تیرے ساتھیوں میں سے بہت سے کم ہو جائیں گے۔'' میں نے کہا۔ رسیاں ٹوٹنا کوئی کم حیرت انگیز واقعہ نہیں تھا۔ سپاہی بھی دنگ رہ گئے تھے اور وہ بھی جنہوں نے مجھے کس کر باندھا تھا۔

ہیگا غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا اور پھر اس کے اشارے پر گاڑی آگے بڑھا دی گئی۔

''مقدس کاہلوس نے تجھے طلب کیا ہے ورنہ میں تجھے یہیں قتل کرا دیتا۔'' اس نے کہا۔

''سان بارے چل کر قتل کرا دینا۔'' میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا اور میرا گھوڑا اس کی گاڑی کے برابر چلتا رہا۔ یوں ہم سان بارے کے خوبصورت شہر کی طرف چل پڑے اور میناروں کے اس شہر کا طرز تعمیر مجھے بہت پسند آرہا تھا۔ گھوڑے تیزی سے فاصلے طے کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم شہر کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ دروازے سے داخل ہونے کے بعد جو پہلی چیز مجھے نظر آئی تھی وہ ایک بہت بڑے گوریلے کا سیاہ مجسمہ تھا۔

مجسمہ تراشنے میں مہارت کا ثبوت دیا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی جگہ زرد ہیرے لگائے گئے تھے اور دور سے اسے دیکھنے سے ہیبت طاری ہوتی تھی۔ اس کے بعد خوبصورت مکانات پر مشتمل وہ شہر پھیلا ہوا تھا جس کا نام سان بارے تھا۔

سان بارے کے باشندے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔ عورتیں، بچے، بوڑھے سب کے سب منہ پھاڑے کھڑے تھے اور حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ میں اطمینان سے ان کے درمیان چلتا رہا اور پھر پتھروں سے بنی ہوئی ایک مضبوط عمارت کے سامنے ہمارا سفر ختم ہوا جس کے اندر جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ قید خانہ ہے۔

تو پروفیسر مجھے اس قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ پتھروں کا بنا ہوا بہت بڑا کمرہ تھا جس کے فرش پر خون کے بڑے بڑے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ دیواروں پر زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں جن میں قیدیوں کو باندھ دیا جاتا ہوگا۔ احمق سپاہیوں نے میرے جسم کے گرد بھی زنجیریں لپیٹ دیں۔ ہیگا اب بھی ساتھ تھا اور مجھے بندھا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہو رہا تھا۔ پھر جب انہوں نے اپنی دانست میں مجھے خوب کس دیا تو میں نے ہیگا کو مخاطب کیا۔

''میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا گیا ہے۔؟''

''رات کو تجھے مقدس کاہلوس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔''

''رات کو کیوں۔ ابھی کیوں نہیں۔؟''

''احمق۔ کاہلوس رات کو ہی اپنی خانقاہ سے باہر آتا ہے۔ تجھے رات تک انتظار کرنا چاہئے۔''

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں انتظار کرلوں گا۔'' میں نے کہا اور ہیگا واپس مڑا۔ ''سنو۔'' میں نے اسے روکا اور وہ رک گیا۔

''رات کے بعد میں انتظار نہ کرسکوں گا اور ہاں میرے آرام کرنے کے لئے ایک بستر کا بندوبست کر دیا جائے۔ یہ زنجیریں کاہلوس کو

میری طرف سے پیش کر دینا۔'' میں نے اپنے جسم کو جھٹکے دیئے اور فوراً ہی زنجیروں کی کڑیاں کھلنے لگیں۔ سپاہیوں نے خوفزدہ انداز میں ہتھیار سنبھال لئے تھے اور بندر اچھل کر دور کھڑا ہو گیا تھا۔

''کھانے پینے کا انتظام بھی معقول ہونا چاہئے۔'' میں نے آخری زنجیر بھی کچے دھاگے کی مانند توڑ کر اس نے سامنے پھینکتے ہوئے کہا۔

بندر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ پھر اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''چلو۔ باہر نکلو۔ باہر نکلو۔ چاروں طرف پھیل جاؤ۔ اگر یہ بھاگنے کی کوشش کرے تو اس کی ٹانگیں کاٹ دینا۔'' اور پھر وہ خود جلدی سے باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے ہی بدحواس سپاہی بھی باہر نکل گئے تھے اور قید خانے کا چٹانی دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔

☆......☆......☆

میں نے گہری سانس لی۔ یہ غار اور اس کا دروازہ میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے لیکن تنہائی ملی تھی۔ اس تنہائی میں تھوڑا سا وقت گزار کر میں سمان بارے کے بارے میں سوچنا چاہتا تھا۔ یہاں کے لوگوں کے بارے میں غور کرنا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ آیا انہیں بھی اپنی دیوتائیت سے مرعوب کیا جائے یا دوسرے طریقے استعمال کئے جائیں۔

حالانکہ میرے لئے کوئی مجبوری نہیں تھی۔ وقت جیسا بھی ہو اس کے مطابق کام کیا جائے۔ میں قید خانے کی ایک دیوار سے پشت لگا کر بیٹھ گیا اور گزرے ہوئے وقت کے بارے میں سوچنے لگا۔ طویل عرصہ ہو گیا تھا۔ میں نے مستقبل کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں جانی تھی۔ میں نے آسمان پر آنے والے حالات کے نقشوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ یوں سمجھو پروفیسر...... کہ زندگی کے یہ سال تاریک گزرے تھے۔ میں نے صرف وقت ضائع کیا تھا۔ سوائے کچھ مخصوص واقعات کے جو مجھے پیش آئے تھے۔ اور کوئی تحقیقی کام نہیں ہوا تھا۔

لیکن میں نے خود کو اس انداز میں تسلی دی۔ میری زندگی تو ایک طویل سفر ہے۔ صدیوں کے اس سفر میں اگر چند لمحات ٹھہر جاتے ہیں تو کیا مضائقہ ہے۔ ابھی تو زندگی بہت طویل ہے۔ ماہ و سال کا ذخیرہ بے پناہ ہے۔ اس میں سے کچھ ضائع ہو گیا تو کونسی قیامت آ گئی اور پھر میری زندگی کا کوئی محور تو نہیں ہے۔ بس واقعات سے پُر زندگی میں جو لمحات آ گئیں ہیں اسے رواں دواں رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ میں ان میں تبدیلی کیوں کروں۔ سفر تو سفر ہے۔ اس میں جو کچھ بھی نظر آئے۔ ہاں میں ان میں جو حیثیت رکھوں وہی میرے لئے مناسب و ممکن ہے۔ میں لمحات کا تردد کیوں کروں۔ یوں میں نے سوچ کے رخ بدلے۔

اور پھر میں نے بندر کے بارے میں سوچا جو خوبصورت رتھ میں بیٹھ کر آیا۔ تو اب مجھے ان بندروں سے نپٹنا ہے لیکن یہ بندر چالاک ضرور ہیں ورنہ سمان بارے کے خونخوار لوگوں کو بے وقوف نہیں بنا سکتے اور پھر کاہاوس...... ان بندروں کا استاد جس سے رات کو میری ملاقات ہونے والی تھی۔ دیکھنا یہ ہے کاہاوس عظیم کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

وقت گزرتا رہا۔ پھر اچانک غار کی چھت میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور اس سوراخ سے میرے لئے کھانا لٹکا دیا گیا۔ وہ لوگ غار کا دروازہ کھولنے کی ہمت نہیں کر سکے تھے۔ میں نے کھانا دیکھا۔ عمدہ اور میرا پسندیدہ کھانا تھا۔ میں نے اسے قبول کر لیا۔ ویسے میں نے سوچا کہ فوری طور پر

ان سے تعاون کروں۔ اس کے بعد حالات جو بھی ہوں۔ اس کے مطابق کام کرنا مناسب ہوگا۔

کھانے کے بعد اطمینان سے لیٹ گیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ چھت کا سوراخ کھلا رہنے دیا گیا تھا۔ وہ میرے فرار کا راستہ نہیں بن سکتا تھا اس لئے انہوں نے اس کی پرواہ نہیں کی تھی۔ اس سوراخ سے تیز ہوا آ رہی تھی جس نے غار کی گھٹن کو ختم کر دی تھی۔ اس سوراخ سے چاندنی اندر آئی جس نے رات کا احساس دلایا۔

اور پھر چاند غار سے گزرنے لگا تو باہر بے شمار لوگوں کی بھنبھناہٹ سنائی دی۔ یہ آوازیں غار کے دروازے سے سنائی دے رہی تھیں اور پھر دروازہ کھولا جانے لگا۔ دروازہ کھل گیا اور ایک بہت بڑے سر نے اندر جھانکا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بھاری گرز تھا۔

''باہر آ جاؤ قیدی۔ تمہیں مقدس کاہلوس اعظم نے طلب کیا ہے۔'' اس کی آواز کی گڑگڑاہٹ گونجی۔

میں باہر نکل آیا۔ تب دس بارہ آدمی موٹی موٹی زنجیریں لئے ہوئے آگے بڑھے اور میں نے گرز والے کو مخاطب کیا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔؟''

''فواو۔ روحا فولو۔'' اس نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''تمہاری کیا حیثیت ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''میرے گرز کی ضرب چٹانوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔ میرے جسم کی قوت سان ہارے کے تمام لوگوں پر حاوی ہے اس لئے میں سان ہارے کی جنگجو فوجوں کا اتالیق اور ان کا سربراہ ہوں۔ اگر مقدس کاہلوس نے تمہارے قتل کے احکامات صادر کئے تو میں ہی تمہارا قاتل ہوں گا کیونکہ سنا ہے کہ تم نے سان ہارے کے باشندوں کو اپنی قوت کے شعبدے دکھائے ہیں۔ میں شعبدہ شکن ہوں قیدی۔ اس لئے اس وقت تک خود کو قابو میں رکھو جب تک مقدس کاہلوس تمہارے قتل کا حکم نہ دے دے...... اس کے بعد ...... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں شعبدے دکھانے کا پورا پورا موقع دوں گا۔ تمہاری موت چوہوں کی مانند نہ ہوگی بلکہ تم دل کی حسرتیں نکال کر مر سکو گے۔''

''تو پھر طاقتور روحا...... میں تجھ سے ایک معاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کیسا معاہدہ۔؟''

''ان بے وقوفوں سے کہہ دے کہ یہ زنجیریں واپس لے جائیں۔ یہ جانتے ہیں زنجیریں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ بیکار بوجھ میرے جسم پر نہ لادو۔ میں تیرے وعدے کی قید پسند کروں گا۔''

اور روحا فواو نے غور سے میری آنکھوں میں دیکھا اور پھر گردن ہلا کر بولا۔ ''گو کاہلوس اعظم کے سامنے کسی قیدی کو آزاد لے جانا اسے ناگوار بھی گزر سکتا ہے لیکن روحا اپنی ذمہ داری پر تیری بات مان لیتا ہے۔ اس کی گرفت کمزور نہیں ہے۔'' پھر اس نے اپنے آدمیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ''زنجیریں واپس لے جاؤ۔ قیدی اسی طرح چلے گا۔''

کسی نے تعرض نہیں کیا اور میں نے روحا کا شکریہ ادا کیا۔ بے شمار لوگوں نے میرے گرد دائرہ بنا لیا۔ وہ سب کھلے ہوئے ہتھیاروں سے

لیس تھے۔ روحا میرے برابر اپنا وزنی گرز لے کر چل رہا تھا۔ وہ بھی میری طرف سے چوکنا تھا۔ یوں ہم سان بارے کے بازاروں سے گزرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف جارہے تھے۔

''کاہلوس کہاں رہتا ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''بستی سے دور..... پہاڑوں میں..... یوکا کے معبد کے پاس۔''

''اور ملکہ شیمونا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''سیاہ محل میں۔اس کا قیام وہیں ہوتا ہے۔''

''دوسرے پجاری کہاں رہتے ہیں۔؟''

''یوکا کے معبد میں۔بستی کی گہما گہمیوں سے دور۔انہیں تنہائی پسند ہے۔ہاں مقدس ہیکلے ضرورت پڑنے پر بستی میں آتے رہتے ہیں۔''

''تم لوگوں کے ساتھ ہیکلوں کا سلوک کیسا ہے۔؟''

''وہ قادر ہیں۔جو بہتر سمجھتے ہیں کرتے ہیں۔'' روحا نے بھاری آواز میں کہا۔

''گویا ہیکلوں کے سامنے شیمونا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

''فضول باتوں سے پرہیز کرو قیدی۔ مجھے غصہ بھی آسکتا ہے۔''

''اس میں غصے کی کونسی بات ہے۔؟'' میں تعجب سے پوچھا۔

''شیمونا ملکہ ہے۔اس کا حکم آخری ہوتا ہے۔یہ دوسری بات ہے کہ آخری حکم وہ مقدس کاہلوس اعظم سے مشورے کے بغیر نہیں صادر کرتیں۔'' روحا نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔

''ایک ہی بات ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا اور ہم سان بارے کی چاندنی میں نہائی پرسکوت بستی سے نکل آئے۔چہار جانب ایک پراسراری خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔اس خاموشی میں صرف سپاہیوں کے قدموں کی آوازیں رخنہ انداز تھیں..... یوں..... یوکا کے معبد تک کا مختصر سفر طے ہوگیا۔یہ معبد بھی پہاڑیاں تراش کر بنایا گیا تھا۔پہاڑی میں ایک چٹان کو بھدے ہتھیار کی شکل دی گئی تھی۔نیچے اس کا غار نما دروازہ تھا جس پر پتھر کا عظیم الشان دروازہ لگا ہوا تھا۔دروازہ کھولنے کے لئے ایک چرخی قریب ہی لگی ہوئی تھی۔یہ چرخی بھی بھاری پتھروں سے تراشی گئی تھی اور اسے کئی آدمی مل کر گھما سکتے تھے۔چنانچہ چند افراد چرخی کی طرف بڑھ گئے۔اور پھر ایک زبردست گڑگڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔دروازہ کھلتے ہی پیلے رنگ کی روشنی نظر آئی۔اس کے ساتھ ہی چربی جلنے کی بو بھی۔یہ چربی سے جلائی جانے والی مشعلیں تھیں جو جگہ جگہ دیواروں میں نصب تھیں۔

لیکن معبد کے اس عظیم الشان غار کو دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔بہت طویل غار تھا۔اندر سے بالکل صاف ستھرا۔چھت بھی کافی بلند تھی اور اس میں جا بجا سوراخ تھے جن سے خوب ہوا آرہی تھی۔ہوا کی وجہ سے مشعلوں کے شعلے لرز رہے تھے لیکن مخصوص قسم کی چربی کی وجہ سے وہ بجھ نہیں سکتی تھی۔پورے غار میں سکون تھا۔جگہ جگہ ہیکلے کھڑے ہوئے تھے۔وہ پتھروں کے بت کی مانند خاموش اور ساکت تھے۔کسی کے سانس لینے

کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔

سامنے ہی ایک چوڑا چبوترا سا بنا ہوا تھا جس پر انگارے بچھے ہوئے تھے۔ ان انگاروں سے سفید دھواں بلند ہو رہا تھا۔ شاید صندل کی لکڑیاں اس پر ڈالی گئی تھیں۔ ایسی ہی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ غرض انتہائی پراسرار ماحول تھا۔ مجھے ایک مخصوص حصے میں لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ سپاہی کچھ تو باہر ہی رہ گئے تھے۔ ہاں روحا اور تقریباً دس مسلح آدمی اب بھی میرے گرد کھڑے تھے۔

''یہ مقدس کالوس کا دربار ہے۔'' روحا نے کہا۔

''خوب۔ کالوس کہاں ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ابھی چند لمحات کے بعد..... اس کی زیارت ہوگی۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلا دی پھر میں نے ہیکلوں کی جانب دیکھ کر کہا۔'' کیا یہ پتھر سے تراشے ہوئے انسان ہیں۔؟''

''خاموش۔ ان کی شان میں گستاخی نہ کرو ورنہ زبان کاٹ لی جائے گی۔'' روحا دبی زبان میں غرایا۔

''پھر یہ ساکت کیوں ہیں۔ ہل جل نہیں رہے۔''

''کالوس اعظم کے دربار کی یہی شان ہے۔ سینکڑوں بیگے یہاں ساکت و جامد کھڑے ہو کر کشف کرتے ہیں۔ کالوس اعظم انہیں علم سے نوازتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی حیثیت عظیم ہے لیکن کالوس کے دربار میں سب ہیچ ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

میں نے گردن ہلا دی۔ نیا ڈرامہ نہیں تھا۔ میں نے بے شمار لوگ دیکھے تھے۔ بڑے بڑے انوکھے لوگوں سے میرا واسطہ پڑا تھا لیکن میں بار بار بلند ہوتے ہوئے سفید دھوئیں کو دیکھ رہا تھا۔ نہ جانے یہ دھواں کہاں سے آ رہا تھا جبکہ اس چبوترے کے نزدیک بھی کوئی نہیں تھا۔

خاموشی سے کھڑے کھڑے بہت دیر گزر گئی تو میں نے بے چینی سے روحا کی طرف رخ کر کے کہا۔'' کیا تمہارا کالوس اعظم سو رہا ہے۔ ابھی تک کیوں نہیں آیا؟''

''اے شخص۔ گستاخی نہ کر۔ میری درخواست ہے کہ اس کے حضور گستاخی نہ کر۔ ورنہ میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکوں گا۔'' روحا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔ اسے آواز دے۔ ممکن ہے میرے امن کے ارادے بدل جائیں۔ میں اس کا غلام نہیں ہوں۔''

''او۔ او۔'' روحا نے اپنی پیٹی سے خنجر کھینچ لیا لیکن اسی وقت غار کی دیواروں نے پریاں اگلنا شروع کر دیں۔ غار کی دیواروں کے ان سوراخوں پر پہلے میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن جب ان سے بے شمار نیم عریاں لڑکیاں نکل آئیں تو میں نے غور سے انہیں دیکھا۔ لڑکیوں کے جسم پر لباس نہ ہونے کے برابر تھے۔ انہوں نے جسم کے مخصوص حصوں کو گاڑھے رنگوں سے رنگا ہوا تھا۔ کچھ حصوں پر پرندوں کے رنگین پر چپکائے گئے تھے۔ سروں پر انہوں نے مور کے پروں کے تاج سے پہنے ہوئے تھے لیکن یہ لڑکیاں سب کی سب نوخیز اور جاندار چہروں والی تھیں۔ انہوں نے ایک قطار بنائی اور چبوترے کی طرف بڑھیں۔ پھر وہ چبوترے کے سامنے جھک گئیں۔ ان کے جسموں کے حسین خدوخال نمایاں ہو گئے۔ ان کے عقبی جسم

بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ اکثر نے دونوں حصوں کو مختلف رنگوں سے رنگ رکھا تھا۔

کافی دیر تک وہ اسی طرح جھکی رہیں پھر سیدھی ہوگئیں اور پھر ان کی آوازیں ابھریں۔

''کائنات کے سب سے بڑے جادوگر۔

آسمان کی خبر رکھنے والے..... ہماری آنکھیں تیری منتظر ہیں۔ دیکھ کتنے لوگ تیرے سامنے ہیں۔

دیوتاؤں کے منظور نظر آجا..... تیری خادمائیں تیرے گیت گا رہی ہیں۔ ان کی آنکھوں کی روشنی مدھم پڑتی جا رہی ہے۔''

اور پھر پروفیسر..... اچانک انگارے لودینے لگے۔ سفید دھواں غائب ہوگیا۔ اب پیلے رنگ کے شعلے بلند ہونے لگے تھے اور یہ شعلے بڑی ترتیب سے بڑھتے جا رہے تھے۔ مجھے اچانک بلند ہونے والی آگ پر حیرت تھی۔ نہ جانے کس ترتیب سے یہ آگ روشن کی گئی تھی۔

پھر میں نے آگ کے پیچھے ایک سایہ نمودار ہوتے دیکھا۔ لگ رہا تھا جیسے کوئی زمین سے نکل رہا ہو۔ یقیناً یہ سایہ آگ کے دوسری طرف صاف جگہ میں تھا۔ ایک انسانی سایہ آگ کے عقب میں صاف نظر آنے لگا تھا۔ اس کا اوپری جسم برہنہ تھا۔ شاید نچلا جسم بھی لباس سے عاری تھا لیکن آگ کے شعلے اسے لپیٹ میں لئے ہوئے تھے اس لئے صاف اندازہ نہیں ہوتا تھا۔

اور گیت ختم ہوگیا۔ سر جھک گئے۔ جھکنے والے اس کے حکم کے بغیر سر نہیں اٹھا سکتے تھے لیکن میں بے باک نگاہوں سے اس شعبدہ باز کو دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ میں ویسی ہی لمبی چھڑی تھی جیسی میں نے پہلے ہیگے کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔

اس نے چھڑی بلند کی اور بولا۔ ''میں نے تمہاری تعظیم قبول کی۔''

اور جھکے ہوئے سر اٹھ گئے۔ تب پراسرار وجود آگ کے چبوترے میں در آیا اور میں نے خوب غور سے اسے دیکھا۔ دو شعلوں کے درمیان پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ شعلے اس کے جسم کو چاٹ رہے تھے۔

''کیا اپنا ہی کوئی بھائی بند ہے۔'' میں نے سوچا۔ یقیناً وہ آگ کے اندر سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ بہر حال میں نے اس پراسرار شخص کے بارے میں خوب جان لیا تھا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ ان ناسمجھ لوگوں میں کیا حیثیت رکھتا ہوگا۔

رقص کرنے والی نیم برہنہ لڑکیاں پروانوں کی مانند اس آگ کے گرد چکرانے لگیں۔ ایک عجیب سے ناقوس سے ایک بھیانک آواز بلند ہونے لگی اور اس آواز کے ساتھ ہی کسی پتھر پر ایک مخصوص تال دی جا رہی تھی۔ جو کچھ بھی تھا۔ ماحول کو پراسرار بنانے میں جو کارروائی کی گئی تھی میں اس کا دل سے معترف تھا۔ بلاشبہ یہاں ذہنوں کو گرفت میں لیا جا سکتا تھا۔

نیم برہنہ لڑکیاں اب بے باک ہوتی جا رہی تھیں۔ ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی اور ان کے رقص میں ایک عجیب ہیجان سا پیدا ہوگیا تھا۔ میں اس رقص سے خاصا محظوظ ہوا اور میں نے سوچا کہ کسی دربار میں ایسا رقص کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میری نگاہیں آگ میں بیٹھے ہوئے شخص کو بھی دیکھ رہی تھیں جس کا چہرہ اب خوب چمک رہا تھا۔ یقیناً وہ مادر زاد برہنہ تھا اور اس کا چہرہ بھی جھریوں سے بھرا اور خوب بھیانک تھا۔

کئی منٹ کے بعد اس نے چھڑی اٹھائی اور رقص اس طرح رک گیا جیسے کسی میکنزم کو فوری طور پر بند کر دیا گیا ہو۔ اس نے چھڑی سے

اشارہ کیا اور رقاصہ لڑکیاں ایک ایک کر کے انہیں سوراخوں سے اندر چلی گئیں۔

''روحا۔'' بھیانک شخص نے بھیانک آواز میں کہا۔

''مقدس کالوس اعظم۔'' روحا آگے بڑھ کر جھکا۔

''اجنبی کو سامنے لاؤ۔''

روحا نے گردن جھکائی اور پھر وہ میرے قریب آ گیا۔ اس نے میرا بازو پکڑ کر آگے بڑھانے کی کوشش کی لیکن میں نے دونوں بازو ایک دوسرے سے باندھ لئے تھے اور جسم سخت کر لیا تھا۔ روحا کی کوشش مجھے ہلا نہ سکی۔ تب روحا نے پوری طرح میرے بازو پر گرفت کی اور مجھے زور سے جھٹکا دے کر کالوس کے سامنے گرانے کی کوشش کی لیکن میں بھی کالوس اعظم کو چند شعبدے دکھانا چاہتا تھا۔

چنانچہ روحا کی پوری قوت میرے بدن کو جنبش بھی نہ دے سکی اور روحا بدحواسی سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مجھ سے لپٹ پڑنے کی کوشش کی۔ اس کے دوسرے ساتھی بھی آگے بڑھ آئے تھے اور پروفیسر۔۔۔ روحا اور اس کے ساتھی مجھے آگے بڑھانے کے لئے زور لگا رہے تھے لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ بدن کا کوئی حصہ اپنی جگہ سے ہل گیا تو پھر بات ہی کیا ہی۔؟

ساری گردنیں میری سمت گھوم گئی تھیں۔ لوگ مجھے حیرت و نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ ہاں میں نے کالوس کی آنکھوں میں ایک عجیب معنی خیز چمک دیکھی۔ پھر کالوس کی تمسخرانہ آواز گونجی۔'' روحا۔ تیری قوت کیا ہوئی۔ کیا تو اپنی قوت کھو چکا ہے۔؟''

''یہ۔ یہ شخص شعبدہ گر ہے مقدس کالوس۔ اس نے فولادی زنجیریں توڑ دی تھیں۔۔۔ اس نے۔۔۔ اس نے۔'' شدت حیرت سے روحا کی ذہنی حالت عجیب ہو گئی تھی اور اس کے منہ سے صاف الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

''شعبدہ گر نہیں کالوس۔ تمہارا یہ بےوقوف غلام مجھے جادوگر تسلیم کرنے سے ہچکچا رہا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جسمانی قوت کے شعبدے دکھانے والے جادوگر نہیں کہلا سکتے اجنبی۔ اگر تم جادوگر ہو تو تمہارا امتحان لیا جا سکتا ہے۔''

''ضرور۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔'' اپنی اس چھڑی سے اشارہ کرو اور مجھے اپنے سامنے بلا لو۔''

''میں چاہوں تو زمین کا یہ ٹکڑا اپنی جگہ چھوڑ دے گا اور تمہیں میرے پاس لے آئے گا لیکن اجنبی۔ میرے سامنے آؤ۔ مجھ سے گفتگو کرو۔''

''ہاں۔ یہ دوسری بات ہے۔'' میں نے کہا اور آگے بڑھ کر اس کے سامنے پہنچ گیا۔ وہ بھی مجھے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

''ہیکوں کا کہنا ہے کہ تم خود کو دیوتا کہتے ہو۔؟'' اس نے کہا۔

''نہیں۔ تمہارے آدمیوں نے مجھے دیوتا کہا۔''

''تم خود کو کیا کہتے ہو۔؟''

''گوشت و پوست کا ایک انسان۔ جیسے تم ہو۔''

''میں''۔ پراسرار شخص کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی مسکراہٹ حقارت تھی۔ ''خیر مجھے تم نہیں جانتے۔ ہاں تمہارے جسم پر

چمکدار پیلا ہٹ کیوں ہے؟ کیا تمہارے بال آگ کے رنگ سے کیوں ملتے ہیں۔؟''

''یہ میرا جادو ہے۔''

''غلط۔ یہ کسی بوٹی کا کمال ہے اور میں یہ طلسم بہ آسانی توڑ سکتا ہوں۔''

''میں تمہیں اس کی دعوت ضرور دوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم سان ہارے کیوں آئے ہو۔؟''

''بانو کو رہا کرانے۔'' میں نے بے خوفی سے جواب دیا۔

''بانو۔ بانو کون ہے۔؟'' اس نے پوچھا۔

''سنا تم لوگوں نے۔ تمہارا بے خبر پجاری کچھ نہیں جانتا۔ وہ ظالم ہے۔'' میں نے دوسروں کی طرف رخ کر کے کہا۔

''اس کی زبان کاٹ دی جائے۔''

''اس کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں۔''

''یہ بدلگام ہے۔''

''یہ بیباک ہے۔''

''یہ مقدس ہیکلے کا مذاق اڑا رہا ہے۔'' بہت سی طیش میں بھری ہوئی آوازیں ابھریں لیکن کاہوس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی بلند کر دی۔

''یہی سب کچھ اس کے ساتھ ہوگا۔ تم دیکھ لوگے کہ اسے اس کی بے باکی کی کیسی عبرتناک سزا ملے گی۔ لیکن ابھی نہیں۔ رک جاؤ۔ مجھے اس سے ضروری سوالات کرنے دو۔''

شور مچانے والے غصیلی آوازیں نکالتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ تب کاہوس نے مجھ سے سوال کیا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا لیکن مجھے بانو کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کون ہے۔؟''

''بانو۔ وہ نوجوان ہے جسے تمہارے آدمی گوورنی بستی سے پکڑ کر لائے ہیں۔ اس پر الزام ہے کہ اس نے نیمون کا نوالہ بننے سے بچنے کی کوشش کیوں کی۔؟''

''اوہ۔ اوہ۔ دیوتاؤں کی قسم۔ تو کیا تم وہی انسان ہوں جس نے بانو اور اس کے ساتھیوں کو نیمون کے غار کے سامنے سے آزاد کیا تھا۔ کیا تم ہی وہ مجرم ہو جس کی وجہ سے گوورنی کے لوگ موت کا شکار ہوئے۔؟''

''ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور تم نے پانیوں کے کنارے کوئی بستی آباد کی ہے۔؟''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''تم ایسے سر پھرے ہو کہ نیون کو ہلاک کر دینے کا دعویٰ کرتے ہو۔؟''

''یہ بھی درست ہے۔''

''سنتے ہو لوگوں۔ ارے سنتے ہو لوگوں۔ یہ سر پھرا اقہر کے دیوتا کو ہلاک کرنے کی سوچ رہا ہے۔ یہی ہے وہ احمق۔ یہی ہے وہ پاگل دیوانہ۔ ذرا غور کرو۔ ہاں۔ اس کے بدن میں کچھ طاقت ہے اور یہ کم ظرف اسی طاقت کے بل پر ایسی ایسی احمقانہ باتیں سوچتا ہے۔''

''تمہارے خیالات ٹھیک ہیں کالوس۔ کیا اب تم میرے چند سوالات کے جواب دو گے۔؟''

''ہر چند کہ میں اس کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ مجھے کون مجبور کر سکتا ہے لیکن تو دلچسپ آدمی ہے۔ تیری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ یقیناً تیرے سوالات بھی ویسے ہی احمقانہ ہوں گے۔ ٹھیک ہے سوال کر۔؟''

''کیا ہالو زندہ ہے۔؟''

''ہاں۔ زندہ ہے۔ جسے نیون کی بھینٹ کیلئے منتخب کر لیا گیا ہو اسے کوئی دوسرا ہلاک بھی نہیں کر سکتا۔ تین چاند کے بعد اسے نئے لوگوں کے ساتھ پھر نیون کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔''

''اوہ۔'' میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی زندگی ابھی کافی عرصے تک محفوظ ہے اور مجھے اس کی زندگی بچانے کے لئے کسی فوری تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔

''کیا تم نے ہالو کو اذیتیں دی تھیں۔؟''

''نہیں۔ ہم سوالات کرنے کے لئے اذیتیں نہیں دیتے۔ اگر انسان ہمارے سوالات کا جواب دینے میں ہچکچائے تو اس کی زبان ہمارا حکم پورا کرے گی۔ ہالو نے سب کچھ صاف صاف بتا دیا لیکن آدمی تم بھی گہرے ہو۔ خوب چکر چلاتے ہو۔''

''میرے ساتھ اب کیا سلوک کیا جائے گا۔؟''

''اس کا فیصلہ ہیگیے کریں گے۔ ہماری مجلس مشاورت ہوگی اور اس میں تمہارے لئے جو بھی طے کیا جائے۔''

''اس وقت تک میری حیثیت کیا ہوگی۔؟''

''ایک قیدی کی...... صرف ایک قیدی کی۔''

''اوہ۔ مجھے یہ حیثیت قبول نہیں ہے۔ سنو کالوس۔ تمہارا جادو ان لوگوں کو احمق بنا سکتا ہے۔ میں ان تمام چیزوں سے الگ ہوں۔ میں تمہارے ساتھ تعاون کر سکتا ہوں۔ دو باتوں پر۔ نیون کی نشاندہی کرو اور اس تک پہنچانے میں میری مدد کرو تاکہ میں اسے قتل کر دوں۔ دوسری بات یہ کہ میرے ساتھی ہالو کو رہا کرو۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''دیوتاؤں کی قسم۔ تمہیں تمہاری لاف زنی کی سزا ضرور ملے گی۔ ایسی سزا کہ تم سب کچھ بھول جاؤ۔''

''میں نے جو مناسب سمجھا تم سے کہہ دیا۔ اب صرف یہ سوچو مجھے قیدی بنا کر کس طرح رکھو گے۔''

''زرد جسم والے اجنبی۔'' کاہوس نے کہا۔''تیرے اندر انوکھی قوتیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ شمون کے روبرو پیش کئے بغیر تمہیں قتل کر دوں۔ میں تجھے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تو مجھے ملکہ کے سامنے پیش کر دو۔''

''ابھی نہیں۔ ملکہ کے ظہور میں ابھی چند روز باقی ہیں۔ وہ ایک مخصوص دن دربار کرتی ہے۔''

''تو کوئی حرج نہیں۔ میں اس وقت تک انتظار کر لوں گا۔''

''لیکن میری مجلس مشاورت نے اگر یہ طے کیا تجھے ملکہ کے سامنے لائے بغیر قتل کر دیا جائے تو پھر ایسا ہی ہوگا۔''

''اب میں صاف زبان استعمال کروں گا بوڑھے کاہوس۔ سن۔ میرے سامنے تیرا جادو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ تو سان بار ے کے سیدھے سادے لوگوں کو اپنے شعبدوں کے جال میں پھانس کر بے وقوف بنا سکتا ہے، مجھے نہیں۔ تو آگ کے ان شعلوں میں بیٹھ کر ان لوگوں پر رعب ڈال سکتا ہے، مجھ پر نہیں۔''

''اوہ۔ اوہ۔'' ردحا اب برداشت نہ کر سکا۔ وہ اپنا گرز لیکر میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔ گرز کی خوفناک ضرب میرے کاندھے پر پڑی اور پھر دوسری ضرب میری کمر پر۔ ردحا میرے جسم کی ہڈیاں پاش پاش کر ڈالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ میرے اوپر تابڑ توڑ حملے کرتا رہا اور میں خاموشی سے اس کے گرز کی چوٹیں سہتا رہا۔ پھر ایک بار۔ صرف ایک بار میں نے ہاتھ ہلائے اور ردحا کے گرز کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کے گرز کو درمیان سے موڑ کر پھینک دیا۔ کاہوس آگ کے چبوترے پر کھڑا ہو گیا تھا اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

تب میں نے آگے بڑھ کر ردحا کی گردن پکڑ لی اور دوسرے لمحے وہ میرے سر سے بلند ہو گیا۔ میں نے اسے دو تین چکر دیئے اور پھر زمین پر کھڑا کر دیا۔

''میں تجھے قتل نہیں کروں گا ردحا۔ کیونکہ تیری آنکھیں بند ہیں۔''

ردحا دیوانوں کی طرح اپنے گرز کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ تب کاہوس کی آواز ابھری۔

''سن اے بے پناہ طاقت والے۔ تو نے مقدس آگ کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ یہ دیوتاؤں کا پرتو ہے۔ کیا تو اس کی بھی توہین کرے گا۔''

''آگ میرے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔''

''تب میں تجھے نزدیک آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ آ۔ میرے قریب ہی آگ میں بیٹھ جا۔''

''اس کے بعد کیا ہوگا۔''

''میں اپنے علم کو آواز دوں گا۔ میں جاننا چاہوں گا کہ میرے جادو نے دیوتا کی آمد کے بارے میں مجھے غلط اطلاع کیوں دی تھی۔ ممکن ہے مجھ سے ہی غلطی ہوئی ہو۔''

"یہ ٹھیک ہے۔" میں نے تسلیم کیا۔ میں سمجھ گیا کہ بوڑھا شیطان آخری چال چل رہا ہے۔ وہ مجھے آگ میں بھسم کر دینا چاہتا ہے۔ یقیناً اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔

چنانچہ میں چبوترے کی طرف بڑھ گیا۔ کاہلوس آگ سے نکل گیا تھا اور آگ کے شعلے اور بھڑک اٹھے تھے۔ اس وقت آگ اچانک تیز ہو گئی تھی۔ نہ جانے انہوں نے آگ روشن کرنے کا کونسا نظام قائم کیا تھا۔

اب ساکت و جامد کھڑے ہیگے بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ ان کے چہروں پر عجیب سے تاثرات نمایاں تھے۔ میں آگ کی طرف بڑھ رہا تھا اور پھر میں روح کو غذا پہنچانے والی آگ میں داخل ہو گیا۔ شعلوں کی لطیف حرارت میرے مسامات سے اندر داخل ہونے لگی اور میں شعلے بدن پر ملنے لگا۔ کاہلوس کی آنکھیں پاگلوں کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ ہیگے بھی منہ پھاڑے مجھے گھور رہے تھے۔

لیکن میری آنکھیں فرط مسرت سے بند ہوئی جا رہی تھیں اور کافی دیر تک غسل آتش کرنے کے بعد میں باہر نکل آیا۔ میرا بدن مزید سنہرا ہو گیا تھا۔ میرے بال اور زیادہ آتش رنگ ہو گئے تھے۔

کاہلوس کے چہرے پر اب نمایاں طور پر پریشانی نظر آ رہی تھی۔ اس نے گھبرائی ہوئی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے میرا خیال غلط ہو۔ ہو سکتا ہے تو دیوتا ہی ہو۔ اگر ایسا ہے تو ... مجھے مہلت دے۔ میں اپنے علم میں تجھے تلاش کر لوں۔ ہاں۔ اب تو قیدی نہیں بن سکتا۔ اب تو قابل احترام ہے اور تیرا قیام آزادانہ ہوگا لیکن اس وقت تک۔ جب تک ملکہ شموتا سے تیری ملاقات نہ ہو جائے۔ وہ عظیم ہے۔ وہ دیوتاؤں کی منظور نظر ہے۔ وہ تیرے بارے میں مناسب فیصلہ کرے گی۔"

"میں تیار ہوں۔ میں اس سے ضرور ملاقات کروں گا۔"

"روحا۔ اسے رنگ محل لے جاؤ۔ اس کی آسائشوں کا خیال رکھنا۔ جاؤ۔ میں دربار برخاست کرتا ہوں۔ اور ہاں اجنبی دیوتا۔ تجھے جس شے کی ضرورت ہو طلب کر لینا۔"

"شکریہ کاہلوس۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں روحا کے ساتھ باہر نکل آیا۔ روحا کمزور انسان کی مانند حرکت کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار تھے۔ بہرحال جس جگہ مجھے لایا گیا تھا وہ بہت آرام دہ جگہ تھی۔ اسے قید خانہ نہیں کہا جا سکتا تھا کیونکہ یہاں آسائشوں کے سارے سامان موجود تھے۔

میں نے یہاں قیام پسند کیا۔ دوسرے لوگوں کو میں نے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ رات کافی گزر گئی تھی لیکن پھر بھی میں آرام کرنے لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ وہ نیند جو عارضی ہوتی ہے اور جو صرف اعضا کو سکون دینے کا ایک ذریعہ ہے۔

دوسرے دن جب میری آنکھ کھلی تو خدام میری خدمت کیلئے حاضر تھے۔ مجھے غسل کی پیش کش کی گئی لیکن غسل آتش کے بعد کسی اور غسل کی خواہش نہیں رہی تھی۔ پھر مجھے ناشتا پیش کیا گیا۔ وہ لوگ میری خاطر مدارت میں بچھے جا رہے تھے۔ سورج جب سر پر پہنچ گیا تو ایک خادم میرے پاس آیا اور جھک کر بولا۔

''روحا آپ سے ملاقات کا متمنی ہے۔''

''بھیج دو۔'' میں نے کہا اور چند ساعت کے بعد روحا میرے قریب آ گیا۔ اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر مجھے تعظیم دی اور پھر گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے روحا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اپنی گستاخیوں پر شرمندگی کا اظہار کرنے آیا ہوں عظیم دیوتا۔''

''وہ تیرا فرض تھا روحا۔ مجھے شکایت نہیں ہے۔''

''دیوتا کا سینہ بے حد کشادہ ہے لیکن روحا اب تیرے سوا کسی کا غلام نہیں ہے۔ اس کا دل صرف تیری غلامی قبول کر سکتا ہے اور کسی کی نہیں۔ روحا آج تک صرف اپنے عقیدے کا غلام رہا ہے۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ہیگوں پر بھروسہ کیا ہے لیکن اب صورت حال دوسری ہے۔ ہیگوں کی شخصیت میری نگاہ میں مشکوک ہو گئی ہے۔ مجھے اب ان پر بھروسہ نہیں ہے۔''

''کل کے واقعات۔ وہ جو تیرے سامنے، تیری موجودگی میں پیش آئے تھے۔ اور وہ جو تیرے چلے آنے کے بعد۔''

''اوہ۔ میرے چلے آنے کے بعد کیا ہوا تھا۔'' میں نے دلچسپی سے پوچھا

''جو کچھ تیرے سامنے تھا میرے لئے وہی بہت کچھ تھا۔ میں نے تیری طاقت، تیری قوت کا لوہا مان لیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ میں ایک عظیم طاقت کے مقابل آ گیا ہوں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن اس وقت میری آنکھیں کھلیں جب میں نے تجھے آگ میں دیکھا۔ کیا اس کے بعد میری اداسی دور نہ ہو گئی ہوگی۔ میں نے خوش ہو کر سوچا کہ مجھے کسی انسان نے نہیں ایک دیوتا نے شکست دی ہے۔ سو میرا دل تیری عقیدت سے بھر گیا اور میں نے سوچا کہ مقدس کالوس کا علم جھوٹا کیوں نکلا۔ کالوس نے ایک جھوٹا اعلان کیوں کیا۔ اور کالوس کے چہرے پر جو اضطراب تھا اس نے میرے دل میں تجسس پیدا کر دیا۔ تب سب لوگوں کو واپسی کی ہدایت ملی اور میں بظاہر چل دیا لیکن میرے دل میں پیدا ہو جانے والے تجسس نے میرے قدم روک لئے اور میں پوشیدہ راستوں سے واپس اسی جگہ پہنچ گیا جہاں مقدس کالوس ابھی تک موجود تھا لیکن اب صرف چند خاص ہیگوں کے علاوہ اس کے پاس کوئی نہیں تھا۔ گویا وہ لوگ جا چکے تھے جو اجنبی تھے۔ صرف وہ تھے جو دیوتاؤں کے دل سمجھے جاتے تھے اور یہی کالوس کی مشاورتی کونسل تھی۔

''ناقابل فہم بات ہے۔ ناقابل یقین بات ہے۔ کیسے تسلیم کی جائے کیونکر تسلیم کی جائے۔'' کالوس کہہ رہا تھا۔

''یقیناً کالوس اعظم۔ لیکن اس اجنبی کا وجود ہے اور ہمارے درمیان ہے۔ ہم اسے ٹال نہیں سکتے۔ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ ہم اس سے نجات حاصل کر سکیں۔''

''اگر اس نے سان بارے کے لوگوں کو مسخر کر لیا تو سان بارے انقلاب سے دوچار بھی ہو سکتا ہے۔ ہیگوں کی حکومت ختم بھی ہو سکتی ہے۔'' ایک ہیگے نے کہا۔

''ناممکن۔'' کالوس نے غرا کر کہا۔ ''میرا جادو بہرحال اسے ختم کر دے گا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ خود کیا ہے۔ کیا تم اسے آسمان سے اترا ہوا کوئی دیوتا تسلیم کرنے کو تیار ہو۔''

''اس سے قبل کوئی دیوتا آسمان سے نہیں اترا مقدس کالوس۔ ہم اسے دیوتا کیسے مان لیں۔''

''تو پھر سوچ لو۔ ایک اجنبی شخص ایک بڑے خطرے کی حیثیت سے ہمارے درمیان آ گیا ہے جسے فنا کرنے کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن جسے ختم کرنا ضروری ہے۔''

''ہم اسے کیسے ختم کریں گے۔؟''

''کالوس کے پاس ابھی بہت سی ترکیبیں ہیں۔ مجھے تم سے صرف اس قدر مشورہ درکار ہے کہ کیا اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔؟''

''یقیناً...... اس کا وجود ہمارے لئے سخت خطرہ ہے۔ اگر وہ انوکھی شکلیں لیے ہوئے ہمارے لوگوں کے درمیان آ گیا تو لوگ اسے ضرور دیوتا تسلیم کر لیں گے اور پھر کسی دیوتا کے آگے ہماری کوئی حیثیت نہ ہوگی۔''

''تو پھر سنو۔ اس غیر معمولی انسان پر یکے بعد دیگرے میں اپنے جادو آزماؤں گا۔ ممکن ہے ہم اس وقت سے قبل اس سے نجات حاصل کر لیں جب تک شموتا سے اس کا سامنا ہو اور اگر اس میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر...... وہ روز تو اس کا آخری روز ہوگا جس دن وہ شموتا کا دیدار کرے گا۔''

''کس طرح مقدس کالوس۔؟'' ایک ہیکلے نے پوچھا۔

''یہ کالوس کے راز ہیں جنہیں کالوس تک ہی محدود رہنے دو۔'' کالوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک ہیکلے کو مخاطب کیا۔

''ہوما۔''

''کالوس اعظم۔'' ہیکلے نے جواب دیا۔

''قتیلہ کو بلاؤ۔ ہماری اس منظور نظر کو بلاؤ جسے ہم نے ہواؤں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے لیکن دشمن کے مقابلے ہم اپنے سارے مہرے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اور قتیلہ ایک شاندار مہرہ ہے۔''

''جو حکم کالوس اعظم۔'' ہوما نے جواب دیا اور پھر وہ دیوار کے ایک سوراخ کی طرف بڑھ گیا۔ یوکا کا معبد ہیکلوں کا پراسرار محل ہے۔ اس کے اسرار سے کوئی شخص مکمل طور پر واقف نہیں ہے۔ سوائے ہیکلوں کے...... میں چونکہ ہمیشہ کالوس کے بڑے وفاداروں میں رہا ہوں اس لئے وہاں کی چند باتوں سے واقف رہا ہوں لیکن کسی قتیلہ کے وجود کا مجھے بھی علم نہیں تھا۔

''سو اب تم لوگ جاؤ۔ قتیلہ عام انسانوں کے سامنے نہیں آتی۔'' کالوس نے باقی ہیکلوں سے کہا اور سب کے سب سر جھکا کر اٹھ گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ مقدس کالوس اعظم کا جادو کہاں سو گیا۔ اس نے ابھی تک میرے بارے میں نشاندہی کیوں نہیں کی۔ کیا کالوس اعظم کی جادوئی قوتیں فنا ہو چکی ہیں یا سرے سے ان کا وجود ہی نہیں تھا۔

سو میں یہی سوچ رہا تھا کہ ہوما، جو کالوس کا معتقد خاص، بلکہ بعض روایات میں خود اسی کی اولاد میں سے ہے، رنگین کپڑے میں لپٹی ہوئی

ایک قافلہ کو لے آیا۔ میں سالہا سال بارے کار بننے والا ہوں۔ میں نے یہی زندگی گزاری ہے۔ میں اس بستی کے ایک ایک مرد، ایک ایک عورت کو جانتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ لڑکی کس کی اولاد ہے۔ اس کا حسن سحر شکن ہے، اس کی آنکھوں میں بجلیاں کڑکتی ہیں۔ اس کے انگ انگ سے جوانی ابل رہی ہے اور اس کی مسکراہٹ دلوں میں طوفان لاتی ہے۔

میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ ایک انوکھی ادا سے کاہلوس کے سامنے جھکی تھی۔ تب کاہلوس اعظم نے ہوماسے بھی چلے جانے کے لئے کہا لیکن اس کا جادو میری نشاندہی نہ کر سکا۔ میں ہنوز اس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ تو مقدس کاہلوس اعظم نے جسے ہم تارک الدنیا سمجھتے ہیں، جس کے بارے میں ہم سوچتے ہیں کہ وہ دنیاوی ضرورتیں ترک کر کے ہی علم وفن کی بلندیوں پر پہنچے ہیں، وہ پاک ہیں ہم گندوں کی بہ نسبت، لیکن بوالہوس بیکے نے اس حسینہ کو اپنی آغوش میں لے لیا۔

حسینہ بھی اس بوڑھی محبت کا جواب اپنی جوان امنگوں سے دے رہی تھی۔ کافی دیر انہی لغویات میں گزری۔ پھر کاہلوس اعظم مطلب پر آ گیا۔ اس نے قتیلہ کو اپنی آغوش میں بٹھا کر کہا۔

''میں نے تمہیں ایک خاص مقصد سے تکلیف دی ہے قتیلہ۔''

''قتیلہ کاہلوس اعظم کے اشارے پر سر کٹانے کو تیار ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''میں جانتا چاہتا ہوں اور تمہاری وفاشعاری کا دل سے معترف ہوں۔''

''تب مجھے بتاؤ۔ کیا بات ہے۔؟''

''پہاڑوں کے ناقابل عبور راستے سے آنے والے اجنبی کے بارے میں تم نے کچھ سنا ہے۔؟''

''ہاں۔ اڑتی اڑتی خبریں کانوں میں پہنچی ہیں۔ وہ خود کو دیوتا کہتا ہے۔''

''ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔''

''تو کیا وہ دیوتا ہے۔؟''

''نہیں...... ہرگز نہیں...... دیوتاؤں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ صرف انسان کا وہم ہوتے ہیں لیکن یہ وہم بستی والوں کے لئے ضروری ہے۔ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے دیوتاؤں کا سہارا لازمی ہے ورنہ ہم لوگوں کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔''

''تو کیا کوئی دیوتا نہیں ہوتا۔؟'' قتیلہ نے پوچھا۔

''ہوتا ہوگا تو اس کی دنیا آسمانوں تک محدود ہوگی۔ زمین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ اس نے کبھی زمین پر قدم رکھا، نہ ہی اہل زمین نے اسے دیکھا۔ یہ سب اختراع ہے۔''

''تو پھر وہ شخص خود کو دیوتا کیوں کہتا ہے۔؟''

''جھوٹ بولتا ہے۔ جس طرح ہم دیوتاؤں کے بارے میں بولتے رہتے ہیں۔''

''اور۔۔مگر وہ کیا چاہتا ہے۔۔؟''

''صحیح بات ابھی تک نہیں معلوم ہو سکی لیکن بظاہر وہ ایک شخص ہالو کی رہائی کے بارے میں کہتا ہے لیکن میرا خیال ہے وہ اس کے علاوہ بھی کچھ چاہتا ہوگا۔''

''ممکن ہے۔''

''یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی چالاکیوں سے کام لے کر ہیکاؤں کی حکومت ختم کرنے کی کوشش کرے۔۔ان نے عام لوگوں کے سامنے میری خوب توہین کی ہے۔میرے جادو کو للکارا ہے اس لئے میں اس کے بارے میں بہت فکر مند ہوں۔''

''پھر مجھے بتا۔میرے سپرد کیا خدمت ہے۔؟''قتبلہ نے پوچھا۔

''میں نے تجھے ہواؤں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے قتبلہ۔۔میں نے تجھے ہر میلی نگاہ سے بچا کر رکھا ہے لیکن انسان کی ہر قیمتی شے اسی وقت کے لئے ہوتی ہے جب اسے اس کی ضرورت ہو۔مجھے بتا۔اگر آسمان سے دیوتا بھی اتر آئیں تو کیا وہ تیرے حسن جہاں سوز کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ہرگز نہیں۔دیوتاؤں کی قسم ہرگز نہیں۔جھوٹا دیوتا بے حد طاقتور ہے۔وہ نڈر اور انوکھی شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی شکست ہے تو.....صرف تو ہے۔''

''مجھے حکم دے کاہلوس۔میں کیا کروں۔؟''

''کل تجھے اس کی خلوت میں جانا ہوگا۔۔اسے مسخر کرنا ہوگا۔تیرے حسن کے جال میں جکڑ کر وہ بے دست و پا ہو جائے گا۔۔اور پھر تو اسے زمرد کا زہر دے گی۔۔اس کا صرف ایک ریزہ ایک ہزار انسانوں کو موت کی نیند سلا دے گا اور اس کی قوت بہر حال اس سے زیادہ نہیں ہوگی۔''

''مقدس کاہلوس۔اپنے پسندیدہ انسان کے لئے میں کام بخوبی انجام دوں گی۔''

''اور تیرے اختیار ہمیشہ شمونا سے زیادہ رہیں گے۔۔یہ میرا وعدہ ہے۔تیرے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی مستقبل کی شمونا ہوگی۔یہ بھی میرا وعدہ ہے۔''

''اور مجھے تیرے وعدوں پر اعتبار ہے۔''قتبلہ نے جواب دیا۔۔

تو یہ گفتگو مقدس کاہلوس اعظم اور قتبلہ کے درمیان ہوئی دیوتا جسے میں نے سنا اور اس کے بعد میرے ذہن کی کیفیت بدل گئی۔میں نے بہت سوچا۔ہاں۔یہ خیال ٹھیک ہے۔حکومت شمونا کی ہے،ملکہ وہ ہے لیکن شمونا ہیکوں کے ہاتھوں میں پل کر جوان ہوتی ہے اور پھر وہ ہیکوں کے اشاروں پر چلتی ہے تو اصل حکومت ان ہیکوں کی ہوتی ہے اور جب کاہلوس اعظم جھوٹا ہے تو اس کے حواری بھی ایسے ہی ہوں گے۔۔

میں خاموشی سے روحا کی گفتگو سن رہا تھا۔۔جب وہ خاموش ہو گیا تو میں نے اس سے کہا۔۔

''سن روحا۔۔میں نے کبھی اپنی زبان سے خود کو دیوتا نہیں کہا کیونکہ میں دیوتا نہیں ہوں۔ہاں میری جسمانی قوتیں عام انسانوں سے ہٹ کر ہیں۔تمہارے سرحدی محافظ سیکا نے مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کی اور نہ کر سکا۔تو مجھے دیوتا کہنے لگا۔۔یقیناً یہ بات صرف اس کی کہی ہوئی ہے۔۔میں

نے کبھی اس کی تصدیق نہیں کی۔ تو تم بھی میرے، دوست روحا۔ تم بھی مجھے دیوتا مت کہو میں دیوتا نہیں ہوں لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ میں اس شخص بافو کی تلاش میں یہاں آیا ہوں اور اگر تم لوگ قہر کے دیوتا نیون کی نشاندہی کر سکو تو میں اسے بھی قتل کر کے تمہیں اس سے نجات دلا سکتا ہوں۔''

وہ حیرت سے میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے شدید حیرت سے کہا۔''تو..... تو بھی انسان ہے۔''

''ہاں۔ تمہاری مانند۔''

''لیکن تیرے اندر یہ حیرت انگیز قوتیں کہاں سے آئیں۔؟''

''ان کے بارے میں جو کچھ بتاؤں گا تیری سمجھ میں نہیں آسکے گا روحا۔ اس لئے اس گفتگو کو ختم کر دے۔ اور ہاں یہ بتا کہ کیا تو میری دوستی قبول کرے گا۔''

''میں تیری غلامی قبول کر چکا ہوں کیونکہ تو نے مجھے شکست دی ہے۔''

''میں خود کو تیرا دوست ہی سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر تو چاہے تو میں ان ہیگوں کا بھرم توڑ دوں۔؟''

''سخت مشکل کام ہوگا۔ تو ان چکروں میں نہ پڑ۔ میری خواہش ہے کہ اپنی زندگی بچا۔ اور خاموشی سے یہاں سے چلا جا۔ ایک نہ ایک دن ہیگوں کا طلسم ٹوٹ جائیگا۔''

''تب پھر مجھے ایک بات بتا روحا۔؟''

''ضرور، پوچھ۔''

''بافو کہاں قید ہے۔؟''

''وہ میری تحویل میں نہیں ہے ورنہ اسے ابھی لا کر تیرے سامنے پیش کر دیتا تاہم میں اس کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔''

''اس کا پتہ چلا۔ اور اگر ہو سکے تو اسے قید سے نکال کر کسی جگہ پوشیدہ کر دے۔''

''میں ایسا ہی کروں گا۔ تو اطمینان رکھ۔''

''نیون کے ٹھکانے کے بارے میں تجھے معلوم ہے۔؟''

''نہیں میرے دوست۔ بالکل نہیں۔ قہر کا دیوتا جنگلوں کا باسی ہے۔ اس کے صحیح ٹھکانے کے بارے میں تو کوئی بھی نہیں جانتا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں معلوم کرنا۔''

''مجھے اجازت دے۔ میں تیرا کام کرنے کے بعد تجھے اطلاع دوں گا۔'' روحا نے کہا اور پھر میری اجازت سے باہر نکل گیا۔ تب مجھے سوچنے کا موقع ملا اور میں نے قتیلہ کے بارے میں سوچا۔

قتیلہ..... میری زبان نے چٹخارہ لیا۔ ابانیہ کی موت کو کئی دن گزر گئے تھے۔ اور اس کے بعد سے میں عورت سے دور تھا۔ زہر دینے کے لئے وہی آنے۔ کسی سازش کے تحت ہی آئے۔ عورت تو ہوگی اور پھر روحا نے جس انداز میں اس کے حسن کی تعریف کی تھی اس کے تحت اندازہ ہوتا تھا

کہ بہت خوب ہوگی چنانچہ میں اس کا انتظار کرنے لگا۔

اور دن گزر گیا۔ شام ہوئی اور چربی کی مشعلیں روشن ہو گئیں۔ میں بہت بے چین تھا اور پھر میں نے اپنے مکان کے سامنے چند افراد کو دیکھا۔ وہ میری طرف ہی آ رہے تھے اور ان کے درمیان کوئی تھا۔ موتیوں کے لباس میں ملبوس، رنگین کپڑوں میں لپٹا ہوا، تب ایک آدمی میرے سامنے آ کر جھکا۔

''مقدس کالوس نے دوستی کا پیغام بھیجا ہے۔ اس کی جانب سے یہ تحفہ قبول کرو۔'' اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر میرے سامنے کر دیا۔ اس کا چہرہ موتیوں کی جھالر میں پوشیدہ تھا۔ ایک جھلک بھی نظر نہیں آتی تھی۔

''میری جانب سے کالوس کا شکریہ ادا کر دینا۔'' میں نے کہا اور اندر مڑ گیا۔ لڑکی میرے پیچھے آ رہی تھی۔ لیکن چہرہ ڈھکا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس لئے ایک دفعہ اس نے ٹھوکر کھائی اور میں نے اسے بازو پر سنبھال لیا۔

''کیا میں تیرا چہرہ کھول دوں۔؟''

''ابھی نہیں۔ ابھی نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ بڑی دلکش آواز تھی۔ تب میں نے اسے اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا اور اس کے پھول جیسے وزن کو سنبھالے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے اسے آرام دہ بستر پر ڈال دیا اور وہ سمٹ کر بیٹھ گئی۔

''کالوس اعظم کی دوستی کے ثبوت کو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔؟''

''مشعلوں کی روشنیاں تیز کر دو۔ تاکہ میں تمہیں نظر آ سکوں۔'' اس نے کہا۔ وہ اپنے حسن سے واقف تھی اور پہلا ہی وار بھرپور کرنا چاہتی تھی۔ بدقسمت لڑکی۔ غلط جگہ آ گئی تھی۔ غلط خیالات لیکر آئی تھی لیکن بہرطور مجھے منظور تھی۔

چنانچہ میں نے روشنیاں تیز کر دیں اور میرا کمرہ جگمگانے لگا۔

تب میں اس کے قریب پہنچا اور میں نے موتیوں کی جھالریں اس کے چہرے سے علیحدہ کر دیں۔ اور پروفیسر...... اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ دنیا کا لاجواب حسن تھا۔ بڑی بڑی حسینائیں میری نگاہوں سے گزر چکی تھیں لیکن وہ سینکڑوں پر بھاری تھی۔ انتہائی حسین اور جاذب نگاہ نقوش تھے دل میں کھب جانے والے۔ اگر روحا مجھے حقیقت حال سے آگاہ نہ کر دیتا تو اس لڑکی کو میری جانب سے شدید محبت ملتی اور شاید میں اسے طویل عرصے کے لئے پسند کر لیتا۔

لیکن ...... دوسری طرف بھی کچھ ہوا تھا پروفیسر...... اس نے مجھے دیکھا۔ پہلے اس کی آنکھوں میں حیرت اور پھر پسندیدگی نظر آئی اور پھر عجیب سے تاثرات اس کی آنکھوں میں ابھرے۔

وہ میری طرف دیکھتی رہی اور اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے رہے۔ پھر اس کی آواز ابھری۔ ''تو ...... کون ہے۔؟''

''کیا تجھے...... کالوس نے میرے بارے میں نہیں بتایا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''بتایا تھا۔ لیکن...... آہ۔ تو تو انوکھا ہے۔ کیسا نرالا ہے تو۔ تیرا جیسا کوئی نہیں ہے۔ تیرا بدن سونے کی مانند چمکتا ہے۔ اور تیرے بال، ان

سے تو آگ کے شرارے نکل رہے ہیں، اور تیری آنکھیں، تیری آنکھیں جھرنے کی ندی کی مانند چلتی ہیں، جس میں آسمان کا عکس نظر آتا ہے اور تیرا بدن، پتھر کے تراشے کی طرح ہے.....تو.....تو انوکھا ہے۔''

''کیا میں تیری پسند ہوں۔؟''

''تو نے تو ایک نگاہ میں میری شخصیت ہی بدل دی ہے۔تو نے کیا کر دیا ہے اجنبی۔'' وہ پریشانی سے بولی۔

''میں نہیں جانتا۔''

''آہ۔کیا تو سچ مچ آسمانوں سے اترا ہے۔اگر۔اگر ایسا ہے تو۔تو۔''

''کیا اب کالوس کے کہنے پر عمل نہ کرے گی۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیسا عمل۔؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''میں تجھ سے کچھ نہ پوچھوں گا۔کچھ نہ کہوں گا تجھ سے لیکن میں سب جانتا ہوں۔کیا تو مجھے شراب پلائے گی۔؟''

''آہ۔آسمانوں کے باسی۔تو سب کچھ جانتا ہے۔کالوس احمق ہے کہ اس نے تیرے بارے میں نہیں جانا۔اس بے وقوف نے یہ بھی نہ سوچا کہ تو عورت کے لئے کیا حیثیت رکھتا ہے۔اس نے میرا انتخاب کر کے سخت غلطی کی۔''

''گو اس نے تجھے برے ارادے سے میرے پاس بھیجا ہے تھیلہ۔لیکن اس کے باوجود، تجھے دیکھ کر میں اس کا شکر گزار ہوں۔''

''آہ۔تو میرا نام بھی جانتا ہے۔مگر.....میں تجھے نہیں جانتی۔افسوس۔میں تیرے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔''

''میں سنہرے دیس کا باسی ہوں لیکن سن۔تو شراب کو زہر آلود کر کے مجھے دے دے۔میرا اس سے کچھ نہ بگڑے گا۔اس طرح تو کالوس کے عتاب کا شکار بھی نہ ہوگی۔''

''تیرے نزدیک آنے کے بعد.....زندگی کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔تیرا قرب حاصل کرنے کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فنا ہو جاتی ہے۔میں وہ زہر خود کھا لوں گی میرے محبوب۔میں تیرے اوپر اپنا بدن کا رواں رواں قربان کر دوں گی۔''

یوں پروفیسر.....کالوس اعظم بدترین شکست سے دوچار ہوا اور اس کی پسندیدہ عورت میری دیوانی بن گئی اور کیا خوب عورت تھی۔واہ، واہ۔جنگل کا حسن.....پتھروں کی مانند.....اور وہ رات.....طویل عرصے کے بعد ایک خصوصی رات میری زندگی میں آئی اور اس رات کے خاتمے پر تو تھیلہ سچ مچ خودکشی پر آمادہ ہوگئی۔

''اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو نہیں ہے اجنبی۔میں جانتی ہوں کالوس تیرا دشمن ہے۔اور اب وہ میرا بھی دشمن ہوگا اور کالوس جیسا شاطر جس کا دشمن ہو اس کی زندگی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔وہ مجھے تجھ سے ضرور جدا کر دے گا اور تیری جدائی موت سے بدتر ہے۔اس کے لئے مجھے زہر ہلاہل کھا کر مر جانے دے اجنبی۔اب زندگی میری نگاہوں میں ہیچ ہے۔''

''تو میرے پاس رہ تھیلہ۔اپنی زندگی کی حفاظت مجھے سونپ دے۔بس تو یہاں سے نہ جا۔باقی کام میں خود کر لوں گا۔''

''میں تیرا حکم نہیں ٹالوں گی اجنبی۔ٹھیک ہے۔جس شکل میں بھی آئے موت ہی آئے گی۔تیری قربت کے جو لمحات بھی میسر ہو جائیں غنیمت ہیں۔''اس نے محبت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔یوں میری تنہائی دور ہوگئی اور اب میں سکون سے پورے چاند کی رات کا انتظار کرسکتا تھا۔رہ گیا کاہلوس ...... تو میں اس سے نپٹنے کے لئے بھی تیار تھا۔

سو وہی ہوا۔دن کے ایک حصے میں کاہلوس کے ہرکارے، ایک ہیگے کے ساتھ اس مکان میں آئے اور انہوں نے قتیلہ کو آواز دی۔یہ وہی ہیگا تھا جو قتیلہ سے واقف تھا۔

لیکن اس کے جواب میں، میں باہر نکل آیا اور ہیگے نے معنی خیز انداز میں مجھے دیکھا۔شاید اسے اطلاع دی گئی تھی کہ یہاں سے میری لاش دستیاب ہوگی۔

''کیا تمہیں مقدس کاہلوس نے بھیجا ہے۔؟''میں نے اس سے پوچھا۔

''ہاں۔''اس نے جواب دیا۔

''کیا میرے لئے اس کا کوئی پیغام ہے۔؟''

''نہیں۔اس نے اس عورت کو طلب کیا ہے جو تمہارے پاس موجود ہے۔''

''آؤ۔اندر آؤ۔میں اسے تمہارے حوالے کر دوں۔''میں نے کہا اور اسے لئے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔قتیلہ خوف سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔میں نے ہوما کو احترام سے اٹھایا اور پھر اس سے بولا۔''بلاشک۔مقدس کاہلوس نے مجھے اپنی دوستی سے نوازا ہے۔اس نے اس حسین لڑکی کو میرے پاس بھیج کر میری ہمدردیاں حاصل کر لی ہیں۔سو میں تمہاری عزت اور تم سے محبت کرتا ہوں۔آؤ۔میرے ساتھ شراب کا ایک جام پیئو۔اس کے بعد لڑکی کو لے جانا۔''

ہوما مسکرانے لگا۔تب میں دوسرے کمرے میں گیا جہاں قتیلہ موجود تھی۔''لاؤ۔وہ زہر مجھے دے دو۔جو تمہیں کاہلوس سے ملا ہے۔''میں نے اس سے کہا۔

''کون آیا ہے۔کیا کہہ رہا ہے۔؟''قتیلہ نے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

''کاہلوس اعظم کا خاص دوست۔ہوما۔''

''اوہ۔کیا کہہ رہا ہے۔؟''

''تمہیں لے جانے آیا ہے۔''

''پھر ...... اب کیا ہوگا۔؟''

''کچھ نہیں قتیلہ۔یہ تمہارے سوچنے کی بات نہیں ہے۔''

''مگر تم زہر کیوں طلب کر رہے ہو۔؟''

''سوالات نہ کرو۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتادوں گا۔'' میں نے کسی قدر جھنجلائے ہوئے انداز میں کہا اور قتیلہ نے پتھر کی وہ انگوٹھی میرے حوالے کر دی جس میں زہر موجود تھا۔

''تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ کسی قسم کا تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے کہا اور پھر میں واپس ہیکے کے پاس آ گیا۔

''وہ روانگی کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ جب تک ہم کاہلوس کی دوستی کا جام پئیں۔'' میں نے شراب کے برتن سے شراب الٹی اور ہوما کے جام میں چالاکی سے زہر ملا دیا۔ تب میں نے اس کا جام اس کے حوالے کر دیا۔

ہوما نے مسکراتے ہوئے جام ہونٹوں سے لگا لیا لیکن زہر تھا کہ قیامت۔ شاید اس نے دو ہی گھونٹ لئے ہوں کہ اسے زور کی کھانسی اٹھی اور خون کے ٹکڑے اس کے منہ سے ابل پڑے۔ اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ اس کے بعد اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن زمین پر گر کر اپنے ہی خون میں لوٹنے لگا اور چند ساعت کے اس تماشے کے بعد اس نے دم توڑ دیا۔

میں پرسکون نگاہوں سے اس کی موت کا منظر دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو آواز دی اور ان میں سے دو آدمی اندر آ گئے۔ انہوں نے اندر کا منظر دیکھا اور خوف سے اچھل پڑے۔

''اسے اٹھا کر کاہلوس کے پاس لے جاؤ۔ میری طرف سے کہہ دینا کہ میں نے دوستی کا تحفہ قبول کر لیا اور تحفے واپس نہیں ہوتے۔ ہاں جوابی تحفہ ارسال ہے۔ اسے قبول کر کے مجھے عزت بخشے۔''

آنے والے پاگلوں کی مانند ہیکے کی لاش دیکھ رہے تھے۔ کسی ہیکے کی موت ان کے لئے بہت بڑی بات ہوتی تھی۔ پوری بستی سوگ مناتی تھی اور عجیب عجیب رسومات ہوتی تھیں لیکن اس وقت کاہلوس کا معتمد خاص یوں خاموشی سے اور بری حالت میں مر گیا تھا۔ وہ لوگ اس کی لاش اٹھاتے ہوئے ڈر رہے تھے۔

''اگر تم نے اس کی لاش نہ اٹھائی تو چند ساعت کے بعد میں باہر کھڑے ہوئے لوگوں کو بلاؤں گا اور اس وقت انہیں اس ہیکے کے ساتھ تم دونوں کی لاشیں بھی اٹھانی پڑیں گی۔''

اور پروفیسر...... یہ دونوں بھی میرے بارے میں یا تو سن چکے تھے یا دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے خوفزدہ انداز میں ہوما کی لاش اٹھائی اور باہر نکل گئے۔ تب میں مسکراتا ہوا واپس قتیلہ کے پاس پہنچ گیا۔ قتیلہ اب بھی خوفزدہ بیٹھی تھی۔

''کیا ہوا۔ کیا وہ لوگ واپس چلے گئے۔؟''

''ہاں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''میرے بارے میں تم نے کیا کہا۔؟''

''یہی کہ دوستی کے تحفے واپس نہیں ہوتے۔ ہاں ایک جوابی تحفہ میں نے اسے بھیج دیا۔''

''اوہ۔ وہ کیا۔؟''

''ہوما کی لاش۔''

''کیا۔؟'' وہ اچھل پڑی۔

''ہاں۔تمہارا لایا ہوا زہر شراب میں حل کر کے میں نے ہوما کو دے دیا اور اس کے ساتھ آنے والے اس کی لاش اٹھا کر لے گئے۔''

''بہت برا ہوا ہے۔بہت برا ہوا۔کسی ہیگیے کی موت، بہت بڑا طوفان لا سکتی ہے۔''

''میں نے ساری زندگی طوفانوں سے جنگ کی ہے۔تم خوف کا اظہار کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ۔'' اور قتیلہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔تب میں نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

''خوفزدہ لڑکی۔جب تک تو میری آغوش میں ہے محفوظ ہے۔کسی قسم کا تردد نہ کر۔مجھے اپنے بارے میں بتا۔کاہلوس کے بارے میں بتا۔ شہونا کے بارے میں بتا۔''

اور قتیلہ نے گہری سانس لی۔''تیری آغوش میں آنے والی موت بھی دلکش ہوگی۔مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے۔بس میں چاہتی ہوں کہ تو کاہلوس کی خوفناک چالوں سے محفوظ رہے۔''

''مجھے کاہلوس کے بارے میں بتا۔''

''کاہلوس بے حد چالاک انسان ہے۔وہ جڑی بوٹیوں سے خوب واقف ہے۔اس نے ایسی بوٹیاں تلاش کی ہیں جو حیرت انگیز خاصیتیں رکھتی ہیں۔یہی اس کا جادو ہے لیکن اس کے اندر ایک بڑی کمزوری ہے۔عورت کے جسم سے ہم آغوش ہو کر وہ اپنی شخصیت بھول جاتا ہے اور کوئی بھی عورت جو اسے پسند آ جائے اس کا کچا چٹھا معلوم کر سکتی ہے۔میں نے اس سے کچھ نہیں پوچھا تھا لیکن اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔''

''اور۔مثلاً کیا کیا۔؟''

''اپنے بہت سے جادو اس نے میرے سامنے کھول دیئے۔جن پہاڑوں میں وہ رہتا ہے وہ تہہ در تہہ ہیں۔اس بڑی جگہ کے نیچے جہاں وہ دربار کرتا ہے ایک اور غار ہے جو نیچے سے بہت کشادہ اور پیچیدہ ہے۔اس کے بے شمار راستے ہیں جو نہ جانے کہاں کہاں نکلتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والے تھوڑی دیر قبل اسے دربار میں دیکھتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے دور کہیں اور۔''

''خوب۔'' میں نے ان مفید معلومات سے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''اس نے جڑی بوٹیوں سے انوکھے زہر حاصل کئے ہیں جو ہواؤں میں شامل ہو کر انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔اس کے علاوہ اس نے جڑی بوٹیوں سے ہی طویل عمری کا راز دریافت کیا ہے۔چنانچہ وہ جس کو چاہتا ہے قیمتی زندگی بخش دیتا ہے اور جسے ہلاک کرنا چاہتا ہے وہ صرف ہوا میں سانس لے کر ہلاک ہو جاتا ہے۔''

''بہت خوب۔وہ آگ میں نظر آتا ہے اس کا کیا راز ہے۔؟''

''پتھر کے ایک جار میں ایک بدبودار سیال ہے جو کسی درخت کا دودھ ہے۔ان کے چند قطرے پانی میں ڈال کر اسے غسل کرنے کے بعد

اگر وہ آگ کے سمندر میں کود جائے تب بھی اس پر بے اثر ہوگی۔''

''اور۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''تو یہ ہے کاہلوس کا جادو۔''

''ہاں۔ اس نے بے شمار جال پھیلا رکھے ہیں اور خود کو بے حد مضبوط بنالیا ہے۔''

''اب تم شیمونا کے بارے میں بتاؤ۔''

''شیمونا صرف ایک فریب ہے۔ اس کا انتخاب ہیکوں کا کام ہوتا ہے۔ کسی بھی خوبصورت لڑکی کو شیمونا منتخب کرلیا جاتا ہے۔ ہیکے اسے یوکا کے معبد میں پرورش کرتے ہیں۔ وہ ان کے درمیان رہتی ہے اور جوان ہوکر دوسری شیمونا کی جگہ لے لیتی ہے۔ موجودہ شیمونا ایک حسین اور نوجوان لڑکی ہے جسے کاہلوس کہیں اور سے لایا تھا۔ شیمونا کے منہ میں ہیکوں کی زبان ہوتی ہے۔ وہ وہی کہتی ہے جو کاہلوس کا ایما ہوتا ہے چنانچہ موجودہ شیمونا بھی کاہلوس کی غلام ہے۔''

''اب صرف تمہاری بات رہ گئی۔؟''

''میں بہت چھوٹی تھی۔ میری عمر صرف گیارہ سال تھی جب کاہلوس کے آدمی مجھے سولابستی سے اٹھالائے تھے۔ میرے والدین تھے، بہن بھائی تھے لیکن اب تو سب مجھے بھول گئے ہوں گے۔ چودہ سال کی ہوئی تو کاہلوس نے مجھے دوشیزہ سے عورت بنادیا اور میں اسے اس قدر پسند آئی کہ اس نے مجھے صرف اپنے لئے پوشیدہ کردیا ورنہ عموماً جولڑکیاں لائی جاتی ہیں ایک سال وہ کاہلوس کا دل بہلاتی ہیں اور اس کے بعد دوسرے ہیکوں کے استعمال میں رہتی ہیں۔ عموماً لڑکیاں مرجاتی ہیں۔ جو نہیں مرتیں انہیں قتل کردیا جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد ان کا کوئی مصرف نہیں ہوتا۔''

''تم نے کبھی فرار ہونے کی کوشش نہیں کی۔؟''

''نہیں۔ میں گیارہ سال کی یہاں آئی تھی اور اتنی ہی زندگی یہاں گزار چکی ہوں۔ میرے ذہن کے کسی خانے میں فرار کا خیال نہیں تھا۔ اگر تم میرے سامنے نہ آتے اور کاہلوس مجھے تمہارے سامنے بھیجنے کی بے وقوفی نہ کرتا تو شاید میں آخری دم تک اس کی وفادار رہتی۔''

''لڑکی۔ تم مجھے پسند آگئی ہو۔ سنو۔ کاہلوس جیسے ہزاروں افراد بھی تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو کسی طرح مجھے یہاں سے نکال لے چلو۔''

''ضرور۔ میں ایسا ہی کروں گا لیکن صرف دو کام چاہتا ہوں۔ اول تو اپنے دوست بافو کو رہا کراؤں گا۔ دوئم۔ ایک بار شیمونا کی زیارت ضرور کروں گا۔''

''یہاں گزرنے والا ہر لمحہ میرے لئے خطرناک ہے۔ کاہلوس آسانی سے مجھے قتل کرسکتا ہے لیکن میں تمہارے کسی ارادے میں رخنہ اندازی نہ چاہوں گی۔ ٹھیک ہے جو تم نے سوچا ہے۔''

''تم بے فکر رہو۔ میں دیکھوں گا کاہلوس اب میرے خلاف کیا کرتا ہے۔''

لیکن پروفیسر..... رات ہوگئی۔ ادرکالوس نے میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا کوئی کمزور قدم اسے تباہی کی طرف لے جائے گا۔ وہ میری حقیقت کے بارے میں الجھن میں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ میں کیا ہوں اور اپنے جادو سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اس نے سوچا کہ اس کا جادو اس شخص کے سامنے نہیں چلے گا جس نے حقیقت میں آگ جذب کر لی تھی اور جس نے زہر کا نسخہ خود اس کے آدمی پر آزما ڈالا تھا۔

اگر فوری طور پر غصے میں ڈوب کر وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھا بیٹھتا تو نجانے اس کا جواب کیا ہوتا۔ چنانچہ وہ مصلحت کوش شخص خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی محبوب سے بھی ہاتھ دھو لئے تھے۔ ہاں۔ میں جانتا تھا کہ وہ کوئی اور سازش ضرور کرے گا۔ ایسی خاموش سازش، جو پہلے سے زیادہ سخت اور پہلے سے زیادہ موثر ہو۔ وہ کھل کر سامنے آنے والوں میں سے نہیں تھا۔ ضرور کرے۔ میں تو اس کا شکر گزار تھا کہ اس نے میری تنہائیاں دور کر دی تھیں۔ وہ بھی قتیلہ جیسی زندگی سے بھرپور عورت ہے۔ قتیلہ بھی مجھے پسند کرنے والی سابقہ لڑکیوں کی مانند..... زیادہ سے زیادہ میری قربت کی طلب گار تھی۔

بہرحال میں نے بھی اسے اپنی محبت سے محروم نہیں رکھا اور اس کی ساری خواہشیں پوری کر دیں۔ ہیکے کی خاموش موت..... ادرکالوس کی پراسرار خاموشی سے وہ بھی حیران تھی اور کہتی تھی۔

''یقین کرو سنہرے اجنبی۔ اس سے قبل کسی ہیکے کی موت اتنی خاموشی سے قبول نہیں کر لی گئی۔ اس سے قبل کالوس نے اپنے کسی دشمن کو اتنی زندگی نہیں دی۔ نہ جانے کیوں وہ خاموش ہے..؟''

اور یہ بات میں جانتا تھا کہ کالوس کیوں خاموش ہے۔ اپنی پہلی ناکامی..... اور قتیلہ پر میرے قبضے کے بعد اس نے سوچا ہوگا کہ ممکن ہے قتیلہ نے مجھے اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہو اور میں اس کے حربوں سے واقف ہو کر ان سے بچاؤ کا موثر بندوبست کر چکا ہوں۔ بہرحال وہ سمجھ گیا تھا کہ حریف کمزور نہیں ہے۔

اور میرے اس مکان کے قیام کو پورے چار روز گزر گئے۔ قتیلہ میرے ساتھ تھی۔ کھانے پینے کی چیزیں وافر مقدار میں مل رہی تھیں اور کوئی تکلیف نہیں تھی۔ میں بھی عیش کر رہا تھا۔ ہاں اس دوران روحا کے نہ آنے پر مجھے حیرت تھی۔

کیا بدنصیب روحا کا راز کھل گیا۔ کیا کالوس کو معلوم ہو گیا کہ مجھے حالات سے آگاہ کرنے والا روحا ہے اور اس نے سب سے پہلے روحا کو سزا دے دی۔

لیکن اس رات میرے اس خیال کی تردید ہو گئی۔ روحا مجھ سے ملنے آیا تھا۔ قتیلہ کو دیکھ کر اس نے ہچکچاتے ہوئے میری جانب دیکھا۔

''بے دھڑک ہو کر بات کرو۔ اب یہ میری دوست اور کالوس کی دشمن ہے۔''

''اوہ۔ تو عظیم ہے دیوتا۔ تیرا سحر کالوس کے سحر سے برتر ہے۔ میں نے ہانو کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔''

''کہاں ہے وہ۔؟''

''سارا وہ کے قید خانے میں تھا۔ ملکہ کے حکم کے مطابق اسے دوسری سہ ماہی میں نیوون کی خدمت میں روانہ کیا جانے والا تھا۔''

''اور۔ پھر۔؟''

''میں نے اسے وہاں سے رہا کرالیا ہے۔''

''رہا کرالیا ہے۔'' میں خوشی سے اچھل پڑا۔

''ہاں۔ تیری خدمت میں حاضر ہونے میں اسی وجہ سے تاخیر ہوئی۔''

''اب وہ کہاں ہے۔؟''

''انتہائی محفوظ مقام پر۔ میں نے اسے خاموشی سے فرار کرلیا۔ بظاہر لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے وہ قید خانہ توڑ کر فرار ہوا ہے۔ وہ مختلف سمتوں میں اسے تلاش کریں گے لیکن آزاد جگہوں پر انہیں اس کا نشان بھی نہیں ملے گا۔ تو غور کر دیتا کہ کیا وہ اسے کسی دوسرے قید خانے میں تلاش کریں گے۔؟ میں نے اسے وہاں سے آزاد کر کے اس قید خانے میں ڈال دیا ہے جو میری تحویل میں ہے۔ وہاں اسے ہر سہولت مہیا کردی گئی ہے۔ تو جب چاہے گا اسے تیری خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔''

''خوب۔ خوب۔'' میں روحا کی فراست سے بہت خوش ہوا۔

درحقیقت اس نے نہایت ذہانت سے فیصلہ کیا تھا۔ میں نے اسے مبارک باد دی اور خوشی کا اظہار کیا۔

''مقدس کا ہلوس نے تیرے خلاف اور کیا قدم اٹھایا۔؟''

''وہ خاموش ہے۔''

''صرف ایک سورج درمیان میں باقی ہے اس کے بعد والے دن کی رات کو شہونا کا دربار عام ہوگا کیونکہ وہ پورے چاند کی رات ہوگی اور مجھے یقین ہے دیوتا کہ اس رات کاہلوس تیرے اوپر آخری وار کرے گا۔ میں تجھے آگاہ کرتا ہوں۔''

''تو نے مجھے خوشی کی خبر سنائی ہے روحا۔ میں تیری عزت کرتا ہوں۔ فکر نہ کرو میں اس آخری وار کے لئے تیار ہوں۔ وہ ساری زندگی میرے اوپر وار کرتا رہے اسے اپنی بے بسی پر رونے کے علاوہ اور کچھ نہ مل سکے گا۔''

''میرے لئے جو حکم ہو بتادے۔؟''

''تو اپنا فرض انجام دے چکا ہے۔ اس کے بعد اگر مجھے تیری ضرورت پڑی تو میں تجھے تکلیف دوں گا۔ ہاں جب میں یہاں سے جاؤں گا تو اگر تو پسند کرے تو میرے ساتھ چل سکتا ہے۔''

''اگر تیرا قرب مجھے حاصل رہے تو میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوسکتی ہے۔''

''بس۔ تو میرے ساتھ چلے گا۔ اب تو جاسکتا ہے۔''

اور روحا چلا گیا۔ قتیلہ میری اور اس کی گفتگو غور سے سن رہی تھی۔ روحا کے جانے کے بعد اس نے کہا۔ ''روحا کی خوفناک قوت سے سبھی

واقف ہیں۔ اس کی حیثیت بہت بڑی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ یہ جو کا ہلوس سے اندھی عقیدت رکھتا تھا تمہارا غلام کس طرح بن گیا۔''

''میں اسے اپنا دوست سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''وہی کہی۔''

''تب اس کی مثال تم ہو قتیلہ۔''

''میری بات اور ہے۔'' قتیلہ نے مسکراتے ہوئے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

''اس کی بات بھی اور ہے۔''

اور پھر پورے چاند کی رات آ گئی۔ اس رات کی صبح سے ہی بستی کے لوگوں میں ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ ہر شخص تیاریوں میں مصروف تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس روز میرے مکان کے گرد بے شمار مسلح افراد جمع ہو گئے تھے۔ نہ جانے کیوں۔ شاید انہیں خطرہ تھا کہ میں فرار نہ ہو جاؤں۔ لیکن میں ایسی کوشش کیوں کرتا۔ میں تو خود انتظار کر رہا تھا کہ شموٹا کے درشن کر لوں۔ ہاں اگر میں فرار ہونا چاہتا تو یہ لوگ مجھے کیا روک سکتے تھے۔؟

سورج چھپے..... انسانوں کا ایک گروہ میرے پاس آیا اور ان میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا۔

''مقدس کا ہلوس اعظم نے کہا ہے۔ کیا تم شموٹا کی زیارت کرو گے۔''

''اگر میں اس سے انکار کر دوں تو۔؟''

''ہم اسے تمہارا انکار پہنچا دیں گے۔'' اس نے کہا۔

''نہیں۔ میں تمہاری ملکہ کی زیارت ضرور کروں گا۔''

''تب کا ہلوس اعظم نے کہا ہے کہ تمہیں بڑوں کی جگہ دی جائے۔ کیا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔؟''

''بڑوں کی جگہ سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟''

''شموٹا کے دربار میں لوگوں کو حفظ مراتب مقامات دیئے جاتے ہیں۔ یوکا کی سب سے بلندی پر شموٹا کا تخت ہے۔ اس کے نزدیک، اس سے کچھ نیچے مقدس کا ہلوس کی نشست گاہ ہے۔ اس کے بعد مقدس بیگوں کا مسکن ہے۔ پھر وہ امرا، اور بہادر آتے ہیں جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور پھر محمد وہ اور دلیرانہ کارنامہ انجام دینے والے۔ سامنے عوام کا ہجوم ہوتا ہے۔''

''میری جگہ کونسی ہے۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اس کا انتخاب مقدس کا ہلوس کرے گا۔''

''تم کیا چاہتے ہو۔؟''

''تمہیں اس حصے میں پہنچا دیں جہاں سے یوکا کی کنواریاں تمہیں تمہارے مقام پر لے جائیں گی۔''

''میری محبوبہ بھی میرے ساتھ ہوگی۔''

''یہ ممکن نہ ہوگا۔ ہر شخص کے مرتبے میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔''

''لیکن میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔''

''ہم تمہیں مجبور نہیں کر سکتے۔ اس بارے میں کاہلوس اعظم بہتر جانتا ہے۔''

''میں اس شرط پر تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ قتیلہ میرے ساتھ ہوگی۔'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''ہم اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ اعتراض کا حق صرف مقدس کاہلوس اعظم کو ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں اسے تیار کر کے تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' میں نے کہا اور قتیلہ کی طرف چل پڑا لیکن وہ اوٹ سے میری گفتگو سن رہی تھی۔ میری باتوں سے سرشار ہو کر اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

''اگر تم مجھے ساتھ نہ لے جاتے تو میں خوف سے مر جاتی۔'' اس نے کہا۔

''میں تمہیں خود سے جدا نہ کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اس وقت تک جب تک تم زندہ ہو۔'' اور قتیلہ نے میرا منہ چوم لیا۔ بہرحال وہ تیار ہوگئی اور پھر ہم اس گروہ کے ساتھ چل پڑے۔ بستی پیچھے رہ گئی اور ہم یوکا کی بلند ترین پہاڑیوں کی طرف چل پڑے۔

''کیا تم ان علاقوں کے بارے میں جانتی ہو۔؟''

''کافی حد تک۔''

''اگر ہمیں کسی مشکوک جگہ لے جایا جائے تو تم مجھے بتا دینا۔''

''ہم ٹھیک چل رہے ہیں۔''

''امراء اور بہادروں وغیرہ کے بارے میں جو کچھ اس نے بتایا تھا، ٹھیک تھا۔''

''ہاں۔ شیمونا کے درشن کے وقت ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''تب ٹھیک ہے۔ کیا شیمونا وہاں مجرموں کے بارے میں فیصلے بھی سناتی ہے۔؟''

''ہاں۔ وہ مسائل جو ہیکلوں سے حل نہ ہوتے ہوں اور عوام کے ذہن میں الجھے ہوئے ہوں۔ انہیں شیمونا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور ان کے بارے میں شیمونا کا فیصلہ حرف آخر ہوتا ہے۔''

''تب ہمارا مسئلہ بھی شیمونا کے سامنے پیش ہوگا۔''

''یقیناً۔ اور وہ فیصلہ صادر کرے گی۔ اس کے فیصلے کے بعد کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہیں ہوتی اور جس بارے میں وہ فیصلہ کرتی ہے وہ مسئلہ ختم سمجھا جاتا ہے۔''

''ٹھیک ہے قتیلہ۔ میں تمہارے قبیلے کی رسم بدل دوں گا۔ میں اس کے کسی فیصلے کو بھی قبول نہیں کروں گا۔''

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک پہاڑی میں داخل ہو گئے اور قتیلہ نے جھک کر میرے کان میں کہا۔ ''یوکا کے معبد کے اندرونی حصے کا

سفر شروع ہو چکا ہے۔ یہاں سے راستیاں ختم ہو جاتی ہیں۔''

''کیا مطلب۔؟''

''تاکہ کوئی معبد کی بھول بھلیوں سے واقف نہ ہو سکے۔ ہاں تمہیں قدم قدم پر ستاروں والے ملیں گے۔''

''ستاروں والے۔؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ دیکھو۔'' قتیلہ نے تاریکی میں ایک طرف اشارہ کیا۔ ایک چمکدار ستارہ محدود حصے میں کرنیں بکھیرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا اور پھر ایک آواز ابھری۔

''آؤ۔ مجھے تمہارا مقام معلوم ہے۔''

میں نے غور سے اسے دیکھا۔ تب میں صورتحال سمجھ گیا۔ چمکنے والی چیز سیاہ ہیرہ تھا جو کسی لکڑی میں نصب اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا۔ انہی کرنوں کی مدھم روشنی میں ہم سیڑھیاں طے کرنے لگے جو ایک نیچی سرنگ میں بنی ہوئی تھیں۔ سرنگ کی چھت ہمارے سروں سے لگ رہی تھی لیکن وہاں گھٹن نہیں تھی۔ نہ جانے وہ سوراخ کہاں تھے جن سے ہوا آ رہی تھی۔

سیڑھیاں بلندی کی طرف بڑھتی رہیں۔ پھر ایک مقام آیا جہاں ہم نے چند ساعت قیام کیا۔ وہاں ایک دوسرا ستارے والا ملا جو ہمارا آگے کا راہنما تھا اور ہم نے اس کی معیت میں دوسرا سفر شروع کر دیا۔ سرنگوں کا جال پھیلا ہوا تھا اور یقیناً وہ اس قدر ٹیڑھی میڑھی تھیں کہ ان کے بارے میں اندازہ قائم کرنا مشکل تھا۔

اور پروفیسر..... سرنگوں کا یہ سفر اس قدر طویل تھا کہ میں حیران ہونے لگا۔ نہ جانے یہ لوگ ہمیں کہاں سے کہاں لے جا رہے تھے۔ قتیلہ کے انداز سے تھکن نمایاں تھی۔ لیکن بہر حال وہ میرا ساتھ دے رہی تھی اور پھر شاید ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا غار تھا جہاں دیوار میں چند ہیرے نصب تھے۔ ان کی دھندلی روشنی غار کو منور کر رہی تھی۔ یہاں آخری ستارے والے نے ہمیں چھوڑ دیا۔

''سامنے دروازہ موجود تھا اور اس کے سامنے تمہاری نشست ہے۔ چاند کی پہلی کرن آواز دے تو اپنی جگہ پہنچ جانا۔'' اس نے کہا اور خود دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں نے گہری سانس لے کر قتیلہ کی طرف دیکھا۔ قتیلہ کے چہرے پر خوف کے سائے لرزاں تھے۔ اس کے ہونٹ خشک تھے اور اس کے گہرے گہرے سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''اس سے قبل یہاں آئی ہو۔؟''

''نہیں۔'' اس نے گردن ہلا دی۔

''پہلے کبھی شیمونا کا دیدار نہیں کیا۔؟''

''عام لوگوں کے ساتھ۔''

''اوہ۔ آؤ۔ دیکھیں۔ اس دروازے کی دوسری طرف کیا ہے۔؟'' میں نے کہا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔ دیوار میں چٹانی دروازہ موجود تھا۔ میں نے چٹانی دروازے کو دھکیلا اور وہ کھل گیا۔ دروازے کے سامنے مجھے ایک چوڑا چبوترہ سا نظر آیا۔ میں نے اس پر قدم رکھا اور پھر اطمینان سے اس میں اتر گیا۔ درحقیقت کمزور دل لوگوں کے لئے بڑا ہیبت ناک منظر تھا۔ یہ چبوترہ دراصل ایک پھیلی ہوئی چٹان تھی جو پہاڑ کی دیوار سے باہر نکلی ہوئی تھی اور اس چٹان کے کناروں کے بعد کچھ نہیں تھا۔ بس تاریک گہرائیاں جو نہ جانے کون سے جہانوں کی سیر کراتی تھیں۔

میں نے چاروں طرف دیکھا۔ کھوکھلے پہاڑ میں جگہ جگہ یہ چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ایک بلندترین جگہ ایک بہت بڑا اور سب سے اونچی چٹان تھی۔ غالباً یہیں سے شمونا کے درشن ہوتے تھے۔ چٹانیں حفظ مراتب لوگوں کے بیٹھنے کے لئے تھیں اور سامنے..... پہاڑ کے عین سامنے.... تاریکی میں عجیب سی بھنبھناہٹ گونج رہی تھی۔ میں نے غور سے دیکھا اور ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

یہ سہان بارنے کے عوام تھے جو سامنے کے میدان میں شمونا کے درشن کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ تاحد نگاہ انسان ہی انسان نظر آرہے تھے۔ میں نے چٹان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور دروازے سے واپس پہنچ گیا۔

چاند آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ قتیلہ میرے شانے سے چپک کر کھڑی ہوگئی۔

''سنہرے اجنبی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو کیا محسوس کر رہا ہے۔؟''

''کچھ نہیں۔ میں پرسکون ہوں۔ ہاں ملکہ شمونا کو میں ضرور دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''اس کے علاوہ تو کچھ نہیں محسوس کر رہا۔؟''

''بالکل نہیں۔''

''لیکن میری عجیب کیفیت ہے۔ میرے کانوں میں انوکھی آوازیں ابھرتی ہیں۔ یہ آوازیں جانی پہچانی ہیں۔ ہواؤں کے شور کی مانند۔ لیکن کوئی مجھے آواز دے رہا ہے۔ نہ جانے کس کی آوازیں ہیں۔ شاید میرے اپنوں کی جنہیں میں چھوڑ چکی ہوں۔ سنہرے اجنبی۔''

''تم اس جگہ سے بہت متاثر ہو۔ شاید تمہارے دل میں ابھی تک کاہلوں کا خوف ہے۔''

''خوف۔ یقین کرو سنہرے اجنبی۔ تم اسے خوف نہ کہو۔ ایک عجیب سی کیفیت ہے۔ میں اسے بے پناہ خوشی کہہ سکتی ہوں۔ کیا تم مجھے اپنے مضبوط سینے سے نہ چمٹاؤ گے۔؟''

''پاگل مت بنو قتیلہ۔ اطمینان سے کاہلوں کا ڈرامہ دیکھو۔'' میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور قتیلہ مجھ سے لپٹ کر بیٹھ گئی۔ چاند آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا پھر چاند کی ایک کرن کسی راستے سے اندر رینگ آئی اور میں چونک کر اس سوراخ کو دیکھنے لگا جس سے روشنی اندر

آئی تھی۔ عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔

بہرحال...... میں نے قتیلہ کا ہاتھ پکڑا اور چٹانی دروازہ کھول کر چٹان پر اتر آیا۔ قتیلہ میرے ساتھ تھی۔ ہم نے دیکھا۔ چاند دور کی پہاڑیوں سے ابھر رہا تھا اور ہر چٹانی سائبان روشنی میں نہاتا جا رہا تھا۔ عجیب منظر تھا۔ جگہ جگہ سونے کی چٹانیں ابھری ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ نہ جانے ان چٹانوں کو انسانی ہاتھوں نے تراشا تھا یا یہ قدرتی تھیں۔

جو کچھ بھی تھیں بہرحال حیرت انگیز تھیں اور میں پوری پوری دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ تمام چٹانیں آباد ہوتی جا رہی تھیں اور پھر چاند آسمان کی چھت پر آ گیا۔ تب اچانک رنگین کرنیں مختلف سمتوں سے پھوٹیں اور انہوں نے اس چوڑی چٹان کو اپنی زد میں لے لیا۔ جو ورشن کا تخت تھی اور بلاشبہ قوس وقزح کا یہ منظر دنیا کا سب سے دلکش اور سب سے حیرت انگیز منظر تھا۔ شاید چٹان میں ہیرے اور مختلف رنگوں کے ہیرے نصب کئے گئے تھے جو چاندنی سے آگ اگلنے لگے۔ ان کی ٹھنڈی اور پراسرار روشنیوں نے ماحول کو عجیب حسن بخش دیا تھا۔ پھر اس پر سحر سناٹے میں ناقوس کی آوازیں ابھریں۔ اور اس کے ساتھ ہی کاہوس اعظم اپنی چٹان پر نظر آیا اور اس کے فوراً بعد رنگین روشنیوں میں ایک سحر جاگا۔ چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے لباس میں ملبوس ایک نوعمر نوخیز جسم نظر آیا جو ایک چٹانی دروازے سے باہر نکلا تھا۔ اس کے دونوں طرف دو خادمائیں ادب سے گردن جھکائے ہوئے باہر نکلیں اور چٹان کے دونوں سروں پر ایستادہ ہو گئیں اور اس متناسب الاعضا نوخیز لڑکی کو دیکھ کر میں مبہوت ہو گیا تھا۔

بلاشبہ حسن کا ایک اعلیٰ ترین شاہکار تھی۔ ایسا شاہکار جو ہر صدی کی یادگار ہوتا ہے۔ پوری صدی ایک آدھ روایت چھوڑتی ہے اور یہ لڑکی اس صدی کی روایت تھی۔ میں سب کچھ بھول گیا۔ روشنیاں اس کا احاطہ کئے اس پر نثار ہو رہی تھیں اور اس کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے چلنے کا انداز بھی عجیب تھا جیسے ہوا میں تیر رہی ہو۔

پھر وہ چٹان پر بنی ہوئی نشست پر بیٹھ گئی۔ اس کا چہرہ اس طرح چمک رہا تھا کہ دور دور سے دیکھا جا سکے اور مجھے یقین تھا کہ میدان میں جمع لوگ بھی اسے بخوبی دیکھ رہے ہوں گے۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور میں نے محسوس کیا کہ اس وقت سے آج تک کی ساری تھکن رفع ہو گئی۔ جب میں پرگاس کے ساتھ جہاز میں سوار ہوا تھا۔ اس لڑکی کو دیکھنے کے لئے اس سے زیادہ جدوجہد کی جاتی۔ تب بھی کم تھی۔ میں نے اپنے دل میں نئی امنگیں محسوس کیں اور دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

تب اس نے آہستہ آہستہ پلکوں کی جھالریں اٹھائیں۔ اور پروفیسر...... آج بھی وہ نگاہیں میری نگاہوں میں ہیں۔ ممکن ہے تم میری بات کو افسانہ طرازی سمجھو۔ ممکن ہے تم مجھے کوئی بوالہوس دیوانہ قرار دو۔

لیکن۔ لیکن پروفیسر...... میری عمر کا اندازہ تم مشکل سے ہی لگا سکتے ہو۔ تم میری عمر کا تعین ہی نہیں کر سکتے اور میں اس پوری عمر کی...... میں صدیوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں پروفیسر...... کہ ان سے زیادہ حسین، ان سے زیادہ پرکشش، ان سے زیادہ سحر انگیز آنکھیں دوبارہ میری نگاہوں سے نہیں گزریں۔ وہ آنکھیں تھیں کہ پورا طلسم کدہ۔ کون تھا جو ان آنکھوں کو دیکھ کر دل سینے سے کھنچتا نہیں محسوس کرتا۔

میری بھی یہی کیفیت تھی۔ بس محسوس کر رہا تھا کہ میں اس لڑکی کے بغیر نامکمل ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی اس سارے طلسم کو برباد کر

دوں۔ ابھی اس پورے ڈرامے کو ختم کر دوں اور لڑکی کے پاس پہنچ کر اسے اپنی تحویل میں لے لوں۔ اسے قریب سے دیکھوں۔

اور پھر میں نے اس کی آواز سنی۔

کون کون سی چیز کی تعریف کروں پروفیسر...... وہ صدیوں کا مجموعہ حسن تھی۔ ہر چیز اپنی جگہ زرنگار۔ ہر چیز حسن سے مالا مال۔ سحر خیز آواز نے سان بارے کے لوگوں کو مخاطب کیا۔

''سان بارے کے لوگو۔ تمہاری ملکہ تمہاری عقیدت قبول کرتی ہے۔ وہ تمہارے لئے خوشحالی کی دعا کرتی ہے۔ کیا تم خوش ہو۔؟''

''ہم خوش ہیں۔'' ایک غلغلہ بلند ہوا۔

میں نے دل ہی دل میں اس طلسم کدے کو سراہا۔ ملکہ کی آواز زیادہ بلند نہیں تھی لیکن ساکت پہاڑوں میں گونج کا ایسا انتظام تھا کہ آواز دور تک پھیل رہی تھی۔

''مقدس کاہوس اعظم۔'' اس بار اس نے بوڑھے ہیکلے کو مخاطب کیا۔

''عظیم ملکہ۔ عظیم شمونا۔''

''اس چاند کی الجھن۔؟''

''عظیم الجھن ملکہ۔ عظیم ترین الجھن۔'' مکار کاہوس نے کہا۔

''ہمیں آگاہ کرو۔'' شمونا کی آواز ابھری۔

''سرحد کے پہاڑوں سے ایک پیلے چمکدار جسم والا اجنبی داخل ہوا۔ وہ غیر معمولی طور پر طاقتور ہے۔ اس لئے اس نے ناقابل عبور پہاڑوں کو عبور کر کے سرحدی محافظوں کو مرعوب کیا اور خود کو دیوتا کہلوایا۔ اس نے کہا وہ قہر کے دیوتا نیمون کو قتل کر دے گا۔ اس نے اور بھی دعوے کئے اور لوگوں کو بہکایا۔ اے عظیم ملکہ۔ وہ تیرے سامنے موجود ہے۔ تصدیق یا تردید کر دے۔ تو بہتر جانتی ہے۔ کیا یہ دیوتا ہے۔؟ اگر یہ دیوتا ہے تو عوام کو بتا دے تاکہ سب اس کی تعظیم کریں اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے لئے سزا بھی تو ہی تجویز کر۔''

اور پروفیسر...... حسین آنکھیں میری طرف اٹھ گئیں۔ کھوئی کھوئی آنکھیں سحری بھری۔ سحر میں ڈوبی ہوئی۔ یہ آنکھیں مجھے دیکھتی رہیں اور پھر ایک سوال ابھرا۔

''اجنبی۔ تو کون ہے۔؟''

''شمونا کا مہمان۔ کیا سان بارے کی زمین اس قدر تنگ ہے کہ وہ ایک مہمان برداشت نہیں کر سکتی۔؟'' میں نے بےباکی سے کہا۔

''ہم اجنبیوں کو اپنے درمیان جگہ نہیں دیتے۔'' شمونا نے کہا۔

''میں آوارہ گرد ہوں۔ جس زمین پر جگہ نہیں ملتی وہاں جگہ حاصل کر لیتا ہوں۔ تیری بستی میری پسند ہے۔ کچھ روز یہاں گزاروں گا جس مقصد کے تحت آیا ہوں وہ حاصل کر دوں گا اور پھر یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

''تیرا مقصد کیا ہے اجنبی۔؟''

''میرا پناہ میں آیا ہوا ایک شخص تیرا قیدی ہے۔ اسے رہا کر دے۔''

''کون ہے وہ۔ کیا نام ہے اس کا۔؟''

''ہافو۔''

''ہافو۔ لیکن یہ تو ہمارا غلام ہے۔ اس نے ملکہ کے حکم سے غداری کی ہے۔ اس نے خود کو نیون کے سامنے پیش نہیں کیا اور جس کے نتیجے میں نیون نے بہت سے انسانوں کو ہلاک کر دیا۔ یہ ہمارا مجرم ہے۔ ہم اسے سزا دیں گے اور پھر یہ تیری پناہ میں کیسے آیا۔؟''

''ایک راہ گزر پر۔ یہ اور اس کے ساتھی بے بس کھڑے تھے۔ میں نے اعلان کیا کہ میں ان کا محافظ ہوں۔ اور پھر میں ان سب کو اپنے ساتھ لے گیا۔ نیون بھی اگر انہیں مجھ سے چھینے آتا۔۔۔ تو۔۔۔ میں اسے ہلاک کر دیتا۔ میں نے سوچا نیون سے تیری زمین کو پاک کر دوں اور میں بچنے والوں میں سے ہافو کو لے کر نیون کی تلاش میں نکلا لیکن کیسی انوکھی بات ہے کہ تو نے۔۔۔ اور تیرے جوانوں نے اسے پسند نہیں کیا۔''

''اپنی باتوں پر غور کر اجنبی۔ سو۔۔۔ کیا تو قہر کے دیوتا کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کر کے کفر نہیں بک رہا۔ کیا اس کے بعد تیرے لئے کوئی سزا تجویز نہ ہو۔؟''

''دے سکتی ہے تو صرف ایک سزا دے دے شیمونا۔''

''کیا سزا پسند کرے گا۔؟''

''مجھے نیون کے سامنے پہنچا دے۔'' میں نے کہا۔

''اس کے ٹھکانے نامعلوم ہیں ورنہ تیری خواہش ضرور پوری کی جاتی اور پھر شیمونا کے دربار اس لئے نہیں ہوتے کہ وہ مجرموں کو مہلت دیں۔ تیرے لئے سزا تجویز کر لی گئی ہے اور تجھے سزا دی جائے گی۔''

''مہمانوں کو سزا نہیں دی جاتی شیمونا۔''

''ہم نے تجھے مہمان تسلیم نہیں کیا۔۔۔ اس لئے۔۔۔ مقدس گہرائیاں تیرا مقدر بن گئی ہیں۔ جا ان گہرائیوں کو اپنا لے۔ تیرے لئے مناسب سزا ہے۔'' شیمونا کے منہ سے آخری الفاظ نکلے۔

اور پروفیسر۔۔۔ یہ بات واقعی میں نے نہیں سوچی تھی کہ یہ چٹان جس پر میں کھڑا ہوں کسی میکنزم کے تحت رکی ہوئی ہے۔ مجھے تو اس وقت احساس ہوا جب چٹان اچانک جھک گئی۔

بھلا اس جھٹکے کے بعد میں کیا توازن برقرار رکھ سکتا تھا یا ایسی کونسی جدوجہد کر سکتا تھا جو خود کو ان گہرائیوں میں گرنے سے روک سکوں جن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔

ہاں۔۔۔ مجھے اپنا کوئی خیال نہ تھا۔۔۔ تاریک خلاؤں سے نیچے جاتے ہوئے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر قتیلہ کے جسم کی چمک تلاش کر رہا تھا

تاکہ اگر وہ میرے قریب سے گزرے تو اسے پکڑلوں۔ اس کی دلدوز چیخ کی لکیر میں نے بہت اوپر سنی تھی۔ گہرائی سی گہرائی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے خلاء کا یہ سفر کبھی ختم نہ ہوگا لیکن بالآخر اس سفر کا اختتام ہو گیا۔

پتھر نوکیلے تھے اور میرے جسم میں خوب زور سے چبھے لیکن چند ساعت کے بعد میں کھڑا ہوگا۔ مجھے قتیلہ کے جسم کی تلاش تھی۔ وہ کہاں گری۔ بدنصیب لڑکی۔ موت اس کا مقدر ہی بن گئی تھی۔ اگر میں اسے وہاں چھوڑ دیتا تب بھی کالوس اسے مار ڈالتا۔ یہاں بھی موت اسے لے آئی تھی لیکن اس شقی القلب ملکہ پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ اتنی حسین لیکن ایسی سنگدل۔

میں نے چاروں طرف دیکھا لیکن قتیلہ کا بدن قرب وجوار میں نہیں تھا۔ تب میں ایک جگہ کھڑے ہو کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک مجھے اپنی پشت پر آہٹ محسوس ہوئی اور میں چونک کر پلٹا۔

آہ۔۔۔ قتیلہ کا ہلکا پھلکا جسم اب نیچے پہنچا تھا اور ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ مرتو وہ پہلے ہی گئی ہوگی۔ بلندیوں سے نیچے تک سفر میں ہی زندگی بچنا ممکن نہیں تھی۔ میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ چند رنگین کپڑے، کچلی ہوئی ہڈیوں سے ابلتا ہوا خون۔۔۔ بس۔۔۔ اور کچھ نہیں تھا۔ میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

میرے قرب بہت کم لڑکیوں کو راس آیا تھا لیکن شمونا۔۔۔۔ حسین عورت۔۔۔۔ بے شک میں تجھے پسند کرنے لگا ہوں۔ بلاشبہ میں تیرے قرب کا خواہشمند ہوں لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا تجھے ضرور ملے گی۔ میں تجھے معاف نہیں کروں گا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر اپنے جسم پر رینگنے والی کوئی چیز پکڑ لی۔

خاصا موٹا کیڑا تھا۔ عجیب سا لگا۔ میں نے اسے ہتھیلی پر رکھا پھر قریب سے دیکھا۔ سیاہ رنگ کا ایک خوفناک بچھو تھا اور سخت حیران تھا کہ یہ کونسی شے متحرک ہے جس پر بار بار ڈنک مارنے کے باوجود اس کا کچھ نہیں بگڑا حالانکہ یہ ان بچھوؤں میں تھا جن کے ڈنک مارنے سے پتھر سکھیا بن جاتا ہے۔ میں نے اسے ایک طرف پھینک دیا۔

اور پھر میں اس جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھ گیا اور دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ ایک عظیم الشان غار ہے جو پہاڑوں سے شروع ہوتا ہے اور زمین کی گہرائیوں میں چلا گیا ہے لیکن یہ کتنا طویل ہے اور اس میں کونسا راستہ اوپر پہنچنے کا ہے۔ ہے بھی یا نہیں۔ چاروں طرف نوکیلے پتھر بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان لمبے ڈنک مارنے والے سیاہ بچھو رینگ رہے تھے۔ کئی بار یہ بچھو میرے قدموں کے نیچے آئے۔ انہوں نے اپنی کوششیں کیں لیکن ناکام رہے لیکن میں نے ان کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔

رات گزرتی رہی اور پھر میں دن کی روشنی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ روشنی ہونے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا مناسب ہوگا۔ ویسے جتنی گہرائی میں، میں پہنچ چکا تھا اسے طے کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی ہوگی۔ یہ بات جدوجہد کے بعد ہی طے کرنی تھی کہ ان لوگوں کے خلاف میرا غصہ کیا حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ میں ایک نوکیلے پتھر سے پشت لگا کر بیٹھ گیا اور میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ روشنی نکلنے تک میں اونگھتا رہا اور پھر جب غار میں بھی صبح ہوگئی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک بھیانک منظر میرے سامنے تھا۔ بے حد خوفناک غار تھا۔ انتہائی کشادہ، پتھروں سے ویرانی برس رہی تھی۔ یہاں بے شمار سیاہ مخلوق موجود تھی۔ چھوٹی، بڑی۔ ہر ایک اپنے زعم میں۔ میرے گرد ان کی پوری قوم جمع ہوگئی تھی اور وہ حیران تھے کہ یہ کیا شے ہے جو جاندار ہے لیکن پتھر کی طرح بے حس ہے۔ میں نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر ان پر دے مارا۔ بے شمار بچھو پتھر کے نیچے آ کر کچلے گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ میں نے دوسرا پتھر اٹھایا اور پھر تو یہ چالاک حشرات الارض بری طرح بھاگنے لگے اور ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا۔

تب میں اٹھا...... میں ایک بار پھر بدنصیب قتیلہ کی لاش دیکھنا چاہتا تھا اور میں نے اس کی تلاش میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں لیکن نہ جانے اس کی لاش کہاں گئی۔

ہاں کچھ دور پر مجھے ایک رنگین کپڑا ضرور نظر آیا اور میں اس کی طرف بڑھ گیا۔ تب پتھروں کے درمیان میں نے ایک نیلے رنگ کا سیال بہتا دیکھا جس میں بلبلے سے ابھر رہے تھے اور چند ساعت کے بعد صورتحال میری سمجھ میں آ گئی۔ ناکام رہنے والے بچھو قتیلہ کے مردہ جسم سے شغل کر رہے تھے۔ چنانچہ اس کی ہڈیوں کا برادہ بھی اس کے جسم کے پانی میں شامل ہو گیا تھا اور اب قتیلہ کا کوئی وجود نہیں تھا۔

"بدنصیب لڑکی۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا۔ لیکن راستہ......؟ اور اب میں سنجیدگی سے اوپر جانے والا راستہ تلاش کرنے لگا۔ ان سپاٹ دیواروں پر چڑھنا بے حد مشکل کام ہے۔ مجھے کسی نوکیلے پتھر کی مدد سے ان چٹانوں میں سوراخ کرنے پڑیں گے۔ اس طرح ان دیواروں کا یہ طویل فاصلہ طے کرسکوں گا۔ میں نے سوچا۔

اس کام کی طوالت کا مجھے احساس تھا لیکن بہرحال کام کرنا ہی تھا۔ میں غار کے آخری سرے تک پہنچ گیا اور پھر میں غار کی دیواروں کو ٹٹولنے لگا۔ ان دیواروں میں سوراخ کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن مجھے اپنا کام شروع کر دینا چاہئے۔ تب میں نے ایک انتہائی سخت پتھر کا انتخاب کیا۔ اس کی جڑ زمین میں دفن تھی۔

لیکن میں طیش میں تھا۔ میں نے پتھر کو گرفت میں لے کر زور لگایا اور پتھر جڑ سے اکھڑ آیا۔ اس کے ساتھ ہی بچھوؤں کا ایک گروہ ابھرا مار کر نکلا اور میرے پیروں کے اوپر سے گزرتا ہوا منتشر ہوگیا۔ میں نے پتھر دونوں ہاتھوں میں پکڑا اور اب میں اسے لئے ہوئے غار کی دیواروں میں نرم اور مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

غار کا پورا چکر لگاتے ہوئے میری نگاہ ایک ابھری موئی چٹان پر پڑی۔ یہ چٹان گول تھی اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے کنارے خالی خالی سے تھے۔ میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ یہ خالی کنارے......؟ یہ مجھے شبہے میں مبتلا کر رہے تھے۔ میں نے وزنی پتھر نیچے رکھ دیا اور چٹان کو ٹٹولنے لگا۔ پھر میں نے دونوں پنجے چٹان پر رکھے اور سینے کا زور مجتمع کر کے چٹان پر قوت آزمائی۔

اور پروفیسر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کوئی پتھر ایک دھماکے سے ٹوٹا اور چٹان گھوم گئی۔ اندر خلا نظر آ رہی تھی۔ میں نے بے دھڑک اس خلاء میں ہاتھ ڈال دیئے اور چٹان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگا۔

یقیناً یہ کوئی سرنگ تھی جس کے منہ پر تو یہ چٹان خود بخود آ گئی تھی یا پھر یہ کوئی باقاعدہ دروازہ تھا۔ چٹان اس قدر گھوم گئی کہ میں اس کے

دوسری طرف جا سکتا تھا چنانچہ میں نے جسم سکیڑا اور چٹان کے رخنے سے دوسری طرف پہنچ گیا اور یہ اس وقت کوئی اجنبی امداد تھی جو مجھے ملی..... چٹان کے دوسری جانب تو ایک لمبی سرنگ تھی۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔ پھر میں نے چٹان کو کھسکا کر اس کی جگہ جما دیا اور سرنگ میں آگے بڑھنے لگا۔ سخت تاریک سرنگ تھی لیکن کافی کشادہ اور اوپر کی طرف جانے والی۔ میرا سر دیوار سے نیچا تھا اس لئے میں بآسانی اس میں چل رہا تھا لیکن سست رفتاری مجھے پسند نہیں تھی۔ میں جلد از جلد اس کے دوسرے سرے کو پانا چاہتا تھا۔

چڑھائی کے سفر میں، میں برق رفتاری سے دوڑنے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی ساری پوشیدہ قوتوں کو آواز دے لی تھی اور میری رفتار اس قدر تیز تھی کہ کیا کوئی گھوڑا کسی میدان میں دوڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ میں ایک دوشاخے کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہاں سے سرنگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ میں رک گیا۔ کون سا رخ اختیار کروں۔ میں سوچ رہا تھا۔

اور پھر میں نے ایک طرف جانے کا فیصلہ کر لیا۔ یہاں رکنے سے کیا فائدہ۔ لیکن شکر ہے۔ یہ شاخ طویل نہیں تھی اور اس کا اختتام پتھر کے ایک باقاعدہ دروازے پر ہوا تھا۔ میں دروازے پر رک گیا۔ میں نے دروازے کے رخنے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی لیکن دوسری جانب کوئی آواز نہیں تھی۔ تب میں نے دروازے کو اندر دھکیلا لیکن وہ آسانی سے نہ کھلا تو میں نے اس کے رخنے میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف گھسیٹا اور دروازہ پتھر کھسکنے کی آواز کے ساتھ کھل گیا اور میں اس کی دوسری طرف چلا گیا۔

یہ ایک عظیم الشان غار تھا لیکن عجیب و غریب ساز و سامان سے آراستہ..... دیواروں پر جانوروں کے سر لٹکے ہوئے تھے۔ پتھروں پر انسانی ہڈیاں اور کھوپڑیاں سجی ہوئی تھیں۔ رنگین پروں کے بستر لگے ہوئے تھے۔ پتھروں کے جار ڈھیر تھے۔ جانوروں کی کھالوں کی مشک میں نہ جانے کیسے کیسے سیال بھرے ہوئے تھے۔ یہ مشکیں چھت سے لٹک رہی تھیں۔ زمین میں گڑھے تھے اور ان گڑھوں میں آگ روشن تھی۔ بعض گڑھوں میں رنگین سیال کھول رہے تھے۔

میں تعجب سے تمام چیزوں کو دیکھتا رہا پھر مجھے ایک سیڑھی نظر آئی جو چھت کی طرف جا رہی تھی۔ اور اچانک قتیلہ کے الفاظ میرے کانوں میں گونج اٹھے۔ قتیلہ نے مجھے اس راز سے آگاہ کر دیا تھا۔ یقیناً یہ کاہلوس کی پراسرار تجربہ گاہ تھی۔ یہ اس کا سحر خانہ تھا اور اچانک ہی ایک خیال میرے ذہن میں آیا۔ اور پروفیسر میں اس خیال سے مسرت سے اچھل پڑا۔

بہرحال میں ایسی جگہ آ گیا تھا جہاں سے باہر نکلنا ممکن تھا۔ چنانچہ اب مجھے کس بات کی پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں نے سیال کے اس جار کی تلاش شروع کر دی جسے بدن پر مل کر کاہلوس آگ میں گھس جاتا تھا۔ گو اس سیال کی تلاش مشکل تھی میں صرف اندازے سے ہی یہ کام کر سکتا تھا۔ لیکن میرے اندازوں میں صدیوں کے انسان کا تجربہ تھا۔ میں سوچ سکتا تھا کہ ایسی چیز انسان کہاں رکھ سکتا ہے۔

چنانچہ تلاش کے بعد مجھے ایسی جگہ مل گئی جہاں کاہلوس کے مخصوص لباس رکھے ہوئے تھے۔ یہاں وہ لباس تبدیل کرتا تھا اور یقیناً وہ جار یہیں کہیں ہونا چاہئے کیونکہ جلدی میں تیار ہونے والا انسان سہل پسند ہوتا۔ میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ میں نے مٹی کے ایک بہت بڑے جار کو دیکھا۔ اس

کے نزدیک ہی بہت سے سیال کے قطرے بھی جم کر خشک ہو گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

گویا میں نے مناسب جگہ اور مناسب چیز تلاش کر لی ہے۔ تب میں نے جار کھول کر دیکھا اور اس میں بھرے ہوئے سیال کی بو سونگھنے لگا۔ اس کے بعد میں ان دوسرے جاروں کی طرف گیا۔ جن میں سیال بھرے ہوئے تھے۔ میں انہیں کھول کھول کر دیکھتا رہا۔ بہت سے سیال اس سیال سے مختلف تھے۔ نہ جانے وہ کس کس کام آتے تھے۔

بہرحال میں نے اس سیال سے ملتے جلتے ایک سیال کا جار اٹھایا اور اس جگہ پہنچ گیا۔ میں نے اس جار کا سیال ایک مناسب جگہ پھینک دیا اور پھر اس جار میں دوسرا سیال اسی مقدار میں الٹ دیا اور اس کے بعد خالی جار اس کی جگہ رکھ دیا۔ اگر میری چال کامیاب ہو جائے تو مقدس کا ہلوس اعظم، مزونی آ جائے گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

اور پھر میں سوچنے لگا کہ اب مجھے باہر نکلنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ کیا اس جگہ سے نکلوں جہاں کا ہلوس دربار کرتا ہے لیکن اچانک میرے ذہن میں سرنگ کی دوسری شاخ آ گئی۔ وہ شاخ کہاں نکلتی ہے دیکھنا تو چاہئے اور میں واپس پتھریلے دروازے کی طرف چل پڑا۔ دوسرے لمحے میں اس دروازے سے نکل آیا۔

اور اب میں غار کی دوسری شاخ کی جانب جا رہا تھا۔ یہ شاخ کافی طویل تھی اور خاصی بلندی کی طرف گئی تھی۔ اس کا اختتام بھی ایک ویسے ہی دروازے پر ہوا تھا۔ میں نے دروازے کو کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

پہاڑوں کے اندر خوب دنیا آباد کی تھی ان لوگوں نے۔ واقعی اس سے قبل میں نے ایسے پراسرار پہاڑ نہیں دیکھے تھے۔ یہ غار بھی خاصا کشادہ تھا لیکن اسے انتہائی خوبصورتی سے آراستہ کیا گیا تھا۔ چاروں طرف رنگین کپڑوں کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ فرش پر ایک عجیب قسم کی کائی بچھائی گئی تھی جو خشک اور بے حد نرم تھی۔ اس پر پتھر کی نشستیں تھیں۔ سوراخوں کا انتظام ایسا رکھا گیا تھا کہ یہاں خوب ہوا آ رہی تھی اور ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ سامنے کی دیوار میں ایک بڑا اور گول سوراخ نظر آ رہا تھا جو انسانی ہاتھوں سے تراشا ہوا تھا۔

شاید کسی دوسرے غار میں جانے کا راستہ۔ میں نے سوچا اور دوسرے راستے کی طرف چل پڑا۔ سوراخ سے گزر کر میں دوسری طرف پہنچا اور پھر ٹھٹھک گیا۔ یہ چھوٹا سا غار تھا اور یہاں بھی خاصی روشنی تھی لیکن اس کے درمیان ایک تنگی حوض تھا جس میں شفاف پانی بھرا ہوا تھا۔ کنارے پر جڑی بوٹیوں کا خوشبودار پانی چمڑے کی شیشیوں میں رکھا ہوا تھا۔

اور اچانک میرے ذہن میں ایک خانہ کھل گیا۔ کہیں یہ شیمونا کی رہائش گاہ تو نہیں ہے؟۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں خوشی در آئی۔ لیکن دوسرے لمحے میں نے شیمونا کے بارے میں برے انداز سے سوچا۔ ٹھیک ہے وہ بے پناہ حسین ہے لیکن اس قدر سنگدل بھی ہے۔ اسے انسانیت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ مجھے اس سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔

ہاں اگر وہ مل جائے تو اس سے کچھ گفتگو کی جائے۔

میں اس حمام سے بھی گزر گیا اور اب میں دوسرے کمرے میں تھا۔ میں اسے کمرہ ہی کہوں گا کیونکہ غار کے مختلف حصوں کو مختلف مرحلوں

میں بانٹ دیا گیا تھا اور یہ کمرہ زبردست آرائشوں سے مرصع تھا۔ دیواروں میں ننھے ننھے ہیرے لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے ٹھنڈی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سوراخوں کو بھی اسی طرح منور کر دیا گیا تھا کہ سورج کی شعاعیں براہ راست اندر نہ آئیں۔ ہاں ہوا آتی رہے۔

اور... سامنے... بالکل سامنے ایک آرام دہ پتھر پر... پروں کے نرم بستر پر... ملکہ شمونا محوِ خواب تھی۔ وہ حسین عورت، جس کی ایک جھلک دیکھ کر میں بھی لرز گیا تھا۔ میرے ذہن میں متضاد خیالات پیدا ہو گئے۔ اس کے قریب جاؤں یا نہ جاؤں۔ اس کا حسن مجھے متاثر کرے گا اور ممکن ہے میں اس سے اس سنگدلی کا انتقام نہ لے سکوں۔

لیکن ان کیا اندر ایک اور جذبہ بھی ابھر رہا تھا۔ دیکھوں تو سہی اس قتالۂ عالم کو۔ چاندنی روشنی میں پہاڑوں کو منور کرنے والی شکل نزدیک سے کیسی لگتی ہے اور اپنے اس جذبے پر میں قابو نہ پا سکا اور پھر میں دبے قدموں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

آہ پروفیسر... یقین کرو ایسا حسن تصور میں نہیں آ سکتا تھا۔ رات کو وہ ہیرونی پرکاریوں سے آراستہ تھی لیکن اس وقت کا حسن سادہ رات کے حسن سے بھی زیادہ دلگداز تھا۔ شاید وہ غسل کر کے سوئی تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے۔ اس کے جسم پر باریک سا لباس تھا۔

اف دلنوخیزیت، وہ سادگی!

چند لمحات کے لئے میرا ذہن مفلوج ہو گیا۔ سب کچھ بھول گیا۔ دل چاہا اسی طرح کھڑے کھڑے سو جاؤں اور صدیاں گزر جائیں۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ ذہن بالکل خالی ہو گیا تھا۔

میرا وجود گم ہو گیا تھا پروفیسر... اگر میں غیرمعمولی انسان نہ ہوتا تو وہیں کھڑے کھڑے جان دے دیتا۔

یہ حسن معصوم، یہ پاکیزہ سا چہرہ اس قدر سنگدل ہے، کیوں۔ آخر کیوں؟۔ یہ کیسے ممکن ہے۔

میں دل تھامے اسے دیکھتا رہا۔ جی ہی نہیں بھرتا تھا۔ کیا کروں، کیا نہ کروں؟ اور کافی وقت گزر گیا۔ وہ اسی طرح سوئی رہی۔ بے خبر، پوری کائنات سے بے خبر۔

تب میں نے ایک گہری سانس لی۔ میں اس حسین لڑکی سے انتقام کیسے لوں۔ ممکن ہے۔ ممکن ہے یہ سب کاہنوں کی مکاری ہو۔ وہ اس سنگدلی میں ملوث نہ ہو لیکن میں نے اس کے الفاظ خود سنے تھے۔ میں اسے کیسے اس جرم سے بری الذمہ قرار دوں۔ پھر میں سنبھل گیا۔ گو وہاں سے ہٹنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن پھر سوچا کہ اس طرح احمق بننا مناسب نہیں ہے۔ حالات کا جائزہ لینا چاہئے۔ نہ جانے یہ غار در غار کہاں گئے ہیں؟۔

اور میں نے اس خواب گاہ کا دوسرا دروازہ تلاش کیا لیکن اس سوراخ میں قدم رکھتے ہی میں ٹھٹھک گیا۔ یہاں دو حسین لڑکیاں موجود تھیں۔ وہ دونوں دھیمے لہجے میں گفتگو کر رہی تھیں۔ شاید وہ شمونا کی خادمائیں تھیں۔ کیا کروں؟ کیا ان لوگوں پر خود کو عیاں کر دوں۔ کام نہ بگڑ جائے۔ نہ جانے یہاں کون کون ہو لیکن بہرحال میرا راز کھل جائے گا۔ پھر کیوں نہ میں خود ہی ان سے مل بیٹھوں۔ ممکن ہے میں انہیں متاثر کر سکوں۔ اوہ۔ دو عورتیں ہیں اور عورتوں کی دکھتی رگ سے میں بخوبی واقف تھا۔

چنانچہ میں نے اس دوسرے غار میں قدم رکھ دیا اور وہ دونوں میرے قدموں کی آہٹ سن کر چونک پڑیں۔ پھر انہوں نے مجھے دیکھا اور

ان کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل پڑیں۔ ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔

تب میں نے دونوں ہاتھ پھیلا کر گردن جھکا دی۔ ''کیا میں ایسی ہی بھیانک شکل ہوں خوبصورت لڑکیوں کہ تم مجھے دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہو جاؤ۔'' میں بڑی ملائم آواز میں بولا۔ اور اس لہجے میں الفاظ کا ردعمل صاف ظاہر ہوا۔

''مجھے افسوس ہے اگر میں تمہاری پریشانی کا باعث بنا۔'' میں نے پھر کہا۔

''لیکن۔ لیکن تم کہاں سے آئے ہو؟ ملکہ شہونا۔؟''

''وہ سو رہی ہے۔ گہری اور پرسکون نیند۔''

''کیا مقدس کاہلوس اعظم نے تمہیں بھیجا ہے۔؟''

''نہیں۔ میں اس کی اجازت کے بغیر آیا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔ لیکن تمہیں اس کی سزا ملے گی۔ یہاں کاہلوس اعظم کے علاوہ اور کوئی مرد قدم نہیں رکھ سکتا۔ یہاں تک کہ دوسرے مقدس بیٹے تک نہیں۔ خود ملکہ کی بھی یہی ہدایت ہے۔''

''میرے بارے میں نہ کاہلوس اعظم کو معلوم ہو گا نہ ملکہ کو۔ میں تو تمہارے پاس آیا ہوں۔''

''ہمارے پاس۔؟'' ان دونوں نے بیک وقت کہا۔

''ہاں خوبصورت لڑکیوں۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں مجھے تمہارے حسن نے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے یہاں آنے کا خطرہ مول لے لیا۔''

''اوہ۔ مگر تم کون ہو۔ ہم نے تو تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔''

''تم ان غاروں سے باہر کب جاتی ہو لیکن میں تصور میں تمہیں دیکھتا رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ میں سمجھ گیا تھا کہ لڑکیاں مجھ سے واقف نہیں ہیں نہ میری کہانی ان کے کانوں تک پہنچی ہے ورنہ وہ ضرور مجھے پہچان لیتیں۔

''چلے جاؤ۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ خطرے میں پڑ جاؤ گے۔'' ایک لڑکی نے کہا اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ میں اسے متاثر کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہارے لئے زندگی کی بازی لگا دی ہے اور تم مجھے اس طرح چلے جانے کا مشورہ دے رہی ہو۔''

''مگر ہم تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔؟'' وہی لڑکی بے چینی سے بولی۔

''چند لمحات مجھے خود کو پیار کر لینے دو۔ اس کے بعد میں خوشی سے جان دے دوں گا۔'' میں نے ایک جانباز عاشق کے انداز میں کہا اور دونوں لڑکیاں رام ہو گئیں۔ انہوں نے پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کشکا۔ دیکھو ملکہ سو رہی ہے۔'' ایک لڑکی دوسری سے بولی اور دوسری جلدی سے ملکہ کے غار کی طرف چل پڑی۔ پہلی لڑکی نے باہر سے دروازے کی دوسری طرف جھانکا تھا۔

''ہاں۔ ملکہ سو رہی ہے۔'' کشکا کے چہرے پر جذبات لرز رہے تھے۔

''ادھر بھی کوئی نہیں ہے۔''

''لیکن ہم اس اجنبی کو کہاں پوشیدہ کریں۔ کیا یہ کاہلوس اعظم کی نگاہوں سے بچ سکے گا۔؟''

''کچھ کرنا ہی ہوگا۔ ہم اس کی زندگی خطرے میں بھی تو نہیں ڈال سکتے۔'' اور پروفیسر خوب چکر چل گیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ لڑکیاں مجھے عمدہ معلومات فراہم کرسکیں گی......لیکن......!

☆..................☆..................☆

مسئلہ یہ تھا کہ وہ دو تھیں اور بیک وقت ان دونوں کو مطمئن کرنا تھا اس کے لئے وقت بھی زیادہ نہیں تھا۔ دونوں لڑکیوں کی نگاہوں میں میرے لئے پسندیدگی کے جذبات تھے لیکن وہ خوفزدہ بھی تھیں۔ ان کی کیفیت ایسی ہی تھی جیسے کسی پسندیدہ شے کو حاصل بھی کرنا چاہتی ہوں اور اس کے حصول سے خوفزدہ بھی ہوں۔ بہرحال وہ مجھے لئے ہوئے دوسرے غار میں آگئیں۔ یہ ایک چھوٹا سا غار تھا جو کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا تھا۔

''یہ ہماری رہائش گاہ ہے لیکن دیوتاؤں کے لئے۔ تم یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش مت کرنا ورنہ ہمیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ تم یہاں چھپے رہو۔ ہم ضرورت کی ہر چیز تمہیں فراہم کردیں گے۔''

''تمہارا شکریہ حسین لڑکیوں۔ میں بھوکا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کشکا۔ تم اس کے لئے کھانا فراہم کرو۔ میں اپنے فرائض انجام دوں گی۔ ہاں اگر درمیان میں ضرورت ہوئی تو میں تمہیں آواز دے لوں گی۔'' پہلی لڑکی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم بے فکر ہو کر چلی جاؤ آموکا۔ میں اسے کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گی۔''

''لیکن خیال رکھنا، تم تنہا اس کی حقدار نہیں ہو۔''

''میں جانتی ہوں'' کشکا نے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں پوشیدہ چمک سے میں واقف تھا۔ پہلی لڑکی اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔ تو پروفیسر اس حسین لڑکی نے میرے لئے عمدہ خوراک مہیا کی۔ وہ بس مجھے دیکھے جارہی تھی۔ میں خاموشی سے کھانے میں مشغول رہا اور وہ مجھے گھورتی رہی۔ کھانے سے فارغ ہو کر میں نے اس کی طرف دیکھا اور وہ مسکرادی۔

''اور کسی شے کی ضرورت ہے۔؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔ بس تمہاری۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور وہ جیسے ان الفاظ کی منتظر تھی۔ یوں سمجھو یہ الفاظ کسی اسپرنگ کا ہک تھے جو نکل گئے تھے۔ وہ اچھل کر میری گود میں آرہی۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

''آہ۔ اجنبی۔ تو اب تک کہاں تھا۔؟ کہاں سے آیا ہے۔ اتنا مختلف کیوں ہے؟ تو نے ہمیں کہاں دیکھا۔؟''

''خوابوں میں۔ ہر رات مجھے تمہارا قرب نصیب ہوتا تھا لیکن عالم ہوش میں صرف تمہارا تصور رہ جاتا تھا۔ بالآخر میں نے اس تصور کو عملی

جامہ پہنا دیا۔''

''اوہ۔ کتنی حسین باتیں کرتا ہے۔ کیسے گرم جسم کا مالک ہے تو۔ اور تیرے جسم کی سنہری چمک دل موہ لینے والی ہے۔ مجھے خود میں جذب کر لے اجنبی۔ مجھے اپنے جسم میں سمو لے کہ میں اس کا ایک جزو بن جاؤں۔'' وہ میرے سینے سے چمٹتے ہوئے بولی۔

''تیرا نام کشکا ہے نا۔؟''

ہاں۔ اور تو کون ہے۔؟''

''میرا کوئی نام نہیں ہے۔ تیرا جو دل چاہے مجھے کہہ لے۔'' میں نے بھی اس کی گرمجوشی کا جواب اسی گرمجوشی سے دیتے ہوئے کہا اور کشکا پاگل ہوگئی۔ عین اسی وقت۔۔ پہلی لڑکی اندر آ گئی۔ اس نے بھوکی شیرنی کی مانند کشکا کو دیکھا اور جھپٹ کر اس کے بال پکڑ لئے۔

''میں نے تجھے منع کیا تھا۔'' وہ غرائی۔ کشکا سہم گئی تھی۔ اس نے خوفزدہ چڑیا کی مانند میرے سینے میں منہ چھپانے کی کوشش کی لیکن پہلی لڑکی نے اسے زبردستی کھینچ لیا۔ ''اگر میں کاہوس اعظم پر تم دونوں کا راز فاش کر دوں تو کیا ہوگا۔'' اس نے کہا لیکن میں اس کا بازو پکڑ کر اسے خود پر گھسیٹ لیا۔

''تم رقابت کا شکار نہ ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں تم دونوں کو یکساں چاہتا ہوں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے اجنبی۔ یہ کیسے ممکن ہے۔'' پہلی لڑکی کے جذبات ابھر آئے۔ کشکا نے اسے جگہ دے دی تھی۔

''سب کچھ ممکن ہو جائے گا۔ بس چند ساعت انتظار کر۔؟'' اور پروفیسر اس نے انتظار کیا اور میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ وہ دونوں نہال ہوگئیں اور اب انہیں ایک دوسرے سے گلہ نہیں تھا۔ دونوں ہی خوش تھیں۔ دونوں میرے اوپر پروانہ وار نثار ہو رہی تھیں۔ تب کشکا ہی کو احساس ہوا اور وہ چونکی۔

''آموکا۔'' اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے۔؟'' دوسری لڑکی حیرت سے بولی۔

''ہم اپنا فرض بھول گئے۔ وہاں کوئی نہیں ہے۔''

''اوہ۔'' آموکا بھی اچھل پڑی۔ اس کے بعد دونوں افتاں و خیزاں اپنی ڈیوٹی پر بھاگیں۔ مجھے ان کی بدحواسی پر ہنسی آ رہی تھی۔ لڑکیوں کی یہی کیفیت ہوتی تھی میرے آگے اسی طرح وہ خود کو، ماحول کو اور فرض کو بھول جاتی تھیں۔ میں انتظار کرتا رہا تب آموکا مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔

''دیوتاؤں نے رحم کیا۔ نہ تو ملکہ شمونا جاگی اور نہ ہی کاہوس اعظم کا ادھر سے گزر ہوا۔''

''کیا کاہوس اعظم روزانہ یہاں آتے ہیں۔؟''

''ہاں۔ رات کو روزانہ۔۔ اور کبھی کبھی دن میں بھی۔''

''تمہارا نام آموکا ہے نا۔''

"ہاں۔"

"آموکا۔ اب تم نے میرے بارے میں کیا سوچا۔؟"

"آہ۔ تم نے تو ہم دونوں کو پاگل کر دیا ہے۔ اب تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی محال ہے۔"

"کیا میں زیادہ دنوں تک یہاں چھپا رہوں گا۔"

"ہم تیری حفاظت زندگی سے بڑھ کر کریں گے۔"

"اگر شیمونا کو میرے بارے میں معلوم ہو جائے۔؟"

"وہ رحمدل ہے۔ ہمیں معاف کر دے گی لیکن کاہلوس اعظم۔" لڑکی کے چہرے پر خوف کے آثار پھیل گئے لیکن پھر وہ مضبوط آواز میں بولی۔" کچھ بھی ہو۔ ہم تمہارے لئے مرنے کو تیار ہیں۔"

"تم نے کہا تھا شیمونا رحمدل ہے۔"

"بے حد معقول۔ بے حد مہربان۔"

"مجھے یقین نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے۔"

"کاہلوس اعظم یہاں روزانہ کیوں آتا ہے۔؟"

"ملکہ سے مشورے کرنے۔ اس کے علاوہ ملکہ کے پاس اور کوئی نہیں آتا۔"

"رات کو وہ کس وقت آئے گا۔؟"

"چاند نکلنے کے بعد۔"

"کیا وہ دونوں کہیں جاتے بھی ہیں۔؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔!"

"کیا رات کو بھی تم لوگوں کی ڈیوٹی رہتی ہے۔؟"

"اس وقت وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا جب کاہلوس اعظم ملکہ کے حضور موجود ہو۔" آموکا نے جواب دیا اور میرے ذہن میں ایک خلش سی پیدا ہوگئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس وقت ان دونوں کو ضرور دیکھوں گا جب کاہلوس اعظم وہاں موجود ہو۔ میں اس خفیہ راستے سے واقف تھا جہاں شاید یہ لڑکیاں بھی نہیں جا سکتی تھیں۔

لیکن لڑکیوں نے رات کو کچھ اور ہی پروگرام بنایا تھا۔ چھٹی ہوئی تو انہوں نے بہت سے پھل میوے اور شراب غار میں جمع کر لی۔ دن کی رنگینی کو وہ رات کے حقیقی رنگ میں دیکھنا چاہتی تھیں۔

چنانچہ مجھے چالاکی سے کام لینا پڑا۔ جب شراب کا دور شروع ہوا تو میں نے انہیں بے تحاشا پلائی۔ اتنی پلائی کہ وہ مدہوش ہوگئیں اور پھر اوندھی ہوگئیں۔ اب انہیں کچھ خبر نہیں رہی تھی چنانچہ میں نے انہیں اطمینان سے لٹایا اور خود باہر نکل آیا۔ اب میں اسی خفیہ راستے کی جانب جا رہا تھا۔

غار کے پوشیدہ سوراخ سے میں نے اندر نگاہ ڈالی۔ دو لڑکیاں شیمونا کا سنگھار کر رہی تھیں۔ شیمونا خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے جنہیں میں اس وقت صحیح طور سے نہ سمجھ سکا۔ لیکن شیمونا کا حسن اور پرکار ہوگیا۔ بلاشبہ یہ حسین لڑکی کمسن ہے اور اس کا حسن بے پناہ ہے۔ میں نے دل میں سوچا۔

''بس جاؤ۔ اب جاؤ تم لوگ۔'' شیمونا نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور سنگھار کرنے والی دونوں لڑکیاں پیچھے ہٹ گئیں۔ پھر انہوں نے گردن جھکائی اور الٹی چلتی ہوئی غار کے دروازے سے باہر نکل گئیں۔ شیمونا اب غار میں تنہا تھی۔ اس کے چہرے سے عجیب سی بیزاری کے آثار ہویدا تھے۔ لیکن اس سے قبل کہ میں مزید کچھ سوچتا۔ غار کے دروازے میں کاہلوس کی خبیث شکل نظر آئی اور میں سنبھل گیا۔

''ملکہ عالیہ کی خدمت میں سلامتی۔'' اس نے کہا۔ شیمونا بھی سنبھل گئی تھی لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب کاہلوس اعظم مکاری سے بولا۔'' سارہانہ کی عظیم ملکہ کے چہرے پر کچھ کبیدگی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ طبیعت تو ٹھیک ہے۔؟''

''ہاں۔ ہم ٹھیک ہیں۔'' ملکہ نے جواب دیا۔

''کیوں نہ ہم تازہ ہواؤں اور چاند کی فرحت بیز روشنی میں گفتگو کریں۔''

''ہم کہیں نہیں جانا چاہتے۔'' شیمونا نے کہا۔

''ملکہ کی طبیعت میں شگفتگی پیدا ہو جائے گی۔''

''کاہن اعظم۔ ہم کہیں نہیں جانا چاہتے۔''

''اس انکار کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔؟''

''کوئی وجہ نہیں ہے۔ بس غاروں میں ہمارا دل نہیں لگتا۔ ہمیں یہ تنہائی کی زندگی پسند نہیں ہے۔ ہماری زندگی میں کوئی نیا پن نہیں۔ بس سوتے رہے، جاگ جاؤ، پتھر دیکھتے رہو ہمارا دماغ بھی پتھر ہو کر رہ گیا ہے۔''

''کچھ وقت اور باقی ہے میری ملکہ۔ تمہارے بالغ ہونے کی پہلی نشانی ظہور میں آ جائے..... اس کے بعد تم خود کو تنہا نہ محسوس کرو گی۔ اس کے بعد تم اس زندگی میں پوری پوری دلچسپی لینے لگو گی۔ تم زندگی کے رموز سے آشنا اسی وقت ہو گی پھر یہ ماحول تمہیں برا نہیں لگے گا۔ پھر یہ پتھروں کی دنیا تمہیں اس قدر ویران نہیں نظر آئے گی۔''

''تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں کاہلوس اعظم۔'' ملکہ نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ابھی آ بھی نہیں سکتیں۔ زندگی کے سب سے خوبصورت راستے پر قدم پڑ جانے دو اس کے بعد سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔'' کاہلوس اعظم نے کریہہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

حسین اور نوخیز ملکہ ممکن ہے ان باتوں کو نہ سمجھ رہی ہو لیکن میں بوڑھے بوالہوس کی باتوں کا مفہوم سمجھ رہا تھا اور غور کر رہا تھا کہ ملکہ کی حیثیت تو کچھ بھی نہیں ہوتی۔ وہ تو صرف ایک دکھاوے کی چیز ہے۔ یا یوں سمجھا جائے کہ وہ تو صرف بیگے کی داشتہ ہوتی ہے۔ یہ حسین لڑکی ابھی نوخیز ہے اسی لئے بیگے کی ہوس سے بچی ہوئی ہے ورنہ یہ بیگے کی بھینٹ چڑھ گئی ہوتی۔ لیکن کہاں یہ کریہہ المنظر بوڑھا ... اور کہاں یہ دنیا کا منتخب حسن۔ اسے بوڑھے کے دست برد سے بچانا ہوگا۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے بیگے کو ملکہ کے قریب ہوتے دیکھا۔ اس نے ملکہ کے دونوں شانوں کو اپنی انگلیوں کے شکنجوں میں دبوچ کر اپنے قریب کرنا چاہا لیکن ملکہ پیچھے ہٹ گئی۔

''براہ کرم ہمیں پریشان مت کرو کاہلوس۔ ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا میرا قرب ملکہ کو پسند نہیں ہے۔ کیا میرے جذبات کی گرمی سے ملکہ کے دل میں جوار بھاٹا نہیں اٹھتا۔؟'' کاہلوس نے کہا۔

ہمیں افسوس ہے کاہلوس اعظم۔ تمہارے قرب سے ہمیں الجھن ہوتی ہے۔ ہمیں تمہارے بدن کی بوبخت ناگوار لگتی ہے۔''

''ملکہ شمونا۔'' کاہلوس اعظم نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے احتجاج کیا۔ چند ساعت وہ اسے گھورتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم ابھی ناسمجھ ہو ملکہ۔ تم ابھی کچھ نہیں جان سکتیں۔ اور جان بھی کیسے سکتی ہو۔ ابھی تم نے زندگی کی رنگینیوں کو قریب سے نہیں دیکھا لیکن آج میرے ذہن میں ایک نئی ترکیب آئی ہے۔ آج میں نے تمہاری دلبستگی کے لئے نیا بندوبست کیا ہے۔''

''ہم کچھ بھی نہیں چاہتے۔ ہمیں تنہا چھوڑ دو۔ براہ کرم ہمارا ذہن سلانے کی کوشش بھی نہ کرنا۔ ہمیں اس کے بعد بڑی تھکن محسوس ہوتی ہے۔''

''آج میں تمہارے ذہن کو بیدار رہنے دوں گا۔ آج میں تمہیں زندگی کا سب سے حسین تماشا دکھاؤں گا ملکہ۔'' کاہلوس نے مکاری سے کہا لیکن میں ملکہ کے الفاظ پر غور کر رہا تھا۔ ذہن سلانے والی بات۔

میں زیادہ نہ سوچ سکا۔ کاہلوس نے تالی بجائی تھی اور فوری طور پر ایک خادمہ اندر داخل ہوگئی۔ میں نے اس خادمہ کو دیکھا۔ وہ بھی خاصی حسین لڑکی تھی۔

کاہلوس اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''تیرا نام کیا ہے۔؟''

''بوشا۔'' خادمہ نے جواب دیا۔

''تیری ساتھی کون ہے۔''

''فازی۔''

''اسے بلا۔'' کاہلوس نے کہا اور خادمہ جلدی سے باہر چلی گئی۔ پھر وہ دوسری لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوگئی۔ دوسری لڑکی بھی جوان تھی لیکن بوشا کی طرح حسین نہیں تھی۔ تب کاہلوس اعظم نے ہاتھ اٹھایا۔

''جا۔ تو باہر ہی جا۔ اور اس وقت تک اندر مت آ جب تک تجھے طلب نہ کیا جائے۔ اس وقت تک کسی کو اندر مت آنے دینا جب تک اجازت نہ مل جائے۔'' اس نے غاری کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا اور دوسری لڑکی جلدی سے باہر نکل گئی۔

''تو میرے نزدیک آ جا بوشا۔ اور قریب آ جا۔'' کاہلوس اعظم نے کہا اور بوشا جھجکتی ہوئی اس کے قریب پہنچ گئی۔ ''بوشا۔ تیرے دل میں میرا کیا مقام ہے۔ جواب دے۔''

''مقدس کاہلوس اعظم۔ عظیم ہے۔'' بوشا نے جواب دیا۔

''کیا میرا قرب تیرے لئے باعث نفرت و کراہیت ہے۔''

''کاہلوس اعظم کا قرب باعث عزت و انبساط ہے۔'' بوشا نے کہا۔

''تب ان جذبات کا ثبوت دے جو تیرے دل میں میرے لئے ہے۔'' کاہلوس نے کہا اور بوشا نے ملکہ کے وجود کو بھلا دیا۔ خاصی تجربے کار لڑکی تھی، جانتی تھی کہ ہیکلے کے سامنے ملکہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ہیکلے کے حکم سے انحراف موت ہے اور اس کی قربت حاصل کرنے سے عزت ہے۔ چنانچہ اس نے ہیکلے کے ایک حکم کی تعمیل کی اور مجھے اس قابل نفرت انسان پر شدید غصہ آنے لگا جو مغلظ حرکتوں سے ملکہ کے جذبات ابھارنے میں کوشاں تھا۔ بوشا اس کی پوری مددگار تھی۔ لیکن ملکہ مجھ سے متفق معلوم ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے اس شرمناک منظر سے بیزار ہو کر رخ بدل لیا۔ بوشا سرشار تھی۔ مقدس کاہلوس اعظم کا قرب اس کے تصور میں بھی نہیں تھا لیکن کاہلوس اعظم کے چہرے پر الجھن نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے بوشا کو خود سے جدا کر دیا۔

''بس اب تو جا۔'' وہ اپنا مختصر لباس درست کرتے ہوئے بولا اور بوشا باہر نکل گئی۔

''شیمونا۔'' کاہلوس نے آواز دی اور شیمونا نے رخ بدل لیا۔ ''تو اس منظر سے متاثر نہیں ہوئی۔'' اس نے کہا۔ لیکن شیمونا نے جواب نہ دیا۔ اس کے ہونٹ نفرت سے سکڑے ہوئے تھے۔

''میری آنکھوں میں دیکھو۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا اور شیمونا کی نگاہیں اس کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔ تب میں نے اس کے بدن میں ایک تھرتھراہٹ سی دیکھی۔

اور مجھے یقین کامل ہو گیا۔ کاہلوس اس پر تنویمی نیند طاری کر رہا تھا۔ اس کے ذہن پر قابض ہو رہا تھا اور اب وہ پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہی تھی۔

''کھڑی ہو جا۔'' کاہلوس نے کہا اور وہ کھڑی ہو گئی۔

''میرے نزدیک آ۔'' کاہلوس نے کہا اور وہ کاہلوس کے نزدیک آ گئی۔

''میری گردن میں ہاتھ ڈال۔'' وہ بولا اور نوخیز ملکہ نے ایسا ہی کیا۔

''بس اب آرام کر۔'' کاہلوس نے کہا اور ملکہ پلٹ گئی۔ کاہلوس بھی کسی قدر دل برداشتہ سا باہر نکل گیا۔ اور اب غار میں شیمونا کے علاوہ اور

کوئی نہ تھا۔ میرے خیالات میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ گویا شیمو نا بیگے کی محکوم ہے۔ اس کا ہر عمل کالوس کا رہین منت ہے۔ اور کالوس میرا دشمن تھا۔ ممکن ہے میرے اور قبیلے کے قتل کی کوشش خود ملکہ کی نہ ہو۔ اس میں بھی کالوس کی کرم فرمائی ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو یہ عورت بے قصور ہے۔ اور اگر یہ بے قصور ہے تو چاہے جانے کے قابل ہے۔ پھر کیوں نہ انتقام کا خیال ذہن سے نکال کر اس سے دوسری باتیں کی جائیں۔ کیوں نہ اس حسین لڑکی کے خیالات کا رخ بدل دیا جائے۔ بہر حال وہ حسن بے مثال ہے اور اس کے بارے میں محبت بھرے انداز سے بھی سوچا جا سکتا ہے۔ پھر شیمو نا کے دل میں میرے دل سے کدورت نکل گئی۔ رہ گیا کالوس کا معاملہ... تو اسے تو میں اچھی طرح دیکھ لوں گا بلکہ میرے اپنے خیال میں تو میں نے اس کے لئے مناسب بندوبست کر ہی دیا تھا۔ اس بار جب وہ آگ کا دربار کرے گا تو لطف ہی آ جائے گا۔

لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ کالوس چلا گیا تھا۔ شیمو نا تنہا تھی۔ میں نے ایک لمحے میں فیصلہ کر لیا اور میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ چند ساعت کے بعد غار کے اسی دروازے سے اندر داخل ہو گیا جس سے کالوس داخل ہوا تھا۔ پہرہ دینے والی دونوں لڑکیاں غائب تھیں۔ شاید بوشا، فازی پر اپنی عظمت کا رعب جما رہی ہوگی۔ شیمو نا ایک خوبصورت پتھر کی نشست سے پشت لگائے بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی۔

میرے قدموں کی چاپ پر بھی اس نے توجہ نہ دی اور میں اس کی پشت پر پہنچ گیا۔ میری نگاہیں اس کے مرمریں سراپا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کئی منٹ اسی طرح گزر گئے۔ پھر شیمو نا نے ہی ایک طویل سانس لے کر رخ بدلا۔ پہلے اس کی نگاہ میرے قدموں پر پڑی اور پھر اس نے آہستہ آہستہ نگاہیں اوپر اٹھائیں۔ دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک خوفناک آواز نکل گئی اور وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس کی حسین آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے تھے لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر ان آنکھوں کی دہشت کسی قدر کم ہوگئی۔

اب وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہی تھی اور پروفیسر... میں اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ دیکھ رہا تھا۔ خوف، وحشت، حیرت اور اس کے بعد اس کی آنکھوں میں وہ نظر آیا جو میرا حق تھا۔ یعنی پسندیدگی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک باریک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور سمٹ گئی۔ پھر وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ میں بھی خاموش کھڑا تھا۔

تب اس کی نگاہوں میں بے چینی پیدا ہوئی۔ وہ آگے بڑھی اور پھر اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

"دیوتاؤں کی قسم۔ کیا تم مامونا کے تراشے ہوئے بت ہو۔ لیکن تم یہاں۔ اچانک کیسے آ گئے۔؟"

"میں پتھر نہیں ہوں ملکہ شیمو نا۔" میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ مامونا پتھروں کا جادوگر ہے۔ کیا اس کے مجسمے بول بھی سکتے ہیں۔؟"

"تم کس مامونا کی بات کر رہی ہو۔؟"

"تو کیا... ؟ تو کیا... تمہیں مامونا نے نہیں تراشا۔"

"میں کسی مامونا کو نہیں جانتا۔"

"پھر تم کون ہو۔؟"

''کیا تم مجھے نہیں جانتیں۔؟''میں نے تعجب سے پوچھا۔

''نہیں۔''اس نے بھی تعجب سے گردن ہلا دی۔

''غور کرو۔یاد کرو ملکہ شموتا۔کیا تمہارے حکم سے مجھے موت کی سزا نہیں ملی۔''میں نے کہا۔

''موت ..... آہ..... میں تمہیں موت کی سزا کیسے دے سکتی ہوں۔میں نے تو پہلے کبھی تمہیں نہیں دیکھا۔''

''کیا قبیلہ کو بھی تم نے موت کی سزا نہیں دی۔؟''

''کیسی باتیں کر رہے ہو اجنبی۔یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔''

''حسین ملکہ۔تمہارے ہونٹوں سے جھوٹ بھلا نہیں لگتا۔''

''میں جھوٹ نہیں بولتی اجنبی۔یقین کرو۔میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔تمہاری شکل مجھے یاد نہیں ہے۔اگر میں پہلے بھی تمہیں دیکھتی تو ضرور یاد رکھتی۔میں تمہیں کیسے بھول سکتی تھی۔''

''کل کے چاند۔جب تم نے پہاڑوں میں دربار کیا تھا۔جب تمہارے پرستار تمہاری زیارت کو آئے تھے۔تم نے میرے بارے میں فیصلہ دیا تھا۔تمہارے ہی حکم سے مجھے پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے گرا دیا گیا تھا۔''

''آہ..... نہیں..... آہ..... نہیں..... میں نے یہ ظالمانہ حکم کیسے دے سکتی تھی۔اجنبی تمہیں ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔میں نہیں جانتی تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو۔؟میری بات پر یقین کرو۔''

اور میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ممکن ہے۔ممکن ہے لیکن اس سلسلے میں بھی معلومات حاصل کی جاسکتی تھیں چنانچہ میں نے اس سے پوچھا۔''کیا تمہیں پچھلی رات کا دربار یاد ہے۔؟''

''آہ..... مجھے کچھ یاد نہیں۔میں اس وقت کاہلوس کے سحر میں گرفتار ہوتی ہوں۔آہ کاہلوس کا جادو مجھے اپنی گرفت میں لئے ہوتا ہے۔میں نہیں جانتی میں نے کیا کہا ہے۔میں نے کیا کیا ہے۔اس وقت میرے منہ میں کاہلوس کی زبان ہوتی ہے۔میری اپنی مرضی، میری اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی۔مجھے اس سے سخت نفرت ہے اجنبی۔میں اس کے احکامات پر عمل نہیں کرنا چاہتی لیکن وہ جادوگر ہے۔میں اس کے جادو کے سامنے بے بس ہوں۔''

وہ باتیں کر رہی تھی اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔تو یہ ہے ملکہ شموتا۔کاہلوس کے ظلم کا شکار۔اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔کاہلوس کی باتیں میں سن چکا تھا۔وہ شموتا کے جوان ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔وہ اس کے حسن کے سمندر سے سیراب ہونے کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن خیر..... اس کے دن پورے ہو چکے ہیں۔میں نے اس کے لئے مناسب بندوبست کر دیا ہے۔

شموتا غمزدہ انداز میں سر جھکائے بیٹھی تھی لیکن پھر اچانک وہ چونک پڑی۔

''تم..... تم کون ہو اجنبی۔اور یہاں کہاں سے آ گئے۔؟''

''کیا تم نے میرا تذکرہ بھی نہیں سنا شموتا۔کیا تمہیں اس شخص کے بارے میں بھی معلوم نہیں ہے جو پہاڑوں کے اس پار سے آیا ہے۔جو

نیمون کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑی۔

"ہاں۔ میں نے سنا ہے۔ میں نے کالوس کی زبانی سنا ہے۔ تو کیا تم وہی ہو۔؟"

"ہاں۔ میں وہی ہوں شمونا۔"

"کیا تم آگ میں نہیں جلتے۔ کیا تم بے حد طاقتور ہو۔؟"

"کالوس کے الفاظ درست ہیں۔"

"مگر تم یہاں کس طرح پہنچ گئے۔"

"تمہارے حکم سے۔ مجھے پہاڑوں سے غاروں میں پھینک دیا گیا جہاں نوکیلی چٹانیں ہیں اور جہاں بچھو رہتے ہیں۔"

"آہ۔ پھر۔ آہ پھر تم زندہ کیسے بچے۔؟"

"کالوس میری زندگی نہیں لے سکتا۔ ہاں میں اسے ضرور ختم کر سکتا ہوں۔"

"تو کیا درحقیقت تم آسمان سے اترے ہوئے کوئی دیوتا ہو۔ ہاں تمہارا بدن چمکدار ہے۔ تم آنکھوں کو بہت بھلے لگتے ہو۔ کالوس پاگل ہے۔ وہ تمہیں دیوتا کیوں نہیں تسلیم کر لیتا۔"

"کیا تم مجھے دیوتا تسلیم کرتی ہو۔؟"

"تم اگر میرے سامنے کہو گے تو میں تمہیں دیوتا مان لوں گی۔"

"اگر میں دیوتا ہوا تو پھر تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گی۔؟"

"میں تمہاری عزت کروں گی، تم سے محبت کروں گی اور پھر میں تم سے درخواست کروں گی کہ مجھے اس طلسم کدے سے نکال دو۔ یہاں میرا دل بہت گھبراتا ہے۔ میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔ میں یہاں سے اکتا گئی ہوں۔"

"تو سنو شمونا۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ تم سب کی طرح انسان ہوں لیکن میں وہ کام کر سکتا ہوں جو تم یا کالوس نہیں کر سکتے۔ میں نیمون کو قتل کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں یہاں سے نکال سکتا ہوں۔"

"آہ۔ تو ایسا ضرور کرو اجنبی۔ ان پہاڑوں میں میرا دم گھٹتا ہے۔ میں یہاں مر جاؤں گی۔ کالوس کی شکل سے مجھے نفرت ہے۔ مجھے اس کی آمد پسند نہیں ہے۔" وہ میرے سینے سے آلگی۔ اس نے اپنے حسین ہاتھوں سے میرا بازو تھام لیا۔

اور پروفیسر۔۔۔ میں اس کے قرب سے سرشار ہو گیا۔ یہ بھی محبت کا انداز تھا۔ یہ اپنائیت کی ادا تھی اور اس کے بعد میں حسین ملکہ کے لئے دل میں کدورت کیسے رکھ سکتا تھا اور میں اس کی درخواست کو کیسے ٹھکرا سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال دیئے۔

"میں تجھے یہاں سے ضرور نکال لے جاؤں گا شمونا۔ تو بے فکر رہ۔ میں بہت جلد تجھے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔ کیا تو اپنی مرضی سے ان پہاڑوں سے باہر نہیں نکل سکتی۔ کیا اب کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم ان غاروں سے نکل جائیں۔"

''راستہ موجود ہے لیکن میں تنہا نکلنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔ اب تیرا ساتھ ہے۔ آ۔ میں تجھے راستہ بتادوں۔''

''چلو۔'' میں نے کہا اور ملکہ مجھے لئے ہوئے غار کے ایک اندرونی حصے کی طرف چل پڑی۔ ایک طویل سرنگ طے کر کے ہم ایک بلند جگہ پہنچ گئے جہاں سے اوپر کی جانب سیڑھیاں جاتی تھیں اور ان سیڑھیوں پر چڑھ کر ہم ایک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ جس کے دوسری طرف سارہانہ پھیلا ہوا تھا۔ میں نے سارہانہ کی مخالف سمت دیکھی۔ یہاں سے دوسری طرف جانے کا راستہ تھا۔

اور میں نے سکون سے گردن ہلائی۔

''ٹھیک ہے ملکہ شیونا۔ چند روز انتظار کر۔ کسی بھی وقت انتظامات کر کے میں تجھے یہاں سے نکال لے چلوں گا۔''

''چند روز کیوں۔ ابھی کیوں نہیں۔'' ملکہ نے ضد کرنے والے انداز میں کہا۔

''کچھ انتظامات کرنے ہوں گے۔ لیکن تو فکر نہ کر۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی کروں گا۔ میں تجھے یہاں سے ضرور نکال لے جاؤں گا۔''

''لیکن کب۔؟''

''بہت جلد۔ بہت جلد۔''

''آہ۔ انتظار بہت سخت ہوگا اجنبی۔ میں پہاڑوں کی گھٹن سے نجات چاہتی ہوں۔ میں عام انسانوں کی مانند کھلی فضا میں سانس لینا چاہتی ہوں۔''

''بہت جلد ایسا ہی ہوگا شیونا۔ میں خود اس کا خواہشمند ہوں۔''

غرضیکہ پروفیسر، بمشکل تمام میں اسے واپس بھیجنے پر راضی کر سکا اور پھر میں پہاڑ سے اترنے لگا۔ میرا رخ روحا کے مکان کی جانب تھا۔ طویل راستے طے کر کے میں روحا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ روحا ایک کمرے میں سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگایا اور وہ چونک کر اٹھ گیا۔ اس نے میری شکل دیکھی اور حیرت سے اچھل پڑا۔

''آہ۔ میرے دامت۔ میرے دوست کیا تو زندہ ہے۔؟'' وہ محبت سے مجھ سے لپٹ گیا۔

''میری موت کاہلوس جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں آسکتی۔''

''آہ۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے۔ میں نے تجھے خودیوکا کی گہرائیوں میں گرتے دیکھا تھا۔''

''وہ گہرائیاں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔''

''دیوتاؤں کی قسم۔ تو دنیا کا سب سے زیادہ حیرت انگیز انسان ہے۔ ان گہرائیوں میں ننھے عفریت رہتے ہیں جو دیکھتے ہی دیکھتے زندہ انسانوں کو پانی بنا دیتے ہیں۔'' روحا نے کہا۔

''ان میں سے بیشتر میرے ہاتھوں مارے گئے اور باقی جان بچا کر پوشیدہ ہو گئے۔''

''آہ۔ یہ ناقابل یقین ہے۔ مگر تو بھی ناقابل یقین ہے اور تو میرے سامنے ہے اس لئے مجھے تیری باتوں پر یقین ہے۔ میں کاہلوس کو

چھوٹا تصور کرنے لگا ہوں۔ یقیناً تو اس کے اعمال کی سزا ہے۔''

''میں تجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں ردحا۔'' میں نے کہا۔

''تو مجھے صرف احکامات دے۔ میں تیرے ہر حکم کی تعمیل میں مسرت محسوس کروں گا۔''

''کیا تو سار بانہ چھوڑنا پسند کرے گا ردحا۔؟''

''تو اگر کہے۔'' ردحا نے کہا۔

''تیرے اہل خاندان۔''

''میری صرف ایک عورت ہے۔ وہ وہی چاہتی ہے جو میں۔ وہ بھی میرے ساتھ سار بانہ چھوڑ دے گی۔''

''گویا تو تیار ہے۔؟''

''ہاں۔ اگر تو کہے۔''

''تو ٹھیک ہے ردحا۔ کل کا چاند گزر جانے دے۔ کل میں کالوس اعظم کو ایک سزا دوں گا اور اس کے بعد ہم خاموشی سے یہاں سے نکل چلیں گے۔ سن ردحا۔ کل رات کو تو کئی کام کرے گا۔ ان کی تفصیل سن۔ پہلا کام یہ ہے کہ بانو کو اس قید خانے سے نکال کر کسی ایسے مقام پر پہنچا دے جہاں سے ہم سار بانہ سے فرار ہو سکیں۔''

''میں ایسا ہی کروں گا۔''

''اس کے علاوہ تجھے چند گھوڑوں کا اور خوراک کا انتظام بھی کرنا ہوگا۔''

''میں کر لوں گا۔ کتنے گھوڑے درکار ہوں گے۔؟''

''ایک تیرے لئے، ایک تیری عورت کے لئے، ایک بانو کیلئے اور دو میرے لئے، ایک سامان کے لئے۔ کل چھ گھوڑے۔''

''دو تیرے لئے۔؟''

''ہاں۔ میرے ساتھ ایک ہستی اور بھی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں انتظام کر لوں گا۔''

''تو ان چیزوں کو بانو کے حوالے کر دے گا۔ تیری عورت بھی بانو کے پاس ہوگی اور تو بھی میرا انتظار کرے گا لیکن یوکا کے معبد کے پاس۔ تاکہ میں تیرے ساتھ اس جگہ پہنچ سکوں جہاں بانو اور تیری عورت ہوگی۔''

''میں تیری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کروں گا۔''

تو پروفیسر، میں نے یہ کام مکمل کر لیا لیکن یہاں سے روانگی سے قبل میں کالوس اعظم کا انجام دیکھنا چاہتا تھا۔ سو اس رات میں کالوس اعظم کے دربار میں پہنچ گیا۔ کالوس اعظم کے دربار میں داخل ہوتے وقت میں نے چہرہ چھپا لیا تھا اور میرا پورا جسم بھی ڈھکا ہوا تھا۔ لیکن کسی کو میرے اوپر

کوئی شک نہیں ہوا تھا۔ تو کاہلوس اسی انداز میں نمودار ہوا جیسے پہلے اس کا ظہور ہوتا تھا اور بیگے اس کے سامنے جھک گئے۔

لیکن اسی وقت میں نے اپنے چہرے سے چادر اتار دی۔

''بے وقوف پجاریوں۔ کس احمق کی باتوں میں آتے ہو۔ کاہلوس جھوٹا ہے۔ اس کی ساری قوتیں میری مٹھی میں ہیں۔ دیکھو۔ اس نے مجھے سزا دی تھی لیکن میں زندہ ہوں۔ یہ بدعہد ہے اور میں اسے بدعہدی کی سزا دینے آیا ہوں۔''

کاہلوس اور اس کے ساتھیوں کی حالت قابل دید تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ ان پر سکتہ طاری تھا۔

''کیا تو سزا کے لئے تیار ہے کاہلوس۔ کیا تو نے دھوکے سے مجھے اور تعیلہ کو قتل کرنے کی سازش نہیں کی تھی۔؟''

''تو... تو سچ مچ زندہ ہے۔؟'' کاہلوس کے حلق سے گھرائی ہوئی آواز نکلی۔

''ہاں۔ تیرے سامنے ہوں۔ اور اب تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تیرے لئے کیا سزا مناسب ہے۔ کیا میں اسی آگ کو حکم دوں کہ تجھے جلا دے۔'' میں نے کہا۔

''کاہلوس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ دانت پیسنے لگا اور پھر اس نے خوفناک آواز میں کہا۔

''تو میرے لئے ناقابل برداشت بن گیا ہے اجنبی۔ تو.... تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں تیرے لئے کیا کروں۔''

''لیکن میری سمجھ میں آ گیا ہے کہ تجھے کیا سزا دوں۔ چنانچہ میں اس آگ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تیرا طلسم توڑ ڈالے۔''

''آگ میری تابع ہے۔'' کاہلوس پھنکارا۔

''نہیں کاہلوس۔ آگ میری تابع ہے۔ آج تیرے حکم کی تعمیل نہیں کرے گی۔ آ۔ اس میں داخل ہو۔'' اور کاہلوس جوش میں آ کر آگ میں داخل ہو گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کیا ہو گیا ہے اور پھر سننے والوں نے کاہلوس کی ایسی چیخیں سنیں کہ ان کے دل دہل گئے۔ کاہلوس کے بدن نے آگ پکڑ لی تھی اور وہ کسی متحرک مشعل کی مانند سارے چبوترے پر دوڑتا پھر رہا تھا۔

ہیگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ میرا کام ختم ہو گیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے باہر نکل آیا اور اب میرا رخ یوکا کے معبد کی جانب تھا۔ میں اس پہاڑی سے اندر داخل ہو گیا جہاں سے شمونا نے مجھے باہر نکالا تھا اور پھر طویل فاصلہ تیز رفتاری سے طے کر کے میں ملکہ شمونا کی خاص خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ شمونا ایک خوبصورت لباس میں ملبوس ایک آرام دہ جگہ پر لیٹی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اچھل پڑی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آئے تھے۔

''اوہ۔ تم آ گئے اجنبی۔ تو گویا تم صرف خواب نہیں ہو۔؟''

''خواب۔؟''

''ہاں۔ میں سوچ رہی تھی کہ شاید تم بھی ایک طلسم تھے۔''

''میں حقیقت ہوں شمونا۔ ایک ٹھوس حقیقت۔''

''میں بہت اداس تھی۔ میرے دل کو ایک اور زخم لگ گیا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ اگر تم نہ آئے تو اب میری زندگی اور کٹھن ہو جائے گی۔

اب میں ہر وقت تمہیں یاد کروں گی اور میری آنکھوں سے آنسو بہا کریں گے۔''

''کیوں ملکہ شیمو نا۔''

''بس۔ میں نہیں جانتی۔ تمہارے تصور کے ساتھ میرے دل میں ایک عجیب سی دکھن ہونے لگتی ہے۔''

''معصوم لڑکی۔ تو بے حد الھڑ ہے۔''

''اجنبی۔ تم نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا۔''

''کیا۔''

''مجھے لے چلو گے۔''

''ہاں۔ کیا تھا۔''

''کب لے چلو گے اجنبی۔ اب تو تم میرے پاس رہو۔ یا پھر مجھے یہاں سے لے چلو۔ اب میں صرف تمہیں یاد کرتی ہوں۔ دوسرے کام بھول گئی ہوں۔''

''جب تم کہو گی شیمو نا۔ لے چلوں گا۔''

''آج ہی۔ ابھی۔ اب میں یہاں رہنا نہیں چاہتی۔''

''تب اٹھو۔ چلو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

''آہ۔ کیا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ مجھے ان پتھروں سے نجات مل جائے۔؟'' وہ حیرت سے بولی۔

''میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور تمہیں لے چلنے کے لئے تیار ہوں۔''

''تم دوسروں کی مانند کالوس سے خوفزدہ تو نہیں ہو۔ کیا تم اس کے طلسم کا مقابلہ کر سکو گے۔؟'' اس نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''کالوس خود مجھ سے خوفزدہ تھا اور بالآخر وہی ہوا جس کا اسے خطرہ ہوگا۔ بالآخر وہ میرے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔''

''انجام۔ کالوس کا کیا انجام ہوا۔؟''

''وہ خود ہی اپنے طلسم کا شکار ہو گیا۔ سار بانہ کے حالات ایکدم بدل جائیں گے۔ میرے خیال سے اب لوگ کالوس اور ہیگوں کے احکامات نہیں مانیں گے۔ یہاں کی ریت، یہاں کا مذہب ہی بدل جائے گا لیکن مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مجھے تو صرف تم سے دلچسپی ہے۔ چلو۔ یہاں سے کچھ لینا تو نہیں چاہتیں۔؟''

''نہیں۔ کچھ نہیں۔ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے تو صرف آزادی درکار ہے۔ چلو۔ آؤ۔ یہاں سے جلد نکل چلیں اجنبی۔'' ملکہ نے کہا اور میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے کی جانب بڑھ گیا جو پہاڑ کی چوٹی تک لے جاتا تھا۔

نازک بدن شیمو نا تیز رفتاری سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ یہ سار بانہ کی ملکہ تھی جس کے بارے میں سار بانہ اور اس کے قرب و جوار کی

بستیوں میں نہ جانے کیا کیا روائتیں مشہور تھیں لیکن وہ بذات خود ایک معصوم سی لڑکی کے علاوہ کچھ نہ تھی۔

ہاں بے شک..... جو کچھ دیوکا کے معبد کی پہاڑی پر نظر آئی تھی اسے دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں جو کچھ روائتیں تھیں درست تھیں۔ لیکن وہ روپ تو کاہلوں کا ہوتا تھا۔ ہیکوں نے خوب جال پھیلا رکھا تھا۔ خوب چکر چلائے ہوئے تھے۔

بالآخر ہم پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے اور شیمونا نے دوسری طرف کے ڈھلان دیکھے۔ تب اس نے مضبوطی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

''اجنبی۔'' اس نے لرزتی آواز میں پکارا۔

''کیا بات ہے شیمونا۔؟''

''کیا تم اس جگہ سے آسانی سے اتر سکتے ہو۔؟''

''کیوں نہیں۔''

''میں بھی اتر سکوں گی۔؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں، ہاں۔ کیوں نہیں۔''

''لیکن میں کبھی اتری نہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ تم میرا ہاتھ زور سے پکڑ لینا۔''

میں نے ایک نگاہ اسے دیکھا۔ ملکہ ہوگی تو وہ سار بانہ والوں کے لئے ہوگی میرے لئے تو وہ ایک حسین عورت تھی اور عورت کا وجود بھی کوئی بوجھ نہیں ہوتا ہے اور اس کے لئے تو عورت سے اجازت لینے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی چنانچہ خوفزدہ لڑکی کو میں نے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا اور اس طرح اسے لے کر نیچے اترنے لگا جیسے کسی نازک شے کے ٹوٹ جانے کا احساس ہو۔

تاہم میں لمبی لمبی چھلانگیں لگا رہا تھا لیکن اسے مضبوطی سے سنبھالے ہوئے۔ اور اس نے بھی کسی ننھی سی بچی کی مانند میرے سینے سے لپٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ ان گہرائیوں کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی تھی۔

پھر اس نے اس وقت آنکھیں کھولیں جب ہم پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے۔ میں نے اسے آہستہ سے نیچے اتار دیا۔

''کیا ہوا۔؟'' وہ بے ساختہ بولی۔

''کچھ نہیں۔ ہم نیچے پہنچ گئے۔''

''پہنچ گئے۔'' وہ شدت حیرت سے بولی اور پھر گردن اٹھا کر اوپر کی پہاڑیوں کو دیکھنے لگی۔

''ارے۔ ہم نیچے پہنچ گئے۔؟''

''آؤ۔'' میں نے اس کی معصومیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اب ہم اس جگہ پہنچ رہے تھے جہاں روحا ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔ میں نے ایک کپڑے سے شیمونا کا منہ ڈھک دیا اور وہ چونک پڑی۔

''یہ کیوں۔ مجھے بتاؤ تم نے ایسا کیوں کیا۔؟''

''کچھ دیر کے لئے۔ جن لوگوں کے پاس ہم جا رہے ہیں ان میں تمہیں تھوڑی دیر کے لئے پوشیدہ رہنا پڑے گا۔''

''اوہ۔ تو کچھ اور لوگ بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔؟''

''ہاں۔''

''کون لوگ ہوں گے وہ۔؟'' اس نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''تمہاری رعایا کے چند لوگ۔''

''تو کیا وہ ہیگوں کے وفادار نہ ہوں گے۔؟''

''نہیں۔ وہ میرے وفادار ہوں گے لیکن اس کے باوجود ابھی انہیں تمہارے بارے میں نہیں معلوم ہونا چاہئے۔ ورنہ حالات خراب بھی ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے وہ کالہوس کو اطلاع کر دیں۔''

''ٹھیک ہے۔ میں انہیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی۔ میں خاموش بھی رہوں گی۔'' شموتا نے کہا اور اس کے بعد وہ درحقیقت خاموش ہو گئی۔ یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں روحا ہمارا منتظر تھا۔

''کام ہو گیا راجا۔''

''ہاں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور خبر بھی ہے۔''

''وہ کیا۔؟''

''کالہوس اعظم آگ میں جل گیا ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہے۔ ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس کا طلسم کیسے ٹوٹا۔ لیکن ہیگے پوری بستی میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔'' روحا نے بتایا۔

''آؤ روحا۔ ہمارے ساتھ دوسرے لوگ بھی ہیں ورنہ ہم ان کی پرواہ نہ کرتے۔''

''تو میرا خیال درست ہے عجیب انسان۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی۔ تو نے اپنے قول کے مطابق کالہوس کو سزا دے دی ہے۔'' روحا نے لرزتی آواز میں کہا اور پھر بڑے عقیدت بھرے لہجے میں بولا۔

''بے شک تو اس سے بڑا جادوگر ہے۔ بے شک کالہوس کا طلسم تیرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بالآخر تو نے اس کا طلسم توڑ دیا۔''

میں نے شموتا کی جانب دیکھا۔ نہ جانے کس طرح اس نے اپنی آواز بند رکھی تھی ورنہ وہ اس عجیب و غریب خبر کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بیتاب نظر آتی تھی۔ بہرحال وہ خاموش رہی اور ہم سفر کرتے رہے۔

بہت طویل سفر تھا۔ شموتا نازک اندام تھی۔ مجھے احساس تھا کہ وہ تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکتی چنانچہ ایک بار میں نے پھر اسے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور پھر روحا سے بولا۔

''آؤ روحا۔ ہم دوڑ لگاتے ہیں۔''

روحا مسکرانے لگا۔ بہرحال اس نے میرے حکم کی تعمیل کی اور ہم دونوں دوڑ لگانے لگے۔ شیمونا بری طرح کسمسا رہی تھی۔ ظاہر ہے روحا کی موجودگی میں وہ اپنی سبکی محسوس کر رہی تھی۔ روحا بھی کافی تیز دوڑ رہا تھا لیکن چند ساعت میں، میں اس سے بہت آگے نکل آیا۔ تب شیمونا آہستہ سے بولی۔

''اجنبی۔ مجھے اتار دو۔ وہ آ رہا ہے۔''

''بیٹھی رہو شیمونا۔ ہمیں طویل سفر کرنا ہے۔ تم تھک جاؤ گی۔'' میں نے کہا اور شیمونا خاموش ہو گئی۔ میں رک کر روحا کا انتظار کرنے لگا اور روحا ہانپتا ہوا میرے قریب پہنچ گیا۔

''میں کسی طور تیرا مقابلہ نہیں کر سکتا میرے دوست۔'' اس نے شرمندگی سے کہا۔

''پرواہ نہ کر روحا۔ ہمارا راستہ تو سیدھا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ لیکن ہمارے سامنے والی پہاڑی عبور کرنی ہے۔''

''کر لیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر دوڑنے لگا۔ جس وقت میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو روحا پہاڑی کے دامن سے بھی کافی دور تھا لیکن چوٹی کے نزدیک ہی مجھے گھوڑوں کے کھرکھرانے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے تاریکی میں گھوڑے تلاش کئے اور مجھے اس وقت کوئی دقت نہ ہوئی۔ یقیناً وہاں ہافو گھوڑوں اور شاید روحا کی بیوی کے ساتھ موجود تھا۔

میں اس کی طرف چل پڑا اور رات کی تاریکی کے باوجود ہافو نے مجھے پہچان لیا۔

''آشورے۔'' وہ دیوانہ وار چیختا ہوا میری طرف دوڑا اور پھر وہ مجھ سے لپٹ گیا۔

''میرے دوست، میرے محسن، میرے نجات دہندہ۔'' وہ میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''یقیناً جسے تیری پناہ حاصل ہو جائے۔ سخت ترین مصیبت میں گرفتار ہونے کے باوجود خود کو بے سہارا نہیں محسوس کرتا۔ تو میرے لئے کتنا طویل فاصلہ طے کر کے آیا ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ روحا نے اسے میرے بارے میں بتا دیا ہے۔ بہرحال میں نے اسے تسلی دی اور پھر روحا کی عورت کے بارے میں پوچھا۔

''ہاں۔ وہ چٹان کے اس طرف موجود ہے لیکن ابانیہ اور پوشیانا کو تو نے کہاں چھوڑ دیا۔؟''

''ان کے بارے میں تفصیل پھر بتاؤں گا۔ یہ روحا خاصہ سست رفتار ہے۔''

''اپنی جسامت کی وجہ سے۔'' ہافو نے کہا۔ پھر گرتا پڑتا روحا ہمارے پاس پہنچ گیا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔

''کیا تم روانگی کے لئے تیار ہو روحا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں میرے عجیب دوست۔ میں بالکل تیار ہوں۔''

''تو جاؤ۔ اپنی عورت کو گھوڑے پر سوار کرو۔'' میں نے کہا اور پھر میں نے آہستہ سے شیمونا سے پوچھا۔ ''کیا تم گھوڑے کی سواری میں دقت محسوس کرو گی۔ اگر ایسا ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ ہی گھوڑے پر سوار کرا لوں گا۔''

''نہیں۔ میں سواری کر سکوں گی۔'' شیمونا نے جواب دیا۔ اس نے یہ بات نہایت ہی آہستگی سے کہی تھی اور یہ مناسب بات تھی۔ میں

ابھی اس کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ہم گھوڑے پر سوار ہو کر چل پڑے اور شیمونا کو میں نے اپنے گھوڑے کے نزدیک ہی رکھا تھا لیکن وہ ایک عمدہ سوار نکلی جس کا اندازہ تھوڑی دیر کے بعد ہی ہو گیا۔

میں خوش تھا۔ سار بانہ کا گوہر بے بہا اب میری ملکیت تھا۔ گو وہ الھڑ تھی، ناداں تھی، لیکن بہرحال عورت تھی اور میرے صدیوں کے تجربے نے یہ بات مجھے بتا دی تھی کہ وہ میری طرف مائل ہے۔ اس کی آنکھوں کی چمک میری محبت کے گیت گاتی تھی اور میرے کان ان گیتوں کو سننے کے ماہر تھے۔ اس کے علاوہ میں نے سان بارے کے سب سے بڑے شیطان کو بدترین شکست دی تھی۔ بوڑھے ہیگے کا آگ کا رقص ایک دلچسپ رقص تھا جو مجھے بہت پسند آیا تھا۔

گھوڑے پہاڑ کی اترائی اترتے رہے اور بالآخر ہم میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔ رات کی تاریکی میں ہم نے تیز ترین سفر کیا۔ شیمونا مطمئن تھی اور اس کے اطمینان سے میں بھی پرسکون تھا۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھوٹی اور ہم نے خود کو ایک سرسبز علاقے میں پایا۔ سبزے کی موجودگی کا مطلب تھا کہ پانی بھی موجود ہے اور ہم نے قیام کے لئے ایک پہاڑی کا عقب منتخب کیا۔

''کیا خیال ہے روحا۔؟ سان بارے کے جوان کتنی دیر میں ہمارے فرار سے باخبر ہوں گے۔؟''

''کافی دیر لگے گی عجیب دوست۔ پہلے گھوڑوں کی گمشدگی کی اطلاع ملے گی۔ اس کے بعد یہ پتہ چلے گا کہ روحا غائب ہے اور اس کی عورت بھی موجود نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا دوست کہ وہ لوگ صحیح صورت حال کا اندازہ کر کے ہمارے پیچھے دوڑ پڑیں گے۔ نہیں نہیں۔ سان بارے کے لوگ اتنے ذہین نہیں ہیں۔''

''تب ہمیں بے فکری سے یہاں آرام کرنا چاہئے۔'' میں نے کہا اور گھوڑے سے اتر کر زمین کی ہری ہری گھاس پر لیٹ گیا۔ شیمونا بھی گھوڑے سے کود آئی تھی۔ دوسرے لوگ بھی نیچے اتر گئے۔ شیمونا کا چہرہ ابھی تک دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ ویسے میں نے ہافو، روحا اور اس کی عورت کی آنکھوں میں تجسس دیکھا تھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تو نے خوراک کا انتظام کیا ہے روحا۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں وہ کیا ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔''

''میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔'' روحا نے مستعدی سے کہا اور پھر وہ اپنی عورت کے ساتھ مل کر گھوڑے کی پشت سے کھانے پینے کی چیزیں نکالنے لگا۔ چند ساعت کے بعد اس نے تمام چیزیں سجا دیں اور پھر اس نے ہمیں کھانے کی دعوت دی۔

''روحا۔ تیرے دل میں اس عورت کے بارے میں تجسس ہوگا۔ کیا تو سار بانہ کی تمام عورتوں کو جانتا ہے۔؟''

''بستی کے تمام لوگ ایک دوسرے سے واقف ہیں۔ تاہم اس عورت نے تیرے ساتھ آنے کا فیصلہ کر کے انتہائی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔ سار بانہ ہیگوں کے طلسم میں پھنسا ہوا ہے۔ وہ اب رہنے کے لئے جگہ نہیں ہے اور پھر تیری عورت، ہم مرد تیرے قرب سے فرحت محسوس کرتے ہیں تو وہ جسے تو بحیثیت عورت قبول کرلے بلاشبہ خوش نصیب ہے۔''

''کیا تو اس عورت کی شکل دیکھنا چاہتا ہے۔؟''

''ہاں۔ میں اس خوش نصیب کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو تیری منظور نظر ہے۔''

''ممکن ہے اسے دیکھنے کے بعد تو مجھے خوش نصیب خیال کرے۔''

''تو مردانہ حسن کا شاہکار ہے عجیب دوست۔ میں اس عورت کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''تو پھر دیکھ۔ یہ کون ہے۔'' میں نے شمونا کے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ روحا نے اسے دیکھا۔ اس کی عورت نے اسے دیکھا۔ ہانو نے اسے دیکھا اور ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

دوسرے لمحے وہ سب اوندھے منہ گر پڑے۔ ''عظیم ملکہ۔ عظیم شمونا۔ عظیم شمونا۔'' ان تینوں کے منہ سے یہی آوازیں نکل رہی تھیں۔

''ارے۔ انہیں کیا ہوا۔ ان سے کہو سیدھے ہو جائیں۔''

''ہماری مجال کہ ہم تیری ہمسری کریں۔ ہماری کیا مجال کہ ہماری آنکھیں تجھے اس طرح بے نقاب دیکھیں۔'' تینوں نے بیک وقت ایک ہی الفاظ ادا کئے۔

''لیکن شمونا کی خواہش ہے کہ تم سیدھے ہو جاؤ۔ اس کے سامنے اطمینان سے بیٹھو۔ سکون سے گفتگو کرو۔ وہ اس وقت تمہاری ملکہ نہیں، تمہاری دوست ہے۔''

''ہم بینائی کھو بیٹھیں گے۔ ہماری مجال نہیں کہ ہم ملکہ کے جمال کی تاب لا سکیں۔''

''شمونا تم پر مہربان ہے۔ وہ حکم دیتی ہے کہ سیدھے ہو جاؤ۔'' اور وہ بمشکل تمام سیدھے ہوئے۔ لیکن صورتحال یہ تھی کہ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور بدن اب بھی کانپ رہے تھے۔

''مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہوگی ورنہ میں تمہارے چہرے کو پوشیدہ ہی رہنے دیتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے ملکہ سے کہا۔

''مگر ان سب کو کیا ہو گیا۔؟'' شمونا نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا اور میں اس کی سادگی پر مسکرا دیا۔

''کھانا کھاؤ اے ملکہ کے پرستارو۔ اور سنو۔ اب یہ ملکہ نہیں ہے۔ اب یہ ہماری ساتھی ہماری دوست ہے۔ ہم سب کی مانند ہے اور اب یہ کبھی سارہانہ واپس نہیں جائے گی۔ کیا میں نے غلط کہا شمونا۔؟''

''ہاں۔ میں نے سارہانہ چھوڑ دیا ہے۔ ہمیشہ کے لئے۔ اب میں عام انسانوں کی مانند تمہارے ساتھ رہوں گی۔ سنو یہی میرا محسن ہے جو تمہارا ہے۔ سنو یہی میرا نجات دہندہ ہے جو تمہارا ہے۔ سو مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ اب آؤ، ہم سب مل کر کھانا کھائیں۔ دیکھو گھوڑے کس سکون سے گھاس چر رہے ہیں۔'' ملکہ کے اور میرے کہنے سے وہ لوگ بمشکل ہمارے ساتھ کھانے کے لئے تیار ہوئے لیکن ان سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ کیسے ممکن تھا، یہ سب کچھ ہو گیا۔ شاید ان کی عقل اس فیصلے سے عاری تھی۔ بھلا ان کا اور ان کی پراسرار ملکہ کا کیا ساتھ۔

بہرحال بمشکل تمام وہ خود کو تیار کر سکے۔ اب اس کے بعد ماحول کچھ زیادہ اطمینان بخش ہو گیا تھا۔ روحا وغیرہ صرف حیران تھے، انہیں کوئی

تکلیف نہیں شروع ہوگئی تھی جو تردد کی بات ہوتی۔ ہم نے دھوپ کی تمازت کم ہونے کا انتظار کیا۔ گھوڑے بھی رات بھر سفر کر چکے تھے اس لئے شام تک وہ تازہ دم ہو گئے اور اس کے بعد سفر کا دوسرا دور شروع ہو گیا۔ روحا کا خیال تھا کہ تھوڑے بہت وقت گزرنے کے بعد ممکن ہے سان بارے کے ہیکے کوئی نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور تعاقب شروع ہو جائے لیکن ابھی تک ایسے کوئی ایسے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ چاروں طرف کی پہاڑیاں سنسان تھیں۔ کہیں کہیں جنگلی جانور نظر آ جاتے تھے لیکن ابھی تک ایسی کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی جو قابل ذکر ہوتی۔

نازک شموتا نے غیر معمولی ہمت کا ثبوت دیا تھا۔ اس کا گھوڑا ابھی کسی سے ایک قدم پیچھے نہیں تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر کسی قسم کی تھکن وغیرہ کے آثار نظر آ رہے تھے بلکہ اس کی نسبت وہ زیادہ خوش و خرم نظر آتی تھی۔ اور یہ حقیقت تھی پروفیسر۔ اس کے چہرے پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد انسان زندگی بھر کی کلفتوں کو بھول جاتا تھا۔ کیسا تر و تازہ، کیسا صبیح و ملیح چہرہ تھا۔

بالآخر ہم نے سفر کا دوسرا دور بھی ختم کر دیا۔ چاند نکل آیا تھا۔ اب ایسی کسی افراتفری کا عالم تو نہیں تھا کہ رات بھر سفر کرتے۔ ایسی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا اور پھر ایک مناسب جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ روحا، بانو اور روحا کی بیوی اب بھی ملکہ کے بارے میں حیرت زدہ تھے۔ لیکن کسی کی ہمت نہیں پڑی تھی کہ وہ اس کے بارے میں تفصیل پوچھ لیتا۔

میں بھی خوش تھا۔ بھلا تفصیل بتانے کی کیا تک تھی اور پھر تفصیل بھی بن کیا۔ میں ان لوگوں کو کیا بتاتا۔

رات کی خوراک بھی استعمال کر لی گئی اور اس کے بعد میں نے ملکہ شموتا کے آرام کا بندوبست کر دیا۔ اسے ایک بلند اور چوڑی چٹان پر گھاس کے بستر پر لٹا دیا گیا تھا۔ میں خود اسے چٹان پر لے کر آیا تھا۔

''اجنبی۔'' ملکہ نے مجھے پیار سے مخاطب کیا۔

''ہوں۔'' میں نے چاند کی روشنی میں اس کے چاند سے زیادہ تابناک چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا تم تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر مجھ سے باتیں نہ کرو گے۔؟''

''اگر تم ابھی آرام کی خواہشمند نہ ہوتو۔''

''میں ابھی سونا نہیں چاہتی۔''

''تو میں تمہارے پاس موجود ہوں۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' اس نے مجھے اپنے نزدیک جگہ دے دی اور میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ''اس سے قبل میرا دل کسی سے گفتگو کو نہیں چاہتا تھا۔ کالوس میرے پاس آتا تھا تو میرا دل الٹنے لگتا تھا لیکن آج میں بے حد خوش ہوں۔ دیکھو میرے اوپر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اب مجھے کالوس کی منحوس شکل نہیں دیکھنی پڑے گی۔''

''تم خوش ہو شموتا۔''

''ہاں اجنبی۔ میں بہت خوش ہوں۔ تو میرا سب سے بڑا محسن ہے۔ آہ۔ یہ کھلی فضائیں۔ یہ چاندنی اب میری ہے۔ اب میں ان لفظوں

میں کسی کی محکوم نہیں ہوں۔"

"بھیکوں کا طلسم ٹوٹ گیا ہے۔ اب وہ کبھی تمہارے اوپر تسلط نہیں جما سکیں گے۔"

"کچھ اپنے بارے میں بتاؤ اجنبی۔ تم کون ہو۔؟"

"تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں۔"

"سان بارے میں کہاں سے آنکلے تھے؟ اور ہاں تمہارے بارے میں عجیب عجیب باتیں سنی ہیں۔"

"کیا؟"

"یہی کہ تم بے پناہ طاقتور ہو۔ تم خوف کے دیوتا نیون کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو۔؟"

"ہاں۔ میں نیون سے ملنے کا سخت خواہش مند ہوں۔ لیکن شاید نیون کو بھی میری خوشبو مل گئی ہے۔ جہاں میں ہوتا وہ وہاں سے بہت نکل جاتا ہے۔"

"کیا تم نے کبھی اسے دیکھا ہے اجنبی۔؟" ملکہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ کبھی نہیں۔"

"تب تم اسے قتل کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ وہ دیوتاؤں کا قہر ہے۔ اس کے جسم میں بجلیاں پوشیدہ ہیں۔ نہیں نہیں۔ تم اس کے سامنے کبھی نہیں جانا۔" ملکہ خوفزدہ لہجے میں بولی اور میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔

کئی منٹ تک خاموشی رہی۔ پھر وہ میری آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"کچھ تم بھی کہو اجنبی۔ کیا تم مجھ سے باتیں کرنا پسند نہیں کرتے۔؟"

"کیوں نہیں حسین ملکہ۔ تو دنیا کی سب سے حسین لڑکی ہے۔ تیری قرب انسان کو پاگل کر دیتا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے۔؟"

"میرے ساتھی مجھے آشورے کہتے ہیں۔"

"تمہاری بستی کہاں ہے؟"

"میری کوئی بستی نہیں ہے۔ لیکن اب میں..... اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں رہتا ہوں جہاں پانی آسمان سے جا لگا ہے۔"

"تم نے ہانو اور اس کے ساتھیوں کی زندگی کیوں بچائی۔؟"

"اس لئے کہ وہ انسان تھے۔ بے بس تھے۔"

"لیکن ان کی وجہ سے گودری بستی کے بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے۔"

"یہ تمہاری غلطی ہے شیمونا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''میری کیوں۔؟''

''تم نے ہر تین چاند کے بعد نیون کو بھینٹ دینے کی رسم تو ایجاد کر لی لیکن تم نے کبھی بہت بڑی طاقت جمع کر کے نیون کو ہلاک کرنے کے لئے قدم نہ اٹھایا۔''

''آہ۔اجنبی۔۔۔۔۔آشورے۔یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ ہنگوں کی یہی مرضی تھی کہ خوف کا دیوتا ہمیشہ زندہ رہے۔ان کا کہنا تھا کہ وہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ہم اپنے اجداد کی رسم کیسے توڑ دیں اور پھر ہنگے انسانوں کو خوفزدہ رکھنا چاہتے تھے۔رہی میری بات۔تو آشورے۔تم جان چکے ہو۔ تم سمجھ چکے ہو کہ میں نام کی ملکہ تھی۔''

''ہاں۔یہ دوسری بات ہے۔'' میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور ملکہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھرنے لگے تھے اور وہ کسی حد تک نڈھال ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے اسے آرام کرنے کا مشورہ دیا اور اس کے پاس سے اٹھ گیا۔اس نے کسی معصوم بچی کے انداز میں میری بات مان لی تھی۔

تب میں چٹان سے نیچے روحا، ہافو اور روحا کی عورت کے پاس پہنچ گیا۔تینوں احمق عجیب انداز میں گردن جھکائے بیٹھے تھے۔ان کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

''تم لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہمیں اس وقت تک چین نہیں آئے گا آشورے، جب تک تو ہمیں یہ نہ بتا دے کہ آخر ملکہ شیمونا، یوکا کے معبد سے نکل کر تیرے پاس کیسے پہنچ گئی۔'' ہافو نے کہا۔

''دوستو۔'' میں نے سنجیدگی سے انہیں مخاطب کیا۔''اس کے بارے میں جاننے سے قبل تمہیں میرے بارے میں بھی کچھ جاننا پڑے گا۔''

''آہ۔یہ تو ہماری سب سے بڑی خواہش ہے۔'' روحا نے کہا۔

''تو سنو۔میں کہہ چکا ہوں کہ میں دیوتا نہیں ہوں۔دیوتا کیا ہوتا ہے یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے۔لیکن یوں سمجھو کہ میں تم سے مختلف قسم کا ایک انسان ہوں۔تمہاری عمریں محدود ہوتی ہیں۔میری عمر لامحدود ہے۔اگر میں تمہیں اپنی عمر بتاؤں تو تم کبھی یقین نہ کرو گے لیکن یوں سمجھو کہ میری آنکھوں میں صدیاں رچی ہوئی ہیں۔میں نے وہ کچھ دیکھا ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔مختصر یہ کہ ہر دور کے انسان موہوم سہاروں پر جیتے رہتے ہیں۔انہوں نے اپنے ہاتھوں سے پتھر تراشے اور ان کی عبادت کرنے لگے۔انہوں نے خود پر خوف مسلط کر لیا۔مجھے تسلیم ہے کہ کوئی قوت ایسی موجود ہے جو ہم سب پر حاوی ہے لیکن وہ قوت کسی شکل میں موجود نہیں ہے۔وہ ہم سے بہت دور ہے لیکن اس کی نگاہ پوری کائنات پر ہے۔بے شک وہ قوت مسلم ہے اور مجھے جگہ جگہ اس کے وجود کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔باقی اصول انسان کے اپنے تراشے ہوئے ہیں۔باقی سب کچھ اس نے خود کیا ہے۔ہاں۔ہر دور میں کچھ سادہ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور کچھ بے پناہ چالاک۔ چالاک اور طاقتور لوگ سادہ لوگوں پر حاوی ہو جاتے ہیں، وہ ان سے برتر بن کر رہتے ہیں اور سادہ لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

اور... ان سادہ لوگوں کو ہمیشہ سادہ اور اپنا مطیع رکھنے کے لئے چالاک لوگ ہر دور میں مختلف ہتھکنڈوں سے کام لیتے آئے ہیں۔ کہیں دیوتائیت کا طلسم پھیلایا گیا... کہیں جادو سے کام لیا گیا... کہیں قوت کا رعب جمایا گیا... کہیں حسن و جمال کا... بہرحال طاقت ہر دور پر مسلط رہی ہے۔ بیاس طاقت کی مختلف قسمیں ہیں۔ عقل کی طاقت، حسن کی طاقت، جسم کی طاقت، لیکن ان میں فوقیت عقل کو رہی ہے اور عقلمندوں نے ہمیشہ حکومت کی ہے۔ بے شک تمہارے ہیگے تم سادہ لوگوں سے زیادہ چالاک ہیں۔ انہوں نے نہ جانے کب سے اپنا طلسم پھیلا رکھا ہے۔ عقل ان کے پاس موجود ہے، حسن کو بھی انہوں نے سربراہ بنا رکھا ہے... تو یوں سمجھو... کہ یہ صرف ہیگوں کی کارستانی تھی اور کچھ نہ تھا۔ ہیگے تمہارے سامنے مقدس تھے لیکن انہوں نے پہاڑوں میں اپنی جنت بنا رکھی تھی اور وہاں عیش کر رہے تھے۔ شیمونا جہاں ایک فریب تھی وہیں ہیگوں کے لئے عیاشی کا سامان بھی... یہ معصوم لڑکی بھی کالوس کا شکار تھی لیکن صیاد ابھی انتظار کر رہا تھا۔ اس کا لگایا ہوا درخت پورے طور سے پروان نہیں چڑھا تھا کہ میں نے اسے جڑ سے اکھاڑ دیا۔ شیمونا ان سے بےزار تھی۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں اسے ساتھ لے آیا۔ بس یہ مختصر داستان ہے اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔''

سب خاموشی سے گردن جھکائے سن رہے تھے۔ ان بے چاروں کے لئے حیرت کے علاوہ اور کیا تھا۔ کس کس بات پر حیرت کرتے۔ بس حیرت میں ڈوبے رہے۔ پھر رداحا کی آواز ابھری۔

''میں اسی وقت سمجھ گیا تھا جب ہمارا دوست آشورے، کالوس اعظم کے لئے مصیبت بن گیا تھا۔ میں جان گیا تھا کہ در پردہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔ ہم تمہارے کون کون سے احسان کا شکریہ ادا کریں آشورے۔ تم نے ہمیں سان بارے میں، ہیگوں کے طلسم سے نکال کر بھی ہمارے اوپر احسان کیا ہے۔'' رداحا نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

''میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں آشورے۔'' ہانو نے کہا۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں تم کیا پوچھنے کے لئے بے چین ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ہانو کو لے کر ایک طرف چلا گیا۔

''یقیناً تم پوشیانا اور ابانیہ کے بارے میں جاننے کے لئے بے چین ہو گے۔؟''

''ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔''

''لیکن ان کے بارے میں کوئی اچھی خبر نہیں ہے ہانو۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''ابانیہ حسب دستور میری عورت تھی لیکن تمہاری عورت تمہاری غیر موجودگی کی تاب نہ لاسکی۔ اس نے رقابت میں ابانیہ کو قتل کر دیا اور اس نے جس درندگی کا ثبوت دیا تھا اس کی سزا کے طور پر میں نے اسے جنگلوں میں چھوڑ دیا۔ میرا خیال ہے وہ بھوک سے یا کسی جنگلی جانور کا شکار ہو کر مر گئی ہوگی۔'' میں نے اسے تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔!'' ہانو کے منہ سے نکلا اور وہ خاموش ہو گیا۔

''ممکن ہے وہ تمہیں زیادہ پسند ہو بانو۔ لیکن نہ ہونے والی چیز کا غم بے کار ہے۔ میرا خیال ہے سمندر کے کنارے آبادبستی میں تمہیں دوسری عورت مل سکے گی۔''

''تمہارا خیال درست ہے آشورے۔ بس میں اس کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا۔'' بانو نے کسی قدر اداس لہجے میں کہا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ بولا۔ ''لیکن کیا اب ہم سمندر کے کنارے چل رہے ہیں۔؟''

''ہاں۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد میں نیون کی تلاش میں نکلوں گا۔ اس خونخوار درندے کو قتل کئے بغیر میں سکون کی سانس نہیں لے سکوں گا بانو۔''

''اوہ۔'' بانو نے ایک گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھ سے سونے کی اجازت مانگی اور میری اجازت پر اٹھ کر چلا گیا۔ میں بھی آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا تھا۔

دوسری صبح ہم نے اطمینان سے ضروریات سے فارغ ہونے کے بعد سفر شروع کر دیا۔ اب گوری بستی زیادہ دور نہ تھی۔ ہم اسی کی جانب سفر کر رہے تھے لیکن خیال یہ تھا کہ اس سے کترا کر نکل جائیں۔ بہرحال شام تک کے سفر کے بعد ہم گوری بستی کو پیچھے چھوڑ آئے۔ شیمونا حسب معمول خوش تھی البتہ بانو کسی قدر غمگین رہا تھا۔

میں اس کے غم کی وجہ جانتا تھا لیکن بانو بے وقوف تھا۔ میں جانتا تھا کہ دوسری عورت مل جانے کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ رات ہوگئی اور میں نے حسب معمول شیمونا کے آرام کا بندوبست کر دیا۔ پھر کھانا کھایا اور اس کے بعد آرام کی ٹھہری۔ یہ علاقہ عمدہ تھا۔ ہوا چل رہی تھی۔ چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ دور دور تک کی پہاڑیاں سنسان تھیں۔ ملکہ شیمونا مجھ سے کافی دور ایک عمدہ جگہ لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک میں نے اسے اٹھتے ہوئے دیکھا اور چونک پڑا۔

''شیمونا۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''میرے نزدیک آجاؤ آشورے۔'' شیمونا کی آواز ابھری اور میں اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

''کیا بات ہے شیمونا۔؟''

''نیند نہیں آرہی آشورے۔ تم سے گفتگو کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔''

''اوہ۔ ضرور۔'' میں اس کے نزدیک بیٹھ گیا۔

''مجھے اپنے چمکدار جسم کے بارے میں بتاؤ آشورے۔ میں اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یہ چاندی کی طرح چمکدار کیوں ہے۔؟''

انوکھا سوال تھا۔ وہ میرے جسم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم اس کے بارے میں کیوں سوچ رہی تھیں شیمونا۔''

''بس کالوس کا خیال آگیا تھا۔ اس کے جسم سے سخت کراہیت ہوتی تھی۔ اس کی باتوں سے سخت کوفت ہوتی تھی لیکن اس چاندنی میں،

میں سوچ رہی تھی کہ اگر تم وہی حرکتیں کرو، جو کالوس کرتا تھا تو شاید بری نہ معلوم ہوں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ اس نے کس معصومیت سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ تاہم میں نے اس سے پوچھا۔

"اس وقت تمہارے دل میں کیا احساسات تھے شیمونا۔ جب کالوس نے تمہارے سامنے ایک خادمہ کے ساتھ عجیب حرکات کی تھیں۔؟"

"اوہ۔ تمہیں۔ تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم۔؟"

"میں وہاں موجود تھا۔"

"ارے۔ تو کیا۔ تو تم نے اس بوڑھے گندے انسان کو دیکھا تھا۔؟"

"ہاں۔"

"مجھے اس سے بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی آشور ے۔"

"تمہارے دل میں کوئی خیال نہیں جاگا تھا۔؟"

"ہاں۔ جاگا تھا۔"

"کیا خیال تھا وہ؟"

"یہی کہ کاش میں کسی طرح یہاں سے نکل جاؤں۔"

"اوہ۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تمہاری عمر کتنی ہوگی شیمونا۔؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"خیر۔ اب میں تمہارے لئے کیا کروں۔؟"

"کچھ نہیں۔ میرے نزدیک آجاؤ۔ میں تمہارا قرب چاہتی ہوں۔"

"تو آؤ۔ میرے نزدیک آجاؤ۔" میں نے کہا اور وہ بے تکلفی سے میرے پہلو میں آبیٹھی۔ تب میں نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی لگائی اور اس کا چہرہ اونچا کر دیا۔ شیمونا کی بے خود کر دینے والی آنکھوں میں بے پناہ کشش تھی۔ آہ پروفیسر... میرا دعویٰ تھا کہ زاہد صد سالہ بھی ان آنکھوں کو دیکھ کر یقیناً بے خود ہو جاتا۔

اور پروفیسر اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ شیمونا کے جذبات تو کسی طوفان کی بند کی طرح کھل گئے تھے اور وہ ان تمام رموز سے آشنا معلوم ہوتی تھی جو انسانی فطرت کا تقاضا تھے۔ ہاں۔ اس میں ایک انفرادیت ضرور تھی۔ وہ بچوں کی طرح اپنے احساسات کا ذکر کرتی جا رہی تھی اور اس کی گفتگو... صدیوں کی جان تھی پروفیسر... بلاشبہ اس کے اندر عورت جاگ اٹھی تھی لیکن یہ عورت معصیت سے پاک تھی۔ اس کے دل میں ابھی کوئی کھوٹ نہیں تھی۔ وہ اسے ایک دلچسپ تجربہ سمجھ رہی تھی۔ ایک انہونی بات جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی اور ہر اجنبی بات دلکش ہوتی ہے۔ معصوم لڑکی اپنے احساسات پر کوئی غلاف نہیں چڑھا سکی تھی۔ اسے نسوانیت کی پردہ پوشی نہیں آتی تھی۔

اور یوں پروفیسر...... یہ ایک انوکھا تجربہ بھی تھا۔ یعنی میرے لئے...... ایک نوخیز کنواری لڑکی۔ جو اگر عورت پن سے اس قدر بے بہرہ نہ ہوتی تو تا زندگی اپنے احساسات چھپائے رکھتی۔ لیکن اپنی معصومیت میں، میرے جسم کے ایک ایک لمس کے بارے میں اپنے احساسات کو اس نے اس طرح بیان کیا تھا کہ عورت کھل کر سامنے آ گئی تھی۔

کیا سمجھتے ہو پروفیسر...... کیا یہ صرف اس کے احساسات تھے۔ میری نگاہوں نے باریک باریک چیز کا گہرا تجزیہ کیا ہے۔ میں انسان سے واقف ہوں۔ میں ہر صنف سے واقف ہوں۔ عورت کا جس قدر گہرا تجزیہ میں نے کیا ہے کسی نے نہ کیا ہوگا۔ ہاں پروفیسر...... وہ صرف اس کے احساسات نہ تھے۔ ہر دور کی عورت کے احساسات ہیں۔ وہ جو خاموش رہتی ہے، وہ جو کچھ نہیں بولتی۔

تو پروفیسر...... عورت مرد سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔ مرد نسوانیت کی شدت کے سامنے ایک تنکا ہے۔ کچھ بھی نہیں ہے یہ مخلوق عورت کے جذبات کے سامنے، جو خود کو قوی کہتی ہے اور شیمونا نے اپنی معصومیت کے سہارے مجھے ایک دلچسپ تجربے سے دو چار کیا اور جب طوفان اتر گیا تو وہ پرسکون ہو گئی اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔ بلاشبہ میں اسے اس تھوڑی دیر میں چاہنے لگا تھا۔ میں اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ میں اس کے اوپر جھکا اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا۔ ایسا چہرہ تھا جسے دیکھتے صدیاں گزر جائیں اور دل نہ بھرے...... اور پھر...... آج عورت مکمل ہو گئی تھی...... نسوانیت کچھ اور کھل اٹھی تھی...... اس نے شاید میری سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کی تھیں۔

تب اس نے آنکھیں کھول دیں اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آشورے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''ہوں۔'' میں کہنیوں پر زور دے کر کچھ اور نیچے جھک گیا۔

''خود تیری بھی یہی کیفیت ہے۔؟''

''کیسی کیفیت۔؟'' میں نے کہا۔

''جو میں محسوس کر رہی ہوں۔''

''اب تم کیا محسوس کر رہی ہو شیمونا۔؟'' میں نے ایک ندیدے مرد کی طرح پوچھا۔

''دنیا کی سب سے انوکھی کیفیت۔ میں کھانا کھاتی تھی پیٹ بھر جاتا تھا، بھوک کو سکون مل جاتا تھا تو ایک سکون کا احساس ہوتا تھا۔ یہی کیفیت پیاس کے وقت پانی پینے سے ہوتی تھی۔ طبیعت پر بوجھ ہوتا تو خادماؤں سے گفتگو کر کے ذہن ہلکا ہو جاتا تھا لیکن ایک بے کلی، ایک خلاء، ایک تنہائی محسوس ہوتی تھی جس کا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نہیں جانتی تھی آشورے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میرا تیرا کہاں سے رابطہ تھا آشورے۔ میں نے اس سے قبل تو تجھے خوابوں میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر مجھے تیری طلب کیوں تھی۔ ہاں آشورے۔ اب دل اندر سے کہتا ہے کہ یہ تو ہی تو ہے جس کی وجہ سے میں بے کل تھی۔ مجھے تیری ہی تو طلب تھی آشورے۔ بول مجھے بتا۔ میرا تیرا کہاں رابطہ تھا؟ مجھے جواب دے آشورے۔''

''میرا تیرا رابطہ۔'' میں نے مسکرا کر اس کے سینے پر ٹھوڑی رکھتے ہوئے کہا۔ ''میرا تیرا رابطہ تو اس وقت سے ہے شیمو نا جب انسان نے آنکھ کھولی تھی۔ اس کائنات میں کچھ بھی نہ تھا تب انسان نے اس سے درخواست کی تھی جو سب کا خالق تھا اور خالق نے بھی میری ضرورت کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اس نے مرد کے جسم کا ایک ٹکڑا نکالا اور تجھے پیدا کر دیا۔ تو میرے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے شیمو نا۔ ہم اس وقت سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔''

''تیری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ نہ جانے تو کیا کہہ رہا ہے لیکن چونکہ تو کہہ رہا ہے اس لئے ٹھیک کہہ رہا ہوگا۔ اچھا مجھے ایک بات بتاؤ۔؟''

''پوچھو شیمو نا۔''

اس نے ہاتھ بڑھا کر میری گردن میں حائل کر دیئے پھر بولی۔ ''کیا کالوس بھی مجھ سے یہی چاہتا تھا۔؟''

''یقیناً۔''

''لیکن اس کی موجودگی میں مجھے کبھی ایسا احساس نہیں ہوا۔؟''

''وہ مجھ جیسا نہ تھا۔''

''ایں۔ ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ وہ تجھ جیسا نہ تھا۔ اچھا۔ ایک بات اور بتا دے آشور ے۔ کیا تو ہمیشہ مجھے اپنے ساتھ رکھے گا۔؟''

''ہاں۔ ہمیشہ۔''

''تب تو پھر میں کبھی خود کو تنہا نہیں محسوس کروں گی۔ لیکن۔ ہمیں تو یہاں سے جانا ہوگا۔''

''یہاں سے۔''

''ہاں۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔؟''

''فرق۔'' وہ سوچنے لگی۔ پھر خوش ہو کر بولی۔ ''ارے ہاں۔ اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ یہ جگہ نہ سہی کوئی بھی جگہ سہی۔ تو تو میرے پاس ہوگا۔ میں تو جب چاہوں گی تیرے بدن سے لپٹ جاؤں گی۔ آہ۔ میرا دل چاہتا ہے آشور ے کہ ہر وقت اسی لذت میں ڈوبی رہوں۔ کیسا انوکھا لگتا ہے۔'' اور میں اس کر اس کا گال تھپتھپانے لگا۔

''اب تو تیرے بدن کا ہر لمس مجھے اچھا لگتا ہے آشور ے۔'' اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

اور پروفیسر ۔ ۔ ۔ میری قسمت، میری قسمت ہی منفرد تھی۔ میری تو ہر مجبوری اپنے اندر کوئی نہ کوئی خوبی، کوئی نہ کوئی خصوصیت رکھتی تھی۔ بمشکل تمام اسے میرے سینے پر سر رکھ کر نیند آئی۔ روحا اور اس کی عورت بھی ایک تنہا جگہ سو رہے تھے البتہ بے چارہ ہالو ایک چٹان پر تنہا گھٹنوں میں سر دیئے سو رہا تھا اور اس کی تنہائی یقیناً بستی جا کر ہی دور ہوتی، اگر رات کے آخری پہر ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر نہ ہو جاتا۔

یقیناً ہم میں سے کبھی گہری نیند سو رہے تھے لیکن ہم سب ہی بیک وقت جاگے تھے اور ہمارے جاگنے کی وجہ ایک انوکھی آواز تھی۔ گو کہیں

دور سے آئی تھی لیکن پہاڑوں نے اسے پکڑ کر سارے میں پھیلا دیا تھا اور یہ آواز انسانی تھی۔ یہ نسوانی آواز تھی، بڑی دلدوز، بڑی جانگداز۔ اس پر ہول ویرانے میں یہ آواز کس کی تھی۔ میں نے حیرت سے سوچا اور پھر میری نگاہ دو دھا اور ہانو پر جا پڑی۔ وہ بھی اٹھ گئے تھے۔

"ہانو۔" میں نے ہانو کو آواز دی اور ہانو اٹھ کر میری طرف چلا آیا۔

"تو نے یہ آواز سنی آشورے۔"

"ہاں۔ نہ جانے کہاں کی آواز ہے۔ کافی دور سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔" لیکن ایک بار پھر ہم خاموش ہو گئے۔ آواز دوبارہ آئی تھی اور اس بار چونکہ ہم عالم ہوش میں تھے اس لئے یہ آواز صاف سنائی دی تھی اور اس کے الفاظ پر نہ صرف میں بلکہ سب دنگ رہ گئے۔

"آشورے۔" شیمونا نے کہا۔

"ہاں۔"

"یہ آواز تو تمہیں پکار رہی ہے۔"

میرا ذہن خود دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا۔ میں خود نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ان ویرانوں میں مجھے پکارنے والا کون ہے اور پھر مسلسل چیخیں سنائی دینے لگیں اور میں بے چینی سے آوازوں کی سمت کا اندازہ کرنے لگا پھر میں سمت کا تعین کر کے دوڑ پڑا۔ ہانو بھی میرے پیچھے لپکا۔ چاندنی ہماری معاون تھی۔ ایک بار پھر مجھے وہی دردبھری آواز سنائی دی۔

"آ آ آ۔۔۔شو۔۔۔ رے۔۔۔ آ آ آشورے۔۔۔ اے اے اے۔"

اور اس بار یہ آواز قریب تھی اور اس بار میں نے اس آواز میں مانوسیت محسوس کی تھی۔ یہ آواز سماعت کو جانی پہچانی لگی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میرے قدموں میں سستی سی آگئی۔

لیکن آواز اس قدر دردانگیز تھی کہ میں رک نہ سکا اور دوڑتا رہا۔ ہانو بھی شاید اپنی زندگی میں سب سے تیز دوڑ رہا تھا۔ وہ بھی مجھ سے کچھ ہی پیچھے تھا اور میں نے آواز کا تعین ٹھیک ہی کیا تھا۔ تھوڑے فاصلے پر مجھے ایک رقص کرتا سایہ نظر آرہا تھا۔ ایک انسانی سایہ۔۔۔ یہاں تک میں اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

اور پھر پروفیسر، میرا اندازہ درست ہی تھا۔ وہ ایک برہنہ عورت تھی۔ لمبے لمبے خوبصورت بالوں والی عورت اور یہ عورت پوشیانا کے علاوہ اور کوئی نہ تھی۔ ہاں بدنصیب پوشیانا جسے سزا کے طور پر جنگلوں میں چھوڑ آیا تھا۔ پوشیانا زندہ تھی لیکن اس ویرانہ میں اس خوفناک ماحول میں وہ مجھے آوازیں کیوں دے رہی ہے۔

میں اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا اور چند ساعت کے بعد ہانو بھی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آشورے۔ آشورے۔ یہ۔ یہ تو۔ پوشیانا۔" اس نے ہانپتے ہوئے کہا لیکن میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب ہانو نے میرا شانہ جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "آشورے۔ یہ پوشیانا ہے آشورے۔ یہ میری عورت ہے۔"

''ہاں۔ یہ وہی ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''یہ تنہا ان جنگلوں میں بھٹک رہی ہے۔''

''مجھے اس کی زندگی پر حیرت ہے۔'' میں نے اسی انداز میں کہا۔ تب ہافو نے عجیب سے انداز سے میرا بازو پکڑ لیا۔

''آشورے۔ عظیم آشورے۔ اسے معاف کر دے۔ اب اسے معاف کردے آشورے۔ مجھے اجازت دے دے، میں اس کے پاس پہنچ جاؤں۔ میں اسے دلاسہ دوں۔ آشورے تو نے کتنی تکالیف اٹھا کر میری زندگی بچائی ہے۔ میری خاطر اسے معاف کر دے۔ مجھے اجازت دے دے آشورے۔'' ہافو بری طرح گڑگڑا رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ جب یہ عورت اس طویل عرصے میں ان بھیانک جنگلوں میں زندہ رہی ہے۔ تو اب اسے مزید زندگی کی آزمائش کے لئے کیوں چھوڑا جائے۔ ابانیہ مر چکی تھی مجھے اس کا نعم البدل مل گیا ہے۔ ہافو کو بھی اس کی خوشی دے دی جائے۔ وہ تنہا ہے اور یہ عورت۔ اب نہ سہی کچھ عرصے کے بعد ان جنگلوں میں مر جائے گی۔ اس انداز میں، میری وجہ سے اس کی زندگی کیوں جائے چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لی اور بھاری آواز میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا۔ جا اسے سنبھال لے۔'' اور ہافو پوشیانا کی طرف دوڑا۔

''پوشیانا۔'' اس نے آواز دی اور پوشیانا ٹھٹھک گئی۔ پھر اس نے ایک دہشت ناک چیخ ماری اور بے تحاشا ایک طرف دوڑنے لگی۔ ہافو بھی اس کے پیچھے دوڑا تھا۔ تب میں نے افسوس سے سوچا۔ وہ ذہنی توازن کھو چکی ہے۔ یقیناً اس دہشت ناک جنگل میں کوئی تنہا انسان ذہنی توازن کیسے برقرار رکھ سکتا ہے۔

بہر حال مجھے پوشیانا سے ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس نے میری محبت میں ابانیہ کو قتل کر دیا تھا۔ گو یہ اچھی بات نہ تھی لیکن اسے کافی سزا مل گئی تھی۔ بالآخر ہافو نے پوشیانا کو دبوچ لیا لیکن پوشیانا نے شدید مدافعت کی تھی۔ اس نے کئی جگہ سے ہافو کے جسم کو نوچا اور بھنبھوڑا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ وحشیانہ انداز میں چیختی جا رہی تھی۔

بالآخر وہ بے ہوش ہو گئی اور ہافو اسے کندھے پر ڈال کر میرے پاس لے آیا۔

''یہ پوشیانا ہی ہے آشورے۔'' اس نے کہا۔

''ہاں۔ یہ وہی ہے۔''

''لیکن اسے کیا ہو گیا ہے۔؟''

''چلو اسے لے چلو، ٹھیک ہو جائے گی۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا اور ہم پوشیانا کو لے کر واپس پہنچ گئے۔ شیمونا اور روحا اور اس کی عورت حیرت سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ شیمونا نے بھی دلچسپی سے اس نئی عورت کو دیکھا۔

''یہ کون ہے آشورے۔؟''

''ہافو کی عورت۔ جو ویرانوں میں رہ گئی تھی۔''

''مگر اسے کیا ہو گیا۔''

'' کچھ نہیں۔ٹھیک ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔ برہنہ عورت کو ایک نرم جگہ لٹا دیا گیا۔ اس کی عجیب حالت تھی۔ بال چپکے ہوئے تھے، چہرہ دھول میں اٹ کر اصلی رنگ کھو چکا تھا۔ ہونٹ جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ پورے جسم پر زخموں کے نشانات تھے۔ بڑی قابل رحم حالت تھی پوشیانا کی۔ میں نے اسے دل سے معاف کر دیا۔

اور پھر ساری رات اور دوسرے دن ہم پوشیانا کی تیمارداری کرتے رہے۔ روحانے اسے کپڑے دیئے۔ اسے کھانے کو دیا گیا اور پوشیانا کی حالت کافی حد تک سنبھل گئی۔ لیکن ابھی وہ ہم لوگوں کو پہچان نہیں رہی تھی۔ ہاں اس کی وحشت کم ہو گئی تھی اور بلاشبہ بانو ایک محبت کرنے والا مرد تھا۔ اس نے پوشیانا سے ایسا برتاؤ کیا کہ شام ہوتے ہوتے اس کی حالت کافی درست ہو گئی۔ چنانچہ اس رات ہم نے سفر کی ٹھانی اور چل پڑے۔ بانو نے اسے سینے سے لگا کر بٹھا لیا تھا۔

رات بھر کا سفر بہت عمدہ رہا۔ صبح کو ہم نے آرام کیا اور پھر یہی ہوتا رہا۔ کبھی رات میں اور کبھی دن میں ہمارا سفر جاری رہا اور بالآخر ایک بلندی سے پانی کی عظیم چادر آسمان سے ملتی ہوئی نظر آ گئی۔ ہم سمندر کے نزدیک پہنچ گئے تھے۔ اس روز ہم نے دن میں بھی سفر جاری رکھا اور بالآخر دور سے پوگاس کی بستی نظر آ گئی۔

یقیناً پوگاس ایک اچھا لیڈر رہتا۔ بستی کی حالت پہلے سے بے حد عمدہ ہو گئی تھی۔ اب اس کے گرد کھیت لہلہا رہے تھے۔ سبزیاں جا، دن طرف بکھری ہوئی تھیں۔ پانی حاصل کرنے کا معقول انتظام تھا اور تقریباً ہر فرد کے لئے مکان موجود تھا۔ مجھے بستی کی یہ حالت دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔ گویا پوگاس نے اپنے ساتھیوں کے لئے زندگی گزارنے کا معقول بندوبست کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے ننھے ننھے بچوں کو بھاگتے دیکھ کر ہوئی تھی۔ کیسے بھلے، کیسے پیارے لگ رہے تھے وہ۔

پوگاس قرب وجوار سے بھی بے خبر نہیں تھا چنانچہ کسی ذریعے سے اسے میرے آنے کی خبر بھی ہو گئی تھی اور وہ دیوانہ وار کچھ لوگوں کے ساتھ میری طرف آ رہا تھا۔ میرے قریب پہنچ کر وہ مسرت سے مجھ سے لپٹ گیا۔

'' تو واپس آ گیا آشورے۔ تو واپس آ گیا، ہمارے محسن، ہم سب مایوسی سے تیرا انتظار کر رہے تھے۔ ہر چھپنے والے سورج کے ساتھ ہماری مایوسیوں میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آ، دیکھ ہم کتنے خوش ہیں۔ تو ٹھیک ہے آشورے۔ تو بالکل ٹھیک ہے نا۔؟''

'' ہاں میں ٹھیک ہوں لیکن تیرے لئے ایک بری خبر ہے۔''

'' کیا مجھے بتا، کیا ہوا۔؟''

'' تیری بہن ابا یہ ..... اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ ایک حادثے کا شکار ہو گئی۔'' اور پوگاس یہ سن کر آبدیدہ ہو گیا۔ وہ بہت غمگین ہو گیا تھا لیکن میں نے اسے حقیقت نہیں بتائی۔

بستی کی دوسری عورتیں اور مرد بھی میرے گرد جمع ہو گئے۔ وہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور سب کیلئے تقریباً سب ہی کے لئے شیمونا کا حسن

دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا۔ شمونا بھی تعجب سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ تیری بستی ہے آشورے۔ یہ تیرے لوگ ہیں۔؟''

''ہاں شمونا۔ یہی سمجھ لے۔'' میں نے کہا اور پھر بافوپوشیانا کو لے کر اپنے مکان میں چلا گیا۔ روحا کے لئے بھی فوری طور پر ایک مکان کا بندوبست کیا تھا اور میرا مکان تو سب سے عالیشان تھا۔ میری غیر موجودگی میں بھی اسے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ آخر میرا ایک مقام تھا ان لوگوں کی نگاہوں میں۔ میں شمونا کے لے کر اپنے مکان میں آ گیا۔

''کیسی حسین ہے تیری بستی۔ کیا تو اس بستی کا شہنشاہ ہے آشورے۔'' شمونا نے پوچھا۔

''تجھے میری بستی پسند آئی شمونا۔؟''

''بے حد۔ بہت عمدہ ہے تیری دنیا۔ پہاڑوں کی دنیا سے دور اس ماحول میں گھٹن تھی۔ یہاں آزادی ہے لیکن تو نے میرے دوسرے سوال کا جواب نہیں دیا۔''

''نہیں۔ میں ان کا شہنشاہ نہیں ہوں۔ یہاں کوئی شہنشاہ نہیں ہے۔ سب آزاد ہیں۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ سب ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔''

''آہ۔ کیسی حسین دنیا ہے اور پانی کی یہ چادر کیسی انوکھی ہے مگر ان لوگوں میں بھی تیرے جیسا کوئی نہیں ہے۔ تیرے لوگ تجھ سے مختلف کیوں ہیں آشورے۔''

''کیونکہ یہ میرے لوگ نہیں ہیں۔''

''کیا مطلب۔ لیکن تو نے تو کہا تھا۔؟''

''تو نہ سمجھ سکے گی معصوم لڑکی۔ لیکن میں نے تجھ سے سچ بولا ہے۔ یہاں میری حیثیت شہنشاہ کی سی ہے۔ سب میرا حکم مانتے ہیں۔ سب میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ تو فکر نہ کر شمونا۔ تیری حیثیت بھی یہاں مختلف ہوگی۔ تو میری عورت ہے۔ ہم دونوں چاندنی میں ٹھنڈی ریت کی سیر کیا کریں گے۔ عمدہ زندگی گزاریں گے ہم دونوں۔ سب تیری عزت کریں گے۔ سب تجھ سے محبت کریں گے۔''

''اور تو......اور تو ہر رات مجھے پیار کیا کرے گا آشورے۔ ہر رات مجھے اسی لذت سے آشنا کرے گا۔ کیوں؟''

''ہاں شمونا۔'' میں نے پیار سے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ مسکرانے لگی۔ اس طرح پروفیسر، ہمیشہ کی طرح اس بار بھی میں نے اپنی نئی عورت کے ساتھ نئی زندگی کا آغاز کر دیا۔

شمونا اب سمجھدار ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بستی کی دوسری عورتوں کے ساتھ مکمل مل گئی تھی۔ اسے بچے بہت پسند تھے۔ اکثر وہ ننھے بچوں کے ساتھ کھیلتی تھی اور بہت خوش ہوتی۔ بستی کے سب لوگ بھی اس سے مانوس ہو گئے تھے۔ وہ ایسی معصوم، ایسی بے ضرر تھی کہ کسی کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ بستی کی عورتیں بھی اب کسی قدر مہذب ہو گئی تھیں۔ ان میں وہ بیباکی نہیں رہی تھی۔ اب وہ صرف اپنے مردوں کو چاہتی تھیں۔

اور پوشیانا..... وہ اب بالکل ٹھیک تھی اور حیرت انگیز طور پر ہانو کو چاہنے لگی تھی۔ یوں بظاہر زندگی پھر ساکن ہو گئی تھی۔ میں بھی شیمونا کے حسن میں گم تھا۔ بلاشبہ اس حسین لڑکی کی رعنائیاں نکھرتی جا رہی تھیں اور اب وہ ایک بھرپور عورت بن گئی تھی۔ بہت ہی کم وقت لگا تھا اس میں، لیکن میرے ذہن میں نیمون کا کانٹا اب بھی باقی تھا۔

ظاہر ہے میں بہت طویل عرصہ ان لوگوں میں نہیں گزار سکوں گا۔ مجھے یہاں سے جانا ہوگا لیکن بھیانک خطرہ ہر وقت ان لوگوں کے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ کسی طرح اس خطرے سے انہیں نجات مل جائے تو بہتر ہے۔ لیکن ابھی کچھ اور انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد دوبارہ میں اس کی تلاش میں نکلوں گا۔ میں نے سوچا تھا۔

دو چاند ڈوب چکے تھے۔ زندگی معمول پر تھی۔

لیکن پروفیسر... ساکن زندگی بھی تو موت کے برابر ہوتی ہے۔ جب تک اس میں تبدیلیاں نہ ہوں، جدوجہد نہ ہو۔ ایک رات میں شیمونا کے ساتھ ریت کے ایک تودے پر لیٹا ہوا ستاروں سے گفتگو کر رہا تھا۔ میں ستاروں کی چال سے حالات کا اندازہ لگا رہا تھا کہ اچانک رات کے محافظ اپنی مخصوص آوازوں میں چیخنے لگے۔

پوگاس نے خاص طور سے رات میں پہرے کا نہایت مؤثر نظام ترتیب دیا تھا۔ بے شک وہ عمدہ صلاحیتوں کا مالک شخص تھا۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف بستی کے گھروں سے پوگاس اور دوسرے لوگ بھی نکل کھڑے ہوئے اور پھر ہم پہرے داروں کے پاس جا پہنچے جو اونچے درختوں پر چڑھے ہوئے تھے۔

''کیا بات ہے..؟'' پوگاس نے پوچھا۔

''مشعلیں.. بے شمار مشعلیں.. وہ چاروں طرف سے آ رہی ہیں۔'' ایک پہرے دار نے جواب دیا۔

''مشعلیں..'' میں نے حیرت سے کہا۔ پھر میں ایک درخت پر اور پوگاس اس کے نزدیک دوسرے درخت پر چڑھنے لگے۔ بلندیوں پر پہنچ کر ہم نے ان مشعلوں کو دیکھا اور ان کی تعداد دیکھ کر مجھے بھی تشویش ہوئی۔

میں غور کرنے لگا کہ یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں اور میرے ذہن میں ایک ہی بات آئی۔ یقیناً یہ سارہانہ کے ہیگوں کی کارستانی ہے۔ انہوں نے قرب و جوار کی بستیوں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے ہمارے اوپر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بلاشبہ پوگاس اور اس کے ساتھی عمدہ جنگجو تھے لیکن ان لوگوں کی بھیانک تعداد...!

اگر وہ پچاس پچاس مل کر بھی حملہ آور ہوتے تو ہم کتنے لوگوں کو قتل کرتے۔ بیس پچیس افراد مر کر اگر ہمارے ایک بھی آدمی کو قتل کر دیتے تو ہماری تعداد آسانی سے ختم ہو جاتی۔ میری دوسری بات تھی لیکن دوسرے لوگ بہرحال مارے جاتے..... اور بلاشبہ ہمارے پاس کوئی نظام ایسا نہیں تھا کہ ہم انہیں بستی سے دور رکھتے۔

''پوگاس..'' میں نے قریب کے درخت پر چڑھے ہوئے پوگاس کو آواز دی۔

''آشورے۔''

''نیچے اتر کر لوگوں کو ہوشیار کر دو۔ ساری بستی کی عورتوں کو ایک جگہ جمع کر دو۔ سب کو مسلح کر دو۔ اگر انہوں نے رات ہی میں حملہ نہ کیا تو دن کی روشنی میں ہم کوئی مناسب صورت نکال لیں گے۔''

اور پوگاس پھرتی سے نیچے اترنے لگا۔ میں درخت پر چڑھا ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو ہمارے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ رک گئے ہیں۔ شاید وہ اس وقت حملے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔

یقیناً دن کی روشنی میں وہ ہمارے بارے میں اندازہ لگائیں گے۔ ان کی دانشمندی کا تقاضا یہی ہے لیکن ان کی یہ دانشمندی ہمارے لئے بھی سودمند تھی۔

ذرا سی دیر میں بستی کی فضا خوف و دہشت میں ڈوب گئی۔ عورتیں یکجا کر دی گئیں۔ مرد مسلح ہو کر میرے احکامات کا انتظار کرنے لگے۔ تب میں بھی درخت سے نیچے اتر آیا اور میں نے چوڑے کھانڈے کو نکال لیا۔ بلاشبہ اب اسے اہم کردار ادا کرنا تھا۔ درختوں پر مزید لوگوں کو چڑھا دیا گیا اور ہم رات بھر جاگ کر ان کی نقل و حرکت کا اندازہ لگاتے رہے۔

وہ بستی سے پورے طور سے واقف ہو گئے تھے اور اسے چاروں طرف سے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ویسے حملہ وہ صبح ہی کو کرنا چاہتے تھے اور یہ عمدہ بات تھی۔

یہاں تک کہ آسمان پر اجالا نمودار ہوا اور ہم سب درختوں سے اتر آئے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ اگر انہوں نے چاروں طرف سے حملہ کیا تو میں بیک وقت سب طرف کیسے سنبھالوں گا۔ روحا بھی پریشان تھا۔ بالآخر میں نے ایک فیصلہ کیا اور پھر روحا، میں اور پوگاس گھوڑوں پر سوار ہو کر ان کی طرف چل پڑے۔

ہمیں ان کے سربراہ کی تلاش تھی۔ درختوں سے اس طرف میدان میں چاروں طرف وحشی مسلح افراد نظر آ رہے تھے۔ ان کی تعداد تین ہزار سے کم نہ ہو گی۔ وہ سب بھی صف بستہ تھے۔ درمیان میں کچھ گھوڑے رنگین جھنڈوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ میں نے اسی طرف کا رخ کیا۔ پھر میں نے روحا اور پوگاس کو خود سے دور اور کسی حد تک اپنی آڑ میں کر لیا۔

اور چند منٹ بعد میں اس گروہ کے پاس پہنچ گیا جو سربراہوں کا گروہ تھا۔

تب میں نے ہیکوس کو دیکھا جو اپنے مخصوص لباس میں تھے اور ان کے درمیان ایک بھیانک انسان موجود تھا۔ اور...... یہ...... کالہوس کے سوا کوئی نہیں تھا۔

اوہ...... کالہوس زندہ ہے۔ آگ نے اس کے خدوخال بگاڑ دیئے تھے لیکن بہرحال وہ زندہ تھا۔

''آہ۔ کالہوس۔ میرے دوست۔ تم زندہ ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ لیکن تیری زندگی کا یہ آخری سورج ہے۔''

''تم میری بستی کے لوگوں سے واقف نہیں ہو کالوس۔ وہ مرنا نہیں جانتے۔ کیا تم ان سے جنگ کرو گے جن کے لئے موت نہیں ہے۔ واپس لوٹ جاؤ کالوس۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے ان لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے جنہیں تم بہکا کر لے آئے ہو۔'' میں نے نوجیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میری آواز میدان میں گونج رہی تھی اور سب ہی سن رہے تھے میری آواز کو۔

''سنہرے جادوگر۔ تو نے دیوتاؤں کی منظور نظر شیمونا کو اغوا کیا ہے۔ تو نہیں جانتا تو نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔ اب دیوتاؤں کے قہر کے لئے تیار ہو جا۔ دیکھ تیرا کیا انجام ہے۔'' کالوس نے کہا۔

''مقدس کالوس۔ آگ کے رہنے والے۔ تیری یہ حالت کیسی ہوگئی۔ کیا مجھے اس کا جواب دے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

''یہ بھی دیوتاؤں کی مرضی تھی۔''

''نہیں۔ یہ میری مرضی تھی اور دیوتاؤں کی کیا مرضی ہے۔ یہ تجھے ابھی معلوم ہو جائے گا۔ سنو۔ سارانہ کے لوگوں۔ یہ دیوتاؤں کی سرزمین ہے۔ میں سورج کا بیٹا ہوں۔ میں نے تمہیں تمہاری نادانی کی ابھی تک کوئی سزا نہیں دی ہے۔ میرا حکم ہے کہ جھوٹے کالوس کی باتوں میں نہ آؤ۔ خاموشی سے واپس لوٹ جاؤ۔ اگر اس زمین کے لوگوں کو آزمانا چاہتے ہو تو میں تمہارے امتحان کے لئے خود کو پیش کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے دیکھو۔ اور یہاں رہنے والوں کے بارے میں فیصلہ کر لو۔''

''خاموش اے گستاخ۔ تو کالوس کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتا۔'' کالوس کے عقب سے چار جوان نیزہ تان کر نکل آئے۔

''آؤ۔ آؤ۔ سامنے آؤ۔ میں ان لوگوں کی زندگی چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور چاروں نے اپنے خوفناک بھالے پوری قوت سے میرے بدن پر مارے۔

لیکن پروفیسر..... ان کا یہ فعل میری خوش بختی تھا۔ بھالوں کی انی ٹیڑھی ہوگئی اور لوگ بدحواس ہو گئے۔ لیکن ان چاروں نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ تلواریں لے کر میرے اوپر ٹوٹ پڑے اور بڑے جان لیوا حملے کئے تھے انہوں نے۔ لیکن ان کی تلواریں میرے بدن پر کند ہو گئیں اور پھر میرے کھانڈے نے ایسا وار کیا کہ ان کے ٹکڑے زمین پر تڑپنے لگے۔

ہاں۔ یہ ایسا ہی وار تھا جو اس وقت ان لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے ضروری تھا۔

منہ حیرت سے کھل گئے۔ لوگ میرے کھانڈے سے ٹپکتی ہوئی خون کی دھار دیکھ رہے تھے اور ان کے حواس گم تھے۔

''تو موت کے طلب گارو۔ یہ میں ہوں اور یہ میری بستی ہے۔ یہاں تمہیں ایسے ہی لوگ ملیں گے جن پر تمہارے ہتھیار بیکار ہیں۔ بولو۔ کیا تم ان سے جنگ کر کے موت کو پکارو گے۔''

اور پروفیسر!! دل ڈر گئے۔ سب ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

لیکن اس سے قبل...... کہ کالوس ان لوگوں کو غیرت دلائے، ان سے کچھ کہے۔ اچانک عقب سے ایک خوفناک چنگھاڑ ابھری اور نہ جانے یہ کیسی چنگھاڑ تھی۔ ایک خوفناک افراتفری پھیل گئی۔ لوگ پاگلوں کی طرح منہ اٹھا کر بھاگنے لگے۔

خود ہیکلوں میں، میں نے ایک عجیب سی ابتری دیکھی تھی اور یہ سب اتفاقیہ ہی تھا۔ نہ جانے کیا ہوا تھا۔ نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ چنگھاڑ پھر سنائی دی۔

اور اچانک ہی میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس خیال سے میری رگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ میں نے روحا کی طرف دیکھا۔ روحا اور بانو کی روح بھی قبض ہو رہی تھی۔ وہ اس انداز سے عقب میں دیکھ رہے تھے جیسے بھاگ جائیں گے۔

بھاگنے والے نہ جانے کہاں جا چھپے تھے۔ یہاں تک کہ ہیکلوں کے پاؤں بھی اکھڑ گئے تھے اور میری رگوں میں مسرت کا سمندر موجزن تھا۔ میں روحا اور بانو کے قریب پہنچ گیا۔

''روحا، بانو۔ یہ کیسی آواز ہے۔؟''

''نیوِن۔ آہ نیوِن۔'' روحا کے حلق سے عجیب سے انداز میں نکلا۔

''وہ۔ وہ۔'' بانو نے اشارہ کیا اور میں نے پہاڑی کے عقب میں ایک سیاہ رنگ کا متحرک پہاڑ آگے بڑھتے دیکھا اور بلاشبہ پروفیسر... وہ پہاڑ ہی تھا۔ میں نے پتھر کے دور کے دیو ہیکل جانور دیکھے تھے لیکن اتنا خوفناک اور دلچسپ اور عجیب بات یہ کہ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ خوفناک تیز رفتاری سے اس طرف آ رہا تھا۔ کالوس کے سپاہیوں کا دور دور تک پتہ نہیں تھا لیکن اچانک ایک پہاڑی کے عقب سے خوفناک چیخیں ابھریں۔ میں نے مہیب جانور کو جھکتے دیکھا تھا اور پھر اس کے خوفناک پنجوں میں، میں نے دو تین آدمی پھنسے ہوئے دیکھے۔ وہ بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ یہ کالوس کے سپاہی تھے جو چھپے بیٹھے تھے لیکن نیوِن نے انہیں دیکھ لیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے انہیں مسل کر پھینک دیا۔

''آشورے۔'' روحا نے کانپتے ہوئے کہا۔ ہماری بستی۔ ہماری بستی خطرے میں ہے۔ آہ۔ یہ ادھر ضرور جائیگا۔''

''اس کی موت اسے میرے سامنے لائی ہے۔'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔'' جاؤ۔ تم دونوں چھپ جاؤ۔ جاؤ۔ تم سب بھی جلدی سے چھپ جاؤ۔ یہ میرا حکم ہے۔'' میں نے آخری الفاظ گرج کر کہے اور وہ جو بھاگ جانا چاہتے تھے، سب کے سب زندگی سے مایوس ایک چٹان کے عقب میں جا چھپے۔ تب میں سنجیدگی سے اس پہاڑ کا جائزہ لینے لگا۔

بے شک اسے ختم کرنے میں مجھے کافی مشکلات پیش آئیں گی۔ بے شک مجھے اس کے بارے میں سوچنا ہے کہ پہلا وار کہاں کروں۔ جو موثر ہو۔ اس خوفناک جانور کو قتل کرنے کے لئے مجھے سوچنا پڑ گیا تھا۔

لیکن اس دوران وہ میرے کافی قریب آ گیا تھا۔ گوشت اور ہڈیوں کے اس خوفناک پہاڑ کو دیکھ کر میں تیار ہو گیا۔ میں نے کھانڈا سنبھالا، اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا لیکن میں تہیہ کر چکا تھا کہ پہلا وار ہی کارگر ہونا چاہئے۔ ورنہ بات نہیں بنے گی۔ اب وہ میرے سر پہ تھا۔ وہ جھکا اور اس نے اپنا درخت کی شاخ جیسا ہاتھ نیچے جھکایا۔ میں اپنی تمام تر قوتوں کو آواز دے چکا تھا۔ کھانڈا میں نے دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا اور پھر میں نے

پوری قوت سے اس کے ہاتھ پر کھانڈے کا بھرپور وار کیا۔

اور..... درخت کی شاخ تنے سے جدا ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دہاڑ ابھری۔ کان پھاڑ دینے والی آواز تھی۔ بہت سے دلوں کی حرکت بند ہوگئی ہوگی لیکن اس کی پھرتی قابل دید تھی۔ انسانوں کو قتل کرنے کا وہ ماہر تھا۔ اس نے پلٹ کر مجھے اپنے وزنی پاؤں سے کچلنے کی کوشش کی لیکن مسئلہ ہی دوسرا تھا۔ عام آدمی اس کے سامنے مغلوب ہو جاتا ہوگا۔ میرا خوف تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ میں نے پھرتی سے پلٹ کر اس کے پاؤں پر دوسرا بھرپور وار کیا۔ ہڈی کٹنے کی آواز بلند ہوئی لیکن میرا کھانڈا اس کے کٹے ہوئے پاؤں میں پھنس گیا تھا۔ میں نے ایک جھٹکے سے کھانڈا کھینچا اور نہ جانے کیا ہوا۔ پہاڑی تودوں کے گرنے سے بھی وہ آواز نہ پیدا ہوتی ہوگی جو اس کے گرنے سے ہوئی تھی۔ کوئی سمجھ بھی نہ پایا ہوگا کہ یہ کیا ہوا لیکن جو کچھ ہوا سامنے تھا۔ نیوون گر گیا تھا۔

اور گرے ہوئے دشمن پر خاص طور سے جب وہ بہت ہی بھیانک ہو، وار نہ کرنا بہادری نہیں بے وقوفی ہے۔ میں نے یہ بے وقوفی نہیں کی۔ میں نے صحیح نشانہ لے کر اس کے کٹے ہوئے پاؤں پر دوسرا وار کیا اور ستون اس کے جسم سے علیحدہ ہوگیا۔

اس کی چیخیں تھیں کہ قیامت..... زمین دہل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا بھاری بھرکم جسم تڑپ رہا تھا۔ میں خود کو اس کے جسم کی زد سے بچا رہا تھا اور موقع ملنے پر ایسے حصوں پر وار بھی کرتا جا رہا تھا جو کارآمد ہوں۔

اور پھر آخری وار میں نے اس کی گردن پر کیا۔ یہ سب سے نرم جگہ تھی۔ اس کا سر کسی بڑے گنبد کی مانند تھا اور اس گنبد کے اچھلنے کا منظر خوب تھا۔ خون اس مقدار میں بہہ رہا تھا پروفیسر، جو ناقابل یقین تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے چاروں طرف شور سنا۔ لوگ بے تحاشا پہاڑوں اور دروں سے نکل رہے تھے۔ میں جلدی سے کھانڈا کھینچ کر کھڑا ہوگیا۔ لیکن آنے والے نیوون سے دور ایک دائرے میں سجدے میں گر رہے تھے۔ وہ کچھ کہہ بھی رہے تھے جسے میں نے غور سے سنا اور میری مسرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

''اے پہاڑوں کے پہاڑ۔ اے بہادروں کے بہادر۔ اے سورج کے بیٹے۔ ہمیں معاف کر دے۔ ہمیں پناہ دے۔ ہم کاہلوس کے بہکانے سے تیرے مقابلے پر آ گئے تھے لیکن دیوتاؤں کی پناہ۔ تو پہاڑوں کا قاتل ہے۔ ہم تیری بستی کے لوگوں سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں معاف کر دے۔ ہمیں معاف کر دے۔'' اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے بزدل ہیکوں کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔

☆..........☆..........☆

''کاہلوس کہاں ہے۔؟'' میں نے زوردار آواز میں پوچھا۔ ''بلاؤ اس بوڑھے جادوگر کو۔ دیکھ لے وہ قہر کے دیوتا کی موت کا منظر۔ یہی ہے وہ جسے صدیوں سے انسانوں کے قتل کا کام سونپا گیا ہے۔ دیکھ لے کہ وہ اس کا طلسم کس طرح ٹوٹ گیا ہے۔ لاؤ اس بزدل کو میرے سامنے لاؤ۔ حساب لو اس سے ان لوگوں کا جو اس کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔''

اور اس وقت میرا حکم ان کے لئے دیوتا کا حکم تھا۔ سب کے سب اٹھ گئے۔

''ایک بھی بیگانہ بھاگنے پائے۔ کسی کو مت جانے دو۔ یہ میرا حکم ہے۔'' اور پروفیسر کیا ہی دلچسپ منظر تھا۔ انبوہ اعظم شہد کی مکھیوں کی مانند منتشر ہو گیا۔ وہ لوگ ہیگوں کی تلاش میں دوڑ رہے تھے۔ ہاں اس وقت ان کے دلوں پر میری حکمرانی تھی۔ وہ صرف میرے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے اور بزدل چوہے ہر بل سے پکڑے جا رہے تھے۔

قوی ہیکل جوان جن کے دلوں پر اس سے قبل ہیگوں کی ہیبت طاری تھی۔ اب انہیں گردنوں سے پکڑے لٹکائے لا رہے تھے اور پروفیسر، بے پناہ نفرت محسوس ہو رہی تھی مجھے ان سے۔ کیسے ظالم لوگ تھے وہ۔ انہوں نے اپنے مفاد کے لئے کیسے کیسے طلسم کدے بنا رکھے تھے اور کیسے کیسے مظالم ڈھائے تھے انہوں نے سیدھے سادے انسانوں پر۔''

ہیگوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ اور پھر مقدس کاہلوس اعظم بھی پکڑے گئے۔ اس سے قبل کسی نے ان کی ایسی درگت نہ دیکھی ہوگی۔ انہیں دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں سے لٹکا کر لایا جا رہا تھا۔

اور جب ظالم کا پول کھل جائے اور جب ظالم کی حیثیت کا پتا چل جائے تو اس کے ساتھ برا ہوتا ہے۔ کاہلوس کو لانے والوں نے اسے اس طرح زمین پر اچھال دیا جیسے وہ گوشت پوست کی کوئی چیز نہ ہو اور کاہلوس اعظم کی ہڈیاں بول گئیں۔ اس کی زبان بند ہو گئی تھی۔ اس کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ خاموش تھا۔ پھینکنے والوں نے اسے جہاں پھینکا تھا وہ وہیں پڑا رہا۔ تب میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

''کیا حال ہے مقدس کاہلوس اعظم۔؟'' میں نے اس سے سوال کیا اور وہ بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ ''آواز دو۔ اپنی طلسمی قوتوں کو، بلاؤ ان آگ کے معبودوں کو جو تمہاری مدد کرتے ہیں۔''

لیکن کاہلوس نے میری بات کا جواب نہ دیا۔

''مجھے تمہارے اوپر رحم آ رہا ہے کاہلوس اعظم۔ میں تمہیں تمہاری اس بے بسی پر معاف بھی کر سکتا تھا لیکن تم ایک بڑا فتنہ ہو۔ اگر تم زندہ رہے تو نہ جانے کون کون سے جال پھیلاؤ اس لئے میں مجبور ہوں میرے دوست۔''

میں اس کے پاس سے ہٹ آیا۔ بلاشبہ مجھے اس خاموش انسان پر رحم آنے لگا تھا۔ اگر دوسروں کی زندگی کا سوال نہ ہوتا تو مجھے اس کی موت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن یوگاس کی بستی کی سلامتی کے لئے، اس سازشی انسان کی موت ضروری تھی چنانچہ میں اس کے پاس سے ہٹ گیا۔ تب میں نے اس کے لشکریوں کو مخاطب کیا۔

''نیون موت کا شکار ہو گیا ہے۔ کیا تم دوسرے نیون کو ہلاک نہ کرو گے لوگوں۔ جس نے تمہاری بستیوں کو تاراج کیا ہے۔ میرا حکم ہے اسے اپنی پسند کی موت مارو۔ ان سب فتنوں کو ہلاک کر دو اور اس کے بعد اپنی بستی لوٹ جاؤ۔ خبردار اس کے بعد ادھر کا رخ نہ کرنا ورنہ پہاڑ کے بیٹے نیون کو دوبارہ زندگی دے کر تمہارے درمیان بھیج دوں گا اور اس کے بعد سلامتی تم سے بہت دور ہوگی۔''

سو پروفیسر..... وہی جوان..... جو کاہلوس کے سامنے بید لرزاں تھے اپنے اپنے ہتھیار لے کر اس پر ٹوٹ پڑے اور ہیگوں کی دلدوز چیخیں ابھرنے لگیں اور مارنے والوں نے کیسا مارا۔ ایسی موت بھی کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ لوگ گردنیں کاٹ دیتے ہیں..... اعضا کاٹ دیتے ہیں..... لیکن

ایسے قتل بھی کیا کہ کسی کے عضو کے بارے میں وثوق سے نہ کہا جا سکے کہ وہ دراصل کیا ہے۔

ہیگوں کے جسم باریک قیمہ بن گئے تھے۔ ان کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا کہ اس سے قبل وہ انسان تھے اور صحیح و سالم حالت میں تھے۔ جوش و خروش بہت بڑھا ہوا تھا۔ ہیگوں کے خون کے پیاسوں کی پیاس ابھی تک نہیں بجھی تھی۔ یقیناً ان میں ایسے بھی ہوں گے جو ان سے شدید نفرت کرتے ہوں گے لیکن ان سے خوفزدہ ہوں گے۔ آج انہیں خوب موقع ملا تھا۔

سو یوں موت کا جلوس اعظم کوان میدان میں گھسیٹ کر لائی تھی اور یہاں اس کے ہیگوں کی کہانی ختم ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ لشکر عظیم اپنے کام سے فارغ ہو کر صف بستہ ہو گیا اور پوگاس اور اس کے ساتھی ایک خوفناک جنگ کے بجائے عجیب تماشا دیکھ رہے تھے۔ تب لشکریوں نے میرے سامنے آخری بار سر جھکایا اور میری ہدایات پر عمل کرنے کا عہد کر کے لوٹ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد میدان میں نیمون کی سر بریدہ لاش، اس کے ٹوٹے ہوئے عظیم الشان اعضا... ہیگوں کے جسم کے سرخ ٹکڑے، ایک طرف حیران و پریشان کھڑا روحا اور بانو وغیرہ... کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

آؤ" میں نے ان دونوں سے کہا اور واپس چل پڑا۔ ان کے قدم بھی مشکل سے اٹھ رہے تھے۔ ان کی ٹانگوں میں لرزش تھی۔

"عظیم آشورے۔" روحا کی لرزتی آواز ابھری۔

"کیا بات ہے روحا۔" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو نے وہ کیا جو تو نے کہا تھا... ہاں آج قہر کا دیوتا ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔ وہ جو خون بہانے آئے تھے اپنوں کا خون بہا کر چلے گئے۔ کیا خوب کیا ہے تو آشورے۔ کیا تیرے سوا کسی کو یہ قدرت حاصل ہے۔"

"میں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکوں گا۔"

تب ہم پوگاس کے پاس واپس پہنچ گئے۔ پوگاس اور اس کے ساتھی بھی ہمارے گرد جمع ہو گئے تھے۔ پوگاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تو وہ کرتا ہے آشورے جو ہمارے ذہنوں میں نہیں ہوتا...... ہاں... بھروسہ کر ہماری بات پر... کہ ہم نے اس لشکر عظیم کو دیکھ کر ذرا بھی خوف نہیں کھایا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ تو ہمارے ساتھ ہے۔ ہاں اگر تو نہ ہوتا تو ہماری کہانی ختم ہو جاتی۔"

"میرا خیال ہے پوگاس کہ اب تمہارے لئے اس پورے علاقے میں کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔ میرا مشن یہی تھا کہ میں نیمون سے تمہیں نجات دلا دوں۔ سو آج میرا مشن پورا ہو گیا۔ اب میری خواہش ہے کہ تم لوگ مجھے کچھ عرصہ سکون سے گزارنے کا موقع دو۔"

"ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔" پوگاس نے جواب دیا۔

تب پروفیسر... میں نے اپنے لئے ایک الگ تھلگ مکان تعمیر کرایا جو ایک پرانے اور انتہائی چوڑے درخت کی شاخوں پر بنا ہوا تھا۔ پوگاس نے اس کی خوبصورت تعمیر میں زبردست دلچسپی کا مظاہرہ کیا تھا اور جب مکان تعمیر ہو گیا تو میں نے اسے دیکھا اور بہت پسند کیا۔ پوگاس نے اسے ضروریات زندگی کی ساری چیزوں سے آراستہ کر دیا تھا۔

اب میں تھا اور میری پسندیدہ شیمونا۔ دن رات و میری محبت میں ڈوبی رہتی۔ البتہ رات کے آخری پہر میں جب وہ سو جاتی تو میں درخت کی سب سے اونچی شاخ پر بیٹھ کر ستاروں سے باتیں کرتا۔ میرے دوست اب بھی میرے اوپر مہربان تھے۔ گو ان سے رابطہ منقطع ہوئے طویل عرصہ گزر گیا تھا۔ میں نے ستاروں کی مدد سے ایک نقشہ ترتیب دیا۔ ستاروں نے میری رہنمائی کی تھی اور پھر نقشہ ترتیب دینے کے بعد میں نے اس عمر کی کہانی قلمبند کی۔ بڑا ہی عرصہ لگ گیا تھا مجھے۔ پوگاس بوڑھا ہو گیا۔ شیمونا کی کمسنی رخصت ہو گئی اب وہ اس قدر تر و تازہ عورت نہ تھی۔ اس کے سر میں چاندی کے تار جھلکنے لگے لیکن میری جوانی کو کونسا روگ لگ سکتا تھا۔

اب اکثر راتوں کو شیمونا مجھ سے پہلو تہی کرتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ اس کے جذبات مردہ ہو گئے ہیں۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرا طویل عرصہ تک ساتھ نہ دے سکے گی۔ پوگاس کی بستی اب بہت دور تک پھیل گئی تھی۔ اس حسین بستی کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی تھی۔ میرے سامنے پیدا ہونے والے بچے بھی اب بچوں کے باپ بن گئے تھے۔ ایک مکمل ضابطۂ حیات ترتیب دے لیا گیا تھا۔ پوگاس کی نسل مدبروں کی نسل تھی۔ وہی بستی کے فیصلے کرتے تھے۔

تب میں نے اپنے دوستوں سے ایک بڑی کشتی تیار کرنے کے لئے کہا اور میرے اشارے کی تکمیل نہ ہوتی۔ میری حیثیت ایک مقدس دیوتا کی سی تھی۔ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ تعمیل کے لئے ہوتے تھے۔ سوچنے کے لئے نہیں۔ چنانچہ بے شمار جوان کشتی کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور پوگاس کی نسل بے حد ذہین تھی۔ ایسی خوبصورت اور اتنی مضبوط کشتی بنائی انہوں نے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

لیکن بوڑھے پوگاس کو اس کشتی کی تیاری پر تشویش تھی اور بالآخر جرأت کر کے وہ ایک روز میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میری تعظیم کی اور پھر بولا۔ ''کیا میں تجھ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں آشورے۔؟''

''ضرور پوچھ پوگاس۔ کیا پوچھنا چاہتا ہے۔''

''تو نے جوانوں کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا ہے۔''

''ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔''

''یہ کشتی کیوں تیار ہو رہی ہے۔ کون اس سے سفر کرے گا۔ کہاں جائے گا۔''

''میں اس سے سفر کروں گا پوگاس اور نئے جہانوں کی تلاش میں جاؤں گا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ تمہارے درمیان میرا مشن پورا ہو گیا ہے۔ میں یہاں رک کر صرف آرام کر رہا ہوں۔ اب میں سفر کروں گا۔ دنیا کے کچھ اور حصے دیکھوں گا۔ دنیا بہت وسیع ہے۔''

''آشورے۔'' اس نے لرزتی آواز میں کہا۔ ''ہمیں چھوڑ دے گا آشورے۔؟''

''ہاں۔ اس طرح، جس طرح تم سے پہلے بہت سوں کو چھوڑ چکا ہوں۔ سنو پوگاس۔ میری طرف نگاہ دوڑاؤ۔ کیا تمہیں میرے اندر کوئی تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ کیا میں اس وقت سے مختلف ہوں جس وقت تم نے مجھے پہلی بار دیکھا تھا۔ ہاں پوگاس۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں صدیوں سے اس حالت میں ہوں۔ میری آنکھوں نے زمین کی نہ جانے کتنی تبدیلیاں دیکھی ہیں۔ میں متحرک ہوں۔ یہاں میں نے کافی وقت گزارا ہے۔ اب میں نئے جہانوں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری بستی اب بہت مضبوط ہو گئی ہے۔ اب یہاں میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اجازت دو۔''

''آشورے۔ آشورے۔ ہم تیرے لئے روئیں گے۔ ہم تجھے یاد کریں گے آشورے۔'' پوگاس نے روتے ہوئے کہا۔

''تم اپنے لوگوں میں رہو پوگاس۔ مجھے جانا ہی ہے۔'' میں نے آخری جواب دیا۔

بالآخر یہ خبر پوری بستی میں پھیل گئی.... لوگ جوق در جوق میرے پاس آنے لگے۔ مجبوراً مجھے ان سے کہنا پڑا کہ مجھے روکنے کی کوشش کرنے کوئی نہ آئے... اس ہنگامے کی وجہ سے میں نے روانگی کا ارادہ کچھ اور پہلے کرلیا کشتی تیار ہو چکی تھی۔

میری ہدایت پر اسے ضروریات زندگی سے لاد دیا گیا۔ تب میں نے اس آخری دن کا اعلان کر دیا۔ جب مجھے روانہ ہونا تھا۔ وہ روز پوری بستی کے سوگ کا دن تھا۔ بستی کے لوگوں نے گھروں میں روشنی نہیں کی تھی۔ لیکن میں ان کے لئے محدود تو نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے ان سے معذرت کی اور بالآخر کشتی میں سوار ہو گیا۔

بوڑھی ملکہ شیمونا میرے ساتھ تھی... اس بے چاری کو میں کہاں چھوڑ جاتا۔ چنانچہ لمبی چوڑی کشتی نے ساحل چھوڑ دیا..... پوگاس کی پوری بستی ساحل پر جمع تھی۔ وہ سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ شور کی آواز دور تک میرے کانوں میں آتی رہی۔ شیمونا بھی کشتی کے ایک حصے میں کھڑی دور ہوتے ہوئے انسانوں کو دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تو غمزدہ ہے شیمونا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں..... میں ان محبت کرنے والوں کے لئے رو رہی ہوں۔''

''بے شک... وہ عمدہ لوگ تھے.... لیکن ایک نہ ایک دن ان سے جدا ہونا تھا۔''

''آشورے.....'' شیمونا نے آہستہ سے کہا۔

''کیا بات ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''تو مجھے ان لوگوں کے پاس ہی چھوڑ دیتا۔''

''اوہ۔ تو نے پہلے اس کا اظہار نہیں کیا شیمونا..... ورنہ میں تجھے تیری سرزمین سے جدا کرنے کی کوشش نہ کرتا.... کیا تو ان لوگوں کے درمیان رہنا چاہتی ہے..... کیا میں کشتی واپس ساحل کی جانب موڑ لوں۔''

''نہیں آشورے۔ مجھے نہ اس سرزمین سے عشق ہے اور نہ میں تجھ سے الگ ان لوگوں میں زندگی گزارنا چاہتی ہوں..... میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ میں کب تک تیرا ساتھ دے سکوں گی..... میں تجھ سے مختلف ہوں... تو ابھی تک اسی طرح جوان ہے اور جیسا کہ تو کہتا ہے، جوان رہے گا..... میرے جسم پر انحطاط طاری ہے.... میں اب خود کو تیرے قابل نہیں پاتی۔''

''پھر بھی میں تجھے چاہتا ہوں شیمونا... تو جب تک زندہ ہے میرے ساتھ رہے گی... فکر نہ کر... تو میری محبت میں کمی نہ پائے گی۔'' میں نے جواب دیا اور وہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ کشتی اب کھلے سمندر میں نکل آئی تھی۔ میں اسے ستاروں کے بتائے ہوئے راستے پر

لے جا رہا تھا..... میری مسافت کتنی تھی اس کے بارے میں مجھے معلوم نہ تھا۔

اس طویل عرصے میں میرا رابطہ بہت سی چیزوں سے منقطع ہو گیا تھا..... میں نے تاریخ سے رشتہ توڑ لیا تھا..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ مصر پر اب کون حکمراں ہے..... دنیا کس قدر آگے بڑھ گئی ہے..... انسان نے کون کون سے علوم سیکھ لئے ہیں..... مجھے اب ایسے جہانوں کی تلاش تھی جہاں انسان تہذیب کی کئی سیڑھیاں چڑھ چکا ہو..... جہاں کے لوگ بہت آگے بڑھ گئے ہوں۔

اور میری کشتی سمندر کے سینے پر رواں دواں تھی۔ سورج، چاند سروں سے گزر رہے تھے۔ وقت تیزی سے منازل طے کر رہا تھا اور زمین نہ جانے کہاں تھی..... زمین کا کوئی نشان نہیں تھا۔

پھر ایک رات تیز ہواؤں نے کشتی کو دیکھ لیا..... وہ اسے کوئی خوبصورت کھلونا سمجھ کر اس سے کھیلنے لگیں..... سمندر کی موجیں بھی اس کھیل میں ان کے ساتھ شریک ہو گئیں..... ان نا سمجھوں کو نہیں معلوم تھا کہ وہ انسان ان کے اس کھیل سے کون سی مصیبتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔ خوبصورت کھلونا ان کے کھیل کی تاب نہ لا کر پاش پاش بھی ہو سکتا ہے۔

سمندر کی کوئی موج کشتی کو سر پر رکھ کر اس تیزی سے دوڑتی کہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں نکل جاتی۔ دوسری موجیں اس کے پیچھے لپکتیں۔ لیکن پھر سامنے کی طرف سے کوئی تیسری موج کشتی چھین لیتی اور کوئی دوسری سمت اختیار کرتی۔

میں نے کشتی کے مستول پکڑ رکھے تھے۔ لیکن شیمونا کی بری حالت تھی۔ وہ کئی بار اچھل اچھل کر گری تھی۔ اور سخت زخمی ہو گئی تھی۔ کشتی کی ہر چیز تباہ و برباد ہو گئی تھی۔ میں نے شیمونا کو بمشکل اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ بری طرح مجھ سے چمٹ گئی اس کے جسم کے مختلف حصوں سے خون بہہ رہا تھا لیکن ہواؤں کا کھیل اتنا شدید تھا کہ کشتی کو ذرا بھی قرار نہیں تھا۔ میں شیمونا کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا تھا اور وہ بدستور مجھ سے لپٹی ہوئی خون بہا رہی تھی۔ پھر ہواؤں کی ماں نے انہیں آواز دی اور وہ کان دبائے رخصت ہو گئیں۔ سمندر کی موجوں کو چونکہ کوئی کھیلنے والا ساتھی نہیں ملا تھا، اس لئے انہوں نے بھی منہ چھپا لیا۔ اور کشتی..... تباہ حال کشتی سمندر سے شاکی اس کے سینے پر آہستہ آہستہ بہنے لگی۔

تب میں نے شیمونا کی حالت پر غور کیا۔ اس کے بدن سے کافی خون بہہ گیا تھا..... اور وہ بے ہوشی کی حالت میں تھی..... میں اسے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے کسی ایسی جگہ لے چلا جہاں اس کے زخموں کی دیکھ بھال کر سکوں۔ لیکن پوری کشتی میں ایسی جگہ کوئی نہ ملی تھی۔ بہرحال اس کی زندگی بچانے کی کوشش کرنا ضروری تھا۔ میں اپنی سی تدبیر کرنے لگا۔ لیکن خون کا نعم البدل کچھ نہ تھا۔ اور جس قدر خون بہہ گیا تھا۔ وہ میں اس کے جسم کو واپس نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے شیمونا کی لاش سمندر کے حوالے کر دی اور تھکا تھکا سا ایک طرف بیٹھ گیا۔

کشتی لہروں پر ہچکولے لیتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اور میں اداس بیٹھا ہوا تھا۔

اور پھر مجھے اس اداسی پر ہنسی آ گئی۔ ایک عورت، صرف ایک عورت کے لئے میں اداس تھا۔ حالانکہ میری زندگی۔ وہ تمہارے سامنے ہے پروفیسر..... اور میں نے اپنے ذہن سے شیمونا جھٹک دی اور ماحول میں دلچسپی لینے لگا۔ سمندر کی لہریں مجھے کہاں لے جا رہی ہیں..... کیا چاہتی ہیں..... یہ میرا کیا بگاڑیں گی..... انہیں میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم..... شاید یہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔"

اور اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا...... ایک انوکھا خیال۔ کیوں نہ میں کچھ عرصہ کے لئے سونے کی کوشش کروں۔ مخصوص انداز میں نہیں، تجرباتی طور پر۔ اس طرح میرے ذہن پر سوار بوجھ بھی اتر جائے گا اور میں تازہ دم ہو جاؤں گا...... لیکن طویل نیند کے لئے میں اپنی مخصوص سرزمین پر جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ بلکہ اس بار اور تجربہ چاہتا تھا۔

اور یہ خیال میرے ذہن پر اس انداز میں مسلط ہوا کہ میں اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ ... میں نے اپنا اثاثہ چمڑے کے مضبوط ٹکڑوں میں منتقل کیا اور ان ٹکڑوں کو مضبوطی سے اپنے سینے پر باندھ کر مطمئن ہو گیا کشتی کی بقیہ چیزیں میں نے جوں کی توں رہنے دی تھیں۔ اور پھر اسی رات میں نے اپنے دوست ستاروں کو الوداع کہا اور سمندر کے سینے میں اتر گیا۔

پانی کی نیند کا تجربہ میں نے اس طویل زندگی میں پہلی بار کیا تھا۔ سمندر کی مخصوص گہرائیوں میں پہنچنے کے بعد میں نے دماغ کو خیالات سے آزاد کر دیا، اپنے اعضاء کو حرکت سے محروم کر دیا۔ اپنے جسم کی ہر اس جنبش کو روک دیا جو زندگی کو تحریک دیتی ہے اور آہستہ آہستہ ذہن پر نیند مسلط ہو گئی...... پرسرور نیند...... میں اس عالم سے بے خبر ہو گیا۔

اور وقت کی ہوا نے ماہ و سال کے بہت سے اوراق الٹ دیئے۔ میں سوتا رہا...... گہری نیند...... خوب گہری نیند...... لیکن یہ نیند اس طویل نیند سے مختلف تھی جو میں صرف اپنی وادی میں سوتا تھا۔

بالآخر مجھے ایک گھٹن کا احساس ہوا اور آنکھیں کھل گئیں ذہن سو رہا تھا۔ آنکھوں کے حساس شیشے بہت سے عکس منتقل کر رہے تھے۔ رنگین روشنیاں میرے چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔ لیکن کھلی ہوا نہ تھی۔ آہستہ آہستہ ذہن بیدار ہوا۔ تب میں نے اپنے بارے میں سوچا۔ ہاں۔ میں نے سمندر کی نیند اپنائی تھی۔ نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔

لیکن...... یہ روشنیاں...... کیا میرا جسم سمندر کی آغوش میں نہیں ہے۔ ...... روشنیوں کا یہ بند قلعہ سمندر کے سینے میں تو نہیں ہو سکتا۔ یہ کون سی جگہ ہے...... ؟ میں نے آنکھیں پوری طرح کھولیں...... ہاتھ پھیلا کر ان دیواروں کو ٹٹولا جن میں، میں محبوس تھا...... بڑی تنگ جگہ تھی...... چاروں طرف سے بند صندوق کی مانند...... لیکن اس صندوق میں سوراخ...... تھے۔ ایک ہی سائز کے، بالکل شہد کے چھتے کی مانند...... فرق صرف اتنا تھا کہ ان سوراخوں میں نگاہوں کو خیرہ کرنے والی روشنیاں تھیں۔ چمکدار روشنیاں۔

کیا ہے یہ سب کیا ہے؟ میں نے تعجب سے سوچا۔ اور اچانک میں چونک پڑا...... صدفوں میں ایک تصویر ابھر آئی تھی...... ایک حسین تصویر...... دل موہ لینے والی تصویر...... پروفیسر ایسے سبک ایسے حسین نقوش کہ بس دیکھتے رہ جاؤ...... لیکن حیرت...... سارے سوراخوں سے وہی شکلیں نظر آ رہی تھیں، کہیں سبز، کہیں سرخ، کہیں فیروزی، کہیں دوہرے رنگ لئے۔

میں نے اس قید خانے میں اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی...... لیکن میرا سر اس کی چھت سے ٹکرا گیا تھا...... اور...... اس کے ساتھ ہی میں نے ایک سریلی چیخ سنی...... اور...... حسین تصویر غائب ہو گئی۔

حیرت...... حیرت...... میرے ذہن نے گردان کی...... یہ کون سا طلسم خانہ ہے...... ؟ یہ کون سی جگہ ہے...... ؟ جہاں میں قید ہوں۔ سریلی چیخ

اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔

لیکن میں نے جلدی بازی سے کام نہیں لیا...... یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں میرے علاوہ کوئی اور بھی ہے...... جو کوئی ہے، خوب ہے...... چنانچہ میں لیٹا رہا۔ میں نے آنکھیں بند کر کے سوچا...... ممکن ہے لڑکی مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہو۔

ممکن ہے وہ میری کھلی ہوئی آنکھیں دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہو۔ اس سے قبل میری حالت دیکھ کر اس نے مجھے مردہ سمجھا ہو...... یقیناً یہی بات ہے۔ لیکن...... جگہ کون سی ہے...... سمندر تو نہیں ہو سکتا...... یہ عجیب و غریب شئے کیا ہے جس میں، میں بند ہوں...... میں نے انگلیوں سے ٹٹول کر اس حیرت انگیز قید خانے کو دیکھا...... پتھر کی طرح سخت، شیشے کی طرح شفاف، اور بیرنگین چمک۔

میری سمجھ میں کچھ نہ آ سکا۔ اچانک میرے کانوں میں ایک عجیب سی بھنبھناہٹ گونجی...... انسانی آوازیں تھیں۔ اور پھر سوراخوں سے بے شمار چہرے نظر آئے۔ صرف چہرے...... حیرت انگیز...... انتہائی حیرت انگیز...... ایک ایک سوراخ میں بے شمار چہرے تھے۔ بہت سے یکساں، بہت سے مختلف۔

تب اچانک مجھے اپنے جسم میں جنبش محسوس ہوئی اور چہرے غائب ہو گئے۔ لیکن مناظر بدل رہے تھے۔ عجیب عجیب چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ نہ جانے یہ سب کچھ کیا تھا...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

اور یہ میری طویل ترین زندگی کا سب سے حیرت خیز باب ہے پروفیسر...... جو کچھ میں بتا رہا ہوں، شاید تم اس پر یقین نہ کرو...... لیکن تم جانتے ہو...... میں جھوٹ نہیں بولتا...... میرا ایک ایک لفظ درست ہے...... جس واقعہ کا چاہو ثبوت لے لو۔

میرا جسم ہواؤں میں تیرتا رہا۔ کبھی کچھ اور کبھی کچھ...... تب میری نگاہوں نے ایک حسین منظر دیکھا۔ بڑی خوبصورت جگہ تھی۔ در و دیوار سے قوس و قزح جھلک رہی تھی۔ بڑے ہی حسین اور چمکدار رنگ تھے۔ ذہن و دل پر ایک عجیب سا سرور طاری ہو جاتا تھا۔ آنکھوں کو ایک انوکھی ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔ میرا متحرک قید خانہ ایک کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر مجھے کسی جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر وہی بے شمار چہرے میری نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ باریک باریک بھنبھناہٹیں...... میرے کانوں میں گونجنے لگیں، تب اچانک خاموشی چھا گئی...... اور صرف ایک آواز گونجی...... انوکھی سی آواز تھی لیکن بڑی ہی شیریں۔ بڑی ہی دلکش...... اور میں نے اپنی ذہنی قوتوں کو آواز دی...... میں اس آواز کو جاننے کی کوشش کرنے لگا۔

اور پروفیسر اسے سمجھنے میں مجھے کوئی دقت نہ ہوئی۔ میں تو دنیا کی ہر آواز سے واقف تھا۔ آواز کے ذریعہ خیالات کو دوسرے کو منتقل کرنے کا عمل میرے سامنے ہی شروع ہوا تھا۔ زبان کی جنبشوں کو ذریعہ اظہار میرے سامنے بنایا گیا تھا...... پھر میں زبانوں کو کیوں نہ سمجھتا...... ہر شئے کی ایک آواز ہوتی ہے۔ کھردری زمین پر ہوا کے ذریعہ منتشر ہو کر گھسٹنے والے سوکھے پتوں کی چیخیں بھی تم نے سنی ہوں گی...... کیا یہ چیخیں بے جان ہوتی ہیں۔ کیا یہ آوازیں بے معنی ہوتی ہیں۔؟ اگر تمہارا ابھی یہی خیال ہے تو تم بھی عام انسانوں کی طرح ناواقف شخص ہو پروفیسر...... ہر شئے کی آواز ہوتی ہے...... ہر آواز کا ایک مفہوم ہوتا ہے...... سو میں آوازوں کے مفہوم سمجھنے کا ماہر ہوں۔ شاید پوری دنیا میں ان آوازوں کا واقف کار میرے جیسا دوسرا نہ ہو۔

تو بات اس اکیلی آواز کی تھی۔ جو بعد میں آئی تھی۔ میں نے اسے سمجھنے کی کوشش کی اور کیا وجہ تھی کہ میں اسے نہ سمجھتا..... شیریں آواز کہہ رہی تھی۔

''تمہاری آنکھوں کو دھوکہ بھی ہوسکتا ہے رج۔''

''نہیں ملکہ..... میں نے جو کچھ دیکھا تھا۔ بحالت ہوش دیکھا تھا۔'' یہ دوسری آواز تھی۔

''کیسے ممکن ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔؟'' پہلی آواز ابھری۔

''میں نے سچ عرض کیا ہے ملکہ۔''

''لاؤ..... اسے میرے اور قریب لاؤ۔'' پہلی آواز نے کہا اور چہرے مجھ پر جھک پڑے..... ایک بار پھر میرا جسم ہواؤں پر تھا اور تب میری نگاہوں میں ایک حسین چہرہ ابھرا..... یہ چہرہ بھی کافی خوبصورت تھا۔ لیکن عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی پیشانی پر چمکدار پتھروں کی مالا بجی ہوئی تھی۔ اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں جس پوزیشن میں تھا اس میں صرف ان کے چہرے ہی نظر آرہے تھے۔ باقی جسم میرے نگاہوں سے اوجھل تھا۔

تب ملکہ شاید اٹھی..... اس نے جھک کر میرا چہرہ دیکھا اور میں مسکرا دیا۔ ملکہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش نمایاں تھے۔

''ارے..... یہ تو ہماری طرح مسکراتا ہے۔'' وہ تعجب سے بولی۔

''اور اس کے نقوش بھی ہمارے جیسے ہی ہیں'' ..... دوسری عورت نے کہا۔

''لیکن باقی جسم.....'' تیسری نے تبصرہ کیا اور میں نے بوکھلا کر اپنا جسم ٹٹولا..... کیا ہوگیا ہے میرے جسم کو..... کیسا نظر آرہا ہے وہ ان لوگوں کو۔ لیکن میرا جسم ٹھیک ٹھاک تھا..... اس میں کوئی تبدیلی نہیں تھی..... تب میں نے حیرانی سے ان کی شکلیں دیکھیں۔

اور اب مجھے اکتاہٹ ہونے لگی تھی..... میں اس طرح لیٹے لیٹے تنگ آگیا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائیں اور پوری قوت سے اپنے تابوت کی دیواروں پر ماریں۔ چھن چھن کی آوازیں ابھریں اور تابوت ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔☆☆

بہت سی سریلی چیخیں ابھریں اور بھگدڑ مچ گئی۔ میں اچھل کر کھڑا ہوگیا تھا۔ لیکن کھڑے ہوکر میں نے جو کچھ دیکھا اسے دیکھ کر میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ وہ بنت البحر تھیں..... ان کے اوپری جسم پرشباب دوشیزاؤں کے تھے۔ لیکن کمر سے نیچے کا حصہ مچھلی کا تھا۔ وہ آدھے بدن سے رینگتی تھیں۔ ان کے ہاتھوں کی جگہ مضبوط پنکھ لگے ہوئے تھے جن سے وہ ہاتھوں کا کام لیتی تھیں۔ ان کے چہرے بے حد حسین تھے..... لیکن..... میں نے حیرت دمایوسی سے انہیں دیکھا۔

خوفزدہ لڑکیاں چاروں طرف بھاگتی پھر رہی تھیں۔ لیکن ملکہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی..... اس کے چہرے پر حیرت کے نقوش ضرور تھے لیکن وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔

''تم...... تم...... کیا ہو......؟''

''انسان......'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور وہ مجھے اپنی مانند بولتے دیکھ کر اور حیران ہو گئی۔

''انسان کیا ہوتا ہے۔؟''

''جیسا میں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم سمندر کے کون سے حصے میں رہتے ہو۔؟''

''تم نے مجھے کہاں سے حاصل کیا۔؟'' میں نے الٹا اس سے سوال کر دیا۔

''میں نے نہیں...... میری ساتھیوں نے تمہیں سمندر سے نکالا ہے۔ مگر...... تم تو مردہ تھے۔'' وہ بولی۔

''خیر...... میں جو کچھ تھا...... لیکن تم مجھے اس جگہ کے بارے میں بتاؤ۔''

''میں...... کیا بتاؤں......؟'' وہ عجیب سے انداز میں بولی اور پھر وہ ایکدم چونک پڑی۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ ایک اجنبی سمندری مخلوق اس سے اس کی مانند گفتگو کر رہی ہے۔

وہ ناگن کی طرح پلٹی اور پھر اپنے جسم کو عجیب انداز سے گھسیٹتی ہوئی ایک طرف دوڑ گئی۔ وہ ایک سوراخ میں گھس گئی تھی۔

''ارے......'' میں چونک پڑا۔ لیکن وہ کافی تیزی سے گئی تھی۔ اس لئے میں اسے روک نہ سکا۔

تب میں نے اس پراسرار جگہ کو دیکھا اور میری آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ اگر میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں۔ تو میں اس وقت ایک سمندری سیپ میں موجود تھا۔

ہاں...... وہ سیپ ہی تھی...... خوبصورت...... چمکدار...... جس خول میں بند تھا وہ بھی ایک سیپ تھی جس میں باریک باریک سوراخ تھے۔ اندر سے یہ خول اس قدر چمکدار تھا کہ روشنی محسوس ہوتی تھی...... یہ سیپ جس میں، میں موجود تھا...... ایک محل کی سی حیثیت رکھتی تھی...... وہ تخت جس پر ملکہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک آبدار موتی تھا، جو شاید اسی سیپ میں پیدا ہوا ہو۔

لیکن...... لیکن یہ سب...... کیا میں سمندر کے نیچے ہی ہوں۔ میں نے سوچا...... اور پھر میں نے ذہن کو مجتمع کیا...... اب میں اس جگہ کے بارے میں صحیح طور پر اندازہ لگانا چاہتا تھا۔

میں نے پچھلے واقعات پر غور کیا...... اس انوکھی مخلوق کے بارے میں سوچا۔ سیپ کی دنیا کی یہ حسین مخلوق میرے لئے بیکار تھی...... میں ان کے درمیان نہیں رہ سکتا تھا...... لیکن ان کے بارے میں جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ ان کے ساتھ نرم رویہ رکھوں گا...... اور نرمی سے ہی ان کی یہ حسین دنیا دیکھوں گا۔ میں سیپ کے اس موتی پر جا بیٹھا جہاں ملکہ بیٹھی ہوئی تھی۔ ویسے یہ حسین سیپ محل مجھے بے حد پسند آیا تھا...... انتہائی خوبصورت جگہ تھی۔ ان سوراخوں سے شاید دوسری سمت جانے کا راستہ تھا۔

لیکن سوراخ اتنے چھوٹے تھے کہ میں ان سے اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ البتہ میں ان سوراخوں کو توڑ کر بڑا کر سکتا تھا...... لیکن اس حسین

محل کو میں کیوں تاراج کراؤں۔؟ میں نے سوچا...... میں انتظار کرتا رہا...... سوراخوں کے دوسری طرف سے سمندر کی حسین لیکن عجیب مخلوق مجھے جھانک رہی تھی...... میں بھی خاموشی سے انتظار کرتا رہا۔

کافی دیر گزر گئی...... میری اس خاموشی سے شاید ان کی ہمت بڑھی۔ اور پھر ایک سوراخ سے وہی لڑکی اندر داخل ہوئی جس کی شکل میں نے پہلی بار دیکھی تھی۔ اس کے چہرے پر بھی خوف کے آثار تھے...... میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

''رج......'' میں نے اس کے نام سے پکارا اور وہ مزید حیران ہوگئی۔ عجیب وغریب چال سے چلتی ہوئی وہ میرے نزدیک آگئی۔

''تم میرا نام بھی لے سکتے ہو۔ اے سمندری کیڑے''۔ اس نے کہا۔

''ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔ لیکن تم مجھ سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہو۔؟''

''اس لئے کہ ہمیں تمہاری خصوصیات نہیں معلوم...... اس سے قبل سمندر سے کوئی بولنے والا کیڑا حاصل نہیں کیا گیا۔ جو ہماری طرح بول بھی سکتا ہو...... جو ہمارے جیسا چہرہ رکھتا ہو۔''

''رج......'' میں نے پھر اسے اس کے نام سے پکارا'' میں جو کچھ بھی ہوں۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اطمینان رکھو۔ مجھ سے باتیں کرو، مجھے اپنے بارے میں بتاؤ۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتاؤں گا۔''

کیونکہ وہ میری حیثیت سے ناواقف تھی۔ میں تو اس کے لئے عجوبہ تھا...... اس لئے میرے ایک ایک لفظ پر وہ سخت حیرت زدہ تھی، لیکن میری گفتگو سے اسے کسی حد تک اطمینان ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس کا وہ چوکنا انداز ختم ہوگیا جیسے وہ موقع ملتے ہی بھاگ پڑے گی۔

''میں تمہارا مہمان ہوں...... میرے لئے آرام کا بندوبست کرو...... میرے لئے کھانے پینے کا بندوبست کرو...... تمہاری ملکہ مجھ سے خوفزدہ ہے...... اسے سمجھاؤ کہ میں اس کے دشمنوں میں نہیں ہوں۔''

رج کے چہرے پر سوچ بچار کے آثار نمودار ہوگئے۔ پھر وہ ایک گہری سانس لیکر پلٹی اور ایک سوراخ میں داخل ہوگئی...... مجھے ہنسی آگئی تھی، اس بار واسطہ بھی پڑا تو کس سے...... یہ حسین مخلوق میرے لئے بیکار تھی...... نہ اس سے عشق کیا جاسکتا تھا...... نہ اسے پیار کیا جاسکتا تھا...... پھر بھی ایک تجربہ ہی سہی تھوڑی دیر کے بعد رج واپس آگئی۔ اس نے مجھے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

ہم ایک گول سوراخ سے باہر نکل آئے اور رج مجھے لئے ہوئے چل پڑی۔ نیچے کھردری زمین تھی...... غالباً یہ کوئی بڑی سمندری چٹان تھی جس کے اندر یہ پورا کارخانہ بنا ہوا تھا۔

کافی راستہ طے کرنے کے بعد ایک بڑے اور تاریک دروازے کے سامنے رج رک گئی۔ ''اس دروازے سے اندر چلے جاؤ...... یہی تمہاری رہائش گاہ ہے۔'' اس نے کہا۔

''اور تم......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میں...... میں دوسرے کام کروں گی۔''

''اپنی ملکہ کو پیغام دے دیا تھا...؟''

''ہاں......''اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے...... میں جلد اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے کہنا میں اس کی دنیا میں زیادہ دیر تک نہ رہوں گا۔''

''میں کہہ دوں گی۔'' وہ آہستہ سے بولی اور میں نے تاریک دروازے سے دوسری طرف قدم رکھ دیا... لیکن یہ کیا... میرے قدم زمین پر نہیں پڑے تھے...... میں گہرائیوں میں جا رہا تھا...... میں نے دونوں ہاتھوں سے قرب و جوار میں ٹٹولا... لیکن بے سود...... گہرائیاں زیادہ نہ تھیں... میں پانی میں جا پڑا...... ظاہر ہے یہاں پانی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

لیکن ایک حیرت انگیز بات ہوئی...... پانی روشن تھا...... ایک طرف کی دیوار پر بیش قیمت چمکدار پتھر نصب تھے جن کی روشنی بہت تیز تھی۔ باقی سمت تاریک چٹانیں تھیں۔ ایک طرح سے یہ ایک کنواں تھا جس کا ایک رخ روشن تھا...... میری آنکھیں کام کرنے لگیں۔ تب میں نے روشن دیوار کے دوسری سمت سائے دیکھے اور چند ساعت کے بعد یہ سائے واضح ہو گئے...... وہ جل پریاں تھیں اور دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں...... اور...... ان کے درمیان ان کی ملکہ بھی تھی...... مجھے غصہ آ گیا...... تو انہوں نے مجھے پانی کا قیدی بنا دیا ہے...... اور یقیناً یہ چالاکی ملکہ کے حکم سے کی گئی ہو گی۔

بے وقوف ملکہ...... چالاک جانور...... میں نے دل ہی دل میں کہا اور روشن دیوار کی طرف بڑھنے لگا۔ سب دلچسپی سے میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے غصیلے انداز میں انہیں گھونسہ دکھایا اور وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس پڑیں۔

تب میں نے سوچا ممکن ہے مجھے اس چمکدار دیوار پر بہت زیادہ طاقت صرف کرنی پڑے۔ لیکن بہرحال میں اسے توڑ دوں گا۔ اگر یہ کوئی مضبوط چٹان بھی ہے۔ تب بھی میں اسے اکھاڑ کر پھینک دوں گا۔

میں نے دیوار پر دونوں ہاتھ رکھے۔ لیکن کچھ زور بھی نہیں لگانے پایا تھا کہ اچانک پشت پر ہلچل سنائی دی اور میں نے گردن گھما کر دیکھا...... مجھ سے تھوڑے فاصلے پر دو خوفناک آنکھیں۔ دو بڑی بڑی آنکھیں، میری طرف نگراں تھیں...... میں نے تعجب سے اس خوفناک بلا کو دیکھا۔ میرے پاس کوئی دھار دار ہتھیار نہیں تھا...... ایسے وقت میں مجھے اپنا کھانڈا یاد آیا...... کاش میں کھانڈا بھی اسے ساتھ لے آتا۔

بہرحال اس بارے میں سوچنا بیکار تھا...... میں نے اس بلا کا جائزہ لیا...... اس کا جسم تو زیادہ بڑا نہ تھا...... لیکن پورے جسم میں بے شمار لچکدار سونڈیں نکلی ہوئی تھیں جو ہاتھی کی سونڈ کے برابر موٹی اور مضبوط تھیں۔

اور پروفیسر...... یہ ایک خوفناک آکٹوپس تھا جس کے بارے میں جدید زمانہ اب اچھی طرح جانتا ہے...... میں اس سے نمٹنے کے لئے تیار ہو گیا...... اور اس بلا نے کسی طاقتور شکاری کی مانند مجھے اپنی ایک سونڈ سے چھوا... سمندر کا عفریت سوچ رہا ہوگا کہ ایک تر نوالہ ملا ہے۔ مزے مزے سے شکار کر کے کھایا جائے۔ لیکن...... اسے کیا معلوم تھا کہ اس کا واسطہ کس سے پڑا ہے اور وہ سونڈ جو مجھے چھونے کے لئے آگے بڑھی تھی واپس نہ جا سکی۔ میں نے اسے پکڑ کر ایک خوفناک جھٹکا دیا اور آکٹوپس اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ کھنچا چلا آیا... اور سفید دیوار سے ٹکرایا۔

پانی میں خوفناک ہلچل مچ گئی...... اس نے اپنی لمبی سونڈوں سے کام لیا۔ اور میرے جسم کو جکڑنا شروع کر دیا...... جگہ چونکہ بہت بڑی نہ تھی اس لئے ان کے زور سے تو نہ بچ سکا، لیکن میں بھی دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے شدید غصہ آ گیا تھا اور میں نے دیوانگی میں آکٹوپس کی ایک سونڈ پکڑی اور وہ جڑ کے قریب سے ایسا خوفناک جھٹکا دیا کہ گوشت کے عظیم تودے کو ساتھ لیتے ہوئے وہ سونڈ آکٹوپس کے جسم سے جدا ہو گئی۔

آکٹوپس کے ساتھ اس سے قبل کبھی ایسا نہ ہوا تھا، ربڑ کی طرح لچکدار سونڈ کے ٹوٹنے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا، ہاں جب تک اسے توڑنے والا نہ ہو۔ اس نے شدید کرب کے عالم میں میرے جسم کو چھوڑ دیا...... اور پانی میں بیٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے بھی سوچا کہ جاتا کہاں ہے احمق ممکن ہے کوئی دوسرا تیری قوت ختم کرنے والا دوبارہ تجھے نہ مل سکے اور پھر ان بے وقوف عورتوں کے لئے میں اور تو اس وقت سامان تفریح ہیں۔ یہ بھی کیا یاد کریں گی۔ چنانچہ میں نے اس کی سونڈ پکڑ لی۔ آکٹوپس نے جھلا کر اس بار پھر میرے جسم سے سونڈیں لپیٹیں اور اس زور سے مجھے دبایا پروفیسر...... کہ اگر برگد کا درخت بھی ہوتا تو اس کے تنے میں گڑھے پڑ جاتے...... اپنی دانست میں اس نے مجھے پیس کر رکھ دیا تھا...... اور یہ اس شدید تکلیف کا رد عمل تھا جو اسے ہو رہی تھی۔

لیکن میں اس کی حرکتوں سے بے نیاز اس کی دوسری سونڈ بھی اکھاڑنے کی فکر میں تھا...... اور میں اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔ میں نے اس کی دوسری سونڈ اس کے بدن سے علیحدہ کر دی اور آکٹوپس نے وہ اچھل کود مچائی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ لیکن اپنی دو سونڈیں کھونے کے بعد اور تقریباً ناکارہ ہونے کے بعد اس نے پوری قوت اس بات پر صرف کر دی کہ وہ مجھ جیسے خوفناک عفریت کے چنگل سے نکل کر بھاگ جائے۔ اس بار اس نے اپنے غلیظ بدن سے سیاہ سیال اگل دیا اور پانی میں ایک لمحے کے لئے تاریکی چھا گئی۔

اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چور نکل بھاگا۔

میں نے بھی اسے پکڑنے کے لئے اس بار جدوجہد نہیں کی تھی کیا ضرورت تھی...... ابھی تو ان لوگوں کا مسئلہ تھا...... چنانچہ میں پانی صاف ہونے کا انتظار کرنے لگا اور پھر میں سفید دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔

دیوار کے دوسری طرف کی مخلوق کے چہرے پر اب ہنسی اور مسکراہٹ نہیں تھی بلکہ وہ حیرت، تعجب اور خوف سے میری طرف دیکھ رہی تھیں...... انہیں تعجب تھا کہ بقول ان کے اس سمندری کیڑے نے اس بھیانک بلا کو کتنی آسانی سے شکست دے دی۔

لیکن اس کے بعد کے حالات کا انہیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں ایک بار پھر چمکدار دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔ بلاشبہ پانی میں قدم جمانے کی کوئی جگہ نہیں تھی...... اس لئے میں بھرپور قوت صرف نہیں کر سکتا تھا...... لیکن نہ تو یہ آگناس تھا، جس سے مقابلے میں پوری قوت صرف کرنی پڑی تھی، اور نہ یہ نیون تھا...... ان جیسے عفریتوں کو زیر کرنے والا اس معمولی دیوار کی کیا حیثیت سمجھتا۔

میں نے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر دیوار پر ایک زوردار ضرب لگائی اور دوسرے لمحے دیوار تڑخ گئی...... جل پریاں مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں...... تب میں پیچھے ہٹا اور اس بار میں نے پھر دونوں ہاتھ اسی انداز میں جوڑ کر پہلے سے کہیں زیادہ شدید ضرب لگائی اور ایک خوفناک آواز کے ساتھ دیوار کا ایک ٹکڑا اندر جا پڑا۔ پانی کا ایک خوفناک ریلا ٹوٹی ہوئی دیوار سے اندر داخل ہو گیا اور میں اس ریلے کے ساتھ پہلے ہی اندر جانے کے

لئے تیار تھا۔ چنانچہ میں بھی اندر داخل ہو گیا۔

جل پریوں میں پھر بھگدڑ مچ گئی۔ وہ چیختی چلاتی سوراخوں کی طرف دوڑیں۔ لیکن اس بار میں نے ملکہ کو تاڑ لیا تھا۔ چنانچہ اس سے قبل کہ وہ سوراخ میں گھسے، میں نے اسے گرفت میں لے لیا۔

ملکہ نے اپنے جسم میں ٹکے ہوئے قدرتی ہتھیار سے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی لیکن چٹانوں پر کہاں اثر ہوتا ہے.... میں نے اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ اس کا نچلا جسم لیسدار اور چکنا ہے ممکن ہے وہ میرے ہاتھ سے پھسل جائے۔ اس لئے میں نے اس کے اوپری جسم پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اور پروفیسر.... اس کا اوپری بدن کسی نرم و نازک دوشیزہ کی مانند گداز اور زندگی سے بھرپور تھا۔ میری گرفت میں وہ بری طرح کسمسائی.... اپنے جسم کی کانٹے دار دم بار بار میرے جسم کے مختلف حصوں پر مار رہی تھی۔ اور اب وہ بالکل تنہا رہ گئی تھی۔

''بہتر یہی ہے کہ اپنی جدوجہد کو ترک کر کے پرسکون ہو جا.... تو میری گرفت سے نہ نکل سکے گی۔'' میں نے اس سے کہا اور اس نے دہشت زدہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''گو تو نے میرے ساتھ برا سلوک کیا۔ میری جان لینے کی کوشش کی لیکن اس کے باوجود میں تجھے نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس لئے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔'' میں نے کہا.... اور اچانک اس کی مدافعت سست پڑ گئی.... اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور سہمی ہوئی آواز میں بولی۔ ''تو.... تو.... تم مجھے مارو گے نہیں۔؟''

''نہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیوں....؟ میں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی۔''

''وہ تیرا فعل تھا ملکہ.... لیکن میں اب بھی تیرے ساتھ برا سلوک نہیں کروں گا۔''

''آہ.... تب.... تب تو مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔'' اس کی جدوجہد بالکل ہی ختم ہو گئی اور تب پروفیسر.... میں نے محسوس کیا کہ اس نے کافی غور سے مجھے دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک نشہ سا تیر گیا.... میں نے محسوس کیا کہ میری گرفت ہلکی ہونے کے باوجود وہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنے آپ کو میرے بدن سے زیادہ سے زیادہ چپکانے کی کوشش کی.... اس کی آنکھوں میں انوکھا سرور رقصاں تھا۔ میں نے حیرت سے اسے دیکھا.... ''اسے کیا ہوا ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں سوچا.... بہرحال وہ کافی حد تک رام ہو گئی تھی۔

اس کمرے میں پانی چھت تک بھر گیا تھا جہاں ہم موجود تھے لیکن اس کا ہم دونوں پر کوئی اثر نہیں تھا۔

''کیا خیال ہے.... کیا اب میری موت کی اور کوئی ترکیب سوچ رہی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں.... نہیں.... میں شرمندہ ہوں....'' اس نے کہا۔

''تب پھر ڈرو.... میں تمہاری اس دنیا میں چند روز مہمان رہوں گا پھر یہاں سے چلا جاؤں گا.... میں تم میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

''آؤ.....''اس نے کہا

''یہاں کوئی ایسا سوراخ بھی ہے جس سے میں دوسری طرف جاسکوں۔''

''آؤ.....''اس نے پھراسی انداز میں کہا اور میں اس کے ساتھ آگے تیرنے لگا۔ ہم ایک سوراخ سے اندر داخل ہو گئے اور حقیقت یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ دوسری طرف نکلنے میں مجھے دقت نہ ہوئی۔ سوراخ بلندی کی طرف گیا تھا اس لئے یہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ بہرحال مجھے کسی چھپکلی کی طرح ہی دیوار سے چپک چپک کر راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ جبکہ وہ ان راستوں پر چلنے کی عادی تھی۔

یوں ہم ایک دوسرے سوراخ سے ایک کشادہ کمرے میں نکل آئے اسے کمرہ ہی کہنا چاہئے کیونکہ وہ کسی کمرے ہی کی مانند سمندری گھاس اور خوبصورت گھونگھوں سے آراستہ تھا..... سمندری پتھروں کے بڑے بڑے ٹکڑے جوڑ کر اس پر گھاس بچھادی گئی تھی ورنہ صحیح معنوں میں یہ کسی چٹان کے اندر کا سوراخ تھا۔ قدرتی سوراخ۔

''بیٹھو۔'' وہ تھکے تھکے سے انداز میں بولی اور میں بیٹھ گیا۔

''تم نے خوراک مانگی تھی۔؟''

''ہاں..... نہ ملے تب بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔''

''میں منگواتی ہوں۔'' اس نے منہ سے ایک عجیب آواز نکالی اور دو سہمی ہوئی جل پریاں اندر داخل ہو گئیں۔ ''مہمان کے لئے عمدہ خوراک۔'' وہ دونوں کچھ بولے بغیر واپس چلی گئیں اور پروفیسر..... پھر ایک چوڑی سیپ کے حسین طشت میں عمدہ خوراک آگئی۔ یہ چھوٹی چھوٹی رنگین مچھلیاں تھیں جو ایک سیپ کے بڑے پیالے میں تیر رہی تھیں، ایک اور سیپ کے برتن میں سچے سفید چمکدار باریک باریک موتی رکھے ہوئے تھے۔ ایک بڑا سا خوش رنگ سمندری پھل بھی تھا۔ مجھے ہنسی آگئی۔ اس خوراک کو کھانے کی ترکیب مجھے معلوم نہ تھی۔ بہرحال طشت میرے سامنے رکھ دیا گیا۔

اس سے قبل۔ ابتدائے دنیا سے لے کر آج تک میں نے عجیب عجیب قسم کی غذائیں استعمال کی تھیں۔ لیکن اتنی انوکھی غذا آج تک میرے سامنے نہیں آئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس غذا کو کیسے استعمال کروں۔ تب میں نے پھل کی قسم کی چیز کو اٹھالیا اور اس پر دانت آزمائے۔ اس کی لذت پر میں دنگ رہ گیا تھا۔

بے حد لذیذ اور نرم پھل تھا۔ مجھے بہت پسند آیا اور ذرا سی دیر میں، میں اسے چٹ کر گیا۔ ملکہ اور میرے لئے خوراک لانے والی لڑکیاں، میں انہیں لڑکیوں کے علاوہ اور کیا کہوں پروفیسر..... اب بھی مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھیں۔ پھل کھانے کے بعد ملکہ نے مجھے دوسرے چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

''تمہارا شکریہ ملکہ۔ میں یہ چیز نہ کھاسکوں گا۔ البتہ یہ پھل مجھے پسند ہے۔ کیا یہ اور دستیاب ہوسکتا ہے۔؟'' میں نے کہا۔

''کیوں نہیں۔'' ملکہ نے جواب دیا۔ دونوں لڑکیاں تیزی سے مڑ گئی تھیں۔ یقیناً وہ بھی ملکہ کی طرح میری بات سمجھ رہی تھیں اور پھر ویسے ہی ایک طشت میں چار پھل اور آگئے۔

''جاؤ..... تم لوگ۔'' ملکہ نے کہا اور وہ دونوں لڑکیاں بادل نخواستہ باہر نکل گئیں..... ملکہ میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ''اے اجنبی مخلوق..... کیا سمندر میں تیری نسل مختصر ہے۔؟''

''تیرے ذہن میں یہ خیال کیوں آیا ملکہ۔؟''

''اس لئے کہ پہلی بار تجھے دیکھا گیا..... اس سے قبل تیری جیسی کوئی اور شکل سامنے نہیں آئی۔''

''تو بتا سکتی ہے کہ تو نے مجھے کہاں پایا۔؟''

''سمندر میں..... میری ساتھی لڑکیاں پانی کی سیر کو گئی تھیں۔ وہاں انہیں تو نظر آیا..... تو بے جان تھا، تیرے جسم میں کوئی تحریک نہیں تھی..... انہوں نے پہلے تجھ پر غور کیا اور جب تجھے بے ضرر پایا تو یہاں لے آئیں۔''

''اس کے بعد کیا ہوا۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''انہوں نے تجھے میرے سامنے پیش کیا۔ بے شک سمندر کی مخلوق میں تو سب سے عجیب ہے..... تیرے اندر وہ خصوصیات ہیں جو ہم میں ہیں..... بس معمولی سا فرق ہے جو تیرے جسم کی نچلی ہیئت میں ہے..... ہم تیرے بارے میں اس کے سوائے کچھ نہ جان سکے کہ تو سمندری مخلوق ہے اور مردہ ہے..... میں نے اپنی کنیزوں کو حکم دیا کہ تجھے نوادرات میں شامل کر لیا جائے..... اور ہم نے تجھے ایک خوبصورت سیپ میں رکھ کر نوادرات کے خانے میں رکھوا دیا اور نوادرات کی محافظ رنج ہے۔ جب رنج نے بتایا کہ عرصے کے بعد تیرے بدن میں تحریک ہوئی ہے تو کسی کو یقین نہیں آیا..... لیکن اے سمندر کی سب سے حسین، اور شاید سب سے طاقتور مخلوق، اس کا کہنا درست تھا، تجھ میں زندگی ہے۔ جو نہ جانے پہلے کہاں تھی۔؟''

ملکہ نے نہایت سادگی، نہایت بھولے پن سے بتایا بے شک پروفیسر وہ چاہنے کی چیز تھی..... وہ حسین تھی..... لیکن میرے لئے بیکار..... میں اسے کس طرح چاہتا..... میں نے اس کی روداد سنی اور مجھے حالات کا اندازہ ہو گیا..... بہر حال ایک اجنبی مخلوق میں یہ دلچسپ تجربہ تھا۔ اس نے مجھے اتنا بتایا تھا..... اب قاعدے سے مجھے بھی اسے اپنے بارے میں تھوڑا بہت بتانا چاہئے تھا..... چنانچہ میں نے اس سے کہا۔

''میں تجھے کچھ اور حیرتیں دوں گا اے ملکہ..... سن کہ میرا تعلق سمندر سے نہیں ہے۔''

''سمندر سے نہیں ہے۔؟'' اس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں۔''

''تو کیا بادلوں سے آیا ہے؟ کیا تو فضا سے برسا ہے۔ وہاں جہاں ایک ہی رنگ ہے..... وہاں سے جہاں سورج اور چاند چمکتے ہیں اور جو سمندر کی چھت ہے۔''

''نہیں..... میں خشکی سے آیا ہوں۔ میں زمین کا باشندہ ہوں۔''

''خشکی.....؟ زمین.....؟ یہ کیا ہوتی ہے۔؟''

''کیا بات تیرے علم میں نہیں ہے کہ سمندر کی چھت کے نیچے صرف سمندر نہیں ہوتا۔ اس کی ہیئت اسی مانند ہے جیسی یہ چٹان جس میں

تیری رہائش ہے۔ یہ چٹان زمین ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس پر پانی نہیں ہوتا۔''

''تو کیا یہ چٹان بہت بڑی ہوتی ہے۔؟'' ملکہ کی خوبصورت آنکھوں میں حیرت رقصاں تھی۔

''ہاں...... وہ بھی سمندر کی طرح دور تک پھیلی ہوئی ہے۔''

''سمندر کی طرح۔؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''ہاں سمندر کی طرح۔''

''اس پر جاندار ہوتے ہیں۔؟'' ملکہ دلچسپی سے بولی۔

''بالکل اسی طرح جیسے سمندر میں۔''

''اوہ...... عجیب بات ہے۔ کیسی انوکھی...... لیکن بغیر پانی کے جاندار زندہ کیسے رہتے ہیں۔؟''

''جس طرح میں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو کیا تو اپنی زمین کی ذہین مخلوق میں سے ہے۔؟''

''ہاں...... جس طرح تم۔''

اور پرنیسروہ کافی دیر تک منہ کھولے بیٹھی رہی۔ یہ ساری باتیں اس کے دماغ میں نہیں آ رہی تھیں...... میں سمجھ گیا...... سمندر کے ایک ننھے سے ٹکڑے میں محدود یہ بھولی مخلوق ان باتوں کو کیا جانے۔

لیکن ایک خیال بہت دیر کے بعد میرے ذہن میں آیا تھا اور میں نے چونک کر اس سے پوچھا۔''تمہارے یہاں مرد نہیں ہوتے۔؟''

''مرد...... مرد کیا۔؟'' وہ میری بات پر حیرت کا اظہار کرتی تھی۔

''مرد...... میرا مطلب ہے نر...... تمہارے نر کہاں ہیں۔؟''

''نر کیا...... ؟'' اس نے پھر اسی انداز میں پوچھا۔

''میرے جیسے...... کچھ تبدیلیوں کے ساتھ......'' میں نے اپنے سپاٹ سینے کی طرف اشارہ کیا اور وہ مسکرانے لگی۔

''میری سمجھ میں تمہاری کوئی بات نہیں آتی۔'' اس نے مسکرا کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... تمہارے ہاں تولید کیسے ہوتی ہے...... اب تم پوچھو گی تولید کیا۔؟''

''ہاں......'' اس نے گردن ہلا دی۔

''میرا خیال ہے یہ میں تمہیں آسانی سے نہ بتا سکوں گا۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔'' اچھا یہ بتاؤ تمہاری اس مخلوق میں سب تمہاری طرح ہیں۔؟''

''ہاں......''

''سب ایسی ہی ہیں جیسی تم؟''

''ہاں۔''

''تعجب ہے... کمال ہے۔تمہاری نسل کیسے بڑھتی ہے۔؟''

''اوہ ... ہماری نسل بہت زیادہ نہیں ہے.... ہم بھی سمندر کی دوسری مخلوق کی مانند انڈے دیتے ہیں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''انڈے۔'' میں اچھل پڑا۔

''کیوں.... کیا تم انڈے نہیں دیتے۔؟'' اس نے تعجب سے پوچھا اور پروفیسر... غور کریں... اگر انسان کو انڈے دینے پڑتے تو کیا ہوتا... کیا اس تصور پر بحث کریں گے۔؟''

''نہیں بھئی نہیں ....'' پروفیسر نے ہنستے ہوئے کہا'' بڑا خوفناک تصور ہے.... نیوٹن سے بھی زیادہ۔''

فرزانہ اور فروزاں بھی ہنسی نہ روک سکیں.... وہ شرمائے ہوئے انداز میں ہنس رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے پروفیسر۔ جانے دو۔'' اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا'' بہرحال۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارے ہاں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ان کے اشتراک سے بچے پیدا ہوتے ہیں اور اسے سخت حیرت ہوئی۔''

''ہمارے ہاں نہیں ہوتے.... لیکن ہم بھی نسل بڑھانے کے خواہشمند ہوتے ہیں.... ہمارے ہاں ہر عورت اپنی عمر میں ایک انڈا ضرور دیتی ہے۔ جب یک رنگ فضا سے پانی گرتا ہے تو وہ عورت جس نے انڈا نہیں دیا ہوتا بادلوں کی جانب دیکھتی ہے اور پھر آب نیساں اس کے جسم پر گرتا ہے تو اس کی آنکھیں دکور بے خودی سے بند ہو جاتی ہیں.... اس کے بعد وہ اپنے گھر واپس آجاتی اور پھر اس وقت تک وہاں رہتی جب تک انڈا نہ دے دے وہ انڈا قومی ملکیت ہوتا ہے... قومی پیمانے پر اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور جب اس سے بچہ نکل آتا ہے تو اس کی حفاظت بھی قومی طور پر ہوتی ہے۔یوں ہمارے ہاں نسل بڑھتی ہے۔لیکن تمہاری بات عجیب ہے.... کیا تمہارے ہاں دو جنس ہوتی ہیں۔؟''

''جی ہاں ....'' میں نے کہا۔اب میں اسے فلسفہ تولید کیا بتاتا ۔اور کیوں بتاتا.... اس کا تو میری جنس سے کوئی تعلق نہیں تھا.... بتاتا بھی تو اس کی سمجھ میں خاک آتا.... وہ تو انڈے دینے والی مرغیاں تھیں اور انڈے بھی خاکی۔

''تم یہاں کب سے آباد ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''کب سے تمہاری کیا مراد ہے.... ہم تو ہمیشہ سے یہاں ہیں۔''

''کیا تم مجھے اپنی سرزمین دکھاؤ گی۔؟''

''جب تم ہمارے دشمن نہیں ہو تو اس میں کیا حرج ہے۔''

''ہاں۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب آؤ.... میں تمہیں اس ماحول سے روشناس کراؤں۔'' ملکہ اٹھ گئی.... اور پھر ہم سوراخ در سوراخ اس عظیم الشان کارخانے کو دیکھنے

گئے جو سمندر کے نیچے تھا..... بلاشبہ ان جل پریوں کا طویل خاندان یہاں آباد تھا..... ان کی اپنی چھوٹی سی حکومت تھی..... سب ایک دوسری کے غمگسار تھیں۔ دوسری جل پریاں ملکہ کو میرے ساتھ اس بے تکلفی سے گھومتے دیکھ کر انگشت بدنداں تھیں۔ میرا مطلب ہے محاورتاً۔

تب ملکہ نے رک کر ایک عجیب بات کہی۔

''سنو..... اجنبی نسل والے..... جس وقت تم نے مجھے دیوار توڑ کر پکڑا تھا تو مجھے ایک عجیب احساس ہوا تھا۔

''کیا مطلب۔؟'' میں نے چونک کر کہا۔

''میں بھی اپنا انڈا دے چکی ہوں۔ اس انڈے سے پیدا ہونے والی لڑکی کا نام ترا ہے۔ وہ ملکہ بننے کے لئے پرورش پا رہی ہے۔ جس وقت میں نے آب نیساں لیا تھا اس وقت میرے اوپر ایک انوکھی بے خودی سی چھا گئی تھی۔ میں نے اس کے بعد اس لذت کی حسرت کی، لیکن مجھے دوبارہ وہ مسرت نہ مل سکی..... لیکن تمہارے بدن کے لمس نے مجھے اسی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔''

''اوہ.....'' میں نے اس انوکھے فلسفے سے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ہم کافی دیر اس آبی محل کی سیر کرتے رہے پھر ایک جگہ رک کر ملکہ نے تالی بجائی، فوراً دو خادمائیں حاضر ہو گئیں۔

''اجنبی مخلوق ہماری دوست ہے۔ یہ ہمارے پاس سکون واحترام سے رہے گی..... اس لئے اعلیٰ آسائش کا بندوبست کر دیا جائے۔'' ملکہ نے حکم دیا اور میں جل گیا۔ ان کے ساتھ میں رہوں گا..... کیا رکھا ہے ان کے پاس۔ احمق کہیں کی..... بہرحال اس وقت میں نے کچھ نہ کہا۔

درحقیقت انہوں نے اپنی دانست میں میرے لئے عمدہ بندوبست کیا تھا۔ ملکہ میری آسائشوں کا پورا پورا خیال رکھ رہی تھی، لیکن یہاں میرے کھانے کے لئے اس پھل کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی..... ان لوگوں کی خوراکیں تو غیرانسانی تھیں..... آبی کیڑے، گھاس وغیرہ سے وہ زندگی گزارتی تھیں..... ہاں دلچسپ بات ملکہ..... اور یہاں رہنے والی دوسری عورتوں کی احمقانہ حرکتیں تھیں..... نر کے بغیر ان کے ہاں تولید تو ہو جاتی تھی پروفیسر..... لیکن بہرحال وہ پیاسی تھیں۔

''کچھ عرصے بعد مجھے بیزاری ہونے لگی۔ بس دو روقت ان لوگوں کے ساتھ نہیں گزار سکتا تھا۔

ہاں میں جانتا تھا کہ ملکہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہ ہو گی، خواہ مخواہ روڑے اٹکائے گی..... اس لئے کوئی ترکیب ہی کرنی پڑے گی۔ چنانچہ ایک روز میں نے اس کے گھنیرے بالوں میں انگلیاں گھماتے ہوئے کہا۔

''کیا تم سطح سمندر پر کبھی نہیں جاتیں ملکہ۔؟''

''جاتے ہیں..... لیکن بہت دنوں سے ادھر نہیں گئے۔''

''میں سطح پر جا کر کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں بیمار ہو جاؤں گا۔''

''اوہ.....'' ملکہ تڑپ اٹھی۔ ''ہم آج ہی چلیں گے، سمندر پر سنہری روشنی پھیل جانے دو۔ ہم اس طرف چلیں گے۔'' اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا آج موقع مل ہی گیا تھا۔

چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے دوسروں کو احکامات دیئے اور سطح پر جانے کے انتظامات ہونے لگے۔ بہت سی جل پریاں ہمارے ساتھ سطح کی طرف تیر رہی تھیں۔ ملکہ میرے بالکل نزدیک تھی اور بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ میں تیرنے میں ان سے پیچھے نہیں تھا۔ ہاں انہیں پانی میں کچھ قدرتی سہولتیں حاصل تھیں۔ مجھے نہیں۔

سطح پر آ کر مجھے احساس ہوا کہ میں کتنے گہرے پانی میں تھا۔ طویل عرصے کے بعد کھلی ہوا میں سانس لینے کا موقع ملا تھا۔ طبیعت تر و تازہ ہو گئی۔ اس کے بعد سخت مشقت کرنی تھی جس کی میرے علاوہ اور کوئی ہمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔

''آسمان پر چاند بلند ہو رہا تھا..... اور چاندنی میں سمندر کی حسین مخلوق بے حد خوش نظر آ رہی تھی۔ وہ پانی پر کلیلیں کرتی پھر رہی تھیں۔

''ملکہ...'' میں نے اسے آواز دی۔

''کیا بات ہے اجنبی۔''

''میں پانی کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے بور ہو کر کہا۔

''کیا یہ تمہاری خواہش ہے۔؟''

''ہاں۔''

''تب پھر جاؤ.... لیکن جلد واپس آ جاؤ... میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ اور میں نے پانی میں غوطہ لگا دیا۔ پھر میں نے ایک بار سطح پر ابھر کر اندازہ لگایا کہ دوسری جل پریاں کتنے فاصلے پر اور کتنی گہرائی میں تیر رہی ہیں..... یہ اندازہ لگانے کے بعد میں نے ایک مناسب سمت متعین کی اور پھر برق رفتاری سے اس طرف تیرنے لگا۔

میری رفتار بہت تیز تھی..... اس دوران میں نے ایک بار بھی سطح پر سر نہیں ابھارا تھا تاکہ دیکھ نہ لیا جاؤں..... اور اتفاق سے دور دور تک کوئی جل پری بھی نظر نہیں آئی۔ اس طرح میں کافی دور نکل گیا اور پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب ان سے مڈبھیڑ نہیں ہو سکتی تو میں نے سطح پر سر ابھارا۔ جل پریاں بہت دور رہ گئی تھیں۔

''میں نے پھر غوطہ لگایا اور آگے بڑھنے لگا۔ لیکن تصور کرو پروفیسر..... بیکراں سمندر اور میری کوئی منزل نہیں تھی..... لیکن منزل کی پرواہ بھی کسے۔؟ سمندر میرا کیا بگاڑ سکتا تھا..... ہونہہ۔

میں تیرتا رہا..... دن..... رات..... رات دن..... اور میرے سمندری سفر کی آٹھویں رات تھی جب میں نے سطح پر گردن ابھاری تو مجھے کچھ روشنیاں نظر آئیں۔

شاید زمین..... میں نے سوچا..... لیکن چند لمحات کے بعد اندازہ ہو گیا کہ روشنیاں متحرک ہیں..... متحرک روشنیاں..... شاید بحری جہاز..... یقیناً..... اوہ مجھے ان جہازوں پر جگہ ضرور مل جائے گی۔ میں نے سوچا اور پھر میں تیزی سے ان جہازوں کی طرف تیرنے لگا۔ رات کا وقت تھا، جہاز کے لوگوں کو میں نظر نہیں آ رہا ہوں گا..... لیکن میں نہایت تیزی سے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور پھر میں نے جہازوں کی تعداد گنی۔ ان کی تعداد

سات کے قریب تھی۔ قریب سے دیکھنے پر اندازہ ہو جاتا تھا کہ سب کے سب جنگی جہاز ہیں۔

تاہم میں ان میں سے ایک جہاز کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے جہاز والوں کو پکارا..... میری آواز کافی بلند تھی لیکن بہرحال اسے سن لیا گیا۔ مشعلوں کی روشنی میں مجھے دیکھا گیا... اور پھر کسی نے رسی نیچے ڈال دی اور چیخ کر بولا۔

''اوپر آ جاؤ۔'' اور میں رسی کے سہارے اوپر چڑھنے لگا۔ جہاز والے قوی ہیکل اور سب کے سب مسلح تھے۔ ان کے ہتھیار چوڑے اور چمکدار تھے لوہے کا نہایت عمدہ استعمال کیا گیا تھا۔ جس نے ان کے جسموں کو ہتھیاروں سے محفوظ کر دیا تھا۔

میں جہاز پر کھڑا ہو گیا..... وہ لوگ بغور مجھے دیکھ رہے تھے۔

''کون ہو تم.....؟'' ایک بھاری بھرکم آدمی نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''مدد کے قابل ایک انسان، میری کشتی سمندر میں ڈوب گئی۔ میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ تمہارے جہاز نظر آ گئے..... اگر میں ایک عمدہ تیراک نہ ہوتا تو تمہارے جہاز تک نہ پہنچ سکتا۔''

''تمہاری کشتی کب ڈوبی تھی۔؟''

''سورج کی روشنی میں۔''

''اور اس کے بعد سے اب تک تم سمندر کی موجوں سے لڑ رہے تھے۔؟''

''ہاں۔''

''اس کا مقصد ہے کہ جیالے انسان ہو۔ لیکن یہ تو بتاؤ تمہارا تعلق کہاں سے ہے۔؟''

''آوارہ گرد ہوں..... ایک طویل عرصے سے سمندر گردی کر رہا ہوں۔ میرا ٹھکانا کوئی نہیں ہے۔''

''کون سے ملک کے باشندے ہو۔؟'' بھاری آدمی نے سوال کیا۔

''سوبارا کا..... لیکن بچپن میں وطن چھوڑ دیا تھا۔''

''ہوں..... کام کے آدمی معلوم ہوتے ہو..... جانتے ہو یہ جہاز کس کے ہیں۔؟''

''میں نہیں جانتا۔''

''تھیوڈوس پلاسو کا نام سنا ہے کبھی۔؟''

''نہیں.....؟'' میں نے سادگی سے جواب دیا۔

''اس کا مقصد ہے کسی چلتے ہوئے جزیرے سے نہیں گزرے۔ تھیوڈوس پلاسو سمندر کا شہنشاہ ہے۔ وہ جزیروں کا بادشاہ ہے۔ بے شمار جزائر اسے خراج ادا کرتے ہیں۔''

''تھیوڈوس عظیم ہے۔'' میں نے مکاری سے کہا۔ کیا برا تھا پروفیسر..... کہ ہر جگہ میں اپنا ہی سکہ جماتا..... کہیں دوسروں کی سننا بھی بہتر ہوتا ہے۔

''سمجھدار آدمی معلوم ہوتے ہو۔ وہ طاقت کا شہنشاہ ہے۔ لیکن ہمارے جہازوں پر ایک بھی ناکارہ آدمی کا وجود برداشت نہیں کیا جاتا۔ ہم زخمی کا علاج نہیں کرتے..... اس کی گردن جدا کر دیتے ہیں..... ہاں اگر کام کے آدمی ثابت ہوئے تو تمہیں تھیوڈوس کے خدمت گار کی حیثیت سے جہاز پر جگہ مل جائے گی ورنہ تمہیں واپس سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔''

''میں تھیوڈوس کی خدمت کر کے فخر محسوس کروں گا۔''

''ٹھیک ہے..... بھوکے ہو.....؟''

''کئی دنوں سے۔''

''کشیپ ..... یہ تمہاری تحویل میں ہے..... سورج کی روشنی میں ہم اسے عظیم تھیوڈوس کے سامنے پیش کریں گے۔ وہی اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ اسے کھانا کھلاؤ اور دوستوں کی طرح رکھو۔''

''ایک قوی ہیکل آدمی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا..... صورت سے ہی خوفناک معلوم ہوتا تھا..... لیکن اس کی گفتار دوستانہ تھی۔

''آؤ.....'' اس نے آہستہ سے کہا..... اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔

تھوڑا سا فاصلہ خاموشی سے طے ہوا..... جہاز بہت زیادہ بڑا نہ تھا۔ اس میں خانے بنے ہوئے تھے..... یہی کیبن تھے۔ ان میں گنجائش بہت کم تھی، بہر حال ایک خانے میں جس پر چھت نہ تھی۔ کشیپ مجھے لے گیا، اور پھر اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

''بیٹھ جاؤ دوست ..... میں تمہارے لئے کھانا لا رہا ہوں۔''

''شکریہ.....'' میں نے ممنونیت سے کہا..... ان لوگوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنے کا ارادہ میں نے فوراً کر لیا تھا..... چنانچہ اس کیبن کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا..... گزرنے والے غور سے دیکھتے اور آگے بڑھ جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد کشیپ عمدہ بھنا ہوا گوشت اور بہت سی دوسری چیزیں لے آیا۔ ان توانا لوگوں کی خوراک بہت ہی عمدہ تھی۔

میں نے سیر ہو کر کھایا اور پھر کشیپ نے مجھے کوئی گرم مشروب دیا۔

''سوبارا..... ہمارے لئے اجنبی نام ہے۔'' اس نے خود بھی وہ مشروب پیتے ہوئے کہا۔

''ایک چھوٹی سی بستی تھی جو پہاڑوں میں آباد تھی..... نہ جانے اب اس کا کیا حشر ہوا ہو۔''

''کیوں۔؟''

''زلزلوں کی سرزمین تھی..... اس کی قسمت میں ہی رد و بدل لکھی ہے۔''

''اوہ ..... ممکن ہے..... کیا وہاں سمندر نہ تھا۔''

''نہیں۔''

''تب ہی تھیوڈوس اعظم کا ادھر سے گزر نہیں ہوا..... ورنہ ٹرائے اور اس کے آس پاس کے جزیروں میں کونسا جزیرہ عظیم تھیوڈوس کے

قدموں تلے نہیں روندا گیا۔"

"ترائے۔" میں نے یہ نام زیر لب دوہرایا۔

"ہاں.... ترائے.... " کشیپ نے میری آواز سن لی تھی۔ لیکن پھر میں نے اس سے کوئی تشریح نہیں طلب کی اور خاموش ہو گیا۔ "سو جاؤ۔ شاید تمہیں نیند آ رہی ہے۔؟" کشیپ اٹھتے ہوئے بولا.... میں نے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا.... رات کافی گزر چکی تھی، لیکن اس تنگ جگہ لیٹ کر میں نے کشیپ کی گفتگو پر غور کیا۔

تھیوڈوس.... بحری حکمراں.... شاید بحری قزاق.... میں نے دل ہی دل میں سوچا.... پوگاس کی کہانی پھر ابھر رہی تھی.... یہ قزاق بھی بردہ فروش ہو سکتا ہے سی سارا کی مانند.... ایسی شکل میں کیا پھر کوئی پوگاس ملے گا۔ اونہہ.... فکرمند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ تھوڑی سی تبدیلیوں کے ساتھ ایک کہانی پھر سے شروع ہو جائے گی.... طویل زندگی کے اوراق سادہ تو نہیں رہ سکتے.... پھر.... وقت خود سوچے گا.... مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے، اور میں سکون کی نیند سو گیا۔

دوسری صبح میں جاگا تو جہاز پر عجیب سے ڈھول بج رہے تھے۔ ان کی آوازیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھیں.... لیکن یہ ڈھول صرف اسی جہاز پر نہیں بج رہے تھے.... پورے بیڑے پر یہی کیفیت تھی۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ میں نے کشیپ کو تلاش کیا.... لیکن وہ موجود نہ تھا، تب میں نے ایک دوسرے گزرتے ہوئے آدمی کو روکا.... اور وہ رک کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے۔؟" اس نے کہا۔

"یہ ڈھول کیسے بج رہے ہیں۔؟"

"صبح کا اعلان ہے.... تھیوڈوس عبادت کر رہا ہے۔"

"اوہ...." میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تم لوگ کس کی پوجا کرتے ہو۔؟"

"میں تمہیں اطلاعات دینے کا پابند نہیں ہوں۔" اس نے تک چڑھے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گیا.... میں ایک گہری سانس لے کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا.... سورج کی پہلی کرن چمکی تو ڈھول بند ہو گئے.... اور پھر لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے.... میں کشیپ کی تلاش میں نکل گیا۔ تب ایک طرف مجھے کشیپ نظر آ گیا۔

"اوہ.... تم کس طرف چلے گئے تھے.... میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔"

"اور میں تمہیں...." میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آؤ۔ ناشتہ کریں.... " کشیپ نے کہا اور مجھے ساتھ لئے ہوئے جہاز کے باورچی خانے کی طرف چل پڑا.... یہاں سے ایک لکڑی کی خوبصورت ٹرے میں اس نے اپنے اور میرے لئے کھانا لیا.... سب لوگ اسی انداز میں ناشتہ لے رہے تھے اور جہاں دل چاہتا تھا، بیٹھ کر کھاتے

تھے..... ہم دونوں بھی جہاز کے ایک حصے میں جا بیٹھے..... گشیپ نے کئی بار غور سے مجھے دیکھا تھا اور میں نے اس سے اس کے بارے میں پوچھ ہی لیا۔ "کیا بات ہے گشیپ۔؟"

"کچھ نہیں جوان..... تیری شخصیت پر غور کر رہا ہوں..... دلکش شخصیت کا حامل ہے تو..... ممکن ہے تھیوڈوس اعظم تجھے کوئی اچھا عہدہ بخش دے۔" گشیپ نے کہا۔

"اوہ....." میں نے گردن ہلائی۔" مجھے تھیوڈوس اعظم کے سامنے کب پیش کیا جائے گا۔؟"

"یہ جیگر وس پر منحصر ہے۔"

"جیگر وس کون ہے۔؟"

"اس جہاز کا انچارج..... وہی جس نے تمہیں میرے حوالے کیا تھا۔"

"ہوں....." میں خاموش ہو گیا..... ہم اپنا ناشتہ ختم کر چکے تھے۔ تب گشیپ نے کہا۔

"اگر تھیوڈوس اعظم خصوصی طور پر تمہاری طرف متوجہ نہ ہو، اور تمہیں عام لوگوں کی طرح کام کرنے کی اجازت دے دی جائے تو تم اسی جہاز پر رہنے کی درخواست کرنا..... تم سے دوستی کر کے مجھے مسرت ہوگی۔"

"ٹھیک ہے دوست..... تھیوڈوس مجھے کہیں تعینات کر دے۔ میں تمہارا دوست رہوں گا....." میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

جہاز بدستور سفر کرتے رہے..... دوپہر تک تھیوڈوس کے حضور میری طلبی نہ ہوئی۔ لیکن میں اور گشیپ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جیگر وس کا پیغامبر آ گیا۔

"نائب نے اجنبی نوجوان کو طلب کیا ہے۔"

"اٹھو....." گشیپ نے کہا اور میں تیار ہو گیا..... ہم دونوں جیگر وس کے سامنے پہنچ گئے..... دن کی روشنی میں جیگر وس رات سے زیادہ خوفناک نظر آ رہا تھا..... اس نے سرخ خونی آنکھوں سے مجھے گھورا اور پھر گشیپ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیسا آدمی ہے یہ۔؟"

"ابھی تک بالکل ٹھیک۔" گشیپ نے ادب سے جواب دیا۔

"تھیوڈوس اعظم نے تمہیں طلب کیا ہے۔؟" جیگر وس نے کہا۔

"میری خوش بختی"..... میں نے بھی ادب سے جواب دیا۔

"چلو....." جیگر وس اپنی جگہ سے اٹھ گیا..... چار آدمی ہمارے ساتھ کشتی میں اترے تھے۔ جہاز یونہی رواں دواں تھے۔ بہرحال کشتی ایک نسبتاً بڑے جہاز کی طرف جانے لگی اور تھوڑی دیر میں اس کے قریب پہنچ گئی۔ رسیوں کے ذریعے تین آدمی اوپر پہنچے، میں، جیگر وس اور ایک اور مسلح شخص..... اور پھر جیگر وس مجھے لے کر ایک طرف چل پڑا۔

ایک دروازے کے سامنے پہنچ کر وہ رکا اور پھر اس نے بھاری آواز میں اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ دروازے پر کھڑے ہوئے مسلح شخص نے اندر سے اجازت لی اور جیکر وس مجھے اشارہ کر کے اندر داخل ہو گیا۔

بلاشبہ...... اس دقیانوسی جہاز کا یہ کیبن بہت خوبصورت تھا۔ دعلی درجہ کے قالین بچھے ہوئے تھے۔ جو جدید ڈیزائن کے تو نہ تھے لیکن جس طرح بھی بنائے گئے تھے بہت خوبصورت تھے۔ دیواروں پر انسانی کھوپڑیاں آویزاں تھیں۔ عمدہ قسم کے زروجواہر سے کیبن کو آراستہ کیا گیا تھا۔ اور درمیان میں ایک شاندار تخت پر تھیوڈوس اعظم بیٹھا تھا۔ اس کے قدموں کے پاس چار حسین کنیزیں بیٹھی اسے شراب پلا رہی تھیں۔

چھوٹے قد کے اس آدمی کے چہرے سے صاف درندگی عیاں تھی۔ وہ آنکھوں سے زہریلا سانپ معلوم ہوتا تھا۔ شکر ہے اس کے سامنے جھکنے یا سجدہ کرنے کی کوئی رسم نہیں تھی...... ورنہ میری اور اس کی اسی وقت ٹھن جاتی۔ ہاں جیکر وس نے عجیب انداز سے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تعظیم دی تھی۔ میں نے بھی اس کی نقل کی۔

لیکن زہریلا سانپ خاموشی سے مجھے گھورتا رہا تھا۔ اس کے دیکھنے کا انداز اچھے اچھوں کو بوکھلا دیتا۔ لیکن میں اس احمق سے کیا مرعوب ہوتا...... تاہم میں نے نگاہیں جھکا لی تھیں۔

اور میرے نگاہیں جھکانے سے تھیوڈوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ہم نے تیرے بارے میں سنا اجنبی۔ کیا نام ہے تیرا۔؟''

''میکارا۔'' میں نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر جواب دیا۔

''اور تو سوبارا کا باشندہ ہے۔؟''

''ہاں...... میں پیدا وہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کے بعد میں نے ہوش سنبھالتے ہی آوارہ گردی کی زندگی اختیار کر لی اور اس کے بعد مجھے سوبارا کی کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہم تیرے اندر کچھ خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔ اگر تیری کشتی نہ ڈوبتی تو تیری منزل کون سی تھی۔؟''

''میری کوئی منزل نہیں ہے عظیم تھیوڈوس...... آوارہ گرد ہوں اور سمندر ہی میں جان دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔''

''ہم تیرے اندر خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔'' تھیوڈوس نے دوہرایا۔'' بتا کیا چاہتا ہے۔؟''

''خود کو عظیم شہنشاہ کی خدمت میں دینا چاہتا ہوں۔ اگر قبول کر لیا جاؤں۔؟''

''کیا جیکر وس نے تمہیں بتایا ہے کہ ہمیں صرف جیالوں سے پیار ہے۔؟''

''میں جانتا ہوں شہنشاہ۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا ضروری ہے میرے دوست...... کہ تم جو کہہ رہے ہو وہی ہو۔ لیکن میرے پاس ایسے ایسے ستارہ شناس موجود ہیں جو تمہارے بارے میں پورا زائچہ تیار کر دیں گے۔ کیا تم ان کا کمال دیکھو گے۔؟''

''مجھے کیا انکار ہے عظیم تھیوڈوس۔'' میں نے انکساری سے جواب دیا۔

''بلاؤ..... ارسلاس کو بلاؤ..... چمکدار اجنبی کے سامنے اپنی ستارہ شناسی کا ثبوت دے۔'' تھیوڈوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور جنگجو وہی باہر نکل گیا..... تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک پروقار بوڑھے کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ بوڑھا سر سے پاؤں تک سفید لباس میں تھا..... اس کی لمبی داڑھی اس کے سینے پر لہرا رہی تھی۔

''اجنبی میکارا۔'' ارسلاس نے کہا اور پھر اس نے ایک جھلی اور کسی جانور کے پر کا قلم نکالا۔ اسے سیاہی میں ڈبو کر وہ ایک طرف بیٹھ گیا..... اور تھیوڈوس نے لڑکیوں کو اشارہ کیا۔

لڑکیاں اسے جام بھر بھر کر دینے لگیں..... عجیب بلانوش انسان تھا اس وقت تک پیتا رہا..... جب تک ارسلاس مصروف رہا اور پھر جب ارسلاس نے گردن اٹھائی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے جام روک دیا۔

ارسلاس کے چہرے پر حیرت کے نقوش تھے۔

''تعجب ہے..... تعجب ہے تھیوڈوس اعظم۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''کیوں.....؟ اس کی شخصیت مشتبہ ہے نا۔؟''

''نہیں تھیوڈوس اعظم..... بلکہ یہ شخص ستاروں سے بے نیاز ہے..... کوئی ستارہ اس سے متاثر نہیں ہے..... یہ کسی ستارے سے تعلق نہیں رکھتا۔''

''فضول بات..... مطلب بیان کرو۔''

''اس کی شخصیت ستاروں کی نگاہوں سے روپوش ہے۔ اس کی پیدائش تاریکی میں ہے۔ اس کا کوئی زائچہ نہیں ہے..... یہ روئے زمین کا سب سے انوکھا جاندار ہے۔''

''تم اب بھی سمجھانے میں ناکام رہے ہو۔'' تھیوڈوس غرایا۔

''اور ہمیشہ ناکام رہوں گا عظیم تھیوڈوس..... تو جانتا ہے میرا علم مکمل ہے..... لیکن جس شخص کا ستاروں سے رابطہ ہی نہ ہو اس کے بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''کیا علم نجوم میں ایسی کوئی کمی ہے جو انسان کو عیاں نہ کر سکے۔؟'' تھیوڈوس غرایا۔

''نہیں۔''

''پھر یہ ستاروں کی نگاہوں سے پوشیدہ کیوں ہے۔؟''

''میں نہیں جانتا تھیوڈوس اعظم۔''

''اوہ..... اوہ..... ہمارے خیال میں تم سب کچھ جانتے تھے ارسلاس۔ ہمارے خیال میں تمہارا علم مکمل تھا..... افسوس..... اعتماد کا یہ زخم ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ پھر سے کوشش کرو..... تم ہمارے قیمتی ساتھیوں میں سے ہو۔ ہمیں تمہاری زندگی عزیز ہے۔'' تھیوڈوس نے کہا۔

''میری یہ مجال تھیوڈوس اعظم..... کہ میں تیرے سامنے کوئی نامکمل کوشش کروں..... میں ناکامی کا اعتراف کر چکا ہوں۔'' ارسلاس نے

پتھریلے لہجے میں کہا۔'' تب مجھے تیری کیا ضرورت ہے ارسلاس۔ تو جانتا ہے مجھے ناکارہ ہتھیاروں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... لے میری طرف سے ایک پراعزاز موت قبول کر۔'' تھیوڈوس نے اپنا خنجر نکال کر ارسلاس کی طرف اچھال دیا۔

ظالم انسان کی شقاوت کا پہلا مظاہرہ تھا۔ میں اسے کیسے روک سکتا تھا...... کوئی ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی... اس کی جان میری وجہ سے جا رہی تھی۔ لیکن میں کوئی فیصلہ بھی نہ کر پایا تھا کہ ارسلاس نے تھیوڈوس کا عطیہ اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ اس کے پہلو سے خون کا فوارہ بلند ہو گیا۔ اور پھر وہ آہستہ آہستہ زمین پر گر پڑا۔

'' تمہارے ستارے روپوش کیوں ہیں میکارا...؟'' تھیوڈوس نے مجھ سے پوچھا۔

'' افسوس... میں ستاروں کے کھیل سے ناواقف ہوں عظیم شہنشاہ'' میں نے اسی انداز میں جواب دیا۔

'' لیکن بہر حال۔ تمہاری نجیبیت برقرار ہے۔ ہمارے ساتھ رہو۔ تمہارے سپرد کوئی کام کر دیا جائیگا۔ لیکن ٹھہرو۔ کیا تمہاری رگوں میں گرم خون ہے۔؟''

'' شہنشاہ اطمینان کر سکتا ہے۔ شہنشاہ امتحان لے سکتا ہے۔''

'' تو جاؤ۔ اگر تم امتحان میں پورے اترے تو ہم تمہیں اعلیٰ مرتبہ دیں گے۔''

'' تھیوڈوس عظیم ہے۔'' میں نے کہا اور اسی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ دیا جس طرح پہلے رکھا تھا۔

'' جنیگر دس۔ میکارا کو ہمارے جہاز پر ایک معزز انسان کی حیثیت دو۔ ہمیں یہ اجنبی پسند آیا ہے۔'' جنیگر دس نے بھی اسی انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا اور پھر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

'' افسوس تمہاری وجہ سے عظیم ستارہ شناس کی جان گئی۔''

'' مجھے افسوس ہے۔''

'' اے احمق۔ تھیوڈوس کے سامنے اس کا اظہار مت کرنا۔ اس کے ہر کام کو سراہنا، اسی میں تیری بہتری ہے اور اسی میں تمہاری زندگی ہے۔'' جنیگر دس نے کہا۔

تو یوں پروفیسر، مجھے جہاز پر نوکری مل گئی۔ کام کچھ بھی نہ تھا لیکن میں کسی بحری قزاق کی ملازمت کروں... یہ دلچسپ بات تھی اور میرے لئے نئی نہیں تھی۔ سی سارا نے بھی مجھے اسی انداز میں اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔

میں سانڈ کی طرح ایڈناتا رہتا...... کوئی کام نہ تھا...... خوب کھاتا تھا۔ ہاں تھیوڈوس کی کنیزوں کے علاوہ جہاز پر کوئی عورت نہ تھی، تکلیف تھی تو بس اتنی۔ تھیوڈوس بھی جیسے مجھے بھول گیا...... ابتدائی چند روز تو میں نے بے فکری سے گزارے...... میں نے جہاز کے بہت سے لوگوں سے دوستی کر لی تھی اور عام آدمیوں کے سے انداز میں زندگی گزار رہا تھا اور بعض اوقات عام آدمیوں کی زندگی زیادہ دلچسپ ہوتی ہے۔ پھر میں نے اپنے نئے دوستوں سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور جو معلومات حاصل ہوئیں وہ کچھ یوں تھیں۔

تھیوڈوس عام بحری قزاق نہیں تھا۔ وہ ٹرائے کا باشندہ تھا اور اس کے اپنے خیال میں دیوتا اتیرس کا پرتو ... اس نے اپنے بحری بیڑہ تیار کیا اور خود کو سمندروں کا شہنشاہ ٹھہرایا۔ تب اس نے اعلان کیا کہ سمندر میں تجارت کرنے والے جہاز اسے خراج ادا کریں ورنہ انہیں سمندر برد کر دیا جائے گا۔ جنہوں نے اس کی بات مانی فائدے میں رہے۔ جو خود سر تھے جان کھو بیٹھے۔ یوں تھیوڈوس کا سکہ سمندروں پر بیٹھ گیا۔ چھوٹی چھوٹی حکومتوں نے اسے تباہ کرنے کی ٹھانی۔

لیکن کسی ایک حکومت کے پاس اتنا بڑا بحری بیڑہ نہیں تھا کہ وہ تنہا تھیوڈوس کو تباہ کر سکے۔ چنانچہ شدید نقصان اٹھایا اور پسپا ہوئیں۔ آپس میں ان حکومتوں میں اتنا خلفشار تھا کہ مل جل کر تھیوڈوس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتی تھیں بلکہ بعض حکومتوں نے تو بھاری معاوضہ دیکر تھیوڈوس کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا۔ تھیوڈوس نے کمال پھرتی سے کام لے کر ساحلوں پر حملہ کیا اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے بحری بیڑے تباہ کر ڈالے۔ انہیں آگ لگادی اور یوں سمندری قوت فنا کر دی۔

چنانچہ اب اس کے نام کا طوطی بول رہا تھا۔ تھیوڈوس نے جب اپنی مہمات کا پہلا مرحلہ مکمل کیا تب اس نے دوسرے مرحلے پر کام شروع کیا اور یہ چھوٹے چھوٹے جزیروں سے خراج کا حصول تھا۔ اس نے بہت سے سرکشوں کی گردنیں اڑادیں۔ بہت سے جزیروں کو نیست و نابود کر دیا اور اس کی زبردست دھاک بیٹھ گئی۔

اب بے شمار جزائر اسے خراج ادا کرتے تھے اور تھیوڈوس نے آبادیوں سے ہزاروں میل دور، ایک جزیرہ آباد کیا تھا۔ اس کے ارادے بہت خطرناک تھے۔ وہ اس جزیرے پر ایک عظیم الشان جنگی بیڑہ تیار کر رہا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ اس بیڑے کی تیاری کے بعد کسی ایک ریاست پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لے اور پھر اپنی قوت بے پناہ کر کے اپنی سلطنت وسیع کر لے۔

میں نے دلچسپی سے یہ پوری کہانی سنی تھی۔ بلاشبہ تھیوڈوس ایک خطرناک انسان تھا۔ جو کچھ کر چکا تھا اسے دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ جو کچھ سوچ رہا ہے وہ بھی کر دکھائے گا۔

لیکن ..... شاید اس کے ستارے گردش میں آ گئے تھے۔ جو میں اسے مل گیا..... اب یہ حالات پر منحصر تھا کہ اس کے بارے میں میرے خیالات کیسے ہوں۔ کشیپ سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ وہ میرا مددوست بن گیا تھا۔ ابھی تک یہ بات مجھے معلوم نہیں ہوئی تھی کہ اس بار کہاں کا سفر ہو رہا ہے۔ تھیوڈوس صرف سمندر گردی کر رہا ہے یا اس کا کوئی خاص ارادہ ہے اور اس رات جب کشیپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے یہ سوال کر دیا۔

''تھیوڈوس بے خطر انسان ہے۔ کسی کے بارے میں وہ تشویش میں مبتلا نہیں ہوتا کیونکہ وہ فنا کرنے کی قوت رکھتا ہے چنانچہ تمہیں بھول کر اس نے کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔ رہ گئی اس بار کی بات تو ہم فیقلولیہ جا رہے ہیں جواب صرف چند راتوں کی مسافت پر ہے۔''

''فیقلولیہ۔؟'' میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں۔ میکنا زا کے زیر اثر ایک جزیرہ ہے جس کے حاکم کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تائیورس حاکم بنا ہے۔ تائیورس نے حکومت

سنبھالتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تھیوڈوس کو خراج دینا بند کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے تینوں نمائندوں کو بھی قتل کر دیا۔ جو جزیرے پر مقیم تھے تھیوڈوس ہر اس جزیرے پر اپنے نمائندے رکھتا ہے جو اس کے باجگزار ہوتے ہیں۔''

''خوب۔ پھر۔؟''

''چنانچہ تھیوڈوس، نائیورس کو سبق دے گا، ایسا سبق جس سے دوسرے جزیروں کو عبرت ہو اور اس کے بعد کوئی سر اٹھانے کی جرأت نہ کرے۔'' کنشیپ نے کہا۔

'' نائیورس۔'' میں نے زیرلب کہا اور پھر خاموش ہو گیا لیکن میرے ذہن میں بہت سے خیالات آ رہے تھے۔ نائیورس، میرے دوست، کیا تم مجھے آواز دو گے۔ کیا مجھے تمہاری مدد کرنا پڑے گی؟ یا پھر تم خود بھی کچھ ہو۔ ہاں بھئی، آخر تم خود بھی تو تھیوڈوس سے واقف ہو گے۔ تم نے خود بھی تو اپنے ننھے جزیرے کے لئے کوئی بندوبست کیا ہو گا یا تم خود بھی کوئی یونہی آدمی ہو۔

یارو..... تم میرے لئے کوئی نہ کوئی مصروفیت پیدا کر دیتے ہو لیکن پھر میں کروں بھی کیا۔ اتنی طویل زندگی ہے۔ ان میں واقعات نہ ہوں گے تو پھر کیا ہو گا۔ میں جنگل نشین بھی رہا۔ دنیا سے الگ تھلگ بھی رہا لیکن یہ دنیا مجھ سے الگ نہیں رہتی۔ پھر مجھے اپنے درمیان گھسیٹ لاتی ہے اور میں خود بھی تو ویرانوں سے اکتا جاتا ہوں۔ سوائے اس وقت کے جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔

سو میں جیالے نائیورس کے بارے میں سوچتا رہا۔ کنشیپ کو اپنے جہاز پر واپس جانا تھا اس لئے وہ چلا گیا۔ اسی رات میں کافی دیر تک نائیورس اور اس کے جزیرے کے بارے میں سوچتا رہا۔ میں نے ماضی سے کبھی دلچسپی نہیں رکھی پروفیسر، میں ہمیشہ حال سے متاثر رہا ہوں۔ ماضی کی داستانیں میرے لئے دلکش ضرور رہیں لیکن ان میں کوئی داستان میری حسرت نہیں بن سکی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی لیکن اس روز تھیوڈوس خصوصی طور سے میری طرف متوجہ ہوا۔ سورج ابھی آسمان کی بلندیوں تک نہیں پہنچا تھا۔ عرشے پر بہت سی سپاہی ایک وزنی منجنیق بلندی پر چڑھا رہے تھے۔ منجنیق کو رسیوں سے باندھ کر اوپر چڑھایا جا رہا تھا تا کہ ایک مخصوص جگہ کسا جا سکے۔ تقریباً پچاس فٹ بلندی تک پہنچنے کے بعد منجنیق ایک بار وہاں میں اٹک گئی گویا پندرہ آدمی رسے تھامے ہوئے تھے لیکن وہ پسینے سے شرابور تھے اور منجنیق ابھی اوپر تک نہ پہنچی تھی۔

اچانک ایک زوردار تڑاخا ہوا اور وہ لکڑی ٹوٹ گئی جو منجنیق اوپر چڑھانے کے لئے چرخی کا کام دے رہی تھی۔ وزنی پہاڑ نیچے کھڑے ہوئے لوگوں پر آ رہا۔ ایک خوفناک دھماکہ ہوا تھا۔ چھ آدمی فوراً ہلاک ہو گئے اور عرشے پر خون کے چھپاکے دور تک پھیل گئے۔ دہشت زدہ لوگ چیخ پڑے اور دور دور سے لوگ اس طرف دوڑنے لگے۔

میرا ادھر متوجہ ہونا فطری بات تھی۔

شور کی آواز سن کر تھیوڈوس بھی اپنے کیبن سے نکل آیا اور پھر پروقار انداز میں چلتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا جہاں حادثہ ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی اضطراب نہیں تھا۔ اس نے پرسکون انداز میں حادثے کے بارے میں تفصیلات سنیں، نیچے دبے ہوئے لوگوں کو جھک کر دیکھا۔ منجنیق کے ایک

حصے کے نیچے ایک شخص دبا ہوا تھا جس کی دونوں ٹانگیں تو ٹوٹ گئی تھیں لیکن وہ زندہ تھا۔

''یہ زندہ ہے۔'' اچانک کسی نے کہا۔

''اٹھاؤ..... اسے اٹھاؤ۔'' دوسرے لوگوں نے مضطربانہ انداز میں کہا اور پھر بہت سے لوگ منجنیق پر قوت آزمانے لگے۔ تھیوڈوس خاموش نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ منجنیق کو اٹھانے کی کوشش کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ مل کر بھی اسے نہ ہٹا سکے تب میں آگے بڑھا۔

''ہٹ جاؤ۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا اور لوگوں کی سمجھ میں میری بات نہ آسکی۔

''ہٹ جاؤ۔'' اس بار میں نے گرجدار آواز میں کہا اور لوگ سیدھے ہو کر میری شکل دیکھنے لگے۔ تب میں نے جھک کر منجنیق اٹھائی اور ایک طرف ڈال دی۔ لوگ سب کرنے والے بھی حیرت کی آوازوں کو نہ روک سکے تھے۔

اور..... خود تھیوڈوس بھی حیرت زدہ انداز میں کئی قدم آگے بڑھ آیا تھا لیکن میں نے جھک کر ٹوٹی ہوئی ٹانگوں والے زخمی کو اٹھا لیا۔

''کیا یہاں زخمیوں کے علاج کے لئے کوئی مخصوص جگہ ہے۔؟'' میں نے دوسروں سے پوچھا۔

''زخمیوں کا علاج میں خود کرتا ہوں جیالے۔'' تھیوڈوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''چھوڑ دے۔ تو وہی ہے نا جو سمندر سے برآمد ہوا تھا۔ مگر تو بے پناہ طاقتور ہے۔ کیا تو مجھے یہ وزنی منجنیق اسی انداز میں اٹھا کر دکھا سکتا ہے؟''

''ضرور تھیوڈوس اعظم۔ لیکن اس زخمی کا علاج ضروری ہے۔'' میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اسے نیچے رکھ دے۔ اس کا علاج ہو جائے گا۔'' تھیوڈوس نے کہا اور میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ سوای وقت تھیوڈوس نے اپنی چوڑی تلوار نیام سے کھینچی۔ اسے بلند کیا اور کراہتے ہوئے زخمی کی گردن پر دے ماری۔ زخمی کی گردن شانوں سے علیحدہ ہو گئی تھی۔ میں اچھل پڑا، میری مٹھیاں کس گئیں، دانت بھنچ گئے اور میں نے خونی نگاہوں سے تھیوڈوس کو دیکھا۔

''میرے نزدیک کسی زخمی کا اس سے عمدہ علاج ممکن نہیں ہے۔'' تھیوڈوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس دوران میں اپنی حالت پر قابو پا چکا تھا۔ مجھے کشیپ کی بتائی ہوئی تفصیلات یاد آ گئی تھیں۔

''انتظار کیوں کر رہا ہے اجنبی۔ کیا نام بتایا تھا تو نے۔''

''میکارا۔'' میں نے آواز کی غراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ ہاں، نہ جانے میرے اندر بھول جانے کا مرض کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں تو میکارا۔ کیا ابھی مردانہ انداز میں تو یہ منجنیق دوبارہ اٹھا سکتا ہے؟''

میں آگے بڑھا اور میں نے منجنیق دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اسے سر سے بلند کر لیا اور پھر اسے لئے ہوئے کافی دور تک چلا گیا اور پھر واپس آ کر اسے تھیوڈوس کے سامنے رکھ دیا۔

''دیوتاؤں کی قسم۔ نایاب۔ بے نظیر۔ تو کوئی بھی ہے، بڑا کارآمد ہے۔ سن۔ اس منجنیق کو اوپر پہنچا دے۔ تنہا۔ میں دلچسپ منظر دیکھوں گا اور سنو اے بے وقوفو۔ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ ان خون کے لوتھڑوں کو اٹھاؤ اور پانی میں پھینک دو۔ مچھلیاں تازہ گوشت اور خون سے لطف اندوز ہوں گی۔ چلو۔ جلدی کرو۔''

اور لوگ دوڑ پڑے۔ بڑی خاموشی تھی، لیکن کوئی چہرے پر افسوس کے آثار بھی نہیں پیدا کر سکتا تھا۔ آن کی آن میں لاشوں کو پانی میں پھینک دیا گیا۔

''نیا کانٹا لگاؤ۔'' تھیوڈوس نے چیخ کر کہا اور سست جسموں میں تیزی آ گئی۔ جلدی سے نیا کانٹا لگا دیا گیا۔ رسی باندھی گئی اور پھر میں نے آسانی سے منجنیق بلندی پر پہنچا دی۔ دوسرے لوگوں نے اسے اس جگہ فٹ کر دیا اور یہ کام جو دن بھر میں پورا ہونا تھا چند منٹ میں پورا ہو گیا۔ تھیوڈوس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور میری کمر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''حیرت انگیز۔ بے حد حیرت انگیز۔ میکارا۔ میں تجھے بے حد پسند کرنے لگا ہوں۔ تو بہت شاندار آدمی ہے۔ تیرے مقابلے کا ایک بھی آدمی میری فوج میں موجود نہیں ہے۔ میں اعتراف کرتا ہوں تیرا جسم فولادی ہے۔ تیرے بازو فولاد ہیں۔ میں تجھے وہ حیثیت دوں گا جس کا تو تصور بھی نہ کر سکے۔ آ۔ میرے ساتھ آ۔''

اس نے میرا بازو پکڑا اور آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں اس کے کیبن میں تھا۔ اس نے ایک ہاتھ بلند کیا اور اس کی چاروں کنیزیں اندر آ گئیں۔

''شراب۔'' اس نے کہا اور وہ چاروں واپس چلی گئیں۔

چند منٹ کے بعد انہوں نے شراب کے خوبصورت برتن سجا دیئے۔

''لاؤ۔'' تھیوڈوس نے کہا اور لڑکیوں نے ایک جام لبریز کر دیا۔

''دوسرا جام بھی لبریز کرو۔ ہم طاقتور کو اس کی قوت کی داد دیں گے۔ ہمارا جیالا ہمارے ساتھ پیئے گا۔'' اور لڑکیوں نے ایک اور جام لبریز کر دیا۔ ''پیو۔ جام اٹھاؤ پیارے اور وہ اعزاز حاصل کر لو جو اس سے قبل کسی کو نہیں ملا۔ لیکن تم اس قابل ہو۔ اٹھاؤ۔ جام اٹھاؤ۔''

اور میں نے جام اٹھا کر حلق میں انڈیل لیا۔ تھیوڈوس حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا جام خالی کرتے ہوئے کہا۔ ''اب کام کی بات سن میکارا۔ اچانک میں نے تیرے بارے میں بہت سے فیصلے کئے ہیں اور صرف اس بات کو ذہن میں رکھ۔ میں قسمتوں پر قادر ہوں۔ میں زندگیوں پر قادر ہوں۔ میرے اشارے سے زندگی ملتی ہے اور میرے اشارے پر موت جھپٹتی ہے۔ سن کہ میں جس سے خوش ہوں اس کی پیشانی پر ستارے جگمگاتے ہیں اور میں جس سے ناخوش ہوں اس کے گرد کالے سانپوں کا بسیرا ہوتا ہے۔ سن تو جو کوئی بھی ہے۔ مجھے تیری پروا نہیں ہے۔ اگر تو درست ہے تو سکھ پائے گا اور دشمن ہے تو ذلت کے علاوہ تجھے کچھ نہ ملے گا لیکن اعتراف کیا ہے میں نے اس بات کا تیری ذات دوسروں سے نمایاں ہے۔ تو دلوں کو مسخر کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ اس لئے۔ میں تجھے ان میں شامل کرتا ہوں جو میرے دست راست ہوتے ہیں۔ کیا تو اپنی خوشی سے میرا

یہ اعزاز قبول کرے گا۔؟''

''کون بدبخت ہوگا عظیم تھیوڈوس جو تیری عنایت سے انکار کرے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''دوسرا جام لے۔ تیری وجہ سے میری ہیبت برقرار رہے گی اور میں ان لوگوں کے سامنے تجھے بھیجوں گا جو مجھ سے باغی ہیں۔''

''میں دل وجان سے تیار ہوں۔'' میں نے دوسرا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

''تیسرا جام لے اور زندگی کی خوشیاں لوٹ، بول تجھے کیا چاہئے۔؟''

''عورت۔'' میں نے بیباکی سے کہا۔

''افسوس۔ وہ میرے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے لیکن جہازوں سے اتر کر میں تجھے وہ بیرے بخش دوں گا کہ تیرا وجود منور ہو جائے گا۔ اس لئے صبر کر۔''

''اس کے علاوہ مجھے کچھ اور درکار نہیں ہے۔'' میں نے تیسرا جام حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

''ہم بہت جلد۔ ۔ ۔ سرزور تائیورس کی زمین فیقلولیہ پر پہنچ جائیں گے۔ فیقلولیہ کو تاراج کریں گے اور پھر۔ ۔ ۔ وہاں کی حسین دوشیزائیں ہماری ہوں گی۔ تیری پسند پر کسی کا حق نہیں ہوگا، یہ میرا وعدہ ہے۔''

میں نے اٹھ کر مخصوص انداز میں سینے پر ہاتھ رکھا۔ اور تھیوڈوس مسکرانے لگا۔ پھر اس نے مجھے جانے کی اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''میں ذمہ داروں کو تیری حیثیت کی اطلاع دیدوں گا۔''

اور اپنی یہ حیثیت مجھے کچھ زیادہ پسند نہیں آئی تھی پروفیسر، کیونکہ اس حیثیت کی نمائش کے لئے مجھے عجیب وغریب لباس پہننا پڑا تھا اور مجھے اس لباس میں دیکھ کر جہاں تھیوڈوس کی آنکھوں میں فخر کے جذبات نظر آئے تھے وہیں اس کی چاروں کنیزوں کی نگاہیں میرے اوپر گڑھ کر رہ گئی تھیں۔ شاید اس لباس میں میرا سڈول جسم اور نمایاں ہوگیا تھا۔

عورت کی آنکھ میرے لئے اجنبی نہیں تھی، کس کی مجال تھی جو مجھ سے اپنی اصلیت چھپا سکے اور کس کی مجال تھی جو تھیوڈوس کی کسی کنیز کا سایہ بھی چھونے کی کوشش کرے۔ لیکن رات کے آخری پہر میں، میں نے اس عورت کی پذیرائی کی جس کا نام مرنیا تھا اور جو زندگی کی آخری آرزو لے کر میرے پاس آئی تھی۔

''خود تمہاری زندگی کو بھی خطرہ ہے میکارا۔ لیکن میں تھیوڈوس کی فطرت سے بخوبی واقف ہوں۔ وہ تمہارا عاشق ہے اور یہ الفاظ میں نے خود اس کی زبان سے سنے ہیں چنانچہ اگر میرا راز فاش ہو جائے تو تم سارا الزام میرے اوپر ڈال دینا۔ تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔''

''اور تمہارا کیا ہوگا مرنیا۔؟''

''آرزوؤں کے حصول کے لئے قربانیاں دینا ہی ہوتی ہیں میکارا۔ تم میری آرزو بن گئے تھے۔ میں خود کو صبر نہ دے سکی تو میں نے زندگی قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا۔'' اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''کس کی مجال ہے جو تمہیں میرے قرب کی سزا دے سکے۔ اگر تھیوڈوس نے ایسی کوشش کی تو میں اس کی داستانوں کو اسی سمندر میں سلا دوں گا۔''

''ایسا نہ کہو۔ دیوتاؤں کے لئے ایسا نہ کہو۔ یہ ہوائیں اس کے کانوں میں خاموشی سے سرگوشیاں کرتی ہیں۔ اسے اس کے دشمنوں سے ہوشیار کر دیتی ہیں۔'' اس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''میں ابھی اس کا دشمن نہیں ہوں۔ لیکن اگر اس نے بتایا تو اس کے لئے بڑی مشکل پیش آئے گی۔ ویسے وہ کس حالت میں ہے؟''

''بے ہوش ہے۔ میں نے تمہارے پاس آنے کا فیصلہ کر کے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ بلا نوش ہے۔ لیکن میں شرابوں کی ماہر ہوں۔ مختلف شرابوں سے میں نے ایسا مرکب تیار کیا جو ہاتھی کو بھی سلا دے۔ اور ایسا لذیز مرکب تھا وہ کہ اس نے بہت سے جام چڑھا لئے۔ تب میں نے چالاکی سے اپنی تینوں ساتھیوں کو بھی وہ جام دیئے۔ اور ان کے لئے اس کی تھوڑی سی مقدار ہی کافی تھی۔''

''خوب۔ تو تمہاری ساتھی کنیزیں بھی تمہارے عزائم سے ناواقف ہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ موت کا راز دار کسی کو نہیں بنایا جاتا۔''

''تب تو تمہارے لئے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد تم بھی خاموشی سے بے ہوش ہو جانا۔''

''اگر زندگی باقی ہے۔ اگر مجھے کسی نے تمہارے پاس دیکھ نہ لیا تو۔''

اور میں نے پوری پوری کوشش کی کہ اسے کوئی میرے ساتھ نہ دیکھے۔ رات کے آخری پہر میں، جب اجالا پھوٹنے میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی، میں نے اسے دوسروں کی نگاہوں سے چھپا کر اس کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا۔

وہ فور لذت سے سرشار تھی۔ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوتے ہوئے اس نے بھی وہی الفاظ دوہرائے جو میرا قرب حاصل کرنے کے بعد ہر نئی عورت دوہراتی تھی۔

''ریکارا۔ تمہارے حسین لمس کے بعد یہ زندگی میرے لئے ایک بے نام سی شے ہو کر رہ گئی ہے۔ زندہ رہوں گی تو تمہاری آرزو میں، مر گئی تو تمہاری آغوش کی خواہش لے کر جاؤں گی۔ میرا ہر سانس اب تمہاری امانت ہے۔ دوسروں کے لئے میں ایک مردہ روح، مردہ جسم کی حیثیت رکھتی ہوں۔ جب بھی قسمت یاور ہوئی تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گی۔''

اور میں مسکراتا ہوا واپس چلا آیا۔

لیکن دوسری صبح پرسکون تھی۔ تھیوڈوس نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کیا۔ میں بے فکری سے اس کے نزدیک پہنچ گیا لیکن تھیوڈوس کے چہرے پر کوئی کدورت نہیں تھی اور اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا تھا۔

''بیٹھو ریکارا۔ تم نے ناشتا کر لیا ہوگا؟''

''عظیم تھیوڈوس کی عنایت سے۔'' میں نے جواب دیا۔

''چونکہ اب تم میرے خاص لوگوں میں شامل ہو چکے ہو اس لئے میں تم سے کوئی بات پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ فیقلو لیہ اب صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور ہم اسی طور کام کرنا چاہتے ہیں، جیسے کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ فیقلو لیہ کے احمق حکمران تائیورس کے پاس پہلے اپنا وفد بھیجیں گے۔ جو اس سے گفتگو کرے گا اور حالات کا جائزہ لے گا اور میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وفد کی سربراہی تم کرو گے اور اس شان سے جاؤ گے کہ تائیورس کو اپنی تباہی تمہاری شکل میں نظر آ جائے۔''

''میں حاضر ہوں عظیم تھیوڈوس۔'' میں نے جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

تھیوڈوس کے جہازوں نے فیقلو لیہ کا بقیہ راستہ بھی طے کر لیا اور ہمیں دور سے ایک بلند قلعہ سا نظر آیا۔ جو سمندر کے بیچوں بیچ بنا ہوا تھا۔ اس وقت سب سے آگے والے جہاز پر تھیوڈوس اپنے چھ جنگی سرداروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ میں اس کے برابر موجود تھا۔ اس قلعے کو دیکھ کر تھیوڈوس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے۔

''التوش۔'' اس نے اپنے ایک ساتھی کو آواز دی اور قوی ہیکل شخص آگے بڑھ آیا۔ ''کیا ہم راستہ بھٹک گئے ہیں؟ کیا ہم کسی اجنبی جزیرے کی طرف آ نکلے ہیں؟''

''نہیں عظیم تھیوڈوس۔ اس قلعے کی فصیل پر فیقلو لیہ کا جھنڈا نظر آ رہا ہے۔''

''ہاں۔ یہ سرخ جھنڈا اسی کا ہے لیکن اس سے قبل تو سمندر میں یہ دیواریں موجود نہ تھیں۔'' تھیوڈوس نے کہا۔

''شاید انہی کمزور دیواروں کی تعمیر کے بعد احمق تائیورس نے آپ کے احکامات کی تعمیل سے انحراف کی جرأت کی ہے۔'' التوش نے جواب دیا۔

''شکریہ۔ لیکن ان دیواروں کی تعمیر بلاشبہ ایک عمدہ کارنامہ ہے۔ سنو التوش۔ اپنی یادداشت کی کتاب میں لکھ لو۔ کہ جب ہم اپنی ریاست کی تکمیل کریں گے تو ایسی دیواریں ضرور تعمیر کریں گے۔ بلاشبہ یہ دیواریں بہترین حربہ ہیں۔''

''میں نے لکھ لیا ہے عظیم تھیوڈوس۔'' التوش نے جواب دیا۔

''فیقلو لیہ سے اب ہمارا فاصلہ زیادہ نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ ہم جہازوں کو اسی جگہ لنگر انداز کر دیں۔''

''خادم کا بھی یہی خیال ہے۔ چونکہ تائیورس نے ایک بڑے فیصلے کے تحت عظیم تھیوڈوس سے بغاوت کی ہے اس لئے اس نے ان دیواروں پر ہی اکتفا نہ کی ہوگی۔''

''تمہاری ذہنی برتری کی ہم نے ہمیشہ قدر کی ہے التوش۔ ٹھیک ہے قیام کا جھنڈا لہرا دو۔'' آخری الفاظ تھیوڈوس نے ایک دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر کہے تھے اور وہ شخص گردن جھکا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جہاز کے سب سے اونچے مستول پر ایک نیلا جھنڈا لہرانے لگا اور سارے جہازوں نے لنگر ڈال دیئے۔

تھیوڈوس گہری نگاہوں سے اس سمندری قلعے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے مجھے مخاطب کیا۔

''میکارا۔''

''عظیم تھیوڈوس۔''

''تمہیں سمندری جنگ کا کوئی تجربہ ہے؟''

''نہیں عظیم تھیوڈوس۔ میں جنگ و جدل سے دور رہا ہوں لیکن تیری معیت میں میرے دل میں بھی امنگیں جاگ اٹھی ہیں۔''

''تیرے بارے میں، میں نے جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے متفق ہے؟''

''آنکھیں بند کر کے۔''

''بلاشبہ تیری ہیبت ان لوگوں کے دل لرزا دے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ تو قاصد کی حیثیت سے جائے لیکن تیرا انداز ایسا ہو کہ وہ لوگ پہلی ہی نگاہ میں تجھ سے خوفزدہ ہو جائیں۔''

''میں عظیم تھیوڈوس کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔''

''ہم پہلی کارروائی کے طور پر تیری رائے چاہتے ہیں۔ کیا اس قلعے کو دیکھ کر تیرے ذہن میں کوئی خیال آیا ہے؟''

''ہاں۔ میں چاہتا ہوں کہ وفد کی روانگی سے قبل چھوٹی کشتیوں پر بیٹھ کر پورے جزیرے کا جائزہ لیا جائے۔ کیا یہ دیواریں جزیرے کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔؟''

''ہاں۔ بہت خوب۔ ہمیں تازہ ذہنوں کی چپقلش کا پہلے سے تجربہ ہے۔ تیرا خیال ہمیں بہت پسند آیا ہے۔ کیا خیال التوش۔؟'' تھیوڈوس نے التوش کی طرف دیکھا لیکن التوش پہلے ہی معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

''انتہائی ذہانت۔۔۔ اور تجربے کی بات کی ہے اس شخص نے۔۔۔ اور بہت ہی عمدہ رائے ہے یہ۔''

''چمکدار ہیروں کی پرکھ میں ہماری نگاہیں بہت تیز ہیں۔ ممکن ہے اس شخص کی ہم میں شمولیت، ہماری کوئی بڑی کامیابی بن جائے۔ چنانچہ التوش اس کی ہدایت پورا پورا عمل کیا جائے۔''

دوپہر کے کھانے کے بعد چار کشتیاں پانی میں اتاری گئیں۔ ان میں چار چار تجربے کار آدمی سوار ہوئے اور کشتیاں جزیرے کا طواف کرنے چل پڑیں۔ پانچویں کشتی میں، میں، گیشپ، التوش اور ایک اور تجربے کار افسر سوار ہوئے۔ ہماری کشتی ان کشتیوں کی مخالف سمت میں جزیرے سے کافی فاصلے سے سفر کرنے لگیں۔ ہم دور سے اس جزیرے کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔

سمندر کی لہروں پر ہچکولے کھاتی کشتی مخصوص رفتار سے آگے بڑھ رہی تھی۔ قریب سے جائزہ لینے والی کشتیاں جزیرے سے ایک مخصوص فاصلہ برقرار رکھے ہوئے تھیں اور اب وہ چاروں قریب قریب سفر کر رہی تھیں۔ اتفاق سے ہم بھی اس وقت اسی سمت میں تھے جہاں وہ کشتیاں تھیں۔ گو ہمارا ان سے کافی فاصلہ تھا لیکن چمکدار دن تھا اس لئے ہم انہیں بخوبی دیکھ سکتے تھے۔

اور اچانک ہم نے ان کشتیوں کی رفتار سست ہوتے دیکھی۔

''کیا یہ کشتیاں رک رہی ہیں۔؟'' التوش نے کہا۔

''انہیں رکنا نہیں چاہئے۔''

''ارے...... وہ دیکھو۔'' اچانک کیشپ چیخ پڑا اور ہم نے دیکھا۔ کشتی والے کسی خوف کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ سب جھک جھک کر نیچے دیکھ رہے تھے لیکن دور سے ہمیں سمندر میں کوئی شے نہیں نظر آ رہی تھی۔

''کیا قصہ ہے؟'' التوش نے پوچھا لیکن میں کیا جواب دیتا۔ خود میری سمجھ میں بات نہیں آئی تھی۔ ہم نے کشتی روک دی اور ان چاروں کشتیوں کو دیکھنے لگے۔

کشتی والے اب سراسیمہ ہو گئے تھے اور پھر...... اچانک ہم نے کشتیاں سطح سمندر سے بلند ہوتے دیکھیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سی غیر مرئی شے نے انہیں سمندر سے بلند کر دیا تھا اور اس کے بعد کشتیاں الٹ گئیں۔

''اوہ۔ اوہ۔ وہ شکار ہو گئے۔ اوہ۔ دیکھو وہ شکار ہو گئے۔'' التوش نے افسوس بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوف کے آثار ابھر آئے۔

''لیکن...... لیکن کیا یہ سب کچھ ناقابل یقین نہیں ہے۔ آہ۔

کیا یہ سب ناقابل یقین نہیں ہے۔ کسی آسمانی قوت نے کشتیوں کو سطح سے بلند کر کے اوندھا کر دیا ہو۔''

ہم سب خاموش رہے۔

''آئزس رحم کرے۔ مجھے تو آثار اچھے نظر نہیں آ رہے۔''

''کیا مطلب۔؟'' کیشپ نے پوچھا۔

''تائیورس کی بغاوت۔ اس کا پشت پناہ کون ہے۔ کون ہے جو انسانوں سے بھری کشتیوں کو سطح سمندر سے بلند کرتا ہے اور پھر انہیں اوندھا کر دیتا ہے۔''

''وہ کون ہو سکتا ہے۔؟'' کیشپ نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے تم لوگ فضول گفتگو میں وقت ضائع کر رہے ہو۔ آؤ۔ ہم تھیوڈوس کو اس سانحے کی اطلاع دیں۔'' میں نے کہا۔

''ایں۔ ہاں۔ ارے ہاں۔ جلدی سے کشتی واپس موڑ دو۔'' التوش نے چونک کر کہا اور کشتی واپس مڑ گئی۔ اب وہ تیزی سے جہاز کی طرف واپس جا رہی تھی۔ درحقیقت جس انداز میں کشتیاں الٹی تھیں وہ میرے لئے بھی حیرت انگیز تھا اور میرے ذہن میں تجسس جاگ اٹھا تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہماری کشتی تھیوڈوس کے جہاز کے پاس پہنچ گئی اور ہم نے دیکھا تھیوڈوس ہمارا منتظر ہے۔ کشتی کو جہاز کے ساتھ ہی رہنے دیا گیا اور ہم رسیوں کے ذریعے اوپر پہنچ گئے۔

ہمارے اوپر قدم رکھتے ہی تھیوڈوس ہمارے پاس آ گیا۔ "آؤ۔ آؤ جوانوں۔ کیا تم کوئی عمدہ بات معلوم کر کے آئے ہو۔؟"

"ہمارے پاس کوئی اچھی خبر نہیں ہے عظیم تھیوڈوس۔" التوش نے کہا۔

"اوہ۔ التوش۔ گدھے۔ مجھے کوئی بری یا اچھی خبر سناتے وقت منہ مت لٹکایا کر۔ صرف خبر سنایا کر۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اچھی اور بری خبر میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔" تھیوڈوس نے غضبناک ہو کر کہا۔

"تھیوڈوس اعظم۔ ہم نے دیکھا۔ جائزہ لینے والی کشتیاں اچانک سطح سے بلند ہوئیں اور پھر الٹ گئیں۔ ایسا حیرت انگیز واقعہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

"اور ان میں بیٹھے لوگ کیا ہوئے۔؟"

"سمندر برد ہو گئے۔ اس کے بعد نہ ابھرے۔"

"کیا بکواس ہے۔ کشتیاں سطح سمندر سے اوپر اٹھ گئی تھیں۔؟"

"ہم سب اس کے گواہ ہیں۔؟" التوش نے ہماری طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میکارا... تم بھی۔؟"

"ہاں یہی ہے عظیم تھیوڈوس۔ لیکن اس انوکھے واقعے کے بارے میں معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ کس طرح رونما ہوا۔ جس طرح تو نے سمندر کی دیواریں دیکھیں، اسی طرح تائیرس پانی کے اندر بھی کوئی ترکیب کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں اجنبی۔ نہیں میکارا۔ سمندر کسی کا مطیع نہیں ہے وہ کسی کی برتری قبول نہیں کرتا۔ کس کو مجال ہے کہ اسے حکم دے کہ ہمارے دشمنوں کو بلند کر کے خود میں سمو لو۔ سوائے دیوتاؤں کے۔ سوائے ان کے جو آسانی قوتوں کے مالک ہیں۔" التوش نے جلدی سے کہا۔

"تیرا کیا خیال ہے التوش۔ کیا دیوتاؤں کی مدد سے تائیرس ہمیں شکست دے سکتا ہے۔؟"

"نہیں عظیم تھیوڈوس۔ تھیوڈوس اعظم پر اسکاروں کا سایہ ہے۔ میں صرف اس واقعے کے بارے میں بتا رہا ہوں۔" التوش نے لرز کر کہا۔ اس کی بری حالت تھی۔ ایک طرف تھیوڈوس کا خطرہ تھا کہ کہیں اس کے عتاب کا شکار نہ ہو جائے تو دوسری طرف جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اسے بھی نہیں بھول سکتا تھا۔

"تب تو خوفزدہ کیوں ہے۔؟"

"میں خوفزدہ نہیں ہوں تھیوڈوس اعظم۔"

"تو سن۔ بہادر میکارا کیا کہتا ہے۔ سن اس کا کیا خیال ہے اور یہ بھی سن کہ اس شخص کی میں دل سے قدر کرنے لگا ہوں۔ تو اس واقعے کے بارے میں کس طرح معلوم کرے گا میکارا۔؟" تھیوڈوس مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میں کشتی لے کر اس جگہ جاؤں گا تھیوڈوس اعظم۔ جہاں میں نے ان لوگوں کی کشتیوں کو بلند ہوتے دیکھا تھا اور پھر پتہ چل جائے گا کہ

وہ سب کیا ہے۔؟"

"خوب...... بہت خوب...... کب جائے گا۔؟"

"ابھی...... تیری اجازت کے بعد۔"

"تنہا جائے گا۔؟"

"ہاں...... اگر ان میں سے کوئی خوشی سے میرے ساتھ جانا پسند کرے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ کام تنہا بہتر طور سے انجام دیا جا سکتا ہے۔"

"کیوں......؟ تم میں سے کون میکارا کے ساتھ جانا پسند کرے گا۔؟" تھیوڈوس نے دوسرے لوگوں کو دیکھا۔

"جسے عظیم تھیوڈوس حکم دے۔" سب مری ہوئی آواز میں بولے اور تھیوڈوس نے قہقہہ لگایا۔

"سنا تو نے میکارا۔ سنا تو نے۔ ان سب کو موت آ گئی ہے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ موت جس آسانی سے تھیوڈوس سے مل سکتی ہے کہیں اور نہیں...... تاہم...... ان بزدلوں کو ان کی جگہ رہنے دے۔ تو تانیورس کے سمندر میں رہنے والے دیوتاؤں کا حال معلوم کر...... لیکن کیا تجھے یقین ہے کہ تو زندہ واپس آ سکے گا؟"

"نہ آ سکا تو کسی دوسرے مشن کو تیار کر لینا تھیوڈوس۔"

"دیوتاؤں کی قسم۔ تو واپس آئے گا۔ تانیورس کے دیوتا تیرے عزم کو شکست نہ دے سکیں گے۔ میں تیرے لئے دیوتاؤں سے خاص دعا کروں گا۔ میرے ان سے بہت اچھے تعلقات ہیں۔"

"تو پھر میں جاؤں؟ کشتی نیچے موجود ہے۔"

"ہاں...... جا...... اور واپس آ کر مجھے تانیورس کی اس چال کے بارے میں اطلاع دے۔" میرے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے اس انداز سے مجھے دیکھا جیسے میرے دماغ میں فتور ہو۔

لیکن میں تجسس میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں جلد از جلد اس حیرت انگیز واقعے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے ان لوگوں کو آنے والے حالات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور پھر میں تھیوڈوس سے اجازت لے کر نیچے اتر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کشتی کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے کھیتا ہوا اس طرف جا رہا تھا جہاں میں نے ان لوگوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ میری نگاہیں پانی کے نیچے کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن کافی دور تک مجھے ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی جس سے میں کوئی اندازہ لگا سکتا۔ یہاں تک کہ میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں ان لوگوں کی کشتیاں ڈوبی تھیں۔

اور اچانک...... میں نے سمندر سے کوئی چیز ابھرتے دیکھی۔ میں اس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکا تھا کہ میری کشتی اوپر اٹھنے لگی۔ میں نے جھک کر ان رسیوں کو دیکھا جو میری کشتی اٹھا رہی تھیں اور پھر نگاہ دور تک چلی گئی۔ تب میری سمجھ میں بات آ گئی۔ تانیورس نے سمندر کے نیچے بہت اچھا انتظام کیا تھا...... اور...... یہ دیوتاؤں کی امداد نہیں بلکہ خود انسانوں کا اپنی حفاظت کے لئے ذہانت سے بھرپور کارنامہ تھا۔

اتنا ہی سوچا تھا کہ ایک طرف کی رسی نیچے گر پڑی اور اس کے ساتھ ہی کشتی بھی الٹ گئی۔

ہوں...... تو یہ ہے سمندر کے دیوتا کا کارنامہ...... میں نے سوچا اور پھر میں پانی میں بیٹھتا چلا گیا۔ کئی خونخوار آدم خور مچھلیاں میری طرف لپکیں۔ انہوں نے مجھ پر حملہ کیا اور میں نے اپنا خوفناک چھرا نکال لیا۔ یہ چھرا میرے لباس میں موجود تھا۔ چنانچہ میں نے آدم خور مچھلیوں کا غرور توڑ دیا۔ میرے بھرپور وار نے ان کے ٹکڑے کر دیئے اور وہ تو صرف خون کی رسیا تھیں چنانچہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں اور میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

اب میں سمندر کے نیچے اس عظیم الشان جال کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ پروفیسر، فیقلولیہ کے تائیورس نے بلاوجہ ہی تھیوڈوس سے دشمنی مول نہیں لی تھی۔ اس نے پہلے اس کے انتظامات کئے تھے۔ پانی کے نیچے رسیوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔ یہ رسیاں اتنی موٹی تھیں کہ بلاشبہ جہازوں تک کو روکنے کے کام آ سکتی تھیں بلکہ ان کی مدد سے جہاز الٹے جا سکتے تھے۔ خوب ذہانت سے کام لیا گیا تھا۔ میں سمندر کے نیچے دور دور تک جائزہ لیتا رہا۔

اس دوران مجھے بہت سی آدم خور مچھلیوں کا صفایا بھی کرنا پڑا تھا لیکن رسیوں کا جال نہ جانے کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ میں اس کے پھیلاؤ کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ تب میں نے سطح پر گردن ابھاری۔ نہ جانے کہاں تھا میں، ہاں جزیرے کی دیواریں صاف نظر آ رہی تھیں۔

اس کا مطلب ہے کہ میں جزیرے سے زیادہ قریب ہوں...... تو...... تو پھر کیوں نہ اس جزیرے کا معائنہ کر لیا جائے۔ ظاہر ہے میں تھیوڈوس کا وفادار تو نہیں تھا۔ میں سچ مچ اس کا ملازم تو نہیں تھا۔ ذرا دیکھوں تو...... یہ حضرت تائیورس کیا شے ہیں۔ اور ان کا کیا انداز ہے جبکہ تھیوڈوس تو ان عام لوگوں کی طرح تھا جو ظالم اور جابر ہوتے ہیں اور جن کی نگاہوں میں انسانی زندگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ کوئی پسندیدہ شخصیت نہیں تھی۔ سی سارا کا دوسرا روپ۔

اور سی سارا کے حشر سے مجھے کوئی دکھ نہیں ہوا تھا۔

لیکن تائیورس...... کم از کم یہ ذہین ہے۔ جس کا اندازہ رسیوں کے اس جال سے ہوتا ہے جو سمندر میں آسانی سے نہیں پھیلایا جا سکا ہوگا چنانچہ تائیورس سے ملاقات کی جائے۔

اور اس خیال کے تحت میں نے دیوار کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔

یہ وہ دور تھا پروفیسر، جب یونان علوم و فنون میں وہ دسترس، وہ کمال رکھتا تھا جو آج تک کی دنیا میں حیرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور پروفیسر، یہ سرزمین یونان تھی۔ میں یونان کے علاقے میں تھا۔ گو مجھے ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا لیکن بعد میں مجھے یہ سرزمین اس قدر بھائی پروفیسر...... کہ میں نے ایک طویل عرصہ اس سرزمین پر گزارا۔ بہرحال میں دیوار کی طرف تیرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا لیکن دیوار میں کوئی رخنہ، کوئی سوراخ نہیں تھا۔ اپنے لئے جگہ بنانا میرے لئے مشکل کام نہیں تھا لیکن ابھی تائیورس کی سرزمین پر کوئی جارحیت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں دیوار کے سہارے سہارے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ میں ایک بڑے سوراخ کے پاس پہنچ گیا جو پانی کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ پانی اس سوراخ سے اندر جاتا تھا اور پھر واپس آ جاتا تھا۔ میں نے داخلے کے لئے یہ مناسب جگہ سمجھی۔

لیکن...... سوراخ کے دوسری طرف ایک چوکور کمرے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ جس میں کائی جمی ہوئی تھی اور اندر کائی کی وجہ سے بالکل تاریکی تھی۔ پانی اس کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ جاتا تھا لیکن اس کمرے کی موجودگی کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کمرہ روشن ہو گیا۔

یہ روشنی چھت سے آئی تھی۔ اور چھت میں ایک چوکور سوراخ کھلا ہوا تھا۔ پھر اس سوراخ سے ایک چہکار سنائی دی۔

''آ گئے۔ آؤ۔ آؤ۔ میرے ہاتھ کا سہارا لو۔ آؤ اوپر آ جاؤ۔''

اور میں چونک پڑا۔ بولنے والے کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے لیکن کیوں نہ اس کی غلط فہمی سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور مجھے اوپر کھینچنے والا کوئی طاقتور تھا۔ چند لمحات کے بعد میں ایک بڑے سے ہال کے فرش پر تھا لیکن اس ہال کی چھت بہت ہی بلند تھی۔ اس میں کوئی دروازہ نہیں تھا ہاں سیڑھیاں ضرور تھیں جو اوپر تک چلی گئی تھیں۔

تب میں نے اپنے مددگار کو دیکھا۔ ادھیڑ عمر کا ایک سرخ و سفید شخص تھا۔ چہرے پر بچوں کی سی معصومیت اور نرمی تھی۔ اس کا لباس بھی رنگین اور ڈھیلا ڈھالا تھا۔

''آؤ میرے معزز مہمان۔ جانتے ہو تمہارے انتظار میں کتنا وقت گزار چکا ہوں۔''

''کتنا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ میرا خیال تھا دونوں ہاتھوں سے بوڑھے کا سر دبا دوں، اتنی زور سے کہ اس کا بھیجہ نکل پڑے اور اس طرح میرا راز، راز رہے گا۔

''پورے اٹھارہ چاند۔ پورے اٹھارہ چاند۔'' اس نے جواب دیا۔ ''پورے اٹھارہ چاند گزر گئے۔ میں اس عمارت سے باہر نہیں نکلا۔ نکل کر کرتا بھی کیا۔ لوگ میرا مذاق اڑاتے۔ تم یوں سمجھ لو۔ تمہاری آمد پر میری زندگی کا دارومدار تھا۔ اگر تم نہ آتے تو مجھے خودکشی کرنا پڑتی۔''

''کیا نام ہے تمہارا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''گستاک۔ لیپاس گستاک۔'' اس نے جواب دیا۔

''تمہیں کس کا انتظار تھا۔؟''

''تمہارا۔'' اس نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

''تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو گستاک۔ میں وہ نہیں ہوں جس کا تمہیں انتظار تھا۔'' اور میری بات پر گستاک نے ایک قہقہہ لگایا جیسے کافی محظوظ ہوا ہو۔

''اس غلط فہمی کی تشریح کر دو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا نام جانتے ہو...... یا خواہ مخواہ دانت نکال رہے ہو۔'' نہ جانے کیوں میں جھلا گیا۔

''ارے۔ اوہ۔ اوہو۔ یہ تو بہت معمولی سی بات پوچھی تم نے۔ بتاؤ کونسا نام پوچھنا چاہتے ہو۔؟'' اس نے کہا اور میں چونک پڑا۔

''کون سے نام سے کیا مراد ہے تمہاری۔؟''

''گزرے ہوئے دور کا نام۔ اس سے پہلے کا۔ اس سے پہلے کا۔ یا اس سے پہلے کا۔''

''کیا کہہ رہے ہو۔؟'' میں بھونچکا رہ گیا۔

''یا پھر موجودہ نام۔ میرا خیال ہے۔ میرا خیال ہے موجودہ نام میکارا ہے۔ ہاں میکارا ہی ہے۔'' اور پروفیسر تم خود اندازہ کرو، اس وقت

میری کیا حالت ہوگی۔

''تم کون ہو بوڑھے آدمی۔؟'' میں نے اس کا گریبان پکڑ لیا۔

''آہا... آہا... آہا... ہاہا۔ میں جانتا تھا۔ اب کہو تو اس کے بعد یا اس سے پہلے کی حرکتیں بھی بتا دوں۔ جو تم نے یہاں کی ہیں۔ یا کرنے والے ہو۔؟'' بوڑھے نے کہا۔

''بتاؤ۔''

''بیٹھ جاؤ گے۔ اب تم بیٹھ جاؤ گے۔'' اس نے اسی سکون سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ تب میں ایک جگہ بیٹھتے ہوئے بولا۔

''چلو یہی سہی۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گا لیکن تم میری حیرت دور کر دو۔ تمہیں میرا نام کس طرح معلوم ہوا۔''

''انوکھے شخص۔ یعنی کہ موجودہ میکارا۔ تم کس قسم کے انسان ہو۔ میں اٹھارہ چاند سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور تم اسی اجنبیت کی گفتگو کر رہے ہو۔ مجھ سے گھل مل جاؤ۔ مجھ سے دوستی کرو۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''تم اگر پاگل بھی ہو تو دنیا کے سب سے انوکھے پاگل۔ میں سخت حیران ہوں۔''

''نہیں میرے دوست۔ حیرانی کی ضرورت نہیں۔ تم تو میری صلاحیتوں کا امتحان ہو۔ تمہاری موجودگی سے مجھے عزت ملے گی۔ تم مجھے میرا صحیح مقام دو گے۔ اگر تم پسند کرو تو آؤ۔ میں تمہیں اپنی وہ تحریر دکھاؤں جس کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ میں کب سے اس سوراخ کے پاس بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔''

میری سمجھ میں اس شخص کی کوئی بات نہیں آ رہی تھی لیکن بہرحال مجھے حیران کرنے کے لئے یہی کافی تھا کہ ایک اجنبی شخص نے مجھے میرا وہ نام بتایا تھا جسے اختیار کئے ہوئے مجھے چند روز بھی نہ گزرے تھے اور وہ بھی ایک ایسی سرزمین کے اجنبی نے جہاں میں بہرحال ایک دشمن کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔

''آؤ گے میرے ساتھ۔؟'' گستاک نے پوچھا۔

''ضرور۔ کیوں نہیں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور گستاک سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ عجیب عمارت تھی۔ سیڑھیوں نے ہمیں چھت پر پہنچا دیا۔ چھت پر بھی ایک ہال تھا لیکن یہاں سامان پر بے حد گرد جمی ہوئی تھی۔ اس ہال میں بھی کوئی دروازہ نہیں تھا بلکہ اسی انداز کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔

گستاک ہال میں رک گیا اور پھر اس نے ایک الماری کی گرد جھاڑی اور اس میں سے ایک لفافہ اٹھا لیا جو چمڑے کا تھا۔ اس میں اس نے ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ پھر اس نے کاغذ میرے حوالے کر دیا۔

''پڑھو۔ اسے پڑھو۔'' اور یونانی زبان کی ایک تحریر میرے سامنے آ گئی۔

''تم اسے پڑھ کر سناؤ گستاک۔'' میں نے کہا۔

''سنو..... اے شہنشاہ..... وے فیقلولہ کے محافظ سن۔ کہ میں اشلاک اور بحرون کو متر د کرنوں میں سے ایک ایک کرن سے واقف ہوں۔ میں ان کرنوں سے پھوٹنے والی کہانیاں پڑھنے کا ماہر ہوں..... اور سن کہ یہ دونوں ستارے مجھے کیا کہانیاں سناتے ہیں..... اے نانیوس عظیم..... مجھے عزت دے کہ وہ شخص میرا دوست ہوگا جو تیری تقدیر سے استردن اور بدروج کی نحوست مٹائے گا اور جو تیری سلطنت کی ایک عظیم شخصیت ہوگا۔ تو اے شہنشاہ مجھے میرا مقام دے۔ میں عزت وخلعت کا مستحق ہوں۔

تو پوچھا شہنشاہ نے کہ کہاں ہے وہ شخص۔ اور میں نے اشلاک کی کرنوں میں اسے ڈھونڈ نکالا۔

بہت سے چاند گزریں گے۔ تب وہ سمندر کے ایک سوراخ سے برآمد ہوگا..... اور انوکھی خبر لائے گا۔''

''تو کیا خوبی ہوگی اس میں۔؟'' سوال کیا اس زیرک نے تو جواب دیا یوں میں نے۔

''وہ سرتاپا خوبیوں کا مالک ہوگا..... کہ آگ اسے نہیں جلاتی..... کہ پانی اس کا محافظ ہے کہ طاقتیں اس پر شرمندہ ہوں گی..... اور اس کا بدن سنہرا چمکدار ہوگا..... اور موت اس کی دوست ہوگی کہ دوست دوستوں کا نقصان نہیں پہنچاتے۔''

تو جواب دیا شہنشاہ نے..... کہ اے شخص وہ کہاں ہے..... اسے میرے سامنے لا۔ تب بلاشک تو مستحق ہوگا عزت وخلعت کا..... اور وعدہ کرتا ہوں کہ حق دوں گا تجھے تیرا۔ اور درباری ہنس پڑے۔

وہ تحریر ہے سنہری بدن والے..... کیا آگ تجھے جلاتی ہے..... کیا پانی تجھے ڈبوتا ہے..... جواب دے مجھے کیا میرا علم جھوٹا ہے۔؟''

''یہ علم تو نے کہاں سے پایا گستاک۔؟''

''مجھے میرے باپ نے دیا۔ مرتے وقت اس نے میرا ہاتھ ستاروں کی طرف بلند کر کے کہا کہ ستاروں۔ دوست رہنا اس کے..... تعاون کرنا اس سے تو اشلوک اور بحرون مسکرا دیئے اور میرا باپ خوش ہو کر مر گیا۔''

''تو ستارہ شناس ہے۔؟''

''ہاں میرے دوست۔ میرے محسن یہی دو ستارے ہیں۔''

''بے شک تو میرا دوست ہے..... کیا تو اپنے باپ کی مانند مجھے ستاروں کا فن دے گا۔؟''

''افسوس..... میرا تعلق صرف انہی دو ستاروں سے ہے لیکن نیقلولیہ میں تجھے ایسے ہزاروں ستارہ شناس مل جائیں گے جو تجھے بہت کچھ دے سکیں گے۔''

''کیا یہ ستارہ شناسوں کی زمین ہے۔؟''

''اس سے آگے تجھے علم وحکمت کے خزانے ملیں گے۔ میں ناچیز کیا حیثیت رکھتا ہوں۔''

''آہ۔ علم وحکمت کی اس سرزمین کی حفاظت تو میرا فرض اولین ہے۔ میں اسے نہ مٹنے دوں گا اور اے شخص میں نے تیری دوستی قبول کی۔ بے شک میں وہی کروں گا جس میں تیری بہتری ہوگی۔''

''کیا یہی الفاظ نہ تھے بحروں کے...... کیا یہی نہ بتایا تھا اس نے مجھے؟'' گستاک خوش ہو کر بولا۔

''انہوں نے تجھے بہت کچھ بتایا ہوگا لیکن مجھے پہلے کچھ کھانے کو دو۔ میں بھوک محسوس کر رہا ہوں۔ ہاں اس عمارت میں تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔؟''

''مجھ پاگل کے ساتھ کسی نے رہنا پسند نہیں کیا۔ مذاق اڑانے والوں کا خیال تھا کہ ایک دن یہاں سے میری لاش سے تعفن اٹھ رہا ہوگا اور وہ کبھی نہیں آئے گا جس کا مجھے انتظار تھا۔''

''ہوں۔'' میں نے اس ستارہ شناس کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھا۔ بہر حال وہ قابل قدر تھا اور میں دل سے اس کی عزت کرنے لگا تھا۔ تب اس نے بہت سی الماریوں سے کھانے پینے کا باسی سامان نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ گو کھانا لذیذ نہ تھا تاہم میں نے اسے کھا لیا اور پھر میں نے اس سے پوچھا۔

''اب ہمیں کیا کرنا چاہئے گستاک؟''

''رات کو اپنے محسنوں سے مشورہ کریں گے۔ اس کے بعد کوئی قدم اٹھائیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ اس وقت تک میں آرام کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''کیا یہ جگہ تیرے لئے مناسب ہے؟''

''ہاں۔ ٹھیک ہے۔ میں آنکھیں بند کر کے دراز ہو جاتا ہوں۔ تاریکی پھیلنے پر مجھے اٹھا دینا۔'' اور اسی فطرت کا مالک تھا میں پروفیسر...... مجھے احمق تھیوڈوس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں تو اب تائیرس...... بلکہ فی الحال تو گستاک کا ساتھی تھا۔ چنانچہ میں آرام کرنے لیٹ گیا اور اس وقت جاگا جب گستاک زور زور سے میرا شانہ جھنجھوڑ رہا تھا۔

''آسمان پر کہکشاں رقصاں ہے۔ میرے دوست حیران نگاہوں سے مجھے تلاش کر رہے ہیں...... آ...... ان سے ملاقات کریں...... اور ہاں میں نے تیرے لئے عمدہ خوراک کا بندوبست کیا ہے۔''

میں اٹھ گیا...... اور میں نے گستاک کے ساتھ آخری بلندی کی سیڑھیاں بھی طے کیں اور کھلی ہوا میں پہنچ گیا۔ میرے دوست نے ستارہ شناسی کے لئے بہت عمدہ جگہ منتخب کی تھی۔ آسمان پر چاند اٹکا ہوا تھا۔ ستارے بکھرے ہوئے تھے۔ دور دور تک فیقلولیہ کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس ٹھنڈے اور حسین منظر کو دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔

اور پھر میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں میرے دوست گستاک نے کہا۔ یہاں پھل اور شراب رکھی ہوئی تھی۔ میرے دوست نے جام بھرے اور مجھے پیش کئے۔ تب اس نے ستاروں کی طرف انگلیاں اٹھائیں...... اس کے سامنے کاغذ اور روشنائی رکھی ہوئی تھی جو اس دور میں رائج تھی۔

''اشلاک اور بحران کہاں ہیں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''چاند کی انتہائی بائیں جانب۔ ان نیلگوں روشنی والے دونوں ستاروں کو دیکھ جن کی مسکراہٹ عسطرہ کی مسکراہٹ سے زیادہ حسین ہے۔''

اور اربوں ستاروں کے درمیان بھی میری نگاہوں نے ان ستاروں کو تلاش کر لیا۔ ستاروں سے میری بھی دوستی تھی لیکن ابھی گستاک کے سامنے میری کوئی حیثیت نہ تھی۔ ستارے مجھے دیکھ کر شناسائی کے انداز میں مسکرا دیئے۔

''تو کیا کہتا ہے تیرے اشلاگ نے تجھ سے میرے بارے میں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''یہی کہ..... تو ایک ایسا انسان ہوگا جس کا زائچہ زمین پر موجود نہ ہوگا۔''

''وہ کیوں؟''

''اس لئے کہ تیری عمران ستاروں کی طرح ہے...... طویل...... اور اندازے سے دور۔''

''تیرا کیا خیال ہے؟''

''میرا اعتماد ستاروں پر ہے۔''

''گویا تیرے خیال سے میری عمر بہت طویل ہے۔''

''ستاروں کی زبان میں۔''

''کتنی ہوگی میری عمر...... کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے؟''

''اتنی گزر چکی ہے کہ انسانی ذہن اسے قبول نہیں کرے گا..... اور اتنی باقی ہے کہ انسانی ذہن اس کا تعین نہیں کر سکتا۔'' گستاک نے ایک خوبصورت جواب دیا۔

''لیکن کیا تجھے اس پر یقین ہے؟''۔

''اس کا اظہار کر چکا ہوں۔''

''کیا اس سے قبل بھی تیرے علم میں ایسی لمبی عمر والے آئے ہیں؟''

''نہیں۔''

''پھر تجھے ستاروں کے بیان پر حیرت نہیں ہے؟''

''حیرت اپنی جگہ...... یقین اپنی جگہ۔''

''اور کیا کہا ہے تیرے دوستوں نے تجھ سے میرے بارے میں۔؟''

''یہی کہ آگ تیری دوست ہے...... پانی تیرا محافظ ہے اور تو انوکھا انسان ہے ان عام انسانوں سے جو روئے زمین پر ملتے ہیں۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی پھر میں نے کہا۔'' تو گستاک پوچھ اپنے ان دوستوں سے کہ میں کس لئے آیا ہوں۔''

''میرے دوست مجھے مایوس نہ کریں گے۔'' گستاک نے بڑے اعتماد سے کہا اور ستاروں پر نگاہ جما دی۔ پھر وہ روشنائی سے کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا اور پھر چونک پڑا۔

''اوہ.... اوہ.... تو کس رنگ میں سامنے آیا ہے.....اوہ.....کیا تیرا یہ رنگ تشویشناک نہیں ہے؟''

''کیا مطلب؟''

''کیا تائیورس کے دشمن کا بیڑہ قریب موجود نہیں ہے.....؟'' اور پروفیسر! میں سخت حیران رہ گیا۔ پھر میں نے کہا۔

''وہ دشمن کون ہے؟''

گستاک نے لکیر دیکھی.....اور بولا۔''تھیوڈوس۔ بحری قزاق۔ سنگدل شخص۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ مجھے ایک نیا تجربہ ہو رہا تھا۔

''میرے بارے میں کیا کہتے ہیں تیرے دوست۔؟''

''یہی کہ تو دوست کی حیثیت سے اس زمین پر نہیں آیا لیکن اس کے باوجود تو دوست ہے۔''

''وہ کیسے؟''

''تیرا ذہن یہاں آ کر بدل گیا ہے۔''

''تو ٹھیک کہتا ہے میرے دوست گستاک۔ لیکن سن۔ میری دوستی تیرے شہنشاہ کو بہت فائدہ پہنچائے گی لیکن شرط یہی ہے کہ تو مجھے ستارہ شناسی سکھائے گا۔''

''میرے مخلص۔ میں اپنا سارا علم تجھے دے دوں گا بلکہ بھروسہ کر میرے اوپر کہ تائیورس تجھ سے فائدہ حاصل کر کے تیرا دوست بن جائے گا اور پھر بڑے بڑے کامل فن تیرے استاد ہوں گے۔''

''تو مجھے تائیورس سے کب ملا رہا ہے؟''

''کل.....کل صبح ہی شان سے تائیورس کے محل کی طرف جاؤں گا اور تو میرے ساتھ ہوگا۔''

''میں صبح کا منتظر ہوں۔'' میں نے کہا۔

اور پھر دوسری صبح پروفیسر..... گستاک اپنی کمین گاہ سے نکلا۔ اس نے کمین گاہ کی ایک دیوار توڑی تو لوگ حیران رہ گئے۔ اس عمارت کے دوسری طرف ایک بھرا ہوا بازار تھا جہاں خوبصورت لوگ خریداری میں مصروف تھے۔ یہ بات میرے علم میں تھی کہ اہل فیقلولیہ کو تھیوڈوس کی آمد کی اطلاع ہے لیکن یہاں کے لوگ اس خوفناک شخص سے ذرا بھی خوفزدہ نہیں معلوم ہوتے تھے۔

ہمیں دیکھ کر لوگوں کا مجمع ہو گیا۔''آہ..... گستاک..... کیا تیرا چلہ پورا ہو گیا۔ حیرت ہے کہ تو ابھی تک زندہ ہے مگر تیرے ساتھ یہ کون ہے۔ اوہو۔ کیا انوکھا شخص ہے؟ اس کا بدن کیسا چمکدار ہے۔''

''ارے لوگوں۔ گستاک نے کہیں اسی چمکدار اجنبی کے بارے میں تو نہیں کہا تھا۔''

''اس بند عمارت میں یہ اجنبی کہاں سے آ گیا۔؟''

''تو کیا اس ستارہ داں کی پیش گوئی درست تھی۔؟''

بہت سی آوازیں ابھر رہی تھیں اور گستاک کے چہرے پر فخر کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔

''اے گستاک۔ سچ بتا۔ کیا یہی وہی شخص ہے جس کے بارے میں تو نے کہا تھا۔''

''تم خود دیکھ لو۔ روشن آنکھ کے اندھو۔ کیا اس میں سر مو فرق ہے۔ کیا یہ میرے الفاظ کی ہو بہو تصویر نہیں ہے؟''

''ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔ کیا تو اب شہنشاہ تائیورس کے حضور جا رہا ہے۔؟''

''ہاں۔ میں اس سے اس کا وعدہ پورا کراؤں گا۔''

''ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ستارہ شناس۔ بے شک تیرے باپ نے تجھے عمدہ فن دیا تھا۔ بلاشبہ تو زیرک و دانا ہے۔'' لوگوں نے عقیدت سے کہا اور پھر حیرت زدہ مجمع ہمارے پیچھے چل پڑا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تائیورس کے محل کے باہر تھے۔ لیکن محل سے دور تائیورس کے خادموں نے ہمیں روک لیا۔ وہ لوگ بھی گستاک کے واقف کار معلوم ہوتے تھے۔

''کہاں جا رہے ہو گستاک۔؟''

''شہنشاہ تائیورس کو میری آمد کی اطلاع دو۔''

''تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟''

''میری پیش گوئی۔''

''بے شک تمہاری کھینچی ہوئی تصویر ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے لیکن ستارہ شناس، کیا ستاروں نے تمہیں نہیں بتایا کہ تائیورس محل میں نہیں رہتا..... اور کیا تمہیں اس بند عمارت میں یہ نہیں معلوم اور فیطلو لیہ آج کل تشویش کا گھر ہے۔؟''

''نہیں۔ اس لئے کہ میری توجہ اس طرف نہ تھی۔''

''تو ہم سے سنو۔ تم اس وقت تائیورس سے نہ مل سکو گے۔ وہ سمندر کی آنکھ میں ہے۔''

''میں وہیں جاؤں گا۔'' گستاک نے کہا اور واپس پلٹ پڑا۔ حیرت زدہ لوگ مجھے دیکھ رہے تھے..... گستاک میرے ساتھ پلٹ پڑا..... اور اب اس کا رخ دوسری سمت تھا۔

میں دلچسپی سے اس خوبصورت شہر کی بناوٹ دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ جزیرہ سبزے، درخت اور پھولوں کا جزیرہ تھا..... چھوٹے چھوٹے خوشنما بازار۔ سڑکیں، گلیاں، مکانات، صاف ستھرے..... اہل شہر کے ذوق کے مظہر، صاف ستھرے لوگ، خوبصورت عورتیں اور پیارے پیارے بچے..... بدنصیب تھیوڑوس اس گلزار کو تباہ کرنے آیا ہے۔

نہیں نہیں..... سمندر کے ویرانوں کا رہنے والا اس گلزار کی قدر کیا جانے؟ میں اس کی حفاظت کروں گا اور یوں بھی یہ علم و فن کا دفینہ میرے

لئے بڑی حیثیت رکھتا ہے..... سو میرا ذہن پلٹ گیا..... پروفیسر.... اور میں نے تھیوڑوس کے بارے میں برے انداز سے سوچنا شروع کر دیا.....
ہمیں ایک طویل فاصلے طے کرنا پڑا۔ تب ہم سمندر کی آنکھ تک پہنچ سکے..... یہ ایک مینار نما عمارت تھی جو کافی بلند تھی..... اس جزیرے میں، میں نے ایک خاص بات دیکھی، شہنشاہ کا عظیم الشان محل تھا۔ پہرے دار تھے، ہر طرح سے حکمراں کی اہمیت تھی لیکن شہر کے عام انسانوں کو شہنشاہ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی..... یہاں حفاظت اور خوف کی فضا نہ تھی..... جیسے شہنشاہ کا کوئی دشمن ہی نہ ہو۔

جس عمارت کو سمندر کی آنکھ کہا گیا تھا اس کے باہر بھی چند لوگ موجود تھے۔ گستاک کو شاید جزیرے کے سبھی لوگ پہچانتے تھے ممکن ہے ایک سنکی انسان کی حیثیت ہے..... یہاں بھی لوگوں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔☆

''اوہ..... گستاک تمہاری قید ختم ہوئی.....؟'' ایک شخص نے کہا۔

''تائیورس کو میری آمد کی اطلاع دو.....'' گستاک نے اکڑ کر کہا۔

''شہنشاہ اس وقت مصروف ہیں..... کیا اس کے باوجود تم اسے تکلیف دینا پسند کرو گے۔؟''

''اسے سلامتی کی دعا دو..... اور کہو کہ گستاک اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے..... اگر وہ بہت مصروف ہے تو آئندہ ملاقات کا وقت دے۔''

''جاؤ بھئی..... گستاک کا پیغام شہنشاہ کو دو.....'' ایک شخص نے دوسرے سے کہا اور دوسرا آدمی عمارت کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا..... اسے واپسی میں خاصی دیر لگ گئی تھی۔

''ہر چند شہنشاہ کی توجہ سمندر کی طرف ہے..... لیکن گستاک کا نام سن کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے فوراً اسے طلب کر لیا ہے۔''

''آؤ.....'' گستاک اکڑ کر بولا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ پہریداروں نے مجھے بھی روکنے کی کوشش نہیں کی تھی..... اس مینار نما گول عمارت میں بھی مخصوص طرز کی سیڑھیاں تھیں۔ جن کے ذریعے ہم بہت زیادہ بلندی تک پہنچ گئے اور سیڑھیوں کا اختتام ایک انتہائی حسین طرز کے سجے ہوئے ہال میں ہوا تھا۔

یہاں تائیورس موجود تھا..... اس کے ساتھ کئی تجربے کار بوڑھے اور چند نوجوان تھے..... دراز قامت اور وجیہہ شخصیت کے حامل نوجوان تائیورس نے گستاک کو دیکھا اور مسکرا پڑا..... پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی مسکراہٹ کافور ہو گئی۔

''ارے، دیکھنا..... سارزوس..... ایلپاس..... یہ اجنبی کون ہے۔؟'' وہ حیرت بھری آواز میں بولا اور اب ساری نگاہیں مجھ پر چسپاں تھیں۔
رب یزدر کی قسم۔ رب ارزاس کی قسم..... یہ تو ہو بہو وہی ہے..... جس کی تصویر گستاک نے کھینچی تھی..... اے شخص کیا تو نے اسے اس مینار میں تیار کیا ہے جس میں دروازے نہ تھے۔؟'' ایک نوجوان نے کہا۔

''نہیں.....'' تائیورس کی آواز گونجی۔ ''تم..... اس کی شان کے خلاف کچھ نہ کہو گے۔'' اور نوجوان شرمندہ ہو گیا۔ تب تائیورس نے گستاک سے نرمی سے کہا۔ ''معزز گستاک بیٹھو۔ گو میں اس وقت بے حد مصروف ہوں..... لیکن اس کے باوجود اس اجنبی کے بارے میں جاننا پسند

کروں گا جو تمہارے قول کے مطابق ہے۔''

''میں نے پورے اٹھارہ چاند اس کے انتظار میں گزارے ہیں..... راب ارزاس کی قسم یہ وہی ہے جس کی میں نے پیش گوئی کی تھی۔''

''کیا یہ سمندر سے برآمد ہوا ہے۔؟''

''ہاں..... سمندر کے علاوہ اور کہاں سے آتا..... میرے علم نے مجھے یہی بتایا تھا۔'' گستاک نے کہا۔

''اور تم نے جو کچھ کہا تھا، اس پر پورا اترتا ہے۔؟''

''اترے گا..... جب میرے علم نے ایک بار مجھ سے دغا نہیں کی، تو کبھی نہیں کرے گا۔''

''اجازت ہو تو اس نوجوان سے بھی کچھ گفتگو کرلوں۔؟''

''ضرور..... ضرور..... یہ میری بات کی تصدیق کرے گا۔'' گستاک نے کہا۔

''ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا گستاک کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہم اپنے طور پر اس نوجوان سے گفتگو کریں گے۔''

''تیرا شکریہ تائیورس..... لیکن کیا تو اب بھی میرے کمال کا اعتراف نہیں کرے گا۔؟''

''ہم بہت جلد تیرے اعزاز کا اعلان کردیں گے۔'' تائیورس نے کہا اور گستاک خوشی سے پھولا نہیں سمایا۔''بس اب تو جاسکتا ہے۔''

''اوہو۔ لیکن میرا دوست.....؟ کیا وہ میرے ساتھ نہیں جائے گا۔؟''

''تیرا دوست ہمارے پاس تیری امانت ہے..... ہم اسے واپس کردیں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔''

''اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا''۔

''تو اطمینان رکھ.....'' نرم دل تائیورس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں نے سوچا جو شخص اتنا نرم دل، اتنی نفیس طبیعت کا مالک ہو۔ وہ زیرک اور ذہین تو ہوسکتا ہے..... برا ہرگز نہیں..... چنانچہ تائیورس نے میرے ساتھ نرمی کا ثبوت دیا۔

''چمکدار شخص تیرا نام کیا ہے۔؟''

''بیکارا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کہاں کا باشندہ ہے۔؟''

''کائنات کا۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب۔؟''

''کوئی سرزمین میرا وطن نہیں ہے۔ جہاں قدم اٹھ گئے..... تو مجھے دنیا گرد سمجھ لے تائیورس۔''

''لیکن گستاک کا کہنا ہے کہ تو سمندر سے برآمد ہوا ہے۔؟'' تائیورس نے کہا۔

''اس کا کہنا درست ہے۔''

''پھر بھی..... تو کہیں پیدا ہوا ہوگا..... تیرے والدین تیری بستی کے دوسرے لوگ بھی ہوں گے۔؟''

''جیسا کہ گستاک نے کہا..... تیری دنیا نجوم کی دنیا ہے..... اپنے عالموں سے پوچھ..... کیا میں نے غلط کہا۔''

''میں نے تیرے اوپر دروغ گوئی کا الزام نہیں لگایا..... لیکن..... تیری باتیں بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہیں.....'' تائیورس نے کہا اور پھر مجھے بیٹھنے کے لئے ایک نشست پیش کی۔

''میں ایک آوارہ گرد ہوں..... دنیا دیکھ رہا ہوں اور بس..... اس کے علاوہ میری اور کوئی حیثیت نہیں ہے۔''

''کیا تو بتائے گا کہ سمندر میں تو کیا کر رہا تھا۔؟''

''میں تیرے دشمن تھیوڈوس کے ساتھ یہاں تک پہنچا ہوں.....'' میں نے کہا اور وہاں جتنے لوگ موجود تھے، سب چونک پڑے، خود تائیورس کے چہرے میں بھی تبدیلیاں نظر آ رہی تھیں..... اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر دوسروں کی طرف..... تب اس نے خود پر قابو پا کر سوال کیا۔

''تھیوڈوس سے تیرا کیا تعلق ہے۔؟''

''تھیوڈوس مجھے اپنے وفاداروں میں سمجھتا ہے۔''

''اور..... تو۔؟''

''میں دنیا ساز ہوں..... مجھے تھیوڈوس کی ذات سے دلچسپی ہوئی چنانچہ میں نے اسے رام کر لیا۔ اب میں اس احمق کو کیا کہوں جس نے مجھے اپنا آلہ کار بنانا چاہا..... جبکہ میں تو صرف ایک محقق ہوں۔''

''رب ارزاس کی قسم..... تیری گفتگو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ تو انوکھا انسان ہے۔'' تائیورس نے گردن جھٹک کر کہا۔

''سن تائیورس..... مجھے غور و خوض کے بعد ایک بات بتا..... میں ایک اجنبی شخص ہوں تیرے لئے..... لیکن اگر میں تجھ سے کہوں کہ میں تیرا دوست ہوں، گو تیرے دشمن کے پاس آیا ہوں۔ تو کیا تو یقین کر لے گا۔؟''

''تو سن اے اجنبی..... میں نے دیوتا ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ میں ایک فانی انسان ہوں..... دیوتاؤں جیسا ظرف اور دیوتاؤں کی سی قوت نہیں رکھتا..... تو ایک کمزور انسان ہونے کی حیثیت سے میں خود میں یہ ہمت نہیں پاتا کہ تیرے اوپر بھروسہ کر لوں..... ہاں..... میں قرطیس کے علم پر بھروسہ رکھتا ہوں کہ یہ اس جزیرے کا سب سے بڑا نجوم داں ہے..... اگر وہ تیرے بارے میں مجھے بھروسہ دلا دے تو میں آنکھیں بند کر کے تجھ پر یقین کر لوں گا۔'' تائیورس نے جواب دیا۔

''تو سب سے پہلے تو اس شخص سے مشورہ کر۔ میرے اور تیرے درمیان گفتگو اس وقت مناسب رہے گی۔'' میں نے جواب دیا۔ اور تائیورس ایک سفید ریش بوڑھے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیا تو میری مدد کرے گا قرطیس۔؟'' تائیورس نے پوچھا۔

''میں حاضر ہوں''۔۔۔۔سفید ریش بوڑھے نے کہا۔ اور پھر اس نے ایک تختی پر اپنا حساب کتاب شروع کر دیا۔ میں دلچسپی سے بوڑھے کو دیکھ رہا تھا۔ اور پروفیسر اس کے بعد اس بوڑھے کی زبان سے جو کچھ سنا۔ اس نے مجھے سخت حیران کر دیا۔

''تائیورس اعظم۔ میرا علم جو کچھ بتاتا ہے۔ ممکن ہے وہ تیرے لئے باعث الجھن بن جائے۔''

''اس کے باوجود میں سننا چاہتا ہوں قرطیس۔''

''سو سن۔۔۔۔ چادر فلک پر اس شخص کا کوئی ستارہ نہیں ہے۔ یوں اس کی حیثیت انسانوں سے جدا ہو جاتی ہے لیکن جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ایک باہوش اور مکمل انسان ہے۔ ہم نے اسے انسان ہی پایا ہے، چاند سورج اور ستاروں کی کرنوں سے اس کے پیکر کو چھو کر اس کا زائچہ بھی تیار کیا ہے۔ لیکن وہ اس کا ماضی بتانے سے معذور ہیں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے قرطیس۔'' تائیورس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

''ستارے یہی کہتے ہیں۔۔۔۔ البتہ اس کا زائچہ میں بتا سکتا ہوں۔''

''وہ کیا ہے۔؟'' تائیورس نے پوچھا۔

''جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہ دنیا کا سب سے انوکھا انسان ہے اور جیسا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں باہوش ہوں اور اپنے علم سے ہمیشہ کا مخلص۔۔۔۔ سو۔۔۔۔ میں نے اپنے علم سے معلوم کیا اس کو۔۔۔ اور سن تائیورس اس انوکھے انسان کی کہانی کہ صدیاں اس کی آنکھوں میں رچی ہوئی ہیں۔۔۔ ہاں تائیورس۔۔۔ اس کا نام میکارانہیں ہے۔۔۔۔ نہ ہی اس کا نام تھا اور نہ ہی اس سے قبل کے نام اس کے اپنے تھے، صدیوں نے اسے مختلف نام دیئے ہیں اور حیرت ہے کہ اس کے جسم کی غذا آگ ہے، آگ۔۔۔ اس کی زندگی کو حرارت بخشتی ہے اور یہ جوانی حاصل کرتا ہے۔۔۔۔ لیکن یہ دیوتا نہیں ہے۔۔۔ رب ارز اس کی قسم یہ دیوتا نہیں ہے۔'' قرطیس نے کہا۔

''پھر یہ کیا ہے قرطیس۔؟''

''میرا علم یہ جواب نہیں دیتا۔'' قرطیس نے بے بسی سے کہا۔

''یہ درست ہے کہ یہ سمندر سے برآمد ہوا ہے۔؟''

''ہاں۔۔۔۔ گستاک نے اسے سمندر سے پایا ہے اور اسی سوراخ سے، جس میں وہ اس کا منتظر تھا۔''

''گویا گستاک کا بیان درست اور اس کا علم سچا ہے۔؟''

''ہاں۔۔۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''تو میرے دوست۔۔۔ میرے انوکھے مہمان۔۔۔ اب میں تجھ سے سکون سے گفتگو کر سکتا ہوں، گو قرطیس کے بیان پر مجھے حیرت ہے۔۔۔۔ لیکن بہر حال مجھے انوکھے لوگ پسند ہیں۔۔۔ ہاں تو نے یہ کیا کہا کہ تو تھیوڈوس کا ساتھی ہے۔''

''تجھ سے گفتگو کرنے سے قبل میں ایک سوال تجھ سے کروں گا تائیورس۔''

''ضرور...... میں خلوص سے تیرے سوال کا جواب دوں گا۔''

''اول...... کیا تجھے اپنے منجم قرطیس پر اعتماد ہے۔؟''

''خود سے زیادہ۔'' قرطیس نے جواب دیا۔

''گویا تو اس کے بیان سے مطمئن ہے۔''

''دعویٰ کرتا ہوں کہ اس کا علم غلط نہیں ہو سکتا۔''

''یہ تیری نیک نیتی کی دلیل ہے کہ اپنے ساتھیوں پر بھروسہ کرتا ہے۔ تو سن لے کہ میں جو کچھ تجھ سے کہوں گا اس میں بال برابر جھوٹ نہیں ہے۔ چونکہ تیری دنیا سے مجھے اتنی دلچسپی نہیں ہے کہ میں اس کے لئے ان لوگوں کے سامنے جھوٹ بولوں...... جو مجھ سے کمتر حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے میں جب کہتا ہوں کہ میں سچ بول رہا ہوں تو میں صرف سچ بولتا ہوں۔''

''میں تیری باتوں پر بھروسہ کروں گا۔'' تائیورس نے کہا۔

''میں تیرا دوست ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''سن میں سمندر میں سو رہا تھا جب میری آنکھ کھلی تو میں ان سمندری چٹانوں میں تھا جہاں سمندر کی انوکھی مخلوق رہتی ہے۔ لیکن ان کی دنیا مجھے پسند نہ آئی...... اور میں سمندر میں سفر کرنے لگا۔ تب مجھے تھیوڈوس کے جہاز نظر آئے اور چونکہ میں آوارہ گرد ہوں...... مجھے نئے نئے جہان دیکھنے کا شوق ہے چنانچہ میں تھیوڈوس کے جہازوں کی طرف چل پڑا اور وہاں مجھے ایک ایسے انسان کی حیثیت سے قبول کر لیا گیا جو سمندر میں ڈوب رہا تھا۔

میں نے وہاں اپنی شخصیت کا پرچار نہیں کیا، بلکہ ایک سادہ سی زندگی گزار دی...... اور اسی دوران مجھے معلوم ہوا کہ تھیوڈوس فیقلولیہ نامی کسی جزیرے پر حملہ کرنے جا رہا ہے...... تب میں نے تھیوڈوس کے بارے میں پوری تفصیل معلوم کی...... مجھے اس بحری قزاق سے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن وہ مجھ میں دلچسپی لینے لگا...... اور اس نے میرے اوپر بہت بھروسہ کر لیا...... یوں ہم فیقلولیہ تک پہنچ گئے...... اور وہاں سے چار کشتیاں یہ دیکھنے چل پڑیں کہ سمندر کی دیوار نے اپنا حصار کہاں ختم کیا ہے، سو کشتیاں سطح سے بلند ہوئیں اور ان پر بیٹھے ہوئے لوگ پانی کی نذر ہو گئے اور یہ ماجرا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا...... یہ بات میں کیسے فراموش کر سکتا تھا...... چنانچہ میں نے تھیوڈوس کو پیشکش کی کہ میں کشتیوں کے بلند ہونے کا راز معلوم کر دوں گا، جبکہ اس کے دوسرے ساتھی اسے دیوتاؤں کا کارنامہ سمجھ رہے تھے۔ سو میں چل پڑا۔ اور بالآخر میں نے یہ راز معلوم کر لیا۔''

''کیا مطلب......؟'' تائیورس نے درمیان میں دخل دیا۔

''ہاں تائیورس...... میں نے اس کا راز معلوم کر لیا...... اور بلاشبہ تم نے یہ کارنامہ دیوتاؤں کی مانند انجام دیا ہے۔''

''تم نے کیا معلوم کیا نوجوان۔؟'' تائیورس نے بے چینی سے پوچھا''

''سمندر میں بچھائے جانے والے رسیوں کے موٹے جال آسانی سے نہ بچھائے گئے تھے اور پھر ان رسیوں کے سرے کسی ایسی مشین سے لپیٹے گئے جنہیں بے شمار انسان چلاتے ہوں گے۔ اس طرح کشتیاں اوپر اٹھ جاتی ہیں اور نہ صرف کشتیاں بلکہ جتنی موٹی رسیاں ہیں وہ ہلکے پھلکے

جہاز کو بھی ڈبو سکتی ہیں۔"

"اوہ.....اوہ.....لیکن اجنبی..... یہ تو مناسب نہیں ہے کہ تم ان کے بارے میں اس قدر رجانو۔ یہ تو ہمارا مقدس راز ہے۔"

"راز عموماً مجھے معلوم ہو جاتے ہیں۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"اور تم بہر حال تھیوڈوس کے ساتھی ہو۔"

"تھا.....اب نہیں ہوں۔"

"مجھے معاف کرنا میرے دوست۔ اس معاملے میں، میں کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔" تائیورس نے کہا۔

"میرے اوپر بھروسہ کرنا ہو گا تائیورس۔ کیونکہ لوگ عموماً میرے معاملے میں بے بس ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمہیں گرفتار کرنا پڑے گا اور اس وقت تک بند رکھنا ہو گا جب تک تھیوڈوس یہاں سے شکست کھا کر واپس نہ چلا جائے"

"میری دوستی اپنا تائیورس۔ تیرے لئے فائدہ مند ہو گی۔ سن میرا مشورہ ہے کہ اس بارے میں اپنے نجومیوں سے گفتگو کر۔ ممکن ہے وہ تیری رہنمائی کریں۔" میں نے کہا۔

بات بگڑ رہی تھی اور میں بہر حال ان اچھے لوگوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا لیکن یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ میں تائیورس کے ہاتھوں قید کی زندگی گزاروں۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں تھی۔

تائیورس میری بات پر غور کرنے لگا۔ پھر اس نے قرطیس سے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے قرطیس۔"

"میرا خیال ہے میں اس کی نیت کے بارے میں اندازہ لگا سکتا ہوں۔"

"تب پھر بتاؤ۔ جلدی بتاؤ۔ مجھے بھی گستاک کے مہمان کو، اس کی امانت کو تکلیف پہنچا کر خوشی نہیں ہو گی۔" اور سفید ریش قرطیس نے پھر اپنا حساب کتاب شروع کر دیا۔ وہ تختی پر آڑی ترچھی لکیریں بناتا رہا اور کافی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔

"کیا میں اس کے سامنے ہی کچھ کہوں تائیورس؟"

"ہاں قرطیس۔ تم جانتے ہو کہ میں مصلحتوں کا قائل نہیں ہوں۔ براہ راست اقدام کرتا ہوں اور مکمل کر کرتا ہوں اس لئے جو کچھ ہے اس کے سامنے کہو۔ تاکہ اس کے دل میں کوئی خیال نہ رہے۔"

"تو سن اے تائیورس..... کہ اس نے جو کچھ کہا ٹھیک کہا۔ بلاشبہ اس کی نیت میں کھوٹ نہیں ہے۔ یہ ہماری زمین کے علم و فن سے متاثر ہے اور اس کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہے اور اگر اس سے آگے کی بات سننا چاہتا ہے تائیورس، تو وہ بھی سن۔ اگر اس سے دشمنی مول لی گئی تو یہ تنہا ہی فیقاد لیہ کے لئے خطرہ عظیم بن سکتا ہے اور اس وقت حالات سنبھالے نہ سنبھل سکیں گے۔"

''ہوں۔'' تائیورس نے گردن ہلائی۔ چند ساعت آنکھیں بند کئے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔'' میکارا۔ بھروسہ کر میری بات پر کہ میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ لیکن جو کچھ قرطیس نے کہا اس پر یقین ہے مجھے۔ اور میں تجھے اپنوں میں تسلیم کرتا ہوں خواہ اب تو میرے خلاف کچھ کرے۔ تو میرے دوست آ۔ ہم دوستی کی رسم ادا کریں۔''

اس نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔ اور پھر مجھے سینے سے لپٹا لیا۔ ... میں نے بھی دل صاف کر لیا تھا۔ چنانچہ ہم دوستوں کی مانند گلے ملے اور پھر ایسا لگا جیسے تائیورس نے سارے خدشات ذہن سے دور کر دیئے ہوں۔ اس نے گہرے دوستوں کا سا سلوک کیا میرے ساتھ۔

''بلاشبہ تو بے حد ذہین ہے میکارا۔ لیکن اگر تجھے پسند نہ ہو تو میں کسی دوسرے نام سے تجھے پکاروں۔؟''

''نہیں۔ مجھے ناموں سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔''

''تو نے رسیوں کا راز کیسے جانا.....؟ اور تو کیسے اس خوفناک سمندر سے بچ کر دیوار تک پہنچا۔؟''

''اس کے لئے میرے تیز چھرے نے بہت سی آدم خور مچھلیوں کو ٹھکانے لگایا۔ اور جب سمندر میں ان کا خون بکھر گیا تو انہوں نے میرا تعاقب چھوڑ دیا۔''

''خوب۔ خوب۔ تو بے حد دلیر ہے۔ لیکن تیرے بارے میں جو عجیب کہانی قرطیس نے سنائی ہے وہ تقریباً ناقابل یقین ہے۔ تاہم تو جانتا ہے کہ مجھے قرطیس پر اندھا اعتماد ہے۔''

''میں اس کا کوئی جواب نہ دے سکوں گا۔''

''بہرحال۔ اب میری اور تیری دوستی قائم ہو چکی ہے۔ ہم اعتماد کی فضا میں گفتگو کریں گے۔ کیا تو مجھے تھیوڈ ڈس کے بارے میں مزید کچھ بتائے گا۔؟''

''اس سے قبل تیری اس سے ملاقات نہیں ہوئی تائیورس۔''

''نہیں۔ لیکن میرا باپ اسے تاوان ادا کرتا تھا اور یہ بات مجھے ہمیشہ سے ناپسند تھی۔ میں نے اس ناپسندیدگی کا اظہار اپنے باپ سے کیا تو اس نے مجھے بچوں کی طرح سمجھایا۔ اس نے کہا کہ اس کے بحری بیڑے کی طاقت عظیم ہے۔ ہم چھوٹی سی فوج سے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تب میں نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر میں برسراقتدار آیا تو میں تھیوڈ ڈس کو جزیہ نہیں دوں گا۔

میرا باپ مجھے سمجھاتا رہا لیکن میں نے اس کی بات کو دل سے تسلیم نہیں کیا تھا اور پھر میں نے در پردہ تیاریاں شروع کر دیں۔ میرا باپ تھیوڈ ڈس کو پابندی سے خراج ادا کرتا رہا... اور میں اس کے خلاف تیاریوں میں مصروف رہا اور میں نے یہ محسوس کیا کہ اب میں حکمت عملی سے کام لے کر تھیوڈ ڈس سے مقابلہ کر سکتا ہوں .... لیکن افسوس..... میرے باپ کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ تھیوڈ ڈس کی شکست دیکھے بغیر مر گیا۔''

''مجھے تھیوڈ ڈس کی ساری قوت کا علم ہے تائیورس۔''

''نہیں... لیکن میں اپنی قوت اور دیوتاؤں کی مدد پر بھروسہ رکھتا ہوں۔''

''کیا تو مجھے اپنی قوت کے بارے میں بتائے گا۔؟''

''ضرور...... لیکن اس وقت جب تو مجھے تھیوڈوس کی قوت کے بارے میں بتائے گا۔''

''یہ تو میرا فرض ہے۔ سن۔ تیرے سامنے تھیوڈوس کے جہاز پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک ایک جہاز میں کئی کئی سو انسان ہیں۔ سب کے سب جنگجو ہیں اور جدید ہتھیاروں سے مسلح ہیں''

''کیا اس کے پاس بڑے بڑے پتھر پھینکنے والی مشینیں ہیں۔؟''

''ہاں۔ وہ مشینیں اس نے بلندی پر نصب کی ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ بہر حال وہ سمندر میں ہے اور ہماری حدود میں داخل نہ ہونے پائے گا۔ ہاں تو مجھے اس کی پوشیدہ کے بارے میں بتا رہا تھا۔''

''تو چالاک ہے تائیورس۔ میں نے کسی پوشیدہ قوت کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں تھیوڈوس کے حالات تجھے بتا سکتا ہوں۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ کسی خشک جگہ پر قبضہ کر کے اپنی ایک سلطنت تیار کرے۔ اور پھر اس کے جنگجو سپاہی قرب وجوار کے جزیرے فتح کر کے ایک بڑی قوت بن جائیں اس لئے اس نے اپنا لوٹ مار کا مال ایک جگہ جمع کیا ہے اور وہیں اس کی پوری قوت موجود ہے۔''

''اور۔ شکریہ میرے دوست۔ یہ میری معلومات میں اضافہ ہے اور میرا خیال ہے کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔''

''تاہم۔'' میں نے کہا۔'' کیا تم اس موجود بحری بیڑے سے نمٹنے کی قوت رکھتے ہو۔؟''

''مجھے دیوتاؤں پر بھروسہ ہے۔'' تائیورس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ اور میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ان دیوتاؤں نے یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ شکر ہے مجھے ابھی دیوتا نہیں بنایا گیا تھا ورنہ عموماً میری حیثیت یہی رہتی تھی۔ بہر حال ان دیوتاؤں کی صحیح تعداد مجھے آج تک معلوم نہیں ہو سکی پروفیسر...... نہ ہی میں ان کے وجود سے آگاہ ہوں''

''کیوں؟ تم نے نیمون دیوتا کی زیارت کی تھی۔'' پروفیسر خاور نے کہا۔

''میں تم سے اسی سوال کا متوقع تھا۔ میرا خیال ہے تمہارے الفاظ میں جو حقیقت چھپی ہوئی ہے وہی ان دیوتاؤں کی حقیقت ہے۔ تہذیب پرورش پا رہی تھی لیکن اذہان پوری طرح جوان نہیں ہوئے تھے۔ کوئی ٹھوس لائحہ عمل برائے انسانیت نہیں تیار ہوا تھا۔ لوگ طاقت کو نہیں پہچان سکے تھے جو صحیح طاقت رکھتی ہے اور یہ سلسلہ یونہی چل رہا تھا کہ تیز بارش ہوئی اور سیلاب آ گیا۔ تو اسے پانی کے دیوتا کی حیثیت دے دی گئی۔ آگ لگ گئی اور اس نے جنگل کے جنگل سیاہ کر ڈالے تو اسے بھی دیوتا تسلیم کر لیا گیا۔ انسان ازل سے طاقت کے سامنے جھکتا آیا ہے اور اسی طاقت کو اس نے دیوتا کا لفظ دیا۔ چنانچہ یقیناً کچھ چیزوں کو انہوں نے بھی دیوتا تسلیم کر لیا ہوگا لیکن یونان کی سرزمین تو دیوتاؤں ہی کا مسکن تھی۔ بعد میں مجھے ان کے دیوتاؤں کے بارے میں معلوم ہوا تو میں حیران رہ گیا...... لیکن ان کی تفصیل میں تمہیں آئندہ بتاؤں گا۔ ان دیوتاؤں کے ساتھ میری خوب گزری پروفیسر...... اور یقین کرو انہیں دیوتاؤں کی وجہ سے میں نے طویل عرصہ سرزمین یونان میں گزارا۔

بہرحال...... اس سے زیادہ میں تائیورس سے اور کیا معلوم کرتا۔ تب تائیورس نے مجھ سے پوچھا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے میکارا۔؟''

''میں تمہاری سرزمین پر رہنا چاہتا ہوں۔''

''بصد خوشی...... لیکن کیا تم تھیوڈوس کے پاس واپس جانا پسند نہیں کرو گے۔؟''

''اگر یہ جزیرہ میرے لئے تنگ ہے تو میں تمہارے اوپر بار نہیں بنوں گا۔''

''رب ارزاس کی قسم۔ یہ بات نہیں ہے۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم اس بحری قزاق کے پاس واپس نہ جاؤ اور میری قلمرو میں ایک باعزت زندگی گزارو۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں تائیورس۔ تمہارے جزیرے میں رہ کر میں علم نجم سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی اس کا شوق ہے۔''

''بخوشی۔'' تائیورس نے جواب دیا۔ اور اسی وقت ایک طرف سے آواز آئی۔

''عالی ظرف تائیورس۔ تھیوڈوس کے جہاز کی جانب سے ایک کشتی سیدھی جزیرے کی طرف چلی آرہی ہے۔ ان پر امن کا نشان موجود ہے۔''

''اوہ۔ ارے آنے دو۔ اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ ہونے پائے۔''

''یہ قاصد ہیں تائیورس۔ اگر میں ان کے درمیان ہوتا تو ان کا فائدہ ہوتا لیکن ان کا اصل مقصد اتمام حجت کرنا ہے اور صحیح معنوں میں تمہاری تیاریوں کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اور۔ خوب۔ بہت خوب۔ سنو۔ میکال۔ تم سنو۔ ساحل پر چلے جاؤ۔ قاصدوں کو آنے دو لیکن ان کی جتنی تعداد ہو اتنی ہی لبادے لے جاؤ۔ یہ لبادے ان کے چہروں سے لے کر نیچے تک ڈال دو۔ خبردار۔ وہ کچھ دیکھنے نہ پائیں۔''

''بہت بہتر تائیورس اعظم۔'' میکال نے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔

''اس اطلاع کے لئے میں تمہارا شکرگزار ہوں میکارا۔ میں تمہیں اس کا صلہ دوں گا۔''

''صلہ۔ مجھے تیری محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے تائیورس۔ صلے کا خیال دل سے نکال دے۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا اور تائیورس مجھے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

''آؤ۔ میں تمہیں سمندر کی آنکھ دکھاؤں۔'' اور میں اٹھ گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ عمارت میں جھروکے بنے ہوئے ہیں اور ان جھروکوں سے سمندر صاف نظر آرہا تھا۔

''خوب۔'' میں نے تعریفی انداز میں کہا۔

''تھیوڈوس کے جہاز ہیں۔''

''ہاں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔''

''اور مجھے اس کشتی کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی۔'' تائیورس نے ایک کشتی کی طرف اشارہ کیا اور پھر معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر بولا۔''کیا تم ان قاصدوں کا سامنا کر سکو گے میکارا۔؟''

''کیوں نہیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔''

''تب ٹھیک ہے۔تھیوڈوس اعظم کو پہلی تکلیف یہی پہنچنی چاہئے۔''

''کیا حرج ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب آؤ۔تمہیں کچھ اور دکھاؤں۔'' تائیورس نے کہا اور مجھے دوسرے جھروکے پر لے آیا۔''دیکھو۔اس سے دوسری سمت دیکھو۔'' اور یہاں سے میں نے دیکھا تو سمندر کی دیوار کا اوپری حصہ نظر آنے لگا۔ یہ دیوار کافی موٹی تھی اور اس پر تائیورس کی ٹڈی دل فوج تعینات تھی۔فوجی چاق و چوبند تھے۔پتھر پھینکنے والی مشینوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے گڑھاؤ تھے جن میں سیال کھول رہے تھے۔ان کے نیچے آگ روشن تھی۔

''یہ تھیوڈوس کے استقبال کی تیاریاں ہیں۔''

''اور بڑا بھیانک ہوگا یہ استقبال۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بے شک۔مجھے دیوتاؤں کی تائید حاصل ہے۔'' تائیورس نے عقیدت سے کہا اور میں نے اس کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہ کیا۔پھر تائیورس نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دیں اور سمندر کی آنکھ یعنی عمارت سے میرے ساتھ باہر نکل آیا۔ جہاں سے سمندر کا دور دور تک نظارہ کیا جاسکتا تھا۔

سو ہم ایک مخصوص گاڑی میں سوار ہوئے اور محل کی طرف چل پڑے۔ بے شک تائیورس میں ایک اچھا دوست بننے کی بہت سی صلاحیتیں موجود تھیں۔ وہ جس طرح مجھ سے گھل مل گیا تھا یہ اس کی خوبی اور نیک دلی تھی۔تو پھر میں بھی تو برا آدمی نہیں تھا۔دوستوں کے ساتھ دوست اور دشمنوں کے ساتھ دشمن۔

پھر ہم محل پہنچ گئے۔ یہاں بھی تائیورس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا تھا اور پھر وہ مسکراتے ہوئے بولا۔''اگر تم پسند کرو میرے دوست تو میں تمہارے لئے فیقلولیہ کا لباس مہیا کردوں۔تاکہ تم اس لباس میں قاصدوں کے سامنے آؤ۔آہ۔کیسے حیران ہوں گے وہ لوگ۔گویا لطف آجائے گا۔''

''ضرور تائیورس۔میں تیری ہر خوشی پوری کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ میرے دوست۔'' تائیورس نے خوش ہوکر کہا اور پھر اس نے اپنے محل کے ایک کمرے میں پہنچ کر لکڑی کی ٹکٹکی میں لٹکے ہوئے کسی دھات کے ایک گھنٹے پر ضرب لگائی۔

دو خادم اندر آکر جھک گئے۔

''میرے دوست۔میکارا کو دیکھو۔اور اس کے لئے فوری طور پر ایک خوبصورت لباس مہیا کرو۔تاکہ یہ ہم میں سے معلوم ہو۔'' خادموں نے گردن جھکائی اور باہر نکل گئے۔

''بیٹھو میکارا۔ نہ جانے کیوں تمہاری آمد سے میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہو گئی ہے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے ایک اچھا دوست پالیا ہے۔''

''میں تیرا اچھا دوست ثابت ہوں گا تائیورس۔''

''لیکن میرے پیارے ساتھی۔ مجھے حیرت ہے تمہارے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ انسانی حقیقتوں سے دور ہے۔ پھر تم کیا ہو۔؟''

''میرے بارے میں تشویش مت کرتائیورس۔ میں جو کچھ ہوں تجھ پر ظاہر ہو جاؤں گا۔''

''مجھے تشویش نہیں، صرف تجسس ہے۔ تاہم میں اس سے آگے نہیں بڑھوں گا۔ بے فکر رہ۔'' تائیورس نے کہا اور پھر ایک چوبدار نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر آ گیا۔

''جنرل لیپاس اجازت طلب۔'' وہ رکا۔ میری طرف دیکھا اور بولا ''کرتے ہیں۔''

''اوہ۔ بھیج دو۔'' تائیورس نے کہا اور اس کے ہونٹوں پر ایک پیار بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب دروازے سے ایک بلند قامت نوجوان اندر داخل ہوا۔ چھریرا بدن تھا۔ مخصوص قسم کے فوجی لباس میں ملبوس تھا لیکن چہرہ.... نوجوانوں میں اتنے حسین اور پرکشش چہرے کم ہی نظر آتے ہیں۔ میری نگاہ اس پر جم کر رہ گئی۔

نوجوان نے مجھے دیکھا اور کئی ساعت تک دیکھتا رہا۔ تب تائیورس نے ہمارا تعارف کرایا۔ ''جنرل لیپاس۔ میرے دوست میکارا۔ انوکھی شخصیت کے مالک اور میکارا، لیپاس نہ صرف میری فوجوں کا جنرل ہے بلکہ میرا چھوٹا بھائی بھی ہے۔ نو عمر ہے لیکن اس کی فوجی مہارت دیکھ کر تم دنگ رہ جاؤ گے۔''

''خوب۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور نوجوان بھی مسکرا دیا۔

''یہ بات میرے علم میں آئی ہے کہ تھیوڈس کی طرف سے قاصد آئے ہیں۔'' لیپاس نے کہا۔

''ہاں۔ تھوڑی دیر کے بعد پہنچنے والے ہیں۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔ میں تمہارے پاس اطلاع بھیجنے والا تھا۔''

''میں حاضر ہو گیا ہوں۔'' لیپاس نے کہا۔ اس کی آواز سے بھی کمسنی ظاہر ہو رہی تھی۔ بہر حال بے پناہ پرکشش شخصیت کا حامل تھا یہ شخص بھی۔ تب وہ ملازم واپس آ گئے جنہیں لباس کی فراہمی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے لباس مہیا ہو جانے کی اطلاع دی۔ اور تائیورس میری جانب دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''لباس تبدیل کرلو میکارا۔ میرا خیال ہے تمہارا داخلہ اس وقت ہونا چاہئے جب تھیوڈس کے قاصد اپنی کہانی کہہ چکے ہوں۔''

''مناسب ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پھر میں خادموں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ خادم مجھے لئے محل کے ایک خوبصورت گوشے میں پہنچ گئے اور پھر ایک بہت بڑے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ آپ کی رہائش گاہ ہے اور لباس اندر موجود ہے۔''

میں اندر داخل ہو گیا۔۔۔۔ایک انتہائی قیمتی لباس موجود تھا۔ میں نے زندگی میں لباس بہت کم پہنے ہیں پروفیسر۔۔۔۔لیکن لوگوں کا خیال ہے کہ میں بہت جامہ زیب ہوں۔ جس دور کا، جس نسل کا لباس میں نے پہن لیا اس میں سج کر رہ گیا۔۔۔۔سو میں نے یونان کے اس جزیرے کے مخصوص لوگوں کا قیمتی لباس پہن لیا۔

اور درحقیقت اس لباس میں میری شخصیت ایسی ابھری کہ میں خود دنگ رہ گیا۔ میرا تن و توش، میرا قد و قامت، اور پھر میری مردانگی کا ایک خاص انداز، میں خود کو ہی پسند آنے لگا۔ بہرحال میں نے لباس کی طرف سے پورے طور پر مطمئن ہو کر قاصدوں کے سامنے جانے کے بارے میں سوچا۔ اور پھر میرے ذہن نے ایک دلچسپ پروگرام بنایا۔

ہاں۔۔۔۔ میں دل سے تائیورس کی دوستی قبول کر چکا ہوں تو پھر اس کے لئے کام کرنے میں کیا قباحت ہے تھیوڈوس یوں بھی میری پسند کا انسان نہیں تھا۔ اگر جہاز پر میں اس کے ساتھ رہتا تو کسی دن تھیوڈوس کی میرے ہاتھ موت ہی آ جاتی۔

بہرحال میں انتظار کرتا رہا۔ اور پھر کافی دیر کے بعد میری طلبی ہوئی۔ ایک خادم نے مجھے اطلاع دی کہ تائیورس اعظم مجھے طلب کرتا ہے اور میں خادم کے ساتھ چل پڑا۔

تائیورس نے ایک مخصوص کمرے میں قاصدوں کو بلوایا تھا اور اس وقت قاصد اس کے سامنے دست بستہ کھڑے تھے۔ خادم نے میرے لئے کمرے کا دروازہ کھولا اور میں اندر داخل ہو گیا۔

تائیورس اپنے بھائی لیپاس اور بزرگوں کے ساتھ موجود تھا۔ ان میں ایک ماہر نجوم قرطیس تھا۔ زیرک بوڑھا، جس کی میں دل سے قدر کرنے لگا تھا۔ میں اندر داخل ہوا تو سب کی نگاہیں میری طرف اٹھ گئیں۔ اور کیا بتاؤں پروفیسر۔۔۔۔ان نگاہوں میں کیا تھا۔ ہر نگاہ ایک تاثرات، الگ کیفیت کی حامل۔

تائیورس، لیپاس اور قرطیس کی نگاہوں میں میری وجاہت کا اعتراف تھا اور سامنے کھڑے ہوئے لوگوں کے چہرے شدت حیرت سے بدل گئے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو مجھے جانتے تھے۔ یہاں تک کہ انتوش، جس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں۔ تب میرے ہونٹوں پر تضحیک آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

اتنی دیر میں تائیورس وغیرہ بھی سنبھل گئے تھے۔

''مے۔۔۔۔ مے کارا۔۔۔۔تم۔۔۔۔؟'' انتوش کے منہ سے نکلا۔

''ہاں۔ یہی میرا بہادر جرنیل ہے جس کے سامنے میں تم سے گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں۔ اب تم کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو''

''لل۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔لیکن۔'' انتوش شدت حیرت سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

''تھیوڈوس اعظم کو میری طرف سے پیغام دینا انتوش۔ دراصل میرا تعلق فیقلولیہ سے ہے۔ سمندر میں، میں تھیوڈوس کی خیریت معلوم کرنے گیا تھا۔ یہ اندازہ لگانے گیا تھا کہ ان کی قوت کس قدر ہے۔ بہرحال تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ لیکن میں نے اس کے عوض کام کیا تھا۔''

''تو..... تو فیقلولیہ کے جاسوس تھے میکارا۔؟'' التوش نے پوچھا۔

''جاسوس نہیں، فیقلولیہ کی ایک ذمہ دار شخصیت، فیقلولیہ کے فوجی دستوں کا نگراں''۔ تائیورس نے میری بات لپک لی اور میں خاموش رہا۔

وفد کے ارکان اب بھی سخت حیران تھے۔ پھر التوش نے گہری سانس لیکر کہا۔

''اگر یہ بات ہے تائیورس اعظم۔ تو پھر ہمارا کچھ کہنا بے سود ہے۔ میکارا سے تمہیں سب کچھ معلوم ہو گیا ہوگا۔''

''تم اپنا فرض پورا کرو۔'' تائیورس نے کہا۔

''افسوس..... اب ہمارے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ تھیوڈوس اعظم ممکن ہے اب صلح کی کوئی بات پسند نہ کرے۔ تھیوڈوس اعظم، جس کا کہنا ہے کہ زخمی کے زخموں کا بہتر علاج یہ ہے کہ اسے زندگی سے نجات دلا دو۔ تھیوڈوس اعظم جو کسی اچھی یا بری خبر کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کی حیثیت صرف خبر کی ہے۔ کوئی خبر بری نہیں ہوتی۔ کوئی اچھی نہیں ہوتی۔ اس تھیوڈوس اعظم نے میکارا کی گمشدگی کے بعد ایک وقت کھانا نہیں کھایا اور اعتراف کیا..... کہ کاش میکارا زندہ رہتا۔ وہ عظیم تھا..... اور جب وہ سنے گا کہ میکارا زندہ ہے..... اور دشمن کا آدمی ہے..... تو..... تو..... ممکن ہے اس کے فیصلے بدل جائیں۔''

''تو تم کچھ نہیں کہنا چاہتے قاصد۔؟''

''نہیں تائیورس اعظم۔ سوائے ایک درخواست کے۔''

''کیا۔؟''

''ہمیں اس طرح لبادے پہنا کر نہ لے جایا جائے۔ بڑی گھٹن ہوتی ہے۔''

''اور..... زیرک التوش۔ اگر تمہیں لبادے نہ پہنائے جائیں تب بھی تم فیقلولیہ کی فوجی قوت کے بارے میں کچھ نہ معلوم کر سکو گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ لبادے اوڑھ کر ہی جاؤ۔ تاکہ تمہارے سر کوئی الزام نہ آئے۔ اور جب تم لوگ گرفتار ہو جاؤ تو ہم یہ نہ کہہ سکیں کہ تم نے فیقلولیہ کے لئے زیادہ سرگرمی دکھائی تھی۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ اب یہ بات واضح ہو گئی میکارا..... کہ تھیوڈوس کے بہت سے راز، راز نہیں رہے۔ ہمیں اجازت دو۔ شہنشاہ تائیورس۔ بے شک ہم اس بار تھیوڈوس کے لئے بہت بری خبر لے کر جا رہے ہیں۔ گو اس کا کہنا ہے کہ اچھی اور بری خبریں اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں لیکن میرا دعویٰ ہے کہ یہ خبر بڑی اہمیت کی حامل ہوگی۔''

''تمہاری مرضی ہے قاصدو اور سنتے جاؤ۔ اس کے بعد قاصد بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں انہیں قبول نہیں کروں گا۔ ہاں میری طرف سے تھیوڈوس کو پیغام دے دینا کہ..... میں ہمیشہ سے اس سے نفرت کرتا ہوں۔ اس وقت سے جب میرا باپ اسے جزیہ ادا کرتا تھا۔ اس سے کہہ دینا کہ جن جزیروں کی طرف میں اشارہ کروں انہیں جزیے کی قید سے رہا کر دے ورنہ میں سمندر میں اس کا قبرستان بنا دوں گا۔''

''ہم تیرا پیغام دے دیں گے شہنشاہ۔'' التوش نے جلتی نگاہوں سے پہلے مجھے پھر تائیورس کو دیکھا اور پھر وہ سب کے ساتھ دروازے کی

طرف مڑ گیا۔

آخری قاصد کے جانے کے بعد تائیورس نے ایک قہقہہ لگایا اور لیپاس کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''دیکھا لیپاس۔ کیا یہ شخص ماحول بدل دینے کی قوت نہیں رکھتا۔''

''اور یہ ہمارا دوست ہے۔'' لیپاس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔

''اب تو یہ ہمارے اپنوں کی حیثیت رکھتا ہے اور دیکھو کیا ہے اس کی شان۔ کیا پورے تھیلولیہ میں اس جیسا کوئی دوسرا جاندار موجود ہے۔'' تائیورس نے کہا۔

''ہرگز نہیں۔ لیکن اس کے بال آگ کی رنگت کے کیوں ہیں؟ اس کا چہرہ چمکدار سونے کی طرح پیلا کیوں ہے۔؟''

''اس کا راز مجھے بھی نہیں معلوم۔ لیکن ہم اس جنگ سے نپٹ لیں۔ پھر اس حیرت انگیز انسان کے بارے میں مفصل معلومات حاصل کریں گے۔ ہاں تو اب تمہارا کیا خیال ہے میکارا۔ تھیوڈوس کا ردعمل کیا ہوگا۔؟''

''وہ جنونی کیفیت کا حامل ہے۔ چنانچہ تمہیں فوری حملے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔''

''کیا خیال ہے۔ کیا اسے یہ خوف نہ ہوگا کہ ہم اس کی قوت سے واقف ہیں۔''

''وہ اپنی طاقت پر نازاں ہے۔''

''تمہارا ہی خیال درست ہے۔ تو میرے عزیز ساتھی۔ اگر تھیوڈوس نے حملہ کیا تو تم کون سا محاذ سنبھالو گے۔ ہم سب حالت جنگ میں ہیں اور اس وقت اس سے عمدہ مہمان نوازی اور کیا ہو سکتی ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ جنگ کرو۔'' تائیورس نے مزاحیہ انداز میں کہا اور لیپاس ہنس پڑا۔

''واہ۔ بھائی جان۔ کیا خوب مہمان نوازی ہے۔''

''مجھے منظور ہے تائیورس۔'' میں نے کہا۔

''محاذ کا انتخاب کرو۔''

''مہمان کے لئے کھانے کا انتخاب میزبان ہی کرتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب میں نے تھیوڈوس کے دو جہاز تمہارے نام لکھے۔'' تائیورس فراخدلی سے بولا اور سب خوب ہنسے۔

''میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔''

''جہاز ان کے ڈبونے کا کام لیپاس کے سپرد ہے۔ لیپاس، میں ایک بہترین شخص تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ کیا تم میکارا کے ساتھ مل کر کام کرنے میں فرحت محسوس کرو گے۔''

''بے حد شہنشاہ تائیورس۔'' لیپاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب پھر... جیسا کہ میکارا نے کہا ہے اور جیسا کہ متوقع ہے کہ تھیوڈوس دیوانگی میں حملہ کرے گا اس لئے تم اپنا محاذ سنبھال لو۔ ہدایات

تمہیں یاد ہوں گی۔"

"اچھی طرح۔"

"تو میکارا۔" لیپاس نے کہا اور میں مسکراتا ہوا اس کے ساتھ چل پڑا۔ لیپاس کی چال میں بھی دلکشی تھی۔ یہ نوجوان اپنی عمر کی وجہ سے ابھی نسوانیت رکھتا تھا۔ اس کی آواز بہت دلکش تھی۔ گو دراز قامت تھا لیکن چال میں ایک عجیب سی کیفیت تھی اور سب سے حسین اس کی آنکھیں تھیں۔ بے پناہ جاذبیت لئے ہوئے۔

باہر لیپاس کا گھوڑا موجود تھا۔ اس نے فوری طور پر اپنے خادم کو حکم دیا اور خادم ایک اور توانا گھوڑا لے آیا۔ لیپاس اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے بھی گھوڑا سنبھال لیا۔

میرا خیال ہے پروفیسر... زیب داستان کے لئے میں اپنے بارے میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر ان لڑکیوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے۔ گویا ان کا خیال ہے کہ میں خود پرستی کا شکار ہوں۔ یہ بات نہیں ہے پروفیسر بلکہ اس کہانی کے حسن کو نکھارنے کے لئے اس کے ایک ایک کردار کے جذبات کی عکاسی ضروری ہے ورنہ کہانی ادھوری محسوس ہو گی۔

"اوہ۔ نہیں مسٹر میکارا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" فروزاں نے شرارت سے کہا۔

"بری بات ہے لڑکیوں۔" پروفیسر خاور نے کہا۔

"سوری ڈیڈی۔ اب ہم نہیں مسکرائیں گے۔"

"تو حسین لڑکیوں۔ جس شان سے میں یونان کے مخصوص لباس میں، جس سے مردانگی کہیں زیادہ بڑھ جاتی تھی، گھوڑے پر بیٹھا... وہ قابل دید تھا۔ میرا قد آور گھوڑا بھی فخر محسوس کر رہا تھا اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ لیپاس نے میری اس شان کو بڑے غور سے دیکھا اور بار بار دیکھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حسد نہیں تھا وہ ایک عمدہ دوست تھا...... دوستوں سے خوش ہونے والا۔

راستے میں اس نے کہا۔ "شہنشاہ تائیوس نے مجھے تمہارے بارے میں مختصر تفصیل بتائی ہے جبکہ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جاننے کا خواہش مند ہوں۔"

"تمہارے جزیرے میں، میں اب صرف ایک مہمان نہیں ہوں۔ طویل عرصہ ہم لوگ ساتھ گزاریں گے۔ میرا خیال ہے اس وقت تم میرے بارے میں بہت کچھ جان لو گے دوست۔"

"یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ تم طویل عرصہ یہاں رہو گے۔ لیکن تمہارا بدن اس قدر چمکدار کیوں ہے۔؟"

"اس کا راز بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ تمہارا وطن کون سا ہے۔؟"

"اب فیثاولیہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس سے قبل۔؟''

''یہ وسیع کائنات۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم ذہین بھی ہو۔ بہرحال مجھے تمہاری دوستی پر ناز ہے۔''

''شکریہ۔ اب تم یہ بتاؤ کہ ہمارا کام کیا ہے۔؟''

''شہنشاہ تائیورس نے مجھ سے کہا ہے کہ تمہارے اوپر مکمل بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ تم سمندر کے جال سے واقف ہو؟''

''ہاں۔ میں پانی میں داخل ہوکر دیکھ چکا ہوں۔''

''خوب۔ وہ کہانی بھی دلچسپ ہے۔ بہرحال سمندر کے جال کو لو ہے اور لکڑی کی چرخیوں سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ایسی مشینیں جزیرے کے چاروں سمت نصب ہیں اور ان پر بے شار لوگ متعین ہیں۔ ہمارا کام جزیرے کا گشت ہے۔ آؤ۔ میں تمہیں ان مشینوں کے بارے میں سمجھا دوں۔ ہلکی کشتیاں ڈبونا کوئی اہم بات نہیں ہے۔ بھاری جہازوں کے لئے ابھی ہمارا تجربہ پہلا تجربہ ہوگا۔''

''بلاشبہ جو موٹی اور مضبوط رسیاں میں نے دیکھیں وہ بے مثال ہیں لیکن اس کے باوجود تمہیں تجزیہ کر لینا چاہئے تھا۔''

''اس کا موقع نہیں مل سکا۔'' لیپاس نے بتایا اور بالآخر ہم دیوار کے نزدیک پہنچ گئے۔ تب ہم ایک زیرزمین تہہ خانے میں، جو دیوار کے نزدیک ایک خاص تکنیک سے بنایا گیا تھا پہنچ گئے۔۔۔ یہاں تقریباً ڈیڑھ سو آدمی، دو عظیم الشان چرخیوں کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ دیوار کی بلندی میں اوپر دو سوراخ تھے جن سے جہازوں کو دور دیکھا جاسکتا تھا اور نیچے بہت سے سوراخ تھے جن سے موٹی رسیاں اندر داخل ہوکر چرخیوں پر لپٹ رہی تھیں۔

چرخیوں کے ہینڈل اتنے بڑے بڑے تھے کہ بے شمار آدمی ان پر کھڑے ہوسکتے تھے اور انہیں پورے اطمینان سے چلایا جاسکتا تھا۔ میں نے تعریفی نگاہوں سے ان چرخیوں کو دیکھا۔

''بے شک تائیورس ذہین ہے۔'' میں نے متاثر انداز میں کہا۔

''ایسی مشینیں جزیرے کے چاروں طرف نصب ہیں۔ کیا تمہارے خیال میں تھیوڈوس جلد حملہ کردے گا؟'' لیپاس نے پوچھا۔

''ہاں۔ میرا خیال یہی ہے۔''

''تب آؤ۔ ہم اپنے لوگوں کی مستعدی کا جائزہ لے لیں۔ انہیں ہوشیار کردیں۔ اس کے بعد ہم تھیوڈوس کے جہازوں کو دیکھیں گے۔''

''چلو۔'' میں نے کہا اور ایک بار پھر ہم گھوڑوں پر سوار ہوگئے۔ تب میں نے پورے جزیرے کا چکر لگایا اور ہر جگہ تائیورس کے سپاہیوں کو مستعد پایا۔ لیپاس نے اطلاع دے دی تھی کہ کسی بھی وقت حملہ ہوسکتا ہے اس لئے سب چوکس رہیں۔

اور پھر ہم اس سمت واپس پہنچ گئے جہاں تھیوڈوس کے جہازوں کا بیڑہ موجود تھا۔

تائیورس بے شک جنگی تیاریوں کا ماہر تھا۔ اس نے جزیرے کے چاروں سمت یہ مضبوط دیوار بنوائی تھی اور اس کی فصیلوں پر فوج تعینات کی تھی۔ اس کے علاوہ اس نے سمندر پر نگاہ رکھنے کے لئے جگہ جگہ مینار تعمیر کرائے تھے جن سے دشمن کو دور تک دیکھا جاسکتا تھا اور اس پر جس قدر

دولت اور جتنا وقت صرف ہوا ہوگا، وہ اہمیت رکھتا تھا۔

سو پروفیسر...... ہم ایک سمت کے مینار پر چڑھ گئے اور یہاں سے ہم نے تھیوڈوس کے بیڑے کو دیکھا۔ کیسا انوکھا منظر تھا۔ ہم عظیم الشان قلعے میں محصور تھے اور دشمن سامنے تھا۔

ویسے تھیوڈوس بھی کم خطرناک انسان نہیں تھا۔ تھیوڈوس کے عزائم بلند ضرور تھے لیکن میں جانتا تھا کہ تھیوڈوس کے وحشی بھیانک جنگ لڑیں گے۔ وہ بھی بہت بے جگر ہیں۔

لیکن تھیوڈوس نے کافی انتظار کرایا۔ میرا یہ خیال غلط نکلا کہ وہ قاصدوں کی واپسی کے ساتھ ہی مشتعل ہو کر حملہ کر دے گا۔ شاید اسے بہت بڑا ذہنی جھٹکا لگا تھا اور اس کے بعد ممکن ہے اس نے اپنے پروگرام میں تبدیلی کی ہو۔

چنانچہ شام ہوگئی لیکن تھیوڈوس کے جہازوں میں کوئی تحریک نہیں نظر آئی...... پھر رات ہوگئی...... ہم بے صبری سے اس کی طرف سے حملے کا انتظار کر رہے تھے...... اور پھر رات کا دوسرا پہر تھا...... جب اچانک تھیوڈوس کے جہازوں کی روشنیاں ہلتی نظر آئیں۔ اس وقت میں اور لیپاس مینار کی چھت پر بیٹھے سمندر کا نظارہ کر رہے تھے کہ لیپاس چونک پڑا۔

''او یہ کارا۔ وہ دیکھو۔''

''کیا۔؟'' میں چونک پڑا۔

''کیا تھیوڈوس کے جہازوں کی روشنیاں متحرک نہیں ہیں۔؟''

اور میں غور سے دیکھنے لگا۔ بلاشبہ تھیوڈوس کے جہاز ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے اور اسی وقت جزیرے پر ایک آواز بلند ہوئی۔ ٹھک ٹھک کی آواز...... عجیب سی آواز۔

اور لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''لیکن ہم اتنے غافل بھی نہیں ہیں۔'' اس نے مسرور انداز میں کہا۔

''خوب۔ یہ آوازیں۔''

''ہاں۔ پورے جزیرے کو اطلاع مل گئی ہے۔ آؤ۔ ہم بھی اپنی ڈیوٹی پر مستعد ہو جائیں۔''

''چلو۔'' میں نے کہا اور ہم مینار سے نیچے اتر آئے۔ جزیرے پر ہلچل مچ گئی تھی لیکن لوگوں میں گھبراہٹ نہیں تھی۔ وہ خاموشی سے حالات کا انتظار کر رہے تھے۔

پھر تھیوڈوس کے جہاز ایک قطار میں پھیل گئے اور اس کے بعد منجنیقوں سے پھینکے ہوئے پتھر مضبوط دیواروں سے ٹکرانے لگے۔ حملہ ہو گیا تھا۔ تھیوڈوس نے اپنی دانست میں بھرپور حملہ کیا تھا۔ ادھر تو پتھر دور تک مار کر رہے تھے اور دوسری طرف اس کے آدمیوں نے آگ کے تیر برسانے شروع کر دیئے تھے۔ روشن لکیریں اس طرح قلعے کی طرف دوڑ رہی تھیں جیسے روشنی کی بارش ہو رہی ہو۔

لیکن قلعے کی طرف سے خاموشی تھی۔ مکمل خاموشی۔ فصیلوں پر بیٹھے لوگ بالکل خاموش تماشائی کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہاں پتھروں اور تیروں سے بچنے کے لئے انہوں نے انتظام کر لیا تھا۔ قلعے پر ایسی کوئی چیز نہیں تھی جو آگ پکڑے۔ رہے پتھر تو وہ قلعے کی دیواروں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

ہم نے تیز رفتار گھوڑوں پر جزیرے کا چکر لگایا۔ سب لوگوں کو ہوشیار رہنے کے لئے ہدایت دی اور اس رخ پر آ گئے جس طرف سے تھیوڈوس کے جہاز قہر برسا رہے تھے۔ اب ہم فرنٹ کے ان سوراخوں سے کسی جہاز کے رخ پر آ جانے کا انتظار کر رہے تھے۔

لیکن جہاز ایک جگہ رکے ہوئے تھے اور وہیں سے پتھر اور جلتے ہوئے تیر پھینک رہے تھے البتہ ابھی تک تائیورس کی طرف سے کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تھا۔ نہ جانے کیوں وہ خاموش تھا۔ اور یہ بات میں سمجھ رہا تھا۔ تائیورس ضرورت سے قبل کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی قوت بحال کرنا چاہتا تھا اور بلاشبہ تائیورس کی یہ چال کامیاب رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد تھیوڈوس کو احساس ہو گیا کہ اس سے حماقت ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے وہ سمندر میں تھا جو کچھ اس کے پاس تھا ختم ہو جانے کے بعد اس کے حصول کا ذریعہ نہیں تھا جبکہ تائیورس کی پوزیشن دوسری تھی۔ چنانچہ پتھروں اور تیروں کی بارش رک گئی۔ اچانک خاموشی چھا گئی۔

لیکن اس کے بعد وہی ہوا جو تائیورس کی خواہش تھی۔ تھیوڈوس کا ایک جہاز دوسرے جہازوں سے آگے نکلا اور پھر وہ قلعے کی فصیلوں پر چھپے ہوئے لوگوں کی زد میں آ گیا۔

کیا جنگ تھی پروفیسر..... آج بھی میری نگاہوں میں وہ دلچسپ منظر موجود ہے۔ فصیلوں سے سیاہ تیروں کی بارش شروع ہو گئی۔ اب تائیورس کی باری تھی۔ جہاز سے کریہہ چیخیں ابھر رہی تھیں اور پھر لیپاس نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اوپر سے برسنے والی قیامت کی وجہ سے جہاز کے لوگ جہاز کے نیچے ہونے والی گڑبڑ نہ سمجھ سکے۔ وہ محسوس ہی نہ کر سکے کہ جہاز کا رخ اوپر کیوں بلند ہوتا جا رہا ہے۔ پھر جب وہ ایک سمت گرنے لگے تو انہیں احساس ہوا اور وہ خوف و دہشت سے چیخ پڑے۔

لیکن اب کوئی حل نہیں تھا ان کے پاس۔ جہاز ایک رخ سے کھڑا ہوتا جا رہا تھا اور اس میں موجود چیزیں دوسری طرف لڑھک رہی تھیں..... تو پروفیسر..... ایک طرف سے لڑھکنے والی چیزیں..... نہ جمتے ہوئے قدم..... اوپر سے پتھروں اور جلتے ہوئے تیروں کی بارش..... کیا بھیانک موت تھی۔ جہاز اب واپس بھی نہیں جا سکتا تھا۔

وہ تو یہی شکر تھا کہ تھیوڈوس نے پورے جنگی بیڑے کو آگے نہیں بڑھایا تھا..... ورنہ.....

لیکن نہیں..... اگر تھیوڈوس پورے بیڑے کو ایک ہی رخ سے آگے بڑھا دیتا تو شاید لیپاس کا مشن ناکام ہو جاتا کیونکہ صرف ایک جہاز کو الٹنے میں لیپاس کے لوگوں کو جس قدر محنت کرنا پڑی تھی وہ میں نے دیکھی تھی۔

معاملہ چونکہ ایک جہاز کا تھا۔ چرخی مضبوط تھی لیکن تھوڑے سے انسانوں کے بس کی بات نہ تھی کہ ایک جہاز کو اٹھا دیں۔ چنانچہ آس پاس کے سارے لوگ سمٹ آئے تھے۔ تب کہیں جا کر جہاز اٹھ سکا۔

لیپاس اس صورت حال سے زیادہ مطمئن نہیں تھا۔

''ہمیں خاطر خواہ کامیابی نہیں نصیب ہوئی میکارا تم نے دیکھا کتنی مشکل پیش آئی۔؟''

''ہاں۔'' میں نے پرخیال انداز میں کہا۔ میری نگاہیں تو ڈوبتے ہوئے انسانوں پر لگی ہوئی تھیں۔ جہاز بالکل اٹھ گیا تھا اور اب ایک طرف وزن سے اوندھا ہونے لگا تھا۔

اور ..... تائیورس کے پاس اس کے بعد ایک خفیہ ہتھیار بھی موجود تھا۔ اچانک فصیل سے بڑے بڑے لکڑی کے ڈرم سمندر میں پھینکے گئے۔ ان ڈرموں میں پانی پر جلنے والا تیل بھرا ہوا تھا اور پھر کوئی جلتی ہوئی چیز سمندر میں پھینک دی گئی۔ اور ..... پانی کا جہنم روشن ہو گیا تھا جس نے ڈوبتے ہوئے جہاز اور اس کے گرد تیرنے والوں کو لپیٹ میں لے لیا۔ جو لوگ جان بچا کر دوسرے جہازوں کی طرف نکل جانے میں کوشاں تھے وہ بھی زندگی سے مایوس ہو کر چیخنے اور کراہنے لگے۔

بڑے بھیانک انتظامات کئے تھے تائیورس نے۔ ..... نہ جانے تھیوڈوس کا کیا حال ہو گا۔ بدحواس ہو گا بدبخت۔ خود اپنے جال میں پھنس گیا تھا۔ طاقت کے نشے میں بہک جانے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

''میکارا۔'' لیپاس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ہوں۔''

''کیا یہ بھیانک موت نہیں ہے؟''

''یقیناً۔''

''تھیوڈوس نے اپنی زندگی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا ہو گا۔''

''تمہارا بھائی بہت زیرک ہے۔ بہت ذہین ہے۔''

''اوہ ..... میکارا ..... وہ دیکھو۔ تھیوڈوس کے جہاز کس تیزی سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ جلنے والا تیل انہیں دور تک بھگا دے گا۔''

''وہ دیکھو۔''

''کیا۔'' لیپاس چونک پڑا۔

''غور سے دیکھو۔ شعلوں کے بائیں سمت۔ کیا تاریکی میں چھپا ہوا جہاز نہیں ہے۔''

''کیا مطلب۔'' لیپاس نے اندھیرے میں گھورتے ہوئے کہا۔

''تم اسے نہیں دیکھ سکو گے لیپاس۔ مجھے بتاؤ۔ کیا فصیلوں پر چاروں طرف لوگ مستعد ہیں۔؟''

''اب شاید نہ ہوں کیونکہ جنگ کا زور سامنے کی طرف ہے۔''

''تھیوڈوس نے ایک چال چلی ہے لیپاس۔''

''کیا میکارا۔ بتاؤ تو سہی۔'' لیپاس بے چینی سے بولا۔

''ایک جہاز میں جس کی روشنیاں بجھی ہوئی ہیں بائیں سمت سفر کر رہا ہے۔ غالباً وہ دیوار کے قریب پہنچ کر کوئی اور حربہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔''

''اوہ۔ کس طرف، مجھے تو نظر نہیں آتا۔'' لیپاس آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

''فاصلہ بہت ہے۔ تمہیں نظر نہیں آئے گا۔ آؤ ہمیں اس سمت کی خبر لینی چاہئے۔ اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو۔''

''چلو۔'' لیپاس نے بدحواسی سے کہا۔ نوعمری کی وجہ سے وہ ابھی کچے ذہن کا مالک تھا۔ سو ہم نے گھوڑے سنبھال لئے اور بائیں سمت کا رخ کیا۔ وہاں جو بھی سمندر کی آنکھ نظر آئی وہاں چڑھ کر میں نے اس جہاز کو دیکھا۔ بڑی برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا وہ..... اور یقیناً تھیوڈوس کے ساتھی کوئی بڑا کارنامہ انجام دینا چاہتے تھے۔

''افسوس۔ وہ مجھے نظر نہیں آ رہا۔'' لیپاس نے کہا۔

''آؤ لیپاس۔ غور سے دیکھو۔ آنکھوں کی پوری قوت استعمال کرو۔ شاید سمندر پر کہیں بھی ہے۔'' میں نے لیپاس کو قریب کر کے اسے جہاز دکھانے کی کوشش کی۔

''آہ۔ آہ۔ مجھے نظر آ گیا۔ ہاں۔ وہ ایک ہیولہ۔ اوہ کس تیزی سے سفر کر رہا ہے مگر اس کا رخ عقبی سمت ہے۔''

''شاید۔''

''آؤ چلیں۔ تیاریاں کریں۔''

''اتنی جلدی کی کوئی ضرورت نہیں لیپاس۔''

''تم نہیں سمجھتے میکارا۔ جنگ کا زور سامنے کی سمت ہے۔ ممکن ہے عقب سے بھی لوگ سمت آئے ہوں۔ ہمارے سپاہی بہت زیادہ تجربے کار نہیں ہیں۔''

''کچھ دیر ٹھہرو۔ میرا خیال ہے وہ اب جزیرے کے عقب سے زیادہ دور نہیں ہے۔''

''اسی لئے تو میں..... کہہ رہا ہوں۔'' لیپاس کسی قدر سنبھل کر بولا۔

''رک جاؤ۔ اسے کوئی سمت متعین کر لینے دو۔ یہ مناسب اور پرسکون جگہ ہے۔''

''کیا یہ جنگی حکمت عملی کے خلاف نہیں ہے۔؟'' لیپاس نے پوچھا۔

''نہیں۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ اگر وہ..... اگر وہ دیوار کے قریب پہنچ گیا۔''

''تو ہم اسے ڈبو دیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ارے عقب میں چرخے تو ہیں لیکن ایک جہاز ڈبونے کے لئے بہت سے لوگوں کی ضرورت پڑے گی۔''

''لیپاس۔ اگر ہم نے اسے نظر انداز کر دیا تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ راستے ہی میں کہیں رک جائے۔ اور ہم اسے آگے تلاش کرتے رہیں۔''

''ایں۔ ہاں۔ یہ بھی ممکن ہے۔'' لیپاس چونک کر بولا۔

''چنانچہ اسے کوئی سمت متعین کر کے رکنے دو۔ ہم اسے جالیں گے۔''

''اچھا...... اچھا...... ویسے میرا خیال ہے یہ جہاز ہمیں کافی نقصان پہنچادے گا۔'' لیپاس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اسے نقصان نہیں پہنچانے دوں گا۔ میں نے دل میں سوچا۔

لیکن لیپاس مضطرب تھا۔ وہ بار بار آنکھیں پھاڑ کر جہاز کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے۔

''میری خواہش ہے کہ دشمن کو نقصان پہنچانے کا جو فرض میرے سپرد کیا گیا ہے اسے پورا کروں۔'' میں نے کہا۔

''بے فکر رہو لیپاس۔ تم اس فرض کی ادائیگی میں ناکام نہیں رہو گے۔''

بالآخر ہم نے جہاز کو ایک سمت اختیار کرتے دیکھا۔ اب اس نے سید ھا دیوار کی طرف رخ کیا تھا۔

''لیپاس۔'' میں نے لیپاس کو آواز دی۔

''ہوں۔''

''جہاز کا ہیولا دیکھ رہا ہے۔''

''ہاں۔''

''اس سمت تمہاری مشین موجود ہے۔''

''ہاں ہے۔ لیکن آؤ۔ اب تو ہم انتظام کر لیں۔''

''آؤ۔'' میں نے سکون سے کہا اور ہم مینار سے اتر آئے۔ لیپاس کا گھوڑا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ مجبوراً مجھے بھی اس کا ساتھ دینا پڑا تھا۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں چرخا لگا ہوا تھا۔ انوکھا کھیل رچایا تھا تائیورس نے۔ لیکن کیسا کامیاب تھا۔ ہم اندر داخل ہو گئے اور لیپاس دہشت سے چیخ پڑا۔

''ارے۔ سارے لوگ کہاں گئے۔؟''

''یقیناً سامنے کے رخ پر۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ اوہ۔ اب کیا ہوگا۔ ان گدھوں کو۔ ان میں سے کچھ کو تو یہاں رہنا چاہئے تھا۔''

''آؤ دیکھیں۔'' میں نے کہا اور ہم نے سمندر سے دیکھنے والے سوراخوں سے آنکھیں لگا دیں۔ جہاز کا ہیولا اب صاف نظر آ رہا تھا۔ لیپاس کے چہرے پر سخت پریشانی کے آثار تھے۔ وہ بے چین نگاہوں سے جہاز کو دیکھ رہا تھا۔ تب میں اس چرخے کے پاس پہنچ گیا پروفیسر...... اور پروفیسر یہ میرا اعتماد ہی تھا جو مجھے ہر جگہ سرخرو کرتا تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے یقین کر لیا کہ میں اس چرخے کو چلا سکوں گا۔

''میکارا۔ میکارا۔ دیوتاؤں کے لئے کچھ سوچو۔ کچھ کرو۔''

''تم کیا چاہتے ہو لیپاس ..؟''

''اس چرخے کو چلانے والے تلاش کرو۔ ٹھہرو۔ میں قرب و جوار میں بکھرے ہوئے لوگوں کو بلاتا ہوں۔'' وہ دروازے کی طرف لپکا لیکن میں نے اسے بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

''رک جاؤ لیپاس۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''یہ ترکیب کامیاب بھی ہوسکتی ہے میکارا۔''

''اوہ۔ دیکھو۔ سوراخ سے دیکھو۔ کیا وہ رینج پر آ گیا۔''

''میکارا۔''

''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں لیپاس۔ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔'' میں نے کہا اور لیپاس رک گیا۔ وہ بے اختیار پھر سوراخوں سے جا لگا تھا۔ میں نے بھی ایک سوراخ سے جہاز کو دیکھا۔ ان لوگوں کے ارادے بہت خطرناک تھے۔ شاید وہ سمجھ گئے تھے کہ جنگ کا رخ سامنے کی سمت ہی ہے اس لئے روشنیاں بجھا کر اس طرف آنے تھے تاکہ کمندوں کے ذریعے فصیل پر چڑھ سکیں۔

اور بلاشبہ اگر ہم دونوں ادھر متوجہ نہ ہوتے تو ان کی کامیابی کا امکان تھا لیکن اب تو معاملہ ذرا مشکل ہی تھا۔

''جہاز یقیناً سمندری جال کی دسترس میں ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں .. ہاں .. وہ اور قریب آرہا ہے۔''

''تو لیپاس۔ اب میں اس جہاز کو ڈبو رہا ہوں۔'' میں نے چرخے کے ہتھے پر پہنچ کر کہا۔

''ایں۔ کیا۔'' لیپاس کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی تھی۔ اس نے مجھے چرخے کے ہتھے پر زور آزمائی کرنے پر بھی حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن چرخے کو گھومتا دیکھ کر اس کی کھوپڑی گھوم گئی۔

''مم۔ میں بھی آؤں۔؟'' اس نے احمقانہ انداز میں کہا۔

''نہیں۔ تم جہاز کو دیکھتے رہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور لیپاس پھر سوراخ سے جا لگا۔ میں چرخے کو گھما رہا تھا...... اور پروفیسر...... اب ایسی بات بھی نہ تھی کہ میں اسے آسانی سے نہ گھما سکتا۔ جتنی دقت سے ان لوگوں نے ایک جہاز ڈبویا تھا اس سے کہیں زیادہ آسانی سے میں نے سمندری جہاز کو ایک کروٹ لڑھکا دیا۔

اور تاریک جہاز سے دہشت کی چیخیں بلند ہوئیں۔

''وہ مارا۔'' لیپاس چیخا۔ اور فصیل پر بیٹھے ہوئے لوگ جو تاریکی میں جہاز نہ دیکھ سکے تھے چونک پڑے۔ بہرحال یہاں بھی اچھی خاصی تعداد موجود تھی اور پھر جہاز کی مصیبت میں گرفتار لوگوں کو مار لینا کوئی مشکل کام بھی نہیں تھا۔ اوپر سے آگ اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ اس کے علاوہ آدم خور مچھلیوں کا کوئی غول بھی اس طرف نکل آیا تھا۔

چنانچہ ڈوبتے ہوئے جہاز میں اب موت کی چیخوں اور دلدوز کراہوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ سو پروفیسر...... وہ جو تاریکی سے فائدہ اٹھانے آئے تھے، خود تاریکی کا شکار ہو گئے تھے۔

لیپاس خوشی سے دیوانہ ہو گیا۔ وہ اس قدر بدحواس تھا کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ میں نے تنہا چرخہ کیسے چلا دیا۔ البتہ وہ خوشی سے اچھلتا ہوا میرے پاس آیا اور میرے سینے سے لپٹ گیا۔

''کام بن گیا۔ سچ مچ بن گیا۔'' اس نے مسرت آمیز لہجے میں کہا اور پھر اچانک اس کا چہرہ سکڑ گیا۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت کے آثار امنڈ آئے۔

''ارے.. ارے.. لیکن.. لیکن رب ارز اس کی قسم.. یہ.. یہ کیسے ممکن ہے..؟''

''کیا ہوا لیپاس..؟'' میں نے پوچھا۔

''تم نے.. تم نے تنہا.. اوہ.. ناممکن.. ناممکن۔'' اس نے پاگلوں کی طرح چاروں طرف دیکھا اور پھر میرے قریب آکر بولا۔ ''لیکن تم نے تنہا اتنا وزنی جہاز کیسے اٹھالیا۔ تم نے تنہا چرخہ کیسے چلایا..؟''

''اپنے نجومیوں سے معلوم کرو لیپاس۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''آؤ ہم جہاز والوں کا حشر دیکھیں اور سمندر پر بھی نظر دوڑائیں۔ ممکن ہے کسی اور شامت آئی ہو۔''

''ارے ہاں.. آؤ.. اف.. دیوتا رحم کریں.. میرا ذہن قابو میں نہیں ہے.. کیسی حیرت خیز بات ہے.. کیا تم دوبارہ وہ چرخہ گھما سکتے ہو۔''

''کیوں نہیں۔''

''میں دوسروں کو بتاؤں گی تو لوگ یقین نہیں کریں گے۔'' لیپاس نے بے اختیار کہا اور میں چونک کر اسے گھورنے لگا۔ اور پروفیسر...... اب میری حیرت کی باری تھی۔ لیپاس نے بے اختیاری میں مؤنث کا صیغہ کیوں استعمال کیا تھا۔

☆......☆......☆

لیکن لیپاس کو احساس نہیں تھا کہ اس نے بے اختیاری میں کیا کہہ دیا ہے۔ البتہ اب میں اس کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اس کی باریک آواز کو اس کی کم عمری پر محمول کیا تھا۔ لیکن ان الفاظ کے بعد.. ان الفاظ کے بعد اسے غور سے دیکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ لیا۔ یقیناً اس کا لباس ایسا تھا جو اس کی نسوانیت کو چھپا رہا تھا...... اور اس کا چہرہ...... ٹھیک ہے وہ کم عمر تھا، لیکن اب ایسا بھی نہیں کہ مسیں بھی نہ بھیگیں۔ جبکہ جسمانی طور پر وہ خوب لمبا تڑنگا تھا۔

''تو جناب لیپاس...... آپ اپنی حقیقت چھپا نہ سکے...... میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے سوچا۔ لیکن اس وقت میں اسے اس کی غلطی کا احساس دلا کر الجھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے بات ٹال دی۔

''کیا سوچنے لگے میکارا......؟'' لیپاس نے چند ساعت کے بعد پوچھا۔

''کچھ نہیں...... میں سوچ رہا ہوں کسی مناسب جگہ چل کر دیکھا جائے کہ تھیوڈوس کے کسی اور جہاز نے تو کسی طرف کا رخ نہیں کیا ہے۔؟''

''ارے ہاں...... ٹھیک ہے...... آؤ......'' لیپاس نے اپنا نرم اور نازک ہاتھ میری طرف بڑھایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف دوڑنے لگا۔

پھر ایک بلند مینارے سے ہم نے تھیوڈوس کے شکستہ جہازوں کو پلٹ کر بھاگتے دیکھا۔ جنگ ختم ہوگئی تھی۔ سمندر کا عفریت شکست کھا کر فرار ہو رہا تھا اور فصیلوں پر کھڑے لوگ خوشی سے اسے بھاگتے ہوئے دیکھ رہے تھے بلاشبہ یہ تائیورس کی عظیم فتح تھی جس میں اس نے معمولی نقصان اٹھانے کے بعد ایک خوفناک قوت کو شکست دی تھی۔

''تھیوڈوس بھاگ رہا ہے میکارا...... ہم نے اسے شکست دے دی۔''

''عقلمند ہے کہ بھاگ رہا ہے...... ورنہ ایک بھی جہاز بچا کر نہ لے جاتا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ میکارا...... تمہاری آمد ہمارے لئے کیسی نیک فال ثابت ہوئی ہے اور پھر...... اوہ میکارا...... دیوتاؤں کے لئے مجھے بتاؤ تو سہی...... تمہارے جسم میں اتنی قوت کہاں سے آگئی۔؟''

''آؤ لیپاس...... ہم تائیورس کو مبارکباد دیں۔'' میں نے اس کی بات ٹالتے ہوئے کہا۔

''نہیں پہلے مجھے بتاؤ...... ارے تم نے پورا جہاز الٹ دیا تھا۔'' لیپاس کا دماغ اب تک ٹھکانے نہیں آیا تھا۔

''آؤ لیپاس...... یہ باتیں پھر کریں گے......'' میں نے کہا اور ہم اس حصے کی طرف چل پڑے جہاں تائیورس وغیرہ موجود تھے...... تائیورس لوگوں کے ہجوم میں تھا۔ لوگ اسے مبارکباد دے رہے تھے۔

''سنو لیپاس۔'' میں نے لیپاس کا گداز شانہ دباتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔''

''ابھی تائیورس کے سامنے میرا کارنامہ بیان نہ کرنا...... خوامخواہ لوگوں کی نگاہوں میں تماشا بن جاؤں گا۔''

''میں برداشت نہیں کرسکتا۔'' لیپاس نے کہا۔

''میری خاطر میرے دوست......'' میں نے التجا آمیز انداز میں کہا۔ اور لیپاس نے گردن ہلا دی۔ پھر دور سے تائیورس نے ہم لوگوں کو دیکھا اور چیخا۔

''اوہ...... لیپاس...... آؤ...... میرے قریب آؤ...... تمہاری اعلیٰ کارکردگی ہماری فتح میں بڑی حیثیت رکھتی ہے...... تم بھی آؤ لیپاس کے دست راست تم بھی آؤ...... اگر ہم ستاروں سے پوچھیں تو وہ تمہارے سنہرے قدموں کی کہانی ضرور سنائیں گے...... چنانچہ ہم اس فتح کو تمہاری آمد سے منسوب کرتے ہیں۔

ساتھیوں میکارا کے نام کے نعرے لگاؤ۔ یہ ہماری فتح کا نشان ہے۔'' اور لوگ میکارا کے نام کے نعرے لگانے لگے۔ اصل بات انہیں معلوم بھی نہیں تھی...... تھیوڈوس کے جہاز اب اتنی دور چلے گئے تھے کہ ان کی روشنیاں بھی نہیں نظر آرہی تھیں...... سمندر اب بھی جل رہا تھا۔

یہ ساری رات تھیوڈوس کی واپسی کے انتظار میں گزار دی گئی۔ چند تجربے کاروں کا خیال تھا کہ تھیوڈوس ہم لوگوں کو غافل پا کر پھر نہ پلٹ پڑے ...... بہرحال وہ جنگلی دیوانہ ہے۔

لیکن میرا خیال ان سے مختلف تھا۔ تھیوڈوس جنگلی دیوانہ ضرور تھا۔ لیکن ان تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ وہ دوبارہ کسی حملے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا...... صبح تائیورس اور لیپاس وغیرہ واپس چل پڑے... تھیوڈوس جیسے عفریت کو شکست دینا آسان کام نہیں تھا۔ پورا شہر خوشی و مسرت میں ڈوبا ہوا تھا... تائیورس نے دوپہر کو ایک جشن کا اعلان کیا اور پورے شہر میں جشن کی تیاریاں ہونے لگیں۔

میں اپنی رہائش گاہ میں آرام کرنے چلا گیا تھا۔ لیکن میرے ذہن میں لیپاس تھا... کیا لیپاس مرد نہیں ہے... اگر عورت ہے تو پھر... یہ مردانہ بھیس کیوں...؟ اور اگر عورت ہے تو بلاشبہ حیرت انگیز ہے۔ بہادر اور جنگجو... اور پھر میرے ذہن میں تھیوڈوس گھس آیا۔

میں نے چشم تصور میں تھیوڈوس کو دیکھا... وحشی، پاگل..... نہ جانے اب تک اس نے کتنے لوگوں کو نااہلی کی پاداش میں قتل کر دیا ہوگا..... اور نہ جانے کس ارادوں کے تحت وہ یہاں سے گیا ہے...... اوہ... ہاں..... یقیناً... تھیوڈوس ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو ایک بار شکست کھانے کے بعد نچلے بیٹھ جاتے ہیں...... وہ طوفان سمیٹنے گیا ہوگا، اور جب واپس آئے گا، جب وہ واپس آئے گا تو...... تو...... اور میرے ذہن میں فکر بیدار ہوگئی۔

ستاروں کی آغوش میں پرورش پانے والے اس خوبصورت جزیرے سے مجھے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی..... اور پھر تائیورس نے کس خلوص سے میرے اوپر اعتماد کر لیا تھا...... وہ سراہنے والوں میں سے تھا، ان لوگوں میں سے، جن سے اختلاف نہیں ہوتا اور چونکہ مجھے اس سے اختلاف نہیں تھا اس لئے میں اس کی بہتری بھی چاہتا تھا چنانچہ تھیوڈوس کی فطرت کو سامنے رکھ کر میں نے اس کے بارے میں سوچا... اب اس شکست کے بعد وہ کیا سوچے گا۔ یقیناً وہ اپنی پراسرار رہائش گاہ جائے گا، جہاں پر وہ اپنی قلمرو کی تشکیل کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ شاید کچھ عرصہ رک کر ایک مضبوط بیڑہ تیار کرے گا۔ اب اس کی نگاہ میں تائیورس کا طریقہ جنگ بھی ہے۔ چنانچہ وہ اس طریق جنگ سے نمٹنے کی بھرپور تیاریاں کرے گا۔

تھیوڈوس جیسے شخص کے بارے میں یہ اندازہ لگانے میں کوئی دقت نہیں ہو سکتی تھی کہ اب اس نے تائیورس کی شخصیت کو اپنی آن کا سوال بنا لیا ہوگا۔ یعنی جب تک تائیورس زندہ ہے۔ جب تک فیقولیہ پر درخت لہلہار ہے ہیں وہ سکون سے نہ بیٹھے گا۔ گویا اب اس کی جنگ کسی دوسرے سے نہیں رہ گئی تھی۔

اس لئے ضروری ہے کہ تائیورس تھیوڈوس کے اس خوفناک حملے کے لئے خود کو تیار کرے۔ میں نے سوچ لیا تھا لیپاس خواہ عورت ہے یا مرد...... تائیورس کو میری پراسرار قوت کے بارے میں ضرور بتائے گا۔ اس سے یہ حیرت انگیز واقعہ ہضم نہیں ہو سکے گا اور تائیورس کی نگاہوں میں میری خاص حیثیت ہو جائے گی اور جب وہ مجھ سے خصوصی ملاقات کرے گا تو میں اس سے اس بارے میں بھی بات چیت کر لوں گا۔

لیکن اس کے ساتھ کوئی مناسب لائحہ عمل بھی ضروری ہے اور میں کافی دیر تک ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا...... تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آ ہی گئی... اور اس ترکیب کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد میں نے اطمینان کی سانس لی...... ایک دلچسپ تصور سے میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی بہرحال مجھے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ دوسرے دن ہی تائیورس نے مجھے بلا بھیجا۔ دو سپاہی میرے پاس آئے...... جھکے اور

ادب سے بولے۔

''شہنشاہ تائیورس نے آپ کو طلب کیا ہے۔''

''کہاں ہے وہ.....؟''

''دربار میں.....''

''ٹھہرو..... میں تیار ہو جاؤں.....'' چنانچہ اس وقت میں نے تائیورس کا دیا ہوا لباس نہ پہنا اچھ بات ہے کہ لباس میرے بدن کو کاٹتے تھے۔ ہاں تھوڑی سی ستر پوشی ضروری تھی۔

سو میں سپاہیوں کے ساتھ تائیورس کے دربار میں پہنچ گیا..... تخت شاہی پر تائیورس خوب سج رہا تھا۔ درباری دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ سب کے چہروں سے خوشی جھلک رہی تھی۔

تائیورس نے حیرت سے مجھے اپنی اصلیت میں دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... اس نے ایک ہاتھ بلند کیا..... اور بولا۔'' آؤ..... میرے عظیم دوست..... آؤ میرے پیارے ساتھی..... آؤ اے سنہری قدم والے کہ تم ارادے کے پکے اور قول کے دھنی ہو..... تم وہ ہو جس کی جس قدر عزت کی جائے کم ہے..... تو سنو درباریو..... تعظیم دو اسے کہ جس کا کارنامہ میں تمہیں بتاؤں گا تو تم دنگ رہ جاؤ گے۔''

اور سارے درباری کھڑے ہو گئے..... پھر انہوں نے اپنے داہنے ہاتھ اٹھائے اور انہیں سیدھا کئے کئے جھک گئے۔

''عظیم تائیورس..... دوستوں کا دوست.....'' میں نے بھی درباریوں کے انداز میں تائیورس کو تعظیم دی۔

''جنرل لیپاس نے جو کچھ کہا ہے..... کیا وہ درست ہے میکارا.....؟''

''لیپاس تمہارا بھائی ہے تائیورس.....؟''

''ہاں.....''

''تو میں تمہیں اطلاع دیتا ہوں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔''

''بہت خوب..... کیا اچھا انداز ہے..... واہ..... لیکن اے حیرت انگیز شخص، بات بعید از قیاس ہے..... اس لئے طبیعت مطمئن نہیں ہوتی۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ جنرل لیپاس نے میرے بارے میں کیا کہا.....؟''

''اس نے کہا۔ سنو درباریوں..... میں نے میکارا کو جنرل لیپاس کے ساتھ اہم ڈیوٹی پر لگایا تھا..... اور یہ ڈیوٹی سمندری جال کے ذریعے جہاز الٹنے کی تھی..... اب جبکہ تم سب لوگوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ سمندر کے اندر میں نے کیا کارروائی کی تھی، تو یہ بھی سنو کہ ایک جہاز کو الٹنے کے لئے پچاس موٹی رسیاں اور تقریباً دو سو طاقتور انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ رسیوں کے ذریعے جہاز کے ایک حصے کو اٹھانا ہوتا ہے اور چرخے چلانے والے ان چرخوں کی مدد سے تقریباً بیس گنا قوت حاصل کر لیتے ہیں..... سو اس وقت جب ہم اور ہمارے ساتھی تھیوڈوس پر ضرب کاری لگا رہے تھے..... ہماری نگاہوں سے اوجھل ایک خوفناک جہاز روشنیاں گل کئے لمبا چکر کاٹ کر جزیرے کے عقبی حصے میں پہنچا اور چونکہ لڑائی کا سارا زور

سامنے کی سمت تھا اور ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ تھیوڈوس کا کوئی جہاز پوزیشن چھوڑ کر عقب سے حملہ کرنے جائے گا۔

سو بلاشبہ یہ ایک خطرناک کارروائی تھی۔ یوں سمجھو اگر عقب والے خاموشی سے کنارے پہنچ جاتے اور کمندوں کے ذریعے فصیلوں پر چڑھ جاتے۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھتے اور حملہ کر دیتے۔ تو کیا ہماری توجہ سامنے سے نہ ہٹ جاتی۔ اس طرح تھیوڈوس کو امداد ملتی اور وہ سامنے سے ایک بھرپور حملہ کر کے صورتحال اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔ گویا.... یوں سمجھو کہ ہم بڑی مشکل میں پڑ جاتے۔ ممکن ہے ہم اس حملے کو ناکام بنا دیتے لیکن.....اپنے سینکڑوں ساتھیوں کی قربانی کے بعد.....تو اس لحاظ سے عظیم جنرل لیپاس اور اس کے بہترین معاون یعنی میکارا نے سینکڑوں انسانوں کی زندگیاں بچا لیں۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے میرے ساتھیوں.....کہ آج اس چرخ پر ایک بھی انسان موجود نہیں تھا جس کے ذریعے اس عقبی جہاز کو تباہ کیا گیا۔''

دربار میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ گونج اٹھی۔

''بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی عظیم تائیورس۔''

''میں بڑی شرمندگی سے کہہ رہا ہوں کہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ سنو۔ تم سب سنو۔ ممکن ہے تم لوگ مجھے اس بات پر یقین دلا سکو ورنہ بعد میں، میں اپنے دوست میکارا سے اس موضوع پر گفتگو کروں گا۔''

''لیکن.....لیکن۔'' درباریوں کی آواز ابھری۔

''مجھے تمہاری بے چینی کا احساس ہے۔ لیکن جس حیرت انگیز بات کو میں تم سے کہنے جا رہا ہوں وہ ایسی ہی ہے کہ تم اس سے زیادہ پریشان ہو جاؤ گے۔ سنو۔ غور سے سنو۔ عقبی چرخہ۔ صرف دو بازوؤں نے چلایا.....اور.....عظیم الشان جہاز.....جس میں سینکڑوں انسان سوار تھے۔ اس آسانی سے اٹھ گیا کہ دس آدمی بھی اسے اتنی آسانی سے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اور پھر جہاز ایک کروٹ گر گیا اور اس کے جنگجو سمندر برد ہو گئے۔ آدم خور مچھلیوں نے خوب ضیافت اڑائی۔''

''صرف.....دو.....ہاتھ.....صرف.....دو بازو۔'' بے شمار حیرت زدہ آوازیں ابھریں۔

''ہاں دوستو۔ صرف دو بازو۔ اور وہ دو بازو میکارا کے تھے۔''

اور ساری گردنیں میری طرف گھوم گئیں۔ نگاہوں میں حیرت تھی۔ بے چینی تھی اور.....بعض نگاہوں میں مضحکہ بھی تھا۔

''جس وقت لیپاس نے مجھے یہ بات بتائی تو میں نے بھی اسے اسی حیرانی سے دیکھا تھا۔'' تائیورس نے کہا۔ ''لیکن لیپاس کو میری یہ حیرانی، یہ بے یقینی پسند نہیں آئی تب اس نے ثبوت کے طور پر مجھے غرق شدہ جہاز دکھایا اور پھر چرخوں کے سارے نگرانوں کو طلب کر کے پوچھا کہ کس نے عقبی حصے میں کام کیا تھا اور سب نے لاعلمی ظاہر کی۔ لیپاس کے بارے میں تم جانتے ہو لوگوں۔ بہرحال میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔''

''کیا یہ طاقت کا دیوتا ہے۔؟''

''کیا یہ آسمان سے اترا ہے۔؟''

''کیا یہ تم جیسا انسان نہیں ہے۔؟''

بے شمار آوازیں ابھریں۔ بہت سے سوالات کئے گئے۔

''میکارا خود کو انسان کہتا ہے لیکن شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ گستاک نے اس کی آمد کی پیش گوئی تھی اور اس کے لئے دنیا تیاگ دی تھی۔ پھر چادر فلک پر اس کا کوئی ستارہ نہیں ہے جبکہ دیوتاؤں کے ستارے بھی موجود ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہم کوئی بھی بات سوچ سکتے ہیں۔''

''لیکن یہ ناقابل یقین ہے۔''

''میکارا۔ میرے دوست۔ کیا تم اس مسئلے کو حل کر سکتے ہو۔؟''

''کیا یہ مسئلہ صرف زبان سے حل ہو جائے گا۔؟'' میں نے پوچھا۔ ان بے یقین لوگوں پر بالآخر مجھے غصہ آنے لگا تھا۔

''زبان سے حل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔؟'' ایک درباری نے کہا اور میں نے اس کی شکل دیکھی۔

''ثبوت چاہتے ہو۔؟'' میری آواز میں غراہٹ تھی۔

''ہاں۔ تم ثابت کر دو کہ یہ بات درست تھی۔'' اس نے مرعوب ہوئے بغیر کہا۔

''دوسروں کی بھی یہی رائے ہے۔؟'' میں نے دوسرے درباریوں کی جانب دیکھا۔

''بالکل۔ اس کے بغیر ہم مطمئن نہ ہوں گے۔''

''اور تو کیا کہتا ہے تائیورس۔؟''

''مجھے تجھ پر یقین ہے میکارا۔ اگر تو نہ چاہے تو کوئی ثبوت پیش نہ کر۔ اور اگر چاہے تو ان کی تسلی کر دے۔'' تائیورس نے کہا اور میں شدید غصے میں بھر چکا تھا چنانچہ میں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر آہستہ قدموں سے اس بڑے دالان کے ستونوں کی طرف بڑھ گیا جس میں بہت سے درباری بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک انتہائی موٹے ستون کے قریب پہنچ کر میں رکا۔ گول گول چٹانوں کو تراش کر اسے بنایا گیا تھا۔ میں نے دانت کچکچا کر اس ستون پر قوت صرف کی اور کیا مجال تھی اس ستون کی جو اپنی جگہ قائم رہ جاتا۔

ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ ستون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دالان کی چھت ایک طرف جھکنے لگی۔ تب تو ایسا کہرام مچا کہ توبہ ہی بھلی۔ درباری اس طرح دالان کے نیچے سے نکل کر بھاگے جس طرح تیر کمان سے نکلتے ہیں۔ وہ احمق بری طرح چیخ چلا رہے تھے۔ تب میں دوسرے ستون کی طرف بڑھ گیا اور جونہی دوسرے ستون نے جگہ چھوڑی، دالان کی چھت خوفناک دھماکوں کے ساتھ نیچے آ رہی۔ گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھا تھا۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو چیخ چلا نہ رہا ہو۔ شاید تائیورس بھی دربار سے نکل بھاگا تھا۔

لیکن اب میں اپنی تسلی ہی کر کے دم لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ گرد و غبار کے طوفان میں، میں دوسرے ستون تلاش کرنے لگا اور نئے ستون گرنے لگے۔ بس اچانک دماغ گرم ہو گیا تھا۔ میں اپنی شخصیت کے بارے میں مکمل ثبوت ہی دینا چاہتا تھا۔ اس وقت مجھے تائیورس کی پرواہ بھی نہیں تھی۔ بے شمار سپاہی گرتے ہوئے دربار کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے۔ مجھے منع کر رہے تھے لیکن میں اس وقت تک

نہ رکا جب تک دربار کا آخری ستون بھی منہدم نہ ہو گیا۔ اب عالیشان دربار کی جگہ کھنڈر نظر آ رہا تھا۔ ملبے کے ڈھیر سے گرد و غبار کا طوفان اب بھی اٹھ رہا تھا۔ تب میں باہر نکل آیا اور میں نے چیخ کر درباریوں کو آوازیں دیں۔

''آؤ۔ کہاں گئے۔ کیا تمہارے لئے یہ ثبوت کافی ہے۔ یا اور ثبوت پیش کروں۔ تائیورس۔ تم کہاں ہو۔؟''

''میں یہاں ہوں میکارا۔'' ایک طرف سے تائیورس کی آواز سنائی دی۔

''کیا خیال ہے میرے دوست۔ کیا تمہارے درباری مطمئن ہو گئے ہوں گے۔''

''ضرورت سے زیادہ۔ کافی ہے میکارا۔'' تائیورس نے کہا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ ''لیکن افسوس۔ شاید ان میں سے بہت سے جواب دینے کے لئے موجود نہ ہوں۔''

''بے یقینوں کے لئے افسوس کی گنجائش نہیں ہوتی۔'' میں نے کہا اور تائیورس میرے نزدیک پہنچ گیا۔ بلاشبہ وہ بھی مجھ سے سہما ہوا تھا۔

''شاید تجھے غصہ آ گیا تھا میکارا۔؟''

''نہیں..... میں صرف ان لوگوں کی تسلی کرنا چاہتا تھا جو زبان پر یقین نہیں رکھتے۔''

''مجھے افسوس ہے..... لیکن میکارا..... تجھے دیوتاؤں کی قسم۔ اب تو بتا دے تو کون ہے۔؟''

''کیا میں نے تجھے پہلے نہیں بتایا تائیورس۔ کیا میں نے یہ نہیں کہا کہ میں چاہوں تو تمیوذوس کی پوری فوج کو فنا کر دوں۔ میں دیوتا نہیں ہوں۔ یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دے۔ میں دوست ہوں دوستوں کا..... اور دشمن ہوں ان کا جو بھروسہ نہیں کرتے۔ سن۔ مجھے تیری زمین بہت پسند آئی ہے اور میں یہاں رہ کر ستارہ شناسی کے فن سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ بول کیا تیری قلمرو میں میرے لئے جگہ ہے۔؟''

''جو کچھ ہوا۔ اس کا مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ جتنے بچ گئے ہیں انہیں تیرے اوپر یقین آ جائے گا لیکن میں تیرے بارے میں سخت حیران ہوں۔''

''تو حیران رہ تائیورس۔ میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں میرے دوست۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ تیری موجودگی تو ہمیں بہت سی آفات سے بچائے گی۔ ہاں بس تیری حیثیت کا تعین درکار ہے۔''

''نہیں تائیورس۔ مجھے کسی حیثیت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں صرف ایک چھوٹا سا مکان چاہتا ہوں۔ ستارہ شناسوں کی معیت چاہتا ہوں اور بس۔ اس کے بدلے میں، میں تجھے وہ کچھ دیتا رہوں گا جس کا تو تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ضروری امور کے بارے میں تو مجھ سے مشورہ کر سکتا ہے۔ میرے مشورے تیرے لئے مشعل راہ ہوں گے۔''

''سر آنکھوں پر میرے دوست۔ مجھے منظور ہے۔''

سو تائیورس نے بلاوجہ ایک بڑا نقصان کیا۔ پورے شہر میں پھر سے کہرام مچ گیا تھا۔ محل سے ملحق دربار کی عمارت مکمل طور پر تباہ ہو گئی تھی۔ اسے تعمیر کرنے کے لئے بھی مدت درکار تھی۔ ممکن ہے دل ہی دل میں تائیورس نے یہ بات پسند نہیں کی ہو۔ لیکن بہرحال حیرت نے غصے کے جذبات

تو ختم کرا دیئے ہوں گے۔ پھر میری حیثیت کا تعین بھی ضروری تھا تایورس مجھے اپنے ساتھ محل میں لے گیا۔ اس کے انداز سے اب بھی شدید حیرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ محل ہی کا ایک چھوٹا حصہ مجھے آرام کرنے کے لئے دیا گیا۔ اور اپنی آرام گاہ میں پہنچ کر میں اپنے بدن کی مٹی صاف کرنے لگا۔ میں گرد آلود ہو گیا تھا لیکن تایورس نے میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محل کے لوگوں کو خاص ہدایات دے دی تھیں۔

چنانچہ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ چھ خوبصورت عورتیں اس دروازے سے اندر داخل ہو گئیں جہاں میں موجود تھا۔

میں چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

ان سب نے ہاتھ اٹھائے اور پھر جھک گئیں۔ ''ہم تیری کنیزیں ہیں میکارا۔ ہمیں تیرے احکامات کی تعمیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

سرزمین یونان کی حسین لڑکیاں تھیں۔ لیکن بہرحال ابھی میں کسی حد تک محتاط تھا اور آنکھیں بند کر کے گر پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے میں نے کہا۔ ''میرا بدن گرد آلود ہے۔ کیا تمہارے یہاں حمام موجود ہے۔؟''

''بالکل قریب..... بالکل نزدیک.....'' عورتوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

''تو بس..... مجھے وہاں لے چلو..... میں غسل کرنا چاہتا ہوں۔''

اور یہ معلوم کر کے مجھے ہنسی آ گئی کہ حمام تو اس دروازے کی دوسری طرف ہے جو میرے کمرے، میری رہائش گاہ کا دوسرا دروازہ ہے۔

لڑکیوں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

شاہی محل تھا۔ شاہی حمام تھا۔ جس قدر خوبصورت ہوتا کم تھا۔ سنگ مرمر سے بنا ہوا خوبصورت حوض جس میں نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سیڑھیاں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ حوض کے کنارے غسل کرانے کے نرم اسفنج اور دوسری چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

اور پھر میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ لڑکیاں بھی نزاکت سے سیڑھیاں اترتی ہوئی حوض میں آ گئی تھیں۔ کناروں پر رکھے ہوئے نرم اسفنج اٹھا کر انہوں نے میرا بدن ملنا شروع کر دیا اور پھر اس کھیل میں مست ہو گئیں۔

میں خود تو برف ہو گیا تھا۔ گو جذبات بھڑک رہے تھے لیکن میں ان کا تماشا دیکھنا چاہتا تھا۔ جوں جوں لڑکیاں میرا بدن مل رہی تھیں میرے بدن کا سنہرا پن نکھرتا جا رہا تھا۔ وہ اسفنج کے بجائے اپنے نرم نرم ہاتھوں سے سونے کی چمک کو ٹٹول رہی تھیں اور ان کی آنکھوں میں مستی، حیرانی اور پسندیدگی امنڈتی آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کی آنکھوں میں گلابی ڈورے تیرنے لگے۔ سب ہی کی بری حالت تھی۔ ان کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ تنفس تیز ہو گیا تھا اور وہ میرے بدن سے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے میں کوشاں تھیں۔ سب خاموش تھیں۔ ایک دوسرے سے شرما رہی تھیں، اپنے جذبات چھپانا چاہتی تھیں اور اس میں ناکام تھیں۔

تب پھر..... میں نے یہ کھیل ختم کر دیا۔

''بس۔'' میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور لڑکیاں ٹھٹھک گئیں۔ لیکن ان کے ہاتھ میرے بدن سے نہیں ہٹے تھے۔

''شکریہ خوبصورت لڑکیو۔'' میں کنارے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ لڑکیاں جذبات سے پھٹک رہی تھیں لیکن اس وقت صورتحال دوسری تھی۔ میں ان کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔

بہرحال میں باہر نکل آیا اور پھر میں نے اپنا مختصر لباس پہن لیا۔ لڑکیاں بادل نخواستہ باہر نکل آئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ درست ہو گئیں اور لباس پہن کر باہر نکل آئیں۔ لیکن ان کی آنکھوں میں اب بھی میرے لئے محبت کے جذبات موجود تھے اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

تو پروفیسر... یوں وقت گزرنے لگا۔ میں نے غصے میں آ کر تائیورس کا دربار تباہ کر دیا تھا۔ نہ جانے کتنے مدبر ہلاک ہو گئے تھے لیکن غلطی ان کی تھی۔ انہوں نے میری بات پر یقین نہیں کیا تھا۔ ہاں جو باقی بچ گئے تھے انہیں خوب یقین آ گیا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد تائیورس کا رویہ مجھ سے خراب نہ ہوا۔

اس نے دو بار مجھ سے سرسری ملاقات کی اور یہ ملاقاتیں کافی پرجوش تھیں۔ تیسری ملاقات میں اس نے مجھ سے جشن فتح میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔

''میں تیری خوشی میں برابر کا شریک ہوں تائیورس۔ لیکن اس کے علاوہ بھی میں تجھ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''میں حاضر ہوں میرے دوست میکارا۔'' تائیورس نے کہا۔

''لیکن شاید تیرے پاس وقت نہیں ہے۔''

''تیری باتیں دوسری تمام باتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔''

''تو سکون سے بیٹھ جا۔ میں تجھ سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور تائیورس اطمینان سے میرے سامنے بیٹھ گیا۔ بلاشبہ وہ تعاون کرنے والوں میں تھا۔

''تو فتح کا جشن منا رہا ہے تائیورس۔؟''

''ہاں میکارا۔ میری قوم بہت خوش ہے۔ تو نے تھیوڈوس کے ساتھ وقت گزارا ہے لیکن جتنا مختصر وقت تو نے گزارا ہے ممکن ہے تجھے اس کے بارے میں تفصیل نہ معلوم ہو سکی ہو۔''

''مجھے بتاؤ تائیورس۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''اہل یونان، تھیوڈوس کے سائے سے بیزار ہیں۔ قرب و جوار کے جتنے جزائر ہیں سب تھیوڈوس کے نام سے کانپتے ہیں۔ کسی نے اس سے جنگ کا تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ یوں سمجھو۔ ریاستوں کے مالک وہاں کے عوام ہیں اور ان سب کا شہنشاہ تھیوڈوس ہے۔ کوئی اسے ناراض نہیں کر سکتا۔ کوئی اس کے غصے کو نہیں للکار سکتا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''تو میرے عظیم دوست۔ دیوتاؤں نے میری مدد کی اور میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے ایسے شخص کو شکست دی ہے جس کے نام کے ساتھ شکست کا تصور بھی وابستہ نہیں کیا جاسکتا۔''

''میری طرف سے اس فتح کی پرخلوص مبارک باد قبول کرنا تائیورس۔ لیکن اس کے علاوہ میں تجھ سے کچھ اور سوالات کروں گا۔''

''ضرور میرے دوست۔''

''کیا تھیوڈوس ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔؟''

''ایں...'' تائیورس اس طرح چونکا جیسے درحقیقت اس نے اب تک اس بارے میں سوچا ہی نہ ہو۔

''کیا یہ بات تیرے علم میں نہیں ہے تائیورس کہ وہ زندہ نکل گیا ہے۔''

''ہاں... ہے۔'' تائیورس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''تیرے خیال میں اب وہ کہاں گیا ہوگا۔؟''

''میرے خیال میں وہ...... وہ کہیں بیٹھا زخم چاٹ رہا ہوگا۔''

''کیا تیرے خیال میں اس کے زخم کبھی نہیں بھریں گے۔؟''

''بھریں گے۔ لیکن اب وہ اس قابل نہیں ہوسکتا کہ دوبارہ۔''

''رک جاؤ میرے دوست... رک جاؤ۔'' میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔'' تب یوں سمجھو کہ میں نے اس مختصر عرصے میں جو معلومات حاصل کی ہیں وہ تم ایک طویل عرصے میں بھی نہیں کرسکے۔''

''کیا مطلب۔؟''

''تھیوڈوس کی قوت صرف اس قدر نہیں تھی جسے تم نے تباہ کردیا۔ وہ معمولی سے بیڑے کو لیکر صرف تمہیں سزا دینے آیا تھا۔ اس کا عظیم الشان بیڑہ تو اس پراسرار جگہ پر موجود ہے جہاں وہ اپنی قوت جمع کررہا ہے۔ تم اس کے ارادوں سے ناواقف ہو تائیورس۔''

''اوہ... مجھے تفصیل سے بتاؤ بیکارا۔'' تائیورس سنجیدہ ہوگیا تھا۔

''یہ باتیں خود تھیوڈوس نے مجھے بتائی تھیں۔ وہ خشکی کے کسی بڑے علاقے پر قبضہ کرکے ان سارے جزائر کا شہنشاہ بننا چاہتا ہے۔ اس کی لوٹی ہوئی دولت ایک عظیم الشان قوت تعمیر کررہی ہے۔ عام حالات میں وہ صرف چند جہازوں سے حملہ کرتا ہے۔ اپنی قوت کو اس نے ابھی تک محفوظ کیا ہوا ہے۔''

''اوہ۔'' تائیورس پرخیال انداز میں بولا۔

''اس کے علاوہ میرے دوست۔ تم تھیوڈوس کی فطرت سے بھی واقف نہ ہوگے۔''

''ہاں۔ اچھی طرح نہیں۔''

''وہ جنونی ہے۔ اب وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھے گا جب تک تم سے انتقام نہ لے لے۔''

''تب تو..... تب تو میکارا۔ ہمارے لئے ابھی کافی مشکلات ہیں۔؟''

''میرے معصوم دوست۔ میں تو سوچا تھا کہ ان تمام باتوں پر تمہاری نگاہ ہوگی لیکن تم بہت عمدہ جنگ لڑنے کے باوجود بہت سادہ ہو۔ تم اس جنگ کو اختتام سمجھ بیٹھے تھے۔''

''ہاں۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہے۔'' تائیورس نے پریشان لہجے میں کہا۔

''تم نے مجھے اپنا اعزازی مشیر مقرر کیا ہے تائیورس۔''

''تم۔ تم نہ جانے کیا ہو میکارا۔''

''میرے بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔ ان چیزوں کے بارے میں سوچو تائیورس، جو ضروری ہیں۔ تمہارا یہ جشن وقتی خوشی ہے۔ سنو۔ میں دعویٰ کرتا ہوں اگر تم اسی انداز میں خاموش بیٹھ جاتے جس طرح تم نے سوچا تھا۔ تو تم تھیوڈوس کے دوسرے حملے کی تاب نہ لا سکتے تھے کیونکہ اس شکست نے تھیوڈوس کو بہت کچھ دیا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔؟''

''آئندہ وہ ایسی تیاریوں کے ساتھ آئے گا کہ تمہاری ترکیب کو ناکارہ کر دے۔''

''ہوں۔ تمہارا خیال درست ہے میکارا۔ مگر میرے دوست۔ اب تو میں ایک اور بات سوچ رہا ہوں۔''

''کیا۔؟''

''اگر تم سچ مچ تھیوڈوس کے ساتھی ہوتے تو کیا ہوتا۔''

''بہرحال نہیں ہوں۔ لیکن مجھے یقین دلاؤ۔ کہ کیا تم میرے اوپر بھروسہ کرتے ہو۔؟''

''دیوتاؤں کی قسم میکارا۔ تم کتنے ہی عجیب ہو۔ تم کوئی بھی ہو، میں تمہارے اوپر بھروسہ کرتا ہوں۔''

''تب پھر سنو۔ جیسا میں کہتا ہوں کرتے رہو۔ فائدے میں رہو گے۔''

''میں دل سے تیار ہوں میکارا۔''

''تائیورس، میرے دوست۔ تم ایک دن جشن ضرور مناؤ گے لیکن اس وقت جب تھیوڈوس کا وجود نہ ہوگا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔ دل چاہے تو ستاروں سے پوچھ لینا۔''

''تو عظیم انسان ہے میکارا۔ میں دل سے تیری عزت کرنے لگا ہوں..... تو نے میرے ذہن میں ایک نئی فکر جگا دی ہے۔ مجھے بتا میں کیا کروں۔؟''

''میں نے اس کے لئے ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا۔؟''

''سن تائیورس۔قرب وجوار کے سارے جزیرے تھیوڈوس سے خوفزدہ ہوں گے۔؟''

''ہاں۔''

''تیرے ان جزائر سے کیسے تعلقات ہیں۔؟''

''ہم سب ایک دوسرے سے لاپرواہ ہیں البتہ دگری سیوس کے نظریئے کے قائل ہیں۔ایک دوسرے کی سرحدوں میں دخل اندازی مت کرو۔اس وقت تک جب تک اس سے جنگ مقصود نہ ہو۔''

''گویا تعلقات خراب نہیں ہیں۔''

''نہیں۔انہیں خراب نہیں کہا جاسکتا۔''

''کیا کبھی ایک ریاست کے لوگ دوسری ریاست والوں سے ملتے ہیں۔؟''

''ہاں۔ضرورت کے تحت۔''

''سرکاری پیمانے پر ملاقاتیں ہوتی ہیں۔؟''

''ہاں۔کبھی کبھی۔یا اس وقت جب کوئی دوسرے کو مدعو کرے۔''

''کیا دوسرے جزائر والوں کو معلوم ہے کہ تو نے تھیوڈوس کا خراج بند کر دیا ہے۔''

''ہاں۔میں نے اس کی اطلاع انہیں بھجوادی تھی۔''

''کسی طرف سے کوئی ردعمل۔؟''

''صرف مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ میرا فیصلہ غلط ہے۔کہیں میں اس سے نقصان نہ اٹھاؤں۔''

''بس۔؟''

''ہاں۔اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔''

''کیا کسی بھی جزیرے کو معلوم ہوا ہوگا کہ تو نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے۔؟''

''میں نہیں جانتا۔لیکن سمندر میں ہمارے جہاز گشت کرتے ہیں۔یوں سمجھو اگر کسی دوسرے جزیرے کی جنگ ہوئی ہوتی تو مجھے یقیناً معلوم ہو جاتا۔''

''بہت خوب۔تو گویا نزدیکی جزیرے کو اس جنگ کے بارے میں ضرور معلوم ہوگا۔''

''ہونا تو چاہئے۔''

"تو میرے دوست۔ یوں کرتے ہیں کہ ایک وفد ایک ایک ریاست میں بھیجتے ہیں۔ انہیں بتاتے ہیں کہ ہمارے عزائم کیا ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ وہ بھی تھیوڈس سے خوف کھانا چھوڑ دیں۔ ہم انہیں پیش کش کریں گے کہ تھیوڈس کا دوسرا وار بھی ہم ہی برداشت کریں گے لیکن اس صورت میں وہ ہماری کیا مدد کر سکتے ہیں۔؟"

میری تجویز پر تائیورس سوچ میں ڈوب گیا۔ کافی دیر کے بعد اس نے گردن اٹھائی۔ "انتہائی مناسب خیال ہے۔ میکارا۔ لیکن اس کے لئے کچھ میں بھی کہوں گا۔"

"کیا۔؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کام کے لئے تم سے عمدہ اور کوئی شخص میری نگاہ میں نہیں ہے۔"

"میں۔!؟"

"ہاں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تائیورس۔ لیکن میں ان جزیروں سے واقف نہیں ہوں بلکہ میں اس مشن کو اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ اس طرح مجھے تمہاری ثقافت دیکھنے کا زیادہ سے زیادہ موقع ملے گا۔"

"جنرل لیپاس تمہارے ساتھ...... ہوگا۔" تائیورس نے ایک لمحے کے لئے رک کر کہا۔

"لیپاس۔" میں نے زیرلب کہا اور تائیورس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"ہاں۔ کیا وہ ایک اچھا ساتھی نہیں ہے۔؟"

"مجھے منظور ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تائیورس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ پھر اس نے بڑے متاثر لہجے میں کہا۔

"تم کوئی بھی ہو میکارا، میرے ذہن میں الجھے ہوئے ضرور ہو لیکن مجھے تمہارے اوپر مکمل اعتماد ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ تم فیقلولیہ کے لئے دیوتاؤں کا انعام ہو۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پھر تائیورس وہاں سے چلا گیا۔

میری بات تائیورس کے ذہن میں بیٹھ گئی تھی۔ صحیح معنوں میں اب اس کی دلچسپی جشن وغیرہ سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ ہماری روانگی کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

آج کل میرا وقت گستاک کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گستاک میرے ساتھ اس طرح پیش آتا تھا جیسے میں اسی کی تخلیق ہوں۔ وہ بڑے فخر سے میری طرف دیکھتا تھا اور درحقیقت تائیورس نے اس کی حیثیت ہی بدل دی تھی۔ گستاک کو عظیم منجم کا خطاب ملا تھا۔ اسے سرکاری وظیفے سے نوازا گیا تھا اور وہ بہت خوش تھا۔

"تو نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا گستاک۔" ایک روز میں نے کہا۔

''کیا میرے دوست ۔؟''

''تو نے مجھے اشلاک اور بحروان سے روشناس کرانے کے لئے کہا تھا۔''

''میں ہر وقت حاضر ہوں لیکن میں نے تجھے یہ بھی بتایا تھا میکارا کہ میرا علم صرف دو ستاروں تک محدود ہے۔ جبکہ یہاں تجھے ایسے ایسے منجم ملیں گے جو ساری کہکشاں سے واقف ہیں۔''

''میں ان سے ملاقات بھی ضرور کروں گا لیکن پہلے تم ان ستاروں سے میری دوستی کراؤ جنہوں نے میرے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔''

''جیسی تیری مرضی۔ میں تیار ہوں۔''

''تو سنو گستاک۔ میں تائیورس کے ایک خصوصی مشن پر جارہا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو گے۔؟''

''ضرور چلوں گا۔ کیا ہمیں سفر کرنا ہوگا۔؟''

''ہاں۔''

''مجھے سمندری سفر بہت پسند ہیں۔ سن میکارا۔ تائیورس سے کہہ کر اس جہاز پر، جو ہمیں لے کر چلے، ایک ایسا مستول بنوانا جس کا اوپر حصہ خوب کشادہ ہو تاکہ ہم وہاں بیٹھ کر ستارہ شناسی کر سکیں۔''

''ٹھیک ہے۔ یہ کام میں کرلوں گا۔'' اور میرے اور گستاک کے درمیان یہ بات طے ہوگئی۔

چنانچہ جب تائیورس نے مجھے وہ جہاز دکھایا جس پر ہمیں سفر کرنا تھا تو میں نے اس سے اپنے مطلب کے ایک مستول کے لئے کہا۔

''تیرے حسب منشا کام کرادیا جائے گا میکارا۔ لیکن تیرے ساتھ کتنے افراد ہوں گے۔؟''

''میرے خیال میں اس بارے میں جنرل لیپاس سے مشورہ کیا جائے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''جنرل لیپاس ہے کہاں..... اس نے طویل عرصے سے مجھ سے ملاقات نہیں کی۔ کیا وہ بہت مصروف انسان ہے۔؟''

''مصروف تو زیادہ نہیں ہے..... لیکن..... لیکن وہ تنہائی پسند ہے..... بہت کم لوگوں سے ملتا ہے۔''

''بہر حال اب تو اسے میرے ساتھ ایک اہم کام انجام دینا ہے، میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے..... میں تیرا پیغام اسے دیدوں گا۔''

''وہ تیرا بھائی ہے ناتائیورس۔''

''ہاں۔'' تائیورس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

''میں آج رات کو اس سے ملاقات کروں گا۔''

''ہم دونوں تیری رہائش گاہ پہنچ جائیں گے۔''

"میں انتظار کروں گا۔"

"چنانچہ اسی رات جنرل لیپاس تائیورس کے ساتھ میرے پاس آیا۔ اس وقت بھی اس نے بدن چھپانے والا عجیب سا لباس پہنا ہوا تھا...... بلاشبہ وہ بہت خوبصورت تھا۔

"جنرل لیپاس۔" میں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

"عظیم میکارا۔" جنرل لیپاس نے خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"لیکن تو بے مروت ہے لیپاس۔"

"کیوں۔؟"

"تو نے اس کے بعد...... مجھ سے ملاقات کی کوشش نہیں کی۔"

"میں تیرے بارے میں حیران کن باتیں سن سن کر ششدر تھا میکارا۔ تجھ سے ملنے کی جرأت نہیں کر سکا تھا۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"خیر...... اب تو ہمارا طویل ساتھ ہے۔"

"ہاں......" لیپاس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیا تو اس مشن سے پر امید ہے۔؟"

"تیری شخصیت بہت سے کام بنا دے گی۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"تو اپنی شخصیت کے سحر سے بھی انکار نہیں کر سکتا لیپاس۔"

"تیرا شکریہ میکارا......" لیپاس کے چہرے پر کسی قدر جھینپنے کے آثار نظر آئے تھے۔

"میرا خیال ہے اب کام کی باتیں ہو جائیں۔" تائیورس نے ہماری گفتگو میں دخل دیا۔

"یقیناً۔"

"جنرل لیپاس کا خیال ہے کہ زیادہ افراد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اس سے متفق ہوں۔"

"چنانچہ لیپاس نے کل تیرہ آدمیوں کا انتخاب کیا ہے۔"

"یقیناً یہ لوگ عمدہ ہوں گے۔"

"میرے بھروسے کے لوگ ہیں۔" لیپاس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لیپاس۔"

"اس کے علاوہ جہاز کا عملہ ہوگا۔"

''مناسب...... صرف ایک آدمی کی سفارش میں کرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''وہ کون ہے..؟''

''گستاک۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ تیرا دوست میکارا... ٹھیک ہے، اس نیک انسان پر کسی کو کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔'' لیپاس نے کہا۔

اور پھر ضروری امور طے ہوگئے...... مجھے تو اس بات سے کوئی غرض نہیں تھی کہ لیپاس پہلے کون سے جزیرے کا رخ کرے گا...... یہ ساری باتیں لیپاس اور تائیورس کے سوچنے کی تھیں...... میں تو صرف ایک ساتھی تھا...تب لیپاس نے کہا۔

''میں ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں میکارا۔''

''کیا۔؟''

''تیری شخصیت یقیناً دوسرے جزائر پر زیر بحث آئے گی...... لوگ تجھے دیکھنے کے بعد تیرے بارے میں جاننے کے خواہشمند ہوں گے...... کیا...... تو خود کو فیقلولیہ کا باشندہ بتانے میں عار محسوس کرے گا۔؟''

''نہیں...... اس میں کیا حرج ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے پروفیسر ان الفاظ سے میری شخصیت پر کیا اثر پڑتا۔

''اوہ...... اوہ...... میکارا...... ہمارے دوست، ہمارے محسن...... یہ سوال میرے اور لیپاس کے درمیان کافی دیر تک موضوع بنا رہا تھا۔'' تائیورس نے اطمینان کا سانس لیکر کہا۔

''کیوں......؟''

''لیپاس کا خیال تھا کہ شاید تو خود کو فیقلولیہ کا باشندہ بتانا پسند نہ کرے۔ شاید اس سے تیری کسی انا کو ٹھیس پہنچے۔''

''میں تجھ سے کہہ چکا ہوں تائیورس۔ کہ میں دوستوں سے کھل کر دوستی اور دشمنوں سے کھل کر دشمنی کرتا ہوں۔ میں نے خود کو فیقلولیہ کا دوست کہا ہے اس کے وقار کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔''

اور دونوں میرے جواب کے تاثر میں ڈوبے رہے۔

''اب تو تیرے لئے شکریے کے الفاظ ناکافی ہیں میکارا۔ ہم تیرے احسانمند ہیں۔''

''تیاریاں کب تک مکمل ہوجائیں گی تائیورس۔؟'' میں نے بات ٹالتے ہوئے پوچھا۔

''تو نے جس مستول کے لئے کہا ہے، وہ کل تک تیار ہوجائے گا۔ پرسوں روانہ ہوجانا۔''

''ٹھیک ہے۔ لیپاس تم تیار ہو۔؟''

''بالکل۔'' لیپاس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ بلاشبہ اس کی مسکراہٹ بہت حسین تھی لیکن میرا شبہ، بلکہ میرا تجربہ، لیپاس کی آنکھیں بتاتی تھیں کہ ان میں مردانگی نہیں ہے۔ ان آنکھوں میں ایک مخموری کیفیت تھی۔ ایک عجیب سا حجاب تھا۔ گو تائیورس میرے ساتھ مخلص تھا لیکن اس نے بھی

لیپاس کے بارے میں چھپایا تھا۔ نہ جانے کیوں؟ بہرحال میں نے بھی لطف لینے کا فیصلہ کرلیا۔ ویسے ایک طرح سے میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ ممکن ہے یہ میرا وہم ہی نکلے۔ گو اس کے امکانات کم تھے لیکن کوئی فرق نہیں پڑتا میری جان لیپاس...... میں بھی تیرا بھرم قائم رہنے دوں گا۔

سو پروفیسر...... تیسرا دن آ گیا۔ اہل فیقلو لیہ نے ساحل سمندر پر ہمیں الوداع کہا۔ گنے چنے لوگ ہی ہمارے مشن کے بارے میں جانتے تھے۔ لیپاس میرے نزدیک کھڑا تھا۔ دوسری جانب میرا دوست گستاک تھا جس کا سینہ فخر سے اتنا پھول گیا تھا کہ اندیشہ تھا، پھٹ نہ جائے۔ تائیورس زور زور سے ہاتھ ہلا کر ہمیں الوداع کہہ رہا تھا۔

ساحل دور ہوتا گیا...... دور...... اور دور...... اور دور...... یہاں تک کہ جزیرے کی بلندیاں نگاہوں سے اوجھل ہونے لگیں۔ اونچی دیواریں سمندر کی لہروں سے نیچے ہو گئیں اور جب سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ جب چاروں طرف سمندر کے علاوہ کچھ نہ رہا...... تو میں نے جنرل لیپاس کی طرف دیکھا۔

''کیا سوچ رہے ہو میرے دوست۔'' میں نے بے تکلفی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور لیپاس اچھل پڑا۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے بے تکے سے انداز سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی۔''

''بس۔ میں اس مشن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔''

''کیا۔؟''

''یہی کہ تم نے بہت دور کی کوڑی تلاش کی۔ اگر ہمارا مشن کامیاب ہو جائے تو تھیوڈس کے لئے صرف پانی کی قبر رہ جاتی ہے۔ وہ بدترین شکست سے دوچار ہوگا۔''

''تمہارا کیا خیال ہے لیپاس۔ کیا دوسرے لوگ تمہاری مدد پر آمادہ ہو جائیں گے۔؟''

''ستارے یہی کہتے ہیں۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''اوہ۔ تو کیا تمہیں بھی علم نجوم سے دلچسپی ہے۔؟''

''فیقلولیہ...... اور نہ صرف فیقلولیہ بلکہ اہل یونان میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہونگے جو ستارہ شناس نہ ہوں۔ ہمارے یہاں مختلف تعلیمات کے ساتھ یہ تعلیم بھی ضروری ہے۔'' لیپاس کے بجائے گستاک بول پڑا۔

''بہت خوب...... بلاشبہ تم لوگ بہت ذہین ہو۔ کیا تم مجھے یونان کے بارے میں تفصیلات نہ بتاؤ گے۔؟''

''اگر تم برا نہ مانو...... تو اس کے لئے رات موزوں ہے۔ کیوں نہ ہم پورے جہاز کا گشت کر کے اطمینان کرلیں۔'' لیپاس نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے طویل سانس لیکر کہا اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ گستاک سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگا ہوا تھا لیکن ابھی کوئی حرج نہیں تھا۔ تاوقتیکہ اس کی علیحدگی کی ضرورت نہ پیش آ جائے۔

جہاز کافی بڑا تھا اور افراد کم تھے۔ بڑی پُرسکون فضا تھی۔ ہر قسم کی آسائشیں مہیا کر دی گئی تھیں۔ جہاز کا کپتان ایک تجربہ کار اور ہنس مکھ شخص تھا چنانچہ پورا دن خوشگوار گزرا۔۔۔۔ اور پھر شام ہو گئی۔۔۔۔ سورج کے چھپنے کا منظر بے حد حسین تھا۔ لیپاس بہت دیر تک اس منظر پر نگاہیں جمائے رہا تھا۔ اور جب سورج کا گولہ سمندر میں غائب ہوا تو میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔

''جنرل لیپاس۔؟''

''ہوں۔'' وہ چونک پڑا۔

''کیا بات ہے۔ تم زیادہ تر سوچ میں ڈوبے رہتے ہو۔ اس رات تو تم ایسے نہ تھے جس رات تھیوڈس نے حملہ کیا تھا۔''

''نہیں۔ میں کوئی خاص بات نہیں سوچ رہا تھا۔''

''اور اس رات کے بارے میں کیا کہو گے۔؟''

''اس رات کی بات اور تھی۔ وہ ہنگاموں کی رات تھی۔ ویسے عموماً میں خاموش رہنے کا عادی ہوں۔''

''یہ عادت اچھی نہیں ہے۔''

''شاید۔''

''اسے ترک کر دو۔''

''میں کوشش کروں گا۔''

''اور ہاں۔۔۔ رات کو ہم ایک ہی کمرے میں سوئیں گے۔ مجھے تم سے یونان کے بارے میں کچھ معلومات کرنا ہیں۔''

''ہم۔ میری معلومات زیادہ وسیع نہیں ہیں۔'' لیپاس کسی قدر گھبرا گیا۔

''جس قدر بھی ہیں وہ تم سے معلوم کروں گا اور باقی دوسروں سے۔'' میں نے کہا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن یہ گفتگو ہم ستاروں کی نیچے کھلی فضا میں کریں گے۔ یوں بھی میں دیر سے سونے کا عادی ہوں لیکن نیند مجھے تنہائی میں ہی آتی ہے۔ خواہ پوری رات گزر جائے۔ مجھے امید ہے تم محسوس نہ کرو گے۔''

''تم کہتے ہو تو محسوس نہ کروں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس بھی خواہ مخواہ مسکرانے لگا۔ گستاک اس وقت ہم سے دور تھا لیکن ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کی بھنک سنکر وہ ہماری طرف دوڑا اور ہمارے قریب آ کھڑا ہوا۔

''کیا گفتگو ہو رہی ہے۔ ذرا میں بھی سنوں۔''

''اب ختم ہو گئی۔ آؤ۔ رات کے کھانے کا جائزہ لیں۔'' میں نے کہا اور ہم تینوں آگے بڑھ گئے۔

سادہ دل گستاک نے رات کو بھی ہمارا پیچھا نہ چھوڑا۔ اس کے لئے تو اور کوئی جگہ بھی نہیں تھی۔ رات ہوتے ہی اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔

''کیا خیال ہے میکارا۔ کیا ہم اپنا کام شروع کر دیں۔ ستارے نکل آئے ہیں۔؟''

''آج نہیں گستاک۔کل سے ہم کریں گے۔آج تو سمندر کی پہلی رات ہے۔''

''ٹھیک ہے۔کل سہی۔دراصل کھلا آسمان ہمارے کام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔اگر بادل گھر آئے تو مشکلات پیش آئی گی۔''

''میں پیش گوئی کرتا ہوں کل آسمان صاف رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔ویسے آثار بھی نہیں نظر آتے لیکن یہ رات کیسے گزاری جائے گی۔؟''

''میں نے لیپاس سے کہا ہے کہ وہ مجھے یونان سے آگاہ کرے۔''

''اوہ۔ہاں مجھے یاد آیا۔لیکن اس گفتگو کے لئے ہمیں کوئی مناسب جگہ منتخب کرنی چاہئے۔''

''ہمیں۔؟''میں نے ایک گہری سانس لیکر پوچھا۔

''ہاں۔میری موجودگی بہت ضروری ہے۔''

''کیوں۔؟''

''لیپاس ابھی نوعمر ہے۔اسے قدیم یونان مناسب طور پر یاد نہ ہوگا۔میں موجود ہوں گا تو اسے ٹوک سکتا ہوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔''میں نے مردہ لہجے میں کہا۔گستاک،چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا جبکہ میری خواہش تھی کہ لیپاس کے ساتھ تنہا وقت گزاروں اور اس کی حقیقت معلوم کروں۔

بہرحال رات گئے میں نے لیپاس کو بلایا اور ہم جہاز کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے جہاں سے سمندر کی لہروں پر ستاروں کا عکس صاف نظر آئے۔پانی کو چھوتی ہوئی سرد ہوائیں ہمارے جسموں کو مس کرتی ہوئی گزر رہیں اور ماحول کی شراب ذہنوں میں رچتے ہوئے سرور کو دو آتشہ کر دیا۔

بلاشبہ بڑا خوشگوار منظر تھا۔

''لیپاس۔؟''میں نے آہستہ سے کہا۔

''کیا بات ہے میکارا۔؟''

''ہمارے لباس نم ہواؤں کے حسن کو فنا کر رہے ہیں۔گستاک،کیا تم اس موٹے لباس میں خوشگوار کیفیت محسوس کر رہے ہو۔؟''

''نہیں۔''

''تب کیوں نہ ہم اوپری جسم کو لباس سے آزاد کر دیں۔اور پھر میں تو یوں بھی لباس کا عادی نہیں ہوں۔تائیوس نے مجھ سے لباس پہننے کی درخواست کر کے مجھ پر ایک بوجھ لاد دیا ہے۔''میں نے اپنا اوپری لباس اتار پھینکا۔

''سمندر میں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے لیکن گستاک شاید براہ راست ہواؤں کو برداشت نہ کر سکے۔''لیپاس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا لیکن وہ خود کو سنبھالے ہوئے تھا۔

''لیکن تم تو نوجوان ہو لیپاس۔اتار پھینکو اس لباس کو۔دیکھو بدن کو چھونے والی ہوائیں کس قدر خوشگوار ہیں۔''

''اوہو۔ اوہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ میں تو سمندری ہواؤں سے سخت بیمار ہو جاتا ہوں۔ میرے لئے یہ ناممکن ہے۔''

''بیمار ہو جاتے ہو۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یقین کرو۔''

''تمہاری مرضی۔'' میں نے کہا۔'' بہرحال تم مجھے یونان کے بارے میں کچھ بتانے والے تھے۔؟''

''ہاں۔ میں نے قدیم یونان کے بارے میں جو کچھ جانا ہے وہ تمہیں بتا سکتا ہوں۔ لیکن وہ اس قدر جامع اور مکمل نہ ہوگا کہ تمہاری تشفی کر سکے۔''

''پھر بھی جس قدر ہو۔''

''باقی میں بتا دوں گا۔'' گستاک نے کہا۔

''میرے بجائے تمہارا علم زیادہ ہے ستارہ شناس۔ کیوں نہ تم ہی میکارا کو اپنی قیمتی معلومات سے مستفیض کرو۔'' لیپاس نے کہا اور احمق گستاک فوراً تیار ہو گیا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' اس نے خلوص سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ بوڑھا مفکر گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''سمجھ میں نہیں آتا یونان کی کہانی کہاں سے شروع کروں۔؟ افروجیہ سے سسلی تک پھیلی ہوئی اقوام کا تذکرہ کروں، افروجی، نرویانی، تھریسی، مقدونوی، دلیریائی، رپیانروی لوگوں کی زندگی کے بارے میں بتاؤں یا دیوتی سیوس کے دور سے آگے کی بات کروں۔ میرا خیال ہے میں میکارا کو ہرقل گریونیس کے بارے میں بتاؤں جس کے مویشی اری تھیا چرا کر لے جاتا تھا۔ تو میرا اجنبی دوست، کیا تو قنطار کے بارے میں جانتا ہے؟ کیا تو نے ازوری اور ہرمیس کے بارے میں سنا ہے جو طوفان کے دیوتا ہیں۔ دراصل مجھے قصے شروع کرنا نہیں آتے۔ اس لئے میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں اصلی کہانی کہاں سے شروع کروں۔؟'' گستاک نے بے بسی سے کہا۔

''تم مجھے یونان کے موجودہ حالات بتاؤ گستاک۔ جب تک مجھے ان لوگوں کی تفصیل معلوم نہ ہو جائے، جن کے تم نے نام لئے، تب تک میں ان کے بارے میں کیسے جان سکتا ہوں۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

''انکی تفصیل تو ستارے ہی بتا سکیں گے۔'' گستاک نے کہا۔'' ہاں میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ بروے تھیوس گرج کا دیوتا ہے اور نیقا کمیسوس چمک کا۔ دوسرے سارے دیوتا ان سے خوف کھاتے ہیں اور عموماً انکے راستے میں نہیں آتے۔ لیکن جب دیوتاؤں میں جنگ ہوتی ہے تو قیامت آ جاتی ہے اور پھر ہم انتظار کرتے ہیں اس جنگ کے خاتمے کا۔ لیکن وہ خوش نصیب ہوتے ہیں جو اس جنگ کا اختتام دیکھنے کیلئے زندہ ہوتے ہیں۔''

''گویا تمہارے سارے کام دیوتا کرتے ہیں۔'' میں نے پوچھا۔

''تو ان کے علاوہ اور کون ہے۔ خدائے ساوی کے یہی ہرکارے نظام کائنات کے مالک ہیں۔ انہی کے کاندھوں پر دنیا کا بوجھ ہے۔'' گستاک نے کہا۔

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ان لوگوں کے سوچنے کا انداز بھی دوسرے لوگوں سے مختلف نہیں تھا۔ یہاں صرف یہ فرق تھا کہ ان لوگوں نے ہر کام کے لئے ایک دیوتا کا تعین کر لیا تھا لیکن گستاک کم علم تھا۔ وہ ان دیوتاؤں کے بارے میں تفصیل نہیں بتا سکتا تھا۔

''یہ دیوتا کہاں رہتے ہیں گستاک، کیا تم لوگوں کو ان کا مسکن معلوم ہے۔؟''

''ہاں۔ پے تیوس کے کنارے۔ اولمپوس کی سیاہ چوٹیوں پر جہاں ابر کی چادر اور تاریکی نازل کرتی ہے۔ وہی ہمارے معبودوں کا مسکن ہے۔ وہی متبرک جگہ ہے۔''

''خوب۔ یہ پے تیوس کہاں ہے۔؟''

''تھسلی میں۔'' گستاک نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ اب میں اس بے وقوف سے تھسلی کے بارے میں پوچھتا تو وہ کسی اور جگہ کا نام لے دیتا۔ ظاہر ہے مجھے اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں معلوم تھا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ میں نے سوچا یہ مسئلہ اس سیدھے سادھے انسان سے حل نہیں ہوگا اس کے لئے دوسرے ذرائع استعمال کرنے پڑیں گے۔

''کیا تمہاری سمجھ میں یونان آ گیا میکارا۔؟'' گستاک نے سوال کیا اور اس بات پر میرے حلق سے ایک قہقہہ ابل پڑا۔

''اچھی طرح گستاک۔ بہت اچھی طرح۔''

لیکن گستاک میری ہنسی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔ چند ساعت احمقانہ انداز میں میری شکل دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''شکر ہے۔ میں تمہارے کسی کام آ سکا۔'' اور میں ہنستا رہا۔ شاید لیپاس بھی میری ہنسی کی وجہ نہیں سمجھ سکا تھا۔

''لیپاس۔ رات خاصی ہو گئی ہے۔ کیوں نہ ہم آرام کریں۔؟''

''مناسب یہی ہے۔'' لیپاس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ گستاک ابھی میرا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''ابھی کون سی رات ہو گئی ہے۔ میں تمہیں یونان کے بہت سے قصے سناؤں گا۔ میرا خیال ہے میں تمہارے ساتھ ہی قیام کروں۔''

''مناسب نہ ہوگا گستاک۔ میں تنہا سونے کا عادی ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور گستاک خاموش ہو گیا... لیکن لیپاس نے ایک بار عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا... میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے میری وہ پیشکش یاد کی ہے، جب میں نے اسے اپنے ساتھ رہنے کے لئے کہا تھا۔

بہرحال۔ میں واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا اور آرام کرنے لیٹ گیا... کافی دیر تک میری آنکھوں میں مختلف تصویریں چکراتی رہیں۔ ان میں لیپاس کی تصویر بھی تھی۔ اور زمانہ قدیم کے بہت سے کردار بھی تھے اور جانے کون کون سی شکلیں آنکھوں میں تیرنے میں نے آنکھیں بند کر لیں۔

دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی۔ میں کافی دیر تک اپنی قیام گاہ سے باہر نہ آیا۔ میں نے سوچا کہ اب میں کسی سے یونان کے بارے میں معلوم نہ کروں گا، بلکہ تھیوڈوس کے مسئلے سے نپٹنے کے بعد خود ہی اس کے ایک ایک خطے میں گھوم کر اس کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

تب گستاک نے میرے کمرے میں جھانکا اور پھر اندر گھس آیا۔ ''رب ارزاس کی قسم۔ میں نے سوچا کہ تمہاری طبیعت خراب نہ ہو گئی ہو۔ ورنہ تم اتنی دیر آرام نہ کرتے۔''

''نہیں میں ٹھیک ہوں گستاک...... لیپاس کہاں ہے۔؟''

''کپتان کے پاس...... اس سے گفتگو کر رہا ہے۔''

''گستاک۔کیا تم مجھے اس پراسرار نوجوان کے بارے میں بتاؤ گے۔؟''

''کس کے بارے میں۔؟''

''لیپاس کے بارے میں۔''

''کیوں...... اس میں کیا خاص بات ہے۔؟''

''تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو۔؟''

''وہی جو تم جانتے ہو۔''

''میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔''

''اس کے علاوہ اور کوئی بات ہے کہ وہ جنرل لیپاس ہے۔تائیورس کا بھائی ہے...... ایک پرجوش نوجوان ہے۔''

''بس...؟''

''ہاں۔''گستاک نے جواب دیا...... لیکن میں مطمئن نہیں ہو سکا تھا...... میں کیسے تسلیم کر لیتا کہ وہ نوجوان ہے...... جبکہ مجھے اس کی ہر ادا نسوانیت سے بھرپور معلوم ہوئی تھی۔

''تائیورس کب سے یہاں کا حکمراں ہے۔؟''

''اپنے باپ کی موت کے بعد سے۔''

''اس کے کتنے بھائی بہن ہیں۔؟''

''لیپاس کے علاوہ کوئی نہیں۔''

''اوہ......''میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں سوچا...... نہ جانے کیا چکر ہے...... میں اگر چاہتا تو لیپاس کو چند لمحات میں کھول لیتا...... اور اپنی تشفی کر لیتا...... لیکن اب اتنی بڑی بھی مصیبت نہیں ہے...... ممکن ہے وہ مرد ہی ہو...... میں دوسرے طریقوں سے یہ راز کھلواؤں گا...... میں نے سوچا اور اس وقت کے بعد میں نے تشویش اور تجسس چھوڑ دیا۔میں گستاک کے ساتھ باہر نکل آیا...... پھر میں نے اور گستاک نے ناشتہ کیا۔اور پھر جہاز کے اوپری کونے پر کھڑے ہو کر ہم گفتگو کرنے لگے۔

''ہماری پہلی منزل کہاں ہوگی لیپاس۔؟''میں نے پوچھا۔

''لبوبارا...... یہ سب سے نزدیکی جزیرہ ہے۔''لیپاس نے جواب دیا۔

''لبوبارا کا حکمراں کون ہے۔؟''

''ہیرودلس''۔ لیپاس نے جواب دیا۔

''کیسا انسان ہے۔؟''

''میں اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا..... خراج گزار ہے۔ اس کی کہانیاں بھی عام نہیں ہیں۔''

''کتنا سفر باقی رہ گیا لیوہارا کا۔؟''

''میرا خیال ہے آج سورج چھپنے تک ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔'' لیپاس بولا۔

''اوہ .. اس کا مطلب ہے کہ ستاروں سے شناسائی کی رات آج بھی نہیں آئے گی۔'' گستاک بڑبڑایا اور میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ گستاک اس قدر رنگین ہے، اس کا اندازہ مجھے نہیں تھا... ورنہ شاید میں اسے ساتھ نہ لگاتا۔

بہرحال اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ گستاک خود ہی کچھ الفاظ ضائع کرنے کے بعد خاموش ہو گیا۔

وہ دن بھی حسب معمول گزرا۔ شام ہونے میں کچھ وقت باقی رہا تھا کہ افق پر ایک سیاہ لکیر نمودار ہوئی اور لیپاس نے مجھے اطلاع دی۔ سامنے لیوہارا نظر آ رہا ہے..... اس کے بعد مستول پر دوستی کا جھنڈا چڑھا دیا گیا تاکہ جزیرے والے کسی غلط فہمی کے شکار نہ ہوں۔

چھ چھوٹی کشتیوں نے ساحل سے بہت دور ہمارا استقبال کیا۔ یہ لیوہارا کے فوجی تھے۔ چاق و چوبند، سرخ و سفید، تندرست و توانا، خوبصورت لباسوں میں ملبوس، گویا لیوہارا ایک خوشحال ریاست ہے۔

جہاز روک دیا گیا.... اور آنے والی کشتی سے پوچھا گیا۔'' کون ہو؟'' کہاں سے آئے ہو؟'' کیوں آئے ہو۔؟'''' تم نے دوستی کا جھنڈا دیکھ لیا ہے۔؟''

''ہاں.. ..لیکن تمہارا تعلق کون سے جزیرے سے ہے۔؟''

''ہم لیقلولیہ سے آئے ہیں۔''

''کوئی پیغام لائے ہو۔؟''

''ہاں......''

''آ جاؤ..... ہیرودلس تم سے ملاقات پسند کرے گا، کیونکہ وہ تمہارے بہی خواہوں میں سے ہے۔'' کشتیاں واپسی کے لئے مڑ گئیں اور جہاز بھی ساحل کی طرف رینگنے لگا۔ ساحل زیادہ دور نہ رہ گیا تھا..... ہم ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں کو دیکھ رہے تھے.... لیپاس کی التجا پر میں نے ایک لباس پہن لیا تھا۔ اور لیپاس کی آنکھوں میں اس لباس کی حیثیت بھی دیکھ لی تھی۔ لیکن گستاک نے حسب معمول بکواس شروع کر دی۔

''اوہ..... اوہ میکارا..... میرے عظیم دوست... کون کہہ سکتا ہے کہ تو زمین سے تعلق رکھتا ہے..... رب ارزا کی قسم تو بارش کا دیوتا معلوم ہوتا ہے..... جو برکتیں نازل کرتا ہے اور کھیتیاں ہری ہو جاتی ہیں۔''

''کم باتیں کیا کرو گستاک۔'' میں نے کہا۔

''مجھ پر یقین نہ ہو تو لیپاس سے پوچھ لو......'' گستاک نے لیپاس کی طرف اشارہ کیا۔

''مجھے تم سے اختلاف نہیں ہے گستاک۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جہاز ساحل سے جا لگا تھا۔ سامنے ہی ایک خوبصورت رتھ کھڑا ہوا تھا جس میں سیاہ رنگ کے دس گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ اس کے گرد بے شمار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ یہ خوبصورت لباسوں والے خوبصورت سپاہی تھے۔

سب سے پہلے میں اور لیپاس جہاز کے تختے سے نیچے اترے تھے۔ ساحل پر رو در رویہ کھڑے ہوئے لوگوں نے کائی کی طرح پھٹ کر ہمیں جگہ دے دی اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ تب دو قوی ہیکل لوگ ہمارے سامنے آئے۔

''کیا تم فیقلولیہ سے آئے ہو۔؟''

''ہاں......ہم وہیں سے آئے ہیں۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''کیا فیقلولیہ فنا ہو چکا ہے۔؟''

''نہیں......فیقلولیہ اسی طرح سرسبز و شاداب ہے۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''لیکن لیوبارا میں فیقلولیہ کا سوگ منایا جا چکا ہے...... لیوبارا کے لوگ فیقلولیہ کے مکانات سے اٹھتے ہوئے دھوئیں کا تعین کر چکے تھے۔''

''آخر کیوں......؟'' لیپاس نے پوچھا۔

''تھیوڈوس کے جہاز فیقلولیہ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔''

''ہاں......تمہارا خیال درست ہے لیکن تھیوڈوس اپنے چار جہازوں اور بے شمار لوگوں سے ہاتھ دھو کر پسپا ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔''

''ہیں۔؟'' دونوں قوی ہیکل نوجوان حیرت سے اچھل پڑے...... ''کک......کیا یہ درست ہے۔؟''

''ہاں......جیسا کہا جا رہا ہے ویسا ہی ہے۔''

''اوہ......اوہ......ارسیدش کی مہربانی سے ایک عمدہ خبر سننے کو ملی......آہ......یہ خبر......یہ خبر......مجھے اجازت دو میرے دوست......میں یہ خبر ہیرودوتس کو سنا دوں......'' ایک نوجوان رتھ کی طرف دوڑ گیا......دوسرا اب بھی حیرت سے ہماری شکلیں دیکھ رہا تھا۔

تب میں نے دیکھا کہ خوبصورت رتھ سے خوبصورت لباس والا ایک ادھیڑ عمر شخص نیچے اترا۔ اس کے انداز میں گرمجوشی تھی......وہ ہماری طرف ہی آ رہا تھا......اور لوگ......اس کے سامنے سے ہٹ ہٹ کر بڑے مؤدبانہ انداز میں اسے راستہ دے رہے تھے......میرے سامنے پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا۔

''رب ارسیدش کی قسم......تو کون ہے؟ کیا پلاسو......؟ تسائی نہیں یا ہیرلیاس......؟ مجھے بتا اے شخص......تو کون ہے؟ مجھے بتا دیوتاؤں کی سی شان والے......تو کہاں سے آیا ہے؟ کیا فیقلولیہ سے؟......بلاشبہ ایسی عظیم خبر تو ہی سنا سکتا ہے......لیکن کیا تانیورس کو دیوتاؤں کی حمایت حاصل ہو چکی ہے؟ آہ......کیا فیقلولیہ کے محافظ دیوتا بن چکے ہیں؟ اور تو کون ہے جوان۔؟'' اس بار اس کا تخاطب لیپاس سے تھا......میں نے تو خاموشی

سے مسکرانے پر اکتفا کی تھی لیکن لیپاس آگے بڑھ آیا۔

''عظیم ہیرودوس...... جو کچھ تو نے سنا بالکل ٹھیک ہے ...... لیکن کیا تیرے ہاں مہمانوں سے گفتگو ساحلِ سمندر پر کی جاتی ہے۔؟''

''اوہ ...... نہیں، ...... لیکن تو نے جو خبر سنائی، وہ اس قدر حیرت انگیز تھی کہ حواس قابو میں نہ رہے۔ ...... بے اختیار ہو کر سب کچھ بھول گیا ...... آؤ اینقلولیہ کے دوستو، آؤ عظیم خبر سنانے والو ...... لیوبارا تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔ ...... معزز مہمانوں کو رتھ میں سوار کرایا جائے۔'' اس نے دوسری طرف رخ کر کے کہا۔

بلاشبہ بدحواس شہنشاہ تھا...... عجیب سی کیفیت کا حامل۔ شاید بزدل بھی ...... یا پھر اس کی شخصیت سے شہنشاہیت کا خول کچھ عرصے کے لئے اتر گیا تھا ...... بہرحال وہ بھی مجھے عجیب سا لگا...... ہم دونوں بھی اس کے ساتھ رتھ میں بیٹھ گئے اور مجھے دس گھوڑوں والے اس زنانہ قسم کے رتھ پر بیٹھ کر بڑی ہنسی آئی ...... رتھ چل پڑا...... تب میں نے لیپاس سے پوچھا۔

''اور جہاز والوں کا کیا ہوگا۔؟''

''لیوبارا کے دوست جانتے ہیں کہ مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''یقیناً۔'' ہیرودوس نے کہا۔ ''ہاں اس خبر کی تفصیل معلوم ہونے دو جو عقل سے باہر ہے...... ہاں اس پر یقین آ جانے دو ...... جو تم نے کہا ...... اس کے بعد اینقلولیہ کے آنے والوں کی حیثیت بالکل ہی بدل جائیگی کون ہے جو اس خبر کو سن کر پاگل نہ ہوگا ...... ارے واہ۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سمندر کا شہنشاہ تھیوڈس شکست سے دوچار ہوا ہو...... اف کہیں یہ توہین تو نہیں ہے اس دیوتاؤں جیسی شکل والے کی ...... ہیرودوس بہتر ہے۔ اپنی زبان بند رکھو اور حالات مکمل طور پر علم میں آ جانے دو......'' ہیرودوس خود سے ہی گفتگو کر رہا تھا اور میں لیپاس کی شکل دیکھ رہا تھا جو بار بار ہونٹوں پر آ جانے والی مسکراہٹ کو دبا رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہم شاہی محل پہنچ گئے ...... دربانوں نے آگے بڑھ کر سونے کا منقش تخت رتھ کے نیچے رکھا...... لیکن اعلیٰ حضرت تخت پر پاؤں رکھے بغیر نیچے کود گئے۔

''آؤ...... آؤ...... میرے دوستو...... افسوس میں برداشت کی ہمت نہیں رکھتا۔''

ہم دونوں اس بدحواس شہنشاہ کے ساتھ اندر داخل ہو گئے...... مجھ پر پڑنے والی نگاہیں ویسی ہی تھیں، جیسی صدیوں سے ...... یہ نگاہیں میرے لئے اجنبی نہ تھیں۔

ہر دور کے انسان مجھ سے ملاقات ہونے پر اتنے ہی حیران ہوتے تھے...... تب ہم ایک خوبصورت چوبی دروازے کے نزدیک پہنچ گئے...... دروازے پر کھڑے ہوئے دربانوں نے جلدی سے دروازہ کھولا...... اور ہم دونوں ہیرودوس کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔

ہیرودوس کا یہ بڑا کمرہ ایسا ہی تھا جیسا کسی شہنشاہ کا ہونا چاہئے تھا ...... اس نے ہمیں بیٹھنے کی پیشکش کی اور پھر خود بھی ایک خوبصورت جڑاؤ کرسی پر بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

''دوستو..... مہمانو..... ممکن ہے بدحواسی میں مجھ سے کچھ ایسی حرکتیں سرزد ہو رہی ہوں جو تمہارے لئے تعجب خیز ہوں..... لیکن تھیوڈوس کی شکست کی خبر ایسی ہی ہے کہ تم جس کے سامنے دوہراؤ گے اس کی حالت مجھ جیسی ہوگی۔''

''کوئی بات نہیں ہیرو ڈوٹس..... تم جس انداز سے ہم سے ملے ہو، اس میں دوستی ہے..... اس کے لئے ہم تمہارے شکر گزار ہیں.....''

''یہ میرا فرض ہے..... یہ میری ذمہ داری ہے..... لیکن پیارے دوستو دیوتاؤں کے لئے مجھے زیادہ..... انتظار نہ کراؤ..... مجھے بتاؤ..... فیقلولیہ کے ساتھ کیا ہوا..... یہ غیر یقینی سی بات کیسے ممکن ہوئی..... ؟'' ہیرو ڈوٹس نے کہا۔

''تمہارے علم میں شاید ہو، ہیرو ڈوٹس..... کہ عظیم تائیورس وہ پہلا مرد آہن ہے، جس نے سمندری عفریت تھیوڈوس کے خلاف آواز بلند کی..... اس نے آہستہ آہستہ فیقلولیہ کو مضبوط بنایا..... اور جب اس نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں..... تو اس نے تھیوڈوس کو صاف جواب دے دیا..... نتیجہ ظاہر تھا تھیوڈوس چڑھ دوڑا۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''چڑھ دوڑا۔'' ہیرو ڈوٹس اچھل کر بولا..... اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ تھیوڈوس سے کس قدر خوفزدہ تھے..... ایسا لگتا تھا جیسے تھیوڈوس نے ہاتھ بڑھا کر ہیرو ڈوٹس ہی کی گردن پکڑ لی ہو۔

''ہاں..... اس نے جنگ شروع کر دی..... لیکن ہمارے ساتھ میکارا جیسے بہادر لوگ تھے اور پھر تائیورس نے تھیوڈوس کے لئے خوب بندوبست کیا تھا، چنانچہ..... اس کے چار جہاز نذر سمندر ہو گئے..... اور بے شمار آدمی آگ کا شکار اور سمندری مچھلیوں کی خوراک بن گئے..... تب..... تھیوڈوس بدحواسی کے عالم میں پسپا ہو کر بھاگ گیا۔''

''بب..... بھاگ گیا..... ؟'' ہیرو ڈوٹس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے کسی بوتل کا کارک کھل گیا ہو.....

''ہاں''۔

''اوہ..... اوہ..... بھاگ گیا..... بھاگ گیا.....'' ہیرو ڈوٹس باقاعدہ کانپ رہا تھا۔ ''لل..... لیکن کیا وہ پھر نہیں آئے گا..... کیا اس بار وہ زیادہ قوت کے ساتھ حملہ آور نہیں ہوگا..... ؟''

اور میں نے محسوس کیا کہ ہیرو ڈوٹس بزدل ضرور ہے، لیکن اس کے ساتھ ذہین بھی ہے..... معاملہ فہم بھی ہے..... اس کا ذہن بھی فوراً اسی طرف گیا تھا لیکن لیپاس بھی خوب تھا..... اس نے خاصی لاپرواہی سے کہا۔

''ہاں..... یہ امکان ہمارے مدِ نظر بھی ہے۔''

''کیا تائیورس اس وقت سے خوفزدہ نہیں ہے..... ؟''

''نہیں۔''

''اوہ..... بہادر تائیورس..... دلیر تائیورس..... بڑی ہمت کی بات ہے بڑی عظمت کی بات ہے..... لیکن کیا وہ اس کی پوری قوت کو شکست دے سکتا ہے۔؟''

''یقیناً۔''

''تب تو ..... تب تو بلاشبہ وہ ایک عظیم کارنامہ انجام دے گا۔''

''اتفاق سے ہیرودوٹس ..... حیرت انگیز طور پر ..... وہ بات اتنی جلدی نکل آئی جس کے لئے ہم تمہارے پاس آئے تھے اور اب جب بات نکل ہی آئی ہے تو ..... میں کہہ دینے میں حرج نہیں سمجھتا۔''

''کیا بات ..... ؟ کیسی بات ..؟''

''تائیورس نے ہمیں ایک خاص مشن پر بھیجا ہے۔''

''کیسا مشن ..؟''

''تم نے تائیورس کے اس اقدام کو پسند کیا ..؟''

''بے حد ..... بہت زیادہ۔''

''کیا تمہارے دل میں یہ خواہش نہیں مچلتی کہ تم بھی تھیوڈوس کے ستم سے نجات حاصل کرلو ..... '' لیپاس نے کہا اور احمق ہیرودوٹس کرتی سے گرتے گرتے بچا ..... اس کے حلق میں پھندا لگ گیا تھا ..... بمشکل تمام اس نے خود پر قابو پایا ..... اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''ہم ..... ہم اس قابل نہیں ہیں۔''

''تائیورس یہ بات جانتا ہے ..... اس لئے اس نے ساری ذمہ داریاں خود اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''کک ..... کیا مطلب ..؟''

''اس کا خیال ہے کہ تھیوڈوس، پہلے اس سے نپٹنے کی کوشش کرے گا۔ تائیورس اس سے مقابلے کی تیاریاں کر رہا ہے ... لیکن اسے دوسرے جزیروں کی مدد بھی درکار ہوگی ..... اس سنہری موقع سے تم بھی فائدہ اٹھاؤ ..... اور اس وقت، جب تھیوڈوس ہمارے اوپر حملہ آور ہو۔ سارے جزائر چاروں طرف سے اپنے جہاز لے کر تھیوڈوس پر حملہ کردیں۔ تھیوڈوس نکل کر نہ جانے پائے ..... یوں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا۔''

''آہ ..... آہ ..... کاش ایسا ہو سکے۔ کاش۔'' ہیرودوٹس حسرت بھرے لہجے میں بولا۔

''ایسا خود بخود نہیں ہوگا ہیرودوٹس ..... اس کے لئے تمہیں تائیورس کی مدد کرنی پڑے گی ..... اس کے لئے تمہیں جدوجہد کرنی ہوگی۔''

''مم ..... مگر ..... اگر ..... ہم اس پر قابو نہ پاسکے تو ..... تو بعد میں وہ ہم سب کو سزا دے گا۔'' ہیرودوٹس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''دیوتاؤں کی مدد سے ہم اس پر قابو پالیں گے ..... تم نے دیکھا ..... تائیورس ایک بار اسے شکست دے چکا ہے۔''

''اوہ ..... یہ تو ہے ..... یہ تو ہے ..... تو کیا واقعی یہ ممکن ہے ..؟''

''بالکل۔''

''لیکن میرے دوستو ..... میں ستارہ شناسوں سے مشورہ کروں گا میں اس سے پوچھوں گا کہ یہ اقدام میرے لئے مناسب رہے گا یا نہیں۔''

''ہمیں کب تک جواب دو گے۔؟'' لیپاس نے پوچھا۔

''میرا خیال ہے کل...... نہیں نہیں پرسوں...... میں سارے ستارہ شناسوں کو جمع کروں گا۔ کل تم دربار میں شریک ہو کر لوگوں کو اپنی زبان سے سب کچھ بتانا۔''

''ہم تیار ہیں۔''

''آہ...... کیسی دلکش...... لیکن کیسی خوفناک خبر سنائی ہے تم لوگوں نے۔ ...... گویا تھیوڈس کا غرور بھی ٹوٹ گیا...... آہ...... وہ ہماری محنت سے کمائی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ لے جاتا ہے۔ ...... اور ہم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔''

''خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہیرودوتس...... اس کے بعد تم ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گے۔''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے......'' ہیرودوتس اچھل اچھل کر بولا۔ اور کافی دیر کے بعد اس نے ہم لوگوں کی جان چھوڑی۔

ہمارے لئے ہیرودوتس نے محل ہی کے ایک کمرے میں بندوبست کر دیا تھا...... لیپاس اور میں کمرے میں آ گئے...... لیپاس کے چہرے سے کسی قدر بے چینی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''کیوں؟ کیا بات ہے۔؟''

''اوہ...... کچھ نہیں میکارا......''

''تم کچھ بے چین سے ہو......؟''

''ہاں...... میں دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں......''

''ہیرودوتس کا رویہ دوستانہ ہے...... اس نے یقیناً ان کے لئے بھی عمدہ بندوبست کیا ہوگا۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن معلوم بھی تو ہونا چاہئے...... اور پھر وہ تمہارا دوست......'' لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''گستاک...... ؟''

''ہاں......''

''اس نے تو زندگی اجیرن کر دی۔''

''کیوں...... کیوں...... ؟'' لیپاس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''بس ہر وقت چپکا رہتا ہے۔''

''مخلص ہے......''

''ہاں...... شہد کا زیادہ استعمال بھی طبیعت پر گراں گزر جاتا ہے۔'' لیپاس مسکراتا رہا۔

''کیوں نہ ہم باہر نکل کر اپنے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کریں۔''

''باہر نکلنے کی کیا ضرورت ہے...... یہیں کسی کو بلا کر پوچھ لیا جائے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ایسا ہی کرتے ہیں۔'' لیپاس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر پیتل کے ایک گھنٹے کی طرف بڑھ گیا، جس کے نزدیک ایک چھوٹی سی ہتھوڑی رکھی ہوئی تھی ... اس گھنٹے پر ایک ہلکی سی ضرب لگائی اور فوراً ہی ایک نیزہ بردار اندر داخل ہو کر ہمارے سامنے جھک گیا۔

''فرمایئے......؟''

''ہمیں جانتے ہو......؟''

''جناب والا۔''

''ہمارے ساتھ آنے والے کہاں ہیں۔؟''

''ان کے لئے الگ انتظام کر دیا گیا ہے۔''

''کس جگہ......؟''

''اصطبل کے دوسری طرف......''

''کیا وہ وہاں مطمئن ہیں۔؟''

''یقیناً جناب......''

''ٹھیک ہے۔ جاؤ......'' میں نے کہا اور نیزہ بردار واپس چلا گیا۔

''اور تو کوئی بے چینی نہیں ہے۔؟'' میں نے شرارت آمیز انداز میں لیپاس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں... اور کیا ہو سکتی ہے۔''

''ممکن ہے تمہیں رات بھی اسی کمرے میں بسر کرنی پڑے ہیرودیس نے ہم دونوں کے لئے مشترکہ انتظام کیا ہے۔''

''مجبوری ہے... '' لیپاس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... مجبوری تو ہے......'' میں ہنس پڑا اور لیپاس کسی قدر پریشان ہو گیا...... وہ ٹٹولنے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی۔؟''

''کچھ نہیں...... بس یونہی ہنسی آ گئی......''

''دراصل مجھے بچپن سے تنہائی کی عادت ہے... بس یہ بات ہے... ورنہ اور کیا ہو سکتا ہے۔''

''پریشان نہ ہو میرے دوست...... میں تمہاری تنہائی برقرار رکھوں گا۔'' میں نے کہا اور اٹھ گیا۔

''ارے... ارے... لیکن تم کہاں جاؤ گے۔؟''

''کہیں بھی۔''

''مگر......؟''

''تم فکر نہ کرو...... جب چاہو گے تمہارے پاس ہوؤں گا۔''

''تمہارا شکریہ میکارو...... بس ایک عادت ہے......'' لیپاس کھسیانی ہنسی ہنسنے لگا اور پروفیسر...... میں وہاں سے نکل آیا...... میرا شبہ اب یقین کی منزل میں داخل ہو گیا تھا...... لیپاس کے ذہن میں طرف یہی الجھن تھی...... کہ اگر وہ میرے ساتھ رہا تو اس کا راز کھل جائے گا...... لیکن میری نگاہوں میں اب اس کا کوئی راز پوشیدہ نہ تھا...... ہاں حیرت اس بات پر تھی کہ دوسرے لوگ بھی اسے مرد سمجھتے تھے...... نہ جانے کیوں؟ تانیوس نے بھی کچھ سنجیدگی سے یہ بات چھپائی تھی۔

''بہرحال لوگ مجھ سے کچھ نہ چھپا سکے تھے۔ ہاں رہ گئی لیپاس کی بات تو وہ بہرحال خوبصورت تھا...... اس کی مسکراہٹ بے حد حسین تھی۔ اس کا جسم انتہائی سڈول تھا...... یقیناً اس موٹے لباس کے نیچے قیامت پوشیدہ ہوگی۔ یہ تو پروفیسر یقینی بات تھی کہ یہ قیامت ایک روز میرے سامنے ضرور عریاں ہو جاتی...... اب نہ سہی، کچھ دن کے بعد سہی...... میں جس وقت چاہتا، لیپاس پر اظہار کر دیتا کہ میں اس کی حقیقت سے واقف ہوں اور اگر لیپاس انکار کر دیتا تو میرے بازوؤں میں پھنس کر اس کے لئے راہ فرار نہ رہتی...... لیکن میں ابھی اس کے اندرونی راز سے ناواقف تھا۔

کیا اس کے دل میں میرے لئے مقام ہے؟ یا اس نے اپنے جذبات بھی ایسے ہی موٹے کپڑوں میں چھپا رکھے ہیں...... میں ان جذبات کو اس کے دل کی گہرائیوں سے نکالنے کے بعد بھی اس کی طرف قدم بڑھا سکتا تھا اور اس سلسلے میں میں نے اپنی فطرت کے خلاف خود کو وقت پر چھوڑ دیا تھا۔

سو میں کمرے سے نکل آیا...... پہرے دار میرے سامنے جھک گئے تھے...... اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اوپر یہاں کوئی پابندی نہیں تھی۔ یوں بھی یہ سادہ لوگوں کا دور تھا...... سازشوں کے اس دور میں اگر ان جیسے سادہ لوگ ہوتے تو سخت نقصان اٹھاتے...... میں محل کے خوبصورت حصے دیکھتا پھرا اور اس کے بعد محل کے بیرونی حصے تک نکل آیا...... ایک جگہ رک کر میں نے اصطبل کے بارے میں پوچھا۔

''محل کے عقب میں ہے......'' پہرے دار نے ادب سے جواب دیا اور میں محل کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔ اصطبل کے دوسری طرف ایک خوبصورت عمارت تھی...... عمارت کے دروازے پر کھڑے ہوئے پہرے داروں سے میں نے پوچھا۔

''فیقلولیہ سے آنے والے کیا اسی عمارت میں ہیں...؟''

''ہاں جناب......'' پہرے دار نے حیرت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں اندر جا سکتا ہوں......؟''

''ضرور جناب......''

اور میں عمارت میں داخل ہو گیا...... میری پہلی نگاہ گستاک پر پڑی...... گستاک نے بھی شاید مجھے دیکھ لیا تھا...... دوسرے لمحے وہ میری طرف دوڑا۔

''آہ میکارا..... میکارا..... میرے دوست..... لیپاس کہاں ہے تم خیریت سے تو ہو..؟''

''ہاں میں ٹھیک ہوں..... لیپاس بھی ٹھیک ہے..... تم اپنے بارے میں بتاؤ..؟''

''بڑے ہی مہمان نواز ہیں یہ لوگ..... کتنا اچھا سلوک کیا ہے انہوں نے ہمارے ساتھ..... ہر طرح کی آسائش ہے اور میکارا میرے دوست اس سہولت سے ہی میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ہیرو ڈس مہمان نواز ہے، دوست نواز ہے اور اس سے تمہاری..... خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی ہے۔''

''گفتگو تو ابھی شروع بھی نہیں ہوئی گستاک..... لیکن امید ہے کہ حالات ہمارے موافق ہی رہیں گے۔''

''یقیناً..... میں نے تمہارا شمار حالات بدلنے والوں میں کیا ہے۔ اور میں نے کیا ستارے یہی کہتے ہیں..... اشلاک اور بجردن سے کو میری ملاقات نہیں ہوئی..... لیکن..... لیکن.....''

''آج رات کو ہم ستاروں سے باتیں کریں گے۔'' میں نے کہا۔

''آج.....؟''

''ہاں..... کیوں.....؟'' میں نے گستاک کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے یہاں..... اس اجنبی جزیرے میں..... دوسرے لوگوں کے درمیان، ہمارے جہاز کا وہ مستول ہی ہے..... لیکن وہاں.....''

''کوئی حرج نہیں ہے..... ہم یہاں بھی آزاد ہیں..... جہاز پر میری مصروفیات کچھ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں..... یہاں کسی بلند اور خاموش جگہ بیٹھ کر ہم ستارہ شناسی کریں گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی.....'' گستاک نے کہا۔

ہیرو ڈس نے اس کے بعد دوسری ملاقات نہیں کی تھی..... صاف ظاہر تھا وہ تذبذب میں ہے۔ تھیوڈوس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی..... اس کے لئے تائیورس جیسا ہی باظرف اور دل گردے والا انسان قدم اٹھا سکتا تھا..... اگر وہ باظرف نہ ہوتا تو میں اس کا دوست نہ ہوتا اور اگر میں اس کے بجائے تھیوڈوس کا دوست ہوتا..... تو بلاشبہ سمندر میں بچھے ہوئے موٹے رسوں کے جال کاٹنا میرے لئے مشکل کام نہ تھا اور اس کے بعد تھیوڈوس کے خونخوار شکاریوں کو روکنا شاید تائیورس کے لئے مشکل ہوتا۔

بہرحال..... اگر ایک ہیرو ڈس تیار نہیں ہوتا تو نہ سہی۔ گو میں اسے تیار کرنے کے کچھ دوسرے گر بھی آزماؤں گا..... آخر تائیورس نے مجھے ہی اس مشن کے لئے منتخب کیا تھا۔

رات خوب گہری ہوئی تو میں نے گستاک کو ساتھ لیا اور ایک طرف چل پڑا..... ہم نے ایک سنسان راستے کا انتخاب کیا تھا اور یہ راستہ ہمیں سمندر کی طرف لے گیا۔ یہیں ہمارا جہاز لنگر انداز تھا۔

"آؤ گستاک..... کیوں نہ اپنے ہی جہاز پر چلیں۔"

"ارے ہاں۔وہ سامنے کیا ہے۔" گستاک خوش ہوکر بولا۔

"ہمارے جہاز پر کچھ ہمارے لوگ، اور لیوہار کے سپاہی تعینات تھے..... خوشگوار دوستانہ فضا تھی..... مجھے بڑی حیرت سے دیکھا گیا..... شاید جہاز کے عملے کے لوگ میرے بارے میں لیوہارا کے لوگوں کو کچھ بتا چکے تھے۔

سب میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔

"بیٹھو دوستو..... میں ذرا اپنے دوست گستاک کے ساتھ سمندر کی دوریاں دیکھنے جارہا ہوں۔" میں نے کہا۔اور پھر ہم اس مضبوط مستول کی طرف بڑھ گئے جو میں نے خصوصی طور پر تعمیر کرایا تھا۔

میں نے گستاک سے اوپر چڑھنے کے لئے کہا اور گستاک نے نیچے کھڑے ہو کر مستول کا سرا دیکھا۔اسے پوری گردن پیچھے کرنا پڑی تھی۔ اور جب اس نے مستول کا سرا دیکھ لیا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"چلو گستاک۔" میں نے اسے پتلی رسی کی سیڑھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"دیوتاؤں کی قسم..... اس سے قبل میں نے اس بارے میں سوچا بھی نہ تھا۔"

"کس بارے میں۔؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"یہی کہ یہ بلندی اس قدر ہو گی۔"

"کیا اوپر پہنچ کر ہمیں آسمان صاف نظر نہ آئے گا۔؟"

"ضرور آئے گا لیکن۔"

"لیکن کیا گستاک۔؟"

"اوپر جانے کا راستہ زیادہ خوشگوار نہیں ہے۔"

"اوہ..... تم اوپر چڑھتے ہوئے ڈر رہے ہو۔؟"

"یہ پتلی سیڑھی..... میرا مطلب ہے۔" گستاک نے کہا۔

"اچھا پہلے میں اوپر جاتا ہوں..... تم بعد میں آنا..... اس طرح تمہیں رسی کی مضبوطی کا اندازہ ہو جائے گا..... چنانچہ میں سیڑھی کے ذریعہ تیزی سے چڑھتا ہوا اوپر پہنچ گیا..... اوپر ہوا بہت تیز تھی..... لیکن مستول کے گرد ایک مضبوط کٹہرا بھی بنایا گیا تھا..... تاہم میں نے سوچا کہ گستاک کو ذرا احتیاط سے بٹھانا پڑے گا..... ممکن ہے تیز ہوا اسے سمندر میں اچھال دے۔

ہانپتا کانپتا گستاک سیڑھیاں طے کر رہا تھا۔اس کی رفتار بہت سست تھی۔ممکن ہے آدھے راستے سے ہی وہ واپسی کا پروگرام بنا لے چنانچہ میں نے چیخ کر اس سے کہا۔

''آنکھیں بند کر کے چڑھتے آؤ گستاک ..... آنکھیں بند کرنے سے فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔'' اور شاید اس نے میرے کہنے پر ہی عمل کیا تھا۔ خاصی دیر میں وہ اوپر پہنچ سکا اور میں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

گستاک کے بدن میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی ..... کئی ساعت وہ منہ سے کچھ بول بھی نہ سکا..... اس نے آنکھیں کھول دیں ..... میری شکل دیکھی اور ..... گہرائیوں میں سمندر دیکھا ..... پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔

''تم بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو گستاک ..... حالانکہ تم بہادر انسان ہو۔''

''اوہ ..... بزدلی نہیں ..... لیکن ذرا سمندر تو دیکھو ..... سیاہی کے علاوہ کچھ نظر آتا ہے۔؟'' گستاک نے کانپتے ہوئے کہا۔

''اور آسمان کی سفیدی بھی تو دیکھو ..... تاروں کا قرب کس قدر خوشگوار ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیا یہ مستول کافی مضبوط ہے۔؟''

''کوئی فکر مت کرو پیارے دوست ..... نیچے مت دیکھو۔ میرا خیال ہے رات کی سیاہی تمہارے اوپر اثر انداز ہوئی ہے۔''

''یہاں ہوا بھی تیز ہے۔''

''میں تمہارے گرد یہ مستول کی رسیاں کسے دیتا ہوں۔'' میں نے کہا اور گستاک کو میں نے جب مضبوط رسی سے باندھ دیا۔ تب اس کی گہری گہری سانسوں میں کسی قدر کمی واقع ہوئی۔

اس نے آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا ..... اور اس کے چہرے پر کسی قدر سکون کے آثار آئے۔ ''جگہ بہت عمدہ ہے، بلاشبہ بہت ہی عمدہ ..... لیکن یہاں تک پہنچنا بہت بڑی مصیبت ہے۔ کاش، یہ اتنا ہی مضبوط بھی ہو۔''

''ان باتوں کو ذہن سے نکال دو گستاک ..... ورنہ ہم ستاروں سے شناسائی کیسے حاصل کریں گے۔''

''ہاں ..... ذرا صبر کرو ..... دراصل میں نے اس قدر بلندیاں کبھی نہیں دیکھیں۔''

''ہر قسم کا خوف دل سے نکال دو ..... سیدھے ہو کر بیٹھو۔'' میں نے کہا۔ اور ستاروں پر نگاہیں جما دیں ..... یہ میرا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ستاروں سے تو میری بھی شناسائی تھی۔ یہ مجھے مستقبل کے بارے میں بتاتے تھے ..... بہت عرصے کے بعد میں نے اپنے دوستوں سے ملاقات کی تھی۔ کچھ کے انداز میں شکایت تھی۔ کچھ خلوص سے مسکرا دیئے تھے ..... کیسے پیارے دوست ہوتے ہیں یہ ستارے ..... میری مانند ..... اور شاید میری ہی صنف سے ان کا تعلق ہے ..... یہ بھی میری طرح ابدی ہیں ..... اور ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں۔

کئی منٹ تک میں ستاروں سے آنکھیں لڑاتا رہا ..... اس دوران گستاک نے خود کو درست کر لیا تھا۔ تب اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہیں ستاروں سے کافی دلچسپی معلوم ہوتی ہے۔؟''

''ہاں ..... تمہارا خیال درست ہے ..... میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھو فیثلولیہ سے میری ہمدردیاں اپنی علم و فن دوستی سے ہی حاصل کی ہیں۔ یہاں داخل ہونے کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے مجھے متاثر کیا وہ تم تھے میرے دوست ..... اور اس کے بعد میں نے بے شمار اچھے لوگ دیکھے۔''

''پورا یونان علم وفن کا گہوارہ ہے..... ہمارے درمیان تمہیں بہت سی برائیاں بھی ملیں گی، لیکن برائیاں اپنی جگہ۔ ستاروں کی دوستی اپنی جگہ۔ بڑے بڑے ستارہ شناس تمہیں نظر آئیں گے۔'' گستاک نے کہا۔ میری تعریف نے اس کے دل سے خوف دور کر دیا تھا اور وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ چنانچہ میں نے باتوں ہی باتوں میں اسے ستاروں کی طرف متوجہ کیا۔

''کہاں ہیں تمہارے اشلاک اور بجرون.....'' میں نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اشلاک.....'' ستارہ شناس نے آسمان کی طرف نگاہیں جما دیں۔ ''وہاں.....تمہارا ان سے تعارف ضروری ہے.....دیکھو پانچ ستاروں کا جھرمٹ نظر آ رہا ہے.....وہ ستارے جو اپنی کرنیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے ہیں۔'' اور میں اس کے اشارے پر آسمان میں سر جوڑے پانچ ستاروں کو تلاش کرنے لگا۔

تب میری نگاہوں نے انہیں تلاش کر لیا۔ ''ہاں..... میں نے دیکھ لیا۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہ نیناسیوں کا گروہ ہے جو آسمان کی تبدیلیوں پر غور کرتے ہیں.....تازہ ترین اطلاعات کے مظہر.....اگر چھوٹے وقت کے لئے معلومات درکار ہوں تو یہ ستارے ان کی صحیح نشاندہی کرتے ہیں۔''

''خوب..... کیا ان سے رابطہ ممکن ہے۔؟''

''نہیں..... میں ان کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا.....لیکن..... ارسطاس ان کا گہرا دوست ہے۔''

''یہ کون شخص ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''کوہ پے لیوس کے دامن میں آباد آئی گنیا کے ایک خوبصورت مکان میں ارسطاس مل جائے گا۔''

''جب ہم کوہ پے لیوس پہنچیں تو تم اس سے میری ملاقات ضرور کرانا گستاک۔''

''میرا وعدہ۔''

''خیر.....ہاں تو تم نیناسیوں کے گروہ کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔''

''ہاں.....ان کے بائیں سمت دیکھو.....ایک لائن سے چھ ستارے گزر رہے ہیں۔''

''میں نے دیکھا۔''

''ان کے برابر دو چمکدار ستارے ہیں جن کی شعاعیں کسی قدر نیلگوں لگ رہی ہیں۔''

''ہاں۔ مجھے نظر آ گئے۔''

''پہلا اشلوک ہے، اور دوسرا بجرون۔'' اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ ستاروں کی چمک ایکدم بڑھی اور پھر وہ جھلملانے لگے.....گویا، انہوں نے شناسائی کا اظہار کیا تھا.....گستاک کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میرا دوست میکار امیرے ساتھیوں اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی اس سے مل کر ناخوش نہ ہو گے۔''

''ستارے مسکراتے رہے۔

''کچھ نئی باتیں بتاؤ میرے پیاروں..... کچھ نئے افسانے سناؤ۔ کیا تم ستاروں کی زبان سے واقف ہو میکارا۔؟''

''کسی حد تک۔''

''تو دیکھو میرے دوست کیا کہتے ہیں۔'' ... گستاک نے کہا اور میں غور سے ستاروں کو دیکھنے لگا... کرنوں کی کہانیاں شروع ہوگئیں ستارے کرنوں کی زبان میں سرگوشیاں کررہے تھے... اور ان کی سنائی ہوئی داستانیں میرے لئے دلچسپ تھیں... میں نے محسوس کیا، انہوں نے شناسا نظریں میرے اوپر ڈالی تھیں۔

تب میں نے ان سے اپنے مشن کے بارے میں سوال کیا اور کرنیں خاموش ہوگئیں... پر اشلاک نے میرے سوال کا حل ڈھونڈ نکالا ..... گستاک میری طرف دیکھنے لگا تھا۔

''آہ... سنا تم نے؟ دیکھا تم نے ..... اشلاک نے کیا کہا۔؟''

''وہ تمہارا پرانا دوست ہے... تم اس کی زبان کا ترجمہ کرو۔''

''تو کہا اس نے کہ مشن ناکام رہے گا... لیکن عورت .... اوہ، کون عورت ہے... کہاں سے آئے گی.. ہمارے درمیان عورت کا کیا دخل ہے..... آہ.... اشلاک مسکرا رہا ہے..... وہ عورت کے راز کو چھپانا چاہتا ہے... لیکن سنہرے بدن والے ... کیا تیرے پاس کوئی عورت ہے۔؟'' اور میرا ذہن لیپاس کی طرف منتقل ہوگیا۔

''میرا خیال ہے موجود ہے۔''

''ارے کہاں.. میں نے تو نہیں دیکھی۔''

''اس میں چھپی ہوئی عورت تو میں نے بھی نہیں دیکھی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تیری باتیں بھی ستاروں کی مانند پراسرار ہیں... مجھے سمجھا تیری بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''اشلاک سے پوچھ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا..... اور گستاک کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں..... وہ اشلاک کی سرگوشیاں سنتا رہا..... تب اس نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''عورت .... عورت.... عورت، کہاں ہے... یہ اشلاک بھی شرارت کررہا ہے..... اس نے مجھے الجھنوں میں ڈال دیا ہے ..... لیکن میں عورت کہاں تلاش کروں..... ہاں وہ صاحب حیثیت ہے اور وہی ہمارے مشن کی تکمیل کا ذریعہ بنے گی... لیکن عورت کہاں ہے ... ارے بتاؤ عورت کہاں ہے۔!''

☆..................☆..................☆

گستاک کی عورت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ہمارے قریب جو عورت تھی اور جس کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا وہ صرف لیپاس تھی، جس نے ابھی تک خود کو چھپایا تھا اور ستارے بھی اس کا راز چھپا رہے تھے لیکن یہ عورت ہماری کامیابی کا ذریعہ کس انداز میں بن سکتی ہے۔؟

میں سوچنے لگا اور بہت سے خیالات میرے ذہن میں آنے لگے۔ کیا لیپاس بحیثیت عورت اس احمق شہنشاہ کو متاثر کرے گی۔ اگر اس نے ایسی کوئی کوشش کی تو میرے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر سچ مچ...... کوئی اور رکاوٹ نہیں رہ گئی ہے اور لیپاس عورت ہے تو وہ صرف میری عورت ہوگی۔ کیا مجال جو وہ احمق ہیرودلس کی طرف متوجہ ہو۔

پھر کونسی عورت...... اور جب میں الجھنے لگا تو جھنجھلا گیا۔ میں نے گستاک کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''تو کیا ارادے ہیں گستاک۔؟ تیرے اشلوک کے۔؟''

''اس نے شرارت سے آنکھ بند کر لی ہے۔ گویا وہ عورت کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔''

''چل چھوڑ اس شرارت کو گستاک۔ ہم انتظار کر لیں گے۔ ہم اتنے بے چین نہیں ہیں۔'' میں نے کہا اور گستاک خاموش ہو گیا۔ کافی رات گئے تک ہم ستاروں کے بارے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر گستاک کو نیند آنے لگی۔

''شاید تجھے نیند آ رہی ہے گستاک۔؟''

''ہاں۔ مجھے نیند آنے لگی ہے۔''

''چلو۔ پھر نیچے چلیں۔''

''نیچے۔'' گستاک کی نیند جیسے اڑ گئی۔ ''ارے ہاں نیچے بھی تو چلنا ہے۔ مگر سونیندی کی وجہ سے قویٰ کچھ مضمحل بھی ہو گئے ہیں۔ کیا ایسے وقت میں نیچے اترنا مناسب ہوگا۔''

اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔ ''تو بہت بزدل ہے گستاک۔'' میں نے کہا۔

''یہ بات نہیں ہے میرے دوست۔ زبان سے یہ منحوس جملے دوہرانا نہیں چاہتا لیکن میری موت بلندی سے گرنے سے واقع ہوگی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔''

''اوہ۔'' میں گستاک کی شکل دیکھنے لگا پھر میں نے ایک طویل سانس لیکر کہا۔ ''اگر یہ بات ہے گستاک۔ تو کم از کم میں پسند نہ کروں گا کہ تو اس مستول سے گر کر مرے، جو بعد میں تعمیر کرایا ہے۔ بہرحال میں تجھے اپنے اچھے دوستوں میں گردانتا ہوں۔ چنانچہ آئندہ ہم ستارہ شناسی جہاز کے کسی مناسب حصے میں بیٹھ کر کیا کریں گے۔''

''یہ بہتر رہے گا۔ بلندی پر میری صلاحیتیں خوف کی نذر ہو جاتی ہیں۔''

''چلو اب اترو۔'' میں نے کہا اور گستاک کو اتارنے میں، میں نے بھی مدد کی تھی۔ سو ہم نیچے اتر آئے اور گستاک نے سکون کی سانس لی۔ پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

''ویسے اشلاک نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ مجھے میری موت سے کم از کم چھ چاند پہلے آگاہ کرے گا اور یہ عمدہ بات ہے۔ مگر تیرا وعدہ اپنی جگہ۔'' اور میں مسکرانے لگا۔ گستاک کی اس چھوٹی سی چالاکی پر مجھے ہنسی آ رہی تھی۔

دوسری صبح میں جہاز سے اتر کر محل کی طرف چل دیا۔ محل میں لیپاس سے میرے بارے میں گفتگو کی جا چکی تھی۔ جہاز والوں کے ساتھ درحقیقت اچھا سلوک ہو رہا تھا۔ انہیں عمدہ غذا دی گئی۔ آج چونکہ ہمارا پروگرام ہیرودوتس سے ملنے کا نہیں تھا اس لئے میں نے لیپاس کے سامنے آوارہ گردی کی تجویز پیش کی..... اور لیپاس نے مسکراتے ہوئے تجویز قبول کر لی۔ ناشتے کے بعد ہم نے اپنی اس خواہش کا اظہار ان سے کیا جو ہمارے میزبان مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

''اعلیٰ وقار ہیرودوتس کا حکم ہے کہ آپ کی ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمائیں۔ سواری کے لئے رتھ درکار ہے یا.... گھوڑے۔؟'' میزبان نے کہا۔

''کیا تمہارے ہاں مرد رتھ پر سیر کرتے ہیں۔؟''

''سیر کا لطف رتھ پر ہی ہے۔ لیکن اگر آپ گھوڑے پسند کریں گے تو وہی فراہم کئے جائیں گے۔''

''وہی ٹھیک ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور میزبان چند ساعت کی اجازت لے کر چلا گیا۔ ''کیا تم تیاریاں کر و گے لیپاس۔؟''

''نہیں میکارا۔ ٹھیک ہوں۔'' لیپاس نے جواب دیا اور میری آنکھوں میں نہ جانے کیوں شرارت ابھر آئی۔ لیپاس نے میری صورت دیکھی اور اس کے چہرے پر پھر ہلکی سی گھبراہٹ نظر آئی لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل گیا۔ تبھی ہمارے میزبان نے آ کر دست بستہ کہا۔

''گھوڑے تیار ہیں جناب۔'' اور میں لیپاس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ باہر دو شاندار گھوڑے ساز و سامان سے آراستہ تیار کھڑے تھے۔ ہم دونوں سوار ہو گئے۔ کوئی خاص پروگرام نہیں تھا۔ بس جدھر گھوڑوں کے رخ تھے اسی طرف چل پڑے۔ لیوہارا کافی خوبصورت تھا۔ بڑے بڑے بازار، بڑی بڑی دکانیں، حسین لوگوں سے آراستہ۔ لیکن ہماری شان کچھ اور تھی..... ہم جدھر سے گزرتے لوگ اپنے اپنے کام چھوڑ کر ہمیں دیکھنے لگے۔ ہم لوگوں سے بے نیاز بس ایک سیدھ میں جا رہے تھے۔

خوبصورت لیوہارا کے آخری بازار سے گزر کر ہم اس کے مضافات میں داخل ہو گئے۔ ہمیں دیکھنے والے ہمارے اس قدر مداح تھے کہ دور تک ہمارے گھوڑوں کے پیچھے تک بھاگتے ہوئے آتے تھے۔ بالآخر پیچھے رہ جاتے تھے۔

یہاں تک ہم بستی کا آخری مکان بھی پیچھے چھوڑ آئے۔ تب ہم نے گھوڑوں کی رفتار سست کر دی۔ لیپاس کا گھوڑا میرے گھوڑے کے برابر چل رہا تھا۔ لیپاس میرے بالکل قریب آ کر مسکرایا۔

''کہاں تک چلنے کا ارادہ ہے میکارا۔؟''

''وقت بہت باقی ہے اور مصروفیت کچھ بھی نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں۔ یہ تو ہے۔''

''ہیرووٹس نے ہمیں کل جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔''

''بے شک۔''

''تب ہم جزیرے کے مضافات کیوں نہ دیکھ لیں۔''

''کوئی حرج نہیں ہے۔'' لیپاس نے مجھ سے اتفاق کیا اور ہم نے گھوڑوں کی رفتار پھر تیز کر دی۔ سرسبز و شاداب علاقے میں ہیرووٹس کے لوگ کافی خوشحال تھے۔ اس کی زمینیں آباد اور سرسبز تھیں۔ میں نے ان کا تذکرہ لیپاس سے کیا۔

''ہاں۔ لیوہارا کے اوپر دیوتاؤں کی خاص نگاہ ہے۔''

''کیا تم لوگوں کا مذہب ایک ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''مذہب۔'' لیپاس الجھے ہوئے انداز میں بولا۔''ہاں۔ یوں سمجھو۔ ہم ایک ہی انداز میں سوچتے ہیں۔ مذاہب کے معاملات دیوتاؤں کے سپرد ہوتے ہیں۔''

''تمہارے دیوتا کون ہیں۔؟''

''ہر کام کا دیوتا الگ الگ ہے۔ یہ ساری کائنات دیوتاؤں کے ہی اشارے پر گردش کرتی ہے۔ وہی سزا جزا کا حق رکھتے ہیں۔''

''خوب۔ یہ دیوتا کہاں رہتے ہیں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''کچھ ظاہر ہیں، کچھ پوشیدہ ہیں۔ جو ظاہر ہیں وہ عام حالات میں کام کرتے ہیں لیکن جو پوشیدہ ہیں ان کے احکامات دوسروں سے ملتے ہیں۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''وہ کہاں پوشیدہ ہیں۔؟''

''تم عجیب سوالات کر رہے ہو میکارا۔ کیا تم ان سے واقف نہیں ہو۔؟''

''نہیں۔ لیکن واقف ہونا چاہتا ہوں۔''

''تم ان سے کیوں واقف نہیں ہو۔؟''

''اس کا کوئی جواب نہیں ہے میرے پاس۔ لیکن میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق تمہاری سرزمین سے نہیں ہے۔''

''اگر تم...... خود بھی دیوتا نہیں ہو میکارا۔ تو بہرحال تم...... حیرت انگیز انسان ہو۔''

''ہاں۔ حیرت انگیز سہی لیکن انسان ہوں...... ہاں یہ تو بتاؤ۔ کیا تمہارے کسی دیوتا سے ملاقات بھی ہو سکتی ہے۔؟''

''ممکن بھی ہے...... اور ناممکن بھی۔ وہ صرف اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ان کی ضرورت ہو۔ عام حالات میں وہ کسی انسان کو نظر نہیں آتے۔''

''اوہ۔ کیا ان کی رہائش نامعلوم ہے۔؟''

''نہیں۔ لیکن وہاں تک کسی کا گزر ممکن نہیں ہے۔''

''کوشش کرنے والے کے لئے سزا مقرر ہے..؟''

''انسانوں کی طرف سے کچھ نہیں..... لیکن دیوتا اگر چاہیں تو اسے معاف نہیں کرتے۔'' لیپاس نے جواب دیا اور میں پر خیال انداز میں مسکرانے لگا۔ ہمارے گھوڑے مضافات کی طرف بڑھ رہے تھے اور ہم نہ جانے کتنی دور نکل آئے تھے لیکن اس کی پرواہ مجھے تھی نہ لیپاس کو۔ بس ہم گفتگو کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ اس وقت ہم جس جگہ سے گزر رہے تھے وہ بلندی پر تھی اور وہاں سے نشیب کا کافی علاقہ نظر آتا تھا۔ ہماری نگاہ سامنے اٹھ گئی۔ دور کچھ گھوڑے سوار نظر آئے جو پریشانی میں مبتلا نظر آتے تھے۔ اور ان کی پریشانی بھی نگاہ میں آ گئی۔ گھوڑوں کے پیچھے ایک رتھ تھا جو کافی خوبصورت تھا۔ نہ جانے اس میں کون تھا۔ لیکن جس پگڈنڈی پر سے رتھ گزر رہا تھا وہاں ایک تناور درخت آ پڑا تھا اور راستہ بند تھا۔ میں نے دلچسپ نگاہوں سے وہ منظر دیکھا۔ ایسے واقعات اکثر میری نگاہوں سے گزر چکے تھے اور میں جانتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ لیکن ہم سکون سے چلتے رہے۔ لیپاس اب پوری طرح ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ کچھ اور قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ گھوڑے سوار جن کی تعداد دس کے قریب تھی اپنی سی کافی تگ و دو کر چکے ہیں۔ انہوں نے درخت سے رسیاں باندھی ہوئی تھیں اور ان رسیوں کو گھوڑوں کی پشت سے لپیٹ کر خوب کوشش کر چکے تھے لیکن بے چارے گھوڑے خوب مار کھانے کے باوجود اس درخت کو نہ ہلا سکے تھے۔

''نہ جانے کون لوگ ہیں۔؟'' لیپاس نے کہا۔

''رتھ میں کوئی بڑی شخصیت ہی معلوم ہوتی ہے۔ کیا تمہارے خیال میں ان کا تعلق ہیروڈس سے نہیں ہے۔؟''

''یقیناً۔ شاہی نسل کا ہی کوئی فرد ہے۔ آؤ دیکھیں۔'' لیپاس نے کہا اور ہم نے گھوڑوں کی رفتار تیز کر دی۔ درخت کے شکار ایک لمحے کے لئے رک کر ہمیں دیکھنے لگے اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ ان کے بدن پسینے سے تر تھے۔ تب ایک پاٹ دار نسوانی آواز آئی۔

''اے احمقوں۔ اور کتنی دیر لگاؤ گے۔ لاؤ مجھے گھوڑا دو۔ میں روانہ ہوتی ہوں۔ تم یہاں سر مارتے رہو۔'' اور اس کے ساتھ رتھ کی جھالریں ہٹیں اور ایک متناسب الاعضا حسین عورت، جس کی عمر تیس سال سے کم نہ ہوگی، رتھ سے نیچے اترنے لگی اور وہ اسی طرف اتر رہی تھی جدھر ہم کھڑے تھے۔

''سپاہی ادب سے ان کی طرف دوڑے۔ لیکن اس کی نگاہ ہم دونوں پر پڑی تو وہ ٹھٹک گئی۔ وہ تعجب سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ مجھے نہ جانے کیا سوجھی، میں گھوڑے سے اتر گیا اور پھر میں سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص انداز میں جھکا۔ ناچار لیپاس بھی نیچے اتر آیا اور اس نے بھی وہی حرکت دوہرائی۔

قیمتی لباس میں ملبوس، حسین عورت ساکت و جامد ہمیں دیکھتی رہی۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا تھا۔ تب اس کی طرف دوڑنے والے سپاہیوں نے اسے مخاطب کیا۔

''ملکہ عالیہ کے لئے گھوڑا تیار ہے۔''

''اوہ۔'' وہ چونک پڑی۔ پھر اس نے ایک سپاہی سے پوچھا۔

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

''ہم نہیں جانتے۔ابھی ابھی آئے ہیں۔''

''سنو۔ادھر آؤ۔تم کون ہو۔؟'' اس بار ملکہ براہ راست ہم سے مخاطب ہوئی اور ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔''کون ہو تم لوگ۔؟''

''لیوبارا کے مہمان۔فیقلولیہ سے آئے ہیں۔''

''اوہ۔کیا فیقلولیہ کے تمام باشندے تمہاری طرح حسین اور قدآور ہوتے ہیں۔'' ملکہ مسکرا کر عجیب نگاہوں سے میری طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ اور میں عورت کی نگاہ نہ پہچانوں، وہ میرے اوپر مرمٹی تھی پروفیسر...... میں دعویٰ کر سکتا تھا۔ میں نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔تب وہ اس طرح دلچسپی سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

''لیکن فیقلولیہ کے لوگوں نے لیوبارا کا سفر کیوں کیا ہے۔؟''

''ایک ضروری مسئلے پر شہنشاہ ہیرودوس سے گفتگو کے لئے۔''

''خیر یہ شاہی باتیں ہیں۔تمہاری شخصیت بے حد متاثر کن ہے اور تمہارا ساتھی بھی خوب ہے۔کیا نام ہے تمہارا۔''

''میکارا۔''

''اور تمہارا ساتھی۔؟''

''لیپاس۔فیقلولیہ کا ولی عہد...... شاہ تایورس کا بھائی۔''

''اوہ۔ہمیں مسرت ہوئی کہ ہم حسب حیثیت لوگوں سے ملے ہیں۔ان کے ساتھ تمہاری کیا حیثیت ہے۔؟''

''لیپاس کا غلام۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں۔نہیں۔'' لیپاس جیسے تڑپ اٹھا۔''ہمارے ساتھی، ہمارے محسن، ہمارے عظیم محسن۔''

''تمہیں کون غلام کہہ سکتا ہے نوجوان۔میرے خیال میں بڑے بڑے تمہاری غلامی پسند کریں گے۔'' ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔پھر چونک کر بولی۔''لیکن تم کہاں جا رہے تھے۔؟''

''سیر کو نکل آئے تھے۔اب واپس جائیں گے۔''

''تو آؤ۔ہمارے ساتھ ہی واپس چلو۔ہمیں تم سے،تم دونوں سے مل کر بے حد مسرت ہوئی ہے۔ہم چند روز تمہیں اپنا خصوصی مہمان رکھیں گے۔''

''ہماری خوش بختی۔'' میں نے جواب دیا لیکن لیپاس کے منہ سے آواز نہیں نکلی تھی اور میرے ذہن میں شرارت کلبلانے لگی۔میں شرارت آمیز نگاہوں سے لیپاس کو دیکھا تھا لیکن اس کی نگاہ دوسری طرف تھی۔

سپاہی ملکہ کے لئے گھوڑا لے آئے تھے۔ملکہ اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اپنے قیمتی اور الجھے ہوئے لباس کی وجہ سے اسے دقت پیش آئی۔تب وہ پریشان ہونے لگی اور آخر میں جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

''میں اس پر نہیں چڑھ سکتی۔''

''آپ رتھ پر ہی سوار ہو جائیں ملکہ عالیہ۔'' میں نے کہا۔

''لیکن رتھ اس پگڈنڈی سے دوسری طرف نہیں جاسکتا۔ نہ جانے اس درخت کی جڑ نے زمین کیوں چھوڑ دی۔''

''درخت ہٹایا جاسکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''بہت وزنی ہے۔ دیکھ نہیں رہے۔ دس گھوڑے بھی اسے کھینچنے میں ناکام ہیں۔''

''آپ مجھے حکم دیں۔''

''کیا مطلب۔؟''

''کیا میں یہ درخت راستے سے ہٹا دوں۔؟''

لیپاس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کر سکتا ہوں لیکن شاید وہ اس بات سے زیادہ خوش نہیں تھا۔

''تم کہاں الجھو گے مہمان۔ اور پھر دو گھوڑوں کے اضافے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میرا خیال ہے مشکل ہے، بہت مشکل ہے۔ اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں کسی سپاہی کا لباس اس سے طلب کرلوں۔''

''آپ مجھے اجازت دیں کہ میں درخت ہٹا دوں۔''

''کوشش کرلو مہمان۔ حالانکہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔'' ملکہ نے کہا اور میں نے گردن جھکا دی۔

ملکہ لیپاس کے ساتھ ایک طرف کھڑی ہوگئی۔ میں نے سپاہیوں سے ہٹ جانے کو کہا اور دو سپاہی رتھ کو پیچھے لے گئے۔ پھر وہ سب میرے پاس آگئے۔ شاید میرے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔

''تم لوگ ہٹ جاؤ۔ ورنہ درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں تمہیں زخمی کر دیں گی۔''

''تم کیا کرنا چاہتے ہو اجنبی۔'' سپاہیوں نے پوچھا۔

''میں اس درخت کو ہٹا کر راستے سے دور پھینک دوں گا۔ بلکہ اگر تم کہو تو ان گہرائیوں میں جو دور نظر آرہی ہیں۔''

اور سپاہی اس طرح مجھے دیکھنے لگے جیسے میں کسی پاگل خانے سے بھاگا ہوں۔ میں نے ان کی پرواہ نہ کی۔ تو وہ ہی ہٹ جائیں گے احمق۔ میں نے سوچا اور پھر میں درخت کے تنے کے درمیان پہنچ گیا۔ اندازے سے اس کا بیلنس دیکھا اور اٹھے ہوئے تنے میں دونوں ہاتھ ڈال دیئے۔

بظاہر حماقت ہی تھی لیکن دوسروں کی نگاہ میں۔ لیپاس کے علاوہ کسی کو یقین نہ ہوگا کہ میں صحیح الدماغ ہوں۔ ہاں یقین آنے میں دیر نہ لگی۔ میری انگلیوں نے تنے کی گرفت حاصل کر لی اور میں نے چہرہ پیچھے کر کے اپنے بازوؤں کی قوت استعمال کی۔ تب درخت نے اپنی جگہ سے جنبش کی اور میرے ہاتھ اوپر ہی اٹھتے چلے گئے۔

سپاہی اچھل اچھل کر پیچھے ہٹ گئے اور جب میں تناور درخت لے کر کھڑا ہو گیا تو ان کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔ میرے

ہاتھ سر سے بلند ہو گئے۔ درخت میرے ہاتھوں پر تھا۔ تب میں اسے لئے ہوئے چل پڑا۔

ملکہ نے لیپاس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔ کوئی کچھ نہ بول سکا۔ سپاہی بے اختیار میرے پیچھے چل پڑے۔ وہ ایک ایک قدم رک رہے تھے اور میں ان گہرائیوں کے کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا جن میں، میں نے درخت پھینکنے کا وعدہ کیا تھا۔

اور پھر عظیم الشان درخت کو گہرائیوں میں پھینک کر میں نے ہاتھ جھاڑے اور واپس اپنی جگہ چل پڑا۔

لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور ملکہ اب بھی پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میرے قریب پہنچنے پر وہ بے اختیار آگے بڑھی اور میرا بدن ٹٹولنے لگی۔

''نہیں.... نہیں.... نہیں....'' وہ آہستہ سے بولی۔

''راستہ صاف ہے ملکہ عالیہ۔'' میں نے کہا۔

''یہ.... یہ کیسے ممکن ہے.... سچ بتاؤ.... تم کون ہو.... کیا راسوم؟ یا یوتھیس.... بتاؤ تم کون ہو۔؟''

''صرف میکارا۔''

''لیکن.... لیکن.... میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کیا یہ صرف بدن کی قوت تھی۔؟''

''اس کے بارے میں آپ کو ہیرودنس سے معلوم ہو جائے گا ملکہ عالیہ۔ میکارا کی مدد سے تھیوڈوس جیسے خونخوار درندے کو شکست دی گئی ہے۔'' لیپاس نے کہا۔

''تھیوڈوس.... بحری قذاق۔؟'' ملکہ پھر اچھل پڑی۔

''ہاں۔''

''یہ بھی انوکھی بات ہے۔ کیا کسی نے اسے شکست دی ہے۔؟''

''ہاں۔ فقیلولیہ نے۔''

''آؤ.... آج نہ جانے کتنی حیرت انگیز باتیں سننے اور دیکھنے کو ملیں گی۔ براہ کرم مجھے صرف ایک بات بتا دو۔'' ملکہ نے لیپاس کے دونوں بازو پکڑ کر کہا۔

''کیا ملکہ عالیہ۔؟''

''یہ انسان ہی ہے۔؟''

''یقیناً۔''

''دیوتا نہیں ہے۔؟''

''میکارا خود کو دیوتا کہلوانا پسند نہیں کرتا۔''

''میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ افسوس میں اس وقت کسی بات پر یقین کرنے کی منزل میں نہیں ہوں۔ کیا تم میرے ساتھ رتھ میں سفر کرنا پسند کرو گے حیرت انگیز لوگوں۔ میں تم سے باتیں کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہمارے گھوڑے تمہارے رتھ کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہی درست ہے۔ تو پھر آؤ۔ چلیں۔ میرا ذہن ٹھکانے نہیں ہے۔ دیکھو سپاہیوں کو، کس قدر بدحواس ہو رہے ہیں۔ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی انسان ایک ایسے درخت کو کسی کھلونے کی مانند اٹھا کر پھینک دے جسے دس گھوڑے مل کر اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکیں۔'' ملکہ رتھ میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

بدحواس سپاہی بھی گرتے پڑتے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور رتھ آگے بڑھ گیا۔ ہمارے گھوڑے ملکہ کے رتھ کے دونوں سمت چل رہے تھے اور ملکہ نے جھالریں اٹھائی ہوئی تھیں۔ وہ پریشان نگاہوں سے باری باری ہم دونوں کی شکلیں دیکھنے لگتی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''اور دوسری بات بھی تم نے عجیب سنائی۔ بحری لٹیرے کو کس طرح شکست ہوئی۔ وہ تو ناقابل تسخیر تھا۔''

''اس کی پوری کہانی تمہیں ہیرو ڈوٹس کی زبانی معلوم ہو جائے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میکارا کا اس شکست میں بڑا ہاتھ تھا۔'' لیپاس بول پڑا۔

''یقیناً ہوگا۔ لیکن کس طرح۔؟''

''اس نے سمندر میں تھیوڈوس کے جنگی جہاز ڈبو دیئے تھے۔'' لیپاس نے بڑے فخر سے کہا۔ جیسے اس تذکرے سے اسے دلی مسرت ہو رہی ہو۔

''اور اس کے باوجود وہ خود کو دیوتا نہیں انسان کہتا ہے۔ دیوتاؤں کی سی صورت اور دیوتاؤں کی سی حیثیت رکھنے والے تو خود کو چھپانے پر کیوں مُصر ہے۔'' ملکہ نے کہا۔

''اس لئے کہ میں جھوٹ نہیں بولنا چاہتا۔'' میں نے کہا۔

''گویا یہ جھوٹ ہے۔ اگر تو خود کو دیوتا کہے۔؟''

''ہاں۔''

''لیکن تجھے انسان کیسے سمجھ لیا جائے۔ خیر۔ میں تیری یہی بات درست مانوں گی۔ وہ جو کچھ نہیں ہوتے، خود کو کچھ سمجھانے پر زور دیتے ہیں... اور وہ جو بہت کچھ ہے خود کو عام انسان کہلوانے پر مصر ہے۔ فیقلولیہ کا تائیورس کتنا خوش نصیب ہے کہ اسے تجھ جیسا ساتھی حاصل ہے۔'' ملکہ نے کہا اور لیپاس کے چہرے پر نمایاں خوشی نظر آنے لگی۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔ تب ہماری نگاہوں کا تصادم عجیب سی کیفیات کا حامل بن گیا۔ میرا خیال ہے لیپاس نے اس وقت اپنی شخصیت کو بمشکل چھپایا تھا ورنہ اس کے چہرے کی ایک ایک لکیر بول رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں..... مجھے پہچان لو..... مجھے پہچان لو..... اب تم سے پوشیدہ رہنا میرے بس میں نہیں ہے۔

لیکن میں نے بھی سوچا۔ میرے محترم دوست۔ جب تک تم اپنی زبان سے اپنی اصلیت نہیں اگل دو گے میں تمہیں تسلیم نہیں کروں گا۔

ملکہ باتیں کرتی رہیں۔ اس نے ہماری رہائش وغیرہ کے بارے میں ساری تفصیلات معلوم کیں۔ ہمارے تکلیف و آرام کی باتیں کیں۔ یہاں تک کہ ہم بستی میں داخل ہو گئے۔ تب ملکہ نے کہا۔

"میکارا۔ میں جلد تم سے دوسری ملاقات کروں گی۔" میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔

تب ملکہ کا رتھ محل کے ایک دوسرے دروازے کی طرف مڑ گیا اور ہم دونوں بستی کا ایک لمبا چکر لگاتے ہوئے محل پہنچے۔ اس دوران لیپاس غیر معمولی طور پر خاموش رہا تھا اور میں نے اس کی خاموشی کی وجہ بخوبی سمجھی تھی۔ لو با گرم ہونے لگا تھا۔

ہمارے سارے ساتھی مطمئن اور خوش تھے۔ ہیرودلس کی جانب سے ان لوگوں کی تفریحات کا بندوبست بھی کیا گیا تھا۔ چنانچہ ایک طائفہ وہاں مخصوص کر دیا گیا تھا اور ناچ رنگ کی محفل جمی رہتی تھی۔

ہم محل میں داخل ہو گئے اور اس کے بعد ہم نے محل ہی میں آرام کیا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ شام کو گستاک ہمارے پاس آیا اور اس نے آج رات کے پروگرام کے بارے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہے گستاک۔ رات تمہارے ساتھ جہاز میں ہی گزاروں گا کیونکہ لیپاس کو تنہا سونے کی عادت ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا میکارا۔" گستاک نے کہا اور پھر وہ چلا گیا۔ تب لیپاس نے شرمندہ سے انداز میں کہا۔

"میری اس عادت سے تمہیں کافی تکلیف پہنچ رہی ہے میکارا۔ لیکن اگر ہم چاہیں تو اپنے میزبان سے کہہ کر ایک اور کمرے کا بندوبست کر سکتے ہیں۔"

"نہیں یہاں زیادہ وقت نہیں گزارنا لیپاس۔ پھر ان جھگڑوں کی کیا ضرورت ہے۔ تم بے فکر رہو۔ میں جہاز میں رات گزار لیتا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور لیپاس خاموش ہو گیا۔

لیکن رات کو میں جہاز کی طرف جانے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ایک خادمہ میرے پاس پہنچ گئی۔ "ملکہ شارازیہ نے تم کو طلب کیا ہے میکارا۔"

"او۔" میں چونک پڑا۔ میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔ لیپاس کی پشت میری طرف تھی۔ "ملکہ کہاں ہیں۔؟"

"اپنے محل میں۔"

"اور ہیرودلس کہاں ہیں۔؟"

"شہنشاہ اعظم یہ رات ستارہ شناس کے ساتھ گزاریں گے۔" عورت نے جواب دیا۔

"اچھا۔ خیر چلو۔" میں نے کہا اور پھر لیپاس کو مخاطب کر کے بولا۔ "میں چلتا ہوں لیپاس۔ تم آرام کرو۔"

لیپاس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی صحیح کیفیت کا تو ابھی مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن میں نے کسی حد تک سمجھ لیا تھا کہ لیپاس پر کیا گزر رہی ہے۔ بہرحال میں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور عورت کے ساتھ چل پڑا۔ کافی طویل فاصلہ طے کر کے مجھے محل تک جانا پڑا اور پھر میں ملکہ

شارازیہ کے سامنے پہنچ گیا۔ حسین ملکہ ایک نیم عریاں خوبصورت لباس میں ملبوس تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور پھر ایک طویل سانس لے کر گردن ہلانے لگی۔ ''نہیں سمجھ سکی میکارا۔ یقین کرو۔ میں نہیں سمجھ سکی۔''

''کیا ملکہ عالیہ۔؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''نہیں میکارا۔ میں جب سے آئی ہوں تمہارے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ کیا ہو تم کیا ہو، جو کچھ ہو وہ کیوں نہیں بتاتے۔ کیوں چھپا رہے ہو خود کو۔؟''

''میں وہی ہوں ملکہ عالیہ جو میں نے خود کو بتایا ہے۔ اس میں کوئی بات غلط نہیں ہے۔''

''تمہارے چہرے کا سنہرا رنگ۔ جبکہ فقیلولیہ میں شاید ہی تمہارے رنگ کا دوسرا انسان ہو۔''

''میرا تعلق براہ راست لقیلولیہ سے نہیں ہے۔''

''اوہ..... پھر۔؟''

''میں تائیورس کا مہمان تھا۔ لیکن علم و فن کا گہوارہ یونان مجھے بہت پسند آیا۔ اور میں نے یہاں ایک طویل قیام کا ارادہ کر لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ تائیورس کو میری ضرورت ہے چنانچہ میں نے خود کو اسے پیش کر دیا۔''

''اوہ۔ تو یہ بات تو کھلی کہ تم لقیلولیہ کے باشندے نہیں ہو۔''

''نہیں۔''

''پھر کہاں سے آئے ہو تمہارا وطن کونسا ہے۔؟''

''ساری کائنات۔ میں دنیا گرد ہوں۔ جہاں دل چاہے رو پڑتا ہوں۔ وہی میرا وطن بن جاتا ہے۔''

''اس کے باوجود تم خود کو دیوتا نہیں تسلیم کرتے۔'' ملکہ مسکرانے لگی۔

''دیوتاؤں کے اختیارات محدود ہوتے ہیں ملکہ شارازیہ۔ دیوتاؤں کی قوت محدود ہوتی ہے۔ وہ کسی خاص کام کے لئے ہوتے ہیں جبکہ میں لامحدود ہوں۔ میرا اور ان کا کیا مقابلہ.....؟ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ میں صرف وہ کام کر سکتا ہوں جو انسان کرتے ہیں۔ ایسی شکل میں، میں خود کو دیوتا کہہ کر نہ محدود کر سکتا ہوں نہ لامحدود ثابت کرنا چاہتا ہوں۔''

''بے شک۔ تم حیرت انگیز ہو۔'' شارازیہ نے کہا۔

''آپ نے مجھے یاد کیا تھا ملکہ شارازیہ۔؟''

''ہاں۔ میں تم سے کچھ ضروری باتیں معلوم کرنا چاہتی ہوں۔؟''

''فرمائیے۔؟''

''تھیوڈوس کو شکست کے اسباب کیا تھے۔؟''

''تائیورس کی جنگی تیاریاں۔''

''کیا فیثالو لیہ میں تمہارے جیسے طاقتور مرد دوسرے بھی ہیں۔؟''

''اس حد تک نہیں۔''

''تم نے یقیناً ان میں نمایاں کردار ادا کیا ہوگا۔؟''

''حسب حیثیت۔''

''خیر...... ہیرودوتس سے کیا چاہتے ہو۔؟''

''ہیرودوتس کو بتا چکا ہوں۔ تائیورس نے ایک جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے۔ اس نے تھیوڑوس جیسے عفریت سے ٹکر لی ہے۔ تمہاری کمائی ہوئی دولت کا ایک بڑا حصہ تھیوڑوس کو چلا جاتا ہے جبکہ تم اسے اپنے علاقے کی خوبصورتی اور مضبوطی کے لئے خرچ کر سکتے ہو اور بات یہیں تک محدود نہیں ہے۔ کچھ اور بھی ہے جو میں اس وقت بتاؤں گا جب ہیرودوتس اس بارے میں فیصلہ کرے گا۔''

''ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں میکارا۔''

''میں اپنے مشن کی کامیابی چاہتا ہوں ملکہ شارانیہ۔''

''ہم وعدہ کرتے ہیں، وہی ہوگا جو تم چاہتے ہو۔'' ملکہ نے عجیب سے انداز میں کہا اور چند ساعت مجھے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔ ''لیکن کیا وہ بھی ہو سکتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔؟''

''میں ملکہ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔'' میں نے عورت کی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔

''میکارا۔ اگر تم دیوتا نہیں ہو۔ تو ہم تمہاری تمنا کرنے میں حق بجانب ہیں۔''

''میری تمنا۔؟''

''ہاں تمہاری تمنا۔ ہماری خواہش ہے کہ آج رات تم ہماری خلوت میں رہو۔''

''کیا شہنشاہ ہیرودوتس اس بات کو برداشت کرلے گا۔؟''

''کیوں نہیں۔ میں اس کی ہر بات برداشت کر لیتی ہوں۔''

''تب ملکہ کی خواہش کی تکمیل غیر ممکن نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور ملکہ دوسری غلام لڑکیوں کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے ہم آغوش ہوگئی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ ملکہ ساری رات میری آغوش میں رہی تھی اور عموماً پروفیسر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہیں رہتی تھی۔ ملکہ نے بھی وہی سب کچھ کہا جو بہت سی عورتیں اس سے قبل کہہ چکی تھیں...... میرے کان ان باتوں کے عادی تھے، تو پروفیسر...... صبح کو میں نے ملکہ ہی کے ساتھ ناشتا کیا اور پھر اس سے اجازت چاہی۔

''آج شاید ہیرودوتس تمہیں دربار میں طلب کرے۔ اب وہیں ملاقات ہوگی۔''

''بہتر ملکہ عالیہ۔'' میں نے الوداعی مسکراہٹ سے کہا اور پھر وہاں سے چلا آیا۔ لیپاس میرا دوست بے چینی سے میرا منتظر تھا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات حسب توقع تھے۔

''لیپاس میرے دوست۔ کہو رات کیسی گزری۔؟''

''ٹھیک۔ ۔عمدہ...... حسب معمول۔'' لیپاس پھیکی سی مسکراہٹ سے بولا۔ ''تم سناؤ میکارا۔ کیا تم ملکہ کے پاس سے واپسی پر جہاز پر چلے گئے تھے۔ لیکن تم گستاک جیسے باتونی شخص کو کیسے برداشت کر لیتے ہو؟ وہ تو تمہیں رات کو سونے بھی نہیں دیتا ہوگا۔''

''واپس۔'' میں نے ایک طویل سانس لے کر مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں نے آگے بڑھ کر لیپاس کو بازوؤں میں بھینچ لیا۔ ''واپس آنے ہی کب دیا حسین ملکہ نے۔''

''کیا مطلب۔ تو کیا تم نے ساری رات ملکہ سے گفتگو میں بسر کی۔''

''ہاں۔ ملکہ کا حسین چمکدار جسم ساری رات مجھ سے سرگوشیاں کرتا رہا۔'' میں نے مخمور انداز میں کہا۔ لیپاس کے بدن کے گرد میرے بازوؤں کی گرفت اتنی کمزور نہ تھی کہ لیپاس کی جدوجہد بارآور ہوتی۔ لیپاس کسمسا رہا تھا۔

''لیکن ہیرودوتس......؟'' اس نے میرے بازوؤں کی گرفت سے نکلتے ہوئے کہا۔

''وہ شہنشاہ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب۔؟'' لیپاس خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''تم بھی بدھو ہو میرے دوست۔ ساری عمر جنرل ہی رہے۔ شہنشاہ کو کسی ایک آدھ عورت کی پرواہ کب ہوتی ہے۔''

''ضروری نہیں ہے۔'' لیپاس ہونٹ سکیڑ کر بولا۔

''اوہ۔ چلو تائیورس کو ان لوگوں میں نہیں گردانتا۔ لیکن لیپاس میری جان۔ ایک بات بتاؤ۔ کیا تمہاری کوئی رات کسی محبوبہ کی آغوش میں گزری ہے۔؟''

''نہیں۔'' لیپاس نے میری بات کا جواب سرد مہری سے دیا اور میرا دل چاہا کہ زور سے ایک قہقہہ لگاؤں۔ میں جانتا تھا کہ لیپاس کو محبوباؤں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک اور شرارت ابھری اور میں نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

''تب فکر مت کرو۔ ملکہ شارا زیہ تمہارے اوپر بھی مہربان ہے۔ آج کی رات تمہاری ہوگی۔''

''کیا۔ کیا مطلب۔!!''

''وہ بڑی پرہوس عورت ہے۔ میری آغوش میں تھی لیکن تمہارے تذکرے کرتی رہی۔ بالآخر اس نے کہہ دیا کہ کل کی رات، یعنی آج رات وہ تمہیں حاصل کئے بغیر نہ رہے گی۔''

لیپاس کے چہرے کی بوکھلاہٹ میرے پیٹ میں گدگدیاں کر رہی تھی۔ پہلے تو وہ ہونقوں کی طرح میری شکل دیکھتا رہا پھر بھناتے ہوئے

انداز میں بولا۔

''کیا ہمارا مشن یہی ہے میکارا۔؟''

''نہیں میرے دوست... لیکن مشن پورا کرنے کے لئے جو کچھ بھی کرنا پڑے۔ بلاشبہ ان میں کچھ باتیں ہمارے ضمیر کے خلاف ہوں گی۔''

''فضول...... بے کار..... میں... میں یہ لغویت پسند نہیں کروں گا۔'' لیپاس نے کہا۔

''بڑی شاطر عورت ہے لیپاس۔ کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گی۔ کیا تم یہ مشن ناکام کرنا چاہتے ہو؟''

''ارے تو کیا یہ ضروری ہے۔'' لیپاس جھلا کر بولا۔

''ہاں۔ بہت ضروری ہے۔ تم دیکھو گے۔ اگر ضرورت پڑی تو ملکہ آج ہماری حمایت کرے گی۔''

''لیکن میں اس کی خلوت میں نہیں جانا چاہتا میکارا۔'' لیپاس اب خوشامد پر اتر آیا۔

''جنرل لیپاس۔ یہ بہت ضروری ہوگا۔''

''میری مدد کرو۔'' لیپاس نے لجاجت سے کہا۔

''اس قدر متاثر ہو رہے ہو۔ عورت مرد کی اہم ضرورت ہے۔ کبھی نہ کبھی تو تمہیں کسی عورت کا قرب حاصل کرنا ہوگا۔''

''وہ بعد کی بات ہے۔''

''ابھی کی بات ہے پیارے۔ نہیں بچ سکتے۔ ویسے وہ بے حد حسین ہے۔ تمہیں مایوس نہیں کرے گی۔''

''میکارا۔ مجھے پریشان مت کرو۔''

''کمال ہے۔ تو میں خاموش ہو جاتا ہوں لیکن اس معاملے میں صرف تم ذمہ دار ہو۔ میں تمہاری اس وقت کوئی مدد نہیں کر سکتا جب تک ملکہ کے آدمی تمہیں بلانے آئیں گے۔''

''سنو میکارا۔ کیا ہم آج یہ لنگر اٹھانے کا اعلان نہ کر دیں۔؟''

''اور ہمارا مشن۔؟''

''ارے اس کا فیصلہ تو آج دن میں ہی ہو جائے گا۔'' لیپاس دانت پیستا ہوا بولا۔

''جیسی تمہاری مرضی۔ لیکن فیصلہ ہونے سے قبل ایسی کوئی کوشش مت کرنا ورنہ ممکن ہے ملکہ اس فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے۔''

''ٹھیک ہے۔'' لیپاس نے معصومانہ انداز میں گردن ہلائی اور پھر میں اس کے پاس سے ہٹ آیا۔ بڑی قابل رحم حالت تھی بے چارے جنرل کی۔ لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔

لیکن میرے ذہن میں پھر اس کی پراسرار شخصیت ابھر آئی۔ اگر وہ عورت ہے تو پھر مرد کیوں بنا ہوا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود اس کے قریبی لوگ بھی یہ بات نہیں مانتے۔ آخر اسے اتنی راز داری سے مرد بنانے کی کوشش کیوں کی گئی ہے۔ بات کسی طور سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

بہر حال...... مجھے یقین تھا کہ خود جنرل لیپاس ہی اپنی زبان سے اور بہت جلد یہ راز بنائے گا۔ حالات پیدا ہوتے جارہے تھے۔

سورج بلند ہو گیا تھا۔ تب ہمارے پاس ہیروڈس کا پیغام آیا اور پیغام لانے والے نے یوں کہا۔ ''اے معزز مہمان۔ اے فیلقولیہ کے پیغامبر۔ شہنشاہ ہیروڈس نے تجھے اور تیرے ان ساتھیوں کو طلب کیا ہے جو پیغام لانے والوں میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کے لئے تو نے فیلقولیہ سے لیوہارا تک کا سفر کیا ہے...... اور ان...... دربار تک لے جانے کے لئے شاہی سواری باہر موجود ہے۔''

''ہم آ رہے ہیں۔'' میں نے کہا اور پیغام لانے والا چلا گیا۔ تب میں نے اپنا خوبصورت لباس پہنا۔ لیپاس نے بھی عمدہ لباس زیب تن کیا اور ہم دونوں تیار ہو گئے۔

''کیا خیال ہے لیپاس۔ اپنے ساتھ دوسروں کو لے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے۔''

''نہیں۔ صرف ہم دونوں گفتگو کریں گے۔''

''تب آؤ۔'' میں نے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ احترام کی سواری موجود تھی۔ گو سفر مختصر تھا اور پیدل بھی طے کیا جا سکتا تھا لیکن دستور شاہی کی مخالفت بے سود تھی۔ چنانچہ بس گھوڑوں کے اس خوبصورت رتھ میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ تب کوچوان رتھ ہانکنے لگا۔

اور جب ہم شاہی دربار کے دروازے پر پہنچے تو...... دروازے پر ہیروڈس ہمارا منتظر تھا۔ اس نے ہم دونوں کو رتھ سے اترنے میں مدد دی۔ یہ عظیم احترام...... اور اظہار دوستی تھا...... سو کہا ہیروڈس نے شاہی کرسیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہ اے فیلقولیہ سے آنے والو، اے تائیورس کے پیغامبرو، سنو، ذکر کرنا تائیورس سے ہم ہیروڈس اس کا دوست ہے اور اس کے لوگوں کی عزت کرتا ہے۔ تاکہ تائیورس میل نہ لائے دل میں کسی قسم کا۔ آؤ۔ شاہی اعزاز کے ساتھ میں تمہیں دربار لیوہارا میں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''دوستی کے اس مظاہرے کی ہم قدر کرتے ہیں ہیروڈس۔'' لیپاس نے جواب دیا۔ تب ہم اندر پہنچ گئے۔ اور ہیروڈس نے ہمارے لئے بالکل اپنے نزدیک نشستوں کا انتظام کیا تھا۔ سو ہمیں بیٹھنے کے لئے وہ نشستیں پیش کر دی گئیں۔ ہمارے سامنے ستارہ شناسوں اور امراء کی نشستیں تھیں۔ ایک سمت ایک خوبصورت زرنگار کرسی پر شارازیہ جلوہ افروز تھی۔ اس کے ساتھ کنیزوں کا ایک گروہ موجود تھا۔

غرض بے شمار افراد بلحاظ مراتب بیٹھے ہوئے تھے۔ تب ہیروڈس اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہمارے نزدیکی جزیرے سے آنے والے، تائیورس کے دوست فیلقولیہ کے باشندے، جو اپنے شہنشاہ کا ایک پیغام لے کر آئے ہیں۔ یہ پیغام سنایا جائے۔''

اور ہیروڈس نے مجھے اشارہ کیا۔ میں نے جنرل لیپاس کو اور لیپاس کھڑا ہو گیا۔ وہ ابھی تک خاص طور پر ملکہ شارازیہ سے نگاہیں چرا رہا تھا۔ ملکہ شارازیہ مجھے دیکھ کر کئی بار مسکرائی تھی۔ تب لیپاس نے اپنی باریک اور دلکش آواز میں زور سے کہا۔

''میں نے پیغام دیا ہے۔ لیوہارا کے شہنشاہ ہیروڈس کو فیلقولیہ کے شہنشاہ تائیورس کا...... اور خوشخبری سنائی ہے سمندر کے لٹیرے تھیوڈوس کی شکست کی۔ ہاں لیوہارا کے معززو۔ سمندر کا عفریت تھیوڈوس، جو ہمارے جزیروں کے لئے ایک جونک کی حیثیت رکھتا ہے پہلی بار زخمی بھیڑیے کی مانند اپنے بدن کے زخم چاٹتا ہوا بھاگا ہے۔ سنو، عظیم تائیورس نے اس کے احکامات کی پابندی سے انکار کر دیا تھا۔ سو وہ اپنی عظیم قوت لے کر ہم پر

حملہ آور ہوا اور ہم نے اس کی قوت کا طلسم توڑ دیا۔ ہم نے اس کے جہاز ڈبو دیئے اور اس کے بے شمار لوگوں کو سمندر کی بھوکی مچھلیوں کا لقمہ بنا دیا۔ یوں تھیوڈوس فرار ہو گیا۔ اپنے بچے کھچے لوگوں کو لے کر......

لیکن...... ہمارے دانشوروں کی نگاہ دور تک دیکھتی ہے۔ ہمارے ستارہ شناس مستقبل کی پوری پوری نگرانی کرتے ہیں۔ سو، سوانہوں نے کہ زخم خوردہ تھیوڈوس ایک بار پھر فیبلولیہ کا رخ کرے گا اور اس وقت اس کے ساتھ کافی قوت ہوگی۔

فیبلولیہ اس میں خوفزدہ نہیں ہے عظیم انسانوں۔ لیکن اس نے جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا ہے وہ تمہاری حمایت کا مستحق ہے۔ اس لئے شہنشاہ تائیورس نے ہیرودتس اور دوسروں کے لئے پیغام ارسال کیا ہے کہ تھیوڈوس کے خطرے سے مل کر نپٹا جائے۔ اس کے لئے شہنشاہ تائیورس نے تجویز پیش کی ہے کہ تمام جزیرے تھیوڈوس کو خراج دینا بند کر دیں اور اس سے اعلان جنگ کر دیں۔ تھیوڈوس کے جو نمائندے ان کے ہاں موجود ہیں انہیں قتل کر دیں اور اپنی جنگی تیاریاں تیز کر دیں۔ اس طرح اول تو تھیوڈوس خوفزدہ ہو جائے۔ اس کے باوجود اگر وہ کسی ایک جزیرے کا رخ کرے تو چاروں طرف سے اسے گھیر لیا جائے۔ یوں ہم اس کی قوت ختم کر کے اسے ہمیشہ کے لئے سلا دیں۔"

لیپاس خاموش ہو گیا۔

اس کے خاموش ہونے کے بعد کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر ہیرودتس اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے معزز دوستو۔ میرے بڑے تائیورس کے پیغامبر نے تھیوڈوس پر فتح کی خبر سنائی...... اپنے ساتھی اپنے دوست کے اس جرأت مندانہ کارنامے...... اور کامیابی پر میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ پیغامبروں نے یہ بات مجھے آنے کے بعد بتائی تھی۔ تب میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ ستارہ شناسوں اور لیوبارا کے بہی خواہوں سے مشورہ کر کے انہیں جواب دوں گا۔ سو کل کا پورا دن میں نے اسی کارروائی میں گزارا، ان سے مباحثہ کیا اور ستارہ شناسوں اور دانشوروں کے مشورے سے جو کچھ طے ہوا اسے سرکاری حیثیت سے سنانے کے لئے میں نے یہ دربار لگایا۔ میں نے جو فیصلہ کیا وہ دانشوروں کے مشورے سے کیا ہے۔ اہل دربار میں اگر کسی نے کوئی بہتر تجویز پیش کی تو میں اس کا خیر مقدم کروں گا۔

دوست ملک کے نمائندوں! ہم دیوتاؤں سے تمہاری سلامتی مانگتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ فیبلولیہ ہمیشہ سرسبز شاداب رہے لیکن لیوبارا کمزور ہے۔ اس کے وسائل محدود ہیں۔ اس کی جنگی قوت بھی زیادہ نہیں ہے۔ ہم اپنے ملک کی تعمیر میں مصروف ہیں اس لئے ہم کسی بھی قسم کی جنگی الجھن میں نہیں پھنسنا چاہتے۔ بے شک تھیوڈوس ہمارے لئے خطرہ ہے لیکن اس خطرے کو ٹالتے رہنے کا بہتر ذریعہ ہمارے خیال میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ ہم اسے خراج ادا کرتے رہیں۔ تو میرے دوست۔ لیوبارا، اس وعدے سے معذوری کا اظہار کرتا ہے۔ ہم تھیوڈوس سے جنگ نہیں کر سکتے۔" ہیرودتس خاموش ہو گیا۔

پورے دربار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مجھے غصہ آ گیا تھا۔ بزدل ہیرودتس نے بہرحال ایک غلط فیصلہ کیا تھا اور اپنے مشن کی ابتدائی ناکامی مجھ سے برداشت نہ ہوئی۔ چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر لیوبارا کے دانشور مجھے اجازت دیں تو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

''ہم اپنے دوست کی بات سنیں گے۔''

''سن۔اے ہیرودتس۔سن اے لیوہارا کے شہنشاہ۔تو نے ہمارے لئے اچھے جذبات کا اظہار کیا ہے۔چنانچہ ہم اپنی زبان تلخ نہیں کریں گے لیکن بزدلی شہنشاہوں کو زیب نہیں دیتی۔اگر تھیوڈوس سے جنگ ہوگی تو لیوہارا تنہا نہ ہوگا۔دوسرے بہت سے جزیرے اس کے ساتھ شریک ہوں گے۔پھر وہ تنہا اپنے انجام سے خوفزدہ کیوں ہے۔سنو، لیوہارا کے جنگجوؤ، بلاشبہ فیقلولیہ کو دوسروں کی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔وہ تنہا تھیوڈوس کی پوری قوت سے ٹکر لے سکتا ہے۔اس کا مظہر میں ہوں۔میں دعویٰ کرتا ہوں کہ لیوہارا کی پوری فوج کو ہتھیاروں سے لیس کر کے میرے سامنے لے آؤ وقت ضرور لگے گا لیکن میں تنہا لیوہارا کی پوری فوج کو قتل کر دوں گا۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں تمہارے وطن میں تمہارے سامنے یہ دعویٰ کرتا ہوں۔اسے اپنی توہین خیال کرو اور مجھ سے جنگ کرو۔فیقلولیہ تمہارے تصور سے زیادہ طاقتور ہے۔تانیورس خوفناک قوتیں جمع کر چکا ہے اور وہ تھیوڈوس کو شکست دے گا۔

لیکن۔۔۔''میں نے غیظ کے عالم میں چاروں طرف دیکھا۔''یہاں سے واپس جانے سے قبل۔۔۔ میں ایک بات ضرور کہوں گا۔سن او، لیوہارا کے لوگو۔۔۔سن لو۔۔۔ جب ہم تھیوڈوس کو شکست دیں گے تو پھر ان لوگوں کو اپنے دشمنوں اور تھیوڈوس کے ساتھیوں میں گردانیں گے جو ہمارے ساتھ نہ تھے۔اور تھیوڈوس کے بعد ہم ان کے دشمن ہوں گے اور ضروری سمجھیں گے کہ سمندر کو دشمنوں سے پاک کر دیا جائے۔''

میری آواز نے بہت سوں کے اعصاب کشیدہ کر دیئے۔مختلف لوگوں پر مختلف ردعمل ہوا۔کچھ شدید برہم ہو گئے۔کچھ خوف سے کانپنے لگے۔خود ہیرودتس عجیب کشمکش کا شکار تھا اور لیپاس، اس کی آنکھوں میں محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔وہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔

تب ہیرودتس نے کہا۔''فیقلولیہ کے قاصد۔تو نے بڑے انوکھے دعوے کئے، تو نے بڑے دل شکن الفاظ کہے لیکن تو قاصد ہے۔ہم انہیں برداشت کریں گے۔ہمارے ستارہ شناسوں کی رائے ہے کہ ہم کسی طور تھیوڈوس کے خلاف اعلان جنگ نہ کریں۔''

''تم جو فیصلہ کرو گے وہ تمہارا اپنا ہوگا شہنشاہ ہیرودتس۔لیکن میں تمہارے سامنے ایک اور انکشاف کروں گا۔سنو۔میں فیقلولیہ آنے سے قبل تھیوڈوس کے ساتھ تھا۔''

میں نے اپنی بات کا ردعمل ان کے چہرے پر دیکھا۔وہ سب حیران رہ گئے تھے۔

''میری بات کی تصدیق اپنے ستارہ شناسوں سے کرو اور میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں کیونکہ وہ سب کچھ میرے شکنجے میں ہے جو میں چاہتا ہوں۔جھوٹ کا سہارا تو وہ لیتے ہیں جو بے عمل ہوتے ہیں۔سو میں بے عمل نہیں ہوں۔میں نے تانیورس کی حمایت کی لیکن اس سے قبل میں تھیوڈوس کے ساتھ تھا۔اس کے خاص دوستوں میں، سو اس نے مجھے کچھ خصوصی باتیں بتائی تھیں جن میں سے ایک یہ ہے۔تھیوڈوس کو تم لوگ صرف ایک بحری قزاق سمجھتے ہو۔کیا تمہارے خیال میں وہ ساری زندگی سمندر میں گزار دے گا۔؟''میں نے سوال کیا۔

''ہم نہیں سمجھے میکارا۔؟''

''تھیوڈوس ایک عظیم شہنشاہیت کے خواب دیکھ رہا ہے۔وہ جزائر سے حاصل کیا ہوا خراج ایک پراسرار جزیرے کی قوت کو مستحکم کرنے پر خرچ کر رہا ہے۔وہاں اس کے جنگی بیڑے تیار ہو رہے ہیں۔وہ ایک ایسی قوت بن رہا ہے جو ناقابل تسخیر ہوگی اور اس کا ارادہ ہے کہ ایک دن وہ

پوری قوت کے ساتھ نکلے گا اور پھر سرزمین یونان پر اس کے علاوہ کوئی شہنشاہ نہ ہوگا۔ پوچھو اپنے ستارہ شناسوں سے۔ اگر وہ علم نجوم کے ماہر ہیں تو میری بات کی تصدیق ضرور کریں گے۔''

''تو کیا۔ کیا یہ درست ہے۔؟'' ہیرو ڈس نے چند لوگوں سے کہا۔

''ہم حساب لگائے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے۔'' جواب ملا۔

''پھر کیا ہوگا۔؟ ارے بتاؤ پھر کیا ہوگا۔؟'' ہیرو ڈس احمقانہ انداز میں بولا۔

''پھر یہ ہوگا..... کہ تم اس کے علاقوں میں ہوگے۔ تمہارے جزیرے اس کے زیر نگین ہوں گے۔ کون اس کا مقابلہ کرے گا۔ کون اس سے جنگ کرے گا۔''

''اور....'' اچانک ملکہ شارازیہ کی آواز ابھری اور ساری گردنیں اس طرف گھوم گئیں۔ ''لیوہارا کے دانش درو۔ تم سب جانتے ہو کہ ہیرو ڈس میرا شوہر ہے۔ وہ لیوہارا کا شہنشاہ ہے لیکن میری مرضی سے۔ کیونکہ لیوہارا کی اصل حکمران میں ہوں۔ تمہیں علم ہے کہ لیوہارا کی شہنشاہیت میرے باپ سامو س کی طرف سے میری طرف منتقل ہوئی تھی اور میں نے اپنی مرضی سے اس کا نگراں ہیرو ڈس کو مقرر کیا تھا۔ سو اس کے بارے میں کچھ معاہدے بھی ہوئے تھے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ اس معاہدے کی رو سے میں کسی معاملے میں مداخلت کرنا چاہوں تو اسے رد کرنے کا مجاز کوئی نہیں ہوگا۔ کیا تمہیں یہ سب کچھ یاد ہے۔؟''

''ملکہ عالیہ... ملکہ شارازیہ... آپ..... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔'' ہیرو ڈس بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

''میں... لیوہارا کی مالک، اس کی اصل حکمران اعلان کرتی ہوں کہ آج سے تھیوڈوس کا خراج بند کیا جاتا ہے۔ کل پورے جزیرے میں تھیوڈوس کے ایک ایک نمائندے کو تلاش کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ لیوہارا کل سے حالت جنگ میں آ جائے گا۔ ہتھیار تیار ہوں گے۔ فوجیں تیار کی جائیں گی اور... جس وقت بھی تھیوڈوس کے جہاز سمندر میں دیکھے گئے ہماری فوجیں تائیورس کی کمانڈ میں پہنچ جائیں گی۔ فیفلولیہ سے آنے والے، شہنشاہ تائیورس کو لیوہارا کا پیغام دو کہ اس نے تائیورس کی عظیم فتح قبول کی ہے اور اس کے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔''

ملکہ کی آواز پر پورے دربار میں سناٹا چھا گیا۔ خود ہیرو ڈس احمقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا تھا۔ کئی منٹ تک خاموشی رہی پھر ہیرو ڈس نے ہی کہا۔ ''لیکن ملکہ عالیہ۔ ستارہ شناسوں کا کہنا ہے کہ یہ قدم.....''

''کیا تم میری حیثیت کو للکارنا چاہتے ہو ہیرو ڈس۔؟''

''نہیں..... لیکن....''

''میں فیفلولیہ کے قاصدوں کے سامنے اعلان کر چکی ہوں اور یہ اعلان میرے اختیار میں تھا۔ کوئی اس اعلان کا مخالف ہے۔؟'' اس نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

لیکن کسی طرف سے آواز نہ آئی۔

''یہاں موجود ایک ایک شخص اس اعلان کی حمایت کرے۔'' اس نے حکم دیا اور سارا دربار کھڑا ہو گیا۔ اس بدلی ہوئی صورتحال نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ تو یہ بات ہے گویا ملکہ عالیہ بہت بڑی حیثیت رکھتی ہیں۔ خود ہیرو ولس نے بھی کھڑے ہو کر اس اعلان کی تائید کی تھی اور میرے ذہن میں گستاک کے الفاظ گونج رہے تھے۔

اس مشن کی تکمیل میں ایک عورت کا ہاتھ ہوگا اور وہ عورت ... وہ عورت ..... تو وہ لیپاس نہ تھا بلکہ اصل عورت شارازیہ تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔''

''معزز مہمانوں۔ فرصت ہو تو کچھ رکو۔ کل ایک عہد نامہ تیار کر کے تمہارے حوالے کر دیا جائے گا جس کی رو سے ہم ایفائے عہد کے پابند ہوں گے۔''

تب لیپاس بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنی مخصوص آواز میں کہا۔ ''عظیم ملکہ .... آپ نے اتنا بڑا اقدام کیا ہے ہم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے لیکن ہمارا مشن بہت بڑا ہے اور وقت کم۔ اب جبکہ ہمارا مشن پورا ہو گیا ہے تو ہمیں آج ہی اجازت دیں تاکہ اس کے بعد ہم سارا سپین کا رخ کریں اور اس کے شاہ کو تائیورس کا پیغام دیں۔''

''عظیم مہمانوں کی مصروفیات کا احساس میرے دل میں ہے۔ بے شک میری دلی خواہش تھی کہ تائیورس کے مہمان طویل عرصہ تک لیوبار میں قیام کریں لیکن ان کی آج روانگی کسی طور پر ممکن نہیں ہے البتہ کل میں انہیں مجبور نہیں کروں گی۔؟''

لیپاس نے پھر کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''جو حکم ملکہ عالیہ .... ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔'' اور لیپاس کا بس نہ تھا کہ میرا سر توڑ دے۔ اس نے بڑی خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن میں نے نگاہیں دوسری طرف کر لی تھیں۔

تب آخری رسم کے بعد دربار برخاست ہو گیا اور ہم واپس چل پڑے۔ کچھ دوسرے لوگ ہمارے ساتھ تھے ورنہ لیپاس راستے میں ہی میرے اوپر برس پڑتا۔ جب ہم محل پہنچے تو میں نے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں ہی لیپاس سے کہا۔

''جنرل لیپاس۔ چونکہ ہمیں کل روانہ ہونا ہے اس لئے جہاز پر ضروری تیاریاں کرنا ہیں۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔''

''میں ..... میں خود بھی جہاز کا جائزہ لینا چاہتا ہوں۔'' لیپاس نے آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''آپ آرام کریں۔ ممکن ہے ملکہ عالیہ عہد نامے کی تکمیل میں آپ کی ضرورت محسوس کریں۔'' میں نے شرارت سے کہا اور لیپاس کی آنکھوں میں آنسو چھلک پڑے۔ اس کی حالت زیادہ خراب دیکھ کر مجھے اس پر رحم آ گیا۔ ''خیر آپ کی مرضی۔ آیئے آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔'' اور لیپاس تیار ہو گیا۔ ہم جہاز کی طرف چل پڑے۔ راستے میں خاموشی ہی تھی۔ لیپاس کسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ زچ ہو گیا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں اس سے بہت زیادہ ہمدردی نہیں رکھتا تھا۔ آخر وہ اپنی اصلیت پوشیدہ کیوں کئے ہوئے ہے۔ میں خود تو اس پر

کبھی ظاہر نہیں کروں گا کہ میں اسے سمجھتا ہوں۔ ایک دن اس کو اپنی زبان کھولنی پڑے گی اور میں اس دن کا انتظار کر رہا تھا۔

بہرحال ہم جہاز پر پہنچ گئے۔ گستاک اور دوسرے چند افراد وہاں موجود تھے۔ میں نے گستاک کو ہدایات دیں اور سب مستعد ہو گئے۔ ہمارے ساتھ آنے والے دوسرے لوگوں تک پیغام پہنچا آئے اور سب کے سب خوشی کے ساتھ جہاز پر آ گئے۔ یوں دوسرے دن کی واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

اور جب مکمل ہدایات ان لوگوں کو مل گئیں تو میں نے لیپاس سے کہا۔

''آؤ لیپاس...... واپس چلیں۔''

''کک...کہاں۔؟'' لیپاس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''واپس محل نہیں چلو گے۔؟''

''میرا خیال ہے میکارا، آج تم محل میں آرام کرو۔ مجھے جہاز پر ہی چھوڑ دو۔ تمہاری مہربانی ہوگی۔'' لیپاس نے لجاجت سے کہا۔

''میرے ساتھ آؤ لیپاس۔'' میں نے کہا اور اسے جہاز کے ایک سنسان گوشے میں لے گیا۔ لیپاس وحشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ گوشے میں پہنچ کر اس نے سوالیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

''آخر تم ملکہ سے اس قدر گھبرا کیوں رہے ہو۔؟''

''میکارا۔ میرے دوست۔ میں ابھی ان فضولیات سے دور ہوں۔''

''کب تک دور رہو گے؟ اور تم سے یہ کس نے کہا کہ یہ سب فضولیات ہے۔''

''میں خود محسوس کرتا ہوں۔''

''غلط... جب تمہیں ان معاملات کا کوئی تجربہ ہی نہیں ہے تو تم یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ میری مانو لیپاس تو آج رات ملکہ شارازیہ کے ساتھ گزارو۔ زندگی کی بہت سی حقیقتوں سے واقف ہو جاؤ گے۔''

''میں زندگی کی کسی حقیقت سے واقف نہیں ہونا چاہتا۔ اگر مجھے اس پر مجبور کیا گیا تو میں سمندر میں چھلانگ لگا دوں گا۔''

''تمہاری مرضی۔'' میں نے شانے اچکائے۔ ''مجبوراً مجھے یہ رات بھی شارازیہ کے ساتھ گزارنی پڑے گی۔ ہاں آخر ہم اس کے شکر گزار ہیں۔''

لیپاس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے سے احساس ہو رہا تھا کہ اسے میری اس بات سے تکلیف ہو رہی ہے لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اب میں ایثار پسند بھی نہیں تھا کہ اس کا راز پوشیدہ رہنے دیتا اور اپنے آپ پر جبر بھی کرتا۔ چنانچہ رات گئے میں محل میں واپس آ گیا۔

اور یہاں شارازیہ کا پیغام میرے لئے موجود تھا۔

شارازیہ پہلی رات کی مانند میری منتظر تھی لیکن مجھے حیرت اس بات کی تھی کہ ہیرودتس، اس کا شوہر اس کی خلوت میں نہیں تھا۔ وہ کیسا شوہر تھا اور میں نے شارازیہ سے یہ سوال کر ہی ڈالا۔

''ہیرودتس میرے ساتھ ہوتا ہے لیکن آج میں نے اسے عہد نامے کی تکمیل میں مصروف کر دیا ہے لیکن وہ تنہا تو نہیں ہے۔ اس کی پسندیدہ

عورتیں اس کے پاس ہوں گی۔"

"اوہ۔تو یہ بات ہے۔" میں نے گردن ہلائی۔

"ہاں میکارا۔ اس کی پسندیدہ عورتیں تو ہر رات اس کے ساتھ ہوتی ہیں لیکن میرے پسندیدہ مرد سے میری ملاقات کس قدر مختصر ہے۔ وہ تو ایک خواب کی مانند آیا ہے، چلا جائے گا۔"

"خواب ذہن سے اتر ہی جاتے ہیں ملکہ شارازیہ۔ صرف چند لمحات کی کسک، اور بس۔ اس کے بعد کیا رہ جاتا ہے۔"

"تمہاری قربت اتنی بے اثر نہیں ہے میکارا۔ میں تمہیں بھول نہ سکوں گی۔"

"وقت سب کچھ بھلا دیتا ہے شارازیہ۔ میں نے صدیاں کاٹ دی ہیں۔ کیسے کیسے لوگ۔ کیسے کیسے پیار میری آنکھوں میں رچے ہوئے ہیں۔" میں نے بے اختیار میں کہا۔

"میں نہیں سمجھی میکارا۔؟"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔

"تم نے صدیوں کی بات کی تھی۔"

"ہاں۔ میری مراد انسان سے ہے۔ انسان صدیوں سے کیسے کیسے واقعات، کیسے کیسے حادثات کا شکار ہوتا آرہا ہے لیکن سارے واقعات اُسے ذہن سے محو کرنا پڑتے ہیں۔ اور وہ ان میں کامیاب رہا ہے۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ ہم یہ مختصر لمحات بھی جدائی کے خوف سے کیوں برباد کریں۔"

"ہاں۔" ملکہ نے ایک طویل سانس لی۔ پھر مسکرانے لگی۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں نے ناشتہ ملکہ کے ساتھ ہی کیا اور اس کے بعد میں اس سے اجازت لے کر لیپاس کی تلاش میں چل پڑا۔ لیپاس ڈر کے مارے محل میں نہیں آیا تھا اس نے رات جہاز پر ہی گزاری تھی۔ بہرحال سارے انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ عہد نامہ ہمارے حوالے کر دیا گیا۔ چلتے وقت ملکہ شارازیہ، ہیرڈلس اور تمام لوگ ہمیں ساحل پر الوداع کہنے آئے اور جہاز نے لنگر اٹھا دیئے۔

ملکہ لُٹی لُٹی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر ویرانیاں رقصاں تھیں لیکن میرے اوپر ان باتوں کا اثر کم ہی ہوتا تھا۔ چنانچہ جونہی لیوہارانگا ہوں سے معدوم ہوا میں سب کچھ بھول گیا۔

تب میں نے گردن گھما کر لیپاس کو دیکھا لیکن لیپاس میرے نزدیک موجود نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں چل پڑا۔ لیپاس اپنے کیبن میں موجود تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔

وہ اپنی مسہری پر منہ لپیٹے پڑا تھا۔ چند ساعت میں اس کے جسمانی نقوش دیکھتا رہا، ان پر غور کیا جاتا تو کچھ نہیں تھا لیکن اگر ذرا بھی ذہن میں خیال پیدا ہو جائے کہ وہ مرد نہیں ہے تو پھر اس کے ایک ایک عضو سے حسن پھوٹنے لگتا تھا۔ بلاشبہ وہ انتہائی متناسب جسم کا مالک تھا۔

تب میں نے اسے آواز دی۔ "لیپاس۔" اور وہ چونک پڑا۔ اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا اور اس کا چہرہ دیکھ کر میں چونک پڑا۔ شاید وہ رو رہا

تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔

''ارے جنرل لیپاس کیا ہوا تمہیں۔؟'' میں نے اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں۔'' لیپاس نے خود پر قابو پانے کی زبردست کوشش کی اور اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گیا۔

''تمہاری آنکھیں سرخ ہیں۔''

''ہاں۔ رات کو تیاریوں کی وجہ سے سو نہیں سکا۔''

''اوہ۔ تب تم آرام کرو۔'' میں نے کہا اور لیپاس نے گردن ہلا دی۔ میں باہر نکل آیا۔ لیکن میں اس بے وقوف کے بارے میں اب ہمدردی سے سوچ رہا تھا۔ عجیب الجھن بن گئی تھی۔ خود کو ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اور وہ اداس بھی رہتا تھا۔ آخر میں کیا کرتا۔ میں نے گردن جھٹک دی۔ اس کے معاملات ہیں وہ خود نپٹے۔ میں کیوں پریشان ہوں۔

اور میرے ذہن میں ہلکی سی بیزاری ابھر آئی۔ جہاز پر عورت تھی اور ملکہ کے ساتھ گزاری ہوئی وہ راتوں نے میرے ذہن میں عورت جگا دی تھی۔ اب مجھے تنہا رات سے دہشت ہونے لگی میں جہاز کے ایک پرسکون گوشے میں سمندر کی لہروں کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں سوچنے لگا۔

تب میرے ذہن میں تائیورس ابھر آیا۔ ایک عمدہ انسان۔ میں نے فیصلہ کیا کہ ہر حال میں جو مشن ا جو ذمے داری میں نے اپنے سر لی ہے اسے تو پورا کر ہی دوں۔ اور پھر تائیورس سے اجازت مانگ لوں اور سرزمین یونان کے اسرار و رموز سے مکمل واقفیت حاصل کر لوں۔ یہی بہتر ہے اور اس کے لئے مناسب ہے کہ تیزی سے سفر کیا جائے اور کم سے کم وقت میں ان جزیروں کا دورہ کر لیا جائے جو تھیوڈوس کو خراج ادا کرتے ہیں تاکہ ان کی صحیح پوزیشن معلوم ہو جائے۔

اس کے بعد میں پورا دن لیپاس سے نہیں ملا۔ لیپاس بھی اپنے کیبن سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اور پھر رات کو جب میں گستاک سے گفتگو کر رہا تھا۔ وہ میرے پاس پہنچا۔ اس کا چہرہ اب شفاف تھا۔

''کیا گفتگو ہو رہی ہے میکارا۔؟''

''میرا دوست گستاک ستاروں کی گفتگو کر رہا ہے۔''

''اوہ۔ یہ ستون استعمال نہیں ہو رہا۔ جو شاید ستارہ شناسی کے لئے بنایا گیا تھا۔''

''نہیں جنرل۔ یہ اتنا بلند ہے کہ اوپر پہنچ کر سارے علوم تیز ہواؤں میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ کوئی بات یاد نہیں رہتی سوائے اس بات کے کہ ہوا کا کوئی تیز جھونکا اگر نیچے لے گیا تو ہڈیوں کی کیا کیفیت ہو گی۔'' گستاک نے مسخرے انداز میں کہا اور لیپاس ہنس پڑا۔

''تم نے اوپر کی سیر کی گستاک۔؟''

''ہاں۔ اگر میکارا مجھے رسیوں سے نہ جکڑ دیتا تو شاید میں خوف کی وجہ سے خود ہی سمندر میں چھلانگ لگا دیتا۔''

''تو پھر اب تم میکارا کو ستاروں کے بارے میں کیسے بتاؤ گے۔؟''

''کوئی بات نہیں، جہاز کا کوئی تنہا گوشہ موزوں رہے گا۔''

''اور۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''کیا تم ستون کی سیر کرنا پسند کرو گے جنرل لیپاس۔؟''

''ایں۔'' لیپاس نے میری طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''مجھے بزدل سمجھتے ہو میکارا۔؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اس کا جواب تو اوپر پہنچ کر ہی دوں گا۔''

''تو پھر چلو۔'' اس نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

''تم بھی آؤ گستاک ہمت کرو۔''

''اوہو ہو۔ نہیں ماسٹر۔ میرا خیال ہے مجھے رہنے ہی دو۔ میں نے ابھی کھانا بھی نہیں کھایا ہے اور پھر اوپر جانے کے بعد مجھے واپسی کی امید نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں میرا وہاں جانا مناسب نہ ہوگا۔''

''تمہاری مرضی۔ آؤ لیپاس۔'' میں نے کہا اور لیپاس ستون کی طرف بڑھ گیا۔ لیپاس کی پوشیدہ حیثیت جو کچھ بھی ہو۔ عام حالات میں وہ اپنی پوزیشن سے مختلف کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ دوران جنگ وہ ایک نڈر اور بے خوف جنرل کی مانند اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اور اس وقت بھی وہ ستون پر اتنے نڈر انداز میں چڑھا کہ میں بھی دیکھتا رہ گیا اور گستاک بھی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے اوپر پہنچ کر میری طرف ہاتھ لہرایا تھا۔

''کمال ہے۔ کیا دنیا میں سب سے کمزور دل انسان میں ہی ہوں۔؟'' گستاک نے آہستہ سے کہا تھا اور پھر میں بھی ستون کی طرف بڑھ گیا۔ چند گھڑیوں کے بعد میں بھی لیپاس کے قریب موجود تھا۔

لیپاس مسکراتے ہوئے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں۔ بتاؤ میکارا۔؟'' اس نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''یہاں سے سمندر کا منظر دیکھو لیپاس۔''

''تاریکی کے سوا کیا ہے۔؟'' لیپاس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آسمان۔''

''ہاں۔ ستارے بہت صاف نظر آتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کا میرے سوال سے کیا تعلق؟ تم نے میرے بارے میں کچھ کہا تھا۔؟''

''بزدلی کی بات تھی۔''

''ہاں۔''

''تمہارا خود اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔؟''

''میں بزدل نہیں ہوں۔''

''پھر ملکہ شارازیہ سے خوفزدہ کیوں تھے۔؟''

''وہ۔ وہ دوسری بات تھی۔''

''کیا تمہاری زندگی ہمیشہ عورت سے خالی رہے گی۔؟''

''کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''کہنا نہیں چاہتے لیپاس۔ صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے۔''

''میں نے کبھی عورت کے بارے میں نہیں سوچا۔''

''اور مرد کے بارے میں۔؟'' میں نے سوال کیا۔

''کیا مطلب۔؟'' لیپاس چونک پڑا۔

''جیسے میں۔''

''تمہارے بارے میں۔ تمہارے بارے میں۔؟'' لیپاس میرے اس چبھتے ہوئے سوال سے نمایاں طور پر گھبرا گیا تھا۔

''ہاں۔ کیا تم میرے بارے میں بھی نہیں سوچتے۔؟'' میں نے گول مول انداز میں بات کی۔

''تمہارے بارے میں تو میں نے ہمیشہ سوچا ہے۔''

''کیا سوچا ہے۔؟''

''یہی کہ تمہارا قرب باعث فخر و انبساط ہے۔ تم ایک لازوال انسان ہو۔ تمہاری معیت میں دل کو ایک ایسا سکون ملتا ہے۔ جس کی مثال ناممکن ہے۔'' لیپاس کے الفاظ جذبات میں ڈوب گئے۔

''لیکن افسوس تو یہ ہے کہ لیپاس۔ کہ اس کے باوجود تم میرے اوپر بھروسہ نہیں کرتے۔''

''یہ تم نے کیسے اندازہ لگایا میکارا۔؟'' لیپاس جیسے تڑپ اٹھا۔

''بار ہا۔''

''یہ خیال دل سے نکال دو میرے دوست۔ مجھے تمہارے اوپر پورا بھروسہ ہے۔ نہ صرف مجھے بلکہ پورے فیقلولیہ کو تمہارے اوپر بھروسہ ہے اس کا اندازہ شاید تمہیں بھی ہو۔''

''یقین کرو میکارا یقین کرو۔'' لیپاس عجیب انداز میں بولا۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ میں نے سوچا بھی کہ لیپاس کو اس حقیقت سے آگاہ کر دوں کہ اب میں اتنا احمق بھی نہیں ہوں۔ لیکن پھر بات ہی کیا رہ جاتی۔

''خیر چھوڑو۔ ہم سارا پین کب پہنچ رہے ہیں۔؟''

''میں صحیح تعین نہیں کر سکتا۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''ہوں۔'' میں ہونٹ سکوڑ کر خاموش ہو گیا۔ میرے دماغ میں الجھن تھی اور مجھے کوفت ہو رہی تھی۔ نہ جانے لیپاس اتنی شدت سے خود کو چھپانے پر کیوں مصر تھا۔ اونہہ۔ جہنم میں جائے یہ بات ہی ذہن سے نکال دی جائے کہ وہ عورت ہے اور اس کے بعد خوب تفریحات کی جائیں۔

میں نے سارا پین میں مکمل طور سے کھل کھیلنے کا پروگرام بنایا اور اس کے لئے ترکیبیں سوچنے لگا۔ بہر حال اب لیپاس کا خیال کرنا حماقت تھا۔ چنانچہ اس فیصلے کے بعد میں مطمئن اور پرسکون ہو گیا۔

کافی دیر مستول پر گزارنے کے بعد ہم نیچے اتر آئے اور لیپاس جہاز پر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ میں اپنے کیبن میں آ گیا۔ دوسرے دن سے میں نے لیپاس سے لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ لیپاس نے کئی دن تک اسے محسوس ہی نہیں کیا۔ پھر ہم سارا پین پہنچ گئے۔

سارا پین درحقیقت زندہ دلوں کا جزیرہ تھا۔ ہیرودوتس کے لیوہرا میں بہت سی خوبیاں تھیں لیکن سارا پین کی سی بات نہیں تھی۔ وہاں کے لوگ چہرے سے ہی کھلنڈرے نظر آتے تھے۔ تھے بھی خوب قد آور اور سرخ سفید۔ ناچ، رنگ اور موسیقی کے رسیا۔ جزیرے کے ساحل پر جہاں سرکاری جنگی جہاز نے ہمارے جہاز کو گھیرے میں لیا۔ وہیں بے شمار لوگ چھوٹی بڑی کشتیوں میں بیٹھ کر ہماری طرف چل پڑے۔

میں لیپاس کے ساتھ ایک حصے میں کھڑا آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔

''ان لوگوں کا انداز عجیب ہے۔'' میں نے کہا۔

''اس کے باوجود وہ ہمارے ساتھ کوئی نازیبا سلوک نہ کریں گے۔''

''کیوں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''جہاز پر دوستی کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔

جنگی جہازوں نے ہمارے جہاز کے گرد گھیرا ڈال دیا اور پھر چار چھوٹی کشتیاں ان جہازوں سے ہمارے جہاز کی طرف بڑھنے لگیں۔ ان پر چار چار آدمی سوار تھے اور وہ ہمارے جہاز کے پاس پہنچ گئے۔

''کون ہو تم لوگ؟ کہاں سے آئے ہو۔؟'' ایک کشتی سے سوال کیا گیا۔

''ہم نیقلولیہ سے آئے ہیں۔ تمہارے شہنشاہ کے لئے پیغام لائے ہیں تائیورس کا۔''

''کیا پیغام ہے فاکلپس کے لئے۔؟''

''شاہوں کے پیغام شاہوں کو دیئے جاتے ہیں۔ ہم فاکلپس سے ملاقات کریں گے۔''

''تب تمہیں سمندر میں رک کر انتظار کرنا پڑے گا۔ ہم تمہاری نگرانی کریں گے۔ اگر شاہ فاکلپس کی اجازت مل گئی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ تمہیں

واپس جانا پڑے گا۔''

جنگی جہازوں نے عوام کو ہم سے دور ہی روک دیا تھا بیشمار لوگ ہمیں دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ہماری طرف اشارے کر کے نہ جانے کیا کہہ رہے تھے۔ بہرحال اس انداز سے ہم زیادہ خوش نہیں تھے لیکن جہاز سے واپس جانے والوں کو دیر نہ لگی۔ شاید انہیں کوئی فوری ہدایت ملی تھی اور جب یہ ہدایت ان تک پہنچی تو۔ ہمارے گرد جہازوں کا گھیرا ٹوٹنے لگا اور پھر ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ ملا اور لیپاس نے چیخ کر جہاز آگے بڑھانے کا حکم دیا۔

لیپاس بھی کسی قدر جھلایا ہوا تھا۔ راستے میں اس نے کہا۔'' تیرا خیال ہے یہاں ہماری زیادہ پذیرائی نہیں ہوگی۔''

''کیوں لیپاس۔؟''

''ان لوگوں کا رویہ مناسب نہیں ہے۔''

''میرا خیال اس سے مختلف ہے۔''

''کیا مطلب۔؟''

''ہیرودلس لاپرواہ انسان تھا۔ یہاں کے لوگ چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ انہوں نے جس پھرتی سے ہمارا محاصرہ کیا۔ وہ قابل تعریف ہے یہ سب کچھ تو ابتدائی ضرورتوں سے تھا۔ اس پر برا ماننا فضول ہے۔''

''بہرحال۔ دیکھتے ہیں کیا پوزیشن ہے۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔ دیکھتے ہیں۔'' میں نے کہا۔ جہاز ساحل پر لنگر انداز ہو گیا اور پھر ساحل پر بگل بجا کر..... ہمارا استقبال کیا گیا۔ خود شہنشاہ فاکلپس تو ہمارے استقبال کو نہیں آیا تھا لیکن اس نے چند امرا کو بھیجا تھا۔ جنہوں نے اچھے جملے ادا کرتے ہوئے ہمارا استقبال کیا۔

لوگوں کے ہجوم کو بمشکل تمام ہم سے دور روکا گیا تھا۔

''میرا نام ویزوکس ہے۔ ساراچین کی فوجوں کا نگراں ہوں۔ شہنشاہ فاکلپس نے تائیورس کا نام سن کر ہمیں حکم دیا ہے کہ تمہاری تعظیم کی جائے اور تمہیں شاہی اعزاز کے ساتھ قیام کی دعوت دی جائے۔''

''ہم شاہ فاکلپس کے شکرگزار ہیں۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

بہرحال یہاں بھی ہمارے قیام کے لئے ایک مناسب جگہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ لیکن کچھ باتیں ناخوشگوار بھی ہوئی تھیں۔ جنہیں نہ میں نے پسند کیا نہ لیپاس نے۔ مثلاً انہوں نے ہمارے جہاز سے ہمارے ایک ایک آدمی کو نیچے اتار لیا تھا..... اور اب جہاز مکمل طور سے ساراچین کی فوجوں کے کنٹرول میں تھا۔''

''میرے خیال میں اس میں کوئی بڑا حرج بھی نہیں ہے میکارا اگر کبھی ساراچین کے فاکلپس کو تیقنولیہ آنے کی ضرورت پیش آئی تو ہم بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں گے۔'' لیپاس نے میری برہمی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے لیپاس..... اگر تم ناراض نہیں ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ..... تاہم میرا خیال فاکلپس سے جلد از جلد ملاقات کی کوشش کی جائے تاکہ یہاں کوئی ناخوشگوار بات نہ ہو جائے۔''

''تم خود کو قابو میں رکھنا میکارا..... ہم کوشش کرتے ہیں کہ جلد از جلد فاکلپس سے ہماری ملاقات ہو سکے۔'' لیپاس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اسی شام کو ایزوکس ہمارے پاس آیا۔

''مجھے تم لوگوں کا افسر مہمانداری مقرر کیا گیا ہے..... کیا یہاں تمہیں کوئی تکلیف ہے۔؟''

''نہیں.... شکریہ تمہارا ایزوکس..... لیکن کیا فاکلپس گوشہ نشین ہو گیا ہے..... کیا اس نے محل کے زنان خانے سے نکلنا بند کر دیا ہے۔؟''

''میں نے سوال کیا۔

''کیا مطلب۔؟'' ایزوکس چونک پڑا۔

''ہم اس سے ملاقات کرنے آئے ہیں۔ تائیورس کا ایک پیغام لائے ہیں اور ہمارے پاس وقت بہت کم ہے..... اگر فاکلپس ہم سے ملاقات پسند نہ کرے تو ہم اسے مجبور نہیں کریں گے اور واپس چلے جائیں گے..... براہ کرم یہ بات اسے بتا دو۔''

''بڑے سخت الفاظ استعمال کئے تم نے ہمارے شہنشاہ کے لئے اجنبی شخص..... تاہم میں تمہارا پیغام فاکلپس تک پہنچائے دیتا ہوں۔'' ایزوکس نے کہا اور واپس چلا گیا.... لیپاس میری شکل دیکھ رہا تھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... میں نے اس بار اس سے کچھ نہ پوچھا تھا کہ وہ کیوں مسکرایا۔

''کیا خیال ہے لیپاس..... کیا ہم یہاں قیدیوں کی مانند وقت گزاریں۔؟''

''نہیں..... جیسا تم پسند کرو میکارا۔''

''تو آؤ..... باہر نکلتے ہیں..... سارا چین کے گلی کوچے دیکھتے ہیں..... اندازہ لگاتے ہیں کہ ہماری حیثیت کیا ہے۔؟''

''میں تیار ہوں.....''

لیپاس ان معاملات میں کسی سے پیچھے نہیں تھا..... چنانچہ ہم دونوں تیار ہو گئے اور پھر لباس وغیرہ درست کر کے ہم باہر نکل آئے۔ پہرے دار موجود تھے..... لیکن وہ ہم سے کچھ کہہ نہ سکے..... غالباً اس بارے میں انہیں کوئی واضح ہدایت نہیں ملی تھی..... وہ کسی قدر ہچکچا کر رہ گئے تھے..... ہم نے اس بات کی پرواہ نہ کی اور باہر نکل آئے۔

یہ مہمان خانہ جہاں ہم نے قیام کیا تھا..... فاکلپس کے محل سے کافی دور تھا..... اچھی خوبصورت جگہ تھی..... سارا چین خاصا سرسبز و شاداب تھا..... گلی کوچے بھی کشادہ تھے..... دکانیں صاف ستھری تھیں۔ چاروں طرف قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے، مسکراتے ہوئے خوبصورت جوان..... حسین عورتیں، گداز بدن والی..... بے باک آنکھوں والی..... ہم سست روی سے چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

بہت سے لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ تب نوجوان لڑکوں کا ایک گروہ ہمارے قریب پہنچ گیا.... ان کی تعداد آٹھ نو کے قریب تھی۔ سو ان میں سے ایک نے ہمیں مخاطب کیا۔

''نامعلوم دوستو.... کیا ہم تم سے گفتگو کر سکتے ہیں۔؟'' میں اور لیپاس رک گئے... میں نے ان لوگوں کو دیکھا.... اور پھر لیپاس کی طرف۔'' کیا حرج ہے۔'' لیپاس نے کہا۔

''گویا اجازت....'' وہی نوجوان مسکرایا۔

''ہاں، ہاں.... بتاؤ.... کیا کہنا چاہتے ہو....'' لیپاس بولا۔

''کیا تم وہی ہو جو وستی کے جہاز پر آئے تھے۔؟''

''ہاں....'' لیپاس نے جواب دیا۔

''ہم تمہارے استقبال کو گئے تھے.... لیکن سپاہیوں نے مناسب نہ سمجھا۔''

''ہم نے تمہیں دیکھا تھا۔''

''تم کہاں سے آئے ہو....؟'' نوجوان نے پوچھا۔

''فیقلولیہ سے۔'' اس بار میں نے جواب دیا۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔

''آہ.... فیقلولیہ.... ہاں ہم نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے.... فیقلولیہ کے مہمانو.... اگر برا نہ محسوس کرو تو ہمیں اپنے جزیرے کے بارے میں بتاؤ۔''

''فیقلولیہ نے قرب و جوار کے سارے جزیروں پر فوقیت حاصل کر لی ہے... وہ اب یونان کے بیرونی جزیروں میں سب سے نڈر، سب سے دلیر کہلانے کا مستحق ہے۔''

''ممکن ہے ایسا ہو.... لیکن کیوں....؟ کیا ہمیں اس کا جواب ملے گا....؟'' نوجوان نے پوچھا۔

''اس کی وجہ نمایاں ہے۔''

''ہمیں بھی بتاؤ....''

''تو سنو.... سارابین کے نوجوانو.... تم دلیر ہو.... زندہ دل ہو.... سرخ و سفید ہو.... خوشحال ہو، لیکن اس کے باوجود تم محکوم ہو، تم خوفزدہ ہو اس سمندری قزاق سے.... جسے تم خراج ادا کرتے ہو.... جس کی تم نے برتری تسلیم کی ہے.... اور تمہارے اندر ہمت نہیں ہے کہ تم اسے حقارت سے دیکھ کر اپنی سرحدوں سے دور بھگا دو۔''

''کیا تم نے تھیوڈوس کی بات کہی....؟'' نوجوان نے پوچھا۔

''ہاں.... میں اسی بحری لٹیرے کی بات کر رہا ہوں۔''

''لیکن......ہم ہی کیا..... کونسا جزیرہ ایسا ہے جو اس سے خوفزدہ نہیں ہے۔؟'' نو جوان نے سوال کیا۔'' تم بتاؤ..... کیا سارے جزائر اسے خراج ادا نہیں کرتے۔''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا اور نو جوان ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ پھر وہی نو جوان بولا۔

''کون ہے ایسا۔ کیا کیا۔''

''ہاں۔ فیقلولیہ ہے اس جزیرے کا نام، جس نے تھیوڈوس کی بائیں ٹانگ کاٹ کر اسے لنگڑا کر دیا ہے، تائیرس فیقلولیہ کا شہنشاہ جس نے سب سے پہلے جرأت کی اور تھیوڈوس سے کہہ دیا کہ اب وہ فیقلولیہ سے ایک پائی بھی وصول نہیں کر سکے گا۔ ....اور..... جب غصے کی شدت میں طوفان کی طرح بپھرا ہوا تھیوڈوس، اپنی بھرپور بحری قوت لیکر فیقلولیہ کی طرف لپکا تو فیقلولیہ کے جوانوں نے اس کا شایان شان استقبال کیا۔ نتیجے میں تھیوڈوس کے کئی جنگی جہاز غرق کر دیئے گئے۔ بے شمار قزاق سمندر کی آگ میں جلتے ہوئے مچھلیوں کی خوراک بن گئے اور تھیوڈوس بدحواسی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔ تو سنو جوانوں.....وہ جزیرہ فیقلولیہ ہے اور ہم وہیں سے آئے ہیں۔''

''تم نے تھیوڈوس کی شکست اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔؟'' سوال کیا گیا۔

''ہاں۔ ہم خود اس جنگ میں شریک تھے۔''

''کیا یہ ایک افسانہ تو نہیں ہے۔؟''

''یہ تمہارے لئے ایک للکار ہے۔ آخر تمہارے ذرائع معلومات کس دن کام آئیں گے۔''

اور لوگ خاموش ہو گئے۔ پھر ایک جوشیلے جوان نے کہا۔'' اگر تم نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے تو ہمارے لئے قابل احترام ہو۔ سب سے پہلے ہماری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔''

''اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے۔ تائیرس نے خود تھیوڈوس کے منہ پر تھپڑ لگایا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اب کوئی جزیرہ تھیوڈوس کو کچھ نہ دے۔ ہم سب مل کر تھیوڈوس کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ ہم شاہ فاکلیس سے مدد مانگنے آئے ہیں۔''

''شاہ کو تمہاری مدد کرنی چاہئے۔'' نو جوان نے کہا۔

''اس کے لئے شاہ کو تیار کرو۔ اپنی خواہش بھی شاہ تک پہنچاؤ۔'' میں نے کہا اور نو جوانوں میں زندگی دوڑ گئی۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ لوگ منتشر ہو گئے اور اب تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہی تذکرے ہو رہے تھے کہ تھیوڈوس کو شکست دے دی گئی ہے۔

اور لیپاس میرے اس پروگرام پر حیران رہ گیا تھا۔

ہم ایک قہوہ خانے کی طرف بڑھ گئے۔ بڑا وسیع ہال تھا۔ بے شمار لوگ بیٹھے ہوئے تھے قہقہے ابل رہے تھے۔ عجیب عجیب کھیل ہو رہے تھے۔ میں اور لیپاس بھی بیٹھ گئے اور ہم نے قہوہ طلب کیا۔

''مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ تم اس اتفاق سے ایسا فائدہ اٹھاؤ گے سیکارا۔؟''

''کیسا رہا۔؟'' میں نے گرم اور لذیز قہوے کا گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔

''بہت ہی عمدہ۔اس کے نتائج بہت جلد نکلیں گے۔''

''ہاں۔اہلِ سارا اچین کے لئے یہ خبر بڑی اہمیت رکھتی ہے۔''

''اور پھر یہاں کے عوام ہر معاملے میں دلچسپی رکھنے والوں میں سے ہیں۔''

''ہاں۔میں نے بھی محسوس کیا ہے۔وہ بہت جوشیلے ہیں۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے فاکلیس کو مجبور کرنے میں یہ معاون ثابت ہوں گے۔''

''بہرحال اب تو جو کچھ بھی ہو۔'' لیپاس نے ایک گہری سانس لے کر کہا اور ہم برابر کی میز پر ہونے والی تیز تیز آوازیں سننے لگے۔عجیب قسم کی موسیقی سے ہال گونج رہا تھا۔میزوں پر عجیب عجیب تفریحات جاری تھیں۔

ہماری نگاہیں اس میز کی طرف اٹھ گئیں جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔دو توی ہیکل آدمی میز کے ناب پر دونوں..... ہاتھ ٹکائے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔پھر انہوں نے اپنے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے اور ان کی کلائیاں ایک دوسرے میں الجھ گئیں۔لوگ دوسری میزوں سے اٹھ اٹھ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔

دونوں گینڈے ایک دوسرے پر زور آزمائی کر رہے تھے۔وہ ایک دوسرے کی کلائی گرانے کی کوشش میں مصروف تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے ایک نے دوسرے کی کلائی میز سے لگا دی۔اسے شکست ہوگئی تھی۔

''احمق..... بے وقوف۔؟'' فاتح نے مسکراتے ہوئے کہا۔دوسرا آدمی خاموش تھا۔میز کے گرد کھڑے ہوئے لوگ فاتح کے نام سے نعرے لگانے لگے۔

''تو دوستوں۔'' فاتح نے کہا۔''اس دیوانے نے راقوس کو للکارا تھا۔''

''شرط کیا تھی راقوس۔؟''

''اسی سے پوچھو۔''

''تم شرط ہار گئے ہو مرقوسہ۔بتاؤ کیا شرط تھی۔؟''

''میں نے کہا تھا جو پسند کرے۔'' مرقوسہ نے جواب دیا۔

''تو دوستوں۔بات میری پسند کی تھی۔تم سب گواہ ہو۔؟''

''یقیناً۔''

''اگر میں ایک رات کے لئے اس کی محبوبہ طلب کروں تو۔؟''

''مرقوسہ وعدے کی پابندی کرے گا۔'' لوگوں نے کہا۔

''کیا تم تیار ہو دوست۔'' راقوس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔'' شکست خوردہ شخص نے گردن جھکا کر جواب دیا۔ اب میں بھی ان لوگوں میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ واقعی دلچسپ شرط تھی۔ میں نے مرقوسہ کی محبوبہ کو دیکھا۔ وہ بھی مرقوسہ کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ گویا اس کے نزدیک اس دلچسپ شرط کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

لیپاس بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔'' آؤ ذرا ہم بھی قریب سے دیکھیں۔'' اور ہم بھی دوسرے لوگوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے۔

راقوس نے مسکراتے ہوئے اس کی محبوبہ کی طرف دیکھا اور پھر گردن ہلاتے ہوئے بولا۔'' بات میری پسند کی ہے اس لئے میں مرقوسہ کا وہ ہاتھ کاٹ لینا چاہتا ہوں جس سے اس نے زور آزمائی کی تھی۔''

''اوہ۔'' بہت سے لوگوں کے منہ سے آوازیں نکلنے لگیں اور مرقوسہ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

''نہیں راقوس...... ایسا نہ کرو...... تمہاری اس سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔''

''اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ کل یہ دوسرے لوگوں سے کہے گا کہ اس نے راقوس کی کلائی میں کلائی ڈالنے کی ہمت کی تھی۔ چنانچہ جب یہ کسی سے یہ کہے گا تو اس کی کٹی ہوئی کلائی دیکھے گا اور اسے معلوم ہو جائیگا کہ راقوس کی کلائی میں ہاتھ ڈالنے والوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔''

''لیکن راقوس۔'' لوگوں نے مرقوسہ کی سفارش کرنا چاہی۔'' مرقوسہ تمہیں ایک رات کے لئے اپنی محبوبہ پیش کرنے کو تیار ہے۔''

''کیا اس کی محبوبہ اس بات پر تیار ہے۔'' راقوس نے پوچھا اور لوگوں کی نگاہیں مرقوسہ کی حسین محبوبہ کی طرف اٹھ گئیں۔

''کیا تم تیار ہو جاؤ گی راہیسہ۔؟''

''مرقوسہ کے لئے۔'' راہیسہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''راہیسہ تیار ہے راقوس۔''

''لیکن...... میں تیار نہیں ہوں۔ ہاں تم میں سے کوئی ہے تو وہ بارہ مجھ سے قوت آزمائی کر لے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی شرط سے دست بردار ہو جاؤں گا۔''

''اور مرقوسہ کی شرط اس کی طرف منتقل ہو جائے گی۔'' راہیسہ نے کہا۔ عجیب عورت تھی۔

تب میں نے لیپاس کی طرف دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیپاس کسی قدر بے چین ہو گیا تھا۔'' آؤ۔ اپنی میز پر بیٹھیں۔'' اس نے میری کلائی پکڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں لیپاس۔ غیر انسانی حرکت ہے۔ بے چارہ ایک ہاتھ سے محروم ہو جائے گا۔''

''اونہہ۔ چھوڑو ہمیں کیا پڑی ہے۔'' لیپاس نے ناک سکوڑ کر کہا۔

''اس کی محبوبہ بہت دلکش ہے لیپاس۔'' میں نے ایک آنکھ دبائی اور لیپاس نے عجیب انداز سے مجھے دیکھا۔ پھر اس نے دوسری طرف رخ کر لیا۔

''تمہاری یہی خواہش ہے تو ٹھیک ہے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

لیپاس کے ان جملوں سے میرے ذہن میں جھنجھلاہٹ ابھر آئی۔ خود کوئی اعتراف نہیں کرے گا اور دوسری عورتوں سے میرا قرب بھی برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ اونہہ۔۔۔ مجھے کیا پڑی ہے اس کے جذبات کا احساس کرنے کی۔ میں واپس مجمع کے قریب پہنچ گیا۔

''میں مرقوسہ کی شرط پوری کرنا چاہتا ہوں۔''

''اوہ۔'' راقوس میری طرف گھوم گیا۔

''تم کون ہو۔؟''

''میکارا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''پوری بات سن لی ہے تم نے۔؟''

''ہاں۔''

''تو سن میری جان میکارا۔ تم نئی شرط لگا سکتے ہو۔''

''منظور۔''

''تو میری شرط ہے کہ اگر تم میری کلائی نہ موڑ سکے تو میں تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ ایک مرقوسہ کے عوض اور دوسرا تمہاری شرط ہارنے کا۔''

''یہ بھی منظور ہے۔''

''واہ۔۔۔ واہ جوان۔۔۔ ہمت والے ہو۔ لیکن شاید راقوس سے واقف نہیں ہو۔ یہ فالکپس کے محل میں بھوکے شیروں کو قابو میں رکھنے کا کام کرتا ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ کام کس قدر مشکل ہوتا۔ مرقوسہ احمق تھا کہ اس نے راقوس سے شرط لگائی۔ تم اس سے بڑے احمق معلوم ہوتے ہو۔۔۔ کہ تم نے اس سے بڑی شرط لگائی۔ تاہم اب کیا ہو سکتا ہے۔؟''

''پیچھے ہٹو تم لوگ۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور راقوس تیار ہو گیا۔

''راقوس۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی شرط سے دستبردار ہو کر اپنی جان بچاؤ ورنہ میں تمہاری کلائی اپنے ہاتھ کے شکنجے میں لے کر اس کے دونوں سرے آپس میں ملا دوں گا۔ اس طرح وہ شیر جو تم سے خوفزدہ رہتے ہیں پھر تمہاری پرواہ نہ کریں گے۔''

راقوس نے اس اہانت آمیز جملے کا کوئی جواب نہ دیا۔ شاید دل ہی دل میں اس نے اس جملے کا کوئی بھیانک انتقام لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنا داہنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا اور پھر میرا ہاتھ اس کی کلائی کی طرف بڑھ گیا۔ کلائیاں آپس میں ملیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ چشم زدن میں راقوس کی کلائی میز پر ٹکی ہوئی تھی اور پھر میرے ہاتھ کو تھوڑی سی جنبش ہوئی اور راقوس کے حلق سے مرتے ہوئے بھینسے کی سی ڈکار نکلی۔ اس کی کلائی کی ہڈی درمیان سے چور چور ہو گئی تھی۔ راقوس نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر اپنا ہاتھ میز سے اٹھایا۔ کوشش کے باوجود اس کی چیخیں نہ رک رہی تھیں اور

لوگ اچھل اچھل کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

''کیا ہوا؟ کیا ہوا؟'' راقوس۔''لیکن راقوس زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ میں نے دونوں ہاتھ جھاڑے اور واپس لیپاس کی طرف مڑ گیا۔ لیپاس کو پہلے ہی راقوس کا حشر معلوم تھا اس لئے اس نے راقوس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ لوگ ہمارے گرد جمع ہو گئے..... ان میں سب سے آگے مرقوسہ اور اس کی محبوبہ تھے۔

''اوہ۔ میرے دوست۔ میرے دوست میکارا۔ یہ کونسا فن تھا۔ کیا کیا تو نے۔؟''

''میں نے پہلے ہی اس احمق کو مشورہ دیا تھا، وہ نہ مانا۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن یہ کس طرح ممکن تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔'' مرقوسہ نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''جس طرح تمہارے سامنے آیا۔''

مرقوسہ کی محبوبہ پسندیدہ نگاہوں سے میرے پورے بدن کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں میرے چوڑے سینے سے پھیلتی ہوئی کمر تک اور پھر وہاں سے نہ جانے کہاں کہاں۔ میں نے ان نگاہوں کو محسوس کیا..... اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''شرط کے مطابق تمہیں میکارا کی مدارت کرنی ہے مرقوسہ۔'' لڑکی نے مرقوسہ سے کہا۔

''ایں..... ہاں..... بالکل بالکل..... اُف وہ کمینہ شخص ضرور میرا ہاتھ کاٹ دیتا میرے دوست میکارا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ شوق سے۔ شوق سے میری محبوبہ آج رات کے لئے تمہاری ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ لیپاس کے چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آئے تھے لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔ تب وہ دونوں مجھ سے میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے اور یہ معلوم کر کے کہ میرا تعلق سارا اپین سے نہیں ہے، انہیں حیرت ہوئی۔

''ہاں۔ ہم نے فیقلولیہ سے آنے والوں کے بارے میں سنا تھا۔'' مرقوسہ نے کہا۔

راقوس کو اس کے کچھ ہمدرد اٹھا کر لے گئے تھے اور قہوہ خانے کی فضا پھر سے معمول پر آ گئی تھی البتہ کچھ میزوں پر میرے تذکرے ہو رہے تھے۔ میری طرف اشارے ہو رہے تھے۔

سو دن بھر کی تفریحات کے بعد شام ہو گئی اور ہم اپنی رہائش گاہ پر آ گئے لیکن لیپاس بدستور اداس تھا اور اس وقت اس کی اداسی بڑھ گئی جب مرقوسہ اپنی خوبصورت لڑکی کو لیکر میرے پاس پہنچ گیا۔ راہیہ کی آنکھوں میں ستارے ناچ رہے تھے اور وہ بے چینی سے اس بات کی منتظر تھی کہ کب مرقوسہ یہاں سے دفعان ہو..... کچھ کیفیات لیپاس کے چہرے پر بھی تھیں۔

☆..................☆..................☆

راہسہ مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں نے بھی اس کی چمکدار آنکھوں میں چھپے ہوئے شوق کا جواب پرشوق نگاہوں سے دیا۔ دراصل میں ان حرکتوں کا عادی نہیں تھا۔ لیکن لیپاس کی پراسرار خاموشی نے مجھے جھلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔ میں اس بات سے الجھن میں مبتلا تھا کہ جب لیپاس میرے اوپر مکمل اعتبار کرتا ہے تو پھر اس نے اپنا راز مجھ سے کیوں چھپایا ہے۔؟ اس کا مطلب ہے کہ کچھ مصلحتیں ایسی ہیں جو مجھ سے بھی چھپائی جاسکتی ہیں۔ بہر حال میں اسے اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا تھا...... لیکن اپنے آپ کو اس کے لئے پابند کرنا بھی مجھے مقصود نہیں تھا...... چنانچہ میری مرضی۔ میں رات مرقوسہ کی محبوبہ کے ساتھ گزاروں، یا سارا اپین کی کسی بھی عورت کے ساتھ، لیپاس کو اعتراض نہ ہونا چاہئے تھا۔

''تو میرے دوست...... میں نے وعدے کی پابندی کی ہے، تم سارا اپین والوں کو بدعہد نہ پاؤ گے...... صبح کو اسے میرے پاس روانہ کر دینا۔'' مرقوسہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے مرقوسہ...... تم نے وعدے کی پابندی کر کے شرط پوری کر دی۔ میری اور تمہاری بات ختم ہوگئی...... اور اب میرا واسطہ راہسہ سے ہے اور سنو، میری طرف سے اس لڑکی کو اجازت ہے اگر یہ جانا چاہے تو خوشی سے جاسکتی ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ دل سے میرے ساتھ رہنا پسند کرے تو خوش آمدید......'' تو میں نے دیکھا کہ راہسہ کی آنکھوں کی روشنیاں ایکدم بجھ گئیں...... اسے میری یہ بے اعتنائی پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے مرقوسہ کی جانب دیکھا اور پھر میری طرف۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ''نہیں مرقوسہ...... اجنبی سارا اپین کا مہمان ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ باہر کے لوگ ہمیں بدعہد سمجھیں۔ پھر اس نے تمہاری جان بچائی ہے۔ اس لئے اس کا شکریہ بھی میرے اوپر فرض ہے تو سنو مرقوسہ۔ اس سے کہہ دو...... میں خوشی سے اس کے ساتھ رات بسر کرنے کو تیار ہوں...... اور تم جاؤ......'' اس نے بے چینی سے مرقوسہ کی جانب دیکھا اور مرقوسہ نے گردن ہلا دی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

لیکن ہم لوگوں میں سب سے زیادہ حالت لیپاس کی خراب تھی۔ اس کے ہونٹوں پر نہ تو مسکراہٹ تھی، نہ افسردگی کا انداز...... اس نے نہ جانے کتنی کوششوں کے بعد خود کو اس انداز میں ڈھالا تھا۔

اور پھر مرقوسہ چلا گیا...... راہسہ میرے پاس موجود تھی۔ اس نے لیپاس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کون ہے......؟''

''لیپاس...... میرا ساتھی، میرا دوست۔''

''بہت خوبصورت جوان ہے۔ شاید بہت نوعمر ہے۔ اس کے چہرے پر عورتوں کی سی کشش ہے۔'' راہسہ نے پرشوق نگاہوں سے لیپاس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر تمہیں لیپاس پسند ہے راہسہ...... تو میں اس کے حق میں دستبردار ہوا جاتا ہوں۔'' میں نے ہنس کر کہا اور لیپاس گھبرائے ہوئے انداز میں اٹھ گیا...... ''ارے کہاں چلے......؟''

میں بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا تھا...... لیپاس کمرے سے نکل گیا تھا...... میں اس کی حالت سے بخوبی واقف تھا...... لیکن جان بوجھ کر نظر انداز کر رہا تھا...... باہر نکل کر میں نے اسے پکڑ لیا...... لیپاس نے گردن جھکالی تھی۔

''تم تو واقعی حیرت انگیز انسان ہو لیپاس ..... بعض اوقات تو درحقیقت تمہاری حرکتیں عورتوں کی سی ہو جاتی ہیں ..... میری جان! راہیسہ کافی خوبصورت عورت ہے اور پھر تمہیں پسند بھی کرتی ہے ..... میرا خیال ہے آج تم بھی اپنی قسم توڑ ہی دو۔''

''میکارا .....'' لیپاس نے پراحتجاج انداز میں کہا۔

''اچھا بھئی ..... اچھا بھئی ..... ناراض مت ہو ..... تمہاری مرضی ..... لیکن میری جان مجھے تو اجازت ہے ..... یقین کرو لیپاس ..... عورت کے بغیر زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔ کم از کم انسان کو ایک عورت تو حاصل ہو ..... ورنہ زندگی ہی بے مزہ ہے۔''

''لیکن تمہیں تو میکارا ..... تمہیں تو ایک عورت پسند نہیں ہے۔'' نہ جانے کس خیال کے تحت لیپاس نے کہا۔

''یہ تم سے کس نے کہا ..... کہاں محسوس کی تم نے یہ بات۔ ہاں اگر ایک عورت میری زندگی میں داخل ہو جائے ..... بشرطیکہ وہ میری پسندیدہ عورت ہو ..... تو میں اسے ضرور اپنا لوں گا ..... اور اس کے بعد مجھے کسی دوسری عورت کی طلب نہیں رہے گی۔''

لیپاس عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا ..... اپنی دانست میں، میں نے اس کے دل میں آگ لگا دی تھی۔ ''تو میرے دوست ..... اب مجھے اجازت۔؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا اور لیپاس نے دوسری طرف رخ کر لیا۔

میں نے اب مزید انتظار فضول سمجھا اور واپس راہیسہ کے پاس پہنچ گیا ..... حسین عورت مجھے دیکھ کر میرے اوپر فریفتہ ہو گئی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اٹھی، ''میں نے مرتوسہ سے سخت احتجاج کیا تھا۔ اس نے میرے لئے شرط کیوں لگائی یا تم سے وعدہ کیوں کیا ..... تب اس نے میری بہت منت کی اور کہا کہ اس کا عہد ایفا نہ ہو سکے گا ..... میں اس کی مدد کروں اور میں بحالت مجبور تیار ہو گئی۔ یوں سمجھو صرف مروت کی بات تھی ..... لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ اگر میں اس کے ساتھ مروت نہ کرتی تو خود کتنے بڑے نقصان میں رہتی۔ تم تو دنیا کے انوکھے لوگوں میں سے ہو میکارا ..... تمہارا بدن کیسا مضبوط اور تمہارا رنگ کیسا انوکھا ہے ..... '' وہ میرے سینے کی چوڑائی ناپتے ہوئے بولی .....

اور پھر وہ میری انوکھی شخصیت میں سما گئی۔

دوسری صبح عام سی تھی ..... راہیسہ نے بھی چلتے وقت ویسی ہی باتیں کی تھیں جیسی دوسری عورتیں کرتی تھیں ..... اس نے کہا تھا کہ اب وہ دنیا کے کسی مرد میں دلچسپی نہ لے سکے گی ..... کاش وہ ہمیشہ میرے ساتھ رہ سکتی ..... لیکن میں نے ان باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی ..... میری نگاہوں میں ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی نہ ہی اب میں ان باتوں سے خوش ہوتا تھا ..... کسی کو کیا معلوم میری کیا عمر ہے ..... میرا کیا تجربہ ہے۔

راہیسہ چلی گئی ..... اور میں لیپاس کے پاس پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا لیپاس زیادہ پرسکون نہ ہوگا ..... اس کے چہرے پر رات کا کرب نمایاں ہوگا ..... لیکن ..... خلاف توقع لیپاس نے مسکرا کر میرا استقبال کیا تھا۔ ''کیسی رہی میکارا۔؟'' اس نے پوچھا۔

''نہایت دلکش ..... نہایت حسین ..... مگر تمہیں اس سے کیا ..... تم نے تو عورت کے نزدیک نہ جانے کی قسم کھائی ہوتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں دوست ..... مجھے تو اس سے دور ہی رہنے دو۔'' لیپاس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کب تک لیپاس...... آخر کب تک...... ایک نہ ایک دن تمہارا راز کھل ہی جائے گا...... تمہیں حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی۔'' میں نے معنی خیز انداز میں کہا اور لیپاس نے گردن جھکالی۔ بہر حال اس کے بعد اس نے اس سلسلے میں مزید کوئی بات نہیں کی...... اور ہم دوسرے امور پر گفتگو کرنے لگے۔

''جب تک......'' میں نے کہا۔'' جب تک فاکلپس ہم سے گفتگو کرنے کے لئے ہمیں طلب نہ کرے۔ ہمیں سارا پین کی سیر کرنی چاہئے۔ یہاں کے لوگ بہت زندہ دل ہیں...... یہاں کی عورتیں بہت خوبصورت ہیں اور مرد بڑے ہی فراخ دل...... اور ہاں لیپاس...... یہ شرط کی رسم بھی خوب ہے...... میرا خیال ہے کسی پر کوئی شرط مسلط کردو...... اور عورت حاصل کرلو......''

''ممکن ہے۔'' لیپاس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''ظاہر ہے تم جب تک کسی عورت کے قریب نہ ہو گے، تمہیں ان باتوں سے دلچسپی کیسے محسوس ہوگی۔ بہر حال میں یہاں ہر رات ایک عورت حاصل کروں گا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے لیپاس۔؟''

''مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے بھلا......'' لیپاس نے جلدی سے جواب دیا۔ لیکن ایسے موقعوں پر وہ نگاہیں ملا کر بات نہیں کرتا تھا...... میں مسکرانے لگا...... تب ہمارے میزبان آگئے...... اور کھانے پینے کی تیاریاں ہونے لگیں...... لیکن میری دوسری رات کی خواہش پوری نہ ہوسکی...... کیونکہ دوپہر کے بعد فاکلپس کا پیغام ملا...... پیغام لانے والوں نے کہا۔

''اعلیٰ مقام شہنشاہ فاکلپس نے کہا ہے کہ رات کی ضیافت تم دونوں کے اعزاز میں دی جائے گی اور اس کے بعد امراء اور دانشوروں کے ساتھ تمہاری نشست ہوگی، وہیں پر تمہارے مشن کے بارے میں فیصلہ کر کے تمہیں آگاہ کردیا جائے گا۔'' لیپاس میری طرف دیکھ کر مسکرایا تھا اور پھر شرارت سے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا...... سپاہیوں کے جانے کے بعد میں نے کہا۔'' بہر حال مجھے فاکلپس کی یہ جلد بازی پسند نہیں آئی ہے...... تاہم وہی کرنا پڑے گا جو فاکلپس چاہتا ہے...... تمہارا کیا خیال ہے لیپاس۔؟''

''ہاں...... ہاں...... تمہیں تو میری اس محرومی سے خوشی ہوگی...... لیکن معاف کرنا نہ تو فیقلولیہ کے مرد اتنے فراخ دل ہیں اور نہ وہاں کی عورتیں...... میں اتنے دن وہاں رہا...... لیکن کسی عورت نے ایک رات بھی نہ بخشی۔'' میں نے منہ بناتے ہوئے کہا اور لیپاس ہنس پڑا۔

''میں وعدہ کرتا ہوں میکارا...... فیقلولیہ واپس جا کر تمہارے لئے عورتوں کا معقول بندوبست کردوں گا......'' لیپاس نے کہا۔

''اوہ...... بہت خوب...... اگر یہ وعدہ ہے تو ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں......'' میں نے مسخرانہ انداز میں مستعدی کا اظہار کیا اور لیپاس ہنسنے لگا...... بہر حال اس کے بعد کا وقت میں نے لیپاس کے ساتھ ہی گزارا تھا...... اور پھر رات کو میں اور لیپاس خوب عمدہ لباس پہن کر تیار ہوگئے۔ شاہی سپاہی آئے وہ رتھ ساتھ لائے تھے، لیکن ہم نے گھوڑے پسند کئے...... اور گھوڑوں پر سوار ہوکر ہم چل پڑے...... فاکلپس اپنے خوبصورت محل میں ہمارے استقبال کے لئے تیار تھا۔ اس نے پر محبت اور گرم جوش الفاظ سے ہمارا استقبال کیا۔ ہمیں جواہرات کے تحفے پیش کئے گئے۔ تب کہا فاکلپس نے کہ۔'' اے فیقلولیہ سے آنے والے معزز دوستو...... فاکلپس سارا پین کے ساری عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے...... سو

آؤ...... پہلے طعام ہو جائے، اس کے بعد سارا ہین کے دانشور تم سے سوالات کریں گے اور اسی وقت ہم کوئی بھی مناسب جواب دے دیں گے...... کیونکہ تائیورس ایک معزز اور جرأت مند دوست ہے۔"

لیپاس ان جملوں سے بہت خوش ہوا تھا...... فاکلیس نے معززین سے ہمارا تعارف کرایا...... اور پھر ہم طعام کے کمرے میں پہنچ گئے...... طعام کمرے ایسا ہی تھا جیسے کسی شہنشاہ کا ہوتا ہے...... حسن و جمال کا پیکر کنیزیں کھانا کھلانے پر مامور تھیں اور بڑا خوبصورت ماحول پیدا کیا گیا تھا، چونکہ یہ ایک سرکاری ضیافت تھی اور یہاں عورت کو سیاست میں دخل نہیں تھا اس لئے کھانے پر صرف مرد ہی تھے جن کی تعداد پندرہ تھی۔

کھانا شروع ہو گیا...... بڑی بڑی لذیذ اشیاء تھیں...... ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا...... اور کھانے سے فارغ ہو کر ہم...... دوسرے کمرے میں پہنچ گئے، جہاں لذیذ قہوے کا انتظام تھا۔ قہوہ پیتے ہوئے نہایت دوستانہ ماحول میں گفتگو شروع ہوئی اور فاکلیس نے کہا۔

"ہاں تو تائیورس کے قاصدوں...... فیقلولیہ کے پر اعتماد لوگوں...... اپنی آمد کا مقصد باقاعدگی سے ہمارے لوگوں کو بتاؤ...... تاکہ یہ تمہاری بات سن سکیں۔ سمجھ سکیں اور صحیح فیصلہ کر سکیں۔"

"جیسا کہ میں بتا چکا ہوں شہنشاہ اعظم...... جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں تائیورس کے قابل فخر دوست، کہ تھیوڈوس۔ جس کے ارادے صرف اتنے ہی نہیں ہیں کہ وہ تم سے خراج وصول کرے، بلکہ وہ چاہتا ہے، جو تیاریاں کر چکا ہے اس بات کی کہ وہ تمہارے جزیروں پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کر لے اور اپنی طویل و عریض حکومت قائم کر لے...... سوائے تھیوڈوس پر...... جس سے کانپتے ہیں جزیروں کے بڑے بڑے شہنشاہ، فیقلولیہ کے تائیورس نے ضرب کاری لگائی۔ ہاں وہ تائیورس ہی تھا جس نے سب سے پہلے تھیوڈوس کی خراج کی رسم منسوخ کی...... سو تھیوڈوس صبر کرنے والوں میں کہاں...... وہ آیا اپنی فوج غراں لے کر...... اور اس نے حملہ کر دیا فیقلولیہ پر۔ سنو شہنشاہ فاکلیس کے ساتھیوں...... کہ تائیورس کی فوجوں نے وہ ضرب لگائی تھیوڈوس کے جنگی جہازوں پر کہ بے شمار ساتھیوں کو سمندری مچھلیوں کے لئے چھوڑ کر تھیوڈوس اعظم معمولی نقب زنوں کی مانند بھاگا...... سو یہ ہمارا کام۔ یعنی ہم نے ابتداء کر دی تھیوڈوس کی غرور شکنی کی...... لیکن تھیوڈوس کو اندازہ نہ تھا کہ ہم اس کے لئے اتنے طاقتور ثابت ہوں گے...... ورنہ وہ ہمارے مقابلے کے لئے زیادہ قوت لے کر آتا اور یہ حقیقت ہے کہ زیادہ قوت اس کے پاس موجود ہے...... تو سنو...... فیقلولیہ گو تائیورس کی سربراہی میں بہت مضبوط ہے...... لیکن...... اس کے باوجود ہمیں سمندری قزاق کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے...... ہم نہیں جانتے کہ آئندہ ہم اس سے کس انداز میں جنگ کریں گے...... کامیاب بھی ہوں گے یا ناکام...... تو سنو سارا ہین کے بہادرو...... اگر تھیوڈوس نے فیقلولیہ کو تاراج کر کے ہمیں شکست دے کر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تو بنیاد پڑ جائے گی ان فتوحات کی جس کے خواب تھیوڈوس دیکھ رہا ہے۔ اور پھر کتنا قریب ہو جائے گا وہ تم سے...... اس لئے...... طے کیا گیا ہے کہ ہم سب یکجا ہو کر تھیوڈوس کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں...... ہمارا مشترکہ بیڑہ سمندر گردی کرے اور تھیوڈوس کے جہازوں پر نگاہ رکھے...... اور پھر جنگ کی صورت میں سارے جزائر مشترکہ طور پر تھیوڈوس سے جنگ کریں...... لیکن اس سے قبل تھیوڈوس کو اطلاع دے دی جائے کہ ہم اس کے خلاف متحد ہو گئے ہیں اور وہ اس شکل میں کہ اس کا خراج فوری طور پر منسوخ کر دیا جائے...... ہم نے سب سے پہلے لیوہارا کے ہیروڈس سے ملاقات کی اور اس نے ایک عہد نامہ ہمارے حوالے کر دیا جس میں اس نے اقرار کیا کہ وہ تھیوڈوس سے جنگ

کی صورت میں ہماری مدد کرے گا۔"

"آہ..... تائیورس نے درحقیقت تھیوڈوس کے غرور کو چکنا چور کر دیا ہے۔" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں..... اس میں دو رائے نہیں ہے۔"

"تو میرے دوستوں..... جواب دو میرے دوست، دلیر تائیورس کے پیغام کا..... کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔" فاکلپس بے چینی سے بولا۔ اور اس کی بے چینی سے اس کے اضطراب سے ہمیں کس قدر اندازہ ہو گیا کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔

"عظیم شہنشاہ..... تائیورس کے جرأت مندانہ اقدام کی جس قدر مدح سرائی کی جائے کم ہے..... اس نے بلاشک شیر کے منہ میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور اس کی کامیابی کو ہم اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں..... اور جب لیوہارا کے بزدل ہیرودلس نے بھی کمر ہمت باندھ لی ہے تو شیروں کی کچھار سارا اپین کیا اس قدر ریزہ دل ہے کہ اپنے دوستوں کو مایوس کر دے.....؟" ایک بوڑھے دانشور نے کہا۔

"ہرگز نہیں..... دیوتاؤں کی قسم ہرگز نہیں.....!" فاکلپس جوش سے دہاڑا اور پھر دوسرے لوگوں کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کیا تم میں سے کسی کو اس بات سے اختلاف ہے..... کیا کوئی ہے جو تائیورس کی امداد کا مخالف ہو..... جلدی کہو تا کہ مجھے فیصلہ کر کے جواب دینے میں دقت نہ ہو۔"

"ہرگز نہیں..... تائیورس کی بھرپور مدد کی جائے گی۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔

"دیوتاؤں کی قسم..... تم سے اسی جواب کی امید تھی..... سنو تائیورس کے قاصدو..... سنو معزز انسانوں..... غور سے سنو..... تائیورس سے کہو فاکلپس تھیوڈوس کی جنگ میں اس کے شانے سے شانہ ملائے ہوگا..... شیروں کی جوڑی تھیوڈوس کو ماں کا دودھ یاد دلا دے گی..... اور سنو..... آج سے، اس وقت سے میں نے خراج منسوخ کیا..... یہ سرکاری عہد ہے۔"

"لیپاس کا چہرہ جوش مسرت سے سرخ ہو گیا تھا۔ تب اس نے کہا۔" ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں فاکلپس..... بے شک ہم شیروں کی کچھار میں آئے تھے اور مایوس نہیں جا رہے ہیں۔"

اس کے بعد کچھ رسمی کارروائیاں ہوئیں..... پھر لیپاس نے کہا۔" ہم کل واپس چلے جائیں گے، کیونکہ ہمارا مشن طویل ہے۔"

"اس قدر جلد..... تمہاری کچھ مدارات نہ ہو سکی..... چند روز سارا اپین میں رہو..... سیر و شکار میں حصہ لو..... سارا اپین کے جنگلات سے حظ اٹھاؤ۔"

"ہم سب مل کر تھیوڈوس کا شکار کریں گے فاکلپس..... بہت جلد..... اس وقت تک ہمیں سیر و شکار سے دلچسپی نہیں رکھنی چاہئے۔" لیپاس نے جواب دیا اور فاکلپس اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ اس کی نگاہوں میں تحسین کے جذبات ابھر آئے تھے۔

"بے شک..... تائیورس جیسے شیر کا بھائی بھی شیر ہے۔"

رسمی باتوں کے بعد یہ تقریب اختتام کو پہنچی اور ہم اپنی رہائش گاہ پر واپس آ گئے..... میں اور لیپاس بے حد خوش تھے..... سارا اپین کا مرحلہ

بخوبی طے ہوگیا تھا۔ لیپاس کے چہرے سے خوشی کا اظہار ہو رہا تھا..... بہر حال اس کامیابی پر مسرت مجھے بھی تھی۔

''اب کیا خیال ہے میکارا.....؟ ہماری تیسری منزل کون سی ہوگی۔؟'' لیپاس نے میرے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس کے بارے میں تو تم ہی بہتر بتا سکتے ہو میرے دوست۔'' میں نے کسی قدر سنجیدگی سے کہا۔

لیکن لیپاس نے میری سنجیدگی پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ خود کسی سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن اٹھاتے ہوئے کہا۔'' میرے خیال سے ہم اب تک ایک سیدھی پٹی پر سفر کرتے رہے ہیں..... اسی پٹی پر آگے چل کر پیلاگوس ہے۔ پیلاگوس کا شاہ پرسیوو ابھی تانیورس کے دوستوں میں سے ہے۔ چند لوگ ایسے ہیں جن کے بارے میں تائیورس کو یقین تھا کہ وہ تانیورس کا نام سنتے ہی اس مشن سے اتفاق کریں گے۔ اس لئے ہم سیدھا سفر کرنے کی بجائے کیوں نہ جنوب کا رخ اختیار کریں...... اس طرف جزائر نزدیک نزدیک ہیں بلکہ پیلاگوس یہاں سے طویل مسافت پر ہے۔ ہم ان جزائر میں ہوتے ہوئے پیلاگوس چلیں گے اس طرح فاصلہ بھی کم ہو جائے گا۔''

میں خاموشی سے لیپاس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا، سمجھ بھی خود ہی رہا ہوگا..... میں تو صرف اس کے نچلے ہونٹ کا وہ خم دیکھ رہا تھا جو گفتگو کرتے وقت پڑ جاتا تھا اور بہت دلکش نظر آتا تھا۔

''کیا خیال ہے میکارا .....؟'' لیپاس نے اپنی بات ختم کر کے پوچھا۔

''بالکل ٹھیک..... '' میں مسکراتے ہوئے بولا حالانکہ میری سمجھ میں خاک نہیں آیا تھا۔

''تب پھر طے ہوگیا کہ پہلے ہم ''کاوپٹ'' چلیں گے..... پھر وہاں سے آگے۔''

''یقیناً.....'' میں پھر مسکرایا۔

''کیوں.....؟ اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے۔؟'' لیپاس کو اب احساس ہوا تھا۔

''اوہ..... کچھ نہیں لیپاس..... میں اس لئے مسکرایا تھا کہ مجھے تمہاری زمین کے بارے میں کچھ نہیں معلوم..... ہاں تم بتاتے ہو تو میں جان جاتا ہوں..... اور جو رخ تم اختیار کرو گے یقیناً وہی بہتر ہوگا۔'' میں نے جواب دیا اور لیپاس ہنس پڑا..... اس کی ہنسی بھی خالص عورتوں کی تھی پروفیسر..... کہاں کہاں وہ خود کو چھپاتا..... لیکن میں نے بھی تہیہ کر لیا تھا کہ جنرل لیپاس..... جب تک تم اپنے منہ سے نہیں کھلو گے..... میں تمہارا اعتراف نہیں کروں گا..... لیپاس دیر تک ہنستا رہا..... پھر بولا۔

''درست ہی تو ہے میکارا..... تم تو اس خطے کے لئے اجنبی ہو لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ تم کسی طور اجنبی نہیں معلوم ہوتے..... تمہاری شخصیت میں ایسی اپنائیت ہے کہ تمہارے بارے میں یہ سوچنے سے بھی دکھ ہوتا ہے کہ تم ہم میں سے نہیں ہو۔''

''شاید۔'' میں نے مختصراً کہا۔

''ویسے تم ضرور سوچتے ہو گے کہ تم کس مقصد سے اس سرزمین پر آئے تھے اور کیا الجھنیں تمہارے سر پڑ گئیں..... تم یہاں حصول علم نجوم کے لئے آئے تھے نا.....؟ لیکن اب کیا کرتے پھر رہے ہو۔؟''

''تم جانتے ہو لیپاس...... میں جو کچھ کر رہا ہوں...... اپنی مرضی سے کر رہا ہوں...... کون مجھے مجبور کر سکتا ہے۔'' میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

''ہاں...... یہ بات میں دل سے تسلیم کرتا ہوں۔'' لیپاس نے پورے خلوص سے جواب دیا۔

اور پھر دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سن کر ہم خاموش ہو گئے اور آنے والے کا انتظار کرنے لگے...... رابیسہ کو دیکھ کر میری آنکھیں چمک اٹھی تھیں...... رابیسہ نے خوب سنگھار کیا ہوا تھا اور وہ کل سے زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔

''آہ...... میکارا...... میکارا...... تم نے چند گھنٹوں میں میری زندگی کا رخ ہی بدل دیا...... تمہارے ساتھ گزرے ہوئے لمحات تو حاصل زندگی بن گئے میں سوچ رہی ہوں تم چلے جاؤ گے...... تو پھر زندگی کیسے گزرے گی۔''

''گزر جائے گی رابیسہ کسی نہ کسی طرح...... لیکن تم یہ بتاؤ آج مرقوسہ نے کس معاہدے کے تحت تمہیں یہاں بھیجا ہے۔؟'' میں نے اس کے شانے پکڑ کر اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا اور پھر میں نے اسے اپنے نزدیک بٹھا لیا۔ رابیسہ قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''کل مرقوسہ نے یہ احسان میرے اوپر کیا تھا...... لیکن میں اس کی زرخرید تو نہیں ہوں کہ ہمیشہ اس کے احکامات کی پابندی کرتی رہوں...... آج دن بھر تمہارے بارے میں سوچتی رہی اور جب مجھے معلوم ہوا کہ تم آج بھی تنہا ہو تو میں تمہارے پاس آ گئی۔''

''خوب...... تم نے بہت اچھا کیا رابیسہ۔ میرے دوست لیپاس...... اب تم اپنے کمرے میں آرام کرو...... کیا تم ہماری تنہائی ناگوار تو نہیں محسوس کرو گے۔؟''

''اوہ...... نہیں...... نہیں......'' لیپاس جلدی سے کھڑا ہو گیا اور پھر وہ بدحواس سا باہر نکل گیا...... اس کے باہر جاتے ہی رابیسہ ہنس پڑی۔

''عجیب شرمیلا نوجوان ہے...... بالکل لڑکیوں کی مانند...... اس نے ایک بار بھی چور نگاہوں سے میری جانب نہیں دیکھا...... بڑا بے نیاز ہے...... عورتوں کی مانند۔''

میں نے رابیسہ کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور رابیسہ...... پرشوق نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی...... وہ انتظار کی تاب نہیں رکھتی تھی۔ چنانچہ میں نے بھی اسے مضطرب کرنا مناسب خیال نہ کیا اور آج تو وہ آتش فشاں ہو رہی تھی چنانچہ ساری رات گزر گئی اور اس نے سونے کا نام نہ لیا۔ یہ رات میرے لئے کافی سخت تھی...... لیکن میں ہار ماننے کا قائل بھی نہیں تھا...... چنانچہ سورج کی پہلی کرن کے نمودار ہوتے ہی رابیسہ نے شکست تسلیم کر لی۔ اور سسکتی ہوئی آواز میں بولی۔

''آہ...... اس رات کے بعد زندگی کی خواہش باقی نہیں رہ گئی ہے۔ کاش اپنے اختیار میں ہوتی...... تاہم دیوتاؤں سے میرے لئے دعا کرنا میکارا...... کہ کوئی دوسری رات نصیب ہو تمہاری آغوش میں...... ورنہ موت کے سوا کچھ نہ ملے...... تم یہاں کب تک قیام کرو گے۔؟''

''آج کسی وقت روانہ ہو جائیں گے......'' میں نے جواب دیا۔ ظاہر ہے میں اس عورت کے لئے کوئی ایثار نہیں کر سکتا تھا...... اس میں کوئی خوبی نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ عورت تھی......

میری بات پر رابیسہ افسردہ ہو گئی...... اس کی آنکھیں آنسوؤں میں بھیگ گئیں اور پھر وہ روتی ہوئی چلی گئی...... چلتے وقت اس نے بہت سی

فضول باتیں کی تھیں...... لیکن میرے دوست لیپاس نے مداخلت کر کے مجھے اس کی بکواس سے نجات دلا دی۔

''ہم روانگی کی تیاریاں کریں گے میکارا...... مناسب ہوگا کہ جلد از جلد سارا اپین چھوڑ دیں...... تاکہ دن کی روشنی میں سفر کا طویل حصہ طے کر لیا جائے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''اوہ ... یقیناً......'' میں نے مستعدی سے کہا اور اس طرح رامیسہ بادلِ نخواستہ وہاں سے چلی گئی۔ میں نے اور لیپاس نے مل کر ناشتہ کیا...... ہمارے ساتھ آنے والے حسب توفیق عیش کر رہے تھے...... بہرحال سارے کاموں سے فارغ ہو کر ہم جہاز کی طرف چل پڑے اور پھر جہاز پر پہنچ کر روانگی کی تیاریاں ہونے لگیں...... تمام لوگوں کو جہاز پر واپس بلا لیا گیا۔

شاہ فالکلیس نے اصرار کر کے دوپہر کا طعام اپنے ساتھ کھلایا تب اجازت دی۔ ... چلتے وقت اس نے اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا تھا...... جہاز نے بادبان کھول دیئے...... لیپاس خود سفر کی ... نگرانی کر رہا تھا وہ بالکل سنجیدہ تھا اور میں سب سے الگ تھلگ سمندر میں اٹھتی ہوئی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس سیر و سیاحت میں کسی قسم کی الجھن یا بیزاری ابھی تک نہیں پیدا ہوئی تھی۔ . صرف لیپاس کی بات تھی...... تو اگر وہ خود کو چھپائے ہوئے تھا تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں تھا...... کیا فرق پڑتا ہے...... ہاں البتہ ایک بات میں نے اور سوچی تھی... وہ یہ کہ آئندہ کسی جزیرے پر جاؤں گا تو وہاں سے کوئی عورت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ جہاز پر بھی ساتھ رہے...... یوں ان محترم لیپاس کے سینے پر مونگ دلی جائے گی...... لیکن ایک بات میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آئی تھی ... وہ یہ کہ اگر لیپاس کو مجھ سے کوئی دلچسپی نہیں تو پھر وہ دوسری عورتوں کے قرب پر مجھ سے افسردہ کیوں ہو جاتا ہے۔ اگر یہ بات اسے ناگوار گزرتی تھی تو وہ خود کو عیاں کیوں نہیں کر دیتا...... بڑی انوکھی بات تھی... آخر اس راز کو چھپانے میں اس قدر کوشاں کیوں ہے۔

بہرحال مجھے اپنے اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملا...... سفر جاری رہا... گستاک بدستور جہاز پر موجود تھا...... اس نے مجھے تنہا کھڑے دیکھ لیا اور میرے پاس پہنچ گیا۔

''اوہو... اوہو...... کیا سوچ رہے ہو۔؟'' وہ مخصوص انداز میں بولا...... مجھے اس وقت اس کی آمد زیادہ پسند نہ آئی تھی۔ تاہم میں نے رسمی الفاظ ادا کیے۔

''بہرحال...... تمہاری موجودگی کامیابی کا نشان ہے میں نے غلط تو نہ کہا تھا...... لیوہارا میں ایک عورت نے ہماری رہنمائی کی اور اگر سارا اپین کے بارے میں ہم اشلوک سے دریافت کرتے تو وہ ہمیں صاف بتا دیتا کہ وہاں کامیابی کے کس قدر امکانات ہیں... میرا خیال ہے میکارا کیوں نہ آج کی رات ہم اپنے دوستوں سے ملاقات کریں...... اور ان سے اپنے آئندہ کے سفر کے بارے میں معلوم کریں۔؟''

''آج رات نہیں گستاک... اس کے لئے ہم کل کی رات کا انتخاب کریں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں... ہاں جیسی تمہاری مرضی...'' گستاک نے فراخدلی سے کہا اور پھر وہ نہ جانے کہاں کہاں کی فضول باتیں کرتا رہا... درحقیقت اس کی باتوں میں اس وقت مجھے کوئی دلچسپی نہیں محسوس ہو رہی تھی... میں برداشت کر رہا تھا... بلاوجہ...... بے مقصد...... پھر میں نے وہ جگہ ہی چھوڑ

دی نہ جانے کیوں اس دوران لیپاس نے ایک بار بھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ شام جھکی اور پھر تاریکی تیزی سے سمندر کی وسیع چادر پر پھیل گئی... جہاز کی روشنیاں جلا دی گئیں۔ رات کے ملاحوں نے اپنی جگہ سنبھال لی اور ان پر نگرانی کرنے والے آرام کرنے چلے گئے...... میں بھی اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا...... لیپاس نہ جانے کیوں رات کو کھانے میں بھی میرے ساتھ شریک نہیں تھا...... بہرحال وہ ٹھیک ٹھاک تھا...... اس لئے میں نے بھی اسے تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی...... تب آرام کا وقت آ گیا...... میں اپنی سونے کی جگہ لیٹ گیا...... تب کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

''گستاک ہوگا...... میں نے بیزاری سے سوچا اور میں نے سرد لہجے میں کہا۔'' آ جاؤ گستاک۔''

لیکن آنے والا گستاک نہیں تھا بلکہ لیپاس تھا...... میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔'' آؤ لیپاس...... آج دن میں بہت مصروف رہے......'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔

''ہاں...... جہاز کو صحیح رخ پر ڈالنا تھا...... ملاحوں کو رخ بدلنے کی مہارت نہیں تھی۔'' لیپاس نے جواب دیا...... اس کے انداز میں اس وقت کوئی خاص بات تھی...... میں نے غور سے اسے دیکھا...... اور لیپاس کی نگاہیں جھک گئیں۔

''جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ ہو گیا۔؟'' میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں...... ہم نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا ہے......'' لیپاس نے اسی طرح نگاہیں جھکائے جواب دیا اور میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا میرے ذہن میں پھر جھلاہٹ ابھرنے لگی...... اگر وہ اپنی اصلیت اگل دے تو جہاز کی زندگی کتنی حسین ہو جائے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ لیپاس کی آواز سنائی دی۔

''میکارا......؟'' اور میں سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔'' باہر کا موسم بہت حسین ہے...... بادلوں کے غول آسمان پر حملہ آور ہیں اور چاند اپنی گرفت میں لینے کے لئے کوشاں ہیں...... ہوائیں سمندر کی نمی لئے ادھر سے ادھر دوڑ رہی ہیں...... اس تاریک کمرے میں یہ خوبصورت رات گزارنا کہاں کی عقلمندی ہے میکارا۔؟''

''اوہ...... تمہیں بھی موسموں کا احساس ہوتا ہے لیپاس...... تم بھی خوبصورت ماحول سے متاثر ہوتے ہو......؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔

''کیا تم مجھے انسانوں میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہو میکارا۔؟''

''ہاں...... انسان ضرور، لیکن سر سے پاؤں تک جنزل......'' میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس ہنس پڑا...... وہی خوبصورت ہنسی، وہی آنکھوں کی چمک، میں اسے دیکھتا رہا...... پھر لیپاس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

''آؤ میکارا...... چلو باہر چلیں...... بلکہ بلند مستول پر چلیں گے...... موسم وہاں سے اور کیف آور ہو جاتا ہے۔''

میں اٹھ گیا...... بہرحال اس سے زیادہ میں اس سے کچھ کہنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

ہم دونوں باہر نکل آئے..... اور پھر جہاز کے مختلف حصوں سے گزرتے ہوئے مستول تک پہنچ گئے..... لیپاس نے میری طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے مجھے اوپر چلنے کا اشارہ کیا۔

''تم ہی چلو لیپاس..... بہر حال مجھ میں اور تم میں فرق ہے۔'' میں نے مخصوص انداز میں کہا..... لیکن نہ جانے کیوں آج لیپاس میرے جملے سے شرمندہ نہیں ہوا، بلکہ وہ بھی مسکرانے لگا تھا اور پھر وہ مستول کے اوپر چڑھنے لگا۔ عظیم بلندیاں طے کرنے میں گستاک کے ہوش اڑ گئے تھے..... لیکن پھرتیلا لیپاس ذرا بھی نہیں جھجکا تھا..... میرے خیال میں وہ عورت ضرور تھی..... لیکن بے شمار مردوں سے زیادہ دلیر، نڈر، پھرتیلی اور طاقتور..... بہر حال تھوڑی دیر کے بعد وہ اوپر تھا۔ تب میں بھی اس کی بنائی ہوئی سیڑھی کے ذریعے اوپر پہنچ گیا..... لیپاس لکڑی کے مضبوط کٹہرے پر دونوں ہاتھ رکھے کھڑا تھا اور نہ جانے اس کی نگاہیں سمندر میں کیا تلاش کر رہی تھیں..... موسم گنگا جمنی تھا..... کبھی چاند نکل آتا تو سمندر کی لہریں روشنی پر لپکتیں اور اس کا رنگ اپنا لیتیں..... اور پھر بادلوں کا کوئی اژدھا رینگتا ہوا چاند تک پہنچتا اور اسے چپ چاپ نگل لیتا۔ تو لہریں تاریک ہو جاتیں..... ہواؤں کی نمی بے حد خوشگوار محسوس ہو رہی تھی..... میں بھی لیپاس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

''تو یہ انوکھا موسم آج تم پر بھی اثر انداز ہو ہی گیا.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لیپاس ایک گہری سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔ وہ..... براہ راست میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور پروفیسر..... اس کی آنکھوں میں بلا کی کشش پیدا ہو گئی تھی..... بڑا انوکھا انداز تھا اس کے دیکھنے کا..... اس سے قبل اس نے براہ راست اس طرح میری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش نہیں کی تھی..... وہ خاموشی سے میری شکل دیکھتا رہا..... پھر آہستہ سے بولا۔

''میکارا..... کیا تم مجھے انسان نہیں سمجھتے.....؟''

''کیوں نہیں..... لیکن ذرا سخت قسم کا انسان..... جس نے دنیا کے حسن کی طرف سے نگاہیں پھیر رکھی ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں میکارا..... یہ بات نہیں ہے..... یہ بات نہیں ہے میکارا..... میں تمہیں کیا بتاؤں..... کیسے بتاؤں میکارا.....؟'' لیپاس نے رخ دوسری طرف کر لیا..... تب میں آہستہ سے آگے بڑھا اور میں نے پشت سے اس کے دونوں شانے پکڑ لئے۔

''کیا بتانا چاہتے ہو لیپاس.....؟'' میں آہستہ سے بولا۔

''کیا..... کیا..... میکارا..... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ..... تم نے ہمارے لئے جو کچھ کیا ہے..... تم ہمارے لئے جو کچھ کر رہے ہو تا ئیورس یا میں اس کی قدر اپنے دل میں نہیں رکھتے۔ کیا ہم احسان مندوں میں، احسان ماننے والوں میں نہیں ہیں..... کیا ہم..... تم سے محبت نہیں کرتے میکارا۔؟''

وہ پھر میری طرف گھوم گیا..... اس کی آنکھیں، اس کا انداز آج کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ میری تجربہ کار آنکھوں نے یہ زبان کسی حد تک پڑھ لی تھی۔

''میرے ذہن میں ایسا کوئی خیال نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہاری دوستی، تمہاری محبت پر یقین رکھتا ہوں۔'' میں نے خلوص سے کہا۔

''سچ کہتے ہو..... سچ کہتے ہو میکارا۔'' اس نے محبت سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور میں نے اعتماد سے گردن ہلا دی۔'' تب پھر..... تب پھر یہ کیوں سوچتے ہو کہ..... یہ کیوں سوچتے ہو کہ..... کہ لیپاس تم سے کچھ چھپانا چاہتا ہے۔ اسے..... اسے مشتبہ نگاہوں سے کیوں گھورتے

ہو..... اسے، اسے طعنوں تشنوں کا شکار کیوں بنانا چاہتے ہو۔'' وہ آگے بڑھا اور اس نے میرے سینے پر سر رکھ دیا۔

خاص عورتوں کا انداز..... لیکن میں نے اپنی جانب سے کوئی پذیرائی نہیں کی لیکن اسے سینے سے جدا بھی نہیں کیا۔

''ہم تم پر مکمل اعتماد کرتے ہیں میکارا..... ہم اپنی کوئی بات تم سے چھپانے کی کوشش نہیں کرتے..... لیکن..... لیکن..... لیکن..... ''لیپاس میرے سینے سے ہٹ گیا اور پھر وہ جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔''لیکن بعض مجبوریاں..... بعض مجبوریاں وہ نہیں کرنے دیتیں، جو ہم کرنا چاہتے ہیں..... تاہم..... دوستوں کے لئے تو دنیا مٹا دی جاتی ہے میکارا۔ دوستوں کے لئے تو زندگی دے دی جاتی ہے اور پھر دوست بھی وہ جو میکارا جیسے ہوں۔'' وہ کچھ پیچھے ہٹا۔ میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ ''ہاں میکارا وہی درست ہے جو تم سوچتے ہو۔ ہاں میکارا، وہی ٹھیک ہے جو تمہاری تجربے کار آنکھوں نے پرکھا ہے۔''

لیپاس نے اپنے مخصوص انداز کے بال کھول دیئے اور اس کے لمبے لمبے بال شانوں پر بکھر گئے اور پروفیسر..... نوجوان لیپاس ان بالوں کی وجہ سے نہ جانے کیا سے کیا بن گیا۔ بالوں میں عورت کے حسن کا بہت بڑا حصہ چھپا ہوتا ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔

لیکن لیپاس..... لیپاس تو آج سارے پردے چاک کر دینے پر تلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے مخصوص کوٹ کے بند ہٹائے اور پھر نچلا لباس بھی اتار دیا۔

اب اس کے بدن پر ایک خوبصورت لبادہ تھا۔ کوٹ کی گرفت سے آزاد ہو کر اس کے نسوانی اعضا اسی طرح باہر نکل آئے جیسے کسی طویل میعاد کے قیدی کو رہائی مل جاتی ہے..... اور اسی وقت چاند نے بادلوں کی دھند ہٹا کر حیرت سے جھانکا اور سفید لبادے میں ملبوس ایک حسین پرکشش اور سڈول بدن والی دوشیزہ کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ لیپاس چاندنی میں تحلیل ہو گیا تھا اور چاندنی نے اس کا بدل ایک نئے پیکر میں پیش کر دیا تھا۔ یہ کون ہے..... یہ کیسا ہے.....؟ میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

تب لیپاس کی آواز ابھری۔ ''میں جانتی ہوں میکارا..... تمہاری نگاہوں نے مجھے اس انداز میں دیکھ لیا ہوگا۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے بدلے ہوئے رنگ پر تمہیں کوئی حیرت نہ ہوئی ہوگی کیونکہ..... کیونکہ تم پہلے ہی یہ سب کچھ جانتے تھے۔ تم میرے صبر کو آزما رہے تھے۔ عورت، عورت اعتراف کرتی ہے میکارا۔ کہ وہ کمزور ہوتی ہے۔ اپنی پسند کے مرد سے، اپنے محبوب سے وہ خود کو چھپا نہیں سکتی۔ میکارا، میں تمہیں چاہتی ہوں۔ میں تم سے پیار کرتی ہوں میکارا۔ میں تمہیں ساری دنیا سے زیادہ چاہتی ہوں۔ میری محبت انتہائی شدید ہے۔ تمہیں کیا معلوم میکارا۔ میری راتیں، میری راتیں کیسی بے چین گزرتی ہیں، تمہیں کیا معلوم، تمہیں کیا معلوم۔'' وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے اپنی بانہیں میری گردن میں حائل کر دیں۔

وہ طوفان کی طرح پھٹ پڑی تھی۔ اس کے جذبات کے سارے بند ٹوٹ گئے تھے۔

اور بلاشبہ میں انبساط کی انوکھی وادیوں میں گم ہو گیا تھا۔ میں اس کے اعتراف سے بہت خوش تھا..... بہت ہی خوش..... تب میں نے بھی اسے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا..... اور لیپاس، یا اس کا دوسرا نام جو کچھ بھی ہو اس طرح گہری گہری سانسیں لینے لگی جیسے طویل مسافت سے تھک گئی

ہو منزل پر پہنچ گئی ہو۔

کافی دیر تک ہم دونوں..... کھڑے رہے۔ کیسی اپنائیت تھی اور کیسا عجیب انداز تھا اس کا۔ وہ اجنبیت دل سے دور ہو گئی تھی جو ہم دونوں کے درمیان تھی۔ اور عورت ہونے کے بعد لیپاس نے کتنا بڑا حق سمجھ لیا تھا اپنا..... بڑا لذت آمیز خیال تھا، بڑی دلکش بات تھی۔ تب میں نے اسے آہستہ سے علیحدہ کیا۔ اس کے نرم اور گداز بدن کی لطافتیں اب پوری طرح ابھر آئی تھیں۔

چنانچہ مستول کے ایک کونے میں ہم دونوں بیٹھ گئے۔ لیپاس نے یہاں بھی میری آغوش سے جدائی پسند نہیں کی تھی۔ وہ اس طرح میرے بدن میں سمائی ہوئی تھی جس طرح سردی میں ٹھٹھرا ہوا انسان گرم کمبل سے لپٹ جاتا ہے..... اور اس کے کسی کونے کو نہیں چھوڑنا چاہتا مبادا سرد ہوا کے جھونکے وہاں سے اندر داخل ہو جائیں۔

''میں..... میں اب تمہیں کس نام سے مخاطب کروں..؟'' میں نے پہلی بار لب کشائی کی۔

''لیپاس۔ میرا نام لیپاس ہی ہے۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''کیا تم میری ذہنی حالت کا اندازہ کر سکتی ہو لیپاس۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''تب بتاؤ۔ اس وقت میں کیا سوچ رہا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن لیپاس کے ہونٹوں پر جوابی مسکراہٹ نہیں آئی۔ وہ بدستور سنجیدہ تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''میرے بارے میں..... صرف میرے بارے میں..... اب تم یہ سوچ رہے ہو میکارا کہ جب میں تمہیں شدت سے چاہتی تھی تو آج تک خود کو چھپانے کی کوشش کیوں کرتی رہی۔ میں نے اس شدت سے اپنے آپ کو تم سے پوشیدہ کیوں رکھا..؟''

''خوب۔ آخر کس سرزمین کی باشندہ ہو..... بلاشبہ تم ذہین ترین انسانوں میں سے ہو۔'' میں نے اعتراف میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور تم اس کا جواب بھی چاہتے ہو..؟'' اس نے کہا۔

''ہاں.. ظاہر ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''آج ہم نے..... آج میں نے سب کچھ ختم کر دیا ہے میکارا۔ ہم اس مقدس عہد کو توڑ چکے ہیں۔ ہم ان ساری قسموں سے آزاد ہو چکے ہیں جو دیوتاؤں کے حضور کھائی گئی تھیں۔ ہم..... ہم سب کچھ ختم کر چکے ہیں میکارا۔ اور میکارا تم اب یہ نہ کہو گے کہ ہم ناپاس تھے۔ ہم نے حق دوستی ادا کیا۔ میکارا۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ ایک عورت کے لئے تم دنیا کے سب سے پرکشش انسان ہو۔ تمہیں دیکھنے کے بعد تمہارے قرب کے بعد زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ تمہیں اپنا لیا جائے۔ تمہارے قدموں میں آخری سانس بھی پوری کر لی جائے اور جب آخری سانس کا نکتہ میرے ذہن میں آیا تو میں نے دوسرے انداز میں سوچا۔ ہم زندگی کی آرزو کیوں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمیں زندگی سے پیار ہوتا ہے۔ اس زندگی پر ہمارے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ ہم اس سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں..... لیکن مجھے بتاؤ میکارا۔ انسان کو اگر اپنی طلب مل جائے۔ وہ طلب

جو حاصلِ زندگی ہو، اس کے بعد زندگی سے لپٹے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہ تو خواہ مخواہ کی ہوس ہے۔ کیا اگر انسان اس بات پر غور کرے تو وہ خود کو بوالہوس قرار نہیں دے سکتا؟ میرے خیال میں یہ بات بالکل درست ہے۔ سو میں نے سوچا میکارا۔۔۔ کہ ہم پوری زندگی لذت کے کچھ لمحات پر قربان کیوں نہ کر دیں۔''

اس نے خاموش ہو کر میری طرف دیکھا۔ ''میں غلط کہہ رہی ہوں میکارا۔؟''

''میں اس گفتگو کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔۔۔ درحقیقت لیپاس کی یہ گفتگو میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

''مقصد بعد میں بتاؤں گی۔۔۔ پہلے یہ بتاؤ کہ میرا خیال درست ہے یا غلط۔؟'' اس نے بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔

''تمہارے آخری جملوں سے مجھے اتفاق ہے۔۔۔ گو وہ تاثرات میں اپنے ذہن میں نہیں پاتا۔۔۔ کیونکہ میری نگاہوں میں زندگی کا اختتام نہیں ہے۔''

''آخری جملے۔؟'' لیپاس نے میری بات پر توجہ دیئے بغیر کہا۔

''ہاں۔ تم نے کہا ہے کہ اگر زندگی کا کوئی مقصد ہے، دل کی کوئی شدید طلب ہے، وہ کسی خوف کے تحت حاصل نہ کی جائے اور زندگی گزاری جاتی رہے تو وہ زندگی زیادہ دلکش نہیں ہے۔ اس زندگی سے جو حصولِ طلب میں ختم کر دی جائے۔''

''اس کا مطلب ہے کہ میری سوچ درست ہے۔؟''

''اس حد تک۔'' میں نے جواب دیا۔

وہ بہت زیادہ جذباتی ہو رہی تھی۔ اس کے جذبات حقیقی تھے۔ نہ جانے اس نے اب تک کس طرح خود پر قابو پایا تھا اور اب جب وہ اپنے پسندیدہ مرد کے سامنے عورت کی حیثیت سے آئی تھی تو اپنی نسوانیت کا پورا اخراج چاہتی تھی۔۔۔ لیکن میں ابھی اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اس سختی سے اپنے آپ کو پوشیدہ کیوں رکھا تھا۔

اور یہ سوال میری زبان پر آ ہی گیا۔

''لیکن لیپاس۔۔۔ میرا خیال ہے تمہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ میں بحیثیت عورت تمہیں پہچان گیا ہوں۔''

''ہاں۔''

''اس کے باوجود تم نے خود کو اس سختی سے چھپانے کی کوشش کی تھی۔''

''میرے میکارا، میرے محبوب، پہلے یہ بات سن لو۔ میں تمہیں دل سے چاہتی ہوں۔ آج سے نہیں۔ اس وقت سے جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تھا۔ تمہاری محبت میرے دل کا سکون چھین چکی تھی۔ میں نے یہ لمحات جس طرح گزارے ہیں۔۔۔ کاش تم جان سکو۔۔۔ کیسے ضبط، کیسے کرب کی بات تھی میرے محبوب۔ تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ میں عورت ہوں۔۔۔ لیکن میری خود کو چھپانے کی کوشش بے مقصد نہیں تھی۔ میں کوئی بات نبھانا نہیں چاہتی تھی۔ یہ ایک ایسا راز تھا جو فیتلادلیہ کے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سنو میرے محبوب، میں اور تم سے خود کو چھپاتی؟ تم جو میری زندگی کا

سب سے بڑا انعام ہو۔ تم جو میرے لئے نہ جانے کیا حیثیت رکھتے ہو۔ میرا دل ہی جانتا ہے میکارا، میں تمہیں کیا سمجھتی ہوں۔ لیکن میرے محبوب، یہ حقیقت جس سے تم آج واقف ہوئے ہو فیلقولا۔ میں کوئی نہیں جانتا۔ سوائے چند ایسے لوگوں کے جو، دیوتاؤں کی نگاہوں میں قابل اعتماد حیثیت رکھتے ہیں ان میں میرا بھائی تائیورس، معزز کاہن شامل ہیں۔ یہ ایکیر داس کی پیش گوئی تھی۔ جب میری ماں حاملہ تھی تو اس نے کہا تھا کہ اگر تھیباس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگئی تو اس کے خاندان کا نشان مٹ جائے گا۔ لڑکی تھیباس کے خاندان کو تباہ کر دے گی اور جب تھیباس نے ستارہ شناسوں سے پوچھا کہ اس کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ نر ہوگا یا مادہ، تو ستارہ شناسوں نے بتایا کہ پیدا ہونے والی لڑکی ہوگی۔ یوں تھیباس شدت غم سے دیوانہ ہو گیا۔ وہ اپنی اولاد کو پیدا ہونے سے قبل یا پیدا ہونے کے بعد قتل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ وہ سخت پریشان تھا اسے خود بھی بچی کی خواہش تھی لیکن ایکیر داس نے اس کی ساری آرزوؤں پر پانی پھیر دیا تھا۔ تھیباس کی زندگی غموں کا شکار ہوگئی تب کاہن اعظم نے دیوتاؤں کے حضور التجا کی کہ تھیباس کی پریشانی دور کی جائے اور ایکیر داس نے اس پر، مجھ پر احسان کیا۔ اس نے کہا کہ اگر اس راز کو ساری زندگی چھپایا جائے تو مصیبت ٹل سکتی ہے۔ ہاں اگر یہ راز کسی کی زبان سے افشا ہو گیا تو تباہی لازمی ہے اور اگر خود پیدا ہونے والی نے اپنی زبان سے یہ راز افشا کر دیا تو وہ خود ایک دردناک موت مر جائے گی۔ ..... تو میکارا..... میں پیدا ہوئی اور وقت پیدائش میری ماں کے پاس میرے باپ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ لڑکا پیدا ہوا ہے اور میری پرورش اس انداز میں کی گئی کہ کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ سوائے میرے بھائی تائیورس کے کیونکہ میرا باپ مر چکا تھا اور میری ماں اور میرے بھائی نے اس راز کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا۔ ہاں میں تھی جو اس راز کو پوشیدہ رکھنے سے الجھتی تھی لیکن جب میں بڑی ہوئی تو مجھے بھی اس راز سے آگاہ کر دیا گیا کہ اگر یہ راز میری زبان سے افشا ہوا تو مجھے مرنا پڑے گا اور میں خوفزدہ ہوگئی۔ یہی وجہ تھی میرے محبوب، صرف یہ بات تھی جس کی وجہ سے میں نے خود کو چھپایا تھا۔''

لیپاس میرے سینے سے لپٹ کر سسکنے لگی اور میں حیرانی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ توہمات کی عجیب کہانی تھی۔ دیوتاؤں کا چلایا ہوا عجیب چکر تھا۔

اوہو..... میں نے سوچا۔ اس کا مطلب ہے کہ بے چاری لیپاس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ صرف زندہ رہنے کے لئے خود کو چھپائے ہوئے تھی۔ اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میری جھنجلائی ہوئی کوششیں لیپاس کے ساتھ ظلم کی حیثیت رکھتی تھیں۔ لیکن احمق لڑکی کے دل میں بیٹھی ہوئی بات کیسے دور ہو سکتی تھی۔ وہ تو دیوتاؤں کے چکر میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''تو..... اب تم نے یہ راز کیوں افشا کر دیا لیپاس.....؟'' اور جواب میں لیپاس نے میری طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں پیار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

''تمہارے لئے میرے میکارا، تمہارے لئے میں نے اپنی زندگی کی قربانی دے دی۔ تمہاری محبت، تمہاری قربت میں گزارے ہوئے چند لمحات پہ میں نے پوری زندگی داؤ پر لگا دی ہے۔ اب جب تک دیوتاؤں کا قہر میرے اوپر نازل ہوتا، جب تک میری موت مجھے آواز نہیں دیتی، میں تم سے جدا نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے اپنا لو میرے محبوب، نہ جانے میری زندگی کے کتنے لمحات باقی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں تشنہ ہی رہ جاؤں۔ مجھے اپنا لو

میری روح۔'' لیپاس ایک بار پھر مجھ سے لپٹ گئی۔

اور جنرل لیپاس..... تائیورس کا دست راست، میرے پہلو میں آ گیا۔ مردانہ دلیری اور نسوانی دلکشی کے اس امتزاج میں ایک انوکھی جاذبیت تھی۔ اس کی طلب خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ وہ سارے مراحل لمحوں میں طے کر لینا چاہتی تھی۔ وہ اپنی طلب کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ چنانچہ میری حیثیت عجیب سی ہو گئی۔

لیپاس یہاں بھی پوری دلیری اور بہادری سے سارے مراحل طے کر رہی تھی۔ اور زمین و آسمان کے درمیان، فطرت کا کھیل انوکھی حیثیت رکھتا تھا۔ بادلوں کے ٹکڑے چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ چاند کے چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی۔ وہ بادلوں کے اس انداز سے محظوظ نہیں ہو رہا تھا۔ وہ اس نزدیک کے منظر سے پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔

چاند تشنہ رہ گیا۔ کھیل ختم ہو گیا۔ ہاں فضاؤں میں، ہواؤں میں لیپاس کی سکون آمیز سانسیں رچی ہوئی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کئے میری آغوش میں دراز تھی..... خاموش..... لذت جوانی میں ڈوبی ہوئی، آخری خواب دیکھتی ہوئی۔ تب میں نے اسے پکارا۔

''لیپاس.....''

اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے دیکھتی رہی، خواب زدہ انسان کی مانند، پھر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر اس کی مدھ بھری آنکھوں کے پیالے سے چھلک پڑے۔ میں ان کی وجہ سمجھتا تھا۔ پھر بھی میں نے اسے اس کے بارے میں پوچھا۔

''کچھ نہیں میری روح۔ کچھ بھی نہیں۔ تم سے جدائی کے تصور نے یہ پانی بہا دیا تھا۔ آہ کتنی مختصر تھی ہماری ملاقات۔ کتنا تھوڑا سا وقت تھا۔'' اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''لیپاس۔'' میں نے پورے اعتماد سے اسے پکارا۔ جو کچھ میں اس سے کہنے جا رہا تھا وہ میرا یقین تھا۔ اس کا نہیں۔ چنانچہ میں نے اسے پوری طرح تول لیا تھا۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ اتنے مؤثر انداز میں کہنا چاہتا تھا کہ اپنی بات منوا سکوں۔ گو اس کے لئے مجھے جھوٹ بولنا تھا لیکن یہ جھوٹ کچھ لوگوں نے فرض کیا تھا۔ میری مرضی کے بغیر، یہاں اس کی ضرورت تھی۔ چنانچہ میں نے کہا۔

''لیپاس..... اب جب تم نے اپنی زندگی کا اتنا قیمتی راز میرے سامنے عیاں کر دیا ہے تو میں مجبور ہو گیا ہوں کہ تمہیں بھی کچھ بتاؤں۔ جو آج تک تمہیں نہیں معلوم۔ جو ستارہ شناس نہیں بتا سکے۔ کیا تم سننا پسند کرو گی۔؟''

''کونسی بات میرے محبوب۔؟''

میں نے لیپاس کی توجہ حاصل کر لی تھی۔ میں برائے چندے اس کے ذہن سے موت کا خوف نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

''جو میرے بارے میں ہے..... جو میری شخصیت کا راز کھولتی ہے، سنو لیپاس۔ میں سورج کا بیٹا ہوں۔ میں روشنی کی اولاد ہوں، میرے باپ کا نام اجالا ہے اور مجھے ورثے میں وہ کچھ ملا ہے جو تمہارے دیوتاؤں کو حاصل نہیں ہے۔ چاند نے اپنی کرنیں میرے بدن میں جذب کر رکھی ہیں۔ سو تم میرا رنگ دیکھتی ہو۔ سورج نے اپنی حرارت میرے بدن میں منتقل کر دی ہے۔

جس کا ثبوت میں تمہیں کل دن کی روشنی میں دوں گا۔ روشنی اور اجالا میرے رکھوالے ہیں جو میرے گرد پھیلی ہوئی تاریکی فنا کردیتے ہیں۔ سو میری موجودگی میں، کس دیوتا کی مجال ہے کہ تمہاری جانب آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ میں تمہاری زندگی کے لئے دیوتاؤں سے جنگ کروں گا۔ میں کسی کو تمہاری زندگی سے کھیلنے کی اجازت نہیں دوں گا اور تم مان لو میری بات کہ ان میں سے کوئی نہیں ہے جو میرے حکم سے سرتابی کی مجال رکھتا ہو..... تو لیپاس..... میری جان..... یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو کہ کوئی دیوتا تمہاری جان لے سکتا ہے۔ تمہارے خلاف آنے سے قبل اسے مجھ سے جنگ کرنا ہوگی۔ اور تم جانتی ہو کہ جنگ میں مجھ سے جیتنے والا کوئی نہ ہوگا۔"

لیپاس حیرت سے منہ پھاڑے میری باتیں سن رہی تھی۔ تب اس نے تعجب سے کہا۔

"تو..... تم دیوتا ہوں۔؟"

"ہاں۔ میں دیوتاؤں کا دیوتا ہوں۔ میں صدیوں سے زندہ ہوں اور صدیوں تک زندہ رہوں گا۔"

"تو ستارہ شناسوں کو اسی لئے تمہارا ستارہ نہیں مل سکا تھا۔؟"

"شاید۔" میں نے جواب دیا۔

"تو تھیوڈوس کے جہازوں کو لوٹنے میں انسانی قوت کارفرما نہیں تھی۔"

"نہیں۔" میں اسے مطمئن کرنے کے لئے جھوٹ پر جھوٹ بولے جارہا تھا۔ اس وقت اس کے دل سے خوف دور کرنے کا یہی ایک ذریعہ تھا۔ بہرحال مجبوری تھی، میں کیا کرسکتا تھا۔

"اوہ..... اوہ..... میں..... میں ایک دیوتا کا قرب حاصل کرچکی ہوں۔ کیا یہ خوش بختی کی بات نہیں ہے۔"

"اور یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ تمہاری زندگی کو میری موجودگی میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کوئی دیوتا تمہیں میری آغوش سے چھیننے کی جرأت نہیں کرسکے گا۔"

"کیا یہ سچ ہے میکارا..... آہ..... کیا یہ سچ ہے۔ تم سچ مچ سورج کے بیٹے ہو۔ تم۔ ہاں تم حیرت انگیز قوت کے مالک ہو۔ تم بے شک انسانوں کی سمجھ میں نہ آنے والوں میں سے ہو لیکن..... لیکن آہ۔ کیا تم بھی مجھے پسند کرتے ہو میکارا۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ دیوتا میری چاہت کریں۔؟"

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرحال میں اس کے ذہن سے موت کا خوف کسی حد تک دور کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

"تم بہت کچھ ہو لیپاس۔ میں چاہتا تھا کہ تم اپنی زبان سے عورت ہونے کا اقرار کرو اور میں تمہیں اپنی بانہوں میں گھسیٹ لوں۔" میں نے اس کے بدن کے گرد گرفت کرتے ہوئے کہا اور لیپاس نے خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ میری آغوش میں سماگئی۔

چاند کا سفر جاری رہا۔ لیپاس میری بانہوں میں سکون کی سانسیں لیتی رہی اور آسمان میں تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور پھر روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ لیپاس چونک پڑی۔ اس نے جلدی جلدی لباس پہنا اور پھر اپنا حلیہ درست کرتے ہوئے میری طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''اب میں جنرل لیپاس ہوں۔''

''ہاں...... جنرل ...... جنرل لیپاس۔'' میں نے جواب دیا۔

''میکادا۔ میرے بارے میں کسی دوسرے انسان کو شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ گستاک کو بھی نہیں۔'' لیپاس نے نیچے اترتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم نیچے پہنچ گئے۔ لیپاس کے چہرے پر ایک انوکھی آب تھی۔ اس سے قبل وہ سنجیدہ رہتی تھی۔ اس کی آنکھوں سے ایک کرب جھلکتا تھا لیکن آج اس کی کیفیت ہی بدلی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں خوشی سے جگمگا رہی تھیں، چہرے پر عجیب سی تمتماہٹ تھی۔ شاید میرے الفاظ نے اس پر بہت اچھا اثر کیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کی زندگی کی حفاظت کروں گا اور وہ اس کے باوجود کہ اس کا راز کھل گیا ہے زندہ رہے گی۔ دوسری بات اس نے سوچی ہوگی کہ دیوتا کی قربت اسے نصیب ہے۔ بہر حال ان لوگوں کے عقیدے کے مطابق یہ معمولی بات تو نہیں تھی۔ یہ کچھ کم اعزاز تو نہیں تھا۔

رہا اس کی موت پر میرے یقین کا مسئلہ...... تو میری کیفیت سمجھتے ہو پروفیسر...... بھلا میں ان بے تکی باتوں پر یقین کیسے کر سکتا تھا۔ میں تو دیوتاؤں کی حقیقت سے بخوبی واقف تھا۔ میں تو خود کئی بار دیوتا بن چکا تھا۔ چنانچہ میں جانتا تھا کہ لیپاس نہیں مرے گی۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ وہ فطری موت مر جائے۔ اتفاق سے مر جائے اور فیتلو لیہ والے سمجھ لیں کہ بالآخر لیپاس نے اپنا راز ظاہر کر دیا اور دیوتاؤں نے اسے بدعہدی کی سزا دی۔ دوپہر گزری اور پھر شام ہو گئی۔ لیپاس کا اعتماد بڑھتا جا رہا تھا۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ اس انکشاف کے بعد وہ چند ساعت، چند گھنٹوں سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے گی...... لیکن وہ زندہ تھی...... اسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ اس کا دیوتا، سورج کا بیٹا، دوسرے دیوتاؤں سے زیادہ طاقتور ہے، وہ اسے مرنے نہیں دے گا۔ ان توہمات کا کیا کیا جا سکتا ہے جو انسان کے ذہن میں جاگزیں تھے۔ میں انہیں اس کے ذہن سے دور نہیں کر سکتا تھا۔

سو پروفیسر رات ہو گئی...... اور لیپاس رات کی تنہائی کے لئے مجھ سے زیادہ بے چین تھی...... چنانچہ اس سے قبل کہ میں اسے تلاش کر کے اس کے پاس پہنچوں...... وہ میرے پاس آ گئی...... اس کی آنکھوں میں قندیلیں جل رہی تھیں۔

''میکادا......'' اس نے محبت بھری آواز میں کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔

''میں زندہ ہوں......'' وہ مسرت سے بولی۔

''اور زندہ رہو گی...... موت کا خوف اپنے ذہن سے نکال دو۔''

''ہاں...... مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے...... ہم آج کی رات بھی مستول پر گزاریں گے...... وہاں نصف کا حسن بڑھ جاتا ہے۔''

''ہاں...... ہم آج کی رات بھی مستول پر گزاریں گے۔'' میں نے کہا اور پھر ہم نے نہ صرف وہ رات بلکہ تیسری اور چوتھی رات بھی وہیں گزاری۔ لیپاس کو اب یقین ہو گیا تھا کہ اس کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے...... چنانچہ اب اس کی خوشیوں کی کیا انتہا ہو سکتی تھی...... میں بھی جہاز پر مسرور تھا...... میری ضرورت پوری ہو گئی تھی...... لیپاس جیسا بہادر جنرل رات کو صرف ایک عورت ہوتا تھا...... ایک حسین عورت...... جس کی ساری

رعنائیاں میرے لئے ہوتی تھیں۔

چوتھی رات کے اختتام پر جب سحر کی روشنی نمودار ہوئی تو ہم نے خود کو ایک جزیرے کے بالکل نزدیک پایا..... اور ہم اچھل پڑے۔ "یہ کون سا جزیرہ ہے۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"میں نہیں جانتی..... ممکن ہے رات کی تیز ہواؤں نے جہاز کی رفتار تیز کر دی ہو..... اور ہم اس جزیرے کے نزدیک پہنچ گئے ہوں، جو ہماری منزل تھا۔"

"اس کے بارے میں اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔؟"

"وہاں تک پہنچنے سے قبل نہیں..... اوہ..... دیکھو..... شاید ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔"

اور ہم نے مستول سے دیکھا..... کئی جنگی کشتیاں ساحل چھوڑ رہی تھیں..... ان میں بے شمار مسلح افراد لدے ہوئے تھے..... ان کے بدن برہنہ تھے..... صرف نچلے بدن ڈھکے ہوئے تھے..... انہوں نے سروں پر جانوروں کی کھالیں منڈھی ہوئی تھیں، جن میں سینگ لگے ہوئے تھے۔

اوہ..... لیبورنیس۔" لیپاس کے منہ سے نکلا۔

"کیا مطلب۔؟"

"یہ لیبورنیس ہیں..... بدکردار لوگ..... ان کا شہنشاہ زوپاس ہے، جرائم پیشہ ہیں..... بدحالی کے شکار..... اکثر چھوٹے جہازوں کو لوٹتے رہتے ہیں..... جزائر میں انہیں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔"

"کیا ہمارا ادھر آنے کا ارادہ نہیں تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں تائیورس نے ان لوگوں کے پاس آنے سے منع کیا تھا۔ شاید ہم نے سمت کا غلط تعین کیا تھا۔"

"کیا یہ تھیوڈوس کے باج گزار نہیں ہیں۔؟"

"یہ خود ننگے بھوکے لوگ ہیں..... ان کے پاس کھانے کو نہیں یہ خراج کیا ادا کریں گے..... البتہ ان کی زمین پر لوہا بہت ہے، چنانچہ..... تھیوڈوس ان کی زمین سے لوہا لے جاتا ہے..... اور لوہا بہت قیمتی ہوتا ہے تم ان کے ہتھیار دیکھ رہے ہو۔؟"

"ہاں..... لیکن اب کیا ارادہ ہے..... کیا ان لوگوں سے بات کی جائے۔؟"

"کرنا ہی پڑے گی..... اور جب آ ہی گئے ہیں تو حرج کیا ہے..... ہم زوپاس کو بھی دعوت دیئے دیتے ہیں..... اگر وہ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جائے تو کیا حرج ہے..... ویسے یہ لوگ بڑے بہادر اور جنگجو ہوتے ہیں..... دہشت اور بربریت کوٹ کوٹ کر ان میں بھری ہوئی ہے۔" لیپاس نے بتایا۔ لیکن یہ بات میں خود بھی دیکھ رہا تھا..... وہ وحشیانہ انداز میں شور مچاتے اور اپنے اپنے ہتھیار ہلاتے تیز رفتاری سے آ رہے تھے..... حالانکہ ہمارے جہاز پر امن کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

تب کشتیوں نے سارا چین کی کشتیوں کی طرح ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا اور پھر لمبی لمبی رسیاں جہاز پر پھینکی گئیں..... بالکل بحری

قزاقوں کا انداز تھا جو جارحیت لئے ہوئے تھا..... تب میں نے اس سفر میں پہلی بار اپنے کھانڈے کی..... ضرورت محسوس کی اور میں کھانڈا لے کر کھڑا ہو گیا..... تین چار رسیاں جہاز کے مختلف حصوں میں اٹک گئیں لیکن میرے کھانڈے نے انہیں کاٹ دیا..... وہ لوگ ہتھیار لے کر تیار ہو گئے تھے۔

"سنو بے وقوفو..... سنو اے گدھو۔ ہم تم سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں..... ہم تمہارے شہنشاہ زوپاس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں..... اگر تم نے ایسی حرکتیں کیں تو ہم تمہیں دوست نہیں سمجھیں گے اور پھر تم دشمنوں میں گردانے جاؤ گے..... کوئی تمہارے اوپر بھروسہ نہیں کرے گا.....'' میں نے دونوں ہاتھ فضاء میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ نہ جانے کیا طلسم تھا کہ ان کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے..... اور لیپاس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"ان وحشیوں سے سب کچھ ممکن ہے..... درحقیقت ہمیں اس طرف نہیں آنا چاہئے تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

کشتیوں سے ہمیں ساحل کی طرف چلنے کے لئے کہا گیا اور ہم چل پڑے..... تھوڑی دیر کے بعد ہم ساحل سے جا لگے..... تب ایک نوجوان نے چیخ کر کہا۔

"تم سب نیچے اتر آؤ..... پورا جہاز انسانوں سے خالی کر دیا جائے کوئی ذی روح جہاز پر باقی رہا تو حکم عدولی سمجھی جائے گی....." یہ قوی ہیکل شخص گھوڑے پر سوار تھا..... اور صورت سے ہی خبیث معلوم ہوتا تھا..... لیپاس نے اس کی گفتگو سن کر میری طرف دیکھا۔

درحقیقت یہاں حالات گڑبڑ نظر آتے تھے..... میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر فیصلہ کیا کہ فی الحال ان سے تعاون کیا جائے ان کی بات مانی جائے تاکہ جہاز کے دوسرے لوگوں کی حفاظت ہو سکے..... ممکن ہے میں ان کے شہنشاہ زوپاس کو متاثر کر سکوں..... بہرحال آ پھنسنے والی بات تھی۔ چنانچہ میں نے لیپاس سے یہ گفتگو کی..... اور لیپاس نے بھی مجھ سے اتفاق کیا..... تب ہم نے اپنے آدمیوں کو احکامات دیئے..... اور ہمارے ساتھی خاموشی سے نیچے اترنے لگے..... رفتہ رفتہ پورا جہاز خالی ہو گیا۔ کشتیوں والے بھی ساحل پر آ گئے تھے اور خاموش کھڑے تھے، ویسے ان کے جسموں کی بناوٹ بہت عمدہ تھی..... کوئی بھی کمزور یا دبلا پتلا نہیں تھا..... سب کے سب قوی ہیکل اور وحشی صفت تھے..... تب وہی قوی ہیکل خبیث گھوڑے سوار آگے بڑھا..... اس نے ہماری قطار کے سامنے چکر لگایا..... اور پھر بولا۔

"تم لوگوں کا سرغنہ کون ہے.....؟"

اور لیپاس نے میری کمر میں انگلی چبھوئی۔ "اس وحشی سے تم ہی بات کرو گے میکارا" اور میں نے گردن ہلا دی اور آگے بڑھ آیا۔

"میں ان کا سرغنہ ہوں۔"

"اوہ....." قوی ہیکل نوجوان نے مجھے غور سے دیکھا..... پھر گھوڑے سے اتر آیا..... اور بڑے غور سے مجھے چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔ پھر ہنستے ہوئے بولا۔

"واقعی سرغنہ ہو..... پورے جہاز والوں میں تمہارے جیسا کوئی نہیں ہے..... لیکن تم ان لوگوں کے دشمن کیوں بن گئے.....؟"

نوجوان کی بات میں چھپے ہوئے طنز کو میں نے بخوبی محسوس کر لیا تھا۔ میری رگوں میں خون کھولنے لگا..... لیکن میں نے حتی الامکان ضبط کیا

اور بھاری لہجے میں بولا۔

''اس جزیرے کی آبادی کتنی ہے۔؟''

''وسیع......انتہائی وسیع۔''نوجوان نے جواب دیا۔''کیوں۔؟''

''تمہاری پوری آبادی کے لئے میں ہی کافی ہوں۔۔۔ان لوگوں کو مدافعت کی ضرورت نہیں پیش آئے گی۔ لیکن میں یہاں جنگ کرنے نہیں آیا۔ایک ضروری مسئلے پر تم سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔''میں نے جواب دیا اور نوجوان کا چہرہ سرخ ہوگیا۔۔۔پھر اس نے بھاری آواز میں کہا۔

''اس گستاخی کی میں ذاتی طور پر تمہیں سزا دوں گا، لیکن زدپاس سے تمہاری ملاقات کرانے کے بعد۔ ممکن ہے زدپاس تمہارے غرور کو توڑنے کے لئے جزیرے کے کسی معمولی آدمی کا انتخاب کرے۔''اور پھر وہ واپس لوٹ گیا۔۔۔درحقیقت وہ میرے جواب سے تلملا گیا تھا۔گھوڑے پر سوار ہو کر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا جائے۔وہ کہلیداس پر ہمارا منتظر ہے۔۔۔ اور پھر اس نے چند دوسرے سواروں کے ساتھ گھوڑا دوڑا دیا۔۔۔لیپاس نے ایک گہری سانس لی، اور بولی۔

''یہاں حالات کافی سنگین نوعیت اختیار کر جائیں گے.....مجھے احساس ہو رہا ہے۔''

''ان کے شہنشاہ زدپاس سے ملاقات کر لی جائے۔۔۔اس کے بعد ہی فیصلہ کریں گے۔''میں نے جواب دیا۔

وحشیوں کے گروہ نے ہمیں حلقے میں لے لیا تھا۔۔۔اور پھر انہوں نے لمبے لمبے ہنٹر نکال لئے......میں ان کا مقصد سمجھ گیا تھا......چنانچہ میں نے زور سے کہا۔

''سنو۔۔۔سنو۔۔۔ہم تمہارے ساتھ چل رہے ہیں۔۔۔ہم تم سے تعاون کریں گے، لیکن اگر تمہارا ایک بھی چابک ہمارے کسی آدمی کے بدن سے چھوا۔۔۔تو میں تم سب کو قتل کر دوں گا.....میں تم سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔غور سے سن لو، اچھی طرح سمجھ لو۔۔۔''مجھ سے وہ لوگ شاید کشتیوں ہی میں خوفزدہ ہو گئے تھے، اس لئے ان میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ہمیں اسی طرح طویل مسافت طے کرنی پڑی تھی ... لیکن بہرحال ہنٹر کا استعمال نہیں کیا گیا۔۔۔اور پھر ہم ایک ایسے باڑے کے نزدیک پہنچ گئے جو شاید مویشیوں کے باندھنے کے کام آتا تھا.....باڑے کا دروازہ کھول کر ہمیں اندر ہانک دیا گیا۔

قوی ہیکل نوجوان یہاں موجود تھا.....اور اپنے لوگوں کو کچھ ہدایات دے رہا تھا...... ہمارے قید خانے کا دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا، بہت سے لوگ ہماری نگرانی پر مامور کر دیئے گئے......لیپاس ان لوگوں کی کارروائیوں کو تشویش کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی......پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''بڑی غلطی ہو گئی ییکارا...... کوئی حادثہ ہونے والا ہے۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا......میں خاموشی سے ان معاملات پر غور کرنا چاہتا تھا......اور ان کا کوئی حل دریافت کرنا چاہتا تھا۔۔۔مسئلہ دراصل دوسرے لوگوں کی زندگیوں کا تھا......ورنہ میں ان کے دماغ درست کر سکتا تھا۔۔۔بہرحال سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اٹھایا جا سکتا تھا۔۔چنانچہ میں نے خود پر قابو رکھا۔

وقت گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔۔۔ ہمیں کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں دیا گیا تھا۔۔۔ پوری رات اسی طرح گزر گئی۔۔۔ لیپاس سخت پریشان تھی۔۔۔ وہ میرے پاس بیٹھی رہی۔۔۔ اسے افسوس تھا کہ ہم لوگوں نے ہتھیار بھی ساتھ نہ لئے۔۔۔ میں نے بھی اب سوچ کے انداز کو بدل دیا تھا۔۔۔ چنانچہ جونہی سورج کی روشنی پھوٹی۔۔۔ میں کھڑا ہو گیا۔۔۔ بھوکے پیاسے لوگ خاموش بیٹھے تھے۔۔۔ لیپاس نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''میرے خیال میں اب انتظار مناسب نہیں ہے۔۔۔ ان لوگوں نے جو سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے۔۔۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے کیا ارادے ہیں۔''

''تب کیا کرو گے میکارا۔؟''

''فی الحال میں ان کے شہنشاہ زوپاس سے ملاقات کروں گا۔''

''لیکن کس طرح۔؟''

''دیکھتے رہو۔۔۔'' میں نے جواب دیا۔۔۔ اور پھر میں دروازے کے پاس آ گیا۔

موٹی لکڑی کے دروازے کو میں نے خوب بجایا اور چوڑی تلواروں سے مسلح لوگ جلدی سے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔۔۔ انہوں نے اندر جھانکا تھا۔

''کیا بات ہے۔۔۔؟'' ان میں سے ایک کرخت آواز میں پوچھا۔

''دروازہ کھول دو۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔۔۔ لیپاس میرے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔

''ابھی نہیں کھلے گا۔۔۔'' باہر سے جواب ملا اور میں نے لیپاس کی طرف دیکھا۔

''تم ان لوگوں کے پاس جاؤ لیپاس۔۔۔ میں باہر جاؤں گا۔'' اور لیپاس جانتی تھی کہ مجھے باہر جانے سے کون روکے گا۔۔۔ چنانچہ اس نے خالص عورتوں کے انداز میں میرا شانہ پکڑ کر کہا۔

''نہیں، نہیں۔۔۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی میکارا۔۔۔ نہ جانے کیا حالات پیش آئیں۔''

''ان لوگوں کی حفاظت بھی ہم پر فرض ہے۔۔۔ لیکن ٹھہرو۔۔۔ اگر میں باہر کے حالات پر قابو کر سکا تو پھر ہم دونوں چلیں گے۔۔۔ ورنہ تم یہاں رک کر حالات کا انتظار کرنا۔۔۔'' میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا، اور پھر میں نے دوبارہ باہر کی جانب رخ کر کے کہا۔'' میں آخری بار کہہ رہا ہوں کہ دروازہ کھول دو ورنہ میں اسے توڑ دوں گا۔''

دروازے کے باہر موجود لوگوں نے دوسرے لوگوں کو اپنی مدد کے لئے بلا لیا۔۔۔ لیپاس کے چہرے پر سخت پریشانی ابھر آئی تھی۔'' کچھ اور انتظار کر لو میکارا۔۔۔ کچھ اور انتظار کر لو۔''

''اب مناسب نہ ہوگا لیپاس۔۔۔'' میں نے کہا۔ اور پھر میں نے موٹی لکڑی کے دروازے کی مضبوطی کا اندازہ کر کے ایک بھرپور لات اس

پر ماری..... اور کام ایسا ہونا چاہیے تھا جیسا میں نے کیا..... ورنہ بات میں کچھ نہ ہوتی۔

دروازہ ٹوٹ کر دور جا گرا..... اور کئی آدمی اس کی لپیٹ میں آ کر زخمی ہو گئے..... میں باہر نکل آیا اور چوڑی تلواروں نے مجھے گھیر لیا۔ تب میں نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

''سنو لیپو ریٹس کے لوگوں..... ہم قاصد ہیں..... تائیورس اعظم کا پیغام لے کر آئے ہیں..... کسی بھی جگہ قاصدوں کے ساتھ یہ سلوک نہیں ہوتا، جو تم کر رہے ہو..... لیکن ہم بے بس بھی نہیں ہیں..... ہم اپنے دفاع کے لئے تم سب سے جنگ کر سکتے ہیں..... سنو، اس سے قبل کہ میں تمہاری جانب سے مایوس ہو جاؤں اور جنگ کا فیصلہ کر لوں، میں تمہارے شہنشاہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ تاکہ کوئی مناسب فیصلہ ہو جائے..... اگر تم لوگ مجھے اس تک نہ جانے دو گے تو لڑائی کا آغاز تمہاری طرف سے ہوگا..... اور تم مجھے شکست نہ دے سکو گے۔''

''لیکن پینیڈو کا حکم ہے کہ تمہیں باہر نہ نکلنے دیا جائے.....'' اس شخص نے کہا۔

''پینیڈو کون ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ جس کے حکم پر تمہیں یہاں لایا گیا ہے.....'' اور مجھے وہ گھوڑ سوار یاد آ گیا۔

''اس کی کیا حیثیت ہے۔؟''

''بحری حملوں کا سربراہ ہے..... خود زوپاس اس کی عزت کرتا ہے اور وہ تنہا ہے جو زوپاس کے پاس ہر وقت پہنچ سکتا ہے..... پینیڈو کے سر پر ایذاس کا سایہ ہے اور اسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔'' اس شخص نے بتایا۔

''بہرحال میں نکل آیا ہوں اور اب زوپاس کے پاس بھی جاؤں گا۔ میری ایک رائے ہے۔ تم میں سے پانچ بہادر نکل آئیں اور مجھ سے جنگ کریں اگر مجھے شکست دے دیں تو ٹھیک ہے اور اگر میں انہیں شکست دے دوں تو پھر مجھے نہ روکا جائے..... میں ابھی اتنے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا کہ پھر زوپاس سے دوستی کی کسی گفتگو کا امکان نہ رہے۔''

اور وہ سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ بہرحال وہ مجھ سے مرعوب ہو گئے تھے۔ لیکن اس سے قبل کہ وہ کوئی فیصلہ کریں۔ پینیڈو چھ گھوڑے سواروں کے ساتھ آتا ہوا نظر آیا۔ آن کی آن میں اس کا گھوڑا ہمارے قریب پہنچ گیا..... اور پھر اس نے مجھے اور ٹوٹے ہوئے دروازے کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

''یہ سب کیا ہے.....؟'' اس نے اپنے آدمیوں سے پوچھا، اور اس کے آدمی اسے صورتحال بتانے لگے..... پینیڈو کے چہرے پر خوفناک تاثرات نظر آئے۔ اور پھر وہ دانت پیستا ہوا بولا۔

''دیوتاؤں کی قسم، اگر میں زوپاس سے تیرا تذکرہ نہ کر چکا ہوتا۔ دیوتاؤں کی قسم اگر زوپاس تجھ سے ملاقات کی خواہش نہ ظاہر کر چکا ہوتا تو میں تیری گردن کاٹ کر ساحل کے نزدیک، ریت پر ایک لمبے بانس میں لٹکا دیتا اور ڈھول بجانے والے پانچ دن تک اس کے نزدیک بیٹھ کر ڈھول بجاتے۔''

''تو یہ نہ کر سکتا پینیڈو..... اور تو یہ کبھی نہ کر سکے گا..... ہاں میں تیرے ساتھ جو سلوک کروں گا اس کا انتظار کر..... بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا کہ

الجال تو مجھے بتا کیا چاہتا ہے۔؟''

''زوپاس نے تجھے طلب کیا ہے۔''

''میں بھی اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اسے لے آؤ.....'' پینیڈو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور میں نے لیپاس کو اشارہ کیا۔ لیپاس بھی میرے نزدیک آ گئی... اور دوسرے لوگوں نے ٹوٹے دروازے کو اس کی جگہ جما دیا۔

''میرے ساتھیوں میں سے کسی کو اگر کوئی تکلیف پہنچی... تو... اس کے نتائج کی پوری ذمہ داری تم لوگوں پر ہوگی.....'' میں نے کہا اور پھر ہم پیدل ہی زوپاس کے محل کی طرف چل پڑے۔ بہر حال ان لوگوں سے کوئی شکوہ ہی نہیں تھا جو کھانے تک کو نہ دے سکے تھے... ہم خاموشی سے زوپاس کے محل پہنچ گئے... یہاں ہمیں لانے والے باہر رک گئے..... صرف پینیڈو اور اس کے چھ قد آور ساتھی میرے اور لیپاس کے چاروں طرف پھیل گئے..... پینیڈو ہمارے آگے چل رہا تھا۔

اس طرح ہم زوپاس کے محل میں داخل ہوئے..... زوپاس اس وقت دربار میں نہیں تھا، بلکہ اپنے عشرت کدے میں تھا..... اس نے صبح کا غسل کیا تھا اور اس وقت نیم برہنہ ایک آرام دہ تخت پر دراز تھا، جہاں چند خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر کسی روغن کی مالش کر رہی تھیں..... ہمیں دیکھ کر اس نے ہاتھ اٹھا لیا اور مالش کرنے والی لڑکیاں رک گئیں... فربہ بدن کے اس کریہہ صورت شخص کی آنکھوں کے پپوٹے جھکے ہوئے تھے..... اس کے بال بہت لمبے تھے اور قد بہت چھوٹا تھا... اسے دیکھ کر ذہن کو کراہت کا احساس ہوتا تھا... تاہم..... ہم اس کے سامنے پہنچ گئے... پینیڈو ہمارے ساتھ ساتھ تھا۔

''خوش آمدید..... معزز مہمانو..... خوش آمدید... خوب..... بہت خوب۔ تو یہ ہیں آنے والے..... آؤ..... آؤ..... کہو... ہمارے ہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔؟'' بے غیرت شہنشاہ زوپاس نے پوچھا۔

''نہیں معزز زوپاس، .....سوائے اس کے کہ ہمیں وہاں رکھا گیا جہاں شاید مویشی بند ھتے ہیں... اور ہم کل صبح سے بھوکے ہیں..... اس کے علاوہ ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔'' میں نے کہا۔

''اوہ..... اوہ..... یہ بہت اچھی بات ہے..... مہمانوں کے آرام کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے..... کیوں پینیڈو.....؟'' زوپاس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر پینیڈو سے بولا۔

''مہمانوں کی یہ تکلیف بھی رفع کر دی جائے پینیڈو..... ان کے ساتھیوں کو عمدہ قسم کی آسائش فراہم کی جائے... اور ہاں، دونوں معزز مہمانوں کو محل ہی میں ٹھہرا لیا جائے تاکہ ان کی مناسب تواضع ہو سکے۔''

''ہمارے جہاز پر خوراک کا کافی ذخیرہ موجود ہے شہنشاہ زوپاس۔ میرے خیال سے میرے ساتھیوں کو جہاز پر منتقل کر دیا جائے..... ہم انتظار کریں گے۔''

''اوہو......اوہو......تم فکر نہ کرو میرے دوست...... میں ان کے لئے خصوصی احکامات جاری کردوں گا......بس تم بے فکر ہو جاؤ......تو سنو پینڈو۔ مہمانوں کے قیام کا بندوبست تمہارے ذمہ......اور ہاں رات کو ہم ان سے ان کی آمد کا مقصد پوچھیں گے......تم جانتے ہو دن کی روشنی میں ہم کوئی کام نہیں کر سکتے۔''

پینڈو نے گردن خم کر کے آمادگی کا اظہار کیا...... اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔ ''آؤ خوش نصیبوں...... بہت کم لوگوں کو شہنشاہ زدپاس کا مہمانِ خاص بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔''

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور بہرحال آمادگی ظاہر کر دی۔ میں حتیٰ الامکان کسی تصادم سے بچنا چاہتا تھا......محل کے جس کمرے میں ہم نے قیام کیا وہ خوب آراستہ تھا...... ہمیں اعلیٰ درجے کا ناشتہ دیا گیا...... اور ہم نے بے تکلفی سے ناشتہ کیا...... لیپاس آزردہ تھی لیکن میں نے اسے تسلی دی اور کہا کہ ہوگا وہی جو ہم چاہتے ہیں بس تھوڑی سی احتیاط کی جا رہی ہے۔

''تم نے دیکھا میکارا...... ان بدبختوں کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ یہ مکار اور ذلیل فطرت ہیں...... ان سے کسی بہتری کی امید کیوں کر کی جائے۔؟''

''آج رات کی گفتگو میں، میں زدپاس سے کھل کر گفتگو کروں گا اور اس کے بعد ہم فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ اور پھر پورا دن تحت الجھن کے عالم میں گزرا۔ مجھے خود پر ہنسی آ رہی تھی، صدیوں سے آزاد......عام انسانوں سے علیحدہ زندگی گزارنے والا کس چکر میں پھنس گیا تھا۔ بات صرف میری ہوتی تو زدپاس کی ایسی تیسی...... دیکھ لیتا اسے اور اس کے ساتھیوں کو...... لیکن اس وقت مسئلہ ان کا تھا جو ہمارے ساتھ آئے تھے۔

''نہ جانے ان لوگوں کو خوراک ملی یا نہیں......'' لیپاس نے آزردگی سے کہا۔

میں پورے وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لئے خاموش رہا۔ اور وقت گزرتا رہا...... یہاں تک کہ رات ہو گئی...... ہمیں دوپہر کا کھانا بھی ملا تھا۔ شراب بھی آئی تھی۔ بہرحال، ہمارا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا۔ پھر رات کو طلبی ہو گئی۔ جس جگہ ہمیں پہنچایا گیا وہ ایک خوشنما باغ تھا۔ رنگین شمعیں درختوں میں لگائی گئی تھیں...... حسین تخت پڑے ہوئے تھے...... پھولوں کے کنج کے کنج بھرے ہوئے تھے...... ہر جھنڈ کے سائے میں ایک تخت موجود تھا جس پر کوئی حسینہ اور کوئی بوالہوس عیش پرست امیر دراز تھے...... لباس نہ ہونے کے برابر۔ شراب و کباب میں غرق......ایک کنج کے ساتھ موسیقار بیٹھے عجیب بے ہنگم ساز بجا رہے تھے......نسوانی قہقہے ابل رہے تھے۔

ہمارے داخل ہوتے ہی زدپاس نے ہاتھ اٹھایا اور ساز رک گئے۔

''آؤ...... آؤ میرے دوستو...... آؤ تائیورس کے قبیلولیہ سے آنے والوں۔ کیا اس حسین ماحول نے تمہیں متاثر نہیں کیا۔ آؤ......بیٹھو، یہ دونوں تخت تمہارے لئے ہیں اور ان پر دراز حسینائیں تمہاری منتظر ہیں......'' زدپاس نے اپنے نزدیک کے دونوں تخت کی طرف اشارہ کیا...... جن پر دو خوبصورت لڑکیاں دراز تھیں۔

''شہنشاہ زوپاس..... بہتر ہے کہ پہلے ہم اپنے مشن کے بارے میں گفتگو کر لیں..... اس کے بعد تمہاری اس محفل سے زیادہ لطف اندوز ہو سکیں گے۔''

''مشن..... ہر ذی روح کی زندگی صرف ایک مشن ہے..... زندہ رہے اور عیش کرے..... تم کون سے مشن کی بات کرتے ہو.....؟'' زوپاس نے جھومتے ہوئے کہا اور دوسرے لوگ ہنسنے لگے۔

''وہ مشن جو تائیورس نے ہمارے سپرد کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تائیورس..... نہیں نہیں..... وہ زندگی دینے والوں میں سے نہیں ہے..... تم سوچو..... غور کرو..... تمہیں دنیا میں لانے والا تائیورس نہیں ہے۔ جب وہ تمہیں یا کسی کو دنیا میں نہیں لا سکتا تو پھر وہ تمہاری زندگی پر مسلط ہونے کا کیا حق رکھتا ہے۔؟ بولو..... جواب دو.....''

''زندگی کے کچھ اور مقاصد بھی ہوتے ہیں زوپاس..... زندگی صرف شراب اور عورت تک محدود نہیں ہے۔''

''غلط..... زندگی صرف اس کا نام ہے جو اپنے لئے گزار لی جائے اور یہ دونوں چیزیں زندگی کی سب سے بڑی ضرورت ہیں..... تم نے تائیورس کا مشن کیوں قبول کیا ہے..... زندہ رہنے کے لئے..... تمہاری موت کے بعد تائیورس کسی دوسرے انسان کا انتخاب کرے گا..... زندہ رہو میرے دوستوں اور زندگی سے لطف اٹھاؤ..... خادماؤں..... مہمانوں کو خوش کرو۔''

''نہیں زوپاس..... ہم یہاں عیش کرنے نہیں آئے..... اگر تم ہم سے ہمارے مشن کے بارے میں گفتگو کرنے پر تیار نہیں ہو تو ہمیں جانے کی اجازت دو..... ہم تائیورس سے کہہ دیں گے کہ لیبورینس کے شہنشاہ نے ہمیں مایوس لوٹا دیا.....''

''مشن مشن مشن..... آخر تمہارا مشن کیا ہے.....؟''

''انتہائی اہم..... تمہارے لئے بھی فائدہ مند اور دوسروں کے لئے بھی۔''

''اوہ..... میں انتہائی خوش و خرم ہوں..... میرے فائدے کی کوئی بات مت کرو..... ہاں بتا سکتے ہو تو صرف یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری نگاہ میں کوئی ایسی حسینہ ہے جو حسن میں اپنی مثال نہ رکھتی ہو.....؟'' زوپاس رازدارانہ انداز میں بولا..... اور میری آنکھوں کا رنگ بدلنے لگا..... اور اسی وقت باغ کے ایک گوشے سے روشنی پھوٹی اور تین چار خادمائیں رنگین مشعلیں لئے آگے بڑھتی نظر آئیں۔ ان کے درمیان کوئی چل رہا تھا..... چاروں طرف دراز جوڑے اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خوشی کا نعرہ لگایا۔

''اچھا..... اچھا..... اچھا..... اچھا.....''

خادماؤں کے جھرمٹ میں چلنے والی نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور نقرئی گھنگھرو بج اٹھے..... میری نگاہیں بھی بے ساختہ اس کی طرف اٹھ گئی تھیں۔

خاصی حسین عورت تھی..... باریک رنگین ٹکڑوں کے لباس میں جو ایک مخصوص طرز کا تھا اس نے انتہائی قیمتی زیورات بھی پہنے ہوئے تھے جن میں جڑے ہوئے قیمتی نگینوں کا عکس اس کے چہرے پر پڑ کر قوس قزاح پیدا کر رہا تھا..... اس انداز میں بلاشک وہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی،

نزاکت سے آگے بڑھتی ہوئی وہ زوپاس کے نزدیک پہنچ گئی اور زوپاس بھی تخت سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔

''آہ..... استھا..... تو ایسے وقت آتی ہے کہ ہماری محرومیاں منہ پھاڑ کر ہمارے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں..... آہ غور کر..... شراب کا سرور جب ہمارے رگ دپے میں زندگی دوڑا رہا ہو، ہم تیری آرزو کیوں نہ کریں..... لیکن افسوس..... تو ہمارے لئے اس قدر مقدس ہو گئی کہ اب ہم تیرا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ مبادا ایذاس ناراض نہ ہو جائے..... بتا کیسے آئی ہے اس وقت..... کون سا کام تجھے کھینچ لایا ہے.....؟'' زوپاس عجیب سے لہجے میں بولا۔

''مسخرے شہنشاہ..... تیری بے وقت کی راگنی کچھ اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے فضول باتوں سے پرہیز کیا کر..... میں تجھ سے ایذاس کے اس معبد کے بارے میں بات کرنے آئی ہوں جو ابھی تک تکمیل کو نہیں پہنچا..... میں جاننا چاہتی ہوں کہ اس کی تکمیل میں کتنا وقت لگے گا۔؟''

''استھا..... استھا بیٹھ جا..... لڑکیوں ہٹ جاؤ..... مجھے لیبورنیس کے مایہ ناز حسن کے پہلو میں بیٹھنے کا فخر حاصل ہونے دو..... بیٹھ جا استھا۔''

''میں ایک بار پھر کہتی ہوں کہ فضول باتوں سے پرہیز کر۔''

''لیکن سوچ تو سہی استھا..... کیا یہ وقت ایسی باتوں کے لئے مناسب ہے۔؟'' زوپاس مظلومیت کے انداز میں بولا۔

''ہاں..... مجھے معلوم ہے دن میں تو کسی الو کی مانند ہوتا ہے..... اس وقت تیری عقل تیرے دماغ میں نہیں ہوتی..... اس وقت تیرے حواس تیرے قبضے میں نہیں ہوتے..... وہ وقت تو تجھ سے بات کرنے کے لئے بالکل ناموزوں ہوتا ہے۔''

''اچھا.....'' زوپاس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ ''اچھا۔ تو یہی سہی..... تو استھا اس کے لئے کل کی مہلت دے..... میں سارلیس سے معلومات حاصل کر کے تجھے اطلاع دوں گا۔''

''ایذاس تجھ سے جواب طلبی کرے گا..... اسے یاد.....'' استھا نے کہا اور اچانک ہی اس کی نگاہ ہم دونوں کی طرف اٹھ گئی..... اس نے ہمیں حیرت سے دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آئی.....

بڑی بے باک نگاہیں تھیں اس کی..... مگر بڑی حسین آنکھیں تھیں، کون تھا جو ان آنکھوں کے سحر میں گرفتار نہ ہو جاتا..... وہ قریب سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی..... پھر اس کے منہ سے ہلکی سی بڑبڑاہٹ نکلی۔

''دیوتاؤں کی قسم..... دونوں اپنے اپنے رنگ میں یکتا ہیں ایک کے چہرے اور بدن پر مردانگی چھائی ہوئی ہے۔ تو دوسرا ایک انوکھی دلکشی لئے ہوئے ہے، اس کا بدن گداز ہے اور اس کے چہرے پر ایسی کشش ہے کہ دل بے اختیار کھنچتا ہے..... کون ہیں یہ دونوں.....؟ کہاں سے آئے ہیں زوپاس۔؟''

''یہ..... یہ فیقلولیہ کے قاصد ہیں..... تائیورس کا کوئی پیغام لائے ہیں۔''

''خوب ہیں دونوں..... قاصد تو مہمان ہوتے ہیں..... کیا ہم انہیں اپنا مہمان نہیں بنا سکتے زوپاس.....؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولی اور عجیب تھی اس کی مسکراہٹ..... پورے بدن میں سرسراہٹ دوڑ جاتی تھی۔

''ایذاس اسے پسند کرے گا۔؟'' زدپاس ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

''وہ میرا اور ایذاس کا معاملہ ہے...... تجھے اس کے درمیان مداخلت کی اجازت نہ ہوگی...... کیا تم آج کی رات میرے مہمان نہیں رہو گے انوکھے انسانوں۔'' اس نے براہ راست ہم سے سوال کیا۔

''کل کی رات اچھا...... آج رات میں ان سے تائیورس کے پیغام کے بارے میں گفتگو کروں گا۔''

''خیر...... کل کی رات سہی...... لیکن کل رات تک کے لئے یہ لوگ تیرے پاس ہماری امانت ہیں...... یہ امانت ہم تک پہنچ جانی چاہئے...... ہم کل رات کا انتظار کریں گے۔'' اس نے ہاتھ اٹھایا...... اس دوران اس کی نگاہ ایک لمحے کے لئے ہمارے اوپر سے نہیں ہٹی تھی...... اور وہ واپس بھی گئی تو ہمیں گھورتی ہوئی۔ پھر وہ باغ کے آخری گوشے سے نکل گئی۔ تو لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے...... لیکن زدپاس کے چہرے کی شگفتگی رخصت ہوگئی تھی۔

''غور سے سنو تم دونوں...... غور سے سنو...... وہ دیوتا کی منظور نظر ہے...... کس کی مجال ہے کہ وہ دیوتا کی منظور نظر پر آنکھ جمائے...... اس کی آنکھ میں بینائی نہیں رہتی...... وہ گردن شانوں پر نہیں رہتی...... تاہم وہ عورت ہے...... ناقص العقل، فاترالحواس...... اس کی باتوں میں نہ آنا...... ورنہ ایذاس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں......

''ہم دونوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے...... تم ہم سے بات کرو...... اس کے بعد ہم یہاں نہ رہیں گے...... ہم کل ہی واپسی کے لئے لنگر اٹھا دیں گے۔'' میں نے جواب دیا...... اور زدپاس نے پہلی بار ہمیں حیرت کی نگاہ سے دیکھا...... اس کی آنکھوں میں تعجب بھرا ہوا تھا...... کئی منٹ تک وہ منہ پھاڑے ہمیں دیکھتا رہا پھر بولا۔

''کیا کہا تم نے...... ؟ کیا کہا...... کیا تم...... کیا تم...... اگر تمہیں موقع مل جائے تو ابتھا کا قرب پسند نہ کرو گے...... تمہارے دل اس کے حسن کے جال سے آزاد ہیں۔؟''

''ہمارے لئے وہ ایک عام عورت سے بھی کمتر ہے...... ہمیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''سخت حیرت کی بات ہے...... واقعی سخت حیرت کی بات ہے...... کم از کم اس معاملے میں تم قابل قدر انسان ہو...... واقعی خوب ہو...... مگر...... تائیورس نے آخر کیا پیغام بھیجا ہے تمہارے ہاتھ۔؟''

''شہنشاہ زدپاس اگر غور سے سنے۔''

''اب تو سننا ہی پڑے گا حیرت انگیز لوگوں...... تم نے بڑی تعجب خیز بات کہی ہے...... بتاؤ تو سہی...... کچھ کہو تو سہی۔''

''ہم نے تھیوڈوس کو شکست دی ہے...... سمندری لٹیرے تھیوڈوس کو...... تائیورس کی فوجوں نے اسے شدید نقصان اٹھا کر واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے...... لیکن تھیوڈوس بہت قوی ہے...... ہم چاہتے ہیں کہ سارے جزائر یکجا ہو کر اس سے جنگ کریں...... اس لئے ہم تم سے ایک عہد نامہ چاہتے ہیں جس کی رو سے اگر تھیوڈوس فیلقلولیہ پر حملہ آور ہو تو فیلقلولیہ کے سمندروں کو اس کا قبرستان بنا دیا جائے۔''

''ارے...... اس سمندری بلا کو تم نے شکست دی ہے...... تم لوگ نشے میں تو نہیں ہو...... بھلا وہ بھی قابل تسخیر ہے...... ناممکن...... ناممکن تم

بالکل جھوٹے ہو..... ناقابل یقین بات کہہ رہے ہو..... اور اگر میں اسے سچ بھی مان لوں تو کیا میں پاگل ہوں کہ کسی جنگ میں شریک ہو جاؤں..... میرا دماغ خراب ہوا ہے جو تباہی کو آواز دوں..... ارے احمقو کیا تم سب پاگل ہو۔؟''

''نہیں زوپاس..... ہم پاگل نہیں ہیں..... ہم چاہتے ہیں کہ تھیوڈوس کے خطرے سے تمہیں، ہمیں سب کو نجات مل جائے۔''

''مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے..... وہ ہمارے پہاڑوں کی سیاہ دھات لے جاتا ہے..... لے جاتا رہے، ہمیں اس کا کرنا بھی کیا ہے..... چنانچہ تمہارا اتاجورس احمق ہے..... کیوں اس احمق کے لئے مارے مارے پھر رہے ہو۔؟''

''تو یہ تمہارا جواب ہے زوپاس۔؟'' میں نے پوچھا..... لیپاس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا..... وہ اپنے بھائی کی شان میں ایسے گستاخانہ کلمات برداشت نہ کر پا رہی تھی۔

''ہاں..... ہاں..... ہر سمجھدار کا یہی جواب ہوگا، جو میرا ہے..... بس اب جاؤ..... یہاں سے بھاگ جاؤ..... مگر نہیں..... ٹھہرو، جاؤ گے کہاں..... وہ مصیبت النسا تمہیں اپنی امانت بنا کر سونپ گئی ہے اور بہرحال کل تمہیں اس کے حوالے کرنا ضروری ہے..... کل کے بعد..... کل کے بعد..... پینڈ وخود تمہارے بارے میں فیصلہ کرے گا..... کل رات تم اس کے ہاں ضرور جاؤ گے..... لیکن، جو کچھ میں نے کہا ہے اسے ذہن میں رکھنا..... یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔''

''نہیں زوپاس..... ہم واپس جانا چاہتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''یہ تو ممکن نہ ہوگا میرے دوستوں..... بات اب میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے..... اور تم جانتے ہو کہ عورت سے زیادہ زہریلی ناگن روئے زمین پر نہ ہوگی..... یہ جب جھنجلا جاتی ہے..... یہ جب کاٹتی ہے تو انسان بلبلا بھی نہیں سکتا..... نہیں میرے بھائی..... میری ہمت نہیں ہے کہ تمہیں نکل جانے دوں..... جاؤ، جاؤ..... آرام کرو..... کل رات کے لئے خود کو تیار کرو..... خود سوچو..... تمہیں اس کی خواہش پر کیا کرنا ہوگا..... یہ سوچنا تمہارا فرض ہے میرا نہیں..... سپاہیوں انہیں ان کے قیام گاہ پر پہنچا دو۔''

اور ہم اس نیم پاگل انسان کے پاس سے واپس محل کے اس کمرے میں آ گئے جہاں ہمیں ٹھہرانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔

لیپاس اب بھی غصے سے ہونٹ چبا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سے تاثرات ہویدا تھے۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

''کیا سوچ رہی ہو لیپاس۔؟''

''غلطی مجھ سے ہوئی ہے میکارا۔ سمت کا صحیح تعین کئے بغیر ہمیں نہیں چلتے رہنا چاہئے تھا۔ یہاں آ کر جن الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے وہ صرف میری پیدا کردہ ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔'' لیپاس نے جواب دیا۔

''فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میری جان۔ میں ان سب کو ٹھیک کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ صرف اس لئے خاموش ہوں کہ ہمارے آدمیوں کو گزند نہ پہنچ جائے۔ کسی طرح ان سب کو نکال کر جہاز پر پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد جہاز کو روانہ کر دو۔ میں یہاں رک کر ان کا دماغ درست کر دوں گا اور ان کی ساری بکواس کا مزہ چکھا دوں گا۔''

''اوہ۔ نہیں میکارا۔ جہنم میں جائیں یہ کمبخت۔ ہم بس یہاں سے نکل جائیں۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔'' لیپاس نے اس بار پھر خالص عورتوں کی بات کی اور میں نے ہنستے ہوئے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''اب کیا ارادہ ہے میکارا۔؟'' اس نے پوچھا۔

''کل رات..... کل رات ممکن ہے کچھ کام بن جائے۔ یہ زوپاس تو انتہائی ناکارہ ثابت ہوا۔''

''کل رات۔ تو کیا کل رات تم اس فاحشہ کے پاس جانا پسند کرو گے۔'' لیپاس بولی۔

''تم بھی تو ساتھ ہوگی لیپاس۔''

''یہ اور الجھن کی بات ہے۔ وہ بدبخت مجھے بھی مرد سمجھ رہی ہے اور اس کی نگاہ ہم دونوں پر ہے۔''

''ہاں۔ یہ الجھن ہے لیکن پہلی بار تم مجھے اس کے ساتھ رہنا دینا۔ پھر وہ کسی مرد کی خواہش نہ کرے گی۔''

''اوہ۔ او تو۔ تو۔ تم اس کے ساتھ اس کے پہلو میں رات گزارو گے۔'' رقابت بول اٹھی۔

''اس کے لئے تم سے معذرت خواہ ہوں لیپاس۔ اگر یہ ایک اہم ضرورت نہ ہوتی تو میں یہ پسند نہ کرتا۔ لیکن اب تم ہی سوچو۔ تم ہی خیال کرو کہ اس کے علاوہ اور کیا ترکیب رہ گئی ہے۔؟''

''کیا مطلب۔؟''

''تم نے دیکھا۔ تم نے سنا۔ اتھا کسی کی منظور نظر ہے اور دیوتا کی محبوبہ کو شہنشاہ زوپاس بھی خراب نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے انداز سے پتہ چلتا تھا کہ وہ زوپاس پر حاوی ہے۔ تو اگر دیوتا کی محبوبہ ہماری دوست بن جائے تو کیا ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ میرا خیال ہے یہ مشکل نہیں ہوگا۔'' میں نے کہا اور لیپاس گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گردن اٹھائی تو اس کی آنکھوں میں کرب تھا۔

''میں ساری رات تڑپتی رہوں گی۔ وہ راتیں پھر واپس آ جائیں گی جب میں اس تصور میں جلتی تھی کہ تم کسی کی آغوش میں ہو میکارا..... ہاں میکارا..... اب میں اعتراف کرتی ہوں کہ مرقوسہ کی محبوبہ، لیوبارا کی ملکہ کے ساتھ تم نے جو راتیں گزاری تھیں وہ راتیں میں نے انگاروں کے بستر پر گزاری تھیں۔ مجھے ان راتوں میں ایک پل چین نہیں ملا تھا۔ بڑی بھیانک راتیں تھیں وہ میرے لئے۔ اور اب ایسی ہی ایک رات پھر آ گئی ہے۔''

''تم اس رات کو مصلحت کی رات قرار دو گی لیپاس۔ میں بھی اس رات کو ضرورت کی رات سمجھوں گا۔ میرا وعدہ۔'' میں نے کہا اور لیپاس نے مجبوری کی حالت میں گردن ہلا دی۔

سارا دن ہماری نگرانی کی گئی۔ محل کے دوسرے حصے میں جانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ عجیب سا دن گزر رہا تھا دوسرا۔ لیپاس بھی رات کے تصور سے اداس تھی اور میں بھی بیزاری محسوس کرتا رہا تھا۔ بعض اوقات مجھے سخت کوفت ہونے لگتی تھی۔ چند انسانوں کے لئے میں نے اپنی فطرت کو دبایا ہوا تھا۔ ورنہ لیبورتیس کے ان بدمعاشوں کی ساری بدمعاشی نکال دینا۔ بہرحال اب مجبوریاں مول لے ہی لی تھی۔ تائیورس کی دوستی کے لئے، لیپاس کی اپنائیت کے لئے یہ بھی کرنا تھا۔ ہاں جب رات آئی تو اتھا کی دلکش صورت نگاہوں میں گھوم گئی۔

دیوتا کی محبوبہ شہنشاہ تنک کے عتقا ہے۔ لیکن اس کی دعوت...... اس کی اس دعوت کو میں بخوبی سمجھتا تھا اور پھر ہمیں بلوا لیا گیا۔ یہاں بھی عورتوں کی طرح رتھ میں سفر کرنا پڑا تھا۔

نہ جانے کتنا فاصلہ طے کر کے رتھ ایک خوبصورت عمارت کے پاس پہنچ گیا۔ ہم دونوں سے اترنے کے لئے کہا گیا اور رتھ سے اتر کر ہم نے ایک حسین منظر دیکھا۔ ایک انتہائی دلکش باغ تھا۔ پھلوں کے درختوں سے بھرا ہوا، حسین پھولوں کی خوشبو سے مہکتا ہوا اور اس کے درمیان چھوٹی سی حسین عمارت کھلونے کی مانند رکھی ہوئی تھی۔ رنگین شمعیں روشن تھیں اور خوش لباس کنیزوں کی قطار کھڑی ہوئی تھی۔

دو کنیزوں کی رہنمائی میں ہم آگے بڑھے۔ ایک بھی مرد نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاروں طرف عورتیں ہی عورتیں بکھری ہوئی تھیں، حسین عورتیں، ہم ان کے درمیان سے گزرتے ہوئے عمارت میں داخل ہو گئے اور پھر ایک بہت بڑے ہال میں بہت سی خوش شکل کنیزوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ہال جس دلکش انداز میں سجا ہوا تھا اسے دیکھ کر روح کھنچتی تھی۔ جگہ جگہ حسین عورتیں، لباس سے عاری، مجسموں کے انداز میں کھڑی تھیں۔ ان کے جسموں پر مختلف رنگ کئے گئے تھے تاکہ وہ پتھر کی معلوم ہوں۔ ان کے نسوانی نقوش کی جانب رنگوں سے خاص رہنمائی کی گئی تھی۔ یہ زندہ مجسمے خوب سجائے گئے تھے اور بظاہر ان پر مجسموں پر ہی گمان ہوتا تھا لیکن جب وہ ایک انداز میں کھڑے کھڑے تھک کر پہلو بدلتیں تب احساس ہوتا کہ بہرحال ان کی رگوں میں زندگی دوڑ رہی ہے۔

ہال میں استھا موجود نہیں تھی۔ ہمارے لئے دو حسین کرسیاں بچھائی گئی تھیں جن پر ہم سے بیٹھنے کے لئے کہا گیا اور میں اور لیپاس بیٹھ گئے۔ تب اچانک ساز بج اٹھے۔ ساز ندے نگاہوں سے روپوش تھے۔ دھنیں تیز ہوتی گئیں اور پھر گھنگھروؤں کی جھنکار گونجی اور استھا ہال میں آ گئی۔ بال بال موتی پروئے، ساری قیامتیں خود پر سجائے ہوئے رقص کے انداز میں اور ایسا دلکش رقص کیا اس نے کہ نہ صرف میں بلکہ لیپاس بھی گم ہو گئی۔ سب بھول گئے ہم دونوں...... بلاشبہ...... وہ عظیم فنکارہ تھی اور سچ بات یہ ہے پروفیسر...... کہ اس کے ساتھ رات کی تنہائی میں گزارنے والے لمحات میری آرزو بن گئے۔ گو میں اس کا اظہار لیپاس سے نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جب استھا تھک گئی تو ساز بند ہو گئے۔ وہ فرش پر بیٹھ گئی۔ بڑا دلکش انداز تھا اس کے بیٹھنے کا...... اور میں نے دل کھول کر اسے داد دی لیکن یہ کوئی ایسی بات نہ تھی۔ لیپاس سمجھ رہی ہو گی کہ میں اسے شیشے میں اتار رہا ہوں۔

تب استھا نے ہماری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی اٹھ گئی۔

''رقص پسند آیا۔'' اس نے پوچھا۔

''بے حد...... بے پناہ۔'' میں نے کہا۔

''اور تمہیں حسین نوجوان۔'' وہ لیپاس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''میرے پاس تو اپنی پسند کے اظہار کے الفاظ نہیں ہیں۔'' لیپاس جلدی سے بولی اور میں نے سکون آمیز نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم دونوں اتنے دلکش ہو کہ میں فیصلہ نہیں کر پا رہی کہ کسے پسند کروں، یقین کرو، میں نے ایسا انوکھا مردانہ حسن نہیں دیکھا تمہاری دلکش صورت آنکھوں میں کھب جاتی ہے، تو تمہاری انوکھی مردانگی، کیسی حسین جوڑی ہے۔ آؤ کھانا کھا لیں۔'' اس نے کہا اور ہم اٹھ گئے۔

وہ چھم چھم کرتی ہمارے ساتھ دوسرے کمرے میں آئی ۔ یہاں طعام کا انتظام ہو چکا تھا چنانچہ ہم بیٹھ گئے ۔ اِتھا نے بھی ہمارے ساتھ ہی کھانا کھایا تھا۔

پھر اس نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے شراب کے دو پیالے بھرے اور ان پر سرپوش ڈھانک دیا۔ دو قسم کی شراب تھی، تب اس نے ایک کنیز کو بلایا اور اس سے کہا کہ سرپوش کے نیچے سے ایک پیالہ نکال لے۔ کنیز نے ایک پیالہ نکال کر سامنے رکھ دیا۔ اس کی شراب سرخ تھی۔ دوسرے پیالے میں سبز شراب تھی۔

''بس تو جا۔'' اس نے کنیز سے کہا اور کنیز چلی گئی۔ اِتھا مسکراتے ہوئے میری جانب دیکھنے لگی۔

''فیصلہ تمہارے حق میں ہوا ہے۔'' اس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔'' میں نے کہا۔

''رات کا پہلا دور تمہارے ساتھ ...... اور دوسرا اس نوجوان کے ساتھ، ہاں تم دونوں کے نام کیا ہیں۔؟''

''میرا نام میکارا...... اور یہ لیپاس۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو میکارا۔ سرخ شراب تمہارے نام کی تھی اور سبز لیپاس کے لئے۔ کنیز نے سرخ جام اٹھایا اس لئے رات کا پہلا دور تمہارے ساتھ۔ لیپاس رات کا بقیہ حصہ میرے ساتھ گزارے گا۔''

''اوہ۔'' میں نے طویل سانس لی۔'' یہ بھی اچھا ہی ہوا۔'' میں نے شرارت آمیز نگاہوں سے لیپاس کی طرف دیکھا اور اس نے شرماتے ہوئے انداز میں نگاہیں جھکا لیں۔ وہ اس بے باک عورت کی مانند نہ تھی۔

''آؤ میکارا۔ تمہاری قربت میرے ذہن کو جلا رہی ہے۔ آؤ۔ ہم تنہائی میں چلیں۔ میں خوفزدہ بھی ہوں نہ جانے کب ایذاس کی طرف سے طلبی ہو جائے۔''

اور میں معذرت آمیز نگاہوں سے لیپاس کو دیکھتا ہوا اٹھ گیا۔

''کنیزیں تمہارا دل بہلائیں گی لیپاس۔ لیکن تم آدھی رات تک سونے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہاں آرام کر سکتے ہو اور کوئی کنیز اس وقت تک تمہارے قرب سے لطف اندوز نہیں ہو سکتی جب تک تم میری خلوت سے نہ نکل جاؤ اس لئے خیال رکھنا۔'' اِتھا نے کہا اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے سے باہر نکل آئی۔

پورے مکان کی طرح اِتھا کی خواب گاہ بے حد حسین تھی۔ صحیح معنوں میں عیش کی زندگی گزار رہی تھی یہ عورت۔ خواب گاہ کی چوڑی نرم مسہری پر بیٹھ کر اس نے طویل انگڑائی لی اور اس کے سارے عضو نمایاں ہو گئے۔ میں نے بھرپور انداز میں پذیرائی کی تھی۔

''بوڑھے اور لجلجے بدن والے ایذاس نے میرے جذبات میں زنگ لگا دیا ہے میکارا۔ اسی لئے تمہاری بھرپور جوانی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ ہو سکتا ہے ایذاس مجھے اس رات کی سزا دے لیکن اس کے باوجود میں خود کو نہیں روک سکتی۔''

''اگر یہ سزا ہماری طرف منتقل کر دی گئی تو کیا ہوگا۔اتھا۔'' میں نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ مجرم میں ہوں جس کے گواہ ڈ پاس اور دوسرے لوگ ہیں۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اس لئے سزا صرف مجھے مل سکتی ہے لیکن کس کی مجال ہے کہ ایسا کرے۔ وہ جانتے ہیں کہ ایذاس دیوتا بستر پر میرا غلام ہوتا ہے اور جب اس کا غصہ فرو ہو جائے گا تو میرا انتقام کتنا بھیانک ہوگا۔''

''ایذاس کہاں رہتا ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''پرانے معبد میں۔ جو ڈیاس پہاڑ پر ہے۔ وہ مجھے روز طلب بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی ہڈیوں کی جان نکلتی جا رہی ہے۔'' اتھا نے کہا اور مجھے بھی اسی عورت کی بے باکی پر حیرت ہونے لگی۔ وہ کسی طور عورت کی باتیں نہیں کر رہی تھی لیکن بہرحال کام کی عورت تھی اور میں اسے ایسے انداز میں خوش کرنا چاہتا تھا کہ وہ میری غلام بن جائے۔

اور پروفیسر صدیاں گواہ ہیں، میری عورت نے کبھی زندگی میں دوسرے مرد کے بارے میں نہیں سوچا۔ میں نے تو عورت کی ایسی ایسی قسمیں دیکھی تھیں جو نہ جانے کیا تھیں۔ پھر میری نگاہ میں اتھا کی کیا حیثیت ہوتی۔ میں عورت کی ایک ایک رگ سے واقف تھا۔ کیا مجال تھی جو اتھا چونک چونک نہ پڑتی، کیا مجال تھی پروفیسر کہ اتھا پاگل نہ ہو جاتی۔

اور وہی اتھا تھی جو خود کو کوئی شے سمجھتی تھی۔ یہ وہی اتھا تھی جس کے چہرے پر جوانی تمتما رہی تھی لیکن اب اس کے چہرے کی قندیل بجھ چکی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں مستقبل تڑپ رہا تھا اور پھر وہ گفتگو شروع ہوگئی جس کے لئے میں تیار تھا۔

''آہ میکارا۔ آہ میرے دیوتا تم کیا ہو۔ آؤ تم دنیا کے سب سے انوکھے مرد ہو۔ میکارا...... میکارا...... اب تو...... اب تو جینے کی تمنا ہی نہیں رہی۔ میکارا اب تو تمہارے بنا زندگی گزارنے کا تصور بھی ناممکن ہے۔ میکارا...... میکارا...... یہاں سے کبھی جانے کی کوشش مت کرنا۔ میرے میکارا، اگر کہیں جاؤ تو مجھے ساتھ لے چلنا میں تمہاری غلامی میں پوری زندگی بسر کر دوں گی۔''

''رات کافی گزر چکی ہے اتھا۔ کیا تم لیپاس کو نہ بلاؤ گی۔؟''

''لیپاس...... وہ...... وہ...... تمہارے قدموں کی خاک بھی نہیں ہے۔ اب میں تمہارے علاوہ دنیا کے ہر مرد سے نفرت کرتی ہوں۔ میکارا، مجھے اپنے بازوؤں میں بھینچ لو تاکہ یہ تصور میرے ذہن سے مٹ جائے کہ کبھی تم مجھ سے دور بھی ہو سکتے ہو...... مجھے اپنے بدن میں سمو لو میکارا۔ مجھے اپنی روح کا ایک جزو بنا لو۔'' وہ بے پناہ چاہت کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئی۔

''لیکن ایذاس۔ اس کا کیا کرو گی۔''

''میں اس سے فریب کروں گی میکارا۔ اب تو مجھے اس سے اور شدت سے نفرت ہوگئی ہے۔ کچھ کرو میکارا۔ اب یہاں سے جانے کا خیال ذہن سے نکال دو۔''

''یہ کیسے ممکن ہے اتھا۔؟''

''کیوں...... کیوں ممکن نہیں ہے۔ نہیں میکارا۔ اب تم یہاں سے نہیں جا سکو گے۔ میں...... میں خودکشی کر لوں گی۔ میں مر جاؤں گی میکارا۔''

''تب تمہیں میرے لئے کچھ کرنا پڑے گا اِتھا۔ میں تمہارے پاس رہ سکتا ہوں۔'' میں نے کوڑی پھینک دی۔

''میں تمہارے لئے دنیا کا ہر کام کرسکتی ہوں میکارا۔ بولو۔ بتاؤ میری زندگی۔'' وہ میرے بدن کے ایک ایک حصے کو چومتی ہوئی بولی۔

''میرے ساتھی یہاں کتوں کی طرح قید کر دیئے گئے ہیں۔ میں انکی رہائی چاہتا ہوں۔ انہیں رہا کر کے جہاز میں واپس کر دیا جائے، لیپاس کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا جائے۔ میں تمہارے پاس رہ جاؤں گا۔''

''بڑی آسانی سے..... بڑی آسانی سے یہ سب کچھ کر دیا جائے گا میکارا۔ اس میں کوئی دقت نہ ہوگی مجھے۔ میں کل صبح ہی احکامات دیدوں گی۔ زوپاس بزدل کتے کی کیا مجال ہے جو میرے حکم سے سرتابی کرے۔'' اِتھا نے کہا اور میں نے اسے اور زور سے بھینچ لیا۔ میرا کام بن گیا تھا لیکن ابھی کچھ اور باقی تھا۔ ابھی کہانی کو ایک نیا رخ اختیار کرنا تھا۔

اِتھا میری آغوش میں مدہوش تھی کہ دروازہ کھلا، اور کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ہماری خواب گاہ میں گھس آئے۔ ان میں بدبخت زوپاس بھی تھا، چینڈو بھی..... اور سب سے آگے..... ایک لمبے قد کا دبلا پتلا بوڑھا بھی تھا جس کا حلیہ انتہائی عجیب تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی ایک لمبی چھڑی تھی۔ اِتھا بھی چونک پڑی۔ اس کی نگاہ بوڑھے پر پڑی اور اس کے منہ سے دہشت زدہ آواز نکلی۔

''ایذاس.....''

☆.....☆.....☆

ایذاس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں ..... وہ خونی نگاہوں سے اِتھا کو اور مجھے دیکھ رہا تھا..... گو اِتھا نے بہت سی باتیں کی تھیں..... مجھے بتایا تھا۔ گو ایذاس دیوتا ہے لیکن بوڑھا اس کا غلام ہے اور وہ اس سے بالکل خوفزدہ نہیں ہے لیکن اس وقت اس کی جو حالت تھی اسے دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اِتھا اتنی بہادر نہیں ہے جتنا خود کو ظاہر کر رہی تھی۔ ایذاس کو دیکھ کر جیسے اس کے بدن کا خون سوکھ کر رہ گیا تھا۔

''اِی..... تھا۔'' ایذاس کی جاندار آواز ابھری لیکن اِتھا بدستور سکتے کے عالم میں پڑی رہی۔ میں البتہ اٹھ گیا تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ حالات کا اندازہ کروں۔ ابھی ان حضرت سے الجھنے میں فائدہ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ چنانچہ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

''وہ تجھ سے زیادہ جرأت مند ہے اِتھا ورنہ شاید اس لئے کہ..... وہ ایذاس سے واقف نہیں ہے لیکن تو تو ایذاس کو بخوبی جانتی ہے۔ کیا تیرا خیال تھا کہ آسمانوں کے عقیدے حل کرنے والے کو لیبورنیس کی ایک ذلیل رقاصہ دھوکہ دے سکے گی۔'' ایذاس نے کہا اور اِتھا نے ایک گہری سانس لی۔

اس کے چہرے کے تاثرات بدلے اور پھر ان میں تیکھا پن آنے لگا۔ پھر وہ اٹھی جیسے جاگ اٹھی ہو۔

تب وہ تن کر ایذاس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''تو نے..... تو نے ان سب کے سامنے میری توہین کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے ایذاس۔ یہ جو تیرے ادنیٰ غلاموں میں سے ہیں۔ کیا میں تجھے

یاد دلاؤں کہ میں تیری محبوبہ ہوں۔ کیا میں تجھے یاد دلاؤں کہ ایذا اس کی محبوبہ کا درجہ ان کتوں سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ کیا میں تجھے بتاؤں کہ میرے ایک اشارے پر، تیری مدد سے ان کی گردنیں ان کے شانوں سے اتاری جا سکتی ہیں۔ کیا میں تجھے بتاؤں کہ یہ حق..... تیرا ہی دیا ہوا ہے۔'' اسحا نے زہریلے لہجے میں کہا اور بوڑھے ایذا اس کی شکل دیکھنے لگی۔

لیکن بوڑھے کے قہر و غضب میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی البتہ اس کے غصے میں بھی ایک پراسرار سا ٹھہراؤ تھا اور میں جانتا تھا کہ ایسے خطرناک انسان کس قدر خطرناک ہوتے ہیں۔

''ہاں۔ یہ سب کچھ درست ہے اسحا۔ تیری ایک ایک بات ٹھیک ہے لیکن اس وقت سے پیچھے چلی جا۔ جب میں نے تجھے دیکھا تھا... تو کیا تھی..... ایک معمولی رقاصہ..... تجھے تیری ماں نے زمین کے نیچے پرورش کیا تھا کہ تیرا حسن یکتا تھا..... اور کیا تیری ماں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ تجھے تیرے حسن کی پوری قیمت ملے اور کیا لیبورنیس کی مکمل حکمرانی تیرے حسن کی پوری قیمت نہ تھی۔ یہ نہ بھول اسحا کہ اس سے قبل، جب تو رب اوساس کے معبد میں ایک رقاصہ کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی تو صرف لیبورنیس کی ایک معمولی عورت تھی۔ یہ رب اوساس کی آنکھ تھی جس نے تجھے دیکھا..... اور تیرے مرتبے کو بلند کرنے کی ہمیں ہدایت کی گئی۔ سو ہم نے تجھے محبوبہ بنا لیا..... اور جو ایذا اس کی محبوبہ ہو اسے کتنا بلند ہونا چاہئے لیکن غداری کی مرتکب ہو کر کیا تو اپنا سارا وقار کھو چکی ہے۔''

''تو کیا تو نے اپنی نگاہوں میں میری حیثیت ختم کر دی ہے ایذا اس۔؟'' اسحا نے زہریلے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔ تجھے اس حال میں دیکھ کر۔''

''اور کیا اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی۔؟''

''اس کا فیصلہ تجھ سے خلوت میں ہوگا۔''

''نہیں۔ فیصلہ ابھی ہوگا کیونکہ تو نے مجھے ادنیٰ لوگوں کے سامنے ذلیل کیا ہے۔''

''انہی ادنیٰ لوگوں نے مجھے تیری غداری کی اطلاع دی ہے۔'' ایذا اس نے کہا۔

''تب انہی ادنیٰ لوگوں کے سامنے تو مجھے موت کی سزا دے تاکہ ان کی وہ خواہش پوری ہو جائے جس کی تکمیل کے لئے یہ تیرے پاس گئے تھے۔ میں انہی کے سامنے تیرے عتاب کا شکار ہونا چاہتی ہوں۔''

''نہیں۔ میں خلوت میں.....؟'' ایذا اس نے کہنا چاہا۔

''ہرگز نہیں۔ تو یہیں میری سزا کا اعلان کرتا کہ میں تیری خلوت کی کہانی عام کر دوں۔ مجھے بھی تو کچھ کہنے کا موقع دے ایذا اس۔ اور ان کے سامنے جو میرے دشمن ہیں، صرف اس لئے کہ میں نے ان کا کہنا نہیں مانا۔''

''کہا نہیں مانا۔؟'' ایذا اس چونک پڑا۔

''ہاں۔ زوپاس۔ بوڑھے مریل گدھے نے ہمیشہ تجھے کوسا کہ تیری نگاہ میرے اوپر کیوں پڑ گئی..... اور یہ ہمیشہ مجھے ترغیب دیتا رہا کہ میں

تجھ سے پوشیدہ اس کی خلوت آباد کردں......اور جب میں نے انکار کیا تو آج اس نے میری لغزش سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔''

''نن۔نن۔نہیں یہ غلط ہے۔یہ غلط ہے۔'' زد پاس کانپ کر بولا۔

''اگر یہ غلط ہے تو......تو کانپ کیوں رہا ہے زد پاس۔بول پھر تجھے کیا پڑی تھی کہ تو جا کر ایذاس کو لے آیا۔؟''

''یہ......یہ میرا فرض تھا کہ میں ایذاس دیوتا کو تیری لغزش سے باخبر کردوں۔اگر میں یہ بات تیری خاطر اس سے پوشیدہ رکھتا تو گناہ کا مرتکب ہوتا۔کل جب ایذاس دیوتا مجھ سے سوال کرتا کہ میں نے اس سے غداری کیوں کی تو میں کیا جواب دیتا۔'' زد پاس جلدی سے بولا۔

''میں جانتی ہوں بڈھے سانپ......تو بے حد چالاک ہے لیکن میں تجھ سے کچھ نہ کہوں گی۔میں فیصلہ چاہتی ہوں ایذاس۔'' ا-تھا بولی۔

''تیرا فیصلہ معبد میں ہوگا۔پہلے میں اس احمق کو اس کی حماقت کا مزہ چکھادوں جس نے یہ جاننے کے باوجود کہ ا-تھا میری محبوبہ ہے، اسے آغوش میں لینے......کی جرأت کی۔'' ایذاس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔تب میں ہنس پڑا اور میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''انوکھی بات ہے ایذاس......تو سزا اسے دے رہا ہے جس کا کوئی قصور نہیں ہے۔پوچھ زد پاس سے......کیا میں نے ا-تھا کی آغوش میں آنے کی جرأت کی تھی؟ کیا میں نے ا-تھا کے آنے کے بعد بھی زد پاس سے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مجھے جانے کی اجازت دے۔میں ا-تھا کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا۔''

''کیا اس نے یہ کہا تھا۔؟'' ایذاس نے پوچھا۔

''مجھے......مجھے یاد نہیں۔''

''تو کیسا دیوتا ہے ایذاس۔تجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ کوئی تیری محبوبہ کی آغوش میں ہے۔اگر یہ لوگ تجھے نہ بتاتے تو تجھے کبھی پتہ نہ چلتا......اور تجھے ان کا کیا پتہ چلتا ہوگا جو تیرے خلاف نہ جانے کیا کیا کرتے رہتے ہیں۔''

''کیا کہنا چاہتا ہے تو؟'' ایذاس دہاڑا۔

''یہی کہ تو ساری باتیں دوسروں سے معلوم کرتا ہے، جو دل چاہتا ہے دوسرے لوگ کہہ دیتے ہیں۔دیوتا ہو کر تیرا علم ناقص ہے اور تو کسی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا......اور تم لوگ......معلوم ہوتا ہے لیموریس احمق گدھوں کی بستی ہے......کوئی نہیں سوچتا......بس اندھے اقدام ہوتے ہیں......ارے تم لوگوں نے ایسے لجلجے بوڑھے کو دیوتا کیوں بنا دیا ہے جسے کچھ بھی نہیں معلوم۔''

یہ الفاظ میں نے زد پاس اور اس کے ساتھ آنے والوں کو دیکھ کر کہے تھے۔

''خاموش رہ گستاخ......تو نہیں جانتا تجھے تیری گستاخی کی کتنی بڑی سزا ملے گی۔''

''یہ سزا بھی تو انہی لوگوں سے دلوائے گا ایذاس۔کیونکہ تو خود تو ایک عورت کو مطمئن کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ایذاس چراغ پا ہو گیا۔

''دیکھ......دیکھ اے گستاخ بے ادب......میں کیا قوت رکھتا ہوں۔'' ایذاس نے کہا اور اس نے اپنی لمبی چھڑی کا رخ میری طرف کر دیا۔

زوپاس اور دوسرے لوگ سہمے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گئے۔

چھڑی سے لمبے لمبے نارنجی شعلے نکلے اور میرے بدن کی جانب لپکے۔ کمرے کی فضا ایکدم گرم ہوگئی۔ نہ جانے کیسی آگ تھی۔ بلاشبہ پروفیسر وہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ بلاشبہ اس کی زد میں آنے والی ہر شے آن کی آن میں خاکستر ہو جاتی...... لیکن...... تم جانتے ہو پروفیسر ...... کہ آگ سے میری دوستی کتنی پرانی ہے۔ یہ کہیں بھی ہو، کسی بھی شکل میں ہو، میرا ہمیشہ خیال رکھتی ہے، اس کے شعلوں میں میرے لئے ہمیشہ محبت ہوتی ہے۔ سو کسی پالتو کتے کی مانند جو اپنے آقا سے بے پناہ محبت کرتا ہو، آگ کے شعلوں نے میرا بدن چاٹنا شروع کر دیا اور چونکہ یہ مخصوص آگ سخت حدت رکھتی تھی اس لئے میرے بدن میں سرور کی لہریں دوڑنے لگیں۔

میرے رنگ کو کچھ اور جلا مل گئی...... اور تب...... ایذا اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسروں کی طرف دیکھا اور پھر اپنی چھڑی کی طرف۔

''دیکھا...... دیکھا تم نے...... اس کا قہر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اب تم سب کو میرا قہر برداشت کرنا پڑے گا۔ بولو زوپاس۔ مجھ سے معاہدہ کرو۔ میں تمہیں اس جھوٹے دیوتا سے نجات دلا سکتا ہوں۔ میں تمہاری حیثیت بحال کر سکتا ہوں۔ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں۔ میں اس سے زیادہ بااثر ہوں۔''

''بکومت۔ گرفتار کرلو اسے۔'' پینڈو نے باہر رخ کر کے آواز لگائی اور بہت سے لوگ اندر گھس آئے۔

ایک لمحے کے لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میرے دل میں جوش ابھرا لیکن ابھی مصلحت اسی بات میں تھی کہ خاموشی سے گرفتار ہو جایا جائے ورنہ وہ مصیبت میں پھنس جاتے جو ان کی قید میں تھے۔

میں نے خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا۔ پینڈو ان لوگوں میں پیش پیش تھا البتہ زوپاس ساکت کھڑا تھا۔

''لے جاؤ اسے۔ سخت قید میں رکھو۔ میں بہت جلد اس کا فیصلہ کروں گا۔''

''میرا ساتھی کہاں ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ...... ہاں...... اس کا ساتھی بھی ہے...... اسے دیکھو۔'' پینڈو نے کہا اور دوسرے لوگ کمرے کی طرف دوڑ پڑے۔ تب مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اس وقت جلد بازی کر گیا تھا ورنہ ان لوگوں کی توجہ صرف میری طرف تھی۔

بہر حال وہ مجھے گرفتار کر کے لے چلے اور میں خاموش رہا۔ شاید لیپاس چالاکی سے کام لیکر نکل گئی تھی کیونکہ وہ اس کی تلاش میں بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔

مجھے ایک پہاڑی ٹیکرے پر بنے ہوئے قید خانے میں قید کیا گیا تھا تاکہ میں دور دور سے لوگوں کی نگاہ میں رہوں۔ اس قید خانے کی دیواریں میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں لیکن ابھی صبر کی ضرورت تھی۔ تب میں نے سوچا کہ بہر حال میں آزاد ہوں۔ انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھے لیتا ہوں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ جب کوئی کام نہ بنا تو پھر دیکھ لوں گا۔

اور میں انتظار کرتا رہا۔

البتہ مجھے لیپاس کی فکر تھی۔ اس کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ میں اس کے لئے فکرمند ہو گیا تھا۔

اور وقت گزرتا رہا..... رات ہو گئی..... پھر صبح ہو گئی..... مجھے کسی نے نہ پوچھا البتہ نکیری کے چاروں طرف لوگوں کی آوازیں بھی آتی رہی تھیں۔ وہ رات کو بھی میرے خوف سے جاگتے رہے تھے۔ غالباً میرے اوپر پہرے کی سخت ہدایت تھی۔ دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور تب مجھے وحشت ہونے لگی۔

آج رات اور گزار لی جائے۔ کل صبح کچھ کرنا ہوگا۔ بس اس سے زیادہ برداشت کی قوت میرے اندر نہیں تھی اور میں بے چینی سے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

لیکن رات کا آخری پہر تھا میرے قید خانے کا دروازہ کھولا گیا اور چند سپاہیوں نے اندر جھانکا۔ پھر ان میں سے ایک کی آواز سنائی۔

''ہاں۔ وہ جاگ رہا ہے۔''

''تب مجھے اندر جانے دو۔'' یہ اتھا کی آواز تھی جسے میں صاف پہچان گیا۔

''لیکن مقدس دیوتا..... چینڈو کی ہدایت ہے کہ اندر کسی کا سایہ تک نہ جائے۔''

''کتو۔تم..... چینڈو کو مجھ پر فوقیت دے رہے ہو۔ تم میرے اور چینڈو کی حیثیت کا فرق نہیں سمجھتے۔'' اتھا کی غراہٹ سنائی دی اور سپاہی سہم گئے۔ درحقیقت ان چاروں کو اتھا اور ایذا اس کے درمیان کی خلیج کا ابھی علم نہیں ہوا تھا۔

اتھا اندر آ گئی اور اس نے سپاہیوں سے دروازہ بند کرنے کے لئے کہا۔ سپاہیوں نے دروازہ بند کر دیا اور اتھا دوڑتی ہوئی میرے پاس پہنچ گئی۔ اس نے اچھل کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور میرے چہرے کو جگہ جگہ سے چومنے لگی۔

''اعتراف کرتی ہوں میکارا کہ تمہیں چاہنے والی تمہارے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہ سکتی۔ آہ اب تمہارے بغیر ساری دنیا میری نگاہوں میں ہیچ ہے۔ سچ اگر تم نہ ملو تو موت ہی سب سے پرسکون ہوگی۔'' اس نے اظہار عشق شروع کر دیا جو اس وقت میرے لئے زیادہ دلچسپ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی باتوں سے بے زار ہو کر پوچھا۔

''تمہیں یہاں تک آنے کی اجازت کیسے مل گئی۔؟''

''اجازت کا کیا سوال۔ مجھے کون روکتا۔''

''تو ایذا اس نے تمہارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا۔؟''

''کر بھی نہیں سکتا۔ میرے بدن کا قیدی ہے۔ ہاں اسے اس بات کا شدید رنج ہے کہ میں نے اس کی محبت ٹھکرا کر تمہارا پیار قبول کیا۔ اس نے مجھ سے اجتناب کیا ہے۔''

''بس۔؟'' میں نے پوچھا۔

''اس کے علاوہ وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا میرا'' اِتھا مسکراتے ہوئے بولی۔

''لیکن تمہاری وجہ سے میں پھنس گیا تھا۔''

''اسی لئے تمہارے پاس آئی ہوں۔''

''کیا مطلب۔؟''

''میری خاطر.....میرے پیار کی خاطر... چندروز کی قید قبول کرلو۔اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو میں اسی کے حکم سے تمہیں رہا کرا دوں گی۔ویسے وہ تمہاری طرف سے الجھن میں مبتلا ہے۔اسے شدید حیرت ہے کہ اس کی معجزاتی آگ نے تمہیں نقصان کیوں نہیں پہنچایا....؟ اور اس بات پر بھی میں حیران ہوں میکارا جبکہ میں نے اس چھڑی کے شکار دیکھے ہیں،ان کے بدن کی کھال یوں سلگ اٹھتی ہے جیسے سوکھی لکڑی۔'' اِتھا نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرتے اور اسے جگہ جگہ سے چومتے ہوئے کہا۔

''میرا ساتھی کہاں ہے اِتھا۔؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''کون،لیپاس۔؟''

''ہاں۔میں اس کے لئے سخت پریشان ہوں۔''

''وہ کافی چالاک ہے۔میری کنیزوں نے موقع کی نزاکت دیکھتے ہی اسے چھپا دیا تھا لیکن پینڈ داور زدپاس کی رہنمائی پر سپاہیوں نے اسے تلاش کیا تو وہ اس جگہ سے بھی غائب تھا جہاں کنیزوں نے اسے چھپایا تھا۔''

''اوہو....پھر۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''میرا خیال ہے.....وہ ابھی تک سپاہیوں کو نہیں مل سکا۔''

''گویا سپاہی اسے تلاش کر رہے ہیں؟'' میں نے تلملاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔یقیناً۔چینڈ داور زدپاس بڑے کینہ پرور انسان ہیں۔وہ جس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اسے نہیں چھوڑتے۔''

''میں ان دونوں کی ہڈیاں چبا دوں گا اگر میرے ساتھی کو کوئی نقصان پہنچا۔''

''تم اسے بہت چاہتے ہو۔؟'' اِتھا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔میں اسے بہت چاہتا ہوں۔''

''تب.....میں تمہارے لئے اسے تلاش کراؤں گی۔تم بے فکر رہو۔میں اس کی پوری پوری مدد کروں گی مگر تمہیں ایک وعدہ کرنا پڑے گا۔''

''کیسا وعدہ۔؟''

''تم چندروز... صرف چندروز تک یہاں سے فرار کی کوشش نہیں کرو گے۔صرف اس وقت تک جب تک میں اس بوڑھے گدھ کو رام نہ کرلوں۔مجھے یقین ہے کہ میں نہ صرف اسے رام کرلوں گی بلکہ تمہارے حق میں بہتر فیصلے کراؤں گی۔''

اور میں دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔ فیصلے کرنے کا حق تو مجھے ہے احمق لڑکی۔۔۔ فیصلے تو میں کرتا ہوں لیکن بدبختی کہہ لے یا پھر خطرات پسندی۔ میں ان لوگوں کے لئے یہاں قید ہوں جو جہاز سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں صرف ان کی وجہ سے پریشان ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔

''وعدہ کرتے ہو میکارا۔؟''

''ٹھیک ہے۔''

''شکریہ میری جان۔۔۔ میں تمہارے لئے تڑپ رہی ہوں۔ تمہارے بغیر تو اب آنکھوں میں روشنی ہی نہ رہے گی۔ تم دیکھنا۔ میں تمہارے لئے کیا کرتی ہوں۔ سنو میکارا۔ ابھی وعدہ تو نہیں کرتی۔۔۔ لیکن۔۔۔ ایک نہ ایک دن تمہیں لیبورنیس میں کوئی بڑا عہدہ دلواؤں گی، اور تم تائیورس کی مہربانیوں کو بھول جاؤ گے۔ یہ میرا وعدہ ہے۔''

میں نے گردن ہلا دی۔ اس بے وقوف عورت سے اس سے زیادہ بات کرنا حماقت تھی۔

پھر اتھا مجھے بہت سے پیار کر کے چلی گئی اور میں خیالات میں ڈوب گیا۔

لیکن اس کے بعد مجھے باقاعدہ کھانا پیش کیا گیا۔ غالباً اتھا انہیں ہدایت کر گئی تھی۔

کسی مست ہاتھی کو لکڑی کے کمزور پنجرے میں قید کر لیا جائے تو اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ جو بندشیں اتھا میرے اوپر لگا گئی تھی وہ بہت سخت تھیں لیکن بہرحال مصلحت کے تحت سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

میں بھی مصلحت کوش ہو گیا تھا۔ مجھے بھی مصلحت سے کام لینا تھا۔ یوں پروفیسر میری قید کو پورے چھ دن گزر گئے۔ اس رات کے بعد اتھا بھی مجھ سے ملنے نہ آئی۔ میری کیفیت اب جنون میں بدل رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں۔ لیبورنیس کے لوگ یوں نہیں مانیں گے۔ ان کے ساتھ کوئی برا سلوک کرنا ہی پڑے گا۔ رہ گئے جہاز والے۔۔۔ تو بہرحال وہ بھی مصیبت میں پھنس چکے تھے۔ اب ان کے ساتھ جو بھی سلوک ہو۔

ساتویں رات اتھا پھر میرے پاس آئی۔ لیکن اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف جاگزیں تھا اور ایک سپاہی اسے خاموشی سے اندر چھوڑ گیا تھا۔ اندر آتے ہی وہ مجھ سے لپٹ کر سسکنے لگی۔

''آہ میکارا۔۔۔۔ حالات بدل گئے۔ آہ میری جان، ذلت و رسوائی اب میرا مقدر بن گئی۔ تم جانتے ہو۔ میں یہاں کیسے آئی ہوں۔'' اس نے روتے ہوئے کہا۔

میں ساکت نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ایک افسر کو اپنے بدن کی رشوت دے کر۔۔۔۔ ورنہ اب میری حیثیت وہ نہیں رہی جو تھی۔ میں۔۔۔ میں بہت رسوا ہوئی ہوں میکارا۔ میں، میں، کمبخت زوپاس نے مجھ سے سارے بدلے لے لئے ہیں۔'' وہ سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی اور میں پتھرائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میں اس سے آگے کی باتیں جاننا چاہتا تھا۔

''اور..... اور میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے کیا ہے میکارا۔ آہ.. مجھے دیکھو.. میں جس نے دوسروں کے سر ہمیشہ نخوت سے ٹھکرائے ہیں۔ آج چاروں طرف سے میرے اوپر ٹھوکریں پڑ رہی ہیں۔''

''میرے ساتھیوں کا کیا حال ہے ایتھا..؟'' میں نے برف کی طرح سرد لہجے میں پوچھا۔

''تمہارے لئے بہت بری خبریں ہیں میکارا۔ تمہیں سخت افسوس ہوگا۔''

''کیا تم بتانا پسند کرو گی۔؟'' میں نے اسی انداز میں کہا۔

''پینیڈو..... آہ..... بکری پچھوا..... بڑا ہی نمک حرام..... بڑا ہی خونخوار ہے۔ زدپاس خود اس سے خوفزدہ رہتا ہے۔ پینیڈو نے تجویز پیش کی اور زدپاس نے جہاز کے سارے قیدیوں کو ڈیکوریم میں بلوادیا اور ڈیکوریم کی موت بڑی اذیت ناک ہوتی ہے۔ ہیں جنگلی بھینسے۔ ہیں سوراخوں سے نکلے اور جہاز والوں پر پل پڑے..... اُف..... ایسے خونخوار بھینسے تم نے نہ دیکھے ہوں گے لیکن لیبورنیس کے وحشی لوگوں کے لئے یہ ایک عمدہ کھیل ہے۔ بھینسوں نے ان کے بدن کی ہڈیاں چٹخانا شروع کر دیں۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ نہتے انسانوں نے نو بھینسے ہلاک کر دیئے۔ اگر ان کے پاس ہتھیار ہوتے تو شاید بھینسوں میں سے ایک بھی نہ بچتا..... اور اب..... بات الٹی ہوگئی ہے..... یعنی جہاز والوں میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچا۔''

میں نے سکون سے یہ کہانی سنی۔ ایتھا کو بھی میرے سکون پر حیرت تھی۔ پھر میں نے اسی پرسکون انداز میں پوچھا۔ ''میرے دوست لیپاس کا بھی کچھ پتہ چلا۔؟''

''تمہارا دوست۔؟'' ایتھا کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''یا..... تمہاری محبوبہ؟'' اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں چونک پڑا لیکن میں نے اپنے چہرے سے کسی قسم کے تاثرات کا اندازہ نہیں ہونے دیا۔ ویسے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ بالآخر لیپاس کا راز طشت از بام ہو ہی گیا۔

''کیوں میکارا۔ کیا وہ تمہاری محبوبہ تھی۔؟''

''تھی سے کیا مراد ہے۔؟'' میں پھر چونک پڑا۔

''سو اس کی کہانی یوں ہے..... کہ وہ جو کوئی بھی تھی بہت چالاک تھی۔ یہاں وہ نوجوان لیپاس کی حیثیت سے سامنے آئی تھی۔ سو میری کنیزوں نے جب اسے چھپایا تو سپاہیوں کو دیکھ کر وہ وہاں سے فرار ہوگئی اور اس نے پوشیدہ رہنے کا فیصلہ کیا کہ وہ اصل رنگ میں آجائے اور وہ عورت بن گئی۔ اس نے ایک ستم رسیدہ عورت کی حیثیت سے لیبورنیس کے ایک وحشی کے گھر پناہ لی۔ لیکن بدقسمت لڑکی نہیں جانتی تھی کہ لیبورنیس کے مرد کتوں سے بھی زیادہ بدخو اور ذلیل نفس ہیں۔ لیبورنیس کے وحشی نے اسے دیکھا اور یہ ان میں سے ایک تھا جس نے لیپاس کو اس سے قبل بھی دیکھا تھا۔ بدبخت پہچان گیا۔ اس نے اظہار کیا کہ وہ اسے پہچان گیا ہے۔ اگر لیپاس مرد کی حیثیت سے اسے قبول ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کا راز کھول دے گا۔ لیپاس نے اسے احمق بنایا لیکن چالاک وحشی اس کے ارادے کو بھانپ گیا اور اس نے پینیڈو کو اطلاع دے دی۔ چنانچہ پینیڈو نے اسے گرفتار کر لیا۔ سب کی نیت حسین لیپاس پر خراب تھی۔ یہاں تک کہ زدپاس کی بھی۔ لیکن بات چونکہ ڈھکی چھپی نہیں تھی اس لئے زدپاس اسے ہضم نہ کر سکا اور اسے

ایڈ اس کو بھی اطلاع دینا پڑی۔ تب ایڈ اس نے فیصلہ کیا کہ چونکہ میکارا کی محبوبہ نے اس کی محبوبہ سے ہم آغوشی کی ہے اس لئے اب لیپاس پر اس کا حق بن گیا اور اس حق کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ سو ایڈ اس جسے چاہے وہ اس کے معبد میں نہ پہنچ پائے، ایسا نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا۔ لیپاس کو ایڈ اس کے معبد میں پہنچا دیا گیا..... اور..... اس کے بعد کچھ بہت ہی بری کہانیاں سنی گئیں۔''

''وہ کیا۔؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔ میرے دماغ میں انگارے دہک رہے تھے۔

''ایڈ اس کا معبد پہاڑوں کی ان بلندیوں پر ہے جن کے دوسری سمت سمندر ہے۔ چنانچہ لیپاس نے ان بلندیوں سے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور سمندر آدم خور مچھلیوں کا مسکن ہے۔ مچھلیوں نے اس کی ہڈیاں تک چباڈالیں۔ صرف اس کا خون آلود لباس ہی مل سکا جو نہ جانے کس طرح مچھلیوں کے پیٹ میں جانے سے بچ گیا۔''

صدیوں کا ظرف میرے سینے میں سمایا ہوا ہے پروفیسر..... میں سمندر ہوں اور سمندر پرسکون رہتا ہے۔ ہاں کبھی کبھی اس کی تہہ میں طوفان اٹھتے ہیں لیکن اس کی سطح ساکت ہی رہتی ہے۔ یہی سمندر کا ظرف ہے۔

اور میں نے بھی اسی ظرف کا مظاہرہ کیا۔ میں خاموشی سے قید خانے کی دیوار سے ٹکا کھڑا رہا۔ ہاں میرے ذہن میں کچھ خیالات ضرور تھے اور وہ انوکھے خیالات تھے جو مجھے پریشان کر رہے تھے۔

لیپاس نے کہا تھا..... جب اس کا راز کھل جائے گا تو اسے مرنا پڑے گا۔ میں نے کہا تھا کہ میں دیوتاؤں کا پرتو ہوں میں اسے مرنے نہیں دوں گا لیکن دیوتاؤں نے مجھے شکست دی تھی۔ میں ان کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ وہ مجھے شکست کہاں سے دیتے۔ لیکن پھر میں لیپاس کی موت کو کیا سمجھتا..... اور اب..... اب مجھے دیوتاؤں سے انتقام لینا تھا۔

ہاں..... میری دشمنی اب دیوتاؤں سے تھی لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ اور لوگوں کو..... بھی سزا دینی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے کچھ اور بدبختوں کو بھی سزا دینی تھی۔ انہیں سزا دینا انتہائی ضروری تھا۔ انتہائی ضروری۔

''میں تمہاری کیفیت جانتی ہوں میکارا۔ کیا درحقیقت لیپاس تمہاری محبوبہ تھی۔؟''

''ہاں۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''مگر اس نے خود کو چھپایا کیوں تھا۔؟''

''زندگی کے لئے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

''اب تمہارا کیا ہوگا۔ میکارا اب تمہارا کیا ہوگا۔ سب ختم ہو چکے ہیں اب تمہاری باری ہے۔'' اینتھا نے بے چینی سے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اینتھا نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر بے چینی سے بولی۔

''میں تمہارے لئے سخت بے چین ہوں میکارلا۔''

''میرے لئے بے چین نہ ہو۔'' میں نے کہا۔

''تم شاید سنجیدگی سے ان کے بارے میں سوچ رہے ہو۔ پینیڈو، زوپاس اور ایذاس ... یہ سب ... یہ سب بے حد خطرناک ہیں۔ وہ تمہیں اذیت دے کر ماریں گے۔''

''ایک بات بتاؤ اینھا۔'' میں نے اس کی بات ان سنی کر کے کہا۔

''ہاں ... ہاں ... پوچھو۔''

''پینیڈو کہاں رہتا ہے۔؟''

''زوپاس کے محل کے دوسری جانب ... پتھروں کی عمارت اس کی ہے۔''

''کیا وہ ہر وقت وہاں ملتا ہے۔؟''

''تقریباً ... بشرطیکہ کسی ضروری کام سے کسی کے پاس نہ گیا ہو۔''

''اور زوپاس ...؟''

''اپنے محل میں۔''

''ایذاس کے بارے میں بھی بتادو ...''

''وہ پہاڑی پر بنے ہوئے معبد میں رہتا ہے ... لیکن اس کے لئے نیا معبد تیار ہو رہا ہے ... اس کے بعد وہ اس میں منتقل ہو جائے گا۔''

''تمہارے ساتھ وہ کیا سلوک کریں گے اینھا۔؟''

''میرے ساتھ ... اب اس جگہ میری کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔''

''لیکن ایذاس نے تمہیں کوئی سزا نہیں دی۔؟''

''وہ ... وہ بزدل ... آج بھی مجھ پر مرتا ہے ... اس نے مجھے ناقدری کی سزا دے کر ثابت کیا ہے کہ میری حیثیت اس کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے اور یہ کہ میں اس کی محبت میں داغ لگا کر کیا کھو دیا ہے ... یہ جان لو۔''

''ہوں ... گویا تمہاری زندگی محفوظ ہے۔؟''

''ہاں ... لیکن اس زندگی سے کیا حاصل۔''

''تمہارا مکان کہاں ہے اینھا۔؟''

''تم دیکھ چکے ہو۔''

''کیا تمہیں وہاں سے نہیں نکالا گیا۔؟''

''ابھی تک نہیں...... لیکن آئندہ دیکھیں...... کیا ہوتا ہے......؟''

''ٹھیک ہے...... آئندہ دیکھیں گے...... کیا ہوتا ہے...... اب تم جاؤ۔''

''کہاں جاؤں میکارا...... تمہارے بغیر......''

''میرا مشورہ ہے انتھا...... اپنے گھر واپس جاؤ...... اور خاموش بیٹھو، میں تم سے ملنے آؤں گا۔''

''تم...... تم...... لیکن میکارا...... وہ بہت جلد تمہارے بارے میں فیصلہ کرلیں گے۔''

''بہت جلد...... میں ان کے بارے میں فیصلہ کرلوں گا۔ اب تم جاؤ۔'' اس بار میں اپنی آواز کی غراہٹ کو نہیں روک سکا تھا...... اور اتنی تیز آواز کو انتھا نے حیرت سے سنا اور پھر وہ خاموشی سے باہر نکل گئی۔

میرے پورے بدن میں آگ سلگ رہی تھی...... خون کسی آتش فشاں کے ابلتے ہوئے لاوے میں تبدیل ہوگیا تھا...... اب تک ان لوگوں کی وجہ سے میں نے خود پر جبر کیا تھا...... لیکن اب کون تھا جس کی زندگی کا خوف مجھے بزدل بناتا...... اب میں ان وحشیوں کا دماغ درست کرنے کے لئے آزاد تھا۔ چنانچہ میں نے دل میں کچھ فیصلے کئے اور پھر میں قید خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

مضبوط دروازہ بند تھا...... میں نے اس پر دستک دی...... کئی بار زور زور سے دستک دینے کے بعد ایک محافظ نے دروازے کا چھوٹا سا خانہ کھولا اور اندر جھانکتے ہوئے ڈپٹ کر بولا۔

''کیا بات ہے...... کیوں دروازہ پیٹ رہے ہو...؟''

دروازے کا چھوٹا خانہ بہرحال اتنا بڑا ضرور تھا کہ میرا ہاتھ اس سے باہر نکل سکتا...... دوسرے لمحے میں نے ہاتھ نکال کر محافظ کی گردن پکڑ لی...... اور اس کے حلق سے کسی بطخ کی سی آواز نکلی...... میری آہنی گرفت نے اس کی گردن کی ہڈیوں کو ایک دوسرے سے چپکا دیا تھا اور وہ بڑی پرسکون موت مر گیا۔ تب میں نے پیچھے ہٹ کر داہنے شانے کی ٹکر دروازے پر ماری...... اور قید خانے کی دیواریں ہل گئیں...... دروازے کی کیا حیثیت تھی...... اس نے کسی چوٹ کھائی ہوئی مرغی کی طرح اپنی جگہ سے جست کی اور ان لوگوں پر جا پڑا، جو مرتے ہوئے محافظ کو دیکھ کر آگئے تھے۔

اور...... میں باہر نکل آیا۔

''بلاشبہ محافظوں کی ایک بڑی تعداد ٹیکرے کے چاروں طرف موجود تھی...... وہ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے...... ابھی انہیں اوپر کی واردات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہوا تھا۔

میں نے خونی نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر میں واپس عمارت میں چلا گیا...... دروازے کے نیچے دبے ہوئے محافظ اب چیخنے لگے تھے، لیکن مجھے ان کی پرواہ نہیں تھی...... میں نے ٹیکرے کا جائے وقوع دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے سامنے کی دیوار پر دونوں ہاتھ رکھے اور اسے زور سے دھکیل دیا۔

دیوار کی گول اینٹیں بکھر گئیں اور ٹیکرے سے نیچے پھسلنے لگیں...... پھر میں دوسری دیوار پر پہنچ گیا...... بڑی عمدہ ترکیب تھی...... نہ جانے

محافظوں کا کیا حشر ہوا تھا.... لیکن میں نے اپنا کام مکمل کرنے کے بعد ہی ان کا جائزہ لیا تھا.... دیواروں کی اینٹوں نے ان کا قیمہ بنا دیا تھا.... پورے نگر ے پر چند ہی محافظ زندہ بچے تھے.... اور وہ بری طرح پیچھے بھاگ رہے تھے.... چاروں طرف لوگ دبے پڑے تھے.... میں نے قوی ہیکل دروازہ اٹھایا اور بھاگنے والوں پر دے مارا۔

بھیانک چیخیں ابھریں.... کچھ اور مرے اور باقی بھاگنے والوں نے رفتار تیز کر دی۔

تب میں نگرے میں نیچے اترنے لگا.... دقت یہ تھی کہ میرا کھانڈا میرے پاس نہیں تھا.... محافظوں کی تلواریں رستے میں بہت سی پڑی تھیں، لیکن ان ہلکے ہتھیاروں کے استعمال میں کچھ لطف نہیں آتا تھا.... ایک وار میں ایک یا زیادہ سے زیادہ دو آدمیوں کو قتل کرو.... ہونا تو یہ چاہئے کہ ایک ضرب لگے اور نتیجہ میرے شایانِ شان ہو۔

تب میں نے دروازے کا ایک چوڑا حصہ اٹھالیا۔ لکڑی کا وزن کافی تھا اور بہرحال کسی حد تک کام دے سکتی تھی۔ اسے لئے ہوئے میں آگے بڑھنے لگا۔ محافظوں کا کوئی پتہ نہیں تھا۔

میری کیفیت اتنی خراب تھی کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ لوگوں کا ایک گروہ میرے سامنے آیا.... اور میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے چوبی ہتھیار گھمانا شروع کر دیا اور کھوپڑیاں تڑخنے لگیں.... بعض جسم تو دو دو ٹکڑیوں میں بٹ گئے.... اور دہشت زدہ لوگ خوف سے چیختے ہوئے بھاگے.... کہرام مچ گیا.... میرا رخ چپنڈو کے مکان کی طرف تھا۔

میں بھرے پورے شہر میں داخل ہو گیا.... اور میں نے ہر سامنے آنے والے کو ہلاک کرنا شروع کر دیا.... لیکن زد پاس کے سپاہیوں نے مسلح ہو کر آنے میں دیر نہ لگائی.... بہت سے گھوڑے سوار میری طرف دوڑ پڑے وہ اپنی چمکدار تلواریں ہلا رہے تھے.... میں نے ہتھیار سنبھال لیا.... کاش کھانڈا میرے پاس ہوتا۔

گھوڑے سوار اس انداز میں آ رہے تھے جیسے اپنے گھوڑوں سے ہی مجھے روند ڈالیں گے.... لیکن احمق تھے بدبخت.... اپنی موت کو آواز دے رہے تھے.... جونہی وہ میرے پاس آئے میں نے ہتھیار گھمایا.... اور بے شمار گھوڑے ٹانگوں سے محروم ہو گئے.... انہوں نے اپنے سواروں کو اس انداز میں پھینکا کہ ان کی کھوپڑیاں گردنوں میں دھنس گئیں۔

باقی کا حساب کتاب میں نے شروع کر دیا تھا.... بے شمار تلواریں.... کھنا کھن میرے بدن پر پڑ رہی تھیں.... لیکن اس کے سوا کہ ان کی دھاریں کند ہو جاتیں اور کیا ہو سکتا تھا.... البتہ میری ضربیں گھوڑوں کی کمر توڑ رہی تھیں.... محافظوں کے ٹکڑے کر رہی تھیں.... بڑے مجھڑے سوار آ رہے تھے اور موت کے گھاٹ اتر رہے تھے.... چاروں طرف خون ہی خون، اعضا ہی اعضا بکھر گئے تھے.... ان کے بدن سے اڑنے والے خون کے قطرے میرے بدن پر پڑ رہے تھے اور اب میں مجسم خون نظر آنے لگا تھا۔

دروازے کا مضبوط ٹکڑا خوب کام کر رہا تھا.... گو اس کے کام آنے کی رفتار سست تھی.... اس کی بہ نسبت میرا کھانڈا زیادہ عمدگی سے کام کر سکتا تھا.... لیکن بہرحال مجبوری تھی.... میری نگاہیں اب بھی کوئی وزنی ہتھیار تلاش کر رہی تھیں لیکن اس وقت ان تلواروں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

میرے سامنے آنے والے اب جان بچا کر بھاگنے لگے تھے... لیکن میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ سامنے آنے والے ہر انسان کو قتل کر دوں گا میرے اوپر خون سوار ہو گیا تھا۔

''بالآخر کچھ لوگ بچے جو بھاگ کھڑے ہوئے... لیکن اب چاروں طرف ہاہا کار مچی ہوئی تھی... ہر شخص ادھر سے ادھر بھاگ رہا تھا۔ تب میں نے سوچا کہ کہیں پینڈو بھاگ نہ کھڑا ہو۔ جلد از جلد اس کے سر پر پہنچ جانا چاہیے۔

چنانچہ میں نے کسی تندرست گھوڑے کی تلاش شروع کر دی اور قریب ہی سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا نظر آ گیا... میں نے ہتھیار پھینکا اور گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگا دی... گھوڑا میرے وزن سے الف ہو گیا۔ لیکن میرے ایک تھپڑ نے اس کا دماغ درست کر دیا... تب میں نے اسے دوڑا دیا۔

اور اب میں پینڈو کے مکان کی طرف جا رہا تھا... لوگ گھوڑے کے راستے سے ہٹ رہے تھے... بہت سے لوگوں نے پتھر بھی پھینکے لیکن میں نے ان لوگوں سے بعد میں نپٹنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اور میرا گھوڑا برق رفتاری سے دوڑتا ہوا پینڈو کی طرف جا رہا تھا... راستے میں محافظوں کا ایک دستہ اور ملا... ابھی کسی کی سمجھ میں بات ہی نہیں آئی تھی کہ کس نے حملہ کر دیا ہے... کون لوگ ہیں۔؟ یہاں تک کہ وہ مجھے نظر انداز کر کے دور تک دوڑتے چلے گئے... اور میں پینڈو کی رہائش گاہ پر پہنچ گیا۔

تقریباً پندرہ بیس مسلح آدمی پینڈو کے مکان کے سامنے کھڑے تھے۔ پینڈو بھی ان کے درمیان موجود تھا... خون میں ڈوبے ہوئے شخص کو وہ بھی نہیں پہچان سکا... محافظ ہکا بکا ہو کر مجھے دیکھنے لگے تھے... تب ان کے سامنے پہنچ کر میں گھوڑے سے اتر گیا۔

''کیا ہوا... تمہیں کیا ہوا... کیا بات ہے... صحیح بات بتاؤ'' پینڈو نہ جانے کیا سوچ کر اپنے لوگوں کو چیرتا ہوا میری طرف بڑھا۔ اور مجھے پہچان کر ٹھٹھک گیا۔

''تم... تم... میکارا... تم۔''

''ہاں... میں... پہچان گیا مجھے پینڈو۔؟'' میں نے کہا۔

''تم... سخت زخمی معلوم ہوتے ہو... کیا۔''

''یہ... تیرے ساتھیوں کا خون ہے جو میرے بدن پر جم گیا ہے۔''

''مگر تم قید خانے سے کیسے نکل آئے۔؟'' پینڈو دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

''میرے ساتھی کہاں ہیں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''سب کے سب... سب کے سب جہنم رسید کر دیے گئے۔''

''لیپاس کہاں ہے۔؟'' میں نے پھر پوچھا۔

''اس نے خودکشی کر لی۔''

''اور ان دونوں کی وجہ سے ہی میں تمہاری قید میں تھا۔۔۔۔۔۔ ورنہ۔۔۔۔۔۔'' میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''لیکن۔۔۔۔۔ لیکن تم۔۔۔۔۔ تم قید سے کیسے نکل گئے۔۔۔۔ تمہارے اور ساتھی کہاں سے آ گئے۔۔۔۔۔۔؟'' چینڈو نے پوچھا۔

''میں تنہا ہوں چینڈو۔۔۔۔۔ تم نے کہا تھا تم مجھے نہیں چھوڑو گے اور میری بدتمیزی کی سزا ضرور دو گے۔۔۔۔ سو میں آ گیا ہوں۔۔۔۔ میں سزا چاہتا ہوں۔''

''گرفتار کر لو اسے۔'' چینڈو نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور میں نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے۔

''رک جاؤ۔۔۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔۔۔ تمہارے سردار نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھے مارے گا۔۔۔۔ اس سے کہو کہ بہادری کا مظاہرہ کرے۔۔۔۔۔ مجھے قتل کر دے دیکھو میں نہتا ہوں۔۔۔۔۔ تم اس کے ہاتھ میں تلوار دے دو۔۔۔۔۔ مجھے اعتراض نہ ہوگا۔''

''اوہ۔۔۔۔'' چینڈو غرایا۔۔۔۔ اور پھر اس نے خود ہی اپنے آدمیوں کو روک دیا۔ ''ٹھیک ہے۔۔۔۔ تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ۔۔۔۔ مجھے اس کا غرور توڑنے دو۔۔۔۔'' اس نے اپنے ایک آدمی کے ہاتھ سے تلوار لے کر میری طرف اچھال دی اور دوسری تلوار خود لے لی۔

میں نے حقارت سے اسے دیکھا۔۔۔۔ احمق گدھے کو ابھی اپنے آدمیوں کی موت کی اطلاع نہیں ملی۔۔۔۔۔ میں نے تلوار تھام لی۔۔۔۔ اور پھر میں نے چینڈو کو مخاطب کیا۔

''کوئی حسرت تو دل میں نہیں رہ گئی ہے چینڈو۔۔۔۔۔ میرا وار پہلا اور آخری وار ہوگا۔۔۔۔ اس لئے۔''

''اوہ۔۔۔۔'' چینڈو غرایا۔۔۔۔ اور اس نے میرے اوپر حملہ کر دیا۔۔۔۔ اس کی تلوار میرے شانے پر پڑی۔۔۔۔۔ اور اس کے ہاتھ کو زبردست جھٹکا لگا۔ اس کے آدمیوں نے خوشی کا نعرہ لگایا تھا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ان کے سردار نے کاری ضرب لگائی ہے اور میں نے اسے بچانے کی کوشش بھی نہیں کی ہے۔۔۔۔ لیکن پھر میرا کچھ نہ بگڑتا دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔

تب میں نے تلوار اٹھائی اور چینڈو کے سر پر ضرب لگا کر اسے دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔

اس بار چینڈو کے ساتھیوں نے خوف و دہشت کی آواز نکالی تھیں اور پھر وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے۔۔۔۔ ان کی تلواریں میرے بدن پر پڑ رہی تھیں اور ان کی آنکھیں باہر نکلی پڑ رہی تھیں۔۔۔۔۔

دس بارہ آدمی میرے ہاتھوں قتل ہو گئے۔۔۔۔۔ باقی چینڈو کے مکان میں گھس گئے۔۔۔۔۔ میں ان کے پیچھے ہی اندر داخل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ یہاں بھی وہی ہوا، جو میرے سامنے آیا اسے قتل کر دیا۔۔۔۔ چینڈو کے گھر میں موجود ایک ایک جوان آدمی کو قتل کر دیا۔۔۔۔ عورتوں بچوں سے مجھے کوئی دشمنی نہیں تھی۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ پھر اچانک میری نگاہ اپنے کھانڈے پر پڑی۔۔۔۔ اور میں اچھل پڑا۔۔۔۔ آہ۔۔۔۔ میری پسندیدہ شے مجھے مل گئی تھی۔

تو یہ کھانڈا اب چینڈو کی ملکیت بن گیا تھا۔۔۔۔ میں نے سوچا۔۔۔۔۔ احمق۔۔۔۔۔ بے وقوف۔۔۔۔۔ یہ میرے علاوہ دوسرے کسی کے استعمال کی چیز نہیں ہے اور اب یہ واپس میرے پاس آ گیا ہے۔

میں نے کھانڈے کو اٹھایا۔۔۔۔۔ اور باہر نکل آیا۔۔۔۔ مجھے خود بھی احساس نہیں تھا کہ اپنے دشمنوں کے خون میں ڈوبا ہوا میں کیسا لگ رہا

ہوں۔ باہر کچھ لوگ جمع ہو گئے تھے...... میں ان پر چڑھ دوڑا اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے، تب میں آگے بڑھا...... اور اب پورے شہر میں میری دہشت کا چرچا ہو گیا تھا۔ لیکن مجھے دیکھنے کے شوقینوں کے سر پر موت منڈلانے لگی تھی...... جو بھی میرے سامنے آیا، میں نے اسے قتل کر دیا...... اب میرا رخ زد پاس کے اصلی محل کی طرف تھا...... لیکن یہاں ایک مجمع کثیر میرا منتظر تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... صدیوں میں پہلی بار ہی تو خون کی پیاس نے جنم لیا ہے...... میں اس پیاس کو اچھی طرح بجھاؤں گا...... میں اپنا کھانڈا لئے ان کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

اور پھر کھانڈا گھومنا شروع ہوا...... بدحواس لوگ چیختے چلاتے پیچھے ہٹے...... ان کے لئے یہی کیا کم تھا کہ میرے بدن پر ہتھیاروں کا اثر نہیں ہو رہا تھا...... میں نے بھی جی بھر کر قتل عام کیا اور میرے سامنے صفائی ہونے لگی۔ لاشوں کے اوپر سے گزر نا دوبھر ہو گیا...... زد پاس محل کے اندر تھا۔ نہ جانے اس کی کیا کیفیت تھی۔

یہاں تک کہ سورج جھک آیا...... میرے سامنے لاشوں کے انبار تھے...... وہ لوگ بھی بڑی پامردی سے جمے ہوئے تھے اور ابھی مجھے محل کے دروازے تک پہنچنے میں بہت دیر تھی۔

تب میں نے کھانڈا روکا...... اور زور سے چیخ کر کہا۔ "طیبو ریش کے کتو...... سن لو...... میں تم سے ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ ہاں سنو...... تم دیکھ چکے ہو...... تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے...... میں تم سب کی موت ہوں...... پہلے میں محافظوں کو قتل کروں گا...... زد پاس کے ایک ایک سپاہی کو قتل کروں گا اور اس کے بعد شہریوں کی باری آئے گی۔

سنو...... میں یہاں پیغام دوستی لے کر آیا تھا...... تمہارے ذلیل شہنشاہ تمہارے کتے ایذاس نے میرے ساتھیوں کو قتل کر دیا...... اور سنو...... میں اپنے ساتھیوں کے ایک ایک قطرہ خون کا بدلہ...... تم میں سے ایک ایک کی زندگی سے وصول کروں گا...... ہاں...... میں پناہ دے سکتا ہوں تمہیں...... لیکن اس شرط پر...... کہ زد پاس...... اس کے اہل خاندان کو نکال کر میدان میں جمع کر دو...... انہیں گھوڑوں سے روندو...... لاؤ اس بے غیرت ایذاس کو...... اس کے معبد سے نکال کر...... کہو اس سے کہ تمہاری مدد کرے...... وہ کیسا دیوتا ہے...... اگر تمہاری مدد نہیں کر سکتا...... تو اسے زندہ رہنے، تم پر حکومت کرنے کا کیا حق ہے۔

سنو...... شام ہو چکی ہے...... کل صبح پھر تم سب پر موت نازل کروں گا...... اب میں جا رہا ہوں۔"

اور...... پروفیسر...... بے شمار لوگوں نے میری بات سنی...... اور ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے...... میں نے اپنے رات کے قیام کے لئے پینڈ ذکا مکان ہی منتخب کیا تھا۔

سو میں واپس پینڈد کے مکان میں چلا گیا...... اور میں نے دروازے چاروں طرف سے بند کر لئے۔

ساری رات ان لوگوں نے مجھے سونے نہ دیا...... چاروں طرف سے واویلا کی آوازیں آ رہی تھیں اور میں سکون سے پینڈد کے آرام دہ بستر پر دراز تھا...... چیختے رہیں کتے کہیں کے...... صبح کو دیکھوں گا...... اور اس وقت رات کا آخری پہر تھا...... جب میں نے آگ کی لطیف حرارت

محسوس کی... دھوئیں کے غٹ کے غٹ میرے کمرے میں گھس آئے... آہ...... انہوں نے اس مکان کو آگ لگادی تھی۔

میرے حلق سے قہقہہ ابل پڑا...... میرے دشمن نادانستگی میں میری مدد کر رہے تھے...... دن بھر کے قتل عام کے بعد میں کسی قدر تھک گیا تھا...... غسلِ آتش مجھے جوان کرنے کے لئے نہایت موزوں تھا... میری خواہش تھی کہ آگ خوب بھڑکے...... اور میرا بدن شعلوں میں تپ کر ساری تھکن نچوڑ دے...... اور میں نے باہر نکل کر دیکھا۔

خوب آگ لگائی تھی انہوں نے...... پتھر چیخ رہے تھے، چنگاریاں چھوٹ رہی تھیں...... نہ جانے اس آگ کے لئے کون سا آتشگیر مادہ استعمال کیا گیا تھا... میں نے مسرت سے اس آگ کو دیکھا اور پھر شعلوں سے اپنا بدن دھونے لگا...... ساری کثافت دور ہوگئی تھی۔ میرے مسامات شعلوں کی حرارت جذب کر رہے تھے...... اور میرے دل میں مسرتیں پھوٹ رہی تھیں۔

پھر مکان کے خاکستر حصے گرنے شروع ہوگئے...... وہ لوگ خوشی سے چیخ رہے تھے...... سکون کی سانسیں لے رہے تھے...... اپنی دانست میں انہوں نے عفریت کو ختم کر دیا تھا... لیکن ان احمقوں کو کیا معلوم تھا کہ صبح کا سورج آسمان سے خون ٹپکائے گا...... انہیں کیا معلوم تھا کہ دن کی روشنی ان کے لئے کون سے پیغامات لا رہی ہے... میں نے بھی خاموشی سے رات گزاری۔

اور پھر سورج نکلا۔

جلتے ہوئے مکان کے سامنے بے شمار لوگ کھڑے تھے۔ ان میں مسلح سپاہی بھی تھے اور شہری بھی...... اب شاید میری لاش دیکھنے جمع ہوئے تھے...... تب میں اپنا آبدار کھانڈا لہراتا ہوا باہر نکلا...... اور دہشت سے چیخیں بلند ہونے لگیں۔

''سنو... خاموش ہو جاؤ... غور سے سنو... تم نے دیکھا... تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے...... دیکھو...... مجھے آگ بھی نہیں جلا سکی... میں کون ہوں... میں خود نہیں بتاؤں گا۔ خود ہی سوچو...... خود ہی سمجھو... تیار ہو جاؤ... آج شام تک تمہیں قتل کر دوں گا...... اس وقت تک قتل کرتا رہوں گا جب تک پورے لیبو ریٹس کو ویران نہ کر دوں۔ ورنہ زوپاس کو پکڑ لاؤ...... ایذاس کو میرے سامنے پیش کر دو۔''

شہری خاموش تھے...... البتہ سپاہیوں نے میرے اوپر پھر تیر برسانے شروع کر دیئے...... تب میں آگے بڑھا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا...... لیکن ابھی زیادہ لوگوں کو قتل نہیں کیا تھا کہ سپاہی جی چھوڑ بیٹھے انہوں نے اپنے ہتھیار میرے سامنے پھینکنا شروع کر دیئے۔ شہری انہیں الگ مار رہے تھے...... اور اب یہ مطالبہ صاف سنا جا رہا تھا کہ زوپاس کو لاؤ۔

''وہ ہماری جان بچانے میں ناکام رہا ہے۔''

''ایذاس کو لاؤ۔''

''وہ ہماری مدد کرنے میں ناکام رہا ہے۔''

تب چار آدمی آگے بڑھے... انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ ہاتھ ابھار کے تھے... اور زور زور سے چیخے۔

''رحم...... رحم...... رحم... ہم تیری اطاعت میں سر جھکاتے ہیں۔ ہم مجرموں کو تیرے سامنے پیش کریں گے... ہم تیرے ساتھی

ہیں..... ہمیں مہلت دے..... ہمیں امان دے۔''

''نہیں..... اسی میدان میں زدپاس اور ایذا اس کو پکڑ لاؤ..... جاؤ۔ جلدی کرو۔''

اور انسانوں کے انبوہِ عظیم کا رخ زدپاس کے محل کی جانب ہو گیا۔ روکنے والوں نے انہیں روکا۔ آپس میں جنگ شروع ہو گئی..... میری آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میرے انتقام کی آگ ابھی تک بجھی نہیں تھی..... میں زدپاس اور ایذا اس کو اس کے خاندان سمیت قتل کر دینا چاہتا تھا..... ایک طرح سے یہ پروفیسر میرا انتقام ان دیوتاؤں سے تھا جنہوں نے لیپاس کی موت کی پیشگوئی کی تھی..... میں ان پر جھنجھلایا ہوا تھا اور اگر مجھے ان سب کا پتہ چل جاتا تو میں ان سب سے انتقام لیتا..... لیکن وہ میرے سامنے نہیں تھے..... وہ پوشیدہ تھے..... تاہم لیپاس کی موت کا انتقام زدپاس اور ایذا اس سے لیا جانا یقینی تھا..... سو کھانڈا اب بھی میرے ہاتھ میں تھا اور میرے بدن پر خون کے لوتھڑے لگے ہوئے تھے میں مجسم قہر تھا۔

دشمنوں کے اس پورے شہر کو میں نے فتح کیا تھا اور میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ اگر وہ میرے انتقام سے بچنے کے لئے زدپاس اور ایذا اس کو پکڑ کر میرے سامنے نہ لاتے تو میں قتلِ عام جاری رکھتا اور جب تک پورا لیبورنیس ویران نہ کر دیتا اپنے کام میں مشغول رہتا..... چنانچہ میں میدان میں ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر..... اپنا کھانڈا زمین سے ٹکا کر کھڑا ہو گیا..... اور انتظار کرنے لگا۔

شہر کی دہشت عروج پر تھی..... اہلِ لیبورنیس کو یقین ہو گیا تھا کہ تباہی یقینی ہے..... ایک ناقابلِ تسخیر قوت ان میں آگھسی ہے اور بدقسمتی سے انہوں نے اسے اپنا دشمن بنا لیا ہے..... اب اس وقت تک زندگی کا تصور نہیں ہے جب تک اسے دوست نہ بنا لیا جائے..... اس کی اطاعت کر کے اس کا غصہ فرو نہ کر دیا جائے۔

چنانچہ وہ سب زدپاس کے محل پر حملہ آور ہو گئے تھے اور سچ ہے کہ جو شہنشاہ حکمتِ عملی سے عاری ہو..... جو عوام کی حفاظت نہ کر سکے اسے حکومت کرنے کا کیا حق ہے..... مناسب ہے کہ اس قوت کا ساتھ دیا جائے جو زیادہ طاقتور ہو..... اور جو حاوی ہونا جانتی ہو..... اب عورتیں اور بچے بھی خوف سے چھپے ہوئے نہیں تھے..... بلکہ سڑکوں اور گلیوں میں نکل کر زدپاس کے خلاف باتیں کر رہے تھے، گلا پھاڑ پھاڑ کر اسے گالیاں دے رہے تھے تاکہ ان کی آوازیں میرے کانوں تک بھی پہنچ جائیں۔

میں خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا..... لیکن اس سے محظوظ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ میرے دل میں لیپاس کی یاد تھی..... میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں دیوتاؤں کی پیش گوئی کو جھوٹ ثابت کر دوں گا..... میں اس کی جان بچاؤں گا..... اور میں اس وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہا تھا۔

زدپاس کے محل پر شدید لڑائی ہو رہی تھی..... لیکن عوامی قوت ساری قوتوں پر حاوی ہوتی ہے..... گو محل پر حملہ آور ہتھیاروں سے مسلح نہیں تھے..... لیکن انہیں محل پر مٹھی بھر مدافعت کرنے والوں پر قابو پانے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی اور بالآخر وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں زدپاس اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ موجود تھا۔

پھر وہ زدپاس اس کے ساتھیوں، عزیزوں اور اس کی عورتوں کو اس طرح گرفتار کر کے لائے کہ میں خوش ہو جاؤں، انہوں نے زدپاس اور اس کے ساتھیوں کی گردنوں میں رسیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ اور انہیں کھینچتے ہوئے لا رہے تھے..... تب زدپاس کو میرے سامنے پیش کر دیا گیا۔

موناشہنشاہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

میں نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا.... شدید نفرت تھی مجھے اس شخص سے.... اور وہ بھی خوف کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''تو نے جو کچھ کیا.... اس کے بارے میں کیا کہے گا زوپاس۔؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا.... لیکن زوپاس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی.... کہتا بھی کیا بدبخت۔

میں نے ایذاس کے بارے میں سوچا.... اور پھر میں نے لوگوں سے پوچھا۔ ''ایذاس کہاں ہے۔؟''

''وہ.... اپنے معبد میں ہے۔'' چند سہمے ہوئے لوگوں نے جواب دیا۔

''اسے کیوں نہیں لایا گیا۔؟''

''ہمیں.... ہمیں پناہ دے طاقت دے.... ہم معبد میں خونریزی نہیں کر سکتے.... ایذاس معبد میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہے.... ہم اسے وہاں سے نکال کر کس طرح لائیں....'' بے شمار لوگوں نے بیک وقت کہا۔

تب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی.... میں نے زوپاس کے ساتھ گرفتار لوگوں کو دیکھا.... ان میں سے ان کا انتخاب کر لیا جو میرے نزدیک زوپاس کے مظالم میں شریک ہو سکتے تھے۔ اور باقی ان کو نظر انداز کر دیا جو صرف اس کے قریب ہونے کے مجرم تھے.... تب میں نے اشارہ کیا ان کی جانب اور کہا ان سے جواب میری سپاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

''ان افراد کو ایذاس کے معبد لے چلو.... اور انہیں چھوڑ دو، اور عورتوں اور بچوں کو بھی۔''

اور حیران رہ گئے رہا ہونے والے، جیسے انہیں یقین نہ ہو.... سو میرے حکم کی تعمیل کی گئی.... اور اب چند افراد پابہ زنجیر.... جن کے پیچھے ایک انبوہ عظیم تھا روانہ ہو گئے معبد کی جانب کہ میں سب سے آگے تھا۔

یوں ہم پہنچ گئے اس معبد کے نزدیک کہ جہاں لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا گیا تھا اور جس کی بلندیوں کے دوسری جانب سمندر اور چٹانیں تھیں اور شاید ایذاس کو اس کی ساری تفصیل معلوم ہو چکی تھی۔

لوگ باہر رک گئے اور میں نے ان سے کہا کہ وہ میرا انتظار کریں میں ایذاس کو پکڑ کر لاتا ہوں.... اور اپنا خونی کھانڈا لئے میں اندر کی جانب چل پڑا۔ تب کوئی میرے پیچھے لپکا اور میرے قریب پہنچ گیا۔

میں نے گردن گھما کر دیکھا.... وہ ایتھا تھی.... لیبوریفس کی حسینہ، پیار بھری نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ ''تجھے میری مدد درکار ہوگی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا کہنا چاہتی ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر تو اجازت دے تو میں صرف تیرے ساتھ رہوں۔''

''کیا تو ایذاس کی موت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہے۔؟'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں ......یہی سمجھ۔''

''تو آ...... مجھے اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا اور استھا میرے ساتھ چل پڑی...... وہ خاموش تھی اور میں معبد کے ایک ایک حصے میں ایذاس کو تلاش کرنے لگا۔

پورا معبد خالی پڑا تھا...... اور اب مجھے تشویش ہونے لگی۔ مجھے شبہ ہوا کہ کہیں ایذاس موقع سے فائدہ اٹھا کر فرار تو نہیں ہو گیا...... یہاں تک کہ میں اسے تلاش کرتا ہوا ان بلندیوں تک پہنچ گیا، جہاں سے لیپاس سمندر میں پھینکی گئی تھی۔ ہاں میں اسے قتل ہی سمجھتا تھا...... میں سمندر کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھا۔ نیچے سیاہ چٹانیں، بھوکے مگرمچھوں کی طرح اوپر کی طرف نگراں تھی۔

تب میں نے بے چینی سے چاروں طرف دیکھا۔

''ایذاس کہاں جا سکتا ہے۔؟'' میں پریشانی سے بڑبڑایا۔

''میں نے تجھ سے کہا تھا یہاں تجھے میری مدد درکار ہو گی میرے محبوب۔'' استھا آگے بڑھ کر بولی۔

''کیا مطلب...... کیا تو مجھے ایذاس کا پتہ بتا سکتی ہے۔؟''

''ہاں......'' استھا نے سکون سے کہا۔

''تو احمق لڑکی...... اتنی دیر سے خاموش کیوں تھی۔؟''

''تو ایذاس کو تلاش کرتا رہتا...... وہ تجھے کبھی نہ ملتا میکارا...... لیکن دنیا کا عظیم سے عظیم مرد، عورت کے پہلو میں پہنچ کر بالکل گاؤدی ہو جاتا ہے اور وہ اسے اپنے سارے راز سونپ دیتا ہے۔''

''شاید میں ایسا نہ ثابت ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں تیرے بارے میں نہ کہوں گی میکارا...... اس وقت تک کچھ نہ کہوں گی جب تک مجھے پتہ نہ چل جائے کہ تو کیا ہے......؟ تو نے جو کچھ کیا ہے، کیا وہ عام انسانوں جیسا ہے۔؟''

''خیر تو آگے کی بات کہہ استھا۔'' میں نے کہا۔

''میں ایذاس کا ذکر کر رہی تھی...... اس کے سارے علوم و فنون میری آغوش میں دم توڑ دیتے تھے اور وہ صرف ایک عام انسان رہ جاتا تھا۔''

''تو پہلے مجھے اس کا پتہ بتا۔''

''نہیں میکارا...... میری اب تک کی خاموشی کی بھی ایک وجہ تھی۔''

''کیا وجہ تھی۔؟''

''میں اپنی معلومات سے ایک فائدہ اٹھانا چاہتی ہوں۔''

''کیا فائدہ احمق لڑکی۔؟''

''تیرے چوڑے کھانڈے کا ایک وار میری گردن بھی سمندر میں اچھال سکتا ہے..... میں اس کے لئے تیار ہوں..... لیکن دوسری شکل میں، میں اپنی ان معلومات کی قیمت چاہتی ہوں۔''

''کیا قیمت چاہتی ہے جلدی بول۔'' میں نے کہا۔

''تیری دائمی قربت..... تو جہاں بھی رہے گا، مجھے اپنی کنیزوں میں رکھے گا۔ میں تیرے مشاغل میں دست انداز نہ ہوں گی..... لیکن تیرے قرب سے مالا مال رہنا چاہتی ہوں..... اب کائنات میں تیرے سوا میں کسی سے پیار نہ کر سکوں گی۔''

''اوہ..... احمق لڑکی..... ٹھیک ہے ..... گو یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے..... تاہم میں وعدہ کرتا ہوں کہ تجھے ساتھ رکھوں گا۔''

''شکریہ میرے محبوب.... شکریہ..... آ میں تجھے بتاؤں کہ بوڑھا سانپ کہاں چھپا بیٹھا ہے..... اپنے اس بل کے بارے میں اس نے شاید میرے سوا کسی کو نہ بتایا ہوگا۔''

اسِتھا نے میرا ہاتھ پکڑا اور واپس لے چلی مجھے نچلے حصے کی جانب۔ اور پھر ایک کمرے میں پہنچ کر، اس نے شیر کے چہرے اور انسانی بدن والے مجسمے کی دونوں آنکھیں دونوں انگلیوں سے دبائیں۔

ایک گڑگڑاہٹ ہوئی، اور جیسے کوئی سل اپنی جگہ سے سرکی۔ تب فرش کا ایک چوکور پتھر اپنی جگہ سے نیچے کھسک گیا..... اس میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی اندر داخل ہو جائے۔

تب سیڑھیاں نظر آئیں، اور میں اپنا کھانڈا لے کر نیچے اتر گیا۔ اسِتھا بھی میرے ساتھ تھی۔ اتنی گہرائیوں میں جانا پڑا کہ لگتا تھا جیسے تحت الثریٰ میں اتر رہے ہوں..... اور پھر نیچے روشنی نظر آنے لگی..... اور اسِتھا آہستہ سے بولی۔ ''وہ..... وہ موجود ہے۔''

''یہ روشنی ہے.....؟''

''یہ اس کی پوشیدہ پناہ گاہ ہے۔''

''ہوں.....'' میں نے کہا اور پھر باقی سیڑھیوں میں نے چھلانگیں مار کر طے کی تھیں اور جوں ہی میرے قدم سطح زمین سے ٹکرائے..... روشنی کا ایک تیز بھبھکا ہوا..... آگ کے سفید شعلے بلند ہو گئے اور پورا تہہ خانہ چمک اٹھا۔ تب میں نے بوڑھے ایذاس کو دیکھا جو سیاہ رنگ کا ایک سانپ دونوں ہاتھوں میں لئے کھڑا تھا..... اس نے زہریلے سانپ کا پھن پکڑا ہوا تھا اور سانپ اپنے بدن کو اینٹھے دے رہا تھا۔

ایذاس نے منہ کھول دیا..... اور پھر اس کے حلق سے بھیانک آواز نکلی۔ ''آ گئے..... آؤ..... آؤ..... یہ سارا سطاس کی آرام گاہ ہے..... یہاں آ کر سارے طلسم سو جاتے ہیں..... آ جاؤ..... تمہیں سارا سطاس کی آغوش میں ابدی سکون ملے گا..... آؤ میرے دوست قریب آؤ.....'' اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کر سانپ دکھاتے ہوئے کہا۔

اور میں نے اسِتھا کو پیچھے ہٹا دیا..... سانپ اسے نقصان پہنچا سکتا تھا..... اسِتھا خوفزدہ نگاہوں سے ایذاس کو دیکھنے لگی..... بہر حال وہ ان کا دیوتا تھا پراسرار قوتوں کا مالک۔

پھر میں آہستہ آہستہ ایڈاس کی طرف بڑھنے لگا۔

''تو نے میری ساتھی لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا تھا ایڈاس۔'' میں نے کہا۔

''بالکل غلط..... اسے خودکشی کے لئے کس نے کہا تھا..... اس بیوقوف نے تو خود ہی جان دے دی تھی..... جہاں تک دوسری باتوں کا سوال ہے تو، تو نے میری محبوبہ پر ہاتھ ڈالا تھا..... ایسی شکل میں تیرے محبوبہ میرے لئے جائز تھی۔''

''لیکن تو اس سے کچھ حاصل نہ کر سکا۔''

''ہاں..... اس کا مجھے افسوس ہے..... لیکن تو بھی بڑا چالاک ہے۔ میکارا۔ تو نے ایسی حسین عورت کو مردانہ لباس میں رکھ چھوڑا تھا..... اتفاق تھا کہ وہ ظاہر ہوگئی ورنہ.....''

''کیا تو میرے ہاتھوں مرنے کے لئے تیار ہے ایڈاس۔''

''موت..... نہیں میرے دوست، ابھی مجھے موت نہیں آئے گی۔ لیکن تو شاید اپنی محبوبہ کے پاس پہنچنے کے لئے بے چین ہے..... مجھے اعتراض نہیں ہے..... تو مر سکتا ہے..... تو بخوشی مر سکتا ہے۔'' اس نے اچانک سانپ میرے اوپر اچھال دیا۔ اور اتھا کی چیخ نکل گئی۔

''میں جانتا ہوں کتیا تو اسے یہاں لائی ہے، ورنہ یہ کبھی راستہ تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ فکر نہ کر..... تیری موت اس کی موت سے بھی زیادہ اذیت ناک ہوگی..... میں تیرے لباس میں سیاہ ڈنک والے زہریلے بچھو چھوڑ دوں گا۔'' ایڈاس نے کہا..... وہ کچھ اور بھی کہتا لیکن اس کی نگاہ میری طرف اٹھ گئی تھی، اور پھر اس کی زبان بند ہوگئی۔

سانپ سے مجھے یوں بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ لیکن بہرحال میں تیار تھا مبادا وہ اتھا کی طرف نہ چلا جائے..... اس لئے میں نے اسے پھرتی سے لپک لیا تھا اور سانپ نے بھی اسی پھرتی سے میرے داہنے گال پر منہ مارا تھا۔ لیکن اس موذی کو وہاں کیا ملتا..... ہاں..... اب وہ پوری طرح میری گرفت میں تھا۔

ایڈاس کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نہیں..... نہیں..... ہرگز نہیں۔'' ایڈاس گھبرا کر بولا۔

''میرا خیال ہے سارا۔طاس کے پہلو میں تیری آرام گاہ مناسب رہے گی۔؟'' میں اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

رک جاؤ..... رک جاؤ..... ہم..... میری بات سن لو..... رک جاؤ۔'' اور میں رک گیا۔

''ہاں۔ سنا۔''

''میں نے..... اتھا تمہیں دی۔'' وہ دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

شکریہ..... اور کچھ۔''

''اسے..... اسے ہلاک کر دو..... یہ بہت خطرناک ہے۔ تمہارے ہاتھ کی گرفت سے نکلنے نہ پائے..... ورنہ..... ورنہ ایک کو بھی نہ چھوڑے گا۔''

''میرے خیال میں تو اس سے زیادہ خطرناک ہے ایڈاس۔ کیوں نہ ایک موذی دوسرے موذی کو ہلاک کر دے۔''

''آہ...... نہیں...... آہ...... نہیں...... تو تو دیوتا ہے...... یہ سانپ تیرا کیا بگاڑ سکے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایڈاس تھوک نگل کر پریشانی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

''دیکھ ایڈاس...... میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں...... دیکھ میں تجھ سے انتقام لینے میں حق بجانب ہوں اور جان لے کہ تو نے میرے محبوب لیپاس کے ساتھ جو کچھ کیا...... وہ تم لوگوں کی اہل لیبوریئس کی سب سے بڑی بدبختی تھی اور یہ بدبختی اب تم لوگوں کے سروں پر پہنچ گئی ہے۔'' یہ دیکھ اپنے اس موذی سانپ کا حشر۔''

میں نے سانپ کی گردن پکڑی اور اس کے پھن کو الگ کر دیا...... ایڈاس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف جھانک رہا تھا۔ پھر میں نے سانپ کے منہ کو مٹھی میں پکڑا اور اسے مٹھی کی گرفت میں ہی کچل ڈالا...... سانپ زمین پر گر پڑا اور اذیت کے عالم میں بل کھانے لگا...... ابھی تھا اور میری توجہ سانپ کی طرف تھی اور ایڈاس نے اس سے فائدہ اٹھایا...... اس نے ایک طرف چھلانگ لگا دی۔ میں نے چونک کر دیکھا...... اور پھر میں بھی اس کے پیچھے لپکا......

ایڈاس اچھل کر دیوار کے ایک سوراخ سے لٹک گیا...... اور پھر وہ سوراخ میں کسی سانپ ہی کی طرح گھس گیا...... میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی...... مجھے نہیں معلوم تھا کہ سوراخ میں کیا ہے...... لیکن ایڈاس کو کسی قیمت پر چھوڑنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اور عجیب ہی جگہ تھی یہ سوراخ بھی...... دوسری طرف عجیب سی کائی تھی جس میں بے پناہ پھسلن تھی...... میں کوشش کے باوجود نہ رک سکا اور پھسلتا ہی چلا گیا...... اور پھر اس انوکھے پائپ سے گزرتا ہوا میں چھپاک سے سمندر میں جا گرا...... ایڈاس بھی مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا...... وہ کسی مچھلی ہی کی طرح تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا...... لیکن اس احمق کو میرے دوست سمندر کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔

سمندر...... میرا عظیم دوست...... جس نے ہمیشہ میرے بدن کو پناہ دی...... اور حفاظت سے خشکی پر پہنچا دیا...... بھلا ایڈاس کو وہ مجھ پر ترجیح کیوں دیتا۔

چنانچہ اس نے مجھے جگہ دے دی اور میں نے ایک ہی زقند میں ایڈاس کو کیکڑے کی مانند پکڑ لیا۔ اس نے پلٹ کر میرے بدن کو گرفت میں لینے کی کوشش کی...... لیکن مجہول بوڑھے کے دونوں ہاتھ تو میرے بدن کی چوڑائی تک بھی نہیں پہنچے تھے۔ میں سطح سمندر پر ابھرا...... اور میں نے ساحل تلاش کیا...... خشکی زیادہ دور نہیں تھی...... میں اسے لٹکائے ہوئے خشکی کی جانب تیرنے لگا اور پھر میں خشکی پر پہنچ گیا...... ایڈاس نے اب آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اب اس نے ساری جدوجہد ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

میں نے اسے کھڑا کیا تو وہ گرنے لگا۔ تب میں نے غرائی ہوئی...... آواز میں کہا۔ ''سنو...... تم ہوش میں ہو...... اگر تم نے بے ہوش ہونے کی کوشش کی تو میں تمہارے گردن کے جوڑ والی ہڈی توڑ دوں گا۔'' میں نے اس کی ہنسلی کی ہڈی میں انگلیاں گھسیڑ دیں اور اس نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔

''اپنے قدموں سے چلو۔'' میں نے اسے حکم دیا۔

''کک۔کیوں۔؟ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔؟'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔

''تمہارے معبد میں۔''

''کیوں۔؟''

''وہاں تمہارے بے شمار عقیدت مند تمہارے منتظر ہیں۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''سنو..... کیا تم مجھے قتل کر دو گے۔؟''

''تمہارا کیا خیال ہے۔؟'' میں نے اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

''نہیں..... تم اپنا خیال بتاؤ۔''

''سب کے سامنے بتاؤں گا۔''

''میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں۔''

''فضول باتیں مت کرو..... چلتے رہو۔''

''نہیں جاؤں گا..... اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو یہیں قتل کر دو، اور..... اور اگر تم چاہو تو میں تم سے ایک سودا بھی کر سکتا ہوں۔''

''وہ کیا۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ اس دوران میں اسے دھکے دے کر آگے بڑھاتا جا رہا تھا۔

''لیبو ریس کی بے شمار حسین لڑکیاں..... میرا وعدہ ہے کہ تمہاری ہر رات، ایک نئی لڑکی کے ساتھ گزرے گی۔''

''اور.....؟''

''اس کے علاوہ..... اس کے علاوہ زویاس کو شہنشاہیت سے معطل کرنا میرے دائیں ہاتھ کا کام ہے..... اہل لیبو ریس کو اس کے خلاف ہموار کرنا میرے لئے مشکل نہ ہوگا..... تب میں تمہیں لیبو ریس کا شہنشاہ بنا دوں گا۔''

''لیکن میں نے تمہارے بارے میں کچھ اور سوچا ہے۔'' میں نے کہا۔

''وہی بتا دو۔''

''میں تمہیں..... تمہارے لوگوں کے سامنے موت کی سزا دوں گا۔ میں تمہیں ان لوگوں کے سامنے کتے کی موت ماروں گا، جو تمہاری پوجا کرتے آئے ہیں..... سنو..... پورے لیبو ریس کی لڑکیاں مل کر بھی لیپاس کی زندگی کا بدل نہ ہوں گی۔''

''میں نہیں جاؤں گا..... میں ان کے سامنے مرنا پسند نہیں کرتا..... میں یہیں جان دے دوں گا۔'' ایذاس زمین پر بیٹھ گیا۔

''تب میں نہایت شان سے ان کے سامنے لے جاؤں گا۔'' میں نے ایذاس کی ایک ٹانگ پکڑ لی اور پھر میں اسے پتھروں پر گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا۔

''ارے.....ارے.....مم.....میں.....چھوڑو میری ٹانگ۔'' ایذاس بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

''تب شرافت سے چلو گے۔؟''

''ہاں۔ ہاں بالکل شرافت سے.....رب اسوس کی قسم... بالکل شرافت سے۔'' اس نے کہا اور میں نے اسے کھڑا کر دیا۔ درحقیقت ایذاس بے حد شریف تھا۔ اس نے قسم کا پاس کیا اور پھر وہ معبد تک شرافت سے، نہایت خاموشی سے چلتا رہا۔

اور میرے منتظر..... جو میرے اپنے نہ تھے... لیکن اب، جو میرے ہر حکم کی تعمیل کر رہے تھے۔ جو قید شدہ زوپاس کی باتوں میں نہیں آئے تھے، ایذاس کی حالت دیکھ کر چونک پڑے۔

تب میں نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا اور ایذاس کی گردن پکڑ کر اسے بھی زوپاس کے سامنے کھڑا کر دیا۔

''لیبو ریئس کے لوگو، دیکھو۔ یہ زوپاس ہے، تمہارا شہنشاہ اور ایذاس ہے تمہارا جھوٹا دیوتا، جس نے تمہیں ہمیشہ دھوکا دیا اور یہ زوپاس، جس نے تائیورس کی دوستی ٹھکرا کر اس کی دشمنی اپنائی، جس نے لیبو ریئس کے مہمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جس نے ایک مہمان لڑکی کو خودکشی پر مجبور کر دیا اور جو خود تم میں سے ان کی موت کا باعث بنا جو میرے ہاتھوں مارے گئے۔ یہ ہیں وہ دونوں بدفطرت۔ بتاؤ، ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔؟ بولو لیبو ریئس کے لوگو، میں انہیں کیا سزا دوں۔؟''

''ایذاس جھوٹا دیوتا ہے۔ اگر وہ قوت رکھتا ہے تو تمہیں فنا کر دے۔؟'' چند نوجوان چیخ کر بولے۔

''اس سے پوچھو... یہ ایسا کیوں نہیں کرتا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جواب دو ایذاس۔ تمہارے قبضے میں آسمان پر کڑکنے والی بجلیاں ہیں۔ تم ان بجلیوں کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ اسے جلا کر خاکستر کر دیں۔ تم طوفانوں کے حکمراں ہو۔ کسی طوفان کو آواز کیوں نہیں دیتے۔؟''

''میں.....میں کچھ نہیں کر سکتا.....میں کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے بچاؤ۔ مجھے اس سے بچاؤ۔'' ایذاس نے کہا۔

''نہیں۔ اس کی سزا موت ہے۔ اسے مارو۔ انہیں ہلاک کر دو۔ ان دونوں کو ہلاک کر دو۔'' چاروں طرف سے شور اٹھا اور زوپاس اور ایذاس بری طرح رونے لگے۔

''اے ہمارے لوگو۔ اے لیبو ریئس کے باشندو۔ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ سب اسے گھیر لو۔ اسے ہلاک کر دو۔ آؤ۔ اسے ہلاک کر دو۔'' ایذاس روتے ہوئے بولا۔

''تمہاری زندگی ذلت کی زندگی ہے۔ تمہیں زندہ نہیں رہنا چاہئے۔ تمہاری موت کے بعد لیبو ریئس کو عظمت ملے گی۔'' لوگ چیخے۔ تب میں نے چند جوانوں کو آگے بلایا۔

''ان سب کو بلندیوں پر سمندر کے کنارے لے جاؤ۔ لے جاؤ انہیں معبد سے بلند جگہ جس کے نیچے چٹانیں بکھری ہوئی ہیں۔''

''کیوں.....کیوں... وہاں کیوں۔؟'' زوپاس اور دوسرے لوگ گھبرا کر بولے۔

''لے چلو انہیں۔ یہ میرا حکم ہے۔'' اور اس وقت میرے حکم پر سرتابی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ اگر ان کے ذہنوں پر دیوتا ؤں کا تصور یہ تھا کہ دہ طاقتور ہو...... انوکھا ہو...... آگ سے نہ جلتا ہو...... تلوار سے نہ جلتا ہو...... تلوار سے نہ مرتا ہو تو اس وقت میں ان کا دیوتا تھا۔ جیتا جاگتا دیوتا۔ جو وہ سب کچھ کر سکتا تھا، جو ان کا تصور تھا۔

تب وہ میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کرتے۔

اور ایک بار پھر معبد کی بلندیوں کا سفر شروع ہو گیا۔ سارالیبو رینس نیچے جمع تھا۔ سب ہی تماشا دیکھنے چلے آئے تھے۔ زوپاس اور ایذاس کی بری حالت تھی۔ زوپاس کے اہل خاندان، جنہیں میں نے موت کے لئے منتخب کیا تھا، چیخ چیخ کر اسے گالیاں دے رہے تھے۔ غرض خوب ہنگامہ تھا اور اسی ہنگامے میں ایتھا بھی میرے پاس پہنچ گئی۔

''آہ...... میکارا...... تم ٹھیک ہو۔ خوب تو تم نے اس بزدل گیدڑ کو بالآخر پکڑ لیا۔؟''

''آؤ ایتھا...... ان کا انجام بھی دیکھ لو۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''میں تو پریشان تھی...... اس سوراخ کی کہانی مجھے معلوم نہیں تھی۔ میں نے جہاں تک جہاں تک کہ اس میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن تاریکی کے سوا کچھ نہ ملا...... اور پھر جب تمہاری واپسی کے انتظار سے تھک گئی تو پھر میں اوپر آ گئی۔'' ایتھا نے کہا۔

''سوراخ کی کہانی پھر سہی...... آؤ...... پہلے زوپاس کی کہانی ختم ہوتے دیکھ لو۔'' اور تمام لوگوں کو ایک قطار سے کھڑا کر دیا گیا فصیل کے کنارے۔

''سنو زوپاس۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ فصیل سے نیچے چھلانگ لگا دو۔''

''کیا...... کیا بک رہے ہو تم؟ کیوں لگا دوں فصیل سے نیچے چھلانگ؟ کیا میرا دماغ خراب ہے...... ایں...... کیا میں پاگل ہو گیا ہوں...... تم خود چھلانگ لگا دو نیچے۔ ایں۔ تم خود چھلانگ لگا دو۔''

زوپاس پیچھے ہٹنے لگا۔

''زوپاس کو اٹھا کر نیچے پھینک دو۔'' میں نے کہا۔

اور میرے حکم کی تعمیل کرنے والے نوجوانوں نے زوپاس کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ وہ لوگ اب خود زوپاس سے بدظن ہو گئے تھے۔ بھلا ایسے آدمی سے انہیں ہمدردی کیوں ہوتی جس کی وجہ سے وہ مصیبت کا شکار ہوئے تھے۔

''ارے، ارے...... تم...... تم...... تم احمق ہوئے ہو گیا...... میں...... میں تمہارا شہنشاہ ہوں...... میں تمہارا شہنشاہ ہوں۔'' اور پھر زوپاس کی آخری چیخ بہت بھیانک تھی۔ اس کا فربہ بدن پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے جا رہا تھا اور پھر وہ چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ فصیل کے کنارے...... کھڑے لوگ خوف سے لرز رہے تھے۔

اور ایذاس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

میرا دوسرا شکار ایذاس ہی تھا۔ میں نے ایذاس کی جانب دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ ''ایذاس...... پہاڑ سے نیچے چھلانگ لگا دو۔'' اور

لیڈا اس نے آخری وقت میں سچ مچ مجھے متحیر کر دیا۔ میرے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی اس نے پہاڑ سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

تو یہ تھا لیبو ریئس کے حکمرانوں کا انجام پروفیسر..... لیکن اس کہانی کا ایک چھوٹا سا باب آئندہ بھی آئے گا، فی الحال حکمرانوں کی کہانی یہیں ختم۔ اب وہ رہ گئے تھے جو زوپاس کے اہل خاندان تھے اور جن کے رنگ خوف سے سفید پڑ گئے تھے۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ خوف سے سسکیاں لے لے کر رونے لگے۔

اور پھر ان میں سے ایک نے ہچکیاں لیتے ہوئے گھگھیاتے ہوئے انداز میں کہا۔ ''فاتح... ہماری آخری بات سن لے... اس کے بعد ہماری موت کا حکم دینا۔''

اور کچھ ایسا دردناک لہجہ تھا اس شخص کا کہ میرے بدن میں کھولتا ہوا لہو سرد پڑنے لگا۔ میں نے اس کی جانب دیکھا اور اس نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔

''کیا کہنا چاہتے ہو...؟'' میں نے اس سے کہا۔

''قصوروار ہم نہ تھے... سوائے اس کے کہ ہم اس کے اہل خاندان میں سے ہیں جو ظالم تھا... اور تو نے لیبو ریئس کے دوسروں کو معاف کیا ہے جو تیرے ساتھ ویسے ہی تھے، جیسے ہم... ہم بھی رحم کے طالب و مستحق ہیں۔ ہم بھی وہی چاہتے ہیں جو دوسرے... سو ہم کیوں محروم ہیں اس سے، ہمیں بھی زندگی بخش دے... اور ہم عہد کریں گے تجھ سے بغاوت نہ کریں گے کبھی... اور اطاعت کریں گے تیری اس وقت تک جب تک تیرے دیئے ہوئے سانس قائم رہیں گے...؟''

میں نے اس کی گفتگو سنی پروفیسر... اور میرے دل میں رحم بیدار ہو گیا... ہاں... درست ہی تو تھا... یہ زوپاس نہ تھے... زوپاس مارا گیا تھا اور انتقام سرد ہو چکا تھا... ایک لمحے کو میں نے سوچا اور پھر میں نے ہدایت کی اپنے جوانوں کو کہ قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔

یوں، جو موت کے کنارے کھڑے تھے زندگی پا گئے اور ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ انہوں نے میرے سامنے سر جھکا لیا۔ تب میں نے اہل لیبو ریئس کو مخاطب کر کے چیخ کر کہا۔

''لیبو ریئس کے لوگو۔ میرے بارے میں تم سب جانتے ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا تعلق فیقلولیہ سے بھی نہیں ہے۔ ایک آوارہ گرد ہوں۔ پہلے میں تھیوڈس کے ہاتھ لگا اور اس نے مجھے ایک غلام کی حیثیت دینا چاہی، اس وقت جب وہ فیقلولیہ پر حملہ کرنے آ رہا تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ تائیورس ایک عمدہ انسان ہے اور تھیوڈس صرف ایک درندہ صفت قزاق..... تب میں نے تائیورس کی مدد کا فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے تائیورس کے ساتھ مل کر تھیوڈس سے جنگ کی اور تھیوڈس کو شکست دی۔ لیکن میں بدخو کی فطرت پہچان چکا ہوں۔ تھیوڈس پر پلٹے گا۔ پہلے تائیورس سے انتقام لے گا اور اس کے بعد وہ دوسرے جزائر کا رخ کرے گا۔ عظیم تر سلطنت کے خواب دیکھنے والا تھیوڈس تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گا۔ لیبو ریئس کے لوگو۔ میں تم سے مختلف انسان ہوں۔ تھیوڈس پوری زندگی کوشش کر کے بھی مجھے قتل نہیں کر سکے گا۔ اس کا ثبوت تمہارے پاس موجود ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ جزائر پر زندگی کا نشان مٹ جائے۔ میں تائیورس کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتا ہوں صرف اس لئے کہ تم سب زندہ رہو۔ سو

میں تائیورس کے قاصد کی حیثیت سے تم میں آیا تھا لیکن زوپاس نے میرے ساتھیوں پر ظلم کیا اور انہیں قتل کر دیا۔ مجبوراً مجھے اپنی قوت استعمال کرنا پڑی اور میں جو کچھ ہوں تم جانتے ہو۔''

سارا مجمع خاموش تھا۔ میں نے اس کا جائزہ لیا۔ پھر میں نے کہا۔ ''سنو۔ میرا کوئی خاندان نہیں ہے۔ میں کسی کو تمہارے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہتا لیکن میں خود تمہارا حکمران رہوں گا۔ میں اس وقت تک تمہارا حکمران رہوں گا جب تک تمہیں منظم نہ کر دوں۔ میں تمہاری فوج بناؤں گا تاکہ جب تھیوڈوس تائیورس پر حملہ آور ہو تو اسے دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور فوج سے مقابلہ کرنا پڑے۔ اور سنو، میرا مشن جس وقت پورا ہو جائے گا میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا...... یہ میرا وعدہ ہے کہ میرا مشن پورا ہونے کے بعد جو حکمران ہوگا، وہ تم میں سے ہوگا۔'' مجمع میرے خاموش ہونے کے بعد کئی منٹ تک خاموش رہا اور خاموشی کے یہ لمحات بڑے عجیب تھے۔ لیکن طوفانی شور وغل ایکدم ہی بلند ہوا تھا۔

''شہنشاہ میکارا...... ہمارا شہنشاہ میکارا...... ہم تیری اطاعت قبول کرتے ہیں...... ہم تیری حکمرانی قبول کرتے ہیں۔'' شور وغل کی آوازوں سے پہاڑ لرز رہے تھے۔

میں نے گہری سانس لی...... اور پھر اتھما کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں حسین عورت خاموشی سے ایک طرف کھڑی تھی...... میں نے اسے دیکھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... تب میں نے اس کی جانب ہاتھ بڑھایا اور وہ چونک پڑی۔

''اتھما......'' میں نے اسے آواز دی...... اور میری آواز سن کر وہ بے اختیار دوڑ پڑی...... اور اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا...... اس کا بدن لرز رہا تھا۔'' اور اس وقت تک، جب تک میں حکمران رہوں گا...... تو میرے ساتھ رہے گی۔''

''اس وقت تک نہیں...... اس وقت تک نہیں میکارا...... '' وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

''پھر...؟''

''اس کے بعد بھی...... ہاں اس کے بعد بھی۔''

''اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی...... تب مجمع کثیر مجھے محل لے جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔

سونے کے حسین رتھ میں، اتھما بھی میرے ساتھ تھی اور کیا حسین تھا اس رتھ میں بیٹھنے والا، جس کے پورے بدن پر اٹلی فیوریس کے خون کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور جس کے کھانڈے کا اوپری حصہ خون سے سرخ تھا۔ سو، رتھ کا حسن بھی گدلا گیا تھا...... لیکن قدر دانوں کو اور قبول کرنے والوں کو اس بات کی کیا پرواہ۔

یوں ہم محل میں پہنچ گئے زوپاس کے...... اور وہ جنہیں ابھی تک صورتحال کا علم نہیں تھا، حیران رہ گئے...... لیکن ان میں تعداد زیادہ تھی عورتوں کی...... اور بہت اچھا اقدام کیا تھا میں نے زوپاس کے اہل خاندان پر رحم کھا کر، کہ جو موت کے منہ سے لوٹ آئے تھے اور بعد کے واقعات گواہ رہے کہ وہ ہی میرے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور انہوں نے اسی وقت سے اپنا کام شروع کر دیا تھا...... یوں پورے محل میں موجود کنیزوں اور سارے لوگوں کو میری شہنشاہیت کا پتہ چل گیا۔

ابتدائی تقریبات میرے غسل سے شروع ہوئیں اور بے شمار کنیزوں نے میرے بدن کا خون دھویا... لیبو رینس کی حکومت درحقیقت خون پینے کی کمائی تھی... لیکن پروفیسر... تم جانتے ہو حکومت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی... میرے ذہن نے تو ایک نئے انداز سے سوچا تھا... میرا مقصد جولیپاس کی موت کے بعد ادھورا رہ گیا تھا... اس انداز میں پورا ہو سکتا تھا، جو میں نے اختیار کیا تھا... سو پہلی بات میں نے خلوت میں اینتھا سے کی... ہاں... اینتھا ہی حجلہ شاہی کی پہلی عورت تھی... اور اس نے اس انداز میں سجایا تھا خود کو کہ دیکھنے والی آنکھ مسحور کن ہو جائے... سو میں نے بھی اسے پسند کیا... لیکن اس انداز میں نہیں کہ خود کو کھو بیٹھوں... کیونکہ میری آنکھ نے تو بہت کچھ دیکھا تھا... وہ کچھ جس کا تصور محال ہے۔

ہاں... میں نے اینتھا کے حسن کی پذیرائی ضرور کی تھی۔

''میکارا...'' وہ میرے سینے سے لپٹ کر بولی۔

''تو بہت حسین ہے اینتھا۔''

''تیری توجہ کے قابل ہوں...؟''

''یقیناً۔''

''میری خوش بختی ہے۔'' اینتھا نے فرط مسرت سے کہا

''لیبو رینس میں تجھے چاہنے والے بے شمار ہوں گے اینتھا۔؟''

''ہاں... تیرا خیال ٹھیک ہے میکارا... لیکن تو پہلا ہی ہے جسے میں چاہتی ہوں اور تبدیلی اپنے اندر جو کشش رکھتی ہے، اس سے انکار کون کرے۔''

''تبدیلی...؟'' میں نے اسے آغوش میں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں میکارا... میں کون ہوں... کہاں پیدا ہوئی... مجھے معلوم نہیں... ان لوگوں میں آنکھ کھولی جو دوسروں کا دل بہلانے کے لئے جیتے ہیں... رقص و سرود میں ہوش سنبھالا... اور پھر بازار میں دوسروں کی نگاہوں کے سامنے آ گئی... میرے پرستاروں کی زبان پر تالے نہیں تھے۔ وہ آزادی سے میرے حسن کے بارے میں اظہار خیال کر سکتے تھے... یوں میرے چرچے عام ہو گئے... میری قیمت بڑھنے لگی... لیکن مجھے بڑا غم تھا اس بات کا کہ میں بازار میں بکی ہوئی ایک چیز ہوں... تب میں نے سوچا کہ کیا اختلاف ہے مجھ میں اور ان عورتوں میں جو صاحب حیثیت ہیں... اور نہ پا سکی یہ راز... اور نہ تلاش کر سکی وہ راستے جن سے شرافت کی دیواروں میں پوشیدہ ہو سکتی۔ سو میں نے سوچا۔ جب بکنا ہی ہے تو انمول بکو... یوں میں نے کسی کو نہ قبول کیا اور تلاش کرنے لگی اسے جو سب پر حاوی ہو... سو یہ بوڑھا سانپ ایتھی ایذاس تھا... اور میں اس کی منظور نظر بن گئی... یوں میں ممتاز ہو گئی... لیکن میری روح بے چین تھی... اور روح کا سکون انسان کو سب کی زندگی میں سب سے قیمتی ہوتا ہے... صرف محبوب ہونا انسان کو سب کچھ نہیں دے دیتا۔ کسی کی چاہ بھی سرمایہ حیات ہوتی ہے... میری روح کی پیاس بجھ گئی ہے میکارا... اور اب مجھے کسی اور شئے کی ضرورت نہیں رہی۔''

وہ مجھ سے لپٹ گئی......اور اس رات......میں نے اس کی ساری تشنگی مٹا دی......تا کہ اس کی کوئی بھی طلب باقی نہ رہے......تب دوسری صبح رسمیات کی صبح تھی۔

مجھے اہل لیبو ریئس پر حیرت تھی......میں نے ان میں سے بیشتر مار دیئے تھے......جس وقت میرے ذہن پر لیپاس کا جنون تھا، میں نے کسی کو امان نہیں دی تھی لیکن اپنوں کی لاشیں ٹھکانے لگانے کے بعد وہ پرسکون ہو گئے......نہ جانے کس دل سے انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ بہرحال مجھے باقاعدہ لیبو ریئس کا مطلق العنان بنا دیا گیا۔

اور اس روز میں نے حکم دیا کہ شہر کا ہر گلی کوچہ صاف کر دیا جائے۔ سو ہر فرد میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گیا اور شہر کی صفائی ہونے لگی......پھر جب دوسرے دن میں نے شہر دیکھا تو میرے خیال کی تصدیق ہو گئی......یہ لوگ برے نہیں ہیں مگر اگر صحیح راہنمائی ہو......سو میں نے ان کے......اور اپنے مشن کے بارے میں مکمل طور سے پروگرام بنانے شروع کر دیئے۔ لیکن اس کے لئے وقت کم تھا اور کام زیادہ......تیسرے دن میں نے ا- تنا کو ساتھ لیا......دو گھوڑے لئے......اپنا مخصوص کھانڈا لیا اور لیبو ریئس کے مضافات کی سیر کو نکل گیا......مجھے کسی محافظ کی ضرورت نہیں تھی......سب ٹھیک تھا۔

اور لوگ بھی جانتے تھے کہ میں بخوبی اپنی حفاظت کر سکتا تھا۔

ہم دونوں نے دور دور تک علاقہ دیکھا......بلاشبہ یہاں لوہے کے بڑے بڑے ذخائر تھے......درختوں کی بہتات تھی......زمینیں بھی نفیس اور قابل کاشت تھیں......میں بغور ساری چیزوں کا جائزہ لے رہا تھا اور میرے ذہن میں پروگرام بن رہے تھے......ساری چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد میں نے واپسی کا پروگرام بنایا۔

اور پھر چوتھے دن میں نے کچھ اور لوگوں کو طلب کر لیا۔ میں نے ان سے معلوم کیا کہ وہ خوراک کہاں سے حاصل کرتے ہیں......اور کیا یہ خوراک بہ آسانی مل جاتی ہے......تب مجھے معلوم ہوا کہ ان کی زندگی کا زیادہ تر انحصار لوٹ مار پر ہے......خوراک دور دراز کے جزیروں سے خریدتے ہیں یا لوٹ لیتے ہیں......اور مجھے ہنسی آ گئی۔

سچ مچ یہ وحشی تھے......بہرحال دوسرا کام میں نے اس دن یہ کیا کہ احکامات دیئے متعلقہ لوگوں کو کہ بتائیں مجھے لیبو ریئس کے نوجوانوں، بوڑھوں اور عورتوں کی صحیح تعداد......اور اس کے لئے بہت کم وقت دیا میں نے پھر معلومات حاصل ہونے کے بعد میں نے بوڑھوں، جوان عورتوں اور مناسب عمر کے بچوں کے سپرد زمینوں کی کاشت کی، انہیں پھل، اناج، سبزیاں ترکاری پیدا کرنے کے طریقے بتائے......اور ان سے کہا کہ اپنے کام سے غفلت نہ برتیں ورنہ سزا ملے گی۔ پھر نوجوانوں کے ایک گروہ کو درخت کاٹنے کی مہم پر لگایا......اور انہیں لکڑی حاصل کرنے کے طریقے بتائے......اور دوسرے گروہ کو لوہا پکانے کی ترکیبیں بتائیں......بھٹیاں بنوائیں، ہتھیار ڈیزائن کر کے دیئے......فولادی کیلیں بنوانے لگا۔

غرض ایک ماہ کے اندر اندر میں نے ایک ایک فرد کو کام سے لگا دیا تھا......اس سلسلے میں حادثات بھی پیش آئے......لوٹ مار کے عادی حرام خوروں نے بغاوت کی اور دس بارہ آدمیوں کو مزید قتل کرنا پڑا۔ میں نے ان پر اپنی وحشت اس قدر بٹھا دی کہ وہ مشینی انداز میں کام کرنے لگے۔

پھر جب خوراک کا پہلا ذخیرہ انہیں ملا...... تو ان کی آنکھیں کھلیں اتنی وافر مقدار میں خوراک انہوں نے کبھی حاصل نہ کی تھی، اور پھر خالصتاً اپنی محنت کا صلہ تھا۔

اور اس کے بعد وہ دل سے میرے اطاعت گزار ہو گئے۔ لیبوریئس کی شکل ہی بدل گئی تھی...... پہلے لوگ صرف آوارہ گردی کرتے تھے، اب دن رات کام میں مصروف نظر آتے...... میں نے ان کی ہڈیوں کی ساری کسک نکال دی تھی۔ اور اب وہ مشقت کے عادی بن رہے تھے۔ لوٹ مار کرنے والے خود جنگجو تھے اس لئے فنونِ جنگ سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔

ہتھیاروں کے انبار لگتے جا رہے تھے، درختوں کی لکڑیوں سے انتہائی مضبوط جہاز تیار کئے جا رہے تھے۔ گو وہ خوبصورت نہیں تھے۔ لیکن ان کی مضبوطی اور کارکردگی مثالی تھی۔ پھر میں نے ان جہازوں میں مخصوص قسم کے ہتھیار لگوائے۔ یہ لوہے کے بڑے بڑے گولے پھینکنے والی منجنیقیں تھیں۔ میرے تجربے کے مطابق سمندری جنگ میں یہ ہتھیار سب سے زیادہ موثر ہوتا ہے، چنانچہ میں نے اس پر زیادہ توجہ دی تھی، اور اس کے بعد میں نے فنونِ حرب کے ماہروں کو جوانوں کی تربیت پر لگا دیا۔

سامانِ حرب اتنا جمع ہو گیا تھا کہ اب مزید ضرورت نہیں تھی۔ جہازوں کے کئی عظیم الشان بیڑے تیار ہو چکے تھے۔ انہیں ساحل تک پہنچا دیا گیا تھا...... ان کی کارکردگی کا جائزہ بھی لے لیا گیا تھا۔

اور پھر میں نے انتہائی چھوٹے جہازوں کے ایک گشتی بیڑے کو سمندر میں اتار دیا۔ میں نے دور دراز کے کھلے سمندر میں ان کی ترتیب اس طرح کر دی کہ ان کا فاصلہ ایک جہاز سے دوسرے جہاز تک اتنا رہے کہ وہ آسانی سے ایک دوسرے جہاز کو پیغام دے سکیں۔ اور یہ نہایت جدید نظام تھا جو اس وقت تک پورے یونان میں کہیں رائج نہ تھا۔

اہلِ لیبوریئس اب میرے اوپر جان دیتے تھے...... ان میں عقل و دانش کا مادہ پیدا ہو گیا تھا...... ان میں اپنی زمین سے محبت بیدار ہو گئی تھی اور اب وہ لیبوریئس کی بقا چاہتے تھے...... اب لیبوریئس سے بے پناہ محبت کرتے تھے...... یوں وقت گزرتا رہا...... میں یہاں ایسا الجھا تھا کہ ٹائیورس کی باقاعدہ خبرگیری سے محروم رہا۔ نہ جانے بے چارے ٹائیورس نے میرے بارے میں کیا سوچا ہو گا۔

انتھا ہر لمحہ میرے شانہ بشانہ تھی۔ میں نے اسے باقاعدہ ملکہ نہیں بنایا تھا، لیکن لوگ اس کی اسی طرح عزت کرتے تھے، جس طرح ایک ملکہ کی...... اور انتھا میرے اوپر جان دیتی تھی۔ نت نئے طریقے سے مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔

لیبوریئس پر حکومت کرتے ہوئے مجھے موجودہ دن و ماہ کے حساب سے پورا ایک سال گزر چکا تھا...... اب لیبوریئس کی شکل اتنی نکھر گئی تھی کہ مجھے اس کے بارے میں کوئی فکر نہیں رہ گئی تھی۔ شاید لیبوریئس کا جنگی بحری بیڑہ قرب و جوار کے سارے جزائر سے کہیں زیادہ مضبوط تھا۔ اور اس کے جوان اب آہنی جوان تھے جن کی شکست ناممکن تھی۔ میں اب یہ سوچنے لگا تھا کہ خود ایک جہاز تیار کر کے فیقلولیہ جاؤں اور ٹائیورس کی خبر لوں...... ممکن ہے مجھے اطلاع نہ مل سکی ہو اور تھیوڈوس فیقلولیہ پر حملہ آور ہو گیا ہو......

یہ خیال میرے ذہن میں جڑ پکڑتا جا رہا تھا...... چنانچہ میں نے تیاریاں شروع کر دیں، لیکن یہ تیاریاں اچانک جنگ کی تیاریوں میں بدل

گئیں۔ ہوا یوں کہ ایک رات، جب میں استھا کی آغوش میں سکون کی گہری نیند سو رہا تھا..... اچانک دروازے کے محافظوں نے آوازیں دیں اور استھا جاگ گئی۔

میں نے انہیں اندر بلا لیا۔

''پہلے گشتی جہاز کا سربراہ ایلاش آیا ہے۔''

''اوہ ..... کہاں ہے وہ۔؟'' میں جلدی سے اٹھ گیا۔

''باہر موجود ہے۔''

''تم چلو ... میں آ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور لباس پہننے لگا۔

''وہ کیوں آیا ہے میکارا۔؟'' استھا جو ابھی تک نیند کے خمار میں تھی، غنودہ لہجے میں بولی۔

''ممکن ہے کوئی سمندری پیغام لایا ہو۔''

''کیسا سمندری پیغام۔؟''

''تم خواب سے جاگ جاؤ تو بتاؤں۔'' میں نے مسکرا کر اس کے گال پر چپت رسید کرتے ہوئے کہا اور باہر نکل آیا ... باہر ایلاش میرا منتظر تھا۔

''سمندر کے آخری جہاز سے ایک پیغام دوسرے جہازوں سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔''

''کیا پیغام ہے۔؟''

''تھیوڈوس کا عظیم بیڑہ ... فیقلولیہ کی جانب تیزی سے بڑھتا ہوا دیکھا گیا ہے۔''

''اوہ ..... کیا پیغام مکمل ہے ... یا صرف یہی بتایا گیا ہے۔؟''

''نہیں ... مختصر تفصیل ہے..... اندازہ لگانے والوں کا خیال ہے کہ بیڑے میں چھوٹے بڑے تقریباً ایک سو جہاز ہیں، زبردست جنگی سامان اور انسانوں سے لدے ہوئے ..... ان پر تھیوڈوس کا پرچم لہرا رہا ہے۔''

''ہوں ... ٹھیک ہے ..... جاؤ ..... پیغام دو کہ گشتی جہاز فوری طور پر واپس لیبوریئس پہنچ جائیں۔''

''بہتر .....'' ایلاش نے کہا اور میں اندر استھا کے پاس آ گیا۔ استھا بھی جاگ اٹھی تھی اور میری منتظر تھی۔

''کیا ہوا میکارا۔؟''

''میرے مشن کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے استھا۔''

''یعنی۔؟''

''تھیوڈوس فیقلولیہ کی طرف چل پڑا ہے۔''

''اوہ ..... پھر اب۔؟''

''بس...... ہم عقب سے اس چور کو پکڑیں گے۔''

''کب روانہ ہو رہے ہو۔؟''

''فوری تیاریوں کے بعد۔''

''میکارا...''ایتھا آہستہ سے بولی۔

''ہوں۔''

''نادانی کی...... بات ہے...... لیکن اگر کوئی حرج نہ ہو تو، مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔''

''کوئی حرج نہیں ہے ایتھا......'' میں نے کہا اور ایتھا خوشی سے اچھل پڑی۔

''سچ...... سچ میکارا...... تم مجھے ساتھ لے چلو گے۔''

''ہاں...... تم جانتی ہو...... بہرحال تھیوڈوس کی موت یقینی ہے، میں پورے بھروسے کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوں گا۔''

''اوہ...... یہ بہت اچھی بات ہے۔''ایتھا نے کہا۔

بہرحال پروفیسر...... انتظار کی کیا تک تھی۔ میں تو اسی وقت سے جاگ اٹھا تھا۔ چنانچہ لیبوریفس کے دوسرے بھی کیوں نہ جاگ اٹھتے...... اسی وقت تیاریاں شروع ہو گئیں۔

لڑاکوں کو اطلاع مل گئی۔ اسلحہ جہازوں پر بار کیا جانے لگا لیبوریفس میں گویا خوشیاں جاگ اٹھیں...... میں نے ان کے ذہنوں کو اسی انداز میں تیار کیا تھا۔ یوں بھی وہ جنگجو اور بہادر تھے...... بڑی برق رفتاری سے کام ہو رہا تھا...... اور یہ کام دوسرے دن بھی اسی انداز سے جاری رہا۔

اور دوسری رات کے آخری پہر میں ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ تب میں نے اپنے کچھ وفاداروں کو لیبوریفس کی عورتوں کی ذمہ داریاں سونپیں اور بوڑھوں کو ان کے کام بتائے۔ جوان تقریباً سارے ہی میرے ساتھ تھے پھر ہمارے جہازوں پر لیبوریفس کے پرچم کھول دیئے گئے اور آخر ہم نے ساحل چھوڑ دیا...... اس دور کے جدید ترین جہاز برق رفتاری سے فیقلولیہ کے جہازوں کے تعاقب میں چل پڑے۔ سارے تشتی جہاز، اب جنگی جہازوں میں بدل گئے تھے۔

سمندر کے سینے پر سفر خوب تھا۔ جنگی جہاز سامان تعیش سے بھی آراستہ تھے...... ایتھا کے ساتھ کئی اور لڑکیاں بھی تھیں اور وہ بڑے آرام سے ایک کیبن میں مقیم تھی۔

جہازوں نے پوری تیزی سے سفر کرتے ہوئے دن گزارا، رات کو بھی ان کی رفتار وہی رہی۔ میں نے ایسا ہی لائحہ عمل ترتیب دیا تھا کہ ہر کام خود بخود ہوتا رہے اور کہیں کوئی تاخیر یا گڑبڑ نہ ہو۔ بہرحال سفر طویل تھا...... رات بھی گزر گئی اور پھر دوسرا دن اور دوسری رات بھی...... میری بے چین نگاہیں تھیوڈوس کے بیڑے کو تلاش کر رہی تھیں۔

اور تھیوڈوس نے بھی خوف سفر کیا تھا۔ نہ جانے کس رفتار سے وہ فیقلولیہ کی طرف دوڑا تھا۔

پانچویں دن کی رات کا آخری پہر تھا۔ جس رفتار سے ہم نے سفر کیا تھا۔ وہ عام جہازوں کے سفر سے تین گنا تھی۔ گویا ہم نے پندرہ دن کا سفر پانچ دن میں طے کر لیا تھا۔

اور اس رات کے آخری پہر میں، مستول پر چڑھے ہوئے لوگ چیخ اٹھے۔ ''جنگ ہو رہی ہے.... جنگ ہو رہی ہے۔''

اور میں اچھل پڑا..... یہ الفاظ میرے کانوں تک بھی پہنچے تھے اور دوسرے لمحے میں جہاز کے مستول پر چڑھنے لگا اور نظر کی انتہا پر مجھے سمندر میں روشن دھبے نظر آئے۔ جلتے ہوئے جہاز تھے۔

''اوہ.... شاید تائیورس کامیابی سے تھیوڈوس کا مقابلہ کر رہا ہے۔'' میں نے بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا اور جہازوں کی رفتار اور تیز کرنے کی ہدایت کی..... میری ہدایت پر عمل شروع ہو گیا..... لیکن اب بھی کافی فاصلہ تھا..... اور یہ فاصلہ آسانی سے طے نہیں ہو سکتا تھا۔

میں نے رات کا بقیہ حصہ مستول پر ہی گزارا..... اب جنگ کی صورتحال کسی حد تک واضح ہو رہی تھی..... وہ بھی عام آدمیوں کی نگاہوں میں نہیں..... بلکہ میری نگاہوں میں۔

اور جو کچھ مجھے نظر آیا..... اسے دیکھ کر مجھے تاسف ہونے لگا، یہ تائیورس نے کیا کیا..... آہ..... شاید وہ غلطی کر بیٹھا ہے..... میں نے دیکھا۔ بے شمار جنگی جہاز سمندر میں پھیلے ہوئے تھے..... درمیان میں جزیرہ فیقلولیہ تھا لیکن فیقلولیہ کے عین سامنے چند جہاز ایک دوسرے سے جنگ کر رہے تھے۔ بہت سے جہازوں میں آگ لگ رہی تھی۔ بہت سے ڈوب رہے تھے۔

ہاں..... یقیناً..... تائیورس نے حماقت عظیم کی ہے..... وہ جوش بہادری میں اپنی تمام تر تیاریوں کے ساتھ اپنے جہازوں کو لے کر تھیوڈوس کے مقابلے پر آ گیا..... یا شاید اس کے جہاز پہلے سے سمندر میں موجود ہوں، بہرحال وہ ایک پر جوش شخص تھا..... لیکن اب اسے اس ناتجربہ کاری سے نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا۔

کیونکہ تھیوڈوس کے جہازوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور ابھی تو اس کی صرف ایک چوتھائی قوت جنگ کر رہی تھی..... پھر دن کی روشنی نکل آئی..... اور اس روشنی میں، میں نے دیکھا..... فیقلولیہ کا آخری جہاز سمندر برد ہو رہا تھا..... اور تھیوڈوس کے جنگی جہازوں نے اب جزیرے کی فصیلوں کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

اوہ..... اس بار تائیورس اپنی سمندری تیکنک بھی استعمال نہیں کر سکا ہوگا۔ کیونکہ خود اس کے جہاز باہر نکل کر جنگ کر رہے تھے۔ اف وہ عظیم نقصان اٹھانا پڑا ہے تائیورس کو۔

تب میں نے اپنے جہازوں کو بھی جزیرے کے چاروں طرف پھیل جانے کی ہدایت کی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے رفتار تیز کر دی..... میرے احکامات اشارتی زبان میں صادر ہو رہے تھے..... اور یہ زبان..... ایلیبورئیس اب خوب سمجھنے لگے تھے۔

تھیوڈوس کے جہازوں نے بالآخر فصیلوں پر حملہ شروع کر دیا لیکن اس کے فوراً بعد ہی ہمیں دیکھ لیا گیا..... اور..... حملہ فوری طور پر رک گیا..... لیکن حملے کی شدت بے پناہ تھی..... اتنے سارے جہاز فصیلوں پر پتھر برسا رہے تھے..... فصیل جگہ جگہ سے شق ہو گئی تھی..... لیکن ہمارے

جہازوں کو دیکھ کر تھیوڈوس گھبرا گیا...... اور اس کے جہازوں نے آگے کا سفر ملتوی کر دیا۔ بلکہ وہ کسی حد تک پیچھے ہٹنے لگے تا کہ ان پر وہ طرف نہ مار نہ پڑنے لگے...... اور جونہی وہ میری تیار کرائی ہوئی دور مار منجنیقوں کی زد پر آئے...... میں نے ہاتھ گرا دیئے۔

عام طور سے منجنیقوں میں بڑے پتھر استعمال ہوتے تھے لیکن میں نے بطور خاص لوہے کے سات کونوں والے گولے تیار کرائے تھے جو پتھر سے وزنی اور خطرناک تھے۔

بلاشبہ ہمارے جہازوں کے حملے نے تھیوڈوس کے جہازوں پر تباہی مچا دی...... لیکن ابھی تو دوسرا دور باقی تھا...... لوہے کے گولوں کے بعد ہم نے جلتے ہوئے گولے پھینکنا شروع کر دیئے اور بے شمار جہازوں میں آگ لگ گئی۔

تھیوڈوس فیتلولیہ کو بھول گیا تھا اور اب اسے احساس ہوا تھا کہ عقبی دشمن بے حد خطرناک ہے۔ اس کے علاوہ وہ حیران بھی ہوگا...... اس کے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی...... وہ یہ کہ فیتلولیہ سے دور ہو کر زیادہ سے زیادہ ہمارے قریب آ جائے، اور اس نے ایسا ہی کیا...... وہ برق رفتاری سے ہماری طرف بڑھنے لگا۔

اور بالآخر ہماری منجنیقوں کی زد سے نکل گیا...... اور...... اب دست بدست جنگ کی تیاریاں تھیں...... اور لیبوریئس کے وحشی اپنے...... تیز ہتھیاروں کو ہاتھوں میں لئے بحری قزاقوں کے اوپر حملہ آور ہونے کے لئے بے چین تھے۔

☆......☆......☆

تھیوڈوس کی دیوانگی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ وہ تائیورس کو بے پناہ نقصان پہنچانے کے بعد مفلوج کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کے خیال میں اس کی فتح بالکل قریب آ گئی تھی۔ کچھ لمحات باقی تھے جب فصیلوں کے شگاف اس قدر بڑھ جاتے کہ بحری قزاقوں کو ان کے اندر داخل ہونے میں کوئی دقت نہ ہوتی اور ان کی تعداد اس قدر تھی کہ اندر تائیورس کی محفوظ فوجوں کو ان کی یلغار روکنے میں یقینی ناکامی ہوتی۔ اس طرح تھیوڈوس اپنی پچھلی شکست کا بھرپور انتقام لینے میں کامیاب ہونے والا تھا کہ...... عقب سے آفت ناگہانی نمودار ہو گئی اور یہ آفت معمولی نہیں تھی۔

منجنیقوں سے پھینکے ہوئے لوہے کے گولوں نے تھیوڈوس کے جہازوں میں تباہی مچا دی تھی۔ بہت سے جہازوں میں بڑے بڑے سوراخ ہو گئے تھے اور پانی تھا کہ روکے نہیں رک رہا تھا۔

اور پھر جلتے ہوئے تیروں نے تو جہنم کے دروازے ہی کھول دیئے تھے۔ جہازوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی اور تھوڑے ہی عرصے میں تھیوڈوس کی عظیم الشان فتح شکست میں تبدیل ہوتی نظر آ رہی تھی اور اب تھیوڈوس کے جنگجو ساتھی بری طرح مصیبت میں گرفتار تھے۔ وہ جہازوں کا پانی خالی کر رہے تھے ورنہ وہ ڈوب جاتے۔ وہ جہازوں کی آگ بجھا رہے تھے ورنہ جہاز خاکستر ہو جاتے اور وہ دشمن سے جنگ کرنے کے لئے ہتھیار سنبھال رہے تھے جو ان کے قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ اس طرح ان کی قوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی۔ ان کے حواس گم ہو گئے تھے اور وہ جتنی کوششیں کر رہے تھے سب بدحواسی کی تھیں۔

تھیوڈوس ایک اونچے مستول سے جنگ کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ تائیورس سے پہلی بار شکست کھانے کے بعد وہ دیوانہ ہو گیا تھا۔ یہ بہت

شرم کی بات تھی۔ اپنی سرزمین پر جا کر اس نے قسم کھائی تھی کہ فیقلولیہ سے ایسا انتقام لے گا کہ پوری دنیا یاد رکھے گی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ فیقلولیہ کو تاراج کرے گا اور پھر اس کی پوری آبادی کو جمع کر کے جہازوں میں بھرے گا۔ ان جہازوں کو سمندر کے درمیان لائے گا اور پھر ان میں آگ لگا دے گا۔ اس طرح فیقلولیہ کی پوری آبادی کو بس میں بچے، بوڑھے، عورتیں، جوان سبھی شامل تھے، سمندر برد کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور یہی عزم لے کر وہ اپنی خونناک قوتوں کو جمع کر کے لایا تھا۔

لیکن یہ اہل لیبورنیس..... یہ کمبخت نہ جانے کہاں سے آمرے تھے۔ افسوس ان کے بارے میں پہلے نہیں سوچا تھا... مستول پر کھڑا دور قریب ہوتے جہازوں کو دیکھ رہا تھا..... اب تیروں کی بارش ہو رہی تھی لیکن لیبورنیس والوں کی چالاکی پر وہ دانت پیس پیس کر رہ جاتا تھا۔ کمبخت بڑی شاندار جنگ لڑ رہے تھے۔

یہ مہلت انہیں کہاں سے ملی؟ ان کے پاس تو اتنا ذہین انسان نہیں تھا۔ تیروں سے بچنے کے لئے انہوں نے بڑی بڑی ڈھالیں بنائی ہوئی تھیں۔ وہ ان ڈھالوں کی آڑ میں تھے۔ آگے والے ڈھالیں سیدھی کئے ہوئے تھے۔ وہ ایک لمحے کے لئے ہٹتے اور ان کے عقب والی صف جو کمانوں میں تیر جوڑ چکی ہوتی، تیر چھوڑ دیتی اور پھر ڈھالوں کی آڑ میں ہو جاتی۔ اس طرح تھیوڈوس کے جہازوں سے چلائے ہوئے تیر ناکارہ تھے اور دشمن کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے تھے جبکہ دوسری طرف سے آنے والے تیروں کی بارش تھیوڈوس کے ساتھیوں کو خون میں نہلا رہی تھی۔

تھیوڈوس کا بدن غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آ رہی تھی، کیا کرے، کیا کیا جائے؟ ویسے وہ عقب میں بھی دیکھ لیتا تھا۔ یہی بہتر ہوا کہ اہل لیبورنیس کو آنے میں دیر ہو گئی اور وہ اس دوران فیقلولیہ کی بحری قوت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا..... ورنہ..... اگر عقب سے تائیورس کے جہاز آ جاتے..... تو..... اب تک جنگ کا فیصلہ ہو گیا تھا۔

لیکن فیصلہ..... فیصلہ تو اب تھیوڈوس جیسے تجربہ کار لڑاکے کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ لیبورنیس کے چالاک لڑاکوں کو تو ابھی کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، انہیں تو ابھی کوئی محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ وہ تو تازہ دم تھے جبکہ تھیوڈوس کے ساتھیوں کی جان نکل چکی تھی۔ بہرحال اب دست بدست جنگ کی امید باقی رہ گئی تھی۔ اگر تھیوڈوس کے ساتھی جلتے اور ڈوبتے جہازوں سے مایوس ہو کر، زندگی کی آخری جدوجہد کے لئے جان توڑ کر حملہ کریں تو پھر کچھ کام بن سکتا تھا۔ اب تو لیبورنیس کے جہازوں پر قبضہ کئے بغیر زندگی کا تصور مشکل تھا۔

چنانچہ تھیوڈوس کے سارے جہاز برق رفتاری سے لیبورنیس کے جہازوں کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن لیبورنیس کے ہیروں کو میں نے تراشا تھا۔ وہ جنگجو تھے لیکن وحشی تھے۔ طریقے سے لڑنا نہیں جانتے تھے۔ اب انہوں نے دیکھا کہ میری بتائی ہوئی ترکیبیں، میری دی ہوئی تربیت انہیں فتح بھی دلا رہی ہے اور ان کی زندگی بھی محفوظ ہے تو وہ اور دلیر ہو رہے تھے۔ وہ اپنے ہتھیار سنبھالے، ہونٹ بھینچے تھیوڈوس کے ساتھیوں کے قریب آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

اور پھر عجیب ہوا..... ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جلتے ہوئے جہازوں سے خوفزدہ لوگ، دوسرے خوف کے تحت لیبورنیس کے جہازوں پر جلد سے جلد اترنے کی کوشش کرتے لیکن ہوا یہ کہ لیبورنیس کے بے صبرے خون کے پیاسے خود کو نہ روک سکے اور انہوں نے تھیوڈوس کے جلتے ہوئے

جہازوں پر چھلانگیں لگادیں۔

یہ وہ بے مثال بے جگری تھی کہ تھیوڈوس تھرا گیا ہوگا اور اسے اس جنگ کا انجام معلوم ہو گیا ہوگا چنانچہ لیبورنیس کے جہازوں سے بے جگرے بارش کی مانند تھیوڈوس کے جہازوں پر برسنے لگے اور جونہی ان کے قدم جہاز کے تختوں سے ٹکراتے وہ جنگ شروع کر دیتے۔

تھیوڈوس کے ساتھیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس سے قبل انہیں کبھی ایسا مقابلہ نہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ تو سفر کرنے والے جہازوں کے نہتے مسافروں کو قتل کرنے کے عادی تھے جو ان کا نام سنتے ہی خوف سے مفلوج ہو جاتے تھے اور پھر انہیں قتل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا تھا۔

لیکن لیبورنیس کے لوگ تو خون کی پیاس بجھانے آئے تھے وہ جیسے مرنا بھول گئے تھے یا پھر تھیوڈوس کے ساتھیوں کے بازوؤں میں اتنی جان ہی نہیں رہ گئی تھی کہ وہ ہتھیار چلا سکتے۔

یہ دہشت خیز جنگ پوری تیزی سے جاری تھی اور دور فیلالولیہ کی فصیلوں پر چڑھے ہوئے لوگ پریشانی کے عالم میں ان مددگاروں کی طرف دیکھ رہے تھے جنہوں نے فیلالولیہ کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔ اسے ہر خطرے سے دور کر دیا تھا۔ انہیں لیبورنیس کے جھنڈے دیکھ کر اور حیرت ہو رہی تھی۔ بھلا لیبورنیس کے نکمے بھی ایسے جیالے ہو گئے لیکن ان نکموں کے لئے اب ان کے دل جذبات سے بھرے ہوئے تھے جو ان کے لئے لڑ رہے تھے۔

میں صورت حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میرے بہادر بہت جلد جنگ کا فیصلہ کر دیں گے۔ اس لئے میں نے ابھی جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ تب اچانک میں نے محسوس کیا کہ تھیوڈوس مستول سے غائب ہے۔ اس کا جہاز پیچھے ہٹ رہا ہے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

لومڑی بھاگ رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر شکست تسلیم کر لی تھی۔ میں نے مستول سے چیخ کر اپنے جہاز کے ملاحوں کو اس طرف متوجہ کیا اور ملاحوں نے بھاری جہاز کا رخ بدل دیا۔ اب میرا جہاز تیزی سے تھیوڈوس کے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا اور تھیوڈوس کو بھی اس کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کا راستہ روکا جا رہا ہے۔

چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں سے جنگ کرنے کو کہا اور اس کے لوگ میرے جہاز پر تیر برسانے لگے لیکن میرے جہاز پر بہت کم لوگ تھے۔ جو لوگ تھے وہ تھیوڈوس کے جہازوں پر کود کر جنگ میں شریک ہو چکے تھے۔ باقی جو تھے جہاز چلانے میں مشغول تھے..... میں نے تیروں کی پرواہ نہ کی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ جہاز کو تھیوڈوس کے جہاز سے ٹکرا دیں اور وہ میرے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ میرا جہاز تھیوڈوس کے جہاز کے قریب پہنچتا جا رہا تھا اور میں بلند و بالا مستول پر اپنا کھانڈا لئے دلچسپی سے یہ جدوجہد دیکھ رہا تھا اور جب میرا جہاز تھیوڈوس کے جہاز سے چند گز کے فاصلے پر رہ گیا تو میں نے کھانڈا مضبوطی سے پکڑا اور بلند و بالا مستول سے ایک خوفناک دہاڑ کے ساتھ تھیوڈوس کے جہاز پر چھلانگ لگا دی۔

یہ ایک ناقابل یقین بات تھی۔ میں نے دہاڑ بھی اس لئے ماری تھی کہ لوگ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور یہی ہوا۔ تھیوڈوس کے لوگ تیر چلانا بھول گئے اور منہ پھاڑے مجھے نیچے گرتے دیکھنے لگے۔ یقیناً ان کا خیال ہوگا کہ اب میری ہڈیاں چور چور ہو جائیں گی۔ میری اس خودکشی کی وجہ

ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہ آئی ہوگی۔

لیکن اس وقت وہ ساکت رہ گئے جب میں پنجوں کے بل جہاز پر رکا اور دوسری چھلانگ میں نے ان کے اوپر لگائی۔ وہ خوف سے چیخنے لگے اور انہوں نے دہشت سے ہتھیار پھینک دیئے۔ یوں میرے کھانڈے کی پیاس، پیاس ہی رہ گئی تھی۔ بھلا نہتے لوگوں کو میں کیا مارتا۔ سو میرے ساتھی بھی اب جہاز پر کود آئے تھے لیکن ان سے جنگ کرنے والا کون تھا؟ تب میں نے تھیوڈوس کو تلاش کیا۔

لیکن گینڈا مجھے نظر نہ آیا۔ تب میں نے اس کے ایک آدمی کو پکڑا۔ ''تھیوڈوس کہاں ہے؟''

اس شخص کے منہ سے آواز نہ نکل سکی۔ اس نے نگاہوں سے ایک طرف اشارہ کیا اور میں کھانڈا لے کر اس طرف دوڑا...... اور بالآخر میں نے تھیوڈوس کو جا پکڑا۔ وہ عورتوں کے درمیان کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبا اور چمکدار خنجر تھا۔

''خبردار'' وہ دہاڑا۔'' میرے قریب مت آنا۔''

''تمہیں شکست ہو چکی ہے تھیوڈوس۔''

''ہاں...... تمہاری وجہ سے، صرف تمہاری وجہ سے، جس پر میں نے مہربانی کی تھی۔'' تھیوڈوس غرایا۔

''لیکن تائیورس تجھ سے زیادہ مہربانی کا مستحق تھا۔ تم نے اس پر چڑھائی کیوں کی۔؟''

''فضول بکواس مت کرو۔ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں نے بھرپور جنگ کی اور شکست کھائی۔ اور جنگ میں صرف دو چیزیں ملتی ہیں، فتح یا شکست۔''

''تب پھر خود کو تائیورس کے قیدی کی حیثیت سے پیش کر دو۔'' میں نے کہا۔

''نہیں۔ یہ فیصلہ ابھی میرے ہاتھ میں ہے۔ جاؤ تم باہر جاؤ۔ یہ میری عورتیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے بعد کسی دوسرے کی آغوش میں جائیں۔ میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔ جاؤ۔''

اور میں سناٹے میں رہ گیا۔ عورتوں کے چہرے زرد تھے۔ وہ تھیوڈوس کے قریب تھیں اور تھیوڈوس پر اگر حملہ ہوتا تو وہ بہرحال ان میں سے دو تین کو ہلاک کر سکتا تھا۔

لیکن میری موجودگی میں ایسا ہونا...... ناممکن تھا...... ہاں، تھیوڈوس کو روکنے کے لئے کوئی چال ضروری تھی چنانچہ میں نے فوری فیصلہ کیا اور پھر میں ہنس پڑا۔

''میرا مذاق اڑا رہے ہو بزدل۔'' تھیوڈوس غرایا۔

''نہیں تھیوڈوس۔ میں تجھ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''اب اس کی کیا گنجائش ہے؟''

''ہے تھیوڈوس۔ غور کر۔ گنجائش ہے۔''

''کیا مطلب ہے تیری بات کا؟'' تھیوڈوس کسی قدر حیران ہو کر بولا۔

''تو مجھے اچھی طرح جانتا ہے تھیوڈوس۔ میں وہ ہوں جو فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں بدل دیتا ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں جیالے۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔''

''اور میری دوستی جسے مل جائے، وہ فائدے میں رہتا ہے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے۔''

''تب مجھ سے گفتگو کر تھیوڈوس۔ تو اب بھی فاتح کی حیثیت سے فیقلولیہ میں داخل ہو سکتا ہے۔''

''کیا کہنا چاہتا ہے؟ جلدی بتا...... کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''تیرے لوگوں کو شکست ہو چکی ہے لیکن اہل لیبورنیس کے ساتھ تو اب بھی فیقلولیہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہو سکتا ہے۔ اگر میں کہوں تو وہ تیری اطاعت کریں گے۔''

''کیا...کیا؟'' تھیوڈوس کئی قدم آگے بڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا ہو گئے تھے۔

''ہاں۔ لیکن میں تجھ سے سودا کروں گا۔ میں تجھے فیقلولیہ کا فاتح بنا دوں گا۔ اس کے عوض تجھے بھی مجھے کچھ دینا پڑے گا۔''

''کیا چاہتا ہے تو بول کیا چاہتا ہے؟'' مکار لومڑی آخر جال میں پھنس گئی۔ وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور میرے حلق سے قہقہہ ابل پڑا۔

''میں صرف یہ چاہتا تھا احمق گدھے۔ کہ تو ان مظلوم لڑکیوں میں سے کسی کو ہلاک نہ کر سکے۔''

''او...... کمینے...... کتے...... تو نے...... تو نے دھوکا کیا ہے۔ تو نے......'' تھیوڈوس نے پوری قوت سے خنجر کا وار میرے سینے پر کیا لیکن چٹانوں پر زور آزمائی کا جو نتیجہ نکلتا، وہی نکلا۔ دستہ اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور اس کے بازوؤں پر پھسل گیا۔ نتیجے میں اس کی چار انگلیاں صابن کی طرح کٹ گئیں۔

تھیوڈوس زخمی ریچھ کی طرح چیخ رہا تھا۔ خنجر کی نوک مڑ گئی تھی...... لیکن پھر اس نے نہایت پھرتی سے دوسرے ہاتھ سے خنجر تھاما اور اپنے پہلو میں گھونپ دیا۔

لڑکیاں سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ وہ کبھی مجھے اور کبھی تڑپتے ہوئے تھیوڈوس کو دیکھ رہی تھیں جو مر رہا تھا۔ تب میں نے انکی طرف دیکھ کر کہا۔

''تم پوری طرح محفوظ ہو...... تمہاری زندگیاں تمہاری آبرو محفوظ ہے۔ جہاز پر اب ہمارا قبضہ ہے، تمہیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔''

اور پھر میں نے تھیوڈوس کی لاش اٹھائی اور اسے لٹکائے ہوئے باہر نکل آیا۔ تھیوڈوس دم توڑ چکا تھا۔ لاش لے کر میں باہر آ گیا اور پھر میں نے اپنے آدمیوں کی مدد سے اپنے جہاز پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد میں اسے لیکر مستول پر چڑھنے لگا اور پھر مستول کی بلندی پر میں نے تھیوڈوس کی لاش بڑے عمدہ طریقے سے لٹکا دی تاکہ سب دیکھ سکیں۔

اور میں نے دیکھا۔ لڑائی کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ سمندر دور تک خون سے رنگین تھا۔ لیبو رنیس کے جیالوں نے تھیوڈوس کے ایک بھی آدمی کو اپنے جہاز پر نہیں چڑھنے دیا تھا بلکہ جلتے ہوئے جہازوں پر ان کا معقول بندوبست کر کے اپنے جہازوں پر واپس آ گئے تھے۔ سمندر کی وسیع چادر پر بڑے بھیانک مناظر پھیلے ہوئے تھے۔ چاروں طرف جلتے ہوئے جہاز، دھواں، چیختے ہوئے انسان، خون ہی خون۔ ایسی بھیانک تباہی کہ دل لرز جاتے، حرکت کرنا چھوڑ دیتے۔

سمندر گرم ہو گیا تھا۔ جہاز ڈوب رہے تھے، تیز ہوائیں آگ کو جلد از جلد اپنا کام مکمل کرنے میں مدد دے رہی تھیں۔ تب میں نے اپنے جہازوں کو ایک حکم دیا۔ ''لوٹ جاؤ۔ ان راستوں سے نکل آؤ جن پر جہاز جل رہے ہیں اور فیقلولیہ کی طرف بڑھو۔'' اس کے علاوہ میں نے ایک اور حکم بھی دیا تھا۔

''لیبو رنیس کے جھنڈوں کے ساتھ لیبو رنیس کے نشانات کے ساتھ فیقلولیہ کے نشان بھی بلند کرو... تاکہ دوستی کے اظہار اور فتح کی خبر پھیل جائے۔''

اور میں نے فیقلولیہ کے نشان بنوا کر ہر جہاز پر رکھوا دیئے تھے۔ میرے جیالے بےحد خوش تھے۔ ان کے نقصان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی کیونکہ انہوں نے دہشت زدہ لوگوں کو قتل کیا تھا جن سے تلواریں بھی اٹھ رہی تھیں تو مشکل سے..... بھلا وہ قتل کرنے میں پہل کیسے کر سکتے تھے اور وجہ جنگ کچھ بھی ہو، جیتنے والوں کے لئے فتح بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

فتح مند پُرجوش تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ فتح ہوگی اور وہی ہوا تھا جو میں نے کہا تھا چنانچہ میری بات ان کے لئے بڑی حیثیت رکھتی تھی۔ پھر لیبو رنیس کے پھریروں کے ساتھ فیقلولیہ کے پھریرے بھی لہرانے لگے جنہیں دیکھ لیا گیا ہوگا۔ فیقلولیہ کی فصیلوں سے اور حیران ہوئے ہوں گے فیقلولیہ والے کہ اتنی عظیم دوستی کا اظہار کون کر سکتا ہے....؟

تب ہمارے جہاز پیچھے چھوڑ آئے جلتے ہوئے جہازوں کو۔ اور کافی قریب ہو گئے ہم فیقلولیہ سے.....فصیلوں والے بالآخر خاموش نہ رہ سکے۔ تائیورس اپنی نادانی سے اپنے جنگی جہاز ضائع کر چکا تھا، لیکن چند دوسری قسم کے جہاز اس کے پاس موجود تھے جو چل پڑے کناروں سے ہماری طرف.....اور سب سے آگے والے جہاز میں تائیورس تھا.....اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تلاش کر رہا تھا، شاید وہ زوپاس کو.....شاید.....شاید.....لیکن اس کی نگاہ میری طرح تیز نہیں تھی.....ہاں جب وہ قریب ہوا ہمارے جہازوں کے تو اس کی نگاہ پڑی پہلے تھیوڈوس کی رسی میں جھولتی ہوئی لاش پر..... اور پھر اس سے کچھ اوپر.....

اور کیا دلچسپ تھی اس کی حیرت کی تصویر..... وہ کھلے ہوئے منہ اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا.... تب میں مستول سے نیچے اترنے لگا.....تائیورس گویا پتھر کے مجسمے میں تبدیل ہو گیا تھا.....اسے یقین نہ آیا تھا کہ یہ میں ہوں.....اس کا دوست میکارا.....

لیکن جب اسے اپنی بصارت پر یقین ہو گیا تو وہ خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی، اپنی حیثیت کو بھول کر اور میرے جہاز کی طرف تیرنے لگا۔

بیشک اس کا جوش اس کی محبت کا مظہر تھا۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی کی..... اور خوب تھی سمندر کے پانی میں ہم دونوں کی ملاقات۔ تائیورس نے سر ابھارا تو میں اس کے سامنے تھا۔

''میکارا.....'' اس نے ننھے سے بچے کی طرح دونوں ہاتھ میری طرف بڑھا دیئے۔

''تو زندہ ہے میکارا..... میرے پیارے دوست۔ میرے ساتھی۔''

''ہاں تائیورس..... تو نے میرے سپرد جو مشن کیا تھا، میں نے اسے اس طرح تو پورا نہ کیا، جیسا تو نے کہا تھا..... لیکن دیکھ لے میں قول کا پابند ہوں۔''

''تو زندہ ہے میرے دوست۔'' تائیورس مجھ سے لپٹ گیا۔ میں نے اس کے اظہار محبت کو دل سے قبول کر لیا تھا..... چنانچہ میں نے بھی اسے سینے سے لپٹا لیا..... اور پھر میں اسے اپنے جہاز پر لے آیا۔

''یہ اہل لیپوریلس ہیں۔؟''

''ہاں۔''

''میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔ لیکن زرپاس کہاں ہے۔؟''

''طویل کہانی ہے۔ تیرے محل میں سناؤں گا۔''

''اوہ..... ہاں، میں بھی یہی باتیں لے بیٹھا..... وہ تھیوڈوس کی لاش ہے۔؟''

''ہاں۔ تیرے دشمن کی لاش۔''

''اسے تو نے قتل کیا ہے؟ میرے دوست تو نے۔؟'' تائیورس خوشی سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''اس نے خودکشی کی ہے..... اس وقت، جب اس کے لئے کوئی چارہ نہ رہا۔''

''آہ..... کیسا مغرور تھا یہ..... کیسا ذلیل انسان تھا یہ۔ میکارا..... میرے دوست۔ میں نے اس بار جنگی غلطی کی تھی۔ میں طاقت کے جوش میں شکست سے دوچار ہو گیا تھا۔ اگر اس وقت دیوتا تجھے نہ بھیجتے تو..... تو.....''

''مجھے خوشی ہے میں وقت پر پہنچ گیا۔''

''میکارا۔ میرے دوست، میرے دل میں تیری عقیدت ہے۔ سن۔ فیقلولیہ میری دانست میں شکست کھا چکا تھا۔ لیکن خوش بختی ہے اس کے باشندوں کی۔ خوش بختی ہے میری کہ اس کے باوجود وہ سرخرو ہے، تیری وجہ سے..... میرے پیارے دوست..... اب تیرا تائیورس فیقلولیہ پر حکمرانی کا مجاز نہیں ہے..... یہ حکومت شکست کا داغ لے کر ختم ہوتی۔ یہ حکومت تھیوڈوس کے ہاتھ میں جاتی تو اہل فیقلولیہ کی زندگیاں جہنم بن جاتیں۔ لیکن یہ خوش بختی ہے ان کی کہ وہ ذلیل و خوار ہونے سے بچ گئے۔ چنانچہ میرے سب سے عزیز دوست۔ میری جانب سے فیقلولیہ کی حکمرانی کا تحفہ قبول کر۔''

اور میں دنگ رہ گیا...... تائیورس نے اپنی حکومت مجھے پیش کر دی تھی۔ میرے دل میں اس کی عزت اور بڑھ گئی...... لیکن تم جانتے ہو پروفیسر...... مجھے ایسی حکومتوں سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔

لیکن یہ ایک جذباتی انسان کی تسلی دینے کے لئے میں نے کہا۔ ''یہ سب بعد کی باتیں ہیں تائیورس۔ ہم پھر کرلیں گے...... اس وقت میری طرف سے فیقلو لیہ کی مبارکباد قبول کر۔''

''شکریہ میرے دوست۔ تو میرے تحفے کو قبول کرنے کا اعلان کر دے۔''

''اس وقت نہیں تائیورس...... یہ اعلان تو اپنے لوگوں میں اپنے آدمیوں کے سامنے کرنا...... اور وہی وقت مناسب ہوگا۔''

''بالکل ٹھیک۔ مجھے اعتراف ہے۔''

''سواب جہاز کے تھکے ہوئے لوگوں کو آرام کی ضرورت ہے۔ ان کا بندوبست کر...... ان کے لئے احکامات جاری کرو۔''

''مجھے معاف کرنا میکارا...... تو جانتا ہے اس وقت میری کیسی جذباتی کیفیت ہے۔ مجھے اس سے بڑی خوشی اور کب نصیب ہوگی۔ میں ابھی احکامات جاری کرتا ہوں۔''

اور پھر تائیورس نے احکامات جاری کرنا شروع کر دیئے۔

''سن تائیورس۔ میری ایک خواہش ضرور پوری ہونی چاہئے۔''

''حکم دے میکارا۔''

''فیقلو لیہ والوں کے ذہن سے یہ احساس مٹ جانا چاہئے کہ انکی فتح کسی دوسرے کی رہین منت ہے۔ انہیں ایسا ہی جشن منانا چاہئے جیسا اس موقع پر ہونا چاہئے تھا۔''

''ایسا ہی ہوگا میرے محسن۔''

یوں پروفیسر...... ہم اتر گئے ایک بار پھر شکستہ فیقلو لیہ پر میں نے تھیوڈوس کی خوفناک کارکردگی کے نشانات قریب سے دیکھے۔ بلاشبہ اس نے فیقلو لیہ میں داخلے کا راستہ بنالیا تھا۔ اس نے فیقلو لیہ کی فصیلیں برباد کر دی تھیں اور اب نوبت یہ تھی کہ وہ آخری کوشش کرتا اور فیقلو لیہ میں داخل ہو جاتا۔ لیکن قسمت بڑی چیز ہے...... وہ فیقلو لیہ میں داخل ہو گیا تھا...... لیکن اس کے ریتیلے ساحل سے آگے نہ بڑھ سکا تھا اور ساحل پر ہی دو اونچے بانسوں کے درمیان بڑی شان سے لٹکا ہوا تھا۔

اور جب شکست ملتے ملتے فتح نصیب ہو جائے...... جب خوف و دہشت کے درمیان اچانک سکون اور اطمینان مل جاتے تو انسان سب کچھ بھول جاتا ہے۔ فیقلو لیہ والے بھی دن رات کی تمیز کھو بیٹھے تھے۔ پورے فیقلو لیہ میں ناچ رنگ جم گئے تھے۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوگئی تھیں۔ بلاشبہ تائیورس کی ہدایت پر انہوں نے یادگار جشن کی تیاریاں کر لی تھیں جسے کئی دن تک جاری رہنا تھا۔

لیبورینس کے ایک ایک جوان پر فیقلو لیہ کی عورتیں، مرد اور بچے نثار ہو رہے تھے۔ بیش ہو گئے تھے ان لوگوں کے اور خوب گھل مل گئے تھے

وہ ایک دوسرے سے، جیسے ایک ہی شہر، ایک ہی ملک کے باشندے ہوں۔

تائیورس نے میرے ساتھ ایک خوبصورت رتھ میں بیٹھ کر پورے شہر کی سیر کی۔ وہ اپنا نقصان بھول گئے تھے، اپنے لوگوں کی موت بھول گئے تھے اور یہ بڑی خوشگوار بات تھی۔

دو دن تک ان ہنگاموں سے فرصت ہی نہ مل سکی۔ تائیورس بیچارے پر زبردست ذمہ داریاں آپڑی تھیں۔ ایک طرف وہ اہل لیپوریلیس کی خاطر مدارت میں مصروف تھا، جو تعداد میں کم نہ تھے۔ دوسری طرف اپنے تباہ شدہ جہازوں کی دیکھ بھال بھی کر رہا تھا۔ تیسری طرف جشن میں بھی کمی نہ ہونے دینا چاہتا تھا کہ یہ میری خواہش تھی۔

ان مصروفیات کی وجہ سے ابھی تک مجھے اس سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا... اور مجھے بھی کوئی جلدی نہیں تھی، ہاں، ایک بات پر مجھے حیرت تھی۔ اس نے ابھی تک لیپاس کے بارے میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا تھا جو بہرحال ایک فطری بات تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ کتنا محبت کرنے والا انسان ہے۔ ممکن ہے اسے جرأت نہ ہوئی ہو...... یوں بھی اس نے یہ سوال تک نہ کیا تھا کہ آخر لیپوریلیس والوں میں میری کیا حیثیت ہے اور زریپاس کے بارے میں بھی اس نے پھر سوال نہیں کیا تھا۔

اس سے میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ سکون سے ساری باتیں کرنا چاہتا ہے اور سکون کی پہلی رات پورے ایک ہفتے کے بعد نصیب ہوئی۔ اس شام تائیورس میرے ساتھ تھا۔

''میں نے بے حد صبر کیا ہے میکارا۔ تو خود غور کرسکتا ہے کہ میرے دل میں سوالات کا کتنا بڑا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوگا''۔ رات کے کھانے کے بعد اس نے کہا۔

''ہاں تائیورس۔ مجھے اندازہ ہے کہ تو نے کتنے صبر سے کام لیا ہے۔''

''سب سے پہلے میری کارروائی سن میکارا۔ فیفلولیہ کے سارے جہاز مرمت کے لئے ساحل پر لے آئے گئے ہیں۔ فصیلوں کی درستگی کے لئے دن رات کام ہو رہا ہے۔ صرف پندرہ چاند کے اندر اندر فیفلولیہ اصلی حالت میں آجائے گا۔ تھیوڈس کے جہاز سے حاصل شدہ عورتوں کو آرام سے رکھا گیا ہے۔ ان سے کہا گیا ہے کہ وہ جہاں جانا چاہیں گی انہیں پہنچانے کا بندوبست حکومت فیفلولیہ کے ذمے ہے۔ یہاں وہ آزاد ہیں اور کسی قسم کی پابندی ان کے اوپر نہیں ہے۔''

''خوب...... بہت خوب۔''

''لیپوریلیس کے لوگ بھی سکون سے ہیں اور باطمینان زندگی بسر کر رہے ہیں۔''

''بالکل مناسب تائیورس۔''

''اور اب مجھے اجازت دے کہ میں اپنے سوالات کی فہرست تیرے سامنے رکھ دوں۔''

''ضرور۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں سنجیدہ ہوکر بولا۔ ''مجھے ایک بات بتا تائیورس۔''

''ہاں۔ پوچھ میکارا۔''

''کیا تجھے ان لوگوں کا حشر معلوم ہو گیا جو میرے ساتھ مشن پر گئے تھے۔''

''نہیں میکارا۔'' تائیورس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''پھر تو نے ان کے بارے میں ابھی تک سوال کیوں نہیں کیا۔؟''

''تیری دوستی میرے لئے سب سے اہم اور سب سے قیمتی شے ہے۔'' تائیورس نے جواب دیا۔''میں نے بے صبری کا مظاہرہ کر کے تیری توہین پسند نہیں کی۔ میں نے سوچا سب کچھ تو ہی بتائے گا۔''

''تو نے لیپاس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔؟''

''میں نے سب کچھ تیرے اوپر چھوڑ دیا ہے میکارا۔''

''حالانکہ یہ غیر فطری بات ہے۔ وہ..... وہ تیرا بھائی تھا۔''

''تو بھی تو میرا بھائی ہے۔''

''تو سب سے پہلے میری طرف سے ایک بری خبر سن۔ لیپاس اب اس دنیا میں نہیں ہے۔'' میں نے سخت افسوس سے یہ الفاظ کہے۔ تائیورس نے گردن جھکائی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔ بہرحال مجھے یہ خبر سناتے ہوئے خود بھی افسوس تھا۔ تب تائیورس نے گردن اٹھائی اور بولا۔

''میں نے اہل لیبورنیس میں اپنوں کو تلاش کیا۔ ایک بھی نہ پایا۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور تیرے ساتھ ہوتے۔ ... لیکن کیا میں تجھ جیسے مخلص انسان، تجھ جیسے محسن سے اس بارے میں سوال کرتا۔''

''تیرا ظرف آسمان کی بلندیوں تک ہے تائیورس۔ اب تو مجھ سے سوال کر سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''زدپاس کہاں ہے؟ کیا اس کی اجازت سے میری مدد کی گئی ہے۔''

''نہیں۔ زدپاس میرے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔''

''اور اہل لیبورنیس تیری اس قدر عزت کرتے ہیں۔ اچھا میں سمجھ گیا..... شاید ان کے دیوتا ایذاس سے تیری گہری دوستی ہو گئی ہے اور اس کے حکم سے.....''

''نہیں تائیورس۔ ایسے اندازے نہ قائم کر جن سے مجھے تکلیف ہو... لیپاس کے قتل میں ایذاس کی کوششوں کو دخل تھا۔ اس نے لیپاس کو خودکشی پر مجبور کیا تھا۔ تو اس کے جواب میں زدپاس، ایذاس اور دوسرے بے شمار لوگوں کو اسی بلندی سے نیچے گرنا پڑا۔ اور تائیورس، سن، میں نے تیرے آدمیوں کا انتقام اس طرح لیا کہ لیبورنیس کی سڑکوں اور گلیوں میں خون کے علاوہ کچھ نہ بہا۔ میں نے اہل فیقلولیہ کے خون کے ایک ایک قطرے کی قیمت وصول کر لی۔ یہاں تک کہ وہ پناہ مانگنے پر مجبور ہو گئے اور پناہ مانگنے والے مجرم نہیں ہوتے۔ میں نے انہیں معاف کر دیا لیکن اس دن

کے لئے، کہ وہ تھیوڈوس کے خلاف جنگ کر کے تائیورس کا قرض ادا کر دیں۔''

''اوہ...... اوہ..... میرے دوست۔ بول۔ اس سے بڑا احسان اور کیا ہوگا..... اب بھی میں خود کو تیرے سامنے کوئی حقیر ذرہ محسوس نہ کروں..... تو نے بلا لالچ، بغیر کسی صلے کے میرے لئے یہ سب کچھ کیا۔''

''میں لیپاس کے لئے غمزدہ ہوں۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔

''اور میں تیری محبت مل جانے سے اپنے سارے غم بھول گیا ہوں۔''

''میں نے پہلے بھی تیری عظمت کا اعتراف کیا ہے۔''

''یہ الفاظ مجھے شرمندہ کرتے ہیں۔ عظیم تو ہے، تو میکارا۔ کیا اب تولیبورنیس کا حکمران ہے۔؟''

''ہاں۔ میں نے اس وقت تک کے لئے یہ بوجھ قبول کیا تھا جب تک تھیوڈوس کو سمندر میں نہ سلا دوں۔ سو میرا مشن پورا ہو چکا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اہل لیبورنیس اس سے قبل تو ایسے بہادر، ایسے جنگجو نہ تھے۔''

''وہ بہادر بھی تھے اور جنگجو بھی۔ لیکن ان میں صلاحیت نہ تھی۔ انہیں جنگ کرنے کے طریقے نہ آتے تھے۔ وہ ہتھیار بنانا نہیں جانتے تھے لیکن میں نے انہیں فولاد بنا دیا..... اور وہ اب جزائر یونان کے بہترین جنگجو ہیں۔ وہ جدھر کا رخ کریں گے ادھر کامیابی ان کے جلو میں ہوگی۔''

''یقیناً تجھ جیسے انسان کی تربیت ایسی ہی ہوگی۔''

''اب تو مجھے ایک بات کا جواب دے تائیورس۔''

''ضرور۔ میرے محسن، پوچھ۔''

''تیری جنگی حکمت عملی اس بار بے اثر کیسے ہوگئی؟''

اور تائیورس کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔''میں نے اپنی ناکارگی تسلیم کر لی ہے میکارا..... دراصل میں نے اس بار جنگی جہازوں پر زیادہ توجہ دی تھی۔ میرا خیال تھا کہ میں فیقلولیہ سے آگے بڑھ کر سمندر میں جنگ کروں۔ اس کے لئے میں نے زبردست تیاریاں کی تھیں لیکن مجھے علم نہ تھا کہ بحری لٹیرے کے پاس جہازوں کا سیل رواں ہوگا۔ مجھ سے اس کی طاقت کے بارے میں اندازے کی غلطی ہوئی تھی جس کا میں نے بہت بڑا خمیازہ اٹھایا ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا۔'' میں نے کہا۔

''میں نے فیقلولیہ سے کافی آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا تھا لیکن تعداد کی وجہ سے وہ لمبا چکر لے کر ہمارے عقب میں آگئے اور اس طرح انہوں نے ہمیں دونوں سمت سے نقصان پہنچایا۔''

''ہاں۔ یہ غلط حکمت عملی تھی۔ تو جہازوں کی قوت رکھتا اور اندر سے ہی ان پر کاری ضرب لگاتا۔ پھر جب ان کی قوت کم ہو جاتی تو تیرے

جہاز عقب سے نکل کر ان پر حملہ آور ہوتے۔ ایسی صورت میں تو زیادہ نقصان نہ اٹھاتا۔''

''تیرا خیال درست ہے میکارا۔''

''خیر..... گزری ہوئی باتوں کو بھول جانا اچھا ہوتا ہے۔''

اور رات گئے تک تائیورس مجھ سے باتیں کرتا رہا پھر اجازت لے کر چلا گیا۔

لیکن دوسرے دن اس نے اپنی حماقت کو عملی جامہ پہنانے کا انتظام کیا تھا چنانچہ اس دن دربار عام لگایا گیا تھا جس میں لبیور نیس کے بڑے بڑے لوگوں کو بطور خاص مدعو کیا گیا تھا۔

اور پھر ایک وفد میرے لئے بھی آ گیا اور وفد میں آنے والوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں دربار چلوں۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگا۔ تب ا-تھا نے کہا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی میکارا۔''

''تم آرام کرو ا-تھا۔ رات کی جاگی ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تیری آغوش میں دن اور رات کا تصور مٹ جاتا ہے میکارا۔'' ا-تھا بولی۔

''لیکن افسوس! تائیورس کے دربار میں، میں تجھے آغوش میں نہ لے سکوں گا۔''

''تیرا قرب تو رہے گا میکارا۔''

اور اس نے عورتوں والی ضد کی تو میں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور خوبصورت رتھ ہم دونوں کو لے کر تائیورس کے محل کی طرف چل پڑا..... ا-تھا یہاں بہت خوش تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تائیورس کے محل پر پہنچ گئے۔ اور کیا بندوبست کیا تھا تائیورس نے میرے استقبال کا۔ وہ خود محل کے سب سے پہلے دروازے پر امراء کے ساتھ میرے استقبال کے لئے موجود تھا۔ دربار کے سارے راستے پر خوش رنگ پھول بچھائے گئے تھے اور جس قدر عقیدت کا اظہار وہ کر سکتا تھا اس نے کیا۔ یہاں تک کہ دربار میں دو تخت رکھے گئے تھے جو یکساں تھے اور ان میں کوئی فرق نہ تھا۔ پھر تائیورس تخت پر اس وقت بیٹھا جب میں دوسرے تخت پر بیٹھ گیا۔

پھر اس نے دربار کے اجلاس کی کارروائی شروع کی اور مخاطب کیا اپنوں کو..... ''فیقلولیہ کے لوگوں! کیا تم میکارا سے واقف نہیں ہو؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ یہ وہ ہے جو جب آتا ہے پیغام فتح لاتا ہے۔ کیا جب یہ ہم میں داخل ہوا تھا تو ہم نے تھیوڈوس کو ناقابل فراموش شکست نہیں دی تھی اور اب..... جب مایوسیاں ہمیں لپیٹ چکی تھیں، جب تھیوڈوس کے پھینکے ہوئے پتھروں نے فیقلولیہ کے مکانات کا رخ کر لیا تھا، کیا اس نے ہمیں حیرت انگیز فتح نہیں دلائی..... ''

''ہم واقف ہیں اپنے محسن سے۔'' لوگوں نے جواب دیا۔

''تو کیا تم اسے فتح کا دیوتا نہیں تسلیم کرتے؟''

''بے شک۔ وہ فتح کا دیوتا ہے۔''

''تو کیا تم پسند نہ کرو گے کہ فتح کا دیوتا ہی تمہارا حکمران ہو۔ سنو فیقلولیہ کے لوگوں! میں نے دل میں سوچا ہے کہ فیقلولیہ کا تاج فتح کے دیوتا کے سر پر رکھ دوں..... اور تصور کرو اس بات کا کہ ایک دیوتا تم پر حکمرانی کرے، وہ جس کے قدموں کی برکت سے ہواؤں کے رخ بدل جاتے ہیں، وہ جس کے آنے سے شکست فتح میں بدل جاتی ہے۔''

''تائیورس ہم سے بہتر سوچ سکتا ہے۔''

''میں شرم محسوس کرتا ہوں کہ اس کی موجودگی میں تاج فیقلولیہ اپنے سر رکھ کر..... اور دلی مسرت ہوگی مجھے حکومت اسے سونپ کر۔ سنو! میں تمہارا ہوں، تمہارے درمیان رہوں گا لیکن میکارا کا غلام بن کر..... کہ اس کی غلامی کسی شہنشاہیت سے کم نہ ہوگی۔''

''ہمیں منظور ہے، ہمیں منظور ہے۔'' اہل فیقلولیہ نے کہا اور تائیورس کی اس کوشش پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اس نے اپنے لوگوں سے کہا۔

''تو کھڑے ہو کر اظہار کرو اپنی خواہش کا..... اور درخواست کرو کہ فتح کا دیوتا ہماری امانت قبول کرے۔''

''اے فتح کے دیوتا۔ اے ہمارے محسن میکارا! ہمارے اوپر حکومت کر..... ہم تیری اطاعت کریں گے، ہم تجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔''

''مجھے منظور ہے میرے دوستوں۔''

اور پھر چاروں طرف سے میرے نام کے نعرے گونجنے لگے۔ تب تائیورس نے حکومت کا تاج میرے سر پر رکھ دیا اور اپنی تلوار کھول کر میرے قدموں میں رکھ دی۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی میری اطاعت کا اقرار کیا۔

اور پھر میں کھڑا ہو گیا۔

''میرے دوستوں۔ میرے ساتھیوں! تم نے مجھے فتح کا دیوتا تسلیم کیا ہے۔ تم نے مجھے طاقتور مانا ہے اور تم نے خواہش ظاہر کی ہے کہ میں فیقلولیہ کی حکومت سنبھال لوں۔ سو میں نے انکار نہیں کیا اور اب میں فیقلولیہ کا حکمران ہوں..... کیا یہ ٹھیک ہے؟''

''بالکل ٹھیک ہے۔''

''تو سنو میرے لوگوں! دیوتا آسمان سے آتے ہیں اور ان کے کام آسمان میں ہوتے ہیں۔ وہ دنیا پر حکومت کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔ اگر وہ دنیا کے کھکھیڑوں میں پھنس جائیں تو آسمانوں کے کام کون کرے گا۔ تو سنو..... میں نے تمہاری سربراہی قبول کر لی لیکن مجھے آسمانوں کے لئے رہنے دو..... نہ جانے کب وہاں میری ضرورت پڑ جائے۔ سنو! میں جب تک زمین پر ہوں تمہارے درمیان رہوں گا، میرے احکامات تمہارے لئے ہوں گے لیکن تائیورس..... میرا نائب..... میرا ساتھی میرا دوست تمہارے اوپر اسی طرح حکمران ہوگا جس طرح تھا..... ہاں۔ میں نے خوش ہو کر

تمہاری حکومت میں توسیع کر دی ہے ...... اور اب تائیورس لیبو رنیس کا بھی حکمران ہوگا اور اہل لیبو رنیس کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔“

تائیورس پریشانی سے کھڑا ہو گیا۔

”یہ تمہارے دوست ...... تمہارے دیوتا کا حکم ہے تائیورس۔ اور دیوتاؤں کے حکم سے انحراف مناسب نہیں ہوتا۔“

تائیورس ہکا بکا رہ گیا تھا ...... میں نے کس چالاکی سے اس کی ساری تدبیریں الٹ دی تھیں۔

”میں اس قابل نہیں ہوں میرے محسن۔“ وہ میرے پاؤں پکڑ کر گڑگڑایا۔

”تمہارے اوپر دیوتاؤں کا ہاتھ ہے تائیورس۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں نے وہ کچھ تمہیں دے دیا جو تمہارے لئے مناسب سمجھا۔“

اہل دربار پرجوش نعرے لگانے لگے تھے اور تائیورس سے اٹھا نہ جا رہا تھا۔

تب میں نے اس کے دونوں شانے پکڑ کر اسے اٹھایا۔ ”لیبو رنیس اور فیلقولیہ کی حکمرانی مبارک ہو تائیورس۔“ میں نے کہا اور تائیورس رو پڑا۔

”تیرے سامنے، میں اس کے قابل نہیں ہوں میکارا۔ تیرے سامنے میں اس قابل نہیں ہوں۔“

”میں تیری مدد کے لئے موجود ہوں۔ میں تجھ سے دور تو نہیں ہوں تائیورس۔“ میں نے کہا اور اسے اٹھا کر اس کے تخت پر بٹھا دیا۔

بمشکل تمام یہ جذباتی منظر ختم ہوا۔ میں نے تائیورس کی ایک نہ چلنے دی تھی لیکن میرے ذہن میں ایک خیال اور تھا ...... وہ یہ کہ اہل لیبو رنیس تائیورس کی سربراہی قبول کرنے میں پس و پیش نہ کریں۔ چنانچہ رات کو میں نے اپنے ساتھ آنے والوں میں معزز لوگوں کو طلب کیا اور ان سے کہا۔ ”لیبو رنیس کے بہادرو! آج صبح دربار میں، میں نے لیبو رنیس کے بارے میں جو فیصلے کئے ان پر تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے..؟“

”فیصلہ تم نے کیا ہے میکارا۔ ہمارے کسی اعتراض کا سوال ہی نہیں ہے۔ ہم نے دیکھا تو نے بدقماش زوپان کو اس کی حرکتوں کی سزا دی، ہم نے دیکھا تو نے جھوٹے دیوتا کو جہنم رسید کر دیا اور اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ تو نے لیبو رنیس کی شکل بدل دی۔ اس سے قبل ہم ناکارہ تھے۔ ہماری زمینیں خشک پڑی تھیں۔ ہم لوٹ مار کے محتاج تھے اور اگر عرصہ تک کوئی جہاز نہ گزرتا تو ہمیں فاقوں کی زندگی گزارنی پڑتی تھی۔ سو ہم نے دیکھا مقدس دیوتا، کہ اب ہم مطمئن اور خوشحال ہیں اور ہم نے جان لیا کہ تو ہمارا بہی خواہ ہے۔ تب ہم ہر وہ بات مانیں گے جو تو کرے گا کیونکہ وہ لیبو رنیس کے حق میں ہوگی۔“

اور مجھے ان لوگوں کا یہ بیان سن کر بہت خوشی ہوئی اور میں مطمئن ہو گیا۔

دوسری صبح تائیورس نے پھر مجھے دربار آنے کی دعوت دی۔ آج دربار خاص تھا۔ اس میں اہم فیصلے ہوتے رہے۔ تائیورس نے مجھ سے ہدایات طلب کیں کہ میں نے جو لیبو رنیس کی ذمے داری اسے سونپ دی ہے اس کے لئے اسے کیا کرنا پڑے گا۔

”میں تجھے بتا سکتا ہوں تائیورس۔“

”مجھے تیرے زیرک ذہن کی ضرورت ہے میکارا۔ میں نہیں جانتا اتنے فاصلے سے لیبو رنیس کی نگرانی کیسے کروں گا..؟“

”میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے تائیورس۔ کیا تو اسے پسند کرے گا۔“

”میں جاننا چاہتا ہوں۔“

''میری خواہش ہے کہ فیقلولیہ سے لیبورنیس تک ایک سیدھا راستہ منتخب کر لے اور اس راستے پر جتنے جزائر ہوں انہیں اپنا مطیع بنا لے۔ جو خوشی سے مان جائے اسے مراعات دے، جو سرکشی کریں انہیں تاراج کر دے۔ میں بآسانی تیرے لئے یہ کام کروں گا۔ فی الحال تو لیبورنیس میں اپنا ایک نائب مقرر کر دے۔ بہتر ہے کہ وہ فیقلولیہ کا باشندہ ہو لیکن لیبورنیس کے ذہین لوگوں کو تو فیقلولیہ کی انتظامیہ میں شامل کر انہیں عہدے دے۔ تو تیرا نائب وہاں اپنا کام انجام دے گا...... جزائر سے بات چیت شروع کی جائے اور فیصلہ کر لیا جائے کہ کس سے نبرد آزمائی کرنی ہے۔''

تائیورس اور اہل دربار حیران رہ گئے تھے۔ ان کے چہرے جوشِ مسرت سے چمکنے لگے تھے پھر تائیورس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ کہا۔

''آہ...... نہ جانے فیقلولیہ کے ستارے کہاں سے یہ روشنی لے آئے کہ تو ہمارے درمیان آیا...... تو نے ہمیں کیا کیا دے دیا میکارا...... تو نے فیقلولیہ کو کیا سے کیا بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

یہ تمہارا ظرف، تمہاری محبت ہے تائیورس کہ میں تمہارے لئے کسی کام پر آمادہ ہو گیا...... ورنہ میں کہاں اور یہ ہنگامے کہاں۔ میں تو آزاد زندگی گزارنے کا عادی ہوں۔ سمندر میں مجھے تھیوڈوس ملا، میرے ساتھ اچھی طرح پیش آیا لیکن وہ بہت ظالم تھا۔ میں نے اس کے جہاز پر اس کے بارے میں اندازہ لگایا لیکن وہ میرا کیا بگاڑ سکتا تھا...... اور اس کے کام سے میں تمہاری سرزمین پر آیا...... یہاں میں نے تم لوگوں کو دیکھا اور تم مجھے پسند آئے۔ سو میں نے تمہارے لئے کام کرنا پسند کر لیا۔ نہ جانے کب تک میں تمہارے درمیان رہوں گا اور پھر نہ جانے کہاں چلا جاؤں گا۔ جب تک میں تمہارے درمیان ہوں، تمہارے لئے کچھ ہو جائے تو میں خوش ہوں گا۔''

''تو نے فیقلولیہ کو عظیم مملکت بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔''

''اگر تم کم ظرف ہوتے تو میں یہ فیصلہ کبھی نہ کرتا تائیورس۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم طاقتور ہونے کے بعد بھی دوسروں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرو گے۔''

''میں تجھے اپنے درمیان سے کہیں نہیں جانے دوں گا میکارا۔'' تائیورس نے کہا۔

''یہ فیصلہ مشکل ہے...... تاہم...... ابھی میں تمہارے درمیان ہی ہوں اور جب تک تمہارے پاس ہوں اور اس وقت تک تمہیں کسی سلسلے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

تائیورس نے گردن جھکالی پھر اس نے کہا۔ ''بہر حال اگر تو نے فیقلولیہ کو عظیم بنانے کا فیصلہ کیا ہے میکارا تو اس کے لئے بہت سے لائحہ عمل تمہیں ہی متعین کرنے ہوں گے۔ میں ذہنی طور پر خود کو اس قدر برتر نہیں پاتا۔''

تو اطمینان رکھ تائیورس۔ میں تجھے راستے میں نہیں چھوڑوں گا۔'' اور تائیورس مطمئن ہو گیا...... میں اسے مطمئن کر کے واپس آ گیا اور راتھا سے گفتگو کرنے لگا۔

لیکن اس رات جب استھار قص و سرود کی محفل میں شریک تھی۔ میں نے اس محفل میں جانا پسند نہیں کیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا

چاہئے کہ دو حسین خادمائیں میرے پاس پہنچ گئیں۔

''عظیم میکارا۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کیا بات ہے۔کون ہو تم؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا نام سنازا ہے اور یہ تشکانہ ہے۔ہم روحوں کی وادی سے آئے ہیں۔''

''کہاں سے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''روحوں کی وادی سے۔''

''یہ کہاں ہے؟''

''فیثلولیہ کے بائیں سرے پر.... انکاس پہاڑوں کے دامن میں۔''

''خوب.... کیا چاہتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔میں غور سے لڑکیوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا۔عجیب سے چہرے بنا رکھے تھے انہوں نے اور عجیب لباس تھے ان کے۔سر سے پاؤں تک سفید لبادے،جن سے ان کے بدن جھانک رہے تھے،درحقیقت وہ روحیں معلوم ہو رہی تھیں۔

''میکارا عظیم ہے۔روحوں کی وادی کی ایک روح اس سے ملاقات کی خواہشمند ہے۔''

''کس کی روح ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہمیں بتانے کی اجازت نہیں ہے اور ہم حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔''

''خوب،جس روح نے مجھے طلب کیا ہے،کیا وہ میکارا سے بخوبی واقف ہے۔؟''

''ہاں۔اس کا کہنا ہے کہ میکارا اسے اچھی طرح جانتا ہے۔''

''حالانکہ میں اسے نہیں پہچان سکا لیکن ٹھیک ہے۔روحوں سے ملنے کا مجھے بہت اشتیاق ہے۔کیا تمہارے پاس کوئی سواری ہے۔؟''

''ہاں۔اگر تم گھوڑے پسند کرو۔''

''دوڑنے والی ساری چیزیں مجھے پسند ہیں۔چلو۔'' میں اٹھ گیا۔ویسے یہ ڈرامہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔روحوں کی وادی..... یہ کیا ہے؟ اور یہ مذاق کس کا ہے..... بہرحال چل کر معلوم ہو جائے گا۔حسین لڑکیاں مجھے لئے ہوئے محل کے عقبی حصے سے باہر نکل آئیں۔یہاں تین گھوڑے تیار کھڑے تھے۔

''کیا تم لوگ بھی گھوڑوں پر سفر کرو گی۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں..... کیوں۔؟'' وہ حیرت سے بولیں۔

''روحوں کو سواری کی کیا ضرورت ہے۔تم تو پلک جھپکتے وہاں پہنچ جاؤ گی۔''

''اوہ.... تمہاری رہنمائی بھی تو کرنی ہے میکارا۔'' ایک لڑکی بولی۔اور میں نے اندازہ لگایا کہ لڑکیاں کافی تیز ہیں۔تب میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

وہ دونوں بھی ماہر سواروں کی طرح گھوڑوں کی پشت پر جا بیٹھی تھیں اور پھر گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگے۔ وہ میرے دونوں سمت تھیں اور ان کے گھوڑے میرے گھوڑے کے برابر دوڑ رہے تھے۔ اس طرح ہم شہر سے نکل آئے۔ اب ہمارا رخ پہاڑوں کی جانب تھا۔ زیادہ فاصلہ نہ طے کرنا پڑا۔ بلند پہاڑوں کے سیاہ دروں میں بے شمار غار بکھرے ہوئے تھے۔ چھوٹے بڑے غاروں کے دہانے بھورے پہاڑوں کے اندر سیاہ داغ نظر آ رہے تھے۔ ان سیاہ داغوں میں سے ایک کے سامنے گھوڑے رک گئے اور لڑکیاں اتر پڑیں۔

''میں بھی اتر آؤں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

''کیا روحوں کی وادی یہی ہے۔؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا فیثاغورث کے تمام لوگوں کی روحیں اسی وادی میں پائی جاتی ہیں۔؟''

''شاید۔''

''تب ٹھیک ہے۔ ان لوگوں سے بھی واقفیت ہو جائے گی۔ لیکن میں انہیں کہاں تلاش کروں۔؟''

''اس غار میں چلے جاؤ۔'' لڑکیوں نے غار کی طرف اشارہ کیا اور میں نے گردن ہلا دی..... تب میں غار کی طرف چل پڑا۔ غار کے دہانے سے داخل ہوتے ہوئے میں نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ وہ وہیں کھڑی تھیں۔

''کیوں..... تم لوگ نہیں آؤ گی۔؟''

''نہیں اجازت نہیں ہے۔''

''اچھی بات ہے۔'' میں نے کہا اور تاریک غار میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی دور تک غار سیدھا تھا۔ اس کے بعد بائیں سمت مڑ گیا تھا۔ اچھی کشادہ جگہ تھی، گھٹن اور بدبو بھی نہیں تھی۔ بائیں سمت مڑا تو کافی فاصلے پر ایک دیوار پر روشنی لرزتی نظر آئی۔

یہ روشنی اتنی دور تھی کہ غار کے دہانے پر اس کی کوئی کرن نہیں پہنچ رہی تھی۔ بہر حال میں اس کی سمت بڑھتا گیا اور ایک بار پھر مجھے دائیں سمت گھومنا پڑا۔ یہاں اس چھوٹی سی سرنگ کا دوسرا دہانہ تھا اور روشنی اسی دہانے کے دوسری سمت ہو رہی تھی۔ بہر حال خوف و دہشت یا کسی بھی قسم کی پریشانی کا میرے ذہن میں شائبہ بھی نہیں تھا۔ میں روشنی کے غار میں داخل ہو گیا۔ یہ ایک عظیم الشان ہال کی حیثیت رکھتا تھا۔ دیواروں میں جگہ جگہ شمعدان نصب تھے اور ان میں رنگین شمعیں روشن تھیں دیواروں میں عود دان بھی تھے جن سے ہلکا ہلکا دھواں خارج ہو رہا تھا۔ جس کی خوشگوار بو سارے ہال میں پھیلی ہوئی تھی۔

ہال کے درمیان ایک بلند بالا سفید رنگ کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ پورے ہال میں کچھ بھی نہ تھا۔ میں نے ہال کا ایک مکمل جائزہ لینے کے بعد ایک طویل سانس لی۔

جو سوال میرے ذہن میں پیدا ہوا وہ قدرتی تھا...... تابوت میں کیا ہے؟ روحوں کی وادی میں مجھے کیوں بلایا گیا تھا...... ظاہر ہے میری رہنمائی اسی تابوت تک کی گئی تھی۔ چنانچہ اب مجھے تابوت کھول کر دیکھنا چاہیے کہ اندر کیا ہے...... اور میں تابوت کے قریب پہنچ گیا۔ تب میں نے تابوت کا ڈھکن اٹھا دیا اور سبز، سرخ اور نیلے ہیروں کی جگمگاہٹ نے میری آنکھیں خیرہ کر دیں۔ یہ بیش قیمت چمکدار پتھر تیز روشنی پیدا کر رہے تھے۔ اور تابوت کی دیواروں میں نصب تھے۔

اس کے علاوہ تابوت میں ایک لاش موجود تھی۔ کسی حسین اور متناسب الاعضا عورت کی لاش، جس کے سیاہ لمبے بال اس کے چہرے پر پڑے ہوئے تھے۔ اس کے جسم پر سفید لبادہ تھا...... بالکل ایسا ہی لبادہ، جیسا ان لڑکیوں نے پہنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے گلے میں ایک ہیرا جڑا ہوا تھا۔ سیاہ ہیرے سے تیز روشنی پھوٹ رہی تھی اور یہ ہیرا لڑکی کے سینے کے عین درمیان رکھا ہوا تھا۔

اس پراسرار منظر کشی سے میں بے حد متاثر ہوا...... اور بے اختیار میرے ہاتھ لڑکی کے چہرے کی طرف بڑھ گئے۔ بال ہٹا کر دیکھوں تو کہ یہ کون ہے......؟ اور میں نے لڑکی کے سیاہ گھنیرے بال اس کے چہرے سے ہٹا دیئے۔

بلاشبہ میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ میرے تصور میں بھی نہیں تھا کہ وہ لیپاس ہوگی۔

ہاں...... وہ لیپاس کی لاش تھی۔ حسین خدوخال والی لیپاس کی لاش، جس کے چہرے پر ہیروں کی رنگین روشنی منعکس ہو رہی تھی۔ وہ اور حسین نظر آ رہی تھی۔

''لی...... پا...... س......'' میرے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔

لیکن لاشوں سے کوئی آواز نہیں نکلتی۔ لیپاس اسی طرح پرسکون چہرہ لئے پڑی تھی۔

پھر جب میں منظر کے تاثر سے نکل آیا تو میں نے اس بات پر غور کیا۔ لیپاس کی لاش یہاں کہاں سے آ گئی۔ وہ تو سمندر میں گم ہو گئی تھی۔ اس کا خون آلود لباس بھی مل گیا تھا...... تو کیا یہ واقعی اسی کی روح ہے۔ میں نے حیرت سے سوچا۔ لیکن لیپاس کی روح نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ اور بلایا ہے تو اس طرح خاموش کیوں ہے۔

''لیپاس......'' میں نے اسے آواز دی۔ تب میں نے اس کے پپوٹوں میں جنبش دیکھی اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہی چمکدار آنکھیں، زندگی سے بھرپور...... اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک دلکش مسکراہٹ...... وہ میٹھی نظروں سے مجھے دیکھتی رہی۔

''کیا یہ درست ہے لیپاس۔ کیا تم صرف روح ہو۔؟''

لیپاس نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں نے اسے سہارا دے دیا...... وہ میرے سہارے سے تابوت سے نکل آئی۔

''تم اگر روح بھی ہو لیپاس...... تب بھی...... تب بھی میں تمہیں پا کر بے حد خوش ہوں۔ مجھے بتاؤ لیپاس۔ یہ سب کیا اسرار ہے؟ میں اسے سمجھنے سے قاصر ہوں۔''

''تم نے مجھے یاد کیا تھا میکارا۔؟'' اس نے نغمہ بار آواز میں کہا۔

''ہاں۔تمہاری موت کے بعد میں بے حد اداس ہو گیا تھا۔ میں تخت پر پریشان ہو گیا تھا اور پھر میرے دماغ میں آگ سلگ اٹھی۔ میں نے لیبورنیس کے بے شمار لوگوں کو خون میں نہلا دیا۔ میں نے ایذاس اور زوپاس کے ساتھ وہی سلوک کیا جو انہوں نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ اگر اہل لیبورنیس گڑگڑا کر زندگی کی بھیک نہ مانگتے تو میں ان سے ایک ایک کو قتل کر دیتا۔''

''میرے لئے۔؟'' لیپاس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔تمہارے لئے۔''

''تم مجھے اتنا ہی چاہتے ہو میکارا۔؟''

''ہاں لیپاس۔تم میری پسندیدہ عورت ہو۔''

''لیکن...... اچھا تمہارے ساتھ کیوں ہے۔؟''

''اوہ تم اس کے بارے میں جانتی ہوں۔؟''

''روحوں سے کون سی بات چھپی رہتی ہے۔''

''اگر تم روح ہو...... تو جانتی ہو گی کہ وہ میرے ساتھ کیوں ہے۔'' میں نے کہا اور لیپاس چند لمحات کے لئے خاموش ہو گئی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اور اگر میں روح نہ ہوں تو...؟''

''تو تمام باتوں سے قبل تمہیں اپنی حقیقت بتانی ہو گی۔''

''اگر میں زندہ ہوں تو تمہیں خوشی ہو گی میکارا۔؟''

''بے پناہ......اور حیرت بھی۔''

''تو میکارا...... میری زندگی۔ میں زندہ ہوں۔'' لیپاس آگے بڑھتے ہوئے بولی اور میں حیران رہ گیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

''لیپاس...... لیپاس۔ میں درحقیقت تمہارے لئے رنجیدہ تھا۔تمہاری موت پر...... تمہاری موت پر مجھے سب سے زیادہ دکھ ہوا تھا۔ ورنہ میں نے کسی کے لئے کبھی پرواہ نہیں کی۔ میں نے بے مقصد اتنے لوگوں کو کبھی قتل نہیں کیا۔ کیا تمہارے علم میں ہے کہ لیبورنیس میں اب میری کیا حیثیت ہے۔کیا تم جانتی ہو کہ میں......''

''ہاں میکارا۔تمہارے احسانات کی فہرست طویل ہے۔ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مجھے علم ہے کہ تم نے بروقت فیقاولیہ کی کتنی مدد کی ہے۔ ورنہ ہمیں زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے۔''

''تمہاری زندگی کے بارے میں تائیورس کو بھی معلوم ہے۔؟''

''ہاں...... لیکن میں نے اس سے درخواست کی تھی کہ وہ تمہیں نہ بتائے۔''

''کیوں۔؟''

''میں تمہارے سامنے اس حیثیت سے آنا چاہتی تھی۔ میں جاننا چاہتی تھی کہ تم مجھے کس قدر چاہتے ہو۔''

''جان لیا۔؟''

''ہاں......''

''اب بتاؤ؟ تمہارے ساتھ کیا واقعات پیش آئے۔؟''

''تمہیں علم ہے میکارا...... کہ میں نے لڑکوں کی طرح پرورش پائی ہے، میں نے سارے فنون سیکھے ہیں جن میں سمندر میں تیرنا بھی شامل ہے۔ میں بلندیوں سے سمندر میں چھلانگ لگا سکتی ہوں...... لیکن جس قدر بلندی سے میں نے لیبو رنیس سے سمندر میں چھلانگ لگائی تھی، اس سے قبل کبھی ایسی کوشش نہیں کی تھی اور درحقیقت چھلانگ لگاتے وقت میرے ذہن بچنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ بس اس خبیث بڈھے سے۔ بے پناہ نفرت محسوس کرتے ہوئے میں نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر ہوا یوں کہ جوں ہی میں نے چھلانگ لگائی، میرے لباس میں ہوا بھر گئی اور شاید میرے ہلکے وزن کی وجہ سے میرے لباس نے میرا وزن سنبھال لیا۔ میں چٹانوں سے دور چلی گئی اور پانی میں گری۔ میرے کوئی چوٹ نہیں لگی۔ گو حواس معطل تھے لیکن زندگی بڑی قیمتی شے ہوتی ہے۔ میں پانی میں تیرنے لگی۔ لیکن نہ جانے کہاں سے ایک آدم خور مچھلی آ گئی...... اور اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے مجھے جگہ جگہ سے زخمی کر دیا۔ میرا لباس تار تار ہو گیا مچھلی صرف میرا لباس نوچ جانے میں کامیاب ہو گئی...... میں برہنہ تھی لیکن اس وقت مجھے صرف زندگی بچانے کی خواہش تھی۔ میں تیرتی رہی...... سمت کا تعین کئے بغیر، یہ سوچے بغیر کہ میں کہاں جا رہی ہوں، میں تیر رہی تھی اور پھر میرے حواس جواب دینے لگے۔ میں بے ہوش ہو گئی اور نہ جانے کب تک بے ہوش رہی۔

میں نہیں جانتی بے ہوش ہونے کے بعد سمندر کے پانی نے مجھے نیچے کیوں نہیں کھینچ لیا۔ لیکن جب مجھے ہوش آیا تو میں سطح پر بہہ رہی تھی۔ میں نے پھر ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے اور پھر پورا دن میں سمندر میں تیرتی رہی۔ پھر میرے ہاتھ پاؤں دوبارہ بے جان ہو گئے۔ اور اس طرح میں نے نہ جانے کتنا طویل سفر طے کیا۔ میں نہیں بتا سکتی کہ کتنے دن اور کتنی راتیں میں نے سمندر میں بھوکے پیاسے رہ کر گزاریں۔

ہاں میکارا۔ میرے ذہن میں بس ایک خیال تھا جو بار بار آتا تھا...... تم نے کہا تھا کہ تم میرے لئے دیوتاؤں سے جنگ کرو گے۔ تم مجھے مرنے نہ دو گے اور یہ خیال مجھے ہمیشہ تقویت بخشتا تھا۔ میں سوچتی تھی کہ دیوتاؤں سے تمہاری نبرد آزمائی ہو رہی ہے...... کبھی وہ حاوی ہوتے ہیں اور کبھی تم......

اور پھر جب میں فیقلولیہ کے ساحل سے آ لگی تو میں نے بھروسہ کر لیا کہ تم نے ان دیوتاؤں کو شکست دے دی ہے۔ نہ جانے کس طرح میں نے بدن چھپایا اور رات کی تاریکی میں، میں واپس اپنے محل پہنچ گئی۔ میری حالت اس قدر خراب تھی کہ گھنٹوں میں بول نہ سکی۔ تائیورس شدید حیران تھا...... بہرحال جب میں بولنے کے قابل ہوئی تو میں نے اسے حالات بتائے۔ تمہاری موت کا سن کر تائیورس دیوانہ ہو گیا۔ اس نے فوری طور پر لیبو رنیس پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنایا...... لیکن دوسرے لوگوں نے اسے سمجھایا کہ اس وقت تھیوڈوس سے مقابلے کی تیاری ضروری ہے۔ لیبو رنیس

سے پھر بھی انتقام لیا جا سکتا ہے، تب تائیورس خاموش ہو گیا۔''

''ہوں۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''تو تم نے مجھے مردہ تصور کر لیا تھا۔؟''

''ہاں۔'' لیپاس نے سر جھکا کر کہا۔

''اس کے باوجود تم نے یہ تصور کیا تھا کہ میں دیوتاؤں سے نبرد آزما ہوں۔''

''میری ذہنی کیفیت عجیب تھی۔''

''بہرحال تمہاری زندگی پر مجھے دلی مسرت ہے لیپاس۔'' میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''لیکن اتھا تمہارے ساتھ کیوں ہے۔؟''

''میں صاف گوئی سے کام لوں گا لیپاس۔ میں نے بھی تمہیں مردہ تصور کر لیا تھا۔ اس وقت میری ذہنی حالت خراب تھی۔ اتھا نے عورت کی حیثیت سے مجھے سہارا دیا۔ ....اور اس وقت سے وہ میرے ساتھ ہے۔''

''میکارا.....اب اس کی کیا حیثیت رہے گی۔؟''

''اس طویل عرصے کے بعد، میں اسے چھوڑ دوں گا نہیں۔''

''میرا کیا ہوگا میکارا۔؟''

''تم آج بھی میری محبوبہ ہو۔'' میں نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن میکارا.... میں عورت ہوں۔ میں اپنی محبت میں کسی دوسرے کی مداخلت برداشت نہ کر سکوں گی۔ میں تمہیں دوسری آغوش میں کیسے دیکھ سکوں گی۔؟''

''حالات میں نے تمہیں بتا دیئے ہیں لیپاس۔ میں نے اسے اس وقت اپنایا تھا جب تمہیں کھو بیٹھا تھا۔ اور اب اگر میں نے اسے خود سے جدا کر دیا تو میرے خیال میں یہ مناسب بات نہیں ہوگی۔ میں اس سلسلے میں مجبور ہوں لیپاس....''

''تم میرے لئے اسے چھوڑ نہیں سکتے۔؟'' لیپاس نے شکوہ آمیز انداز میں کہا۔

''نہیں لیپاس۔ تم عورت ضرور ہو، لیکن تم نے مرد کی زندگی گزاری ہے۔ زبان اور ظرف بڑی چیز ہے.....اس نے اس وقت میرا سہارا لیا تھا جب میں بھی تنہا تھا۔''

اور لیپاس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''شکریہ میکارا.....اور اس کے ساتھ میں معافی بھی چاہتی ہوں۔''

''کیوں۔؟''

''میں تمہارا امتحان لے رہی تھی میکارا۔''

''کیسا امتحان۔؟''

''یہی کہ تم عورت کے معاملے میں کس قدر ثابت قدم ہو۔'' اس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں اس احمق لڑکی کو کیا بتاتا کہ میں عورت کے معاملے میں کس قدر ثابت قدم ہوں اور خود تیری کیا حیثیت ہے۔''

''تم عظیم انسان ہو میکارا..... عورت کو تمہارے اوپر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

''لیکن تم نے خوب ڈرامہ کیا لیپاس..... اس سے تم کیا اندازہ لگانا چاہتی تھیں۔؟''

''میں تمہارے دل میں اپنی محبت تلاش کر رہی تھی۔''

''مل گئی۔؟''

''ضرورت سے زیادہ۔''

''خیر..... ایک بات بتاؤ۔؟''

''ہاں.....''

''کیا تم نے اپنے عورت ہونے کی کہانی عام کر دی ہے۔؟''

''ہاں، اب بہت سے لوگوں کو معلوم ہو چکا ہے۔ تائیورس نے پوری تفصیل بتا دی تھی۔ چنانچہ اب میں باقاعدہ عورت ہوں۔''

''لوگوں کو سخت حیرت ہوئی ہو گی۔؟''

''ہاں۔ میرا خیال ہے بے شمار لوگ مجھے عورت تسلیم نہیں کرتے۔''

''یہ بھی خوب ہے۔ ہاں، کیا تائیورس تمہارے اس ڈرامے میں شریک ہے۔؟''

''مکمل طور پر۔''

''تب ہی مجھے حیرت ہوئی تھی..... اس نے تمہاری موت کی اطلاع پر زیادہ رنج کا اظہار نہیں کیا تھا اور اب مجھے یاد آ رہا ہے کہ اس نے گول مول باتیں کی تھیں۔''

''میری اس درخواست پر..... ورنہ وہ تمہیں دھوکا دینے پر آمادہ نہیں تھا۔''

''بہر حال تمہاری زندگی کی خوشی میں، میں یہ بات ذہن سے فراموش کر دوں گا۔''

''ابھی بہت سی باتیں تشنہ ہیں لیپاس۔''

''سب کچھ پوچھ! الو میرے محبوب۔'' لیپاس برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی اور پھر اس نے کہا۔'' کیوں نہ ہم باقی رات انہی پہاڑوں میں گزاریں۔؟''

''کیا حرج ہے۔ میرے لئے تمام جگہیں یکساں ہیں۔''

''نہیں..... یہاں میں نے بہت سے انتظامات کئے ہیں۔ میں طویل عرصے سے یہاں مقیم ہوں۔''

''اوہ۔'' میں نے ایک گہری سانس لی اور لیپاس میرا ہاتھ پکڑ کر غار کے ایک سرے پر پہنچ گئی اور پھر اس نے ایک چوکور سل پر دباؤ ڈالا جو کسی چول پر گھومتی تھی۔ سل کے دروازے کے دوسری طرف بھی روشنی موجود تھی۔ لیپاس میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اس دروازے سے دوسری طرف پہنچ گئی۔ یہاں آرام کے لئے طویل وعریض بستر موجود تھا۔ حسین شمعدانوں میں شمعیں روشن تھیں۔ لیپاس نے پیار سے مجھے بستر پر بٹھادیا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔

''عمدہ جگہ اور عمدہ عورت.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرے آنے کی اطلاع تمہیں فوراً مل گئی تھی۔؟''

''ہاں، استقبال کرنے والوں میں، میں بھی شامل تھی۔ میں نے بھی خاموشی سے تمہیں دیکھا تھا میرے محبوب۔ اور دل پر قابو رکھا تھا ورنہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر تم سے لپٹ جاؤں۔''

''خوب.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ایک بات تو بتاؤ۔؟''

''جو دل چاہے پوچھو۔''

''کیا تائیورس کو تم نے تفصیل بتائی تھی۔؟''

''مکمل۔''

''کیا وہ میرے اور تمہارے قرب سے خوش ہے۔؟''

''نہ صرف خوش، بلکہ بے حد مسرور..... وہ تمہیں دیوتا مانتا ہے اور کون دیوانہ دیوتاؤں کا قرب پسند نہیں کرتا۔ میرے پاس آ کر تو وہ تمہارے ہی گن گاتا رہتا ہے۔ تم نے اسے کیا نہیں دیا۔ فیقلولیہ کی تقدیر پر چمکنے والے منحوس ستارے کو تم نے آسمان سے نوچ پھینکا اور تمہاری کوششوں نے فیقلولیہ کی شکست کو فتح میں بدل دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ تمہاری سیر چشمی سے بے حد مسرور ہے۔ میں نے تو اس سے اس بارے میں باقاعدہ بات کی ہے۔''

''کس بارے میں۔؟''

''یہی کہ تمہارے قدموں میں ساری زندگی گزار دوں۔''

''اس کا یہ جواب تھا۔''

''اس نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن دوسرے انداز میں۔ اس کا خیال تھا کہ اچھا تمہاری منظور نظر ہے۔ میرے مسلط ہونے کی کوشش تمہیں ناراض نہ کر دے۔''

''اوہ.....''

''لیکن میں نے اس سے کہا کہ اِتھا سے قبل تم مجھے پیار کرتے تھے اور یہ تابوت کا ڈرامہ اسی لئے کیا گیا تھا۔ اس سے تمہاری محبت کا اندازہ بھی مقصود تھا۔ میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم خوشی سے مجھے قبول کرو گے تو ٹھیک ہے ورنہ میں خاموشی سے پیچھے ہٹ جاؤں گی اور اگر تم نے مجھے قبول کر لیا تب بھی میں تمہارے ذہن پر ایسا بار نہ ہوں گی جو تمہیں بے چین کر دے۔''

کیا مطلب۔؟''

''میں ساری زندگی تمہاری اور اِتھا کی خدمت گزار کی حیثیت سے گزار دوں گی۔ تم دونوں کو خود سے شکایت کا موقع کبھی نہ دوں گی۔ میں ان راتوں کو تمہارے قریب نہ بھٹکوں گی جن راتوں تم اِتھا کی آغوش میں ہو گے۔''

''اوہ ... عظیم عورت۔ تیری اس بات سے تیری عزت میرے دل میں کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ تو ساری باتیں کہہ چکی ہے، اب سن.....اِتھا سے میں نے کبھی محبت نہیں کی تھی۔ آج بھی میں اسے نہیں چاہتا۔ لیکن جیسا کہ میں نے تجھے بتایا الیو رنیس کی کشش میں وہ میرے ساتھ رہی ہے چنانچہ میں نے اسے خود سے منسلک رہنے دیا اور سن۔ تو میری محبت ہے اور اِتھا صرف میرے لئے قابل رحم... یہ اس میں اور تجھ میں فرق ہے چنانچہ میں تجھے بڑی حیثیت دوں گا۔''

''آہ... میرے محبوب۔ اور مجھے کیا کیا دے گا۔'' لیپاس شدت جذبات سے پاگل ہو گئی۔

دوسری صبح ............اس نے مجھے رخصت کیا۔ اب اسے ان پہاڑوں میں رہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ آج محل واپس چلی جائے گی اور تانیورس کو بتا دے گی کہ ساری باتیں اس نے میکارا سے کر لی ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے اس کی ہو جائے گی۔''

میں اس کے گال تھپتھپایا اور وہاں سے چلا آیا.....محل میں اِتھا میرے لئے پریشان تھی مجھے دیکھ کر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

''کہاں چلے گئے تھے میکارا.....کہاں تھے میرے محبوب۔ میں ساری رات تمہاری منتظر رہی......دیکھو میری سرخ آنکھوں کو۔ میں نے اپنی پلکیں ایک دوسرے سے نہیں جڑنے دیں، مبادا تم آ جاؤ اور مجھے سوتا پاؤ۔''

''رقص کی محفل سے واپسی کس وقت ہوئی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''جس وقت میں نے تمہاری کمی محسوس کی، اس کے بعد میں ایک پل وہاں نہ رکی.....کیا تم تنہائی سے اکتا کر کہیں چلے گئے تھے۔ میری روح مگر کہاں......؟''

''روحوں کی وادی میں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کہاں......میں نہیں سمجھی۔؟''

''روحوں کی وادی میں......وہ روحیں مجھے بلانے آئی تھیں۔''

''میرا علم، میری عقل مختصر ہے میکارا۔ میں نہ سمجھ سکوں گی۔'' اِتھا نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''اگر تجھے لیپاس کی روح نظر آ جائے اِتھا تب...''

''میں خوفزدہ ہو جاؤں گی۔'' ایتھا نے فوراً کہا۔

''اور بعد میں تجھے پتہ چلے کہ وہ زندہ ہے..... تو.....؟''

''میں یقین نہ کروں گی۔''

''کیوں۔؟''

''کیونکہ لیپاس کی زندگی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ اتنی بلندی سے اور ایسی جگہ سے گری تھی جہاں کسی انسان کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہتی۔''

''لیکن کوئی قسمت، اپنی تدبیر سے بچ جائے تب.....؟''

''تو کیا کہنا چاہتا ہے میکارا۔؟'' ایتھا حیران ہو کر بولی۔

''یہی کہ روحوں کی وادی میں میری ملاقات لیپاس سے ہوئی تھی۔''

''لیپاس کی روح سے.....'' ایتھا حیران ہو کر بولی۔

''ہاں۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ زندہ ہے۔''

''لیپاس.....؟'' ایتھا شدت حیرت سے چیخ پڑی۔

''ہاں۔''

''ناممکن..... قطعی ناممکن..... یہ کیسے ممکن ہے میکارا؟ تو نے اپنی نگاہوں سے زوپاس اور ایداس کے جسموں کا ملغوبہ دیکھا ہوگا۔''

''ہاں..... لیکن ہوا نے لیپاس کی مدد کی۔ اس نے لیپاس کے نازک بدن کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اسے چٹانوں سے دور پہنچا دیا اور سمندر کی لہریں اسے لے کر اس کے وطن کی طرف دوڑ پڑیں۔ تب وہ زندہ سلامت اپنے وطن پہنچ گئی۔''

''دیوتاؤں کی قسم..... یہ دیوتاؤں کا ہی کام ہے۔''

''ہاں..... شاید انہی دیوتاؤں کا جنہوں نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی۔'' میں نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب۔؟''

''یہ دوسری کہانی ہے ایتھا۔ پھر کبھی سہی۔'' میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا..... اور ایتھا میری شکل دیکھنے لگی اور پھر وہ چونک پڑی۔

''تو..... تو نے..... تو نے پوری رات لیپاس کے ساتھ گزار دی۔؟''..... اور پروفیسر اس کے انداز سے شبہ جھانکنے لگا تھا۔

''ہاں۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''اس کی آغوش میں۔؟''

''ہاں.....'' میں اسی انداز سے بولا اور ایتھا خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے سے کبیدگی صاف نمایاں تھی۔ میں نے اس کے اس انداز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ میرا احسان تھا اس پر کہ میں نے اسے ابھی تک اپنے ساتھ رہنے دیا تھا۔ میں نے اس سے کئے ہوئے وعدے کی بنا پر

اسے اپنی دائمی قربت بخش دی تھی۔ لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ میں اس کے بدن کا اسیر تھا۔ ...وہ میرے اوپر حق جتانے والی کون تھی۔ احمق اور بے وقوف عورت اپنے نقصان پر آمادہ تھی۔ میں آرام کرنے کی جگہ دراز ہو گیا اور اسمتھا گردن جھکائے مجھ سے ناراضگی کا اظہار کرتی رہی۔ مجھے اس کی حماقت پر پہلے غصہ پھر ہنسی آنے لگی۔

بالآخر جب خاموشی طویل ہو گئی تو اسمتھا ہی بولی۔ ''کیا آئندہ کچھ راتیں بھی تو اس کے ساتھ گزارے گا میکارا۔؟''

''ہاں۔ شاید میں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنے کا اعلان بھی کر دوں۔''

''یہ ناممکن ہے۔'' اسمتھا شیرنی کی طرح غرائی۔... اور میں چونک پڑا۔

''کیا مطلب۔؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''میں تیری محبوبہ ہوں۔''

''غلط..... میں تیرا محبوب ہوں۔''

''ایک ہی بات ہے۔'' اسمتھا نے کہا۔

''ایک بات نہیں ہے اسمتھا... دونوں باتوں میں فرق ہے۔''

''تو... تو کیا تو مجھے نہیں چاہتا میکارا... کیا میں تیری محبوبہ نہیں ہوں۔؟''

''میں تجھے کچھ عرصہ پیچھے لے جا رہا ہوں اسمتھا۔ غور کر... میں نے تیری طلب نہیں کی تھی، تو ہی میری طلب گار ہوئی تھی اور پھر تیری وجہ سے بہت سے ہنگامے ہوئے اور تو جانتی ہے، میں نے لیبو رئیس کی حکومت صرف لیپاس کے انتقام کے لئے حاصل کی تھی ورنہ میں حکومت سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ ورنہ لیبو رئیس اور فیتلولیہ کی حکومت تائیورس کے حوالے نہ کر دیتا۔ تو ثابت ہوا کہ تجھ سے پہلے بھی لیپاس میری محبوبہ تھی اور تیرے بعد بھی...... پھر تو اس قسم کی بات کیوں کرتی ہے۔؟''

''میں نے ساری زندگی تجھے سونپ دی ہے میکارا۔'' وہ بولی۔

''میں نے تیری زندگی قبول نہیں کی تھی۔ تو نے اس کی درخواست کی تھی۔''

''تو اب تو کیا چاہتا ہے۔؟''

''تجھ سے کچھ نہیں چاہتا..... تو میری نگاہ سے گرتی جا رہی ہے تیرے برعکس لیپاس بلند ظرف کی مالک ہے۔ اس نے تیری قربت قبول کر لی ہے۔''

''کیا مطلب۔؟'' اسمتھا نے پوچھا۔

''اس نے کہا ہے کہ چونکہ تو ایک عرصے سے میرے ساتھ ہے اور تو عورت ہے، اس لئے وہ تجھے برداشت کر لے گی اور مجھ سے جدا ہونے کی بات نہ کرے گی۔ لیکن تو نے اس کی الٹی بات کی ہے۔''

''میں اس کا وجود برداشت نہیں کروں گی میکارا۔'' استھا غرائی۔

''تب میں تجھے خود سے جدا کرتا ہوں استھا...... اور تجھے تیری گستاخی کی سزا ملنا ضروری ہے۔ اسی وقت میرے پاس سے چلی جا اور آئندہ میں تجھے اپنے قریب نہیں پسند کروں گا۔''

''یہ سب کچھ لیپاس کی وجہ سے ہوا ہے۔ کاش وہ زندہ نہ بچتی...... کاش......''

''وہ زندہ ہے استھا...... اور تو یہاں سے چلی جا۔''

''سن میکارا...... میں عورت ہوں، تیری پرستار ہوں۔ میں تیری ساری قوتوں کو تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن اس سے قبل تو عورت کی قوت سے نہ ٹکرایا ہوگا۔ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں، سمجھا...... تو لیپاس کے ساتھ عیش وعشرت سے نہ گزار سکے گا...... سمجھا۔ لیپاس تیری آغوش حاصل کرنے میں ناکام رہے گی۔''

''دیوانی عورت...... میں نے لیپاس سے کہا تھا کہ میں استھا کو خود سے جدا نہ کروں گا کیونکہ وہ میری طویل عرصے کی ساتھی ہے لیکن تو نے اپنے راستے میں خود گڑھے بنائے ہیں۔ میں چاہوں تو اسی جگہ تیری گردن دبا دوں، میں چاہوں تو تیرے بدن کو خنجر سے دو ٹکڑے کر دوں۔ کون ہے جو تیرے بارے میں مجھ سے سوال کر سکے...... تو نے عورت کی طاقت کی بات کی ہے۔ بے شک عورت بڑی فتنہ پرور شے ہے...... حسد ورقابت کی پتلی...... میرے ذہن میں اب تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے میں تجھے زندہ جانے دیتا ہوں۔ تیری ساری طاقتیں میری قدموں تلے مسل جائیں گی۔''

''تو...... تو لیپاس کے حصول سے باز نہ آئے گا؟'' استھا غضبناک لہجے میں بولی۔

''ایک لمحے کے اندر میری نگاہوں سے دور ہو جا۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''میکارا...... ساری زندگی پچھتائے گا۔''

تب میں اٹھا...... میں نے اس کے بال پکڑے اور اسے باہر دھکا دے دیا...... وہ اسی قابل تھی۔ اس کے بعد میں سکون سے لیٹ گیا۔ استھا کی بکواس نے میری طبیعت مکدر کر دی تھی۔

بہرحال اچھا ہوا، ورنہ لیپاس کے دل میں بھی احساس رہتا کہ میری آغوش صرف اس کی نہیں ہے بلکہ استھا بھی اس کی حقدار ہے۔ رہ گئی استھا کی بات...... تو وہ میرا کیا بگاڑ سکتی تھی۔

استھا واپس نہ آئی...... ہاں تائیورس کا پیغام میرے لئے آیا اور میں نے کہلوا دیا کہ ابھی میں آرام کروں گا اور شام کو اس سے ملاقات کروں گا۔ میرے انکار کے بعد کس کی مجال تھی جو مجھے مجبور کرتا...... چنانچہ پورا دن میں نے آرام میں گزارا...... اور پھر شام کو میں نے ایک خادم سے تائیورس کو اطلاع بھجوائی کہ میں اس سے ملنے کے لئے تیار ہوں۔

تائیورس تو جیسے تیار ہی بیٹھا تھا۔ فوراً میرے پاس آ گیا۔

''اس وقت میرا خیال تھا میکارا...... کہ تو میرے ساتھ دربار میں شریک ہو...... لیکن تو آرام کر رہا تھا۔''

''دربار کے معاملات صرف تجھے ہی سنبھالنے ہیں تائیورس۔''

''لیبورنیس کے لئے تیری کیا ہدایات ہیں۔''

''میں بتا چکا ہوں...... وہی بہتر طریقہ ہے۔''

''تو میری رہنمائی کر میکارا...... میرے نائب کے لئے کون مناسب رہے گا۔؟''

''یہاں جو لوگ ہیں، انہی میں سے کسی کا انتخاب کر لے۔ یہ کام اب تیرا ہے۔''

''میں تجھے مجبور نہیں کروں گا میکارا .. تو جیسا پسند کرے۔'' تائیورس نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ یہاں سے لیبورنیس تک تو اپنے لئے راستہ ہموار کر لے۔ اس سلسلے میں تیری کیا رائے ہے۔؟''

''تیرے حکم سے انحراف کی جرأت کون رکھتا ہے میکارا...... لیکن مجھے کیا کرنا ہوگا۔؟''

''تھوڑی سی سپاہ تیار کر۔ میرے ساتھ میرے جہاز موجود ہیں اور میرے آدمی بھی۔ لیکن تجھے یہاں کے لئے اپنا قائم مقام مقرر کرنا ہوگا اور پھر ہم فوج لے کر چلتے ہیں۔ پہلے دن ان لوگوں کو دعوت دیں گے اور اگر کوئی نہ مانا تو اس پر لشکر کشی کریں گے۔''

''میں تیرے احکامات کی تعمیل کروں گا میکارا۔''

''ٹھیک ہے۔ پہلے قدم پر تو سب سے پہلے اپنا ایک نائب مقرر کر اور رموز حکومت اسے سمجھا دے۔''

''ایسا ہی ہوگا۔''

''اس کے بعد تیرا دوسرا قدم یہ ہوگا کہ یہاں سے لیبورنیس تک سیدھے راستے کا انتخاب کر کے اس راستے کے جزیروں کے بارے میں تفصیل تیار کر۔ پھر ایک مکتوب قاصدوں کو دے کر انہیں روانہ کر دے اور سب کو اطلاع پہنچا دے۔ مکتوب کے مسودے میں تھیوڈرس کی شکست اور اس کی موت کا ذکر نمایاں ہو۔''

''انتہائی مناسب میکارا...... تیرا ذہن کائنات کی مانند وسیع ہے۔ تو سارے امور پر خوب سوچتا ہے۔''

''ہم قاصدوں کی واپسی کا انتظار کریں گے۔''

''بالکل ٹھیک۔''

''اس کے علاوہ کچھ قاصد ان لوگوں کی طرف بھی روانہ کر۔ جنہوں نے ہم سے مدد کا وعدہ کیا تھا لیکن آج تک خاموش ہیں۔ ان سے جرمانے کے طور پر چار چار جہاز طلب کر۔ ورنہ پھر انہیں ہم سے جنگ کرنا پڑے گی۔''

''یہ خیال میرے ذہن میں تھا۔''

''بس اور کیا چاہتا ہے۔؟''

''یہ باتیں تمام ہوئیں میکارا۔''

''اب کچھ اور گفتگو باقی رہ گئی ہے۔؟''

''ہاں.....'' تائیورس نے گردن جھکا کر کہا۔

''تو بول...''

''میری وفاداری پر شک تو نہیں کرتا میکارا.....؟'' تائیورس نے شرمسار لہجے میں کہا۔

''نہیں.....تو ایک مخلص دوست ہے۔'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ویسے میں کسی حد تک سمجھ گیا تھا کہ تائیورس کیا کہنے کی تیاری کر رہا ہے۔

''تجھے یقین ہے کہ میں تیرے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت نہیں رکھتا۔''

''ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ تو میرا مکمل احترام کرتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تب میکارا..... میں نے لیپاس کے سلسلے میں تجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے ایسے الفاظ اختیار کئے کہ لیپاس کی ضد بھی پوری ہو جائے۔ تاہم میں تجھے صحیح بات نہ بتانے پر شرمسار ہوں۔''

''لیپاس کی زندگی سے مجھے بے پناہ خوشی ہوئی ہے۔ یوں بھی لیپاس مجھے بتا چکی ہے کہ اس نے تمہیں مجبور کیا تھا۔''

''تو مجھ سے ناراض تو نہیں ہے میکارا۔؟''

''نہیں تائیورس.....ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تب میں مطمئن و مسرور ہوں۔ یقین کر میکارا.....ابتدا میں دیوتاؤں کی پیش گوئی کی وجہ سے مجھے مجبوراً خاموش رہنا پڑا لیکن کیسی حیرت کی بات ہے کہ دیوتاؤں کی پیش گوئی غلط نکلی۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب تائیورس ہی بولا۔

''لیکن لیپاس نے مجھے کچھ اور بھی بتایا تھا۔''

''کیا.....؟''

''اس نے کہا تھا کہ تو نے دعویٰ کیا تھا کہ تو دیوتاؤں کو شکست دے کر لیپاس کی زندگی بچائے گا اور وہی ہوا میکارا۔ یہ کیا راز ہے۔؟'' تائیورس نے کہا۔

''ان باتوں کو ذہنوں سے گم رہنے دے تائیورس۔ میرا خیال ہے کہ میں اس موضوع پر گفتگو کر کے مسرور نہ ہو سکوں گا۔ چنانچہ ان باتوں کو دماغ سے نکال دے۔''

''تاہم.....میں حیران ضرور ہوں۔''

''میرے لائق اور کوئی کام بتا۔''

''ابھی میرے کچھ سوالات باقی ہیں۔''

''پوچھ..... میں تیار ہوں۔''

''لیپاس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔؟''

''کیا تجھے علم ہے تائیورس..... کہ وہ مجھے اور میں اسے پسند کرتے ہیں۔؟''

''ہاں..... یہ بات میرے علم میں ہے۔''

''تب اس روشنی میں تو خود فیصلہ کر۔''

''میں لیپاس کو تیری غلامی میں دے کر فخر محسوس کروں گا۔''

''وہ میری عورت کی حیثیت سے آرام سے رہے گی۔''

''تب کیا میں فیتلولیہ میں اس بات کا اعلان کر دوں۔؟''

''ہاں..... لیکن اپنے طور پر..... میں ان رسومات میں کوئی دلچسپی نہ لے سکوں گا، جو تیرے ہاں رائج ہیں۔''

''اوہ..... کیا تو ذولجاس کے معبد میں جا کر اس کو اپنی پناہ میں لینے کا اقرار نہیں کرے گا۔؟''

''اگر یہ تیرے ہاں کی رسم ہے تو اور اس کے پوری نہ ہونے سے تیری دلشکنی ہوگی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو انتہا سمجھتا ہوں اور وہی میرے لئے مکمل ہوتے ہیں۔ میں دل سے ان رسومات کو قبول نہیں کروں گا۔''

داستان مختصر پروفیسر..... ان لوگوں کی دلچسپی کے لئے میں نے چند روز کا تماشہ قبول کر لیا۔ اور بڑے بڑے دلچسپ تماشے ہوئے اور پھر اس کے بعد لیپاس کو اور مجھے ایک خوبصورت محل رہنے کے لئے دے دیا گیا۔

لیپاس میرے لئے کوئی اجنبی چیز نہیں تھی۔ لیکن عورت کی حیثیت سے وہ بہت دلکش تھی۔ غار کی ملاقات کے بعد میری اس سے دوسری ملاقات بہت دلچسپ رہی۔

''تمہاری تو شخصیت ہی بدل گئی لیپاس۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میری تقدیر بھی بدل گئی ہے میکارا۔'' لیپاس نے شرمگیں انداز میں کہا۔

''کیوں۔؟''

''تمہارا دائمی قرب معمولی حیثیت تو نہیں رکھتا۔''

''اوہ۔ یہ تمہاری محبت ہے۔''

''نہیں..... یہ میری تقدیر ہے۔'' لیپاس نے کہا اور میرے آغوش میں منہ چھپا لیا..... رات گزرتی رہی..... ساری رات ہم دونوں جاگتے رہے تھے۔ میری تو خیر بات ہی اور تھی لیکن لیپاس کی آنکھوں سے بھی نیند اڑ گئی تھی۔

رات کے آخری پہر میں اس نے امتحا کے بارے میں گفتگو کی۔ امتحا کے بارے میں تفصیلات ابھی کسی کو معلوم نہیں تھیں۔ خود میں نے

بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ وہ کہاں گئی۔

''میکارا..... تم میری روح ہو، میری زندگی ہو۔ میں حیات کا ایک ایک لمحہ تمہاری آغوش میں گزارنا چاہتی ہوں۔ لیکن مجھے اپنا قول بھی یاد ہے۔''

''کون سا قول لیپاس.....؟'' میرے ذہن میں اس وقت اِستھا نہ تھی۔

''میں نے اِستھا کی حیثیت بھی قبول کی تھی۔''

''اوہ۔ اِستھا.....'' میں نے ایک گہری سانس لی۔

''ہاں۔ کل کی رات تم اِستھا کے ساتھ گزار سکتے ہو..... میں دوسری رات کا انتظار کروں گی۔''

''اب اس کی ضرورت نہیں ہے لیپاس۔''

''ایں..... کیوں..؟'' لیپاس تعجب سے بولی۔ ''میں نہیں سمجھی میکارا۔''

''وہ تمہارا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔''

''اوہ..... پھر۔؟'' لیپاس تاسف سے بولی۔

''میں نے اسے نکال دیا۔''

''اوہ.....'' لیپاس افسوس سے بولی۔ ''شاید اچھا نہ ہوا۔''

''سنو لیپاس..... میں یہ نہیں کہتا کہ میری نظروں میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن میں تنگ ظرفی بالکل پسند نہیں کرتا۔ میں نے آزاد زندگی گزاری ہے۔ اور یہی میری شخصیت ہے۔ چنانچہ وہ احکامات جو تمہاری ذات پر اثر انداز نہ ہوں، میں ہر حالت میں ان کی تعمیل چاہتا ہوں۔''

''تمہیں مجھ سے شکایت نہ ہوگی میکارا۔'' لیپاس آہستہ سے بولی۔

''میں نے اِستھا کی بات کی ہے۔ اِستھا خود پسند تھی۔ میں نے اس کی بے پناہ خواہش پر اسے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ ورنہ میں اس سے محبت نہیں کرتا تھا..... تم میری محبت ہو۔ لیکن میں نے تم سے بھی یہی کہا کہ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن اِستھا تمہارے لئے تیار نہ تھی۔''

''اوہ، میں پھر بھی اس کے لئے مغموم ہوں۔''

''نہیں، تم اس کا خیال ذہن سے نکال دوگی۔ میں یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی ہے کہ وہ کہاں ہے۔؟''

''جو حکم میرے میکارا.....'' لیپاس نے کہا۔ اور میں اس پھر پیار کرنے لگا۔

یوں پروفیسر..... لیپاس کے ساتھ میں نے ایک پرسکون عرصہ گزارا۔ اس دوران نائیوس کو میں مشورے دیتا رہا۔ جزائر کی پٹی پر قاصد جا چکے تھے اور ان کی واپسی کا انتظار تھا۔

چار چاند پورے ہوئے تو قاصدوں کی واپسی شروع ہوگئی۔ بڑے دلچسپ پیغامات لائے تھے وہ۔ لیبورنیس کے سیدھے راستے میں کل

آٹھ جزیرے پڑتے تھے۔ ابتدائی دو جزیروں نے فوری اطاعت قبول کر لی تھی۔ تیسرے جزیرے انطازا نے اعلان جنگ کر دیا تھا۔ چوتھا جزیرہ کشمکش میں تھا اور اس نے سوچ کر جواب دینے کی پیشکش کی تھی۔ پانچویں اور چھٹے جزیرے دونوں نے الحاق کر لیا تھا اور تائیورس سے جنگ کرنے پر آمادہ تھے۔ اور ساتواں جزیرہ بھی جنگ پر آمادہ تھا لیکن پانچویں اور چھٹے جزیرے سے علیحدہ رہ کر اسی طرح آٹھویں جزیرے والوں کی نیت بھی اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ باقی وہ جنہوں نے امداد کا وعدہ کیا تھا اور وعدے کی پابندی نہیں کر سکے تھے انہوں نے معذرت کی تھی اور ہرجانہ دینے کو تیار تھے۔ اور جب آخری قاصد بھی واپس آ گیا تو تائیورس نے میری خدمت میں پیش ہو کر تفصیلات میرے سامنے رکھ دیں۔

''گویا ہمیں کل پانچ جزیروں پر جنگ کرنی ہے۔؟''

''ہاں میکارا۔''

''اور تو اس کے لئے تیار ہے۔؟''

''میں تو صرف تیرے احکامات کی تعمیل کے لئے تیار ہوں۔'' تائیورس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اسلحہ سازی کی کیا کیفیت ہے۔؟''

''تو مطمئن ہو جائے گا، دن رات تیاریاں ہو رہی ہیں۔''

''کتنے نئے جہاز بن گئے ہیں۔؟''

''بارہ جہاز۔۔۔ جن میں تھیوڈوس کے تباہ شدہ جہازوں کا اور اپنے جہازوں کا سارا سامان استعمال کیا گیا ہے۔''

''بہت خوب۔ فوجی تربیت کی کیا کیفیت ہے۔؟''

''لیبوریس کے جیالوں کے ساتھ مل کر فیلفولیہ کے ہزاروں باشندے جنگی مشقیں کر رہے ہیں۔''

''گویا تیاریاں مکمل ہیں۔؟''

''اگر تو ان سے مطمئن ہو میکارا۔۔۔''

''میں دیکھوں گا، ویسے اب تو کچھ نئے کام کر۔''

''حکم دے۔''

''تو نے اپنے نائب کا انتخاب کر لیا۔؟''

''میں ژوداناس کا نام تیری خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔''

''تیرے خیال میں اطمینان کا آدمی ہے۔؟''

''ہاں۔۔۔ میرے خیال میں۔''

''اور تیرا خیال ٹھیک ہی ہوگا، مجھے یقین ہے۔ لیکن کام یہیں ختم نہیں ہو جاتا، تجھے آٹھ اور ایک نو، ایسے آدمیوں کا انتخاب کرنا ہے جو

تیرے خیال میں حکومت کے امور سنبھالنے کے اہل ہوں۔''

''اوہ۔ اتنے سارے لوگوں کی ضرورت۔؟''

''میں نے صرف نو آدمیوں کی بات کی ہے جنہیں لیبورنیس سمیت باقی جزیروں پر تعینات کرنا ہے۔''

''اوہ یقیناً ..... جس کام کی ابتدا تو نے کی ہو میکارا ..... اس کے تکمیل تک نہ پہنچنے کا کیا جواز ہے۔'' تائیورس نے عقیدت سے کہا۔

''تو یہ سب کچھ کرلے۔ میں کل سے لیپاس کے ساتھ مل کر فوجی کارروائیوں کا جائزہ لوں گا۔''

''ٹھیک ہے میکارا۔'' تائیورس مطمئن ہو کر چلا گیا۔

دوسرے دن سے میں نے تائیورس کی فوجی تیاریوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہدایات جاری کیں۔ میں اور لیپاس پوری طرح اس کام میں مصروف ہو گئے تھے اور تیاریاں زیادہ زور و شور سے ہونے لگیں۔ پھر ایک مناسب تعداد فیقلولیہ کی نگرانی کے لئے چھوڑی گئی اور باقی جوان لیبورنیس کے جوانوں کے ساتھ مل کر اس عظیم الشان مہم پر چل پڑے۔

جنرل لیپاس نے الگ فوجی کمان سنبھالی ہوئی تھی۔ چھ جہاز اس کی تحویل میں تھے باقی تائیورس کی کمان میں تھے۔ میں جنرل لیپاس کے جہاز میں ہی تھا۔ سارا دن وہ مرد بنی رہتی اور رات کو چولا بدل کر میری آغوش میں آجاتی۔ سمندر کے دن رات نہایت سکون اور عیش و عشرت سے گزر رہے تھے۔

تب ہم پہلے جزیرے پر پہنچ گئے، جہاں کا حکمران دابیاس تھا۔ ادھیڑ عمر کا زیرک انسان جس نے پوری سپاہ جہازوں میں بٹھا کر ساحل سے کافی دور ہمارا استقبال کیا۔ اس کا ایک بھی سپاہی مسلح نہیں تھا۔ پھر جب ہمارے جہاز نزدیک پہنچے تو اس نے پھولوں کی بارش کر دی اور اس کے ساتھ ہی اپنے جہازوں پر فیقلولیہ کے پھریرے لہرا دیئے۔

''دابیاس کے دوستی کے اظہار کی قیمت کیا ہو میکارا .....؟'' تائیورس نے پوچھا۔

''تو کیا چاہتا ہے تائیورس۔؟''

''میری خواہش ہے میکارا ..... دابیاس کو سربراہ رہنے دیا جائے۔ ہمارا آدمی صرف اس کے مشیر کی حیثیت سے کام کرے اور فیقلولیہ کے مفادات کا خیال رکھے۔ ہاں یہاں فیقلولیہ کا جھنڈا لہرانے گا۔''

''مناسب ہے، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

تب دابیاس کے جہازوں سے رسوں کی سیڑھیاں پھینکی گئیں اور پھر دابیاس سیڑھی کے ذریعے ہمارے جہاز پر آ گیا۔

''سمندری عفریت کو شکست دینے والے پر دیوتاؤں کی برکتیں نازل ہوں۔ کیا انوکھا ہے تائیورس اور کیسی انوکھی ہے اس کی سپاہ، میں تیرے پناہ میں عافیت محسوس کروں گا اور یقین کر ..... اپنی حکومت تیرے حوالے کر کے مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔''

''ہم دوستی کے قدردان ہیں دابیاس ..... ہم تیرے جزیرے کو لوٹنے نہیں آئے بلکہ اسے خود میں شامل کر کے مضبوطی بخشنے آئے ہیں۔

فیقلو لیہ صرف ایک جزیرہ نہیں، ایک سلطنت ہے۔ تم میں کسی پر بنا ہی آئے گی تو تم تنہا نہ ہو گے۔"

"ہاں، ہاں --- ہمیں تیرے جیسے نگہبان کی ضرورت ہے۔ اور ہم تجھ سے تعاون کریں گے اس طرح جیسا تو پسند کرے گا۔"

"تب ہماری دوستی تمہارے لئے ہے۔" تائیورس نے کہا اور ہم دابیاس کے جزیرے پر اتر گئے۔ چھوٹے سے جزیرے پر اتنے لوگوں کا بوجھ زیادہ دن تک مناسب نہیں تھا۔ ہم نے جلد از جلد یہاں سے کام نمٹایا اور آگے بڑھ گئے۔

دوسرا جزیرہ سیلوس کا تھا۔ یہ جوان العمر تھا اور چہرے سے کافی چالاک معلوم ہوتا تھا۔ کمزور ہونے کی وجہ سے اس نے ہم سے تعاون کیا تھا ورنہ شاید یہ بات پسند نہ کرتا۔

چنانچہ یہاں تائیورس نے جارحانہ رویہ رکھا۔ اس نے سیلوس اور اس کے ساتھیوں کو ہٹا کر حناق کو یہاں کا نگراں مقرر کیا اور اپنے دوسرے کچھ ساتھی اس سے تعاون کے لئے چھوڑ دیئے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اعلان کیا کہ حناق کے ساتھ تعاون کیا جائے اور اسے کوئی شکایت نہ ہونے دی جائے ورنہ فیقلو لیہ کی فوجیں اس پر حملہ آور ہو کر اسے سمندر برد کر دیں گی اور بڑے بڑے سرکشوں نے حناق سے وفاداری کا اعلان کر دیا۔ سیلوس کو صرف جزیرے کے معزز انسان کی حیثیت دی گئی اور اس کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر کے ہم آگے بڑھ گئے۔

تیسرا جزیرہ آئی گینا تھا۔ ہم نے دور سے ہی آئی گینا کی جنگی تیاریوں کو دیکھا۔ فقلیدوس جزیرے کا شہنشاہ تھا اور نہ جانے اس شخص کے ذہن میں کیا خناس تھا کہ اس نے جنگ کی ٹھانی تھی۔ اس کے دس بارہ جہاز انسانوں سے لیس کھڑے تھے اور وہ اتنی ترنگ میں تھا کہ اس نے پیش قدمی بھی شروع کر دی۔

لیبورنیس کے جیالے جن کے ہتھیاروں کو زنگ لگتی جا رہی تھی اور جو اس بات سے بے چین تھے، خوش ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے اجازت طلب کی کہ ان کے جہازوں کو آگے آگے رہنے دیا جائے۔

لیکن فیقلو لیہ والے بھی بضد تھے۔ بالآخر میں نے ان کی ترتیب ایک نیم دائرے کی شکل کی کر دی۔ تاکہ بائیں سمت سے فیقلو لیہ کے جہاز اور دائیں سمت سے لیبورنیس والے آگے بڑھیں اور آئی گینا کو پیس کر رکھ دیں۔

اور یہی ہوا..... جوں جوں ہم قریب پہنچتے گئے آئی گینا کے جیالوں کے دلوں میں خوف و ہراس ہوتا گیا..... لیکن ناعاقبت اندیش فقلیدوس نے غور نہ کیا اور جنگ پر آمادہ رہا اور پھر بالآخر تائیورس نے جنگ کی اجازت دے دی..... بس پھر کیا تھا..... لیبورنیس والے دوڑے کہ وہ اس تر نوالے کو ہضم کر لیں اور فیقلو لیہ والے اپنی کارکردگی دکھانے دوڑے۔

لیکن اس وقت دونوں کو بڑی مایوسی ہوئی، جب صرف چند گھنٹوں کے اندر آئی گینا کی فوجوں نے پناہ کے علم بلند کر دیئے۔ فقلیدوس نے علم بلند کرنے والے کئی انسانوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ لیکن آئی گینا کے فوجی اپنے حشر کا اندازہ لگا چکے تھے ... چنانچہ جب پانچ آدمی فقلیدوس کے ہاتھوں مارے گئے تو پھر انہوں نے مل کر فقلیدوس کو قتل کر دیا اور اس کی لاش سامنے لا کر پناہ طلب کی۔

تب تائیورس نے جنگ رکوا دی اور یوں آئی گینا پر قبضہ ہو گیا۔

اس جزیرے پر ہم نے پورے چار دن اور چار راتیں گزاریں۔ پھر طرابن کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ جنگ کا دوسرا جزیرہ تھا۔ ان جنگوں میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا اور ہم دشمنوں کو زیر کرتے، دوستوں کو خوش کرتے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اب ہمارا رخ آٹھویں جزیرے کی طرف تھا۔

کیا ہی دلکش سفر تھا یہ..... کیا ہی عمدہ وقت گزر رہا تھا..... آٹھویں جزیرے سے آگے لیبورنیس تھا۔ لیکن آٹھویں جزیرے کا سفر میرے لئے زیادہ دلکش نہ رہا۔ یہ سفر کچھ واقعات لئے ہوئے تھا۔

اس شام میں تائیورس کے جہاز پر تھا۔ تائیورس نے مجھ سے کچھ مشورے کئے تھے۔ رات ہوئی تو میں اپنے جہاز پر واپس آ گیا۔ لیپاس میری منتظر تھی۔ اس نے حسب معمول مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا اور پھر رات کو جب خلوت میں پہنچی تو میری آغوش میں اس نے کہا۔

''میکارا.....''

''میری جان.....''

''میں تم سے ایک بات کا تذکرہ کرنا چاہتی ہوں۔''

''ہاں..... ہاں..... کہو۔''

''یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم پلیسنٹس کے ساحل پر جنگ کر رہے تھے۔ میرے عقب میں جنگ ہو رہی تھی..... تب ہمارے ایک سپاہی نے بظاہر دشمن کی طرف پھینکنے کے لئے ایک تیر کمان پر چڑھایا۔ لیکن وہ تیر میری طرف آیا۔ میں اتفاق سے ایک طرف ہٹ گئی تھی ورنہ تیر میری پسلیوں میں پیوست ہو جاتا۔ پھر بھی وہ میرے لباس کو چھو کر گزر گیا۔''

''ارے.....'' میں چونک پڑا۔

''میں نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر اس سپاہی کی طرف دیکھا، تو وہ بدحواس ہو کر پیچھے چلا گیا۔ گو میں دشمن سے نبرد آزما تھی لیکن اس کے باوجود میں نے کچھ باتیں محسوس کیں..... وہ سپاہی لیبورنیس والوں یا فیلقلولیہ والوں کی طرح قد آور اور تندرست نہیں تھا بلکہ اس کا قد کسی قدر چھوٹا تھا اور اس کا جسم ایک عجیب دلکشی لئے ہوئے تھا۔ اس کی کمر پتلی اور کولہے بھاری تھے۔ میرے ذہن میں الجھن ضرور تھی لیکن اس وقت موقع نہیں تھا، چنانچہ میں نے اس تجسس کو دبا لیا اور پھر یہ واقعہ بھول گئی۔

لیکن آج میں نے اس سپاہی کو پھر اپنے جہاز پر دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ اس دوران وہ دوسرے جہازوں پر رہا اور مجھے نظر نہ آیا۔ اسی لئے میں اسے بھول گئی تھی۔ آج مجھے اس کی ایک جھلک نظر آئی تو میں نے کچھ لوگوں کو بلا کر اشارہ کیا کہ وہ اسے بلا لائیں۔ لیکن چند لمحات کے بعد انہوں نے آ کر بتایا کہ وہ جہاز پر موجود نہیں ہے۔''

''اوہو.....'' میں بغور لیپاس کی داستان سن رہا تھا۔ ''یہ تو انوکھی کہانی ہے لیکن تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے لیپاس۔؟''

''میرا خیال ہے، وہ کوئی عورت ہے۔''

"ہاں....."

"لیکن اس سے تمہاری دشمنی کیا حیثیت رکھتی ہے۔؟"

"میں نہیں کہہ سکتی۔"

"ہوں... "میں غور کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔" جہاز کے باورچی خانے میں کام کرنے والی عورتوں میں تلاش کیا جائے تو وہ مل جائے گی۔ اگر وہ عورت ہے تو باورچی خانے کے علاوہ کہاں مل سکے گی۔؟"

"ہاں... باورچی خانے کی علاوہ عورتیں اور کہیں نہیں ہیں۔"

"لیکن مجھے حیرت ہے... اوہ.....اوہ لیپاس۔" میں اچھل پڑا۔

"کیوں۔؟" لیپاس چونک پڑی۔

"کیا تم نے اتھا کو دیکھا تھا..... میرا مطلب ہے اس کی صورت تیرے ذہن میں محفوظ ہے۔؟"

"اس.....؟" لیپاس پر خیال انداز میں بولی اور پھر اس کے انداز میں بھی اضطراب پیدا ہو گیا۔" اوہ..... میکارا... تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔ میں نے غور نہیں کیا تھا لیکن اس کے انداز میں اتھا کے نقوش ملتے ہیں۔"

"ہوں... تب اٹھو..... ہم اسے تلاش کریں گے۔"

"میکارا... "لیپاس نے میرے شانے پکڑ لئے۔

"کیوں۔؟"

"اس وقت نہیں۔"

"لیکن بات بڑی سنسنی خیز ہے لیپاس۔ اتھا جہاز پر کیسے آگئی۔؟"

"ممکن ہے، دوسرے لوگوں کے ساتھ بھیس بدل کر آگئی ہو۔"

"لیکن کس مقصد کے تحت۔؟"

"شاید مجھے قتل کرنا چاہتی ہو؟" لیپاس مسکرا کر بولی۔

"میں اس سے قبل اسے جہنم رسید کر دوں گا۔"

"نہیں میکارا..... وہ بہر حال عورت ہے۔ اسے تلاش کر لو۔ اور پھر اسے کہیں چھوڑ دو... ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔"

"اس نے جرأت کیسے کی..... اگر وہ کامیاب ہو جاتی تو.....؟"

"میری زندگی میری اپنی کہاں ہے..... میں تو تمہاری ہوں میکارا..... اور تمہاری چیز کوئی دوسرا برباد نہیں کر سکتا۔" لیپاس نے کہا اور میرے سینے سے لپٹ گئی۔

لیپاس اس وقت مجھے خود سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ میں نے بھی اصرار نہیں کیا۔ لیکن میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ لیپاس کے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی لیکن میں نے ایسے بہت سے واقعات دیکھے تھے۔ عورت کی رقابت کی کہانی تو لاکا سے ہی شروع ہوگئی تھی اور اس کے بعد صدیوں سے جاری تھی۔

اور پھر انتھا کے الفاظ..... میں نے ان الفاظ کو اس لئے اہمیت نہیں دی تھی کہ انتھا میرا کیا بگاڑ سکتی ہے..... لیکن لیپاس کے بارے میں، میں نے نہیں سوچا تھا۔ ہاں..... انتھا مجھ سے انتقام لینے کے لئے لیپاس کو تو نقصان پہنچا سکتی تھی اور شاید اسی نیت سے وہ مرد بن کر سپاہیوں میں شامل ہوگئی تھی۔

چنانچہ صبح اٹھ کر سب سے پہلے انتھا کا بندوبست کرلیا جائے۔ یہ ضروری ہے۔

''میکارا.....'' لیپاس نے مجھے آواز دی۔

''میری جان۔''

''کس سوچ میں ڈوب گئے۔؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔''

''پھر بھی۔؟''

''میں انتھا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا لیپاس۔''

''کس الجھن میں پڑ گئے میکارا۔ اس سے تو بہتر ہوتا کہ میں تم سے تذکرہ ہی نہ کرتی۔ میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ تم جانتے ہو میں خود اسے تلاش کر کے قتل کرسکتی ہوں..... اور سنو میں خود بھی اس سے ہوشیار رہوں گی بلکہ کل ہم اسے برآمد کرلیں گے اور پھر اسے مناسب سزا دے دیں گے۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔''

''تب پھر اسے ذہن سے نکال دو۔'' وہ میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے بولی۔

''اوہ، میں نے تو اسے کب کا ذہن سے نکال دیا۔'' میں لیپاس کا مطلب سمجھ گیا..... وہ میری پوری توجہ چاہتی تھی۔ چنانچہ میں نے اس کی مرضی پر چلنا شروع کردیا اور یہ رات بھی دوسری خوبصورت راتوں کی طرح گزر گئی۔

دوسری صبح میں نے اور لیپاس نے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور پھر ہم دونوں تیاریاں کرنے لگے۔ اتنی دیر میں تائیورس ہمارے جہاز پر پہنچ گیا۔ ہم دونوں نے اس کا استقبال کیا تھا۔

''میں اطلاع دینے آیا تھا میکارا..... کہ ہم آخری جزیرے سے زیادہ دور نہیں ہیں۔'' تائیورس نے کہا۔

''اوہ خوب..... واقعی یہ سفر طویل ہوگیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے لیپاس..... تمہارے چہرے پر کچھ عجیب سے تاثرات ہیں۔؟'' تائیورس نے کہا اور میں نے بھی لیپاس کی طرف دیکھا۔

واقعی لیپاس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

''کیا بات ہے لیپاس؟ کیا ہوا؟ میں نے چونک کر پوچھا۔

''نہ جانے کیا ہوا ہے میکارا۔''لیپاس نے سینے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے..... کیا ہوا۔؟''میں نے اسے تھام لیا۔لیکن لیپاس کو ایک ابکائی آئی اور خون کے ٹکڑے اس کے منہ سے ابل پڑے۔ میرے ذہن پر سناٹا چھا گیا تھا۔

تائیورس گھبرا گیا۔''میکارا.....''اس نے چیخ کر کہا۔''زہر۔''

''زہر.....؟''میں چونک پڑا اور پھر میں نے جلدی سے ناشتے کے برتن دیکھے۔قہوے کے برتن کی نچلی تہہ میں چمکدار ذرات جگمگا رہے تھے۔

''ہیرا.....''میرے منہ سے نکلا۔ہیرا پیس کر قہوے میں ملا دیا گیا تھا۔ظاہر ہے ہر قسم کا زہر میرے اوپر کارآمد نہیں تھا۔لیکن لیپاس کی زندگی اب محال تھی۔وہ بری طرح نڈھال ہو گئی تھی۔

''یہ کیا ہوا میکارا..... میری بہن کو کیا ہوا۔؟''تائیورس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔لیکن میرے جبڑے بھنچ گئے۔میں لیپاس کو کسی طرح زندگی نہیں دے سکتا تھا۔اسے خون کی کئی الٹیاں ہو چکی تھیں اور اب وہ بالکل سفید پڑ گئی تھی اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں تھیں۔

''لیپاس..... لیپاس.....''میں نے اسے پکارا۔لیکن اس کے حواس جواب دے گئے.....وہ دم توڑ رہی تھی۔

''لیپاس..... لیپاس.....میری بہن۔''تائیورس نے شدت غم سے کہا اور پھر اس نے لیپاس کو سینے سے بھینچ لیا.....لیپاس نے دم توڑ دیا تھا۔''آہ میکارا.....لیپاس مر گئی.....میری بہن مر گئی۔''

میں ساکت و جامد کھڑا تھا.....میرا اندازہ درست نکلا تھا۔باورچی خانے کی عورتوں میں ایتھا موجود تھی۔

''یہ سب کچھ..... کس نے کیا..... کیوں کیا؟ بتاؤ میکارا۔میری بہن کو ہیرا کس نے دیا۔''

''اسے لٹا دو.....''میں سرد آواز میں کہا.....اور تائیورس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔لیکن اس کا بدن شدت غم سے کانپ رہا تھا.....

''آؤ تائیورس.....''میں نے کہا اور وہ سر جھکائے میرے ساتھ نکل آیا۔

''میری بہن کی ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا میکارا۔؟''

''آؤ تائیورس.....''میں نے کہا۔اور پھر تائیورس کو ساتھ لے کر سیدھا باورچی خانے میں پہنچ گیا۔باورچی خانے کی ساری عورتوں کو میں نے دیکھا لیکن ایتھا ان میں موجود نہیں تھی۔تب میں نے ان عورتوں سے کسی اجنبی عورت کے بارے میں پوچھا اور ایتھا کے بارے میں اطلاع مل گئی.....وہ موجود تھی،لیکن انتہائی پراسرار طور پر۔

تب میں باہر نکل آیا اور اس کے بعد میں نے جہاز کے ایک ایک سپاہی کو نکال لیا.....لیکن ایتھا ان میں بھی موجود نہ تھی۔تائیورس غمزدہ شکل لئے میرے ساتھ موجود تھا۔اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا تلاش کر رہا ہوں اور جب میں سخت پریشانی کے عالم میں تائیورس کے کندھے

پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا تو میری نگاہ مستول کی طرف اٹھ گئی۔

مستول پر ایک سپاہی موجود تھا۔

''اے..... تم وہاں کیا کر رہے ہو؟ نیچے آؤ۔'' میں نے چیخ کر کہا۔

''تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کے لئے اس سے عمدہ جگہ اور کوئی نہیں تھی میکارا... '' اوپر سے آواز آئی اور یہ آواز اسنتھا کے علاوہ اور کسی کی نہیں تھی۔

''میں تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا کتیا۔ نیچے اتر آ۔'' میں غرایا۔

''تم نے دیکھا میکارا... میں نے غلط تو نہیں کہا تھا۔ عورت کمزور نہیں ہوتی۔ میں نے تمہارے دل کو بھی وہی داغ دیا ہے جو میرے دل پر لگا تھا۔'' اسنتھا نے کہا۔

''اسنتھا... نیچے اتر آ..... ورنہ میں آ رہا ہوں۔''

''تم تکلیف نہ کرو میری جان۔ میں آ رہی ہوں۔ لیکن میری زندگی میں تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں رہا..... میں جانتی ہوں کہ اب تم کبھی مجھے نہ ملو گے۔ اس لئے... میں آ رہی ہوں... لیکن خوش ہوں کہ اب لیپاس کو بھی تمہاری آغوش نہیں ملے گی۔'' اسنتھا نے کہا... اور دوسرے لمحے اس نے بلند ترین مستول سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

تمام لوگوں کے منہ سے خوف کی آوازیں نکل گئی تھیں۔ میں نے اسنتھا کے بدن کو لپکنے کی کوشش نہیں کی اور وہ زوردار دھماکے کے ساتھ فرش سے ٹکرائی۔ اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور اس کا پورا بدن خون میں ڈوب گیا۔ وہ ایک بار اس کے بدن میں حرکت ہوئی اور پھر وہ سرد ہو گئی۔

☆.................☆.................☆

تائیورس خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں بھی بے بس تھا۔ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسنتھا کی خون آلود لاش سے مجھے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ مجھے تو صرف یہ افسوس تھا کہ میں لیپاس کا انتقام نہ لے سکا تھا۔

''میکارا۔ میں تنہا رہ گیا۔ میری بہن اب کبھی واپس نہیں آ سکے گی۔ آہ۔ لیپاس نے خود کو ظاہر کر کے غلطی کی۔ دیوتاؤں کی باتیں جھوٹی کب ہوتی ہیں۔ میکارا، لیپاس کو تیری وجہ سے موت نصیب ہوئی ہے۔ صرف تیری وجہ سے۔'' تائیورس شدت جذبات میں دیوانہ ہو گیا تھا لیکن اس کی بات مجھے ناگوار گزری تھی۔

''ہاں تائیورس۔ تیرا خیال شاید ٹھیک ہے۔''

''دیوتاؤں نے پہلے ہی اس کے بارے میں پیش گوئی کر دی تھی لیکن اس نے توجہ نہیں دی۔ تیری محبت میں دیوانی ہو کر اس نے اپنی جان دے دی۔''

''ہوں۔'' میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

''اسے تیری باتوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہوگیا تھا۔ میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے بڑے یقین سے کہا کہ تو اسے نہیں مرنے دے گا لیکن آج تیری بہن سے اسے مرنا پڑا۔ بتا میں اسے کہاں سے پاؤں۔ بول میں اس کا انتقام کس سے لوں؟''

''مجھ سے لے سکتا ہے تائیورس۔ تیرے خیال میں اس کا قاتل میں تو ہی ہوں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا اور تائیورس پہلی بار چونک پڑا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ مجھ سے کس انداز میں بات چیت کر رہا ہے۔

''نہیں میکارا۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے مگر تو خود سوچ، میں اپنی بہن کی موت کا غم کس طرح برداشت کروں۔ آہ۔ اس کی موت میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔''

لیکن اب میں تائیورس کی باتوں پر توجہ نہیں دے رہا تھا۔ میرے ذہن میں ایک بے زاری سی پیدا ہوگئی تھی۔ اس شخص کے لئے میں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ کتنا وقت صرف کیا۔ کتنی کوششیں کیں اور پھر اس نے دیکھا کہ لیپاس ایک عورت کی رقابت کا شکار ہوئی۔ میرا اس کے قتل میں کوئی دخل نہیں ہے لیکن اس نے سب کچھ بھول کر لیپاس کی موت کی ذمہ داری میرے اوپر ڈال دی تھی۔ ایتھانے جو کچھ کیا تھا، میں اس سے ہی بے زار تھا اور اب لیپاس اور ایتھا کی موت سے میں بہت بددل ہوگیا تھا چنانچہ تائیورس کی بات مجھے سخت بری لگی۔

تائیورس روتا رہا...... میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اب مجھے اس جہاز افیقلولیہ اور لیبورنیس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی چنانچہ میں جہاز کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں امدادی کشتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے ایک کشتی کھولی اور اسے سمندر میں اتارنے لگا۔ اس وقت زیادہ تر لوگ لیپاس کی موت کے سلسلے میں مصروف تھے۔ اس لئے کسی نے میری کارروائی کو نہیں دیکھا اور میں نے کشتی سمندر میں اتار لی۔ پھر میں نے خود بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

اور چند ساعت کے بعد میری کشتی جہازوں سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن...... نہ جانے کس طرح جہازوں پر مجھے دیکھ لیا گیا۔ اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ بے شمار کشتیاں جہازوں سے اتریں اور میری کشتی کی طرف لپکیں۔ وہ لوگ مجھے آوازیں دے رہے تھے لیکن اب، جب میں ان لوگوں سے بے زار ہوگیا تو مجھے کون روک سکتا تھا۔

تیز رفتار کشتیاں میرے نزدیک پہنچ گئیں اور چیخنے والے کہنے لگے۔

''میکارا...... رک جاؤ میکارا...... کہاں جا رہے ہو...... رک جاؤ۔ تائیورس آ رہا ہے۔ اس کا انتظار کر لو۔ رک جاؤ میکارا۔ رک جاؤ۔''

اور میں نے کشتی روک دی اور سنجیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

''کہاں جا رہے ہو میکارا؟''

''میں ساری زندگی کے لئے تم لوگوں کا پابند نہیں ہوں۔ بس اب جا رہا ہوں۔ نئے جہازوں کی تلاش میں، نئے لوگوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے۔''

''ہم سے کیا خطا ہوئی ہے میکارا؟''

''کوئی خطا نہیں۔ بس میرے خیال میں میرا مشن ختم ہو چکا ہے۔ اب دوسرے جہانوں کو میری ضرورت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ تب تائیورس کی کشتی میری کشتی کے نزدیک پہنچ گئی۔

''میکارا۔'' تائیورس نے مجھے پکارا۔

''کیا بات ہے تائیورس؟''

''تو میری سخت بیانی برداشت نہ کر سکا میکارا..... اور تو نے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔''

''ہاں تائیورس۔ یہی بات ہے۔''

''تو میرے غم سے واقف ہے میکارا۔ شدت غم نے میرے حواس معطل کر دیئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ پھر کیا کہنا چاہتا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''مجھ سے غلطی ہوئی میکارا..... مجھے معاف کر دے..... واپس چل۔ ہمیں تیری ضرورت ہے۔ تو نے مردہ نیقلولیہ میں جان ڈالی ہے۔ اسے چھوڑ کر نہ جا۔''

''اوہ..... یہ بات تجھے یاد آ گئی تائیورس۔ میرا خیال تھا اب تو مجھے صرف لیپاس کے قاتل کی حیثیت سے جانتا ہے۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''آہ..... تو میرے غم پر بھی غور کر میکارا..... میں نے سخت پریشانی کے عالم میں یہ بات کہی تھی۔'' تائیورس نے کہا۔

''خوب..... اگر نیقلولیہ کو شکست ہو جاتی تو اس کا ذمہ دار بھی تو مجھے ہی قرار دے سکتا تھا تائیورس..... نہیں تائیورس..... پریشانی کے عالم میں تو الزامات پر اتر سکتا ہے۔ تو میرے لئے ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ اب میں تیرے ساتھ نہیں رہ سکتا۔''

''میں تجھے نہیں جانے دوں گا میکارا۔''

''افسوس..... میں فیصلہ کر چکا ہوں چنانچہ اب میں جا رہا ہوں تائیورس۔ اچانک میری تجھ سے اور نیقلولیہ سے دلچسپی ختم ہو گئی ہے۔ اس لئے اب میرا یہاں رہنا فضول ہے۔''

''تو یاد رکھ میکارا۔ تیرے جانے کے بعد میں حکومت چھوڑ دوں گا۔ نیقلولیہ کو برباد ہو جانے دوں گا..... میں..... میں اب..... اب یہ حکومت نہیں چلا سکتا۔''

''مجھے اب ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' میں نے جھنجلائے ہوئے انداز میں کشتی کو آگے بڑھا دیا اور تائیورس میری شکل دیکھتا رہ گیا۔ میں نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ بڑی جھنجلاہٹ طاری ہو گئی تھی میرے ذہن پر۔ میں نے تو بے غرض ان کی مدد کی تھی لیکن تائیورس نے لیپاس کی موت کی ذمہ داری میرے اوپر ہی ڈال دی۔

تائیورس اور دوسرے لوگ حسرت و افسوس سے مجھے دیکھتے رہ گئے لیکن عجیب سی بیزاری طاری تھی میرے اوپر۔ اس وقت مجھے ان لوگوں

سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہی بات خوب ہے کہ اب مجھے ان لوگوں سے دلی وابستگی نہیں رہ گئی تھی۔ میں خود کو دوسروں کے بیچ [illegible] اور [illegible] والے سب صاحب پرست ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ اچھا برا وقت گزارا [illegible] وہ بھی [illegible] الزام لگانے لگے تھے۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ کسی کے لئے بوجھ نہ بنا جائے۔ سب کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ ایک تماشائی کی حیثیت ہے۔ دیکھنے [illegible]۔ میری کہانی [illegible] بہت دلکش تھی۔ میں نے دوسرے وقت کو یاد کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ مگر میرے ساتھ [illegible] صدیاں گزر چکی تھیں۔ ہر صدی انسانی [illegible] کا خزانہ تھی۔ یہ انکشاف مجھے بے چین کر [illegible] بہت نہ ہوسکا ہو جاتی۔ اس نے خاموش ہو کر گہری سانس لی۔

پروفیسر خاور [illegible] کی باتیں سن رہے تھے۔ ان کے بدن [illegible] رہے تھے۔ [illegible]

[illegible] ہر صدی میں رہے ہو۔ بدلتے ادوار اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہو۔ اس نے ان لوگوں کی شکل [illegible] اس نے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا محسوس کر رہے ہو دوستو۔" اس نے پوچھا۔

پروفیسر خاور نے ایک گہری سانس لی۔ "کوئی خاص بات نہیں۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ اب [illegible] زندگی کا [illegible] نہیں ہوگا۔"

"ہاں۔ میری کہانیوں سے شاید تمہارا دل اکتا گیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "حقیقت تو یہ ہے کہ تمہاری کہانیوں سے [illegible] کبھی اپنی دنیا کی [illegible] ایک [illegible] کی علامی ہو گئی ہے۔"

"یہ [illegible] ہو سکتی ہے پروفیسر۔"

"وہ کیسے؟"

"میرے پاس ہر مرض کی دوا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم کی بات کو [illegible] تمہاری [illegible] دور کروں گا۔" اس نے بڑے وثوق سے کہا۔

"کیا۔ اسے بتاؤ دوست۔"

"ہاں ہاں۔ ضرور کرو۔"

"کیا اب تمہارے دل میں یہ [illegible] نہیں ہے؟ میری بات سنو تم یہاں سے چلیں۔ میں تمہیں اپنی دنیا میں لے جاؤں گا۔ تم میرے مہمان ہو اور وہاں ہم تمہاری [illegible]۔"

''تمہاری دنیا۔'' اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔ ''میرا علم اس قدر بڑھ گیا ہے پروفیسر کہ تمہاری دنیا کی ساری تصویریں میری نگاہ میں ہیں۔ یقیناً یہ دنیا بڑی دلکش ہوگئی ہے۔ ذہین انسانوں نے اسے انوکھا حسن بخشا ہے لیکن مجھے بتاؤ، کیا تمہارے درمیان محبت واخوت موجود ہے۔ کیا تم نفسانفسی کا شکار نہیں ہو؟''

''درست ہے..... لیکن اس کے باوجود وہ دنیا ہمیں پیاری ہے۔ ان بچیوں کا مستقبل مجھے پریشان کرتا ہے۔ اپنی دنیا میں، میں ان کے بارے میں سوچوں گا۔''

''آج رات آرام کرلو پروفیسر..... کل اس بارے میں فیصلہ کریں گے۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' پروفیسر نے کہا اور پھر وہ فرزانہ اور فروزاں کے ساتھ آرام کے کمرے میں آگئے۔ دونوں لڑکیاں خاموش تھیں۔

''کیا سوچ رہے ہو تم لوگ؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں ڈیڈی۔'' فروزاں گہری سانس لے کر بولی۔

''اگر وہ چلنے پر آمادہ ہو جائے؟''

''اچھی بات ہے۔؟'' فروزاں لاپرواہی سے بولی۔

''گویا تمہیں کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔؟''

''ہے تو سہی ڈیڈی۔ لیکن عجیب بات ہے۔ اب اس دنیا کی طلب زیادہ باقی نہیں رہی ہے۔ نہ جانے کیوں۔؟''

''یہی کیفیت میری ہے۔'' فروزاں نے کہا۔

''حیرت انگیز بات ہے .... حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی کہانیاں خود ہمیں بھی اس ماحول میں لے جاتی ہیں..... ایسا لگتا ہے جیسے ہم خود بھی اسی ماحول میں ہوں ..... اور اس ماحول سے اکتاہٹ نہیں ہوتی۔''

''بالکل درست۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ہم ساری زندگی ان ہی کہانیوں میں بسر کردیں گے۔ ہمیں اپنے لئے بھی تو کچھ سوچنا چاہئے۔'' اور پروفیسر خاور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

صبح کی روشنی ہوئی اور وہ جاگ پڑے۔ لیکن کسی کا اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ فرزانہ نے فروزاں کی طرف دیکھا۔ فروزاں جاگ رہی تھی۔ ''صبح ہوگئی فروزاں۔؟''

''ہاں باجی...... اٹھیں۔''

''اٹھنا ہی ہے۔'' فروزاں نے ایک گہری سانس لی۔

''باجی۔'' اچانک فروزاں نے کہا۔

''ہوں۔''

''باجی۔کیا آپ نے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس کی ہیں۔؟''

''کیسی تبدیلیاں فروزاں۔؟''

''جیسے..... جیسے ہمارے بدن بہت بوجھل ہو چکے ہیں۔ جیسے ہمارے دلوں میں امنگیں باقی نہ رہی ہوں..... ایک بیزار سی کیفیت..... جیسے تنہا لوگ ہوں جن کا دنیا سے، دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہ ہو۔''

''فروزاں۔''فرزانہ حیرت سے بولی۔''کیا تمہیں بھی یہی احساس ہوتا ہے؟''

''ہاں باجی۔یہ انوکھی کیفیت میں نے کئی بار محسوس کی ہے۔''

''میری اپنی بھی یہی کیفیت ہے۔''

''نہ جانے ہم کس طلسم میں آ پھنسے ہیں۔ نہ جانے یہ سب کیا ہے۔کیا کبھی اس طلسم سے نکلنے کا موقع بھی ملے گا۔''

''خدا ہی بہتر جانے۔''فروزاں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''تم لوگ جاگ رہی ہو۔''اچانک پروفیسر خاور کی آواز سنائی دی۔

''ہاں ڈیڈی۔آپ بھی جاگ گئے؟''

''بہت دیر سے جاگ رہا ہوں۔یوں بھی صبح ہو چکی ہے۔''پروفیسر خاور اٹھ کر بیٹھ گئے۔لڑکیاں بھی اٹھیں اور پھر وہ ضروریات سے فارغ ہونے لگے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔اسی طرح تر و تازہ، اسی طرح چاق و چوبند، اس کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ تھی۔

''میں نے تمہارے لئے ناشتے کا بندوبست کر لیا ہے۔''اس نے کہا۔

''اوہ شکریہ، آؤ لڑکیوں۔''پروفیسر نے کہا اور وہ ان تینوں کو لئے ناشتے کے کمرے میں پہنچ گیا، ناشتے کی میز پر کھانے پینے کی کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں، قدیم طرز کی کچھ بوتلیں اور پیالے رکھے ہوئے تھے۔ان بوتلوں میں رنگین سیال بھرے ہوئے تھے جن میں ہیروں کی طرح چمکدار ذرات تیر رہے تھے، ان ذرات میں زندگی تھی۔

''یہ کیا ہے۔؟''پروفیسر خاور نے پوچھا۔

''تمہارا ناشتہ۔میں نے پوری رات اس ناشتے کی تیاری میں صرف کی ہے۔''

''ارے۔''پروفیسر خاور نے چونک کر کہا۔''مگر یہ ہے کیا۔؟''

''تعارف کرادوں گا ان تمام چیزوں کا۔ ناشتہ کرو۔''گوشت اور دوسری چیزیں کھانے کے بعد خاور وغیرہ اس کی طرف دیکھنے لگے۔اس نے سرخ سیال کی بوتل کھولی اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا سیال ان پیالوں میں نکال کر ان تینوں کی طرف بڑھایا۔''پی لو انہیں۔''

''لیکن۔''پروفیسر خاور آہستہ سے بولا۔

''پلی اور پروفیسر... اتنے عرصے میں تمہیں میرے اوپر اعتبار کر لینا چاہئے۔ میں نے آج تک تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی۔''

''اوہو۔ ایسا کوئی خیال ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ بس یونہی پوچھ لیا تھا۔'' پروفیسر خاور نے جلدی سے کہا اور پھر اس نے پیالہ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ لڑکیوں نے بھی پروفیسر کی تقلید کی تھی۔

اور اس کی پیش کی ہوئی اشیاء کا کوئی جواب نہیں ہوتا تھا۔ ایسی خوش ذائقہ اور ایسی زود اثر کہ لمحات میں ان کا ردعمل معلوم ہو جاتا۔ تب ان کی طبیعتوں میں ایک انوکھا سرور، ایک انوکھی بشاشت دوڑ گئی۔

''کمال کے انسان ہو۔ یہ تھا کیا۔'' پروفیسر خاور نے پوچھا۔

''تمہارا لہجہ اس کی تشریح ہے۔ یہ شربت حیات ہے پروفیسر۔ بدن کے خلیات بھرپور زندگی کے طلب گار ہوتے ہیں اور جب ان کی شدید مصروفیات زندگی کی ضروریات پوری نہیں کر پاتیں اور عضو اپنا فعل دہراتے تھک جاتے ہیں تو شربت حیات نئی زندگی بدن میں پہنچا دیتا ہے۔ جسم کی مشینری از سر نو اور بحال ہو جاتی ہے۔ اب تم اتنے ہی توانا ہو پروفیسر جتنے اپنی زندگی کے بیسویں سال میں تھے... اور اور... یہ قطرہ سرور پیئو... یہ تمہیں زندگی سے، ماحول سے، دلچسپی بخشیں گے۔'' اس نے دوسرا سیال پیالوں میں ڈالا۔ انہوں نے بے کم و کاست پی لیا۔

''سنو دوست۔ تمہاری بے پناہ قیمتی معلومات کے خزانے ان ویران غاروں تک کیوں محدود ہیں۔ میری رائے ہے کہ انہیں لیکر میری دنیا چلو۔ تم نے ہر دور میں انسانوں کی مدد کی۔ اس دور کے تھکے ہوئے انسانوں کو بھی تمہاری ضرورت ہے۔ تم نے انہیں ان عنایات سے کیوں محروم رکھا ہے؟''

''نہیں پروفیسر... میں یہ نیکیاں چھوڑ چکا ہوں۔ کسی دور میں مجھے میری کاوشوں کا صلہ نہیں ملا۔ وقتی طور پر بہت کچھ کہا گیا لیکن لوگ بھول جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ پرانی بات ہے جب مجھے اپنے علاوہ دوسروں سے بھی دلچسپی ہوتی تھی۔ اب تو صدیاں بیت گئیں میں نے کسی کے لئے کچھ نہیں کیا... رہی بات تمہاری... تو میں تمہیں دوسری حیثیت دیتی ہے۔ تم تینوں کی ذات سے مجھے دلچسپی ہے کہ میں تمہیں اپنی کہانی سنا رہا ہوں۔ اس لئے اس خیال کو ذہن سے نکال دو۔''

''اوہ۔'' پروفیسر خاور خاموش ہو گیا۔

''میں اپنی کہانی پھر سے شروع کر رہا ہوں۔ اگر تمہیں دلچسپی ہو تو سننا ورنہ درمیان میں مجھے ٹوک دینا۔'' پروفیسر خاور نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ''کیا خیال ہے آگے بڑھوں۔''

''ہاں... ہاں ضرور۔'' پروفیسر جلدی سے بولا۔ وہ اپنی دلچسپی کو دبا نہیں سکا تھا۔ تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے فروزاں اور فرزانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سمندر... عظیم سمندر... نئے نئے جہانوں کی سیر کرانے والا۔ مجھے سمندر سے خاصی عقیدت ہے۔ اتنا وسیع، اتنا عظیم، لیکن خاموش، چپ چاپ، زندگی کی نیرنگیاں دیکھتا رہتا ہے۔ اس نے کسی دور میں مداخلت نہیں کی۔ اس نے اپنے بازو سمیٹ کر دنیا کو خشکی دے دی اور اس خشکی پر بسنے والے نہ جانے خود کو کیا سمجھنے لگے۔ ان میں کوئی فرعون بنا، کوئی شداد و نمرود، کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا، خود کو بحر و بر کا مالک کہلوانا چاہا، لیکن اسے

خشکی نے ہی سمیٹ لیا جو سمندر کی عطا کردہ تھی اور سمندر خاموش رہا۔ اسے اس بات پر بھی غصہ نہیں آتا کہ یہ ممولے، خود اس پر حقدار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کی ایک ایک کروٹ ان سطوت کے آخری نشان کو بھی مٹا دے۔ آپ کا کیا خیال ہے پروفیسر۔؟''

''ہاں۔ میں تم سے متفق ہوں۔'' پروفیسر نے آہستہ سے جواب دیا۔

''تو پروفیسر..... سمندر کے سینے پر دن رات گزرتے رہے۔ میں عام انسانوں کی طرح بھوک پیاس کے لئے مجبور نہیں ہوں۔ نہ ہی تیز ہواؤں کے بگولے مجھے خوفزدہ کرتے ہیں۔ اکثر یوں بھی ہوا کہ لکڑی کی چھوٹی سی کشتی ہوا کے بگولوں سے الٹ گئی، تب میں نے لہروں پر سفر کیا اور کئی دنوں کے بعد میری ملاقات اپنی کشتی سے ہوئی۔

یوں دن رات کے سفر جاری رہے۔ نہ جانے کتنے چاند ڈوبے، نہ جانے کتنے سورج ابھرے، میں نے ان کا کوئی حساب نہیں رکھا تھا۔ ضرورت محسوس ہوتی تو کشتی میں ہی آنکھیں بند کر پڑ جاتا۔

یوں ایک صبح جب آنکھ کھلی تو نگاہوں کے سامنے عجیب وغریب مناظر تھے۔ سرخ پتھروں اور پہاڑوں کی بڑی بڑی سلوں کی بے شمار عمارتیں نظر آ رہی تھیں۔ بڑا خوبصورت ساحل تھا۔ جس کے ساتھ ساتھ انتہائی مہیب جنگی جہاز کھڑے ہوئے تھے۔ یہ جہاز ان جہازوں سے کہیں عمدہ اور کہیں بڑے تھے جو ایل لیورنیس نے میری نگرانی میں بنوائے تھے۔

کوئی عظیم آبادی..... میں نے سوچا اور کشتی کو آبادی کی طرف بہنے دیا۔ ہوائیں اسے سامنے کے ساحل سے کسی اور طرف لے گئیں اور بہرحال وہ ایک سنسان اور ریتلے ساحل سے جا لگی۔ بہت عرصے کے بعد پاؤں زمین سے لگے تھے۔ میں نے ساحل پر پڑے ہوئے ریت کی ٹھنڈک محسوس کی اور پھر کچھ فاصلے پر درختوں کی جانب دیکھنے لگا۔

بڑے اونچے اونچے پھلدار درخت تھے۔ میں ان درختوں کی طرف چل پڑا۔ درختوں کے پھل خوبصورت تھے۔ یوں بھی طویل عرصہ ہو گیا تھا۔ کچھ کھایا پیا نہیں تھا چنانچہ میں ایک درخت پر چڑھ گیا اور میں نے اس کے پھل توڑ کر کھائے۔ نہ جانے کونسی جگہ تھی۔ کیا نام ہے اس کا۔ بہرحال تہذیب میں بہت آگے کے لوگوں کی بستی معلوم ہوتی تھی۔ درختوں کے درمیان سے میں آگے بڑھتا رہا۔ تب مجھے سرخ پتھروں کی ایک بڑی عمارت نظر آئی اور میں اس کی جانب چل پڑا۔

پتھروں کی عمارت کے سامنے ایک شخص لباس سے بے نیاز کھڑا ساکت وجامد ایک طرف دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دیکھ کر چونک پڑا۔

اتنا جدید شہر اور یہ برہنہ شخص..... میں نے حلق سے ہلکی سی آواز نکال کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا..... لیکن شاید وہ کانوں سے بہرہ تھا..... چنانچہ میں زمین پر قدموں کی تیز آواز پیدا کرتا ہوا اس کے قریب پہنچ گیا۔ تب مجھے ایک عجیب احساس ہوا۔

اس کے جسم کا رنگ انسانوں جیسا نہیں تھا..... کچھ اور نزدیک پہنچا تو مجھے اپنی حماقت پر ہنسی آ گئی..... وہ سنگی انسان تھا..... پتھر کا مجسمہ جو انسانی ہاتھوں کا رہین منت تھا۔

لیکن ناقابلِ بیان ذہکاری تھی..... قد وقامت، جسامت، ایک ایک چیز انسان سے اس قدر ملتی جلتی تھی کہ زندہ انسان کا گمان ہو۔ خوب

مجسمہ ہے..... میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا..... اور پھر میری نگاہ سامنے دروازے کی طرف اٹھ گئی۔ بڑا سا سنگی دروازہ جس پر چوبی کواڑ چڑھے ہوئے تھے۔ کواڑ کھلے ہوئے تھے۔ میں مکان کے اندر چل پڑا..... اور پھر ٹھٹھک کر رک گیا..... دو حسین لڑکیاں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑی تھیں۔ ..... میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ ان کے سکوت سے اندازہ ہوا کہ وہ بھی پتھر کی بنی ہوئی تھیں..... انہیں باقاعدہ لباس پہنایا گیا تھا۔

''یہاں کوئی زندہ انسان بھی ہے.....؟'' میں نے زور سے چیخ کر کہا اور دور کہیں مجھے کچھ آوازیں سنائی دیں..... پھر قدموں کی چاپ..... اور پھر دو حسین لڑکیاں میرے سامنے آگئیں..... میں انگشت بدنداں رہ گیا تھا، کیونکہ یہ دونوں لڑکیاں انہیں مجسموں کی مانند تھیں..... یا یہ انہیں لڑکیوں کے مجسمے تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ ششدر رہ گئیں، اور ایک دوسری کی شکل دیکھنے لگیں

''حسین لڑکیوں..... یہاں کون رہتا ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''تم کون ہو.....؟ اور کہاں سے آئے ہو اجنبی.....؟'' ان میں سے ایک لڑکی نے شیریں آواز میں پوچھا۔

''پہلا سوال میرا تھا، اور اصول کے تحت پہلے تمہیں اس کا جواب دینا چاہیے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہاں ہم رہتے ہیں اجنبی اور بابا سلانوس۔'' اسی لڑکی نے جواب دیا۔

''میں سمندر کے راستے سے آیا ہوں اور اس آبادی میں سب سے پہلے تمہارا مکان نظر آیا..... تب میں اسی طرف چلا آیا۔ کیا تم مجھے اپنا مہمان بنانا پسند کرو گی۔؟''

''ہمارے ساتھ آؤ..... ہم تمہیں اپنے بابا سلانوس سے ملا دیں۔'' لڑکیوں نے کہا اور میں ان کے ساتھ آگے بڑھ گیا..... دیکھیں کون سا ہیں یہ بابا سلانوس اور کیا کرتے ہیں.....؟ لڑکیاں ایک چوڑے صحن سے گزر کر محراب دار دروں میں سے ایک در میں داخل ہو گئیں۔ میں ان کے پیچھے تھا..... لڑکیاں نوخیز تھیں اور ان کی چال سے ان کی شوخی کا اندازہ ہوتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو ٹہوکے مارتی چل رہی تھیں..... تب وہ اچانک رکیں اور میری طرف گھورنے لگیں۔ لیکن نگاہوں میں شرارت تھی۔

''تم یہاں بالکل اجنبی ہو۔؟''

''ہاں۔''

''تم بابا سلانوس کو بھی نہیں جانتے ہو گے۔؟''

''ہاں..... میں انہیں نہیں جانتا۔''

''ایک تماشا دیکھو گے۔؟'' ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ بھی دیکھ لوں گا۔'' میں نے ان کی شرارت پر ہنستے ہوئے کہا۔

''تب یوں کرنا۔ بابا سلانوس کے سامنے پہنچ کر بالکل خاموش کھڑے رہنا۔ انہیں اپنی آمد کے بارے میں کچھ نہیں بتانا..... بولو ایسا ہی کرو گے۔؟''

''اس سے کیا ہوگا۔؟''

''بس دیکھتے رہنا کیا ہوگا... ایسا ہی کرو گے تو لطف آ جائے گا۔'' اس نے کہا اور میں نے اس سے وعدہ کرلیا۔ حالانکہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی... لڑکیاں آگے بڑھ گئیں اور پھر ایک چوبی دروازے کے سامنے رک گئیں۔

''چلو اندر چلو...'' بالکل آہستہ آہستہ... قدموں کی آواز نہ پیدا ہو۔'' دوسری نے کہا... اور میں نے ان کے کہنے پر عمل کیا... میرے پیچھے ہی وہ دونوں بھی اندر داخل ہوگئیں... بڑا سا خوبصورت کمرہ تھا۔ چھوٹے بڑے مجسموں سے آراستہ، فرش پر عمدہ دری بچھی ہوئی تھی، جس کے ایک کونے میں ایک باریش شخص گردن جھکائے بیٹھا تھا... اس کے سامنے ایک چوبی صندوق رکھا تھا جس پر ایک کھال بچھی ہوئی تھی۔ گردن جھکائے بیٹھا شخص شاید اس کھال پر کسی قسم کے نقش ونگار بنا رہا تھا۔

ہم تینوں نہایت آہستگی سے اندر داخل ہوئے۔ لیکن بوڑھے آدمی کا ہاتھ رک گیا... اس نے گردن اٹھائی اور چونک پڑا۔ اس کی آنکھیں نہیں تھیں... چہرہ کافی خوبصورت تھا لیکن آنکھوں کی غیر موجودگی نے ساری کشش چھین لی تھی۔

وہ گردن اٹھائے رہا اور پھر اس نے آواز دی۔ ''شہیلا۔ اشکاف۔''

''ہاں بابا... ہم ہی ہیں۔''

''کیا بات ہے کیسے آئی ہو۔؟''

''ایسے ہی دیکھنے آ گئے تھے آپ کیا کر رہے ہیں۔''

''حالانکہ اس وقت تمہارا آنا...'' بوڑھے نے کہا اور پھر رک گیا۔ جیسے کسی اور بات کا احساس ہوا ہو... پھر اس نے ہوا میں کچھ سونگھا اور گردن گھمانے لگا۔ اور پھر ٹھیک میری سمت اس کا چہرہ رک گیا۔ چند ساعت وہ اسی طرح گردن اٹھائے رہا اور پھر بھاری آواز میں بولا۔ ''تمہارے ساتھ اور کون ہے۔؟''

''کوئی نہیں بابا۔'' ایک لڑکی شرارت سے بولی۔

''کوئی نہیں...'' بوڑھے نے تعجب سے کہا اور پھر بولا۔ ''کیا دروازہ کھلا ہوا ہے۔؟''

''ہاں۔''

''تب دروازے کے باہر دیکھو... کوئی ضرور ہے۔''

''دروازے کے باہر تو کوئی نہیں بابا سلانوس... ہم ابھی وہاں سے آئے ہیں۔''

''ہوں...'' قوی ہیکل بوڑھا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ ''یا تو تم شرارت کر رہی ہو... یا پھر کوئی کہیں قریب ہی پوشیدہ ہے... ہوا میں اس کی بو موجود ہے... بولو... اگر یہ شرارت نہیں تو ہمیں اسے تلاش کرنا چاہئے... کون ہے اور کس مقصد سے آیا ہے۔''

''وہ عورت ہے یا مرد بابا...؟'' ایک لڑکی نے پوچھا۔

''مرد ہے۔'' بوڑھے نے یقین سے جواب دیا۔

''اوہ..... اگر مرد ہے تو دبلا پتلا..... یا تندرست توانا۔؟''

''بیکار باتیں کیوں کرتی ہو فضول لڑکیوں..... مجھے بتاؤ وہ کون ہے۔ وہ ایک قوی ہیکل مرد ہے..... اور..... ضرورت سے زیادہ طاقتور ہے۔'' بوڑھے کی ناک کسی چوہے کی طرح چل رہی تھی۔'' ارے وہ تو عجیب ہے..... انوکھا انسان ہے..... شاید اس کی رنگت چاندنی کی طرح سنہری ہے اور..... لیکن وہ زیادہ دور تو نہیں ہے..... سنو..... اے اجنبی تم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہو۔؟''

''میں ان شریر لڑکیوں کی طرح تمہیں پریشان نہیں کروں گا بابا۔ ہاں..... میں ان کے ساتھ آیا ہوں..... اور تمہارے شہر میں اجنبی ہوں۔'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور بوڑھا ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ میری طرف گردن اٹھائے رہا..... پھر بولا۔

''لیکن تم کہاں سے آئے ہو..... اور تمہارا کیا نام ہے۔؟''

''سمندر کے طویل سفر سے آیا ہوں۔ میری کشتی اس طرف آنکلی تھی۔ تمہارے ساحل پر اتر گیا..... میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ میں نہیں جانتا یہ کون سا علاقہ ہے۔''

''میرے نزدیک آؤ جوان..... میں اندھا ہوں۔'' بوڑھے نے کہا اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

''لیکن تمہاری یہ پراسرار قوت عجیب ہے۔'' میں نے کہا اور بوڑھا مجھے ٹٹول کر دیکھنے لگا..... اس نے پہلے میرے چہرے کے نقوش ٹٹولے..... پھر میرے بدن کو ٹٹول کر دیکھنے لگا..... اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

''تمہارے نقوش تمہاری قومیت کی خبر نہیں دیتے..... یہ حیرت کی بات ہے۔ لیکن بلاشبہ تم کالے درندوں سے زیادہ طاقتور ہو..... اور خوبصورت بھی..... اور تمہارے بدن سے بھی عام انسانوں کی بو نہیں آتی..... تمہارا نام کیا ہے نوجوان۔؟''

''میکارا۔؟''

''یونانی سے تعلق رکھتے ہو۔؟''

''ہاں۔''

''اس سے قبل کہاں تھے۔؟''

''جزیرہ فیقلولیہ.....'' میں نے جواب دیا۔

''اور..... فیقلولیہ یہ تو دور کے جزائر میں سے ہے۔ پلوٹارک کے جزائر میں سے..... وہاں کا موجودہ حکمراں کون ہے۔؟''

''نائیوس.....'' میں نے جواب دیا اور بوڑھا سالونوس سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن ہلائی۔

''نیا نام ہے..... کیا نام بتایا تھا تم نے اپنا میکارا..... ہاں شاید یہی بتایا تھا..... کیوں۔؟''

''ہاں یہی نام بتایا تھا میں نے.....'' میں نے جواب دیا۔

''ہوں......'' بوڑھا سوچ میں ڈوب گیا اور پھر اندھی آنکھوں کے جڑے ہوئے پپوٹے حسب حیثیت ہلاتے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ ساتھ ہی اس کی ناک کے نتھنے پھولتے پچکتے رہے تھے...... پھر وہ چونکا۔'' آہم...... لڑکیوں...... تم جاؤ میکارا میرا مہمان ہے...... اس کی رہائش کا بندوبست کرو...... اس کی خاطر مدارات کی تیاریاں کرو۔''

''اچھا بابا......'' دونوں لڑکیوں نے کہا اور باہر نکل گئیں۔ تب بوڑھا میری طرف مخاطب ہوا۔

''ارے...... تم کھڑے کیوں ہو میکارو۔ بیٹھو...... بیٹھ جاؤ...... تم میری زندگی کے سب سے انوکھے انسان ہو......'' میں ایک مناسب جگہ بیٹھ گیا اور بوڑھا خلاء میں نگراں رہا۔

''میں تمہارے بارے میں کچھ اور جان سکتا ہوں۔ میرے بچے''

''جو کچھ بتا چکا ہوں اس نے تمہیں مطمئن نہیں کیا۔؟''

''اوہ...... ابھی نہیں...... لیکن تم نمایاں خصوصیات کے حامل ہو۔ میں تمہارے بارے میں تشویش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ کیا تم سچ یونان کے باشندے ہو...... یا تمہارا تعلق کہیں اور سے ہے۔''

بوڑھے کی باتیں مجھے حیران کر رہی تھیں۔ اگر اس کی آنکھیں سالم ہوتیں اور وہ بینائی کھو جانے کی بات کرتا، تو میں سوچتا شاید وہ اندھے ہونے کا بہانہ کر کے دنیا کے رموز سے واقف ہونا چاہتا ہے...... لیکن اس کی بدہیت آنکھوں کے کسی گوشے سے بینائی نہیں چمکتی تھی...... لیکن اس کی باتیں ایسی تھیں جیسے وہ آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھ سکتا ہو۔

''اس سے قبل میں تم سے ایک سوال کروں گا سالانوس۔''

''پوچھو...... کیا پوچھنا چاہتے ہو۔''

''کیا تم نابینا ہو۔؟''

''تمہیں کیا نظر آتا ہے۔''؟

''تمہاری آنکھیں تو واقعی نہیں ہیں۔''

''بچپن سے نہیں ہیں۔ میں پیدائشی اندھا ہوں۔''

''کیا تم کسی کی موجودگی کا اندازہ کر لیتے ہو...... اس کے بارے میں جان لیتے ہو...... تم نے میرے چہرے اور بدن کے رنگ کو بھی پہچان لیا۔''

''اوہ...... ہاں میرے بچے...... اپنی انہی خصوصیات کی وجہ سے ایتھنز کے اس کونے میں زندگی بسر کر رہا ہوں...... مجھے لوگوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے ہاں شاید مارانھون بذات خود اور کبھی کبھی اپنے دانشوروں کو میرے پاس بھیجتا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے مارانھون میری طرف ہی رخ کرتا ہے۔''

''اوہ...... تو یہاں کے شہنشاہ کا نام مارانھون ہے۔؟''

''ارے تم نہیں جانتے اسے۔؟''

''اور اس آبادی کا نام ایتھنز ہے۔؟''

''انوہ.... دیکھو اجنبی.... کیا نام بتایا تھا تم نے، میکارا.... ہاں میکارا.... تمہارے ان سوالوں نے مجھے مزید حیرت زدہ کر دیا، کیا فیقلولیہ کے باشندے ایتھنز کے شہنشاہ مار، انھوں کو بھی نہیں جانتے.... کیا وہ ایتھنز کو بھی نہیں پہچانتے۔؟'' بوڑھے نے کہا۔

''میرا سوال ابھی مکمل نہیں ہوا عظیم سلانوس.... ابھی میں تمہارے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں.... چونکہ تم میرے مہمان ہو.... اس لئے میں تمہارے سوال کا جواب ضرور دوں گا.... تو میرے بچے.... اندھے سلانوس نے یہ دنیا نہیں دیکھی.... لیکن اس نے دیوتاؤں سے شکوہ ضرور کیا.... اس نے ان سے کہا کہ اسے کس جرم کی سزا دی گئی ہے.... وہ بھی دنیا کو دیکھنے کی خواہشمند ہے.... اور تم جانو.... دیوتا کبھی ایک دوسرے کی دل شکنی نہیں کرتے.... انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور پھر میرے سینے میں ایک روشنی اتار دی جو بینائی والوں سے ہزار گنا زیادہ ہے.... اس روشنی میں، میں ماہ و انجم میں جھانک لیتا ہوں.... کائنات کی وہ سربستہ گتھیاں حل کر لیتا ہوں جن میں آنکھوں والے پھنس جاتے ہیں.... میری آنکھوں میں بینائی تلاش کرو.... اور جب مطمئن ہو جاؤ تو مجھ سے اپنے بارے میں سوالات کرو۔'' بوڑھے نے کہا۔

''کیا مجھے اس گستاخی کی اجازت ہے۔؟''

''ہاں.... ہاں اجازت ہے۔ کیونکہ بہرحال تم میرے مہمان ہو۔؟''

''تو میرے بارے میں جو کچھ تم نے اندازہ لگایا ہے بتاؤ۔''

''خواہ وہ حیرت انگیز ہی کیوں نہ ہو۔؟''

''ہاں.... کیا حرج ہے۔''

''تو سنو جوان.... انسانوں میں تمہارے جیسا انسان شاید ایک بھی نہیں ہوگا.... اور اگر ہوگا تو میرے مشاہدے میں آج تک نہیں آیا۔ تمہارے بدن سے اس مٹی کی بو نہیں آتی جس سے انسان تخلیق کئے جاتے ہیں۔ اس عالم میں، میں تمہیں انسان ہی نہ سمجھوں تو میرا قصور نہیں ہے۔ تمہارا رنگ آتشی ہے اور تمہارے مسامات سے آگ کی تپش اٹھتی ہے۔ جو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ تمہارے قد و قامت سے تمہاری عمر کا اندازہ نہیں ہوتا۔ میں تمہارے بارے میں سخت الجھن میں ہوں لیکن یہ الجھن دائمی نہیں ہوگی۔ میں تمہارے بارے میں بہرحال سب کچھ معلوم کراوں گا۔''

''وہ کس طرح عظیم سلانوس۔''

''ستارے میرے سینے میں اتر آتے ہیں اور میرے سامنے کائنات کے سارے سربستہ راز کھول دیتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو صرف آج رات گزر جانے دو۔ کل تم مجھ سے اپنی ساری حقیقت پوچھ لینا۔''

''تو تم ستارہ شناس ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ایتھنز کیا۔اس کے قرب وجوار میں مجھ جیسا ستارہ شناس نہ ہوگا۔''

''محترم بزرگ۔میں دل سے تیری عزت کرنے لگا ہوں۔تیرے علم پر میں اپنے سارے راز تیرے سامنے کھول دوں لیکن میری یہ خواہش پوری کر دے۔میں تیری ستارہ شناسی کا امتحان لینا چاہتا ہوں۔''

''کوئی حرج نہیں ہے میرے بچے۔اب اس بارے میں میری گفتگو تجھ سے کل ہوگی۔کیا تجھے ستارہ شناسی سے شغف نہیں ہے۔؟''

''بے حد۔میں خود بھی کوشش کرتا رہا ہوں لیکن ابھی مبتدی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔تو پھر کل پر رہی۔ہاں تیری ذات سے امید رکھوں کہ میرے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کرے گا۔''

''نہیں۔میں وعدہ کرتا ہوں۔''

''یہاں دو شوخ لڑکیاں ہیں۔دنیا سے ناواقف۔دونوں میرے مردہ بھائی کی نشانیاں ہیں۔الہڑ اور شوخ ہونے کی وجہ سے کوئی بھی ان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔وہ خود بھی نادان ہیں لیکن تو وعدہ کر کہ ان سے کسی کو ورغلانے کی کوشش نہیں کرے گا۔''

''تیرے علم کی قسم نہیں۔''میں نے کہا۔

''ایں۔''بوڑھا چونک پڑا۔''یہ کیسی قسم اٹھائی تو نے۔؟''

''بہت مضبوط......اور سچی قسم......ہم صرف اس سے عقیدت رکھتے ہیں جو ہمیں متاثر کرے۔تیرے انوکھے علم نے مجھے متاثر کیا ہے اور میں صرف علم کا پرستار ہوں۔چنانچہ میں نے سب سے بڑی قسم کھائی ہے۔''میں نے جواب دیا اور یہ حقیقت تھی پروفیسر۔یہ قسم سچی تھی اور میرے لئے بہت بڑی تھی کیونکہ میں نے مذاہب کا کوئی تجزیہ نہیں کیا تھا اس لئے میں ان سے بہت زیادہ متاثر نہیں تھا۔میں تو صرف ان علوم سے متاثر تھا جو میرے لئے دلچسپ ہوتے چنانچہ بوڑھے کی پراسرار قوتوں نے مجھے بہت متاثر کیا تھا اور میں نے انہی کی قسم کھائی تھی۔بوڑھا چند لمحات میری طرف نگراں رہا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔

''بے شک......تو ہر لحاظ سے عجیب ہے۔نہ جانے کیوں مجھے تیری شخصیت میں ایک انوکھی کشش محسوس ہو رہی ہے۔''

''میرے بارے میں تیرا علم جو تجھ سے کہے بزرگ سلافوس۔میں تجھ سے صرف ایک بات کہوں گا۔میری ذات سے تجھے اور تیری لڑکیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔تیرے جیسے انسان کی دل سے قدر......اور عزت نہ کرنا بہت بڑی حماقت ہے۔میں چونکہ خود بھی علوم کا رسیا ہوں اس لئے تیری عزت میرے دل میں بہت زیادہ ہے۔''

''سچے الفاظ کی ایک مخصوص شکل ہوتی ہے۔ان کی ادائیگی کے وقت اندر سے ایک آواز آتی ہے اور وہ بیرونی آواز میں شامل ہو جاتی ہے۔اگر تمہارے کان حساس ہیں تو تم اس آواز کو پہچان سکتے ہو......تیری آواز میں اندر کی آواز شامل تھی میکارا۔چنانچہ میں نے اس آواز کو سمجھ لیا اور اب اس بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہ آئے گا۔''

''اوہ۔''میں حیران رہ گیا۔''تیرے پاس تو حیرت انگیز علوم کے بیش بہا خزانے ہیں عظیم بزرگ......اور میں ایسے علوم کا رسیا ہوں۔

میرے سپرد جو خدمت بھی کرے گا میں اسے انجام دوں گا۔۔۔ مجھے اپنے خزانوں میں کچھ دے۔"

"اس کا جواب بھی میں تجھے کل ہی دوں گا۔" بوڑھے نے صاف گوئی سے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد لڑکیاں واپس آ گئیں اور انہوں نے اطلاع دی کہ مہمان کے لئے تیاریاں کر دی گئی ہیں۔"

"سمندر کے سفر سے آنے والے، آرام کر۔۔۔ یہ لڑکیاں تیرے آرام کا خیال کریں گی۔" بوڑھے نے مجھے اجازت دے دی اور میں لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔

"تو تیرا نام میکارا ہے۔" ایک لڑکی نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ اور تیرا شبیلہ۔" میں نے جواب دیا۔

"ارے۔ کیا تو بھی بابا سلانوس کی مانند الٹے سیدھے علوم کا ماہر ہے۔؟"

"کیوں۔؟"

"ورنہ تو نے میرا نام کیسے جان لیا۔؟"

"میں تو اشکاف کو بھی جانتا ہوں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں تیرے علم کے بارے میں نہیں سوچوں گی میکارا۔ کیونکہ میں شبیلہ کی طرح احمق نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب۔؟"

"بابا سلانوس نے یہ دونوں نام تیرے سامنے لئے تھے۔"

"ٹھیک ہے لڑکیوں۔ سب سے قیمتی شے عقل ہے۔ سارے علوم عقل کے سامنے ہیچ ہوتے ہیں۔ عقل ہی سب سے بڑا علم ہے۔ تم نے یہ بات یاد رکھی تمہیں حیرت نہ ہوئی جبکہ شبیلہ نے یادداشت کو آواز نہیں دی اور اسے حیرت ہوئی۔" اور شبیلہ کسی قدر جھینپ گئی۔

لڑکیاں مجھے میری رہائش گاہ تک لائیں۔ یہ عمارت کافی خوبصورت تھی۔ یوں بھی اس علاقے میں دور سے جیسی عمارتیں نظر آتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہ شہر خوبصورت عمارتوں کا شہر ہے اور یہاں کے باشندے ذہنی طور پر برتر ہیں۔ میری رہائش گاہ بھی بہت عمدہ تھی۔ دونوں لڑکیاں میرے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"تو تنہا رہتا ہے میکارا۔؟" شبیلہ نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں۔ جیسا تم نے دیکھا۔"

"تیری اولاد نہیں ہے۔؟"

"نہیں۔"

"اور تیری بیوی۔؟"

''وہ بھی نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکیاں ہنس پڑیں۔

''جب بیوی ہی نہیں ہے تو اولاد کہاں سے ہوگی۔'' شبیلہ ہنستے ہوئے بولی۔ ''لیکن تیری بیوی کیوں نہیں ہے میکارا۔؟'' اس نے دوسرا سوال کیا۔

''اس پر تو میں نے خود بھی کبھی غور نہیں کیا۔''

''حالانکہ تو بے حد خوبصورت ہے۔ یہاں ایتھنز میں تیرے جیسے خوبصورت انسان نہیں رہتے۔ کیا تو ہمیں اپنے وطن کی باتیں نہیں بتائے گا۔''

''معصوم لڑکیوں۔ ممکن ہے تم میری بات کو جھوٹ سمجھو۔ لیکن یوں سمجھو میرا وطن ہی نہیں ہے۔''

''ارے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تو کہیں تو پیدا ہوا ہوگا۔؟''

''یقیناً۔ لیکن مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں پیدا ہوا۔''

''تیرے والدین نے نہیں بتایا۔؟''

''میرے والدین بھی نہیں ہیں۔''

''اوہ .... ابھی تو اپنے وجود سے بھی انکار کر دے گا۔ یقیناً یقیناً تو ایسا ہی کرے گا۔''

''شاید میکارا ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا۔''

''وہ ہماری دوستی پسند نہیں کرتا۔'' دوسری لڑکی ناک چڑھا کر بولی۔

''ارے پیاری لڑکیوں۔ غلط فہمی کا شکار مت ہو۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ایتھنز میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ میں تمہیں اپنے دوستوں میں شمار کرتا ہوں۔''

''پھر اپنے بارے میں کیوں نہیں بتاتا۔؟''

''یقین کرو .... میں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے۔ یقین نہ آئے تو اپنے بابا سے پوچھ لینا..... وہ تم سے زیادہ زیرک ہے اور حالات کو بخوبی سمجھتا ہے۔''

''مگر ہم یہ کیسے مان لیں کہ نہ تیرا وطن ہے، نہ بیوی بچے، نہ والدین۔ کوئی بھی نہیں ہے تیرا۔ کیسی عجیب بات ہے۔''

''مجھے کھانے کو دو لڑکیوں۔ میں بھوکا ہوں۔''

''ارے ہاں .... تو نے تو ہمیں شرمندہ کر دیا۔ واقعی ہم بھول گئے تھے۔ شبیلہ تو یہاں بیٹھ، میں ابھی آتی ہوں۔'' اشکاف نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھی لیکن پھر دروازے کے نزدیک پہنچ کر ٹھٹھک گئی۔ اس نے گھوم کر شبیلہ کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔ ''لیکن میں تجھے میکارا کے پاس نہیں چھوڑوں گی۔ ظاہر ہے اس دوران تو اس سے گفتگو کرے گی اور نہ جانے تم لوگ کونسی باتیں کرو اور میں ان سے محروم رہ جاؤں۔ اس لئے تو بھی میرے ساتھ آ جا۔ ہم دونوں ملکر میکارا کے لئے کھانا لاتے ہیں۔''

میں ہنس پڑا۔ شبیلہ نے دانت پیستے ہوئے اشکاف کی طرف دیکھا اور پھر دونوں باہر نکل گئیں۔ میں نے پاؤں پھیلا کر ایک گہری سانس لی اور ایتھنز کے بارے میں سوچنے لگا۔ اس شہر کا پہلا آدمی ہی اس قدر عالم وفاضل ہے اور نہ جانے یہاں کیا کیا ہو...... اگر یہاں مجھے اہل فن مل جاتے ہیں تو میں کسی اور جھگڑے میں حصہ نہیں لوں گا۔ خاموشی سے یہاں کے فنون سیکھوں گا۔ انسانوں کے اپنے ہنگاموں میں پڑ کر بلاوجہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو۔ سارے معاملات سے آنکھیں بند رکھوں گا۔ یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ اب تک جو کچھ ہوا وہ مناسب نہیں ہوا تھا۔ میں نے دل میں مصمم ارادہ کرلیا اور اپنے اس فیصلے پر مطمئن ہوگیا۔

خاصی دیر کے بعد دونوں لڑکیاں آ گئیں۔ وہ عمدہ کھانا ساتھ لائی تھیں جسے انہوں نے میرے سامنے رکھ دیا۔ بہت دن کے بعد میں نے کھانا کھایا۔ مجھے نہیں معلوم وہ کیا تھا لیکن لذیذ تھا۔

لڑکیاں کھانے کے دوران خاموش رہی تھیں لیکن ان کے چہروں سے اندازہ ہو رہا تھا جیسے وہ باتیں کرنے کے لئے بے چین ہوں اور منتظر ہوں کہ میں کھانا ختم کردوں تو وہ میرے کان کھائیں۔ چنانچہ میں نے کھانا ختم کرلیا۔

''کیسا کھانا تھا میکارا؟'' شبیلہ نے پوچھا۔

''بہت عمدہ...... ہر چیز عمدہ تھی...... تم دونوں نے ہی تیار کیا تھا۔؟''

''یہاں ہمارے علاوہ اور ہے بھی کون؟ ویسے اب کیا تم آرام کرو گے میکارا۔؟''

''نہیں۔ تم لوگ یہ بات کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''ہم تمہارے پاس بیٹھ سکتے ہیں نا؟''

''ہاں...... کیوں نہیں۔''

''دراصل ہم انسانوں کو ترسے ہوئے ہیں۔ یہاں کوئی نہیں آتا اور اگر لوگ بابا کے پاس آ جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہوتا جس سے ہم باتیں کریں۔ دوسرے لوگ ہماری طرف توجہ نہیں دیتے۔''

''ایسا کیوں ہے اشکاف۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تمہیں نہیں معلوم؟''

''میں تو تمہارے وطن میں اجنبی ہوں۔''

''ارے ہاں، ہم بھول گئے تھے۔'' اشکاف ہنس کر بولی۔ پھر سنجیدہ ہو کر کہنے لگی۔ ''دراصل شاہ مارانھون بابا سلانوس سے خوفزدہ رہتا ہے وہ اچھا انسان نہیں ہے اور اپنی کمزوریاں دوسروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے لیکن پورے ایتھنز والے جانتے ہیں کہ بابا سلانوس حق گو ہیں اور سچ تلاش کر لیتے ہیں...... اس سے پہلے بابا سلانوس مارانھون اول کے دربار میں بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ مارانھون اول ان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ وہ خود بھی نیک انسان تھا اور اسے بابا کی حق گوئی کی کوئی پرواہ نہیں تھی بلکہ اس بنا پر وہ ان کی بے پناہ عزت کرتا تھا...... لیکن اس کے بیٹے مارانھون

دوئم نے اس کی موت کے بعد برسرِ اقتدار آتے ہی بہت سے کاموں میں سے ایک کام یہ بھی کیا کہ بابا سلانوس کو دربار سے رخصت دے دی۔ اس نے کہا کہ چونکہ بابا سلانوس نے ساری زندگی اس کے باپ کی خدمت کی ہے، اس لئے اب ان کے آرام کا وقت ہے...... اور اس نے بابا سلانوس کے لئے شہر سے الگ تھلگ یہ عمارت بنوا دی ...... انہیں یہاں منتقل کر دیا۔ وہ اس قدر وہمی انسان ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں پر یہاں آنے پر پابندی لگا دی، مبادا وہ بابا سلانوس سے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ کر لیں۔"

"اوہ ...... کمال ہے......" میں نے کہا۔

"تب سے ہم الگ تھلگ پڑے رہتے ہیں اور ہمارے پاس کوئی نہیں آتا ...... لیکن جب کوئی پیچیدہ مسئلہ اٹک جاتا ہے اور بار اتھون کی گاڑی اٹک جاتی ہے تو وہ بابا کے پاس ہی آتا ہے۔"

"بہت خوب...... لیکن وہ کس قسم کا انسان ہے......؟"

"ہمیں تو معلوم نہیں ...... لیکن بابا کہتے ہیں کہ وہ اچھا انسان نہیں ہے۔"

"ہوں......" خوب کہانی ہے۔

"اس لئے ہم انسانوں سے بات کرنے کو ترس گئے ہیں...... میکارا۔ کیا تم بھی یہاں سے چلے جاؤ گے۔؟"

"ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے ...... اب ہم تین ہو جائیں گے۔ ہم دونوں تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے دیں گے۔"

"ہاں ...... تم اچھی لڑکیاں ہو۔"

اور پھر وہ نیک لڑکیاں رات گئے تک میرے کان کھاتی رہیں۔ طویل عرصے سے ان کی زبان بند تھی وہ اس کی کسر پوری کر لینا چاہتی تھیں...... بمشکل تمام وہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھانے کے بعد آرام کرنے چلی گئیں اور میں بھی اپنے بستر میں لیٹ گیا۔

بہرحال میں یہاں آ کر ناخوش نہیں تھا...... رہی پرانی یادوں کی بات۔ تو پروفیسر ...... میرے سینے میں دل کا وجود تو ہے...... لیکن شاید وہ ہیرے سے بھی زیادہ مضبوط اور ٹھوس دھات سے بنا ہوا ہے کیونکہ گزرے ہوئے لمحات بھولنے میں اسے ملکہ حاصل ہے...... میں نے کبھی گئے ہوئے وقت کا افسوس نہیں کیا۔ شاید انسانی زندگی کی طوالت میں یہ بات بھی کارآمد ہوتی ہے۔ ماضی کے دور ہماری عمر گھٹاتے رہتے ہیں...... انسان بھی کسی حد تک ماضی کی پریشانیوں کو بھولنے کی قوت رکھتا ہے، لیکن معمولی حد تک ...... اگر وہ صرف حال پر محنت کرے تو اس کی زندگی طویل ہو سکتی ہے۔

یوں نہ اب میرے ذہن میں لیپاس تھی نہ ا۔تھا ...... حالانکہ میرے بیہ راتیں عورت سے خالی تھیں۔ لیکن اس کے باوجود کوئی عورت یاد بن کر میرے ذہن میں نہیں تھی اور پھر ان کی تعداد اتنی تھی کہ میں کسے کسے یاد رکھتا۔ ہر ایک نمایاں خصوصیات کی حامل تھی۔ ہر ایک نے ٹوٹ کر مجھ سے محبت کی تھی۔ کسی ایک کے بارے میں سوچنا حماقت تھی۔

ہاں بوڑھے سلانوس نے میرے اوپر نقش چھوڑا تھا ...... یہ با صلاحیت بوڑھا مجھے کچھ دے گا۔ یوں ان لوگوں کے بارے میں اور ایتھنز

کے بارے میں سوچتے سوچتے میں سو گیا۔

اور پھر دوسری صبح دونوں لڑکیاں میرے اوپر نازل ہو گئیں۔

''تمہارے صبح کے معمولات کیا ہیں۔؟'' انہوں نے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... میں معمولات کا محتاج نہیں ہوں۔''

''تب ناشتے کی تیاریاں کرو۔''

''کیا تیاریاں کرنا ہوتی ہیں۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تیاریاں کچھ نہیں...... بس منہ ہاتھ وغیرہ دھونا۔'' شبیلہ بولی۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بقول ان کے میں نے تیاریاں مکمل کر لیں اور وہ مجھے لے کر عمارت کے دوسرے حصے میں چل پڑیں۔ اس وقت مجھے بابا سلانوس کے ساتھ ناشتہ کرنا تھا۔

اور بوڑھے سلانوس کا خیال آتے ہی مجھے یاد آیا کہ آج وہ میرے بارے میں اپنی معلومات کا اظہار کرے گا۔ دیکھنا ہے بڑے میاں کہاں تک پہنچے اور میرے بارے میں ان کے علم نے کیا کہا۔ ویسے تائیوس کے نجم اور گستاک تو میرے ستارے ہی تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں ناشتے کا انتظام تھا اور سلانوس پالتی مارے کسی سوچ میں غرق بیٹھا تھا۔

ہمارے قدموں کی چاپ سن کر اس نے نگاہیں اٹھائیں اور پھر اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آؤ میکارا...... آؤ بچو......'' اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''تم اس طرف آ جاؤ میکارا۔'' اس نے کہا اور میں اس کی بتائی ہوئی جگہ بیٹھ گیا۔

''کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں محترم سلانوس۔؟''

''ضرور میرے بچے......'' سلانوس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

''کسی فرد کی آمد کی اطلاع تمہیں صرف ہواؤں سے ملتی ہے یا دوسرے ذرائع بھی ہیں۔؟''

''میں نہیں سمجھا۔'' اس نے کہا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں بھی لڑکیوں کے ساتھ ہوں...... کیا میرے خوشبو سے۔؟''

''نہیں...... اس وقت میں نے تمہیں نہیں سونگھا...... اگر سماعت ٹھیک ہو تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آنے والے کتنے ہیں۔ ان کے قدموں کی چاپ ان کی تعداد کا پتہ دیتی ہے۔ چنانچہ اس وقت چھ پاؤں اٹھ رہے تھے اور باقی دو پاؤں تمہارے علاوہ اور کس کے ہو سکتے تھے۔''

''تمہاری ان پراسرار صلاحیتوں نے مجھے حیران کر دیا ہے بابا سلانوس۔'' میں نے اعتراف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور بابا سلانوس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''لیکن پوری زندگی میں، میں سب سے زیادہ حیران تم سے مل کر ہوا ہوں میکارا...... یا تمہارا جو بھی نام ہو......'' بوڑھے نے کہا اور اس

کے آخری جملوں پر میں چونک پڑا۔ گویا اس نے میرے نام پر شک کا اظہار کیا تھا..... شاید اس نے میرے بارے میں کچھ معلوم کرلیا تھا۔

''کیوں محترم بزرگ۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ناشتے کے بعد اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔'' بوڑھے نے کہا اور ہم ناشتے میں مصروف ہو گئے..... دونوں لڑکیاں شرارت آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں بھی کر رہی تھیں..... جن سے ان کے بچگانہ ذہن کی عکاسی ہوتی تھی۔ پھر ناشتہ ختم ہو گیا اور بوڑھے سلانوس نے لڑکیوں سے کہا۔

''شبیلہ اور اشکاف۔؟''

''جی بابا۔'' دونوں لڑکیاں بیک وقت بولیں۔

''بس تم لوگ جاؤ..... دوپہر کے کھانے کی تیاریاں کرو۔ میں ذرا میکارا سے گفتگو کروں گا..... اور ہاں تم درمیان میں ہمارے پاس آنے کی کوشش نہیں کرو گی۔''

''گفتگو کتنی طویل ہوگی بابا۔؟'' شبیلہ نے پوچھا۔

''بس جب تک تمہیں بلایا نہ جائے۔'' بوڑھے نے محبت آمیز غصے سے کہا اور دونوں لڑکیاں ہنستی ہوئی باہر نکل گئیں۔ تب بوڑھے کے چہرے پر سنجیدگی پھیل گئی اور اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''میں نے ساری رات جاگ کر گزاری ہے میکارا۔ لیکن ستارے بھی تمہاری گہرائی تلاش نہ کر سکے، البتہ انہوں نے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ سخت حیرت انگیز ہے..... تم اس کی تصدیق یا تردید کرو گے میرے بچے۔؟''

''ہاں بابا..... لیکن ایک شرط کے ساتھ۔'' میں نے کہا۔

''کیا شرط ہے۔؟''

''اول تو یہ کہ میں اپنے بارے میں جو کچھ کہوں گا اس پر یقین کرو گے جو نہ بتا سکوں گا اس کے بارے میں جان لو کہ وہ مجھے خود معلوم نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے بابا..... کہ میں نے آج تک اپنی ساری حقیقت کسی کو نہیں بتائی۔ تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا، لیکن تم سے اس کا معاوضہ طلب کروں گا۔'' میں نے کہا۔

''معاوضہ..... کیا معاوضہ ہوگا وہ۔؟''

''تم مجھے اپنا شاگرد بنا لو گے..... تمہارے سینے میں جتنے علوم پوشیدہ ہیں مجھے سکھا دو گے۔''

''شرط بہت کڑی ہے میرے بچے..... میں نے آج تک کسی کو اپنا شاگرد نہیں بنایا۔''

''تب میں مجبور ہوں بزرگ۔ تمہارے کہنے سے اسی وقت میں تمہارا مکان چھوڑ سکتا ہوں۔''

''لیکن یہ میری پوری زندگی کی کمائی ہے۔''

''میں اس کی بہتر حفاظت کروں گا۔''

''اگر میں تمہاری شرط ماننے سے انکار کردوں تو۔؟''

''میں خاموش ہوجاؤں گا۔''

''لیکن میں تمہارا راز جاننا چاہتا ہوں۔''

''میں نے کبھی اپنی زندگی کا راز کسی کو نہیں بتایا محترم بزرگ۔۔۔طویل زندگی میں آپ کو رازدار بنانا چاہتا ہوں۔''میں نے صاف لہجے میں کہا۔

''طویل زندگی۔'' بوڑھے نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے غور سے اسے دیکھا۔اس نے میرے ان جملوں پر زیادہ توجہ دی تھی۔

''ہاں۔۔۔'' بہرحال میں نے آہستہ سے کہا۔

بوڑھے سلانوس کے چہرے سے، دبے دبے اضطراب کا اظہار ہورہا تھا۔۔۔وہ بے چینی سے ہاتھ مل رہا تھا اور پھر اس نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔''نوجوان۔۔۔نوجوان۔۔۔تم نے مجھے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے۔میں۔۔۔۔میں اتنا بڑا وعدہ کیسے کرسکتا ہوں۔''

اور میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔احمق بڑے میاں۔تمہاری حیثیت کیا ہے۔میرے بارے میں جانو گے تو اپنے سارے علوم بھول جاؤ گے۔تم صرف چند حیرت انگیز علوم رکھتے ہو۔۔۔میرا سینہ ہزار ہا رازوں کا مقبرہ ہے۔تم اپنی اس تھوڑی سی زندگی کے تجربے کو بہت بڑی چیز سمجھ رہے ہو۔میں تم سے عمر میں لاکھ گنا بڑا ہوں۔

بوڑھے سلانوس کے چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے۔ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔تب اچانک میری فطرت عود کرآئی اور میں ہنس پڑا۔

''تم شاید بہت پریشان ہو سلانوس۔''

''ہاں میرے بچے۔۔۔۔دراصل میں۔۔۔۔''

''جاؤ۔۔۔۔میں نے اپنی شرط واپس لی۔پوچھو۔۔۔۔تم خود کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟''

''ستاروں کی الجھن میرے لئے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔بہرحال تمہارا شکریہ۔تم نے نہایت فراخدلی سے اپنی شرط واپس لی ہے۔''

''اس کی بھی وجہ ہے معزز سلانوس۔۔۔ہاں تو تمہارے ستارے کیا کہتے ہیں میرے بارے میں۔؟''

''ستارے۔'' بوڑھے نے ایک گہری سانس لی۔''اس سے قبل میرا علم اس قدر ناکارہ نہیں ہوا۔میں اس عظیم کہکشاں میں تمہارا ستارہ نہیں تلاش کرسکا۔تب میں نے سفید تختے میں تمہاری لکیریں تلاش کیں اور کچھ انوکھی آوازیں میرے کانوں سے ٹکرائیں۔۔۔۔مجھے بتایا گیا کہ تمہاری عمر لامحدود ہے۔۔تمہاری عمر تو بہت طویل ہے۔۔۔اتنی طویل کہ کہکشاں میں تمہاری تصویر نہیں ہے۔۔۔۔تم انسانوں سے الگ اور لافانی ہو۔تمہاری فنا ستاروں کی دھنک میں پوشیدہ ہے۔اور کون ہے جو اس دھنک میں جھانک سکا۔مجھے جتایا گیا ہے کہ زندگی کے قاتل آگ اور سمندر تمہارے دوست ہیں۔آگ تمہاری روح وجسم کو جلا بخشتی ہے۔سمندر تمہاری حفاظت کے لئے مجبور ہے۔کیا یہ درست ہے میکارا۔؟''

''تمہارا علم تمہیں مطمئن نہیں کرتا ہے۔؟''

''میں الجھن میں ہوں۔ میرے علم نے مجھے آج تک دھوکہ نہیں دیا۔''

''میں تمہارے علم کی تائید کرتا ہوں۔''

''یعنی......یعنی......؟'' بوڑھے آگے جھک آیا۔

''ہاں...... میں صدیوں سے زندہ ہوں۔ میں نے انسان کا ارتقاء دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے جب تم پہاڑوں میں رہتے تھے۔ میں اس وقت بھی تھا جب تمہیں بھوک پیاس کی پہچان نہیں تھی...... میں نے تمہیں درختوں پر رہتے اور برہنہ پھرتے دیکھا ہے۔ ہاں میں نے تو صدیوں تمہاری خدمت کی ہے۔ میں ہمیشہ تمہارا معاون رہا ہوں۔ جہاں تم تک تہذیب کی روشنی نہیں پہنچی تھی وہاں میں اپنے تجربات لے کر تم تک پہنچا...... اور میں نے تمہیں زندگی کے گر بتائے...... تم ایک چھوٹے سے علم کی بات کرتے ہو۔ میرے سینے میں صدیاں محفوظ ہیں...... سنو...... مجھے صدیوں نے جنم دیا ہے...... میں صدیوں کا بیٹا ہوں۔ وقت نے ہلکورے دے کر میری پرورش کی ہے...... میں نے برف کے نیچے سینکڑوں سال آرام کیا ہے...... سمندر کی لہریں میرے بدن کی حفاظت پر مامور ہیں۔ آگ میرے بدن کو زندگی کی حرارت دیتی ہے...... تم مجھے کیا سمجھتے ہو سلاؤس۔''

میری آواز میں نہ جانے کیا تھا۔ بوڑھے سلاؤس کے بدن کی لرزش نمایاں ہوگئی اور وہ زور زور سے کانپنے لگا۔

میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ کئی منٹ تک کچھ نہ بول سکا۔ پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے۔ اور اس کے بعد اس کی لرزتی ہوئی آواز ابھری۔

''تب...... تب تو تیرے سامنے میرا علم بے حقیقت ہے۔''

''ہاں...... تمہارا علم میری ذات کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔'' میں نے غرور سے کہا۔

''لیکن تو کیا ہے میکارا...... اور تیرا نام میکارا ہی ہے۔؟''

''نہیں...... تم نے مجھے جو نام دیا میں نے اسے اپنا لیا۔ میں کائنات کا کوئی نمایاں وجود نہیں ہوں۔ کسی نے مجھے دیوتا کہا۔ میں خاموش ہو گیا۔ کسی نے مجھے چاند، کسی نے سورج کا بیٹا کہا۔ میں نے تردید نہ کی۔ جس نے جو کچھ کہا میں نے تسلیم کر لیا۔ میں تو تمہارے ہی درمیان جینے والوں میں سے تھا۔''

''کیا تخلیقِ کائنات تیرے سامنے ہوئی۔؟''

''نہیں...... میں اعتراف کرتا ہوں کہ ستارے، چاند، سورج اس وقت موجود تھے جب میں نے آنکھ کھولی۔ میں نے ان کے خالق کو محسوس کیا ہے، میں جانتا ہوں کہ کائنات کے لاتعداد راز ہائے سربستہ میری نگاہوں سے گم ہیں مجھے صرف وہ معلوم ہے جتنا میرے جیسے کسی انسان کو معلوم ہوسکتا ہے۔ اس سے آگے کی باتیں میں نہیں جانتا۔''

''میرا علم تیرے آگے بے حقیقت ہے میکارا۔ پھر تو مجھ جیسے انسان کو استاد کیوں بنا رہا ہے۔؟''

''میں نے صدیوں میں ہر دانش ور سے رابطہ رکھا ہے۔ مجھے جہاں سے بھی علم ملا، میں نے حاصل کیا اور جہاں سے علم ملا میں نے اس کی

قدر کی..... میرے معلم فنا ہو گئے..... لیکن ان کا دیا ہوا علم میرے سینے میں محفوظ ہے۔ میں نے اسے رقم کیا ہے..... اور کائنات میں جب انسانیت کو اس کی ضرورت ہوئی، جب لوگ بھٹکے تو میں انہیں ان کی امانت واپس کر دوں گا۔ میں ان رازوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دوں گا۔ میرے پاس یہ ان کی امانت ہیں۔"

"تو عظیم ہے میکارا..... میں تجھ سے شرمندہ ہوں۔"

"نہیں بزرگ..... میں نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے، ورنہ اتنی تفصیل سے کوئی میرے بارے میں نہیں جان سکا۔"

"میکارا..... یہ جاننے کے بعد..... تیرا راز جاننے کے بعد تو میں شرمندہ ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں خود تجھ سے کچھ سیکھوں۔ میں تجھ سے کائنات کی کہانیاں سنوں۔ ان کہانیوں سے میں اپنے عقیدے کے بارے میں اندازہ لگاؤں گا کہ میں کہاں تک درست ہوں۔ میری سن میکارا..... میں اپنا راز تیرے پاس امانت رکھوانا چاہتا ہوں۔ جو تیری شرط تھی۔ وہ اب میری خواہش ہے۔"

"میں نے قطرے قطرے جمع کئے ہیں سلانوس۔ یہی قطرے سمندر بن کر میرے سینے میں موجزن ہیں۔ مجھے جہاں سے بھی جو کچھ ملتا ہے۔ میں اس کی حصول کے لئے کوشاں ہو جاتا ہوں۔"

"اور بلاشبہ تیرا سینہ۔ میرے علم کے لئے سب سے محفوظ جگہ ہے۔" سلانوس نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔" میں دل سے تیار ہوں۔ لیکن کیا تو مجھے کائنات کی کہانیاں سنائے گا؟ کیا تو مجھے صدیوں کا علم دے گا۔؟"

"ہاں سلانوس..... میں تیری معلومات میں اضافہ کرنے میں دریغ نہیں کروں گا، میں کوتاہ دل نہیں ہوں۔"

یوں پروفیسر..... سلانوس دل سے میرا قائل ہو گیا۔ وہ میری بے پناہ عزت کرتا تھا..... اس کی دونوں بھتیجیاں بھی مجھ سے خوش تھیں اور انہیں جب بھی موقع ملتا، وہ مجھے گھیر لیتیں اور شرارتیں کرتیں۔

بہرحال میں نے انہیں معاف ہی کر دیا تھا۔ میں ان کی شرارتوں سے محظوظ ہوتا..... لیکن اس سے آگے نہ میں خود بڑھا تھا، نہ میں نے انہیں بڑھنے دیا تھا گو مجھے عورت کی طلب بھی تھی لیکن سلانوس کے دلچسپ علوم نے میری طلب کم کر دی تھی۔ بے شک بوڑھا سلانوس عجیب و غریب علوم کا ماہر تھا۔ میں نے بیشمار نئی باتیں اس سے سیکھیں..... اس سے مجھے معلوم ہوا پروفیسر..... کہ خالق کائنات نے کائنات کی تشکیل کی۔ پھر اس نے انسان کو ساری مخلوق سے افضل کیا۔ اس نے اسے وہ دماغ دیا جو کائنات کے ایک راز کو حل کر لے۔ ہاں اس نے راز، راز ہی رہنے دیئے۔ اور اس نے کھلی آزادی دی۔ جو محنت کرے، کوشش کرے وہ ان رازوں کو پا لے اور کائنات کا ایک ایک راز انسانی ذہن کے لئے آغوش کی مانند ہے۔ غور کرو تو سمجھ لو ورنہ دنیا سے بے بہرہ موت کی آغوش میں جا سوؤ۔ سو اس کے بدلے میں نے اسے ابتدائے دنیا کی کہانیاں سنائیں۔ اسے بتایا کہ انسان نے کس انداز سے سوچا۔ اس نے کیسے ارتقاء کی منازل طے کیں اور اس کے سوچنے کا انداز کیا رہا۔

بوڑھا سلانوس مجھ سے بے حد خوش تھا۔ ایک شام اس نے کہا۔ "عظیم میکارا۔ شہر سے دور..... اس ویرانے میں تیرا دل نہیں گھبراتا۔ کیا تجھے اہل ایتھنز سے ملنے کی خواہش نہیں ہے۔؟"

''تیرے علوم میرے لئے اس قدر پرکشش ہیں کہ میری توجہ اس طرف گئی ہی نہیں۔''

''اوہ..... یہ تیری عزت افزائی ہے ورنہ تیرے سامنے میں بے حقیقت ہوں..... ویسے اتفاق ہے کہ شاہ مارا تھون کو ابھی تک میری ضرورت پیش نہیں آئی ورنہ وہ یہاں آتا تو تیری ملاقات اس سے ہو جاتی۔''

''میں اس سے ملاقات کا زیادہ خواہش مند بھی نہیں ہوں کیونکہ وہ کوتاہ ذہن ہے۔''

''کیوں۔ اس سے ملے بغیر یہ اندازہ تو نے کیسے لگایا۔؟''

''اس بات سے کہ اس نے تجھ جیسے عالم فاضل سے پہلو تہی کی، تیرے علوم اس کی بادشاہت کو چار چاند لگا سکتے تھے۔ جو صاحب علم کو کھونے کی کوشش کرے ہم اسے قدر کی نگاہ سے تو نہیں دیکھ سکتے۔''

''ہاں۔ تیرا اندازہ درست ہے۔'' بوڑھے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اسی وقت شبیلہ اور اشکاف آگئیں۔ ان کے لباس پانی میں بھیگ رہے تھے۔

''کیا بات ہے تم لوگ کیسے آئی ہو۔؟'' اس بوڑھے نے پوچھا۔

''باہر کا موسم بہت اچھا ہے۔ آسمان پر دھند لائنیں امڈ رہی ہیں۔ ہم نے سوچا کہ میکارا کو باغ کی سیر کرائیں۔ ساحل بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔''

''جاؤ میکارا۔ یہ شریر لڑکیاں تمہیں پریشان کرنا چاہتی ہیں۔''

''میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔'' میں نے سالاتوس سے کہا اور باہر نکل آیا۔ دونوں لڑکیاں باریک لباس پہنے ہوئے تھیں۔ پانی میں بھیگے ہوئے لباس ان کے کنوارے جسموں سے چپک گئے تھے اور ان کے آتشی بدن نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میرے ذہن میں ہیجان برپا ہو گیا لیکن پھر میں نے خود کو سنبھال لیا۔ میں سالاتوس سے وعدہ کر چکا تھا اور ان لڑکیوں کو عورت سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

ہم عمارت سے نکل کر پہلے پھلوں والے درختوں کے درمیان پہنچے اور شبیلہ بول پڑی۔ ''میکارا۔ کیا تم درخت پر نہیں چڑھ سکتے۔؟''

''کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب پھر تم پھل توڑ دو۔ ہم ساحل پر بیٹھ کر کھائیں گے۔''

''جیسی تمہاری رائے شریر لڑکیوں۔'' اور میں نے کئی درختوں پر چڑھ کر ان کے لئے پھل توڑے جنہیں انہوں نے اپنے بھیگے ہوئے لباس میں چھپا لیا۔ پھر ہم ساحل پر پہنچ گئے۔

سمندر پر موسم کا اثر تھا۔ سفید جھاگ اڑاتی ہوئی لہریں کنارے پر سر پٹخ رہی تھیں..... دونوں لڑکیاں ریت پر بیٹھ گئیں۔ نوجوان تھیں اور پھر موسم کا اثر۔ ان کی آنکھوں میں جوانی امڈ رہی تھی۔ پھل انہوں نے ریت پر رکھے اور پھر ساحل پر لیٹ گئیں۔ لہریں ان کے کنوارے جسموں کی طرف لپکیں اور انہیں بوسہ دے کر لوٹ گئیں۔ دوسری لہروں کو خبر کرنے..... لڑکیاں مست تھیں اور پانی میں کروٹ بدل رہی تھیں اور ان کی تشنہ نگاہیں

بار بار میری طرف اٹھ جاتی تھیں۔

پھر شبیلہ میرے پاس آ گئی۔ "میکارا۔" اس نے لرزتی آواز میں مجھے پکارا اور میرے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ادھر دیکھو میکارا۔"

"کیا بات ہے شبیلہ۔؟" میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس بیٹھ جاؤں۔؟"

"بیٹھو۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔" میں نے جواب دیا اور شبیلہ میرے بالکل نزدیک بیٹھ گئی۔ اشکاف کا رخ سمندر کی طرف تھا اور وہ بظاہر ہم دونوں سے لاپرواہ سمندر کی لہریں گن رہی تھی۔

"میکارا۔" شبیلہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہوں۔" میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

"تم..... تم یہاں خوش ہو میکارا۔ ہمارے اس مکان میں تمہارا دل لگ گیا۔؟" اس کی آواز میں عجیب سی ہکلاہٹ تھی اور میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ شبیلہ کی آنکھیں اس کے دلی احساسات کی چغلی کھا رہی تھیں..... موسم کی شراب نے ان کے ذہنوں پر سرور طاری کر دیا تھا اور اس وقت وہ خالصتاً لڑکیاں بن گئی تھیں۔

لیکن انوکھی بات تھی..... ان دونوں کا آپس میں کیا معاہدہ ہوا تھا۔ اشکاف اس طرح الگ تھلگ کیوں ہو گئی تھی؟ بہرحال میں اس کا اندازہ بھی لگانا چاہتا تھا۔ جہاں تک ان لڑکیوں کی طرف ملتفت ہونے کی بات تھی تو اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے بوڑھے سلانوس سے وعدہ کیا تھا اور بہرحال بوڑھا میرا استاد تھا حالانکہ لڑکیوں کے گدرائے بدن میرے جذبات بھی ابھار رہے تھے لیکن میں اتنا بدحواس بھی نہیں تھا کہ جذبات میں سب کچھ فراموش کر بیٹھتا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا میکارا۔"

"ہاں۔ میں بہت خوش ہوں شبیلہ..... لیکن آج تمہیں اس بات کا خیال کیوں آ گیا۔"

"بس یونہی۔ تمہارے آنے سے ہمیں بھی بہت خوشی ہوئی ہے۔ ہم..... ہم..... ہم چاہتے ہیں کہ تم ہم سے خوب گھل مل جاؤ۔"

"اس سے زیادہ کیا..... دیکھو..... میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"لیکن..... لیکن۔" شبیلہ دل کی بات کہہ نہیں پا رہی تھی۔

"اشکاف وہاں کیوں بیٹھی ہے شبیلہ۔ اسے بھی اسی جگہ بلا لو۔"

"ایں۔ اشکاف۔" شبیلہ کا چہرہ اچانک اتر گیا۔ نہ جانے احمق لڑکی کیا کہتی تھی۔ اس نے گردن جھکالی اور پھر وہ خاموشی سے میرے پاس

سے چلی گئی۔ اس نے اشکاف سے کچھ کہا اور اشکاف چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے نہ جانے شبیلہ سے کیا کہا اور پھر وہ شرماتی ہوئی میری طرف چل پڑی اور میری ہنسی نکل گئی۔ کیونکہ اب شبیلہ نے اس کی جگہ سنبھال لی تھی۔

اشکاف میرے پاس آ گئی اور میں نے اس کی پذیرائی کی۔ ''آؤ اشکاف۔''

''میکارا...... میکارا...... میں بہت خوش نصیب ہوں۔ میں...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی لیکن تم نے پہلے اس کا اظہار کیوں نہیں کر دیا۔ میں تو کب سے انتظار کر رہی تھی۔'' اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

''کیسا اظہار۔؟'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''میں تو پہلی ہی نگاہ میں تمہاری دیوانی ہو گئی تھی۔ میں تمہیں دل و جان سے چاہتی ہوں میرے محبوب۔''

''اشکاف۔ اشکاف تمہیں کیا ہو گیا؟'' میں نے کہا۔

''بے خود ہو گئی ہوں میری روح، اس انکشاف نے مجھے زمین و آسمان کے درمیان معلق کر دیا ہے۔''

''نیچے اتر آؤ اشکاف۔ نیچے اتر آؤ شاباش۔ مجھے بتاؤ۔ اس احمق لڑکی نے تم سے کیا کہہ دیا؟'' میں مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور اشکاف چونک پڑی۔

''کس نے۔؟'' اس نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔

''تمہارے اوپر یہ اچانک عشق کا دورہ کیوں پڑ گیا۔؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور اشکاف سراسیمہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''تم نے...... تم نے شبیلہ سے کیا کہا تھا میکارا۔؟'' اس نے پھنسی پھنسی آواز میں پوچھا۔

''شبیلہ نے تم سے کیا کہا۔؟''

''نہیں، تم بتاؤ...... کیا اس شریر نے مجھے احمق بنایا ہے۔ یا پھر اس نے خود ذلیل ہونے کے بعد مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔'' اشکاف نے غصے سے لرزتی آواز میں کہا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تم دونوں کو کیا ہوا۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تم ایک بات بتاؤ میکارا۔ تم دونوں میں سے کسے پسند کرتے ہو۔ مجھے یا شبیلہ کو؟''

''مجھے تم دونوں ہی پسند ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... ایسے نہیں میکارا۔ ایسے نہیں...... تم ہم دونوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ تم جسے پسند کرو گے...... دوسری اس کے حق میں دستبردار ہو جائے گی۔''

''تمہارا خیال ہے ایک عورت کی حیثیت سے میں کسی کو پسند کر لوں۔''

''کر لوں...... تو کیا تم نہیں کرتے۔؟''

''نہیں۔'' میں نے سرد آواز میں کہا۔ ''تم دونوں بے حد پیاری ہو۔ بہت حسین، کوئی بھی مرد تمہیں پسند کر سکتا ہے لیکن میں نے سالاوس

سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں اس نگاہ سے نہ دیکھوں گا۔ سلانوس نے مجھے اس شرط پر یہاں رہنے کی اجازت دی ہے۔''

''اوہ..... وہ بابا سلانوس۔ اس نے ہمیشہ ہمارے اوپر پابندیاں لگائی ہیں۔ اب کیا ہوگا۔'' اشکاف نے پریشان لہجہ میں کہا۔

''بہرحال وہ تمہاری شادی کرے گا۔''

''کبھی نہیں کرے گا۔ ہم جانتے ہیں۔''

''کیوں؟''

''ارے وہ ہماری شادی کرے گا تو خود تنہا ہو جائے گا۔ ہم اسے اچھی طرح جانتے ہیں۔ شبیلہ... شبیلہ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔'' اس نے غصے کے عالم میں اپنی بہن کو آواز دی اور شبیلہ دوبارہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔

''سنا تم نے..... بابا سلانوس نے پھر ہمارے خلاف سازش کی ہے..؟''

''کیسی سازش..؟''

''اس نے میکارا سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہم دونوں میں سے کسی کو..... کسی کو پسند نہیں کرے گا۔''

''ارے..'' شبیلہ حیران رہ گئی۔

دونوں لڑکیاں سلانوس غریب کے خلاف غم و غصے کا اظہار کرتی رہیں۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا۔'' میکارا۔ تم اس وعدے کی پابندی مت کرو.. وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''لیکن وعدہ..؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے ایسے وعدے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ تم ہم میں سے کسی ایک کو پسند کرلو۔ ہم بابا کو خبر ہی نہیں ہونے دیں گے۔'' لڑکیاں بغاوت پر اتر آئی تھیں۔

لیکن میری نگاہ سمندر کی طرف اٹھ گئی۔ جہاں ایک خوبصورت جہاز سست رفتاری سے رینگ رہا تھا۔ اس پر رنگین بادبان لگے ہوئے تھے اور اس پر سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ لڑکیاں بھی چونک کر ادھر دیکھنے لگیں۔

''یہ کیسا جہاز ہے شبیلہ..؟'' میں نے تعجب سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ملکہ مارا تھون سمندر کی سیر کو نکلی ہے۔'' اشکاف نے جواب دیا۔

''اوہ..'' میں نے گردن ہلائی اور غور سے اس جہاز کو دیکھنے لگا۔

''ملکہ مارا تھون..'' میں نے زیر لب دہرایا۔ جہاز کافی دور کے سمندر میں تھا لیکن اتنے فاصلے سے بھی وہ کافی خوبصورت نظر آرہا تھا۔ نہ جانے یہ ملکہ کیسی ہو؟ ویسے سلانوس کے ساتھ میں مطمئن اور پرسکون تھا۔ اگر یہاں سے جانا چاہتا تو مجھے کون روک سکتا تھا لیکن سلانوس سے جو علم حاصل کر رہا تھا وہ میرے لئے بہت قیمتی تھا۔ اس وقت شاید موسم نے میرے اوپر بھی اثر کیا تھا۔ بے اختیار دل چاہا کہ میں اسے قریب سے دیکھوں۔

''شبیلہ۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہوں۔'' شبیلہ چونک کر میری طرف دیکھنے لگی۔

''یہ جہاز کافی دور ہے۔؟''

''ہاں۔''

''اگر میں تیر کر وہاں تک پہنچ جاؤں تو۔''

''اوہ۔۔۔۔نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ یہ خطرناک ہوگا۔ سمندر کافی پر جوش ہے۔'' جواب میں، میں نے قہقہہ لگایا اور سمندر کی طرف دوڑ گیا۔ دونوں لڑکیاں زور زور سے چیخنے لگیں لیکن میں نے جلدی سے گہرے سمندر میں پہنچ کر خود کو پانی میں چھپالیا۔ لڑکیاں ساحل پر چیختی رہ گئی تھیں۔ سمندر کی سطح کے نیچے تیرنے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی۔ میں جہاز کی سمت کا تعین کر کے تیرتا رہا۔ رفتار بہت تیز تھی چنانچہ بہت جلد میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن میں جہاز پر کس حیثیت سے جاؤں۔ میں نے سوچا۔ بہتر ہے کہ جہاز والے خود ہی مجھے جہاز پر بلائیں اور ترکیب مشکل نہیں تھی۔ میں جہاز کے ایک رخ پر سطح پر ابھرا لیکن صورت حال یہ تھی کہ میں چت تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔ سانس بند کر کے جسم کو بے جان چھوڑ دینے کے بعد یہ کیفیت مشکل نہیں تھی۔ ہاں مجھے بس انتظار تھا کہ جہاز والے مجھے دیکھ لیں لیکن موسیقی کی آوازیں بہت تیز تھیں اور مجھے خدشہ تھا کہ وہ لوگ مصروف ہونے کی وجہ سے ممکن ہے مجھے نہ دیکھ سکیں۔

یہ خدشہ بے بنیاد نکلا۔ چند ہی منٹ کے بعد مجھے دیکھ لیا تھا اور لوگ ایک دوسرے کو میرے بارے میں بتانے لگے۔ تب موسیقی رک گئی۔ شاید لوگوں کی توجہ پورے طور سے میری طرف مبذول ہو چکی تھی۔ اور پھر کئی آدمیوں کے پانی میں کودنے کے چھپاکے سنائی دیئے اور چند منٹ کے بعد وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

''ارے یہ تو سونے کا بت ہے۔'' کسی نے کہا۔

''لیکن وزنی بت اس طرح سطح پر تیر نہیں سکتے۔''

''اسے چھو کر تو دیکھو۔''

''اوہ۔ انسان ہے۔''

''لیکن شاید مردہ نہیں ہے۔''

''کیسے معلوم۔''

''اس کا بدن سرد نہیں ہے۔''

''ممکن ہے بے ہوش ہو۔''

''مگر اس کا بدن سونے کی طرح چمکدار ہے۔''

''بے وقوفو۔ فضول باتوں میں وقت مت ضائع کرو۔ کیا موت ہی آئی ہے۔؟''

''اوہ۔ ہاں لے چلو۔ اسے بالوں سے گھسیٹ کر لے چلو'' اور کسی نے میرے بال پکڑ لئے۔

''آہ۔ اس کے بال بھی انسانوں کی مانند ہیں۔''

''وہ انسان ہی ہے۔ لے چلو اسے۔ تیزی سے لے چلو۔ دیکھو شاید ملکہ اسے دیکھنے کے لئے خود کنارے پر آ گئی ہے۔'' اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ جہاز کے قریب پہنچ گئے۔

''کیا یہ لاش ہے۔؟'' کسی نے اوپر سے پوچھا۔

''نہیں۔ زندہ معلوم ہوتا ہے۔''

''تب اسے اوپر لاؤ۔ ملکہ کا حکم ہے۔'' اوپر سے کہا گیا اور مجھے اوپر لے جانے والوں کو دانتوں پسینے آ گئے ہوں گے۔ بہرحال مجھے اوپر لے جا کر ڈال دیا گیا۔

''چلو۔ اسے ملکہ کے پاس لے چلو۔'' اور کئی آدمی میرے بدن کو اٹھا کر ملکہ کے پاس لے گئے۔ میری آنکھیں بند تھیں اس لئے میں ماحول کو دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن بہرحال سن سب کچھ سکتا تھا۔ انہوں نے مجھے دوسری جگہ ڈال دیا۔ اس جگہ بالکل خاموشی تھی۔ کئی منٹ بالکل سکوت طاری رہا پھر ایک پاٹ دار آواز ابھری۔

''طیمس۔ کیا یہ مر چکا ہے۔؟''

''اجازت ہو تو اندازہ لگاؤں ملکہ عالیہ۔'' دوسری آواز نے کہا۔

''دیکھ کر بتاؤ۔'' اور پھر کوئی میرے قریب آ گیا۔ اس نے میری زندگی کا اندازہ لگایا اور پھر بولا۔

''یہ زندہ ہے ملکہ عالیہ۔''

''پھر اس طرح کیوں پڑا ہے۔؟''

''بے ہوش ہے۔''

''اوہ......اوہ...... تم بے ہوش لوگوں کو ہوش میں لانے کا بہترین تجربہ رکھتے ہو طیمس۔'' ملکہ کی آواز میں مسکراہٹ تھی۔ ''ذرا بتاؤ تو وہ کونسی ترکیب ہے جس میں ہوش و حواس کھوئے ہوئے لوگ فوراً واپس آ جاتے ہیں۔''

''خادم اس کا عملی تجربہ کر کے دکھائے گا ملکہ۔'' طیمس نے کہا اور پھر وہ میرے نزدیک سے ہٹ گیا۔ میں ملکہ کی فطرت کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابھی تک میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی لیکن آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ رعب داب کی عورت ہے۔ عمر کا صحیح اندازہ ابھی آواز سے نہیں ہوتا تھا۔

چند منٹ بعد شاید طیمس ہی واپس آیا اور پھر اس نے کوئی ٹھنڈا سیال میرے بدن پر پھینک دیا۔ سیال میں ہلکی سی ناگوار بو تھی۔ میں کچھ

سمجھنے بھی نہیں پایا تھا کہ طمپس نے ایک مشعل میرے بدن سے مس کر دی اور ٹھنڈے سیال نے آگ پکڑ لی۔ اب وہ میرے بدن پر جل رہا تھا۔

''اوہ...... تو یہ ہے وہ عملی تجربہ جس سے بے ہوش لوگ فوراً ہوش میں آ جاتے ہیں۔'' ہاں بات تو ٹھیک ہے۔ جب کسی کے برہنہ بدن پر آگ جل رہی ہوں تو پھر وہ بے ہوش کہاں رہے گا۔ لیکن میری جان۔ یہاں تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ تم نے تو مجھے میری من پسند غذا دی ہے...... یہ شعلے میرے بدن کو ہلکا ہلکا سرور تو پہنچا سکتے ہیں...... مجھے ہوش میں لانے کی ہمت ان میں کہاں۔؟

دوسرے لوگ بھی دلچسپی سے میرے بدن پر دوڑتی ہوئی آگ دیکھ رہے تھے اور طمپس حیران تھا۔ جب اس کا پھینکا ہوا سیال ختم ہو گیا اور آگ بجھ گئی تو وہ جلدی سے میرے قریب آ گیا اور بڑی حیرانی سے مجھے ٹٹولنے لگا۔

''میں...... میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں ملکہ عالیہ...... یہ زندہ ہے لیکن یہ بے ہوشی عجیب ہے۔ اور حیرت کی بات یہ ہے ملکہ عظیم کہ آگ نے اس کے بدن کی کھال پر کوئی ہلکا سا نقش بھی نہیں چھوڑا۔ اس کا بدن اسی مانند چمک رہا ہے، نہ جانے یہ کون ہے۔؟''

''اسے ہوش میں لایا جائے۔'' ملکہ کی آواز کسی قدر سخت تھی...... اور خوب بھاگ دوڑ ہونے لگی۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مجھے کس طرح ہوش میں لایا جائے۔ کسی نے میرے اوپر بہت سا پانی ڈال دیا۔ کوئی مجھے جھنجھوڑنے لگا۔ لیکن ہوش میں آنے کی کیا ضرورت تھی اور جب میں نے دیکھا کہ مجھے ہوش میں لانے والوں کی پریشانیاں عروج پر پہنچ گئی ہیں تو میں اچانک اٹھ کر بیٹھ گیا۔

انوکھی بات تھی...... میرے چہرے پر جیسے کوئی بات ہی نہیں تھی۔ تب میں نے ملکہ کی شکل دیکھی۔ بلاشبہ حسین تھی۔ متناسب الاعضا تھی لیکن آنکھوں کی تیزی سے ہونٹوں کی تراش سے اور بھنوؤں کی بناوٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ بے حد سنگدل ہے اور شاید وحشیانہ فطرت کی مالک بھی۔

وہ تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھی...... لوگ چہ مگوئیاں کر رہے تھے۔ تب اس نے ہاتھ اٹھا دیئے اور میری طرف دیکھ کر بولی۔ ''تو ہوش میں ہے اجنبی۔؟''

''پہلے تھا اب نہیں ہوں حسین عورت۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا مطلب۔؟''

''تو بے حد حسین ہے۔'' اور میرے اس تخاطب پر بہت سے چہرے بگڑ گئے...... تب ایک دیو پیکر گوشت کے پہاڑ نے اپنا تیشہ ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اے احمق...... خیال رکھ کہ تو مارانھوں کی ملکہ سے مخاطب ہے۔''

''خاموش رہو مرزوقا...... میں اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔''

''تو نے کیا کہا اجنبی...... پہلے تو ہوش میں تھا۔؟''

''ہاں...... تیرے آدمیوں کی حماقتیں میرے لئے بڑی مضحکہ خیز تھیں۔''

''کیا مطلب ہے تیرا۔؟''

''انہوں نے میرے سینے پر آگ جلائی، پانی ڈالا اور نہ جانے کیا کیا کیا...... میں اپنی محویت نہیں توڑنا چاہتا تھا...... لیکن تمہاری حماقتیں

جب حد سے بڑھ گئیں تو مجبوراً مجھے اپنا مراقبہ توڑنا پڑا۔

''اے گستاخ۔ تیرا انداز نہایت گستاخانہ ہے۔ غور کر کہ تو کس سے مخاطب ہے۔'' ایک اور شخص چیخا..... لیکن ملکہ نے ہاتھ اٹھایا اور گرج کر بولی۔ ''کوئی مداخلت نہ کرے۔ میں اس سے گفتگو کر رہی ہوں۔'' اور لوگ خاموش ہو گئے۔ ''ہاں تو اے دلچسپ انسان..... یہ کیسا مراقبہ ہے۔ تو سطحِ سمندر پر لاش کی شکل میں پڑا تھا۔''

''میں ایک تارک الدنیا انسان ہوں..... دنیا کی دلچسپیوں سے منہ موڑ چکا ہوں..... میں نے سمندر کی آغوش میں پناہ لی تھی..... لیکن تم لوگ مجھے پھر اس دنیا میں کھینچ لائے۔''

''دنیا کو ترک کرنے میں ہم تیری مدد کریں گے..... پہلے تو ہمارے سوالات کے جواب دے۔''

''ہاں..... پوچھو، کیا پوچھنا چاہتی ہو۔؟''

''لوگ تجھے نکال کر لائے تو نہیں جاگا۔؟''

''میں جاگ رہا تھا۔''

''تیرے سینے پر آگ روشن کی گئی، اس پر بھی تجھے تکلیف نہیں ہوئی۔؟''

''میں سوچ رہا تھا تھوڑی سی تکلیف برداشت کر لوں۔ ممکن ہے تم مجھے مردہ سمجھ کر دوبارہ سمندر میں پھینک دو۔''

''کیا تو صحیح الحواس انسان ہے۔؟'' ملکہ حیرت سے بولی۔

''ہاں..... اور کچھ خبط الحواسوں میں آ پھنسا ہوں۔''

''خوب..... لیکن دنیا ترک کر کے تو کیا کرنا چاہتا ہے، کیا تیری زندگی کا کوئی خاص مقصد ہے۔؟''

''ہاں.....''

''کیا.....؟'' ملکہ بڑے دوستانہ انداز میں گفتگو کر رہی تھی۔

''یہ دوسروں کو نہیں بتایا جا سکتا۔''

''اور..... اگر ہم تجھے اس کا حکم دیں۔؟''

''میں حکم نہیں مانا کرتا.....'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''اتنا غرور ہے خود پر۔؟''

''یہی سمجھ لو۔''

''خوب..... اب تیری کیا خواہش ہے۔؟''

''خواہش۔!'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا ''میں نے اپنی ساری خواہشوں کو سلا دیا تھا۔ لیکن تجھے دیکھ کر..... تجھے دیکھ کر دل میں

کچھ احساسات جاگ رہے ہیں ان کا اظہار تیرے لئے ناپسندیدہ ہوگا۔ اس لئے نہ پوچھ۔ میں دنیا ترک کر چکا ہوں...... مجھے تارک الدنیا رہنے دے اور واپس۔مندر میں ڈلوا دے۔"

"لیکن۔مندر میں تجھے موت تو نہیں آئے گی۔"

"موت آنا ہوگی تو موت بھی آجائے گی۔"

"میں تیری مشکل آسان کر سکتی ہوں۔"

"کیسے۔؟"

"مرزوقا۔" ملکہ نے اس گوشت کے پہاڑ کو آواز دی۔ اور وہ آگے بڑھ آیا۔

"ملکہ عالیہ۔"

"یہ شخص دنیا ترک کرنا چاہتا ہے۔"

"میں اس کی مدد کروں گا ملکہ عظیم۔"

"کس طرح......؟" ملکہ نے پوچھا۔ اور مرزوقا نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اٹھا دی۔ دو آدمی دوڑے اور ایک شخص کو کھینچ لائے۔ گٹھے ہوئے بدن کا ایک مضبوط نوجوان تھا۔ چہرہ دہشت سے بگڑا ہوا تھا۔ بدن ننگا تھا بس لال رنگ کی ایک لنگوٹی ستر پوشی کر رہی تھی۔ اسے ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا۔ مرزوقا اسی طرح ملکہ کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔ اس کا وہ ہاتھ اٹھا ہوا تھا جس کی انگلی اس نے اٹھائی تھی۔ پھر اس نے اس شخص کی طرف دیکھے بنا ہاتھ نیچے گرایا...... اس کا وزنی ہاتھ سرخ لنگوٹی والے کے سر پر پڑا اور اس کے حلق سے ایک ہلکی سی "قیں" کی آواز نکل گئی۔ اس کے سر کی ہڈیاں کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی تھیں اور اس کا بھیجہ اس کی ناک اور منہ کے راستے باہر نکل پڑا تھا۔

وحشی مرزوقا نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

"میں نے مظلوم شخص کو تڑپتے دیکھا اور نہ جانے کیوں دل میں ایک گھٹن سی پیدا ہوگئی۔ دل چاہا کہ مرزوقا کی ٹانگیں چیر کر پھینک دوں۔ لیکن خود پر قابو پایا...... اور اپنی حماقت کو کوسنے لگا...... اچھا خاصا علم سیکھ رہا تھا ادھر آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی...... یہ تو طے ہے کہ جہاں گھسو گے وہاں نئے واقعات سامنے آئیں گے...... اور پھر ان واقعات سے خود کو دور رکھنا مشکل ہے۔

میں نے ملکہ کی طرف دیکھا۔ وحشی عورت کے چہرے پر بے پناہ دلچسپی تھی...... اس نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔ "واہ...... واہ...... مرزوقا...... تمہاری...... صلاحیتیں نکھرتی جا رہی ہیں۔" اور پھر اس نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

"تیرا کیا خیال ہے اجنبی احمق...... کیا مرزوقا تیری مشکل آسان کر سکتا ہے۔؟"

"میں نے دنیا کی دلچسپیاں ترک کرنے کی بات کہی ہے ملکہ عالیہ...... میں مرنا تو نہیں چاہتا۔"

"اوہ...... اوہ...... بزدلی کی بات مت کر دیوانے...... ہمیں دنیا میں بزدل سب سے زیادہ ناپسند ہے...... تو نے یہ جاننے کے باوجود کہ ہم

کیا قوت رکھتے ہیں۔ ہم سے نہایت مردانہ وار گفتگو کی اور دیکھ لے ہم نے دوسروں کو تیری گفتگو میں دخل دینے کا موقع نہیں دیا..... لیکن تو نے ہم سے جو گستاخانہ گفتگو کی تیرے خیال میں کیا وہ قابلِ معافی ہے۔؟''

''میں نے صرف حقیقت کہی تھی۔''

''ہم نے بھی تیری مدد کا وعدہ کیا تھا..... چنانچہ تجھے مرزوقا کے سپرد کیا..... تن و توش تیرا بھی خوب ہے..... مرزوقا کو للکار..... اس سے جنگ کر..... اور اسے شکست دے۔''

''اس سے مجھے کیا حاصل ہوگا ملکہ عالیہ۔''

''زندگی.....'' ملکہ نے برجستہ جواب دیا۔

''اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے ملکہ عالیہ۔؟''

''ہرگز نہیں۔''

اور میں نے گردن جھکالی..... تب ملکہ نے بلند آواز سے کہا۔ ''مرزوق۔ اسے لڑائی کی جگہ لے چل..... اس خوبصورت آسمان کے نیچے یہ حسین منظر بہت دلکش ہوگا۔''

''دونوں مناظر میں بڑا تضاد ہے ملکہ.....'' میں نے کہا۔

''یہ تیری کور بینی ہے..... ورنہ آسمان کی کجلاہٹوں کے نیچے سرخ خون..... حسین لگتا ہے۔ چلو.....'' ملکہ خود بھی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ مغرور مرزوقا جو ایک گھونسا مار کر انسان کا بھیجہ نکال دیتا تھا۔ فخر سے سینہ تانے چل رہا تھا۔

میرا کوئی قصور نہیں ہے میرے دوست..... تیرے ملکہ ہی تیری موت کو آواز دے رہی ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں..... میں نے اسے دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں کہا۔ دو آدمی میرے ساتھ چل رہے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک سے کہا۔

''یہ شخص کون تھا جسے مرزوقا نے قتل کر دیا۔؟''

''اوہ..... وہ قیدی تھا۔''

''تمہارا ہم وطن۔؟''

''نہیں..... دوسرے علاقے کا قیدی..... ایسے چند قیدی ملکہ اپنے ساتھ رکھتی ہے..... وہ خون کی رسیا ہے۔ کبھی کبھی اس کا خون بہانے کو جی چاہتا ہے۔''

''بہت خوب.....'' میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ خوب ملکہ ملی تھی۔ جہاز کے ایک حصے میں مضبوط تختوں کا ایک چھوٹا سا ہال بنایا گیا تھا۔ جس میں اوپر بیٹھنے کی جگہ تھی..... ملکہ اور اس کے ساتھ چند لوگ بیٹھ گئے۔ باقی لوگ ہال میں چاروں طرف کھڑے ہو گئے تھے۔

''مرزوقا..... کیا تو اسے ہتھیاروں سے قتل کرے گا۔؟''

''جو حکم ملکہ عظیم۔'' مرزوقا نے کہا۔

''میرا خیال ہے اس کو اپنے پیروں میں دبوچ کر اس کی گردن شانوں سے نکال لے۔''

''ایسا ہی ہوگا ملکہ عالیہ۔''

''اجنبی تو کیا چاہتا ہے۔؟'' ملکہ نے پوچھا۔

''میں.... '' میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تو اب تجھے چاہنے لگا ہوں ملکہ.... تیری یہ وحشیانہ ادائیں مجھے پسند آنے لگی ہیں اور لوگ پھر چیس بجبیں ہو گئے.... لیکن ملکہ نے ہاتھ اٹھالیا۔

''اگر تو نے مرزوقا کو شکست دے دی تو تو ہم تجھے تیری خواہش کے مطابق نوازیں گے۔'' اس نے کھلنڈرے لہجے میں کہا۔

''افسوس مرزوقا.... میں تجھے شکست نہیں دینا چاہتا تھا.... لیکن ملکہ کا یہ لالچ.... یہ اعلان بہت دلکش ہے.... اب شکست تیرا مقدر بن گئی.... آ.... جلدی آ۔''

''اوہ.... اوہ.... تو تو واقعی پاگل ہے....'' مرزوقا بادلوں کی طرح گرجا.... اور لوگ پیچھے ہٹ گئے.... گوشت کا پہاڑ میرے مقابل آ کر مجھے گھورنے لگا.... ملکہ کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک تھی۔

''تیرے لئے.... '' میں نے اس کی طرف ہاتھ اٹھایا اور مرزوقا نے میری بغلوں میں ہاتھ ڈال کر مجھے کس لیا۔ لیکن میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ بدستور رہی.... مرزوقا اپنے خوفناک بازوؤں میں مجھے بھینچ کر شاید میری ہڈیاں پیس دینا چاہتا تھا.... لیکن ملکہ سے گفتگو ختم کرنے کے بعد میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر میں پلٹا.... مرزوقا نے اپنی گرفت قائم کرنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ لیکن اس کے بازو کھل گئے اور میں اپنا بدن جھاڑنے لگا۔

دیکھنے والوں کے منہ سے ایک عجیب منظر کو دیکھ کر حیرت کی آوازیں نکل گئیں۔

''حسین ملکہ.... کیا میں اسے قتل کر دوں۔؟'' میں نے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں.... تو مرزوقا کو قتل کر دے....'' ملکہ ابھی تک خوش نہی میں تھی۔

''تیری شادی ہوگئی مرزوقا....؟'' میں نے پوچھا۔

''بکواس....'' مرزوقا دہاڑا.... اور پھر میرے اوپر جھپٹا۔ لیکن میں پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا.... مرزوقا آگے نکلا چلا گیا۔

''اگر اس کی شادی نہیں ہوئی تو میں اسے قتل نہیں کروں گا۔'' میں نے کہا اور لوگ مسکرا پڑے۔ مرزوقا پھر پلٹا تھا.... اس بار میں نے اسے اپنے بدن پر گرفت قائم کرنے کی آزادی دے دی تھی.... اس نے میری گردن پکڑنے کی کوشش کی لیکن میں نے دونوں ہاتھ اس کی کلائیوں پر مارے اور پھر اسے کمر سے اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔

جہاز کے تختے ہل گئے تھے.... مرزوقا جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ اور ملکہ کی مسکراہٹ کافور ہوگئی.... پھر میں آگے بڑھا اور مرزوقا نے میری

ایک ٹانگ گرفت میں لے لی۔ تب میں نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور اپنی ٹانگ اٹھائی۔ مرزوقا میری جنبش سے اوپر اٹھ گیا.... اور پھر ایک جھٹکے سے دور جا گرا۔

ملکہ کی سریلی چیخ میرے کانوں میں گونجی۔

''میری جان مرزوقا..... میرے سر پر گھونسہ مار..... میں اپنا بھیجہ نکلتا دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں اس کے سامنے اکڑوں بیٹھ گیا اور مرزوقا نے جھلاہٹ میں دو تین میرے سر پر دے مارے۔

لیکن اس جیسے آدمی کو بھی دونوں ہاتھ پکڑ لینا پڑے تھے..... ہڈیاں کڑکڑا گئی ہوں گی..... میں ہنس پڑا۔

''اگر اس کی شادی نہیں ہوئی۔ تو یقیناً یہ عورت کے تصور سے کمزور ہو گیا ہے۔'' میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا اور لوگ پھر ہنس پڑے۔ لیکن ان کی ہنسی میں تحیر تھا۔

مرزوقا بری طرح تلملا رہا تھا۔ اس کا تن و توش بڑا مضحکہ خیز ہو گیا تھا۔ میں پھر اس کے سامنے آ گیا۔

''اور اب..... اب مرزوقا تو میرے ہاتھوں سے مار کھائے گا۔'' میں نے کہا اور وہ پھر میرے اوپر جھپٹ پڑا۔ میں نے اس کی گردن پر ہاتھ ڈال کر اسے جھٹکا دیا۔ اور وہ اوندھے منہ آ پڑا۔ لیکن میں نے اسے گردن سے پکڑ کر پھر اٹھا لیا اور اس بار میں نے اسے سر سے بلند کر کے نیچے پھینک دیا اور پھر میں نے اسے کھلونا بنا لیا۔ مرزوقا نے کئی بار میرے بدن کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس کی ایسی تیسی۔ میں نے اسے بے جان کر دیا۔ لوگ اب چیخنے لگے تھے۔ ملکہ بھی پر جوش انداز میں چیخ رہی تھی۔ یہاں تک کہ مرزوقا کی ٹانگوں میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تب میں نے اس کے سینے پر پاؤں رکھ دیا۔

''او بہادر..... تو جیت گیا..... تو جیت گیا..... اسے قتل کر دے..... قتل کر دے اسے..... زورگا زا سے تلوار دے..... '' ملکہ چیخی..... اور اس کے ایک آدمی نے ایک تلوار میرے ہاتھ میں تھما دی۔

''قتل کر دے اس بزدل کو..... قتل کر دے اسے۔'' ملکہ چیخی..... مرزوقا کی آنکھوں میں خوف اور بے بسی ابھر آئی۔

''کیا خیال ہے مرزوقا.....؟'' میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی..... ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے.....'' مرزوقا نے بدحواسی کے عالم میں کہا اور میں نے تلوار ایک طرف پھینک کر اس کے سینے سے پاؤں ہٹا لیا۔

''ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی ملکہ..... میں اسے قتل نہیں کروں گا۔''

''میں تجھے حکم دیتی ہوں، اسے قتل کر دے.....'' ملکہ غرائی۔

''ہرگز نہیں..... میری رائے ہے کہ اس کی شادی کر دی جائے..... یہ خود بخود مر جائے گا..... میرے خیال میں اس کے لئے اس سے بڑی سزا اور کوئی نہیں ہو گی.....'' میں نے کہا اور لوگ پھر ہنس پڑے۔

"میں آخری بار کہتی ہوں اسے قتل کر دے۔"

"میری رائے ہے ملکہ کہ اس کی شادی کر دی جائے۔" میں نے حلیمی سے کہا۔

"زورگاز...... دونیاں...... اسے قتل کر دو...... قتل کر دو اس نافرمان کو۔" ملکہ نے غضبناک ہو کر کہا اور تین چار آدمی تلواریں لے کر میرے اوپر ٹوٹ پڑے...... میں نے ان کے وار بڑی فراخدلی سے روکے، اور پھر ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر دور پھینک دیا۔

ملکہ ششدر رہ گئی تھی...... پھر اس نے کہا۔ "یہ...... یہ انسان نہیں ہے...... یہ کوئی ناقابل فہم مخلوق ہے۔"

"مجھے فاتح قرار دیا گیا ملکہ......؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں...... لیکن ادھورا فاتح۔"

"کیوں......؟" "فتح دشمن کی موت کے بعد مکمل ہوتی ہے۔"

"وہ میرا دشمن نہیں ہے۔"

"اس نے تجھ سے جنگ کی تھی۔"

"ہاں...... لیکن تیرے حکم سے۔"

"گویا تیری دشمن میں ہوں......؟"

"یقیناً...... تو نے اسے میری گردن اکھاڑنے کا حکم دیا تھا اور سن...... غور سے سن لے...... تیرے سارے آدمی بھی مل کر مجھے قتل نہیں کر سکیں گے۔ تو بہتے ہوئے خون کی پجارن ہے...... لیکن میں تیرے لئے کسی کا خون نہیں بہاؤں گا۔"

"یہ میرا ملک ہے۔" ملکہ غرائی۔

"ہاں...... مجھے اعتراف ہے۔"

"اور تو میری رعایا۔"

"ہرگز نہیں...... تیری حکومت سمندروں پہ نہیں ہے اور میں سمندر کی مخلوق ہوں۔"

"میں تجھے گرفتار کرا کر سزا دوں گی۔" ملکہ نے کہا۔

"مجھے کون گرفتار کرے گا۔؟"

"میرے لوگ۔"

"تو سن...... میں ان سب کو اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا۔ مگر مجھے افسوس ہے...... تو ملکہ ہونے کے باوجود ایسی تنگدل اور وعدہ خلاف ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب۔؟"

''تو نے کہا تھا کہ میں اسے شکست دے دوں گا تو تو مجھے انعام سے نوازے گی۔''

''اوہ..... اوہ..... تو اس مردود کو قتل کیوں نہیں کر دیتا۔ جو بزدلوں کی مانند کھڑا ہے۔'' ملکہ دانت پیس کر بولی۔

''ملکہ..... میں خود تیرے پاس نہیں آیا تھا..... تو نے مجھے سمندر سے نکالا تھا..... میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں سمندروں میں رہتا ہوں..... میں کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتا، تجھے بھی نہیں..... اگر تو اتنی تنگدل ہے تو ٹھیک ہے..... میں تجھ سے انعام نہیں مانگوں گا..... وعدہ خلاف لوگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے میری نگاہوں میں.....'' میں نے کہا..... اور پھر میں واپسی کے لئے مڑا۔

''ارے..... ارے..... تم میں سے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔'' ملکہ ککلائی۔

''ملکہ عظیم..... اس کے بدن پر تلواریں بے اثر ہیں۔'' اس کے لوگوں نے جواب دیا۔

''رک جاؤ..... ابھی رک جاؤ.....'' ملکہ میری طرف رخ کر کے چیخی اور میں رک گیا۔

''تم نہیں جا سکتے۔''

''کیوں ملکہ۔ میں یہاں رک کر کیا کروں گا۔؟''

''تم نے میری توہین کی ہے۔''

''تیرا خیال غلط ہے ملکہ..... میں نے کوئی ایسی کوشش نہیں کی۔''

''اپنا انعام وصول کرو.....'' ملکہ نے آنکھیں بند کر کے ہونٹ آگے بڑھا دیئے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی..... میں پلٹ کر اس کے قریب پہنچ گیا..... پھر میں نے اس کے بدن کو بازوؤں میں لے لیا اور اسے بھینچ لیا..... ملکہ کی آنکھیں بند تھیں۔

''انعام دینے والے فراخدل ہوتے ہیں ملکہ..... لیکن تو آنکھیں بند کر کے انعام دے رہی ہے۔''

''یہ انعام نہیں..... تمہاری شرط ہے..... اور میں ہاری ہوئی ہوں۔''

''نہیں..... میری شرط نہیں ہے ملکہ.....'' میں نے کہا..... اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

''کیا کہنا چاہتا ہے تو.....'' اس نے کہا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس نے میرے بازوؤں سے نکلنے کی کوئی جدوجہد نہیں کی تھی..... میرے بدن کی گرمی اس پر اثر انداز ہو رہی تھی..... اس کی حسین اور تیکھی آنکھیں خمار آلود ہوتی جا رہی تھیں۔

''اگر انعام سمجھ کر مجھے بوسہ دے رہی ہو تو فراخدلی سے کام لے۔ تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں پیار ہو..... اور اگر شرط سمجھ کر ہاری ہے تو میں تجھ سے زیادہ فراخدل ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں تیری انا کو نہیں توڑوں گا۔ میں نے اپنی شرط واپس لی۔'' میں نے اسے چھوڑ دیا۔

''اوہ..... تو..... تو بے انتہا کمینہ ہے۔'' ملکہ غرائی۔

''ہاں......اپنی کمینگی کے بے شمار ثبوت تجھے دے چکا ہوں۔''

''تجھے...... تجھے میرا بوسہ لینا پڑے گا۔''

''ہاں...... لیکن اس طرح کی تیری آنکھوں میں پیار ہوگا، تیرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوگی اور تیرے خوبصورت بازو میری گردن میں حمائل ہوں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔''

''تب میں انعام کو بھیک سمجھ کر نہیں لوں گا۔'' میں نے کہا اور پھر میں واپسی کے لئے مڑا۔ ملکہ شدت غیظ میں کچھ کہہ نہ سکی اور میں اس ہال سے نکل آیا۔ پھر میں نے جہاز کے کنارے کا رخ کیا۔ ملکہ اور دوسرے لوگ اس وقت ہال سے نکلے تھے جب میں کنارے پر پہنچ چکا تھا۔ میں نے ملکہ کی طرف ہاتھ ہلایا اور سمندر میں چھلانگ لگادی۔

ملکہ کنارے کی طرف دوڑی لیکن میں لہروں سے کھیلتا ہوا دور نکل آیا تھا۔ تب میں نے آخری بار اس کی طرف ہاتھ ہلایا اور پانی میں چھپ کر واپس کنارے کی طرف تیرنے لگا۔ میں نے ان لوگوں کو اپنی سمت کا اندازہ نہیں ہونے دیا تھا اور پھر میں کنارے پر پہنچ گیا۔ شبیلہ اور اشکاف موجود نہیں تھیں شاید وہ میرا انتظار کر کے واپس چلی گئی تھیں۔

میں سلانوس کے مکان پر پہنچ گیا اور داخل ہوتے ہی میری نگاہ اندھے سلانوس پر پڑیں۔ وہ ایک دیوار سے ٹکا کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ میرے قدموں کی چاپ پر چونک پڑا۔ ''میکارا۔'' اس نے مجھے آواز دی۔

''میں ہی ہوں سلانوس۔''

''آہ...... کہاں چلے گئے تھے میرے دوست۔ دونوں لڑکیاں روتے روتے پاگل ہوگئی ہیں۔ آج تو وہ بغاوت پر آمادہ ہیں۔''

''اوہو۔ ذرا سمندر کی سیر کرنے نکل گیا تھا۔''

''اب میں ان بے وقوفوں کو کیسے سمجھاؤں کہ سمندر تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ان کا خیال ہے تم ڈوب گئے۔''

''دونوں کہاں ہیں۔؟''

''باغ میں ہوں گی۔ انہیں شکایت ہے کہ میں نے انہیں قید کرلیا ہے۔ کیا بتاؤں ان بیوقوفوں کو کہ حالات ہمارے لئے سازگار نہیں ہیں۔ ہم شہر میں محفوظ نہیں رہ سکتے۔''

''لیکن تم نے ان کے بارے میں کیا سوچا ہے سلانوس۔؟'' میں نے کہا۔

''میں تم سے ان کے بارے میں بھی گفتگو کروں گا۔ پہلے تم ان پاگلوں کو اپنی زندگی کے بارے میں بتادو۔''

''اوہ......آؤ''...... میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ تم خود چلے جاؤ۔ بقول ان کے انہیں میری صورت سے بھی نفرت ہوگئی ہے۔ دیوانی ہیں بالکل۔ مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہیں۔ ملکہ

کے حالات معلوم نہیں ہیں ورنہ میں ان کے اوپر پابندیاں نہ لگاتا۔''

''میں جاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں ان دونوں کو تلاش کرتا ہوا عقبی باغ میں چلا گیا۔ ایک درخت کے نیچے میں نے انہیں سر جھکائے بیٹھے دیکھا اور میں ایک لمبا چکر کاٹ کر ان کی پشت پر پہنچ گیا۔ دونوں باتیں کر رہی تھیں۔ میں ان کی گفتگو سننے لگا۔

''ہائے۔ اس کا بدن کس قدر چمکدار تھا۔''

''اور وہ کیسا خوش مزاج تھا۔''

''اس کی مسکراہٹ بھی بہت پیاری تھی۔''

''ہمارے ساتھ کیسی اچھی باتیں کرتا تھا۔''

''لیکن بوڑھے سلانوس نے اسے خوب برا بھلا کہا ہوگا۔''

''اس نے اسے اسی شرط پر یہاں رہنے کی اجازت دی ہوگی کہ وہ ہم سے محبت نہیں کرے گا۔''

''یہ بوڑھا ہمارا دشمن ہے۔''

''مگر ہمیں اس دشمن سے نجات کیسے ملے۔''

''اونہہ۔ اس وقت یہ سوچنے کا وقت کہاں ہے۔ میکارا کی باتیں کرو، ہائے اسے اس خوبصورت موسم میں نہیں مرنا چاہئے تھا۔''

''ہاں اور کیا۔ یہ بھی کوئی مرنے کا موسم ہے۔'' شبیلہ بولی اور میں بے اختیار ہنس پڑا۔ میری ہنسی سے وہ دونوں اچھل پڑی تھیں اور پھر دونوں ہی بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ وہ خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

''آہ.... تو وہی ہوا جس کا ہمیں خطرہ تھا۔'' اشکاف نے کہا۔

''کیا مطلب۔؟'' میں نے پوچھا۔

''سمندر میں ڈوب کر مرنے والوں کی روحیں اپنی جگہ نہیں چھوڑتیں۔ تم واپس آ گئے مگر ہم نے تمہیں منع کیا تھا۔'' اور پھر میں ہنس پڑا۔ عجیب گھامڑ لڑکیاں تھیں۔ مجھے مردہ سمجھ رہی تھیں۔ بہرحال، دونوں سادہ فطرت اور معصوم تھیں۔ مجھے ان پر پیار آنے لگا لیکن میرے ذہن میں شرارت جاگ اٹھی اور میں نے اداس سی شکل بنا کر کہا۔

''کاش میں تمہاری بات مان لیتا لڑکیوں۔ لہریں واقعی بہت زبردست تھیں۔''

''ارے جاؤ۔ بس تم بھی بالکل پاگل ہو۔ پہلے تو سوچا نہیں اور ملکہ کو دیکھنے کے شوق میں سمندر میں کود گئے۔ اب مر گئے تو افسوس کر رہے ہو۔'' اشکاف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''مگر اب کیا کیا جائے۔ اب تو میں مر ہی گیا۔''

''ہم سب تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ زندہ ہوتے تو ٹھیک تھا۔'' شبیلہ بولی۔

''اوہ۔ تو اب تم بھی میرا ساتھ نہیں دوگی۔ حالانکہ مرنے کے بعد میں نے ایک بات سوچی تھی۔''

''کیا۔؟''

''یہ کہ تم دونوں سے ہی شادی کرلوں۔''

''دونوں سے۔'' شہیلہ چیخی۔

''ہاں ۔۔۔ کیوں۔؟''

''یہ کیسے ممکن تھا؟''

''زندہ ہوتا تو ممکن کر دکھاتا۔''

''بالکل بکواس۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہوتا۔''

''ہائے افسوس ۔۔۔ مگر اب کیا فائدہ۔ اب تو تم مر چکے ہو۔ فیصلہ بھی کیا تو مرنے کے بعد۔''

''تو اب تم میں سے کوئی میرے ساتھ شادی کرنے کو تیار نہیں ہے۔''

''اب کیا فائدہ۔ اب تو تم مر چکے ہو۔''

''تم میں سے کوئی ایک ہی میرے ساتھ شادی کرلے۔''

''اب کیا فائدہ۔ اب یہ نہیں ہوسکتا۔''

''تمہاری مرضی۔ میں نے تو سوچا تھا کہ چلو۔ زندگی میں نہ سہی مرنے کے بعد سہی۔''

''ارے ہاں، جیسے ہم پاگل ہیں کہ روحوں سے شادی کرتے پھریں۔''

''میں سلانوس سے بات کرتا ہوں۔''

''کیا بات کروگے۔؟''

''یہی کہ میں تم میں سے کسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ سلانوس ویسے ہی تمہارا دشمن ہے۔ فوراً تیار ہو جائے گا۔''

''بکواس مت کرو۔ بابا کے تیار ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم نہیں تیار ہوں گے، کیا سمجھے۔ واہ، یہ کیسے ممکن ہے۔ زندگی میں تو تم اس کی بات مانتے رہے۔ اب مر گئے تو ہمارے پیچھے پڑ گئے۔'' اشکاف جھلائے ہوئے انداز میں بولی۔

''دیکھا جائے گا۔ میں اس سے بات کرلوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ لڑکیاں بڑبڑاتی رہ گئی تھیں۔ ان کے پاس سے ہٹ کر میں نے ان کی معصومیت کے بارے میں سوچا۔ بلاشبہ یہ پیاری لڑکیاں اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں مسل دیا جائے۔ سلانوس سے معذرت کرلوں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ معقول جگہ ان کی شادی کردے۔

بہرحال تھوڑی دیر کے بعد میں سلانوس کے پاس پہنچ گیا۔ بوڑھے سلانوس نے فوراً میرے قدموں کی چاپ پہچان لی تھی اور اس کے

ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''آؤ میکارا۔ وہ دونوں کہاں ہیں؟''

''باغ میں۔''

''تم ان سے مل لئے۔؟''

''ہاں۔''

''اطمینان ہو گیا انہیں۔''

''ہاں۔ میں نے انہیں اپنی موت کا یقین دلا دیا ہے۔''

''کیا مطلب۔''

''وہ مجھے میری روح سمجھ رہی ہیں۔''

''اوہ۔'' سلانوس ہنس پڑا۔ ''بڑی بے وقوف لڑکیاں ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے لئے عقل کہاں سے لاؤں۔ تو پھر تم نے انہیں بتایا کہ تم زندہ ہو۔؟''

''نہیں سلانوس۔ میں نے سوچا ان کی غلط فہمی قائم رہنے دی جائے۔''

''آخر کیوں۔''

''وہ لڑکیاں ہیں اور میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ بہرحال ان کی فطرت ان کی جوانی کے بھی کچھ تقاضے ہیں۔ تمہیں ان کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہئے سلانوس۔''

''میں سوچنے لگا ہوں میکارا۔''

''فیصلہ بھی جلد کرو۔''

''مجھے تمہاری مدد درکار ہے میکارا۔''

''بتاؤ۔ میں کیا کروں۔؟''

''تم...... ان میں سے کسی کو پسند کر کے اس سے شادی کر لو۔ میں تمہاری شخصیت سے واقف ہو چکا ہوں۔ تم اگر پسند کر لو تو میرے ایک شانے کا بوجھ ہلکا کر دو۔'' سلانوس نے کہا۔

''معزز بزرگ۔ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن میری رائے ہے کہ تم یہ ذمہ داری میرے سپرد نہ کرو۔ میں نے اپنے ذہن کو اس رخ پر نہیں چلنے دیا۔ چنانچہ میں اب اس حیثیت سے ان میں سے کسی کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں انہیں بچیاں سمجھتا ہوں...... اور پھر سلانوس...... وہ اتنی معصوم ہیں کہ میں ان میں سے کسی ایک کا دل نہیں توڑ سکتا۔''

''کیا مطلب؟''

''دونوں ہی مجھے پسند کرتی ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی ایک کو پسند کر کے اس سے شادی کر لی تو دوسری ہمیشہ کے لئے محرومی کا شکار ہو جائے گی۔''

''ہوں۔'' سلانوس کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ ''ہاں۔ تمہارا یہ خیال ٹھیک ہے۔ پھر میں ان کے لئے کچھ اور سوچوں گا۔''

''یہی بہتر ہے سلانوس۔'' اور بوڑھا سلانوس مجھ سے متفق ہو گیا۔ پھر اس نے مجھ سے سمندر کے جہاز کے بارے میں پوچھا۔

''ہاں۔ میں جہاز تک پہنچ گیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ کیا جہاز والوں نے تمہیں دیکھ لیا۔؟''

''اچھی طرح۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہو۔ پھر کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی۔ کسی نے تم سے جہاز پر آنے کو تو نہیں کہا۔ جہاز پر کونسی ملکہ سوار تھی۔''

''تو کیا مارتھون کی کئی بیویاں ہیں۔''

''ہاں۔ تقریباً سولہ۔ مجھے تفصیل بتاؤ۔ تمہاری کسی سے کوئی بات ہوئی۔؟'' اور میں نے سلانوس کو پوری تفصیل بتا دی۔ وہ منہ پھاڑے ساری کہانی سن رہا تھا۔ میرے خاموش ہونے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی اور پھر کئی منٹ تک خاموش رہا۔

''کیا بات ہے۔ تم کچھ فکر مند ہو گئے سلانوس۔؟''

''ہاں۔ میرے خیال میں یہ ٹھیک نہیں ہوا۔ مارتھون کی چہیتی ملکہ شہباز یہ بے حد سنگدل اور ظالم ہے۔ وہ بہت ضدی ہے۔ اب وہ ایتھنز کے گوشے گوشے میں تمہیں تلاش کرائے گی۔''

''میں نے خود کو سمندری مخلوق بتایا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے خود کو سمندر ہی میں روپوش کر لیا تھا۔''

''ہاں...... یہ بات کسی حد تک اطمینان کی ہے۔ لیکن......'' بوڑھا کسی خیال میں ڈوب گیا۔

''لیکن کیا......؟''

''ممکن ہے اس کا ذہن اس طرف نہ جائے۔''

''تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے سلانوس۔؟''

''ممکن ہے وہ راہ شناسوں کی مدد لے۔''

''راہ شناس کیا ہوتے ہیں۔؟''

''انتہائی عجیب لوگ...... انہیں سمندر کے اس حصے میں لے جا کر چھوڑ دیا جائے جہاں تم کودے تھے...... اس کے بعد وہ ہواؤں کی مدد سے تمہارا سراغ لگا لیں گے۔ یونان عجیب و غریب علوم کے ماہروں سے بھرا پڑا ہے میکارا۔''

''مجھے اعتراف ہے...... لیکن اس میں فکرمندی کی کیا بات ہے اگر وہ میرا پتہ بھی چلالیں گے تو میرا کیا بگڑ جائے گا۔''

''ملکہ شیبا زیہ بہت سخت گیر عورت ہے...... وہ اپنی انتہائی کوشش صرف کر دے گی۔ اس کی انسانیت کی زبردست توہین ہوئی ہے۔ وہ برداشت نہیں کر سکے گی۔''

''اونہہ...... اس خیال کو ذہن سے نکال دو... جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا'' میں نے کہا اور بوڑھا خاموش ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد دونوں لڑکیاں ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ وہ دونوں مجھے گھور رہی تھیں اور پھر انہوں نے بوڑھے سلانوس کی طرف دیکھا۔

''تم اس کی باتوں میں نہ آنا بابا سلانوس... بھلا ہم روح سے شادی کر کے کیا کریں گی۔؟'' شبیلہ نے کہا۔

''لیکن یہ نہیں مان رہا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ وہ یہیں رہے گا۔ اور تم میں سے کسی سے شادی ضرور کرے گا۔''

''کر کے تو دیکھے...... ہم کسی سے نہیں ڈرتے۔''

''خیر تم فکر مت کرو۔ میں اپنے علم سے اسے باز رکھنے کی کوشش کروں گا۔'' بوڑھے نے کہا اور لڑکیوں نے اطمینان کی سانس لی۔ بہرحال پھر ان کا رویہ بدل گیا۔ وہ تنہائی میں میرے پاس نہیں آتی تھیں۔ میں بھی ان پاگل لڑکیوں کے ذہن خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان کے سامنے میں روح ہونے کی اداکاری کرتا رہتا۔ میرے دو ایک مظاہروں نے انہیں بالکل یقین دلا دیا۔ کہ میں کوئی زندہ انسان نہیں ہوں اور وہ مجھ سے خوفزدہ رہنے لگیں۔ یوں میں سکون سے وقت گزارتا رہا...... لیکن ایک شام...... جب میں ساحل کے درختوں سے پھل توڑ رہا تھا...... میں نے دور سمندر میں بے شمار کشتیاں دیکھیں جو اسی طرف آ رہی تھیں۔

☆......☆......☆

میں چونک پڑا۔ کشتیوں کا رخ اسی ساحل کی طرف تھا۔ میرے ذہن میں فوراً یہ بات آئی، کہیں یہ شیبا زیہ کی کوئی کوشش تو نہیں ہے۔ شیبا زیہ...... میری آنکھوں میں اسی وحشی عورت کی تصویر ابھر آئی۔ بلاشبہ وہ میرے لئے پرکشش تھی لیکن پروفیسر...... ہر دور میں ایک سے ایک حسین عورت میری ہم نہیں رہی تھی۔ انوکھے کردار اور انوکھی فطرتوں کی مالک عورتیں میری زندگی میں داخل ہوئی تھیں لیکن انہوں نے کچھ وقت میرا ساتھ دیا تھا۔ حادثاتی موت مر گئی تھیں۔ یا پھر بوڑھی ہو کر مر گئی تھیں۔ وہ فانی تھیں۔ چند روز بہار دکھاتی تھیں، اس کے بعد مٹی بن کر مٹی میں شامل ہو جاتی تھیں۔ ہاں میرا علم ابدی تھا۔ میرے سارے علوم میرے سینے کو روشن رکھتے تھے۔

اور ان دنوں میں سلانوس سے اس کے پراسرار علوم سیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ بوڑھا سلانوس پراسرار علوم کا دفینہ رکھتا تھا اپنے سینے میں۔ بڑی حیرت انگیز صلاحیتیں تھیں اس کے اندر اس نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا اور بہت کچھ سکھا تھا میں نے اس سے میری شخصیت سے واقف ہونے کے بعد وہ بالکل مخلص ہو گیا تھا۔ اب اس نے مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ خوش تھا کہ اس کے علوم ایک ایسے سینے میں منتقل ہو رہے ہیں جو انہیں قائم رکھنے کا اہل ہے۔

چنانچہ ملکہ شیبا زیہ کے خوبصورت پیکر کے حصول سے زیادہ مجھے ان علوم سے دلچسپی تھی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور جلدی سے واپس

سلانوس کے مکان میں آ گیا۔ سلانوس اپنے کمرے میں موجود تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ اس کے کان کھڑے ہو گئے، ناک کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر اس نے آواز دی۔ ''میکارا۔؟''

''ہاں، میں ہی ہوں سلانوس۔''

''خیریت؟ تمہاری آواز میں کسی انکشاف کی لرزش ہے۔؟''

''تیرا خیال ٹھیک ہے۔ سمندر کی طرف سے بہت سی کشتیاں ساحل کی جانب آ رہی ہیں۔''

''اوہ۔ کوئی انوکھی بات ہے۔ ماراقھون میرے پاس ہمیشہ خشکی کے راستے آتا ہے۔''

''ممکن ہے وہ شیبا زیہ کے لوگ ہوں۔''

''ہاں۔ ممکن ہے، مگر ایسا ہے تو وحشی ملکہ بڑی مصیبت بن جائے گی۔ تمہارا خیال ہے میکارا، اب تم کیا کرو گے۔؟''

''میں ان لوگوں کے سامنے نہیں آؤں گا۔''

''لیکن انہوں نے ادھر کا رخ بلا وجہ نہیں کیا ہوگا۔''

''تو پھر۔؟''

''کوئی بات نہیں ہے۔ تم پوشیدہ ہو جاؤ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں ان سے ساحل پر بات کروں گا۔'' بوڑھے سلانوس نے کہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

''میں تم سے زیادہ دور نہیں رہوں گا سلانوس۔''

''یہ تمہاری مرضی ہے لیکن تمہیں ایک وعدہ کرنا ہوگا۔''

''وہ کیا سلانوس۔؟''

''حالات خواہ کسی قدر بگڑ جائیں، تم مداخلت نہیں کرو گے۔''

''تم یہ وعدہ کیوں لینا چاہتے ہو سلانوس۔؟''

''اس کی وجہ ہے۔ مجھ سے اگر پوچھا جائے تو یا تو میں فوراً تمہارے بارے میں اعتراف کر لوں، یا اگر منع کروں تو پھر کسی طور اعتراف نہ کروں۔ یہی میرا اصول ہے۔'' سلانوس نے جواب دیا۔ میں نے گردن ہلا دی۔

''اس کے علاوہ مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی ہو، سلانوس کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کر سکتا جو اس کی بزرگی کے خلاف ہو۔ بہر حال وہ سلانوس کی اہمیت سے واقف ہیں۔''

''تب ٹھیک ہے سلانوس۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تیری عزت یا جان پر نہ بن آئی تو میں مداخلت نہیں کروں گا۔''

''اب چلو۔ میرا خیال ہے وہ ساحل تک پہنچنے والے ہوں گے۔ تم جاؤ، میں لڑکیوں کو ساتھ لے کر آ رہا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور تیز رفتاری کے ساتھ باہر نکل آیا۔ درختوں کے دوسری جانب میں نے دیکھا کہ کشتیاں ساحل تک پہنچ چکی ہیں اور مسلح سپاہی ان سے نیچے اتر رہے ہیں۔

میں نے درختوں کی آڑ لے لی۔ تب میں نے انہیں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا۔ ان کی رہنمائی ایک قوی ہیکل شخص کر رہا تھا پھر میں نے سلانوس اور دونوں لڑکیوں کو دیکھا۔ وہ بھی تیزی سے اسی طرف آ رہے تھے۔ چنانچہ میں نے ایک درخت کا انتخاب کیا اور اس پر چڑھ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق آنے والوں کے گروہ اور سلانوس کی مڈبھیڑ اسی درخت کے نزدیک ہوئی تھی۔

سلانوس رک گیا...... اور پھر قوی ہیکل شخص آگے بڑھا۔

''ایتھنز کی فوجوں کا سالار ارشیپ زش، ستارہ داں کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''تیرا مرتبہ بلند ہو ارشیپ۔ میری بچیوں نے مجھے ان کشتیوں کی اطلاع دی تھی، جو میرے ساحل کی طرف آ رہی تھیں۔ مجھے حیرانی ہوئی کہ مارانھون ہمیشہ خشکی کے راستے میری طرف کا رخ کرتا ہے، آج اس نے ساحل کیوں منتخب کیا۔''

''پھر تو نے کوئی اندازہ لگایا ہوگا دانش ور۔؟'' قوی ہیکل سالار نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہی اندازہ، کہ اس وقت شاید شاہ مارانھون تیرے ساتھ نہیں ہے یا پھر تو اس وقت مارانھون کا پیغامبر نہیں ہے۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''تیرا علم ان سمندروں سے زیادہ وسیع ہے سلانوس۔ تب پھر تو یہ بھی جان گیا ہوگا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔''

''میرا امتحان لینا چاہتا ہے ارشیپ۔؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''میری یہ جرأت کہاں۔'' ارشیپ نے جواب دیا۔

''تو پھر اپنی آمد کا مقصد بیان کر۔''

''دل نہیں چاہتا۔ خواہش ہے کہ تو خود ہی جان لے۔''

''کیا میں تیری گفتگو کے جواب میں خاموشی اختیار کر لوں۔'' سلانوس نے کسی قدر ناگواری سے کہا۔

''اوہو نہیں۔ میرے خیال میں اس طرح میرے لئے بڑی الجھن پیدا ہو جائے گی، کیونکہ معاملہ خونخوار ملکہ شہازیہ کا ہے۔'' ارشیپ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تیرے لہجے سے مضحکہ اور گستاخی ٹپکتی ہے۔ میری ہدایت ہے کہ مجھ سے میرے مرتبے کے مطابق گفتگو کر۔ ایسا نہ ہو کہ میں تیرے لئے بد دعا کر دوں اور تیرے حق میں برا ہو۔''

''ہاں...... ہاں...... ہاں...... معزز بوڑھے۔ ایسی حرکت نہ کرنا۔ گو مجھے بد دعاؤں سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔ میں نے حفاظت کرنے والے دیوتاؤں سے براہ راست رابطہ قائم کر رکھا ہے لیکن پھر بھی۔ تیری جیسی عظیم ہستی کے منہ سے میں اپنے لئے کوئی بد دعا سننا پسند نہیں کروں گا۔

کیوں نہ ایسا کریں سلانوس کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے تعاون کریں''۔

''بات صرف یہ ہے کہ تو ملکہ شر کا پیغامبر ہے ورنہ تیرا لہجہ دوسرا ہوتا۔''

''ملکہ شر...... کیا خوب! بڑا خوبصورت خطاب دیا ہے تو نے شہپا زیہ کو...... میرا خیال ہے وہ تیرے خطاب کو دل سے پسند کرے گی۔ کیوں دوستوں؟'' ارشیپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔

''ہمارا فرض ہے کہ ہم ملکہ تک سلانوس کا دیا ہوا خطاب پہنچا دیں۔''

''بوڑھا سلانوس خاموش کھڑا رہا۔ اس کے چہرے پر سکون کے آثار تھے۔

''کیا خیال ہے سلانوس۔ کیا شہپا زیہ تمہارے دیئے ہوئے اس خطاب سے خوش نہیں ہوگی؟''

''اس کا اندازہ تم اس وقت لگا سکو گے جب تم اس کے سامنے یہ خطاب دہراؤ گے۔''

''گویا تمہاری طرف سے اجازت ہے؟''

''ہاں۔ میری طرف سے تمہیں ہر اس کام کی اجازت ہے جو میرے خلاف ہو جبکہ میں ابھی تک تمہاری دشمنی کی وجہ بھی نہیں سمجھ سکا ہوں۔''

''دشمنی۔'' ارشیپ ہنس پڑا۔ ''اب مجھے اتنا حقیر نہ سمجھو بوڑھے ستارہ داں کہ میں تم جیسے لوگوں سے دشمنی کروں۔ میرے دشمن دوسری آنکھ کھولتے ہیں تو قبر کی گہرائیوں میں ہوتے ہیں۔''

''یقیناً ایسا ہی ہوتا ہوگا۔'' سلانوس نے بھی مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

''تو اب کیا ارادہ ہے؟'' ارشیپ نے پوچھا۔

''کس بارے میں، میرے دوست؟''

''مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔ کیا وہ تمہارے مکان میں موجود ہے؟''

''کون۔ کس کی بات کر رہے ہو؟''

''جاؤ، سلانوس کے مکان کا جائزہ لو۔ اگر وہ مل جائے تو اسے رسیوں میں جکڑ لاؤ۔'' ارشیپ نے سلانوس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا اور اس کے تقریباً تین ساتھی سلانوس کے مکان کی طرف چلے گئے۔

''وہ تمہارے پاس کب سے ہے سلانوس؟'' ارشیپ نے پوچھا۔

''میں اب اس موضوع پر کوئی بات نہیں کروں گا۔'' سلانوس نے غصیلے انداز میں جواب دیا۔

''اوہو...... ہو۔ شاید تم اسے جانتے بھی نہیں ہو لیکن اب اس کا کیا کیا جائے کہ ورخنا س نے تمہاری طرف اشارہ کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تم اس ذات سے اچھی طرح واقف ہو جس نے ملکہ شہپا زیہ کی توہین کی ہے۔''

''نہیں...... میں اس سے واقف نہیں ہوں۔''

''خیر خیر۔ میرے آدمی اسے تلاش کرلیں گے۔ اگر وہ ناکام رہے تو پھر تم درخناس کا مضحکہ اڑا سکتے ہو۔ جسے اپنی ستارہ دانی پر بڑا ناز ہے اور جس کا خیال ہے کہ اس گستاخ شخص کو تم نے پناہ دی ہے۔''

سلانوس خاموش کھڑا رہا۔ پھر چند منٹ کے بعد اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ ''تم یہاں کے دوسرے علاقوں میں دیکھو۔ ارے بڑے میاں، کہیں تم نے ہمیں دور سے دیکھ کر اسے یہاں سے فرار تو نہیں کرا دیا تھا۔ تمہارے اصطبل میں گھوڑے تو ہوں گے۔''

''ان باتوں کے جواب میں، میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا دماغ خراب ہے۔'' سلانوس نے کہا۔

''ہوں۔'' ارشیپ کی آواز میں غراہٹ تھی۔ اور پھر وہ اس وقت تک خاموش رہا جب تک اس کے سارے ساتھی واپس نہیں آ گئے۔ ''دور دور تک کسی کا وجود نہیں ہے۔'' انہوں نے بتایا۔

''ہوں۔'' ارشیپ پھر اسی انداز میں غرایا اور پھر اس نے سلانوس کی طرف دیکھا۔ ''تمہارا آخری جواب کیا ہے سلانوس؟''

''میں تمہاری آمد کا مقصد جاننا چاہتا ہوں ارشیپ؟''

''تو سنو۔ ملکہ شہپازریاب سے چند روز قبل سمندر کی سیر کو نکلی تھی کہ اس نے سمندر میں سونے کا ایک بت دیکھا۔ جب اسے نکالا گیا تو وہ ایک زندہ انسان ثابت ہوا۔ اس نے ملکہ شہپازریہ کی سخت توہین کی اور سمندر میں کود گیا۔ اس وقت سے ملکہ شہپازریہ اس کی تلاش میں ہے۔ اس نے سارے دیتھنسر میں اسے تلاش کرایا، سمندروں میں، دور دور کے ویران جزیروں میں اس کی تلاش کی گئی اور جب وہ کسی طور نہیں ملا تو ستارہ شناسوں سے مدد لی گئی۔ تب درخناس نے اس کے بارے میں نشاندہی کی۔ اس نے بتایا کہ وہ تمہاری پناہ میں ہے اور اس بات کا اندازہ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اسی علاقے میں ملکہ سے ملا تھا۔''

''میں ان ساری باتوں سے انکار کرتا ہوں۔'' سلانوس نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تب میں تمہیں شہپازریہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔''

''تم مجھے گرفتار کرو گے؟''

''نہیں۔ میں تم سے درخواست کروں گا کہ ملکہ شہپازریہ کے حکم کی تعمیل کرنے میں میری مدد کرو۔'' ارشیپ نے کہا۔

''گویا ملکہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے؟''

''ہاں۔''

''تب ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں لڑکیوں۔ تم واپس جاؤ اور میرا انتظار کرو۔'' اس نے شبیلہ اور اشکاف سے کہا۔

''اوہ۔ یہ یہاں تنہا رہ کر کیا کریں گی سلانوس۔ انہیں بھی ساتھ لے چلو۔''

''کیا یہ بھی ملکہ کا حکم ہے؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے۔'' بوڑھے سلانوس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تب آؤ میرے معزز دوست۔ آؤ سلانوس کی لڑکیوں۔ اس ویرانے سے نکلنے کو تمہارا دل بھی بہت چاہتا ہوگا۔'' ارشیپ نے کہا۔ پھر اس نے اپنے لوگوں کو واپسی کا اشارہ کیا اور وہ اندھے سلانوس کو لے کر چل پڑے۔

میرے ذہن میں چنگاریاں سی سلگ رہی تھیں۔ میں سلانوس کی عزت کرتا تھا اور احمق جس انداز سے اس کے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا لیکن بوڑھے نے مجھ سے وعدہ لے لیا تھا۔ اس کے وعدے کی پابندی کے لئے میں بھی مجبور تھا چنانچہ مجھے خاموش رہنا پڑا اور وہ لوگ سلانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں کو لیکر کشتیوں میں بیٹھ گئے اور کشتیاں چل پڑیں۔

جب وہ کافی دور نکل گئیں تو میں درخت سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور درخت کے تنے سے ٹک کر اپنے آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا۔ میں یہاں صرف اس لئے رکا تھا کہ سلانوس کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اب سلانوس ہی یہاں نہیں تھا تو مجھے رکنے کی کیا ضرورت تھی چنانچہ میں نے بھی یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کیا لیکن کہاں؟

سلانوس کو مصیبت میں پھنسانے کے بعد میں چین سے تو نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ رہ گئی احمق شپازیہ اور اس کا بدھوشوہر مار اتھون تو یہ لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے تھے۔ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں تو وہ میرا کیا کرلیں گے۔

لیکن میں سلانوس کی بات بھی اونچی رکھنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے شپازیہ اس سے پوچھ گچھ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دے۔ وہ واپس آجائے گا اور مجھے یہاں نہ پا کر پریشان ہو جائے گا لیکن اب میں بزدل انسانوں کی طرح یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے سے تو رہا۔ مجھے کچھ کرنا ہی ہوگا..... اور میں سوچتا رہا۔ پھر میں نے ایک فیصلہ کیا اور سلانوس کے مکان میں پہنچ گیا۔ میں نے بوڑھے سلانوس کا ایک لباس نکال کر پہنا۔ اس لباس نے میرا بدن خوب چھپا لیا تھا۔ اس لباس کو سر سے اوڑھا بھی جا سکتا تھا۔

کمر کی ڈوری باندھ کر میں ایک خاص بوڑھا معلوم ہونے لگا لیکن اس وقت تک جب تک میرا چہرہ چھپا رہے، دیکھا جائے گا۔ بس مجھے اپنے فیصلے پر اٹل رہنا ہے، باقی باتوں کی پرواہ کیوں کی جائے اور میں سلانوس کے اصطبل کی طرف چل پڑا۔ اصطبل میں کئی گھوڑے موجود تھے۔ میں نے ایک عمدہ سے گھوڑے کا انتخاب کیا اور اس کی پشت پر سوار ہو کر اسے شہر جانے والے راستے پر ڈال دیا۔

ہاں، پہلی بار میں ایتھنز کی آبادی کی طرف جا رہا تھا۔ مجھے کسی حد تک ان لوگوں کے طرز رہائش سے واقفیت ہو گئی تھی۔ زیادہ نہیں جان سکا تھا لیکن آبادیوں کے مزاج کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت ہوتی۔ گھوڑا برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد میں آبادی میں داخل ہو گیا۔ بڑی عمدہ آبادی تھی۔ لوگ کافی ترقی یافتہ تھے۔ گلیاں، سڑکیں، بازار، مکانات، سب کے سب صاف ستھرے اور زندگی سے بھرپور تھے۔ جگہ جگہ قہوہ خانے تھے۔ سکے رائج ہو چکے تھے۔ لوگ سیر و تفریح کرنا جانتے تھے۔

مجھے یہ جگہ کافی پسند آئی۔ سڑکوں پر عورتوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ پورے یونان میں حسن بکھرا پڑا تھا۔ بلاشبہ یونان حسین لوگوں کا ملک تھا۔ میں نے یونہی ایک قہوہ خانے کا رخ کیا اور اندر داخل ہو گیا۔

لکڑی کی موٹی بھدی میزوں اور بنچوں پر لوگ بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ قہقہے ابل رہے تھے۔ ان میں عورتیں بھی تھیں، مرد بھی تھے۔ میں بھی ایک خالی میز پر جا بیٹھا اور ایک لمبے آدمی نے میرے سامنے لکڑی کے تراشے ہوئے قہوے کے برتن رکھ دیئے۔ تب میرے ذہن میں آیا کہ یہاں سکوں کا رواج ہے اور قہوے کی قیمت ادا کرنے کے لئے میرے پاس سکے نہیں تھے۔

میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ لوگ ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ میرے قریب ہی کی ایک میز پر چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی بحث ہو رہی تھی۔ انکے الفاظ میرے کانوں تک پہنچے۔

''اوہ، فرغوس۔ کیا تم اناگوس سے ناواقف ہو۔ کون ہے جو اناگوس کے آہنی پنجے میں پنجہ ڈال سکے۔ تمہارا سردار شاہور ابھی ایک بار میرے مقابلے میں آ چکا ہے۔ دیوتاؤں نے میرے بدن کو طاقت دی ہو یا نہ دی ہو لیکن میرے پنجے کی طاقت کا جواب کہاں مل سکے گا۔''

''تب میرے دوست اناگوس۔ تم میرے بزرگ ہو۔ اپنا بھرم اسی طرح قائم رہنے دینا کبھی فرغوس کے پنجے میں پنجہ ڈال دینا۔ یہ میرا دوستانہ مشورہ ہے کیونکہ میں تمہارا بھرم قائم رہنے دینا چاہتا ہوں۔''

''کیا بکواس کر رہا ہے کل کے لڑکے!'' دوسرا آدمی چراغ پا ہو گیا۔ میں نے چادر سر پر کھاور برابر کر لی تھی اور پھر میں نے قہوہ پیتے ہوئے ان دونوں پر نگاہ ڈالی۔ دونوں ہی قوی ہیکل تھے۔

''اوہ ...... اوہ ...... اناگوس ...... اناگوس۔ اس بات پر میں تجھے قتل بھی کر سکتا ہوں۔'' نوجوان تلملا گیا۔

''یہ شرط ہے میرے نوجوان بہادر۔'' اناگوس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''تب مجھے منظور ہے۔'' نوجوان کھڑا ہو گیا۔

اناگوس بھی کھڑا ہو گیا اور پھر اس نے زور سے آواز لگائی۔ ''سنو میرے دوستو۔ آؤ۔ تمہاری دلچسپی کا سامان فراہم ہو گیا ہے۔ آؤ، اس میز کے گرد جمع ہو جاؤ۔ دیکھو، میرے نوجوان دوست فرغوس نے کیسی شرط لگائی ہے۔ دیکھو، اس کی عزت پر بن آئی ہے۔ تم مجھ سے واقف ہو۔ میں اناگوس ہوں۔ بے مثال پنجہ کش باپ کا عظیم بیٹا۔ کون ہے جو شالاط سے واقف نہیں ہے۔ وہی شالاط جس نے درخت کی شاخوں کو پکڑ کر اس سے تنے تک کو چیر دیا تھا اور پورے ایتھنز میں کون ہے جو اناگوس کا پنجہ موڑنے کا دعویٰ کر سکے۔ تو اس بے وقوف کے بدھنے نے مجھے للکارا ہے۔ آؤ، آؤ۔ یہ دلچسپ تماشا دیکھو اور اس کے عوض میں نے یہ تھیلی رکھی ہے۔ اگر فرغوس یا اس کا کوئی حواری میرا پنجہ موڑ سکا تو میں اپنی یہ دولت اسے بخوشی دے دوں گا۔''

اور تفریح کے رسیا اس کی میز کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ میرے اور اس میز کے درمیان لوگوں کی دیوار بننے لگی۔ تب مجھے بھی مجبوراً اپنی جگہ سے اٹھنا پڑا اور میں لوگوں میں شامل ہو گیا۔

''اور میرے دوستو۔ تمہیں یہ معلوم کر کے بھی مسرت ہو گی کہ میرے نوجوان جیالے نے ہار جانے کی شکل میں، مجھے اپنے گلے میں پڑی ہوئی اپنے باپ کی نشانی دینے کا وعدہ کیا ہے تاکہ میں اسے لوگوں کو اپنی فتح کے نشان کے طور پر دکھا سکوں۔''

''کیا یہ درست ہے فرغوس؟''

''ہاں، یہ درست ہے۔'' فرغوس نے بھاری لہجے میں کہا۔ ''لیکن اگر اناگوس ہار گیا تو اس تھیلی کے حصول کے علاوہ میں اسے ذلیل کرنے کا حق بھی رکھتا ہوں جس طرح یہ مجھے ذلیل کر رہا ہے۔''

''لیکن احمق نوجوان! تو نے اپنے باپ کی نشانی داؤ پر لگا کر اچھا نہیں کیا۔'' کسی نے کہا۔

''مجھے خود پر اعتماد ہے۔'' نوجوان نے کہا۔

''ہاں بھئی۔ وہ آج یہ دولت حاصل کر کے رہے گا۔'' اناگوس نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔

اور پھر دونوں آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ دوسرے لوگ بھی سمٹ آئے تھے۔ انہوں نے اپنے بازو کھول کر کہنیاں میز پر ٹکائیں اور پھر ان کے چوڑے ہاتھ ایک دوسرے میں الجھ گئے اور پھر طاقت آزمائی شروع ہو گئی۔ دونوں کے چہرے سرخ ہو گئے۔ گردن کی رگیں پھول گئیں۔ دانت بھنچ گئے لیکن...... معمر اناگوس ابتدا سے بھاری پڑ رہا تھا۔ نوجوان فرغوس کی ساری شیخی رکھی رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے سے بدحواسی جھلکنے لگی تھی اور اناگوس کو اپنی کامیابی یقینی نظر آ رہی تھی اور یہی ہوا...... فرغوس کا ہاتھ جھکتا چلا گیا اور پھر وہ میز سے لگ گیا۔

اناگوس جیت گیا تھا۔ وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا اور دونوں بازو ہوا میں لہرا لہرا کر چیخنے لگا۔ پھر اس نے جھک کر فرغوس کی گردن میں پڑی ہوئی مالا پر ہاتھ ڈالا اور جھٹکے سے اسے توڑ کر اس کی گردن سے نکال لیا۔

شکست خوردہ فرغوس پہلو بدل کر رہ گیا تھا۔ تب میں آگے بڑھا اور جونہی اس نے سامنے رکھی اپنی تھیلی کی طرف ہاتھ بڑھایا، میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''تم نے کہا تھا کہ فرغوس یا اس کا کوئی حواری یہ رقم جیت سکتا ہے۔''

''پیچھے ہٹو۔'' اناگوس غرایا۔

''کیا تم اپنے قول سے پھر گئے اناگوس؟'' میں نے حلیمی سے کہا اور لوگ جھانک جھانک کر میری شکل دیکھنے لگے۔

''کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''میں فرغوس کا دوست ہوں۔''

''پھر؟''

''میں تم سے اس شکست کا بدلہ لوں گا۔''

''کس طرح؟''

''تمہارا پنجہ موڑ کر۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔'' اناگوس نے تھیلی سے ہاتھ ہٹا لیا۔ ''یہ بات ہے۔ میں اپنے قول سے نہیں پھرا۔''

''تب پھر آ جاؤ۔''

''لیکن میں فرغوس کو شکست دے چکا ہوں۔''

''مجھے بھی شکست دو۔''

''ضرور ..... ضرور۔ لیکن شکست کھانے کی صورت میں تم مجھے کیا دو گے۔؟''

''کیا طلب کرتے ہو؟''

''کیا ہے تمہارے پاس۔؟'' اناگوس نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں ہے۔''

''تب میرے پاس ایک تجویز ہے۔''

''بتاؤ؟''

''تم طویل عرصہ تک میرے گھوڑوں کی مالش کرو گے اس وقت تک، جب تک میں تمہیں آزاد نہ کر دوں۔ مجھے ایک غلام کی سخت ضرورت ہے۔'' اناگوس نے کہا۔

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب آ جاؤ۔'' اناگوس پھر بیٹھ گیا۔

''تم مجھے کیا دو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''جس کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ جو تمہارے سامنے ہے۔'' اناگوس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ تمہیں ایک چیز اور دینی پڑے گی۔''

''ہاں۔ ہاں بولو بھئی۔ مجھے ایک اچھے غلام کی شدید ضرورت ہے۔'' اناگوس نے فراخدلی سے کہا۔

''مجھے فرغوس کا نشان درکار ہے۔''

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ فتح کے بعد وہ نشان تم رکھ سکتے ہو۔'' اناگوس نے کہا۔

''تب آؤ اناگوس۔ کیا تم مجھے جگہ دو گے میرے دوست۔'' میں نے فرغوس سے پوچھا۔

''بکواس مت کرو۔'' فرغوس غرایا۔

''اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ ہم جگہ بدل لیتے ہیں اناگوس۔'' میں نے برا مانے بغیر کہا۔

''ہاں۔ یہی ٹھیک ہے۔'' اناگوس نے بھی میری تجویز سے اتفاق کیا اور ہم آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ لوگ نہایت دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ میں نے حتی الامکان اپنا چہرہ چھپائے رکھا تھا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ انہی کے انداز میں میز پر رکھ دیا اور اناگوس نے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ تب میں نے اس کے پنجے میں پنجہ گاڑ دیا اور پھر میرے پنجے کی گرفت سے ہی اناگوس چونک پڑا۔

میں نے پنجے پر قوت صرف کی اور اب اناگوس کے بدحواس ہونے کی باری تھی۔ میری انگلیوں کی گرفت میں اناگوس کا ہاتھ کڑکڑا رہا تھا۔ اس کے پورے بازو کی قوت مفلوج ہوگئی تھی۔ ابھی تو صرف انگلیوں کی قوت تھی، بازو کی قوت کا اندازہ بھی اس سے ہو جانا چاہئے تھا۔ اناگوس پہلو بدلنے لگا۔ اس کے چہرے سے تکلیف کا احساس ہو رہا تھا۔

''اس کے علاوہ بھی میری ایک تجویز ہے اناگوس۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا؟'' اس نے سخت پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ممکن ہے میں تم سے شکست کھا جاؤں اور تمہاری یہ دولت بہرحال میری ضرورت ہے اس لئے تم مجھے یہ تھیلی اور یہ نشان دے دو۔ میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔''

''کیا حرج ہے!'' اناگوس نے کہا۔

''اوہ۔ تب ٹھیک ہے۔'' میں نے فوراً اناگوس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے۔ اناگوس کی بدحواسی سب نے محسوس کی تھی۔ اس نے تھیلی میری طرف بڑھا دی۔

''فرغوس کا نشان؟'' میں نے اسے دیکھا۔

''اوہ..... ہاں، ہاں۔ یہ بھی ہے۔'' اس نے فرغوس کے گلے کی مالا جلدی سے میرے حوالے کر دی اور خود کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ خود فرغوس بھی تعجب سے اناگوس کو دیکھ رہا تھا۔

''یہ کیا ہے اناگوس۔ تم مقابلہ کئے بغیر سب کچھ اس کے حوالے کر کے بھاگ رہے ہو۔'' کسی نے اناگوس کو غیرت دلائی۔

''یونہی ٹھیک ہے۔ ایسے ہی ٹھیک ہے۔'' اناگوس نے بدحواسی سے جواب دیا اور وہ برق رفتاری سے قہوہ خانے سے نکل گیا۔ اناگوس کی سکوں کی تھیلی اور فرغوس کا نشان اب میری ملکیت تھے۔

لوگوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ وہ اناگوس کی بزدلی پر نفریں کر رہے تھے۔ پھر کسی نے کہا۔ ''شاید اناگوس کا احساس ہو گیا تھا کہ اس شخص سے نہیں جیت سکے گا اس لئے اس نے فرار مناسب خیال کیا۔''

''یہی بات ہے۔''

''مگر یہ ہے کون؟ کیا یہ بہت طاقتور ہے؟'' لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ فرغوس اب بھی میرے سامنے موجود تھا۔ میں نے تھیلی کا منہ کھول کر قہوے کی قیمت ادا کی۔ اس میں فرغوس کے قہوے کی قیمت بھی شامل تھی۔

''اوہ شکریہ۔'' فرغوس نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ پھر وہ سیدھا قہوہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ پھر ایک سنسان سی جگہ میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

''کیا بات ہے بہادر۔ تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟''

''تم سے بات کرنی ہے۔''

''اوہ..... کہو۔'' فرغوس میرے کچھ اور قریب کھسک آیا۔

''سب سے پہلے اپنی یہ امانت قبول کرو۔'' میں نے اس کے باپ کا نشان اسے واپس لوٹاتے ہوئے کہا۔ فرغوس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے بحالی آئی لیکن پھر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

''کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو؟'' اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے کہا اور آگے بڑھ کر اس کے باپ کی نشانی اس کے گلے میں ڈال دی۔

''تمہارا یہ احسان میری گردن پر ہے۔'' فرغوس نے اپنے باپ کی نشانی کو چھوتے ہوئے کہا۔ ''ورنہ جس نوجوان بیٹے نے اپنے باپ کا نشان کھو دیا ہو، اس نے گویا اپنی ماں کو رسوا کر دیا۔''

''اناگوس ذلیل انسان تھا کہ اس نے ایسی چیز تم سے طلب کی۔''

''میں قلاش ہوں۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔''

''اوہ۔ تب میرے دوست۔ اس تھیلی کے آدھے سکے تمہارے۔'' میں نے تھیلی کا منہ کھول کر آدھے سکے علیحدہ کر دیئے اور فرغوس چونک کر میری شکل دیکھنے لگا۔

''ارے۔ تم عجیب انسان ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تم میرے اوپر یہ احسانات کیوں کر رہے ہو؟''

''تمہیں دوست بنانے کے لئے۔''

''تعجب ہے۔ لوگ تو جیتنے والوں کے دوست ہوتے ہیں۔ تمہاری پسند عجیب ہے۔''

''میں نے اپنے دوست کی شکست کا بدلہ لے لیا تھا۔''

''مگر وہ بدلہ بھی عجیب تھا۔ ہوا کیا تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''سمجھاؤں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ بتاؤ تو سہی۔ آخر وہ ڈھینگیاں بھاگ کیوں گیا؟'' فرغوس نے کہا۔ تب میں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور فرغوس نے میرا مطلب سمجھ کر اپنا ہاتھ مصافحے کے انداز میں میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اس کا ہاتھ بھی کافی چوڑا اور مضبوط تھا لیکن دوسرے لمحے اس کی چیخ نکل گئی اور وہ دوہرا ہو گیا۔

میں نے مسکراتے ہوئے فرغوس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ سیدھا ہو کر دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ دبانے لگا۔ ''غالباً اب تمہاری سمجھ میں اناگوس کے فرار کی وجہ آ گئی ہوگی؟''

''یقیناً ..... لیکن دیوتاؤں کی پناہ، تیرا ہاتھ تو پتھریلا معلوم ہوتا ہے۔''

''میں نے اناگوس کو احساس دلایا کہ اس کا کیا حشر ہونے والا ہے اور اس نے ذہانت سے کام لیا۔''

''تو انوکھا دوست ہے۔'' فرغوس نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

''تیری دوستی کے قابل ہوں یا نہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے میں کیا...... اور میری حیثیت کیا...... تو مجھے شرمندہ کر رہا ہے۔''

''چلو۔ پھر کسی دوسرے قہوہ خانے میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''تو رہتا کہاں ہے؟'' فرغوس نے پوچھا۔

''سچ پوچھ تو تیرے وطن میں آوارہ گرد ہوں۔ کوئی ٹھکانہ نہیں ہے میرا۔ بس سڑک سڑک مارا مارا پھرتا ہوں۔''

''اوہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' فرغوس اچھل پڑا۔

''کیوں۔؟'' میں تعجب سے بولا۔

''میرا مطلب ہے میں بھی تنہا رہتا ہوں۔ تو میرے ساتھ آرام سے رہے گا۔ یوں بھی میرے دوستوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ میں ایک قلاش انسان ہوں۔ تیری دوستی مجھے عزیز ہے۔''

''تب پھر مجھے اپنے مکان پر لے چل، ہم وہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔'' میں نے کہا اور فرغوس تیار ہو گیا۔ یوں میں فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔ میرا چہرہ پوشیدہ تھا۔ خود فرغوس نے بھی میری پوری شکل نہیں دیکھی تھی اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ یہاں اس لباس کا رواج تھا۔ جو چاہتا اپنا چہرہ ڈھانپ سکتا تھا۔ اس لئے نہ تو فرغوس نے ابھی تک میری پوری شکل دیکھنے کی فرمائش کی تھی، نہ ہی دوسرے لوگ میری طرف متوجہ ہوئے تھے۔

تو ہم دونوں ایک چھوٹے سے مکان پر پہنچ گئے۔ فرغوس نے مکان کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں بھی اندر داخل ہو گیا۔

معمولی سا مکان تھا، جس سے فرغوس کی زبوں حالی ٹپکتی تھی۔ بس یونہی سا آوارہ گرد تھا۔ شاید کوئی کام دھندا نہیں کرتا تھا۔ جسمانی طور پر شاندار تھا۔ اسی کے بل پر کھا پی لیتا ہوگا۔

مکان میں پڑے ہوئے اکلوتے بستر پر بیٹھ کر میں نے اس سے اس بارے میں سوال کیا۔

''تمہارا کام کیا ہے فرغوس۔؟''

''ایتھنز کے آوارہ گرد کی حیثیت سے مشہور ہوں بچپن سے کچھ نہیں کرتا۔ بس اپنے بدن کے بل پر روٹی حاصل کر لیتا ہوں، لیکن میرے دوست اگر مجھے میرا نشان واپس نہ ملتا تو میری زندگی میں بہت سی پریشانیاں داخل ہو جاتیں۔''

''کیوں۔؟''

''یہ غیرت کا نشان ہے، جس کے پاس نہ ہو، سمجھ لو، اس کے لئے بہت بڑی گالی ہے، کہ وہ کیا حیثیت رکھتا ہے جو اپنے باپ کی نشانی

بھی نہ کر سکے۔"

"اور۔"

"مجھے اپنے بارے میں تفصیل نہیں بتاؤ گے دوست؟ اور کیسی انوکھی بات ہے کہ میں نے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھی، ہاں تمہارے پنجے کی بے پناہ قوت کا اندازہ مجھے بخوبی ہو گیا ہے۔"

"میں تمہیں اپنی شکل دکھا دوں گا فرغوس۔ لیکن اس سے قبل تم مجھے یقین دلاؤ گے کہ تم میرے مخلص دوست ہو۔" میں نے کہا اور فرغوس مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"ہاں..... میں تمہارا مخلص دوست ہوں۔ مصلحت کے وہ لوگ دیوتاؤں کے خوف کو فراموش کر دیتے ہیں اور ان کی جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں لیکن اپنی مرد، ماں کے لئے اپنے باپ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ مخلص رہوں گا۔"

میں کئی منٹ تک اس قسم پر غور کرتا رہا۔ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی تھی لیکن جب سمجھ میں آئی تو اندازہ ہوا کہ بہت بڑی قسم ہے، چنانچہ میں مطمئن ہو گیا۔

"میرا نام میکارا ہے دوست۔"

"میکارا..... خوب۔" فرغوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اپنی شکل چھپانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اپنا اوپری لبادہ اتار دیا اور فرغوس تعجب سے میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر اس کے چہرے پر تحسین کے آثار ابھر آئے۔

"انتہائی حیرت انگیز..... تم نے اپنا حلیہ بوڑھوں کا سا بنا رکھا تھا۔ میں ابھی تک تمہیں ادھیڑ عمر کا کوئی طاقتور انسان سمجھتا رہا تھا لیکن..... لیکن تم تو سو جوانوں کے ایک جوان ہو جیالے۔ تم..... تم تو بے پناہ حسین ہو..... مردانہ حسن کا ایسا شاہکار کب کس نے دیکھا ہوگا..... کیسے انوکھے ہو تم..... ارے کیسے عجیب لگتے ہو۔ تمہارا بدن تو سونے کی طرح چمک رہا ہے۔ تم یونان کے کون سے خطے کے باشندے ہو میکارا۔؟" اس نے بے شمار سوالات ایک ساتھ کر ڈالے۔

"بس یوں سمجھو میں تمہاری زمین پر اجنبی ہوں۔"

"گویا کہیں اور سے آئے ہو۔؟"

"ہاں۔"

"کہاں سے۔؟" فرغوس نے پوچھا۔

"بس یوں سمجھ لو میرے دوست، خشکی سے میرا تعلق نہیں ہے، سمندری مخلوق ہوں۔"

"ایں۔؟" فرغوس حیران رہ گیا۔

''ہاں..... میں سمندر سے آیا ہوں۔''

''میں نہیں سمجھ سکتا۔ دیوتاؤں کی قسم۔ میں تمہیں نہیں سمجھ سکتا۔ میں نے اس سے قبل سمندر کے کسی انسان کو بھی نہیں دیکھا، اس کے بارے میں کبھی نہیں سنا لیکن جو کچھ تم کہتے ہو سچ کہتے ہو گے۔ تمہیں جھوٹ بولنے کی کیا پڑی ہے۔''

''بہر حال میں تمہارا دوست ہوں۔ ایتھنز کی زمین پر جب قدم رکھا تو سب سے پہلے کچھ درخت اور ایک مکان نظر آیا..... اور یہ مکان بوڑھے اور اندھے سلانوس کا تھا۔''

''اوہ۔ سلانوس۔ یونان کا مشہور ستارہ داں۔؟'' ''ہاں..... میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔''

''بڑا حیرت انگیز انسان ہے۔ میں نے صرف ایک بار اس سے ملاقات کی تھی۔''

''میں اسی حیرت انگیز انسان کے ساتھ رہا تھا لیکن وہ بے چارہ میری وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔''

''کیوں..... کیوں۔؟'' فرغوس نے تعجب سے کہا۔

''لمبی کہانی ہے..... سناؤں گا۔ بس یوں سمجھ لو، میری وجہ سے تم بھی مصیبت میں پڑ سکتے ہو۔''

''اوہ۔ کاش میرے دوست کی وجہ سے مجھ پر کوئی مصیبت آئے۔ کم از کم اسے میری دوستی کا ثبوت تو مل جائے گا۔'' فرغوس نے بڑے خلوص سے کہا اور بہر حال اس کے خلوص نے مجھے متاثر کیا۔

میں تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ اسے اپنے بارے میں بتا دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ کم از کم اس حد تک جس کی ضرورت تھی، چنانچہ میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''میرے دوست۔ تمہاری پرخلوص خواہش نے مجھے متاثر کیا ہے۔ میں اپنے بارے میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں گا۔ یوں سمجھ لو، دنیا گرد ہوں۔ نہ جانے کہاں کہاں گھوما ہوں۔ سمندری راستے سے تمہارے وطن میں آ گیا۔ یہاں میں نے سلانوس کے ساتھ قیام کیا اور اسی حیرت انگیز انسان کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا کہ ایک دن سمندر میں تمہاری ملکہ شیبازیہ سے ملاقات ہو گئی۔ میری خودسری اسے پسند نہیں آئی۔ اس کے ساتھی میرے اوپر قابو نہیں پا سکے اور میں نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

تب سے شیبازیہ کے سپاہی مجھے تلاش کر رہے تھے۔ بالآخر سلانوس تک پہنچ گئے۔ میں ان کے ہاتھ نہیں لگا لیکن وہ سلانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں اور میں یہاں چلا آیا ہوں۔''

''اوہ۔ خونخوار ملکہ شیبازیہ تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔؟'' فرغوس نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔''

''وہ تمہاری دشمن بن گئی ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے فرغوس کے خوف سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

''دیوتا رحم کریں۔'' فرغوس نے آہستہ سے کہا۔

''فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں فرغوس۔ میں تم سے صرف چند مشورے لوں گا اور اس کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

''اوہ.....نہیں میرے دوست۔ دیوتاؤں کی قسم مجھے اپنی زندگی کا خوف نہیں ہے۔ میں تو صرف تمہارے انجام کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تم کیسے خوش نصیب ہو کہ وہ تمہاری دشمن ہے اور تم آزاد ہو۔''

''کیا وہ بہت خوفناک ہے۔؟''

''اتنی خوفناک کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس کی ذات سے لاتعداد افسانے وابستہ ہیں۔ ایک بار اس نے چھ نوجوانوں کی آنکھیں صرف اس لئے نکلوا لی تھیں کہ ان کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر پسندیدگی کے جذبات نہیں پیدا ہوئے تھے۔''

''بہت خوب۔ کیا شاہ مارا تھون اس کی حرکتوں سے ناواقف ہے۔؟''

''نہیں..... وہ جانتا ہے۔''

''پھر وہ اسے مظالم سے نہیں روکتا۔؟''

''اسے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی فرصت کہاں ہے۔ وہ خود کون سا کم ہے۔''

''اوہو.....لیکن رعایا اس کے مظالم سہہ لیتی ہے۔؟''

''مارا تھون کے خلاف آج تک کوئی بغاوت نہیں ہوئی۔ صرف سر پھروں کے ایک گروہ نے کسی بات سے مشتعل ہو کر ایک جگہ اجتماع کیا تھا اور پھر انہوں نے طے کیا کہ وہ مارا تھون کے پاس جا کر اس سے کہیں گے کہ وہ رعایا کو تحفظ دے۔ انہوں نے اپنا نمائندہ مارا تھون کے دربار میں بھیجا اور مارا تھون نے بڑی فراخدلی سے کہا کہ پورا گروہ اس کے سامنے پیش ہو کر اپنی تکالیف بیان کرے۔ چنانچہ گروہ کا ایک ایک فرد دربار میں پہنچ گیا۔ مارا تھون نے بڑے سکون سے ان کی شکایات سنیں..... اور پھر بولا۔

''تو میرے دوستو تم کیا چاہتے ہو۔؟''

''بس ہماری خواہش ہے مارا تھون کہ تو ان لوگوں کو مظالم سے روک۔''

''اور اگر میں اس میں ناکام رہوں تو.....؟''

''مارا تھون.....اگر تو ان مظالم کو روکنے میں ناکام رہا تو ہم تیرے اوپر اعتماد نہیں کریں گے۔ تو شہنشاہ ہے اور تیرا فرض ہے کہ تو رعایا کی تکلیفیں دور کر.....'' گروہ کے بوڑھے سرغنہ نے کہا۔

''تم سب کی یہی رائے ہے۔؟'' مارا تھون نے دوسروں سے پوچھا۔

''ہاں.....'' سب نے جواب دیا۔

''میں نے تسلیم کیا۔ بیشک شہنشاہ ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تم لوگوں کی تکالیف دور کروں..... لیکن میرے پیارے

ساتھیوں...... میرے ذہن میں تمہاری تکالیف دور کرنے کی صرف ایک ترکیب آئی ہے اور اس پر میں عمل کروں گا۔ بیشک تم میری ذات پر بھروسہ کرو۔ تم میں سے ایک ایک مطمئن ہو جائے گا۔ تمہیں کوئی تکلیف نہیں رہے گی۔"

اس نے ہاتھ بلند کر دیا...... دربار کی پوشیدہ جگہوں پر تیر انداز شاید پہلے سے بٹھا دیئے گئے تھے۔ مارانھون کا ہاتھ بلند ہوتے ہی چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہوئی اور بے شمار لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔ تب مارانھون نے ان کے لئے دعا کرنے کو کہا۔ وہ بولا۔"درباریوں...... ان سب کے لئے دعا کرو...... آسمان پر بھی انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ مجھے اپنے لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اب انہیں ساری تکالیف سے نجات مل گئی......" اور خوفزدہ درباریوں نے بڑے زور شور سے اس کی تائید کی کیونکہ تیر انداز بدستور اپنی جگہ موجود تھے۔

"تو یہ ہے مارانھون، میکارا...... سوایسا شخص اپنی بیویوں کے ان چھوٹے چھوٹے مظالم پر کیا توجہ دے گا۔"

"ہوں......" میں نے گہری سانس لی۔ میری نگاہیں فرغوس پر جمی ہوئی تھیں۔" کیا مارانھون کی دوسری بیویاں بھی ایسی ہی ہیں یا صرف شیپازیہ......؟"

"اس کی دوسری بیویوں کے بارے میں زیادہ نہیں سنا۔ صرف شیپازیہ ہی کے کارنامے سننے میں آتے رہتے ہیں۔" فرغوس نے جواب دیا۔

"بہرحال فرغوس...... میں ساری باتیں تجھے بتا چکا ہوں۔ اب تو سوچ لے۔"

"میں کیا سوچ لوں میکارا۔؟"

"یہی کہ اگر میں تیرے پاس رہا تو میری مدد کرنے کے صلے میں تجھے بھی شیپازیہ کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔"

"میکارا...... میں بتا چکا ہوں کہ بلاشبہ شیپازیہ کے دشمن کو پناہ دینا موت کو گلے لگا لینا ہے لیکن میرے دوست...... دوستوں کے لئے موت اپنائی جا سکتی ہے۔ تو بےفکر رہ، میں تیرا بزدل دوست نہیں ہوں۔"

"اوہ...... اگر یہ بات ہے فرغوس...... تو ٹھیک ہے، تو بھی بےفکر رہ۔ شیپازیہ تیرا بال بیکا نہ کر سکے گی۔ یہ تیرے دوست میکارا کا وعدہ ہے۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"فرغوس کو اس کی پرواہ نہیں ہے۔"

یوں ہم دونوں گفتگو کرتے رہے اور رات ہو گئی۔ تب فرغوس نے اپنی جیب کے آدھے سکے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔"میکارا۔ کیا تجھے رقص و نغمہ سے دلچسپی نہیں ہے۔؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"تب شاید تو نے ایتھنز کی تھیورا کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔"

"تھیورا......؟"

"ہاں۔ حسن کی ملکہ...... رقص کی دیوی...... آواز کی دیوی...... جس کے پرستاروں کی تعداد کہکشاں کی مانند ہے۔ کیا تو اس کے نغمے سے

محظوظ نہ ہوگا جبکہ ہمارے پاس کافی سکے ہیں۔''

''جیسا تو مناسب سمجھے فرغوس۔ میں کیا کہوں۔''

''تو پھر چلتے ہیں میکارا۔۔۔ لوگ زندگی بیچ کر اس کے حضور آنا پسند کرتے ہیں۔ ہم اگر یہ سکے اس کی نذر کر دیں گے تو کوئی بڑا کارنامہ نہ ہوگا۔۔۔ کل کی کل دیکھی جائے گی۔''

سو میں تیار ہو گیا لیکن طے یہی کیا گیا کہ میں دوسروں کی نگاہوں سے چھپ کر ہی رہوں اور اس کے لئے میرا وہ لباس درست تھا جو میرے چہرے کو چھپائے رکھتا تھا۔ میں نے لباس درست کیا اور پھر فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔ ایتھنز کے حسین گلی کوچوں سے گزر کر ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف سے موسیقی کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

یہ گانے والیوں کی رہائش گاہیں تھیں اور ان میں سے سب سے حسین رہائش گاہ تھیورا کی تھی۔ بلاشبہ یہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ ہم بھی اس ہجوم میں شامل ہو گئے اور آگے بڑھنے لگے۔ مجھے اس طرح کے گانوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن میرا دوست فرغوس تھیورا کی آواز پر بری طرح عاشق تھا۔ اس کی وجہ سے میں بھی بالآخر اس عظیم الشان ہال میں پہنچ گیا جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔

درمیان میں ایک دائرے کی شکل میں جگہ چھوڑ دی گئی تھی جہاں شاید تھیورا رقص کرنے والی تھی۔ اس کے مشتاق طرح طرح کی آوازیں لگا رہے تھے۔ ایک طرف سازندے ساز لئے بیٹھے ان کے تار درست کر رہے تھے۔ پھر دروازے بند کر دیئے گئے اور بہت سے مشتاق ناکام رہ گئے۔ بہرحال وہ واپس چلے گئے تھے۔

تب سازندوں نے ساز چھیڑے۔ میری نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ بڑے بڑے شاندار لوگ تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ تھیورا واقعی کوئی حیثیت رکھتی ہے۔

سازندوں کے ساز کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور پھر تھیورا ایک حسین لباس میں نمودار ہوگئی۔

لوگوں کے دلوں کی جو حالت ہوئی ہو پروفیسر۔۔۔ لیکن میں تو دیوانہ نہیں ہو سکتا۔ میری آنکھوں نے تو صدیوں میں نہ جانے کیا کیا دیکھا تھا۔ بلاشبہ تھیورا کا حسن ذہنوں پر چھا جانے والا تھا۔ اس کی آواز میں جادو تھا۔ اس کے بدن میں بلا کا لوچ تھا۔ لوگ آہ واہ کر رہے تھے لیکن میں خاموش بیٹھا تھا۔ ہاں اسے دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ اگر کچھ لمحات اس کے ساتھ گزر جائیں تو .....

فرغوس بڑی محویت کے عالم میں اس کا رقص دیکھ رہا تھا اور پھر کافی دیر تک رقص کرنے کے بعد تھیورا بیٹھ گئی۔

''اب وہ چند ساعت آرام کرے گی اور پھر دوسرا اور آخری رقص پیش کرے گی۔'' فرغوس نے کہا۔

''ہوں، فرغوس۔ کیا یہ صرف آواز فروخت کرتی ہے؟''

''نہیں میرے دوست۔۔۔ اگر جیب میں دولت ہو تو اس کا قرب بھی مل جاتا ہے۔''

''اوہ۔ کیا دولت مندوں کی کمی ہے تمہارے وطن میں؟''

''نہیں......دولت کے ساتھ ساتھ تھیورا کی اپنی پسند بھی ہے۔'' فرغوس کے لہجے میں بڑی حسرت تھی اور میں نے چونک کر اپنے دوست کی شکل دیکھی۔ ظاہر ہے حسین عورت کے طلب گاروں میں اگر فرغوس بھی شامل ہو تو کون سی تعجب کی بات ہے چنانچہ میں نے اپنی خواہش کو اپنے دوست کے لئے وقف کر دیا۔

''اگر وہ تمہیں پسند کر لے فرغوس تو......؟''

''ممکن نہیں ہے۔''

''تم کبھی اس کے سامنے گئے؟''

''جرأت ہی نہیں کی۔''

''اگر میرے اور تمہارے دونوں کے سکے مل جائیں تو کیا تھیورا انہیں قبول کر لے گی؟''

''بشرطیکہ خود اس کی بھی خواہش ہو۔''

''تو کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔''

''لیکن کیا تم...... کیا تم...... مجھے اپنے باقی سکے بھی دے دو گے؟''

''کمال ہے...... ارے میری جان! اب تمہارے سامنے ان سکوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟'' میں نے کہا۔

''میں تمہارا شکر گزار ہوں لیکن میرے دوست۔ کیا تم میرے لئے اس سے گفتگو کر سکو گے؟'' فرغوس نے ممنونیت سے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔ میں تمہارے لئے اس سے بات کروں گا۔''

''آہ۔ میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھول سکوں گا۔'' اور پھر فرغوس بے چینی سے رقص کے وقت کے اختتام کا انتظار کرنے لگا۔ تھیورا نے صرف دو رقص پیش کئے پھر وہ گاتی رہی اور دوسری لڑکیاں رقص کرنے لگیں۔ رات آدھی گزری تھی کہ رقص کے اختتام کا اعلان کیا گیا اور لوگ باہر نکلنے لگے۔ فرغوس ایک کونے میں کھڑا لوگوں کو جاتے دیکھ رہا تھا۔

یہاں تک کہ ہال میں صرف ہم دونوں رہ گئے۔ ظاہر بات ہے کہ وہاں موجود لوگوں کو ہماری طرف متوجہ ہونا ہی تھا۔ تھیورا کی ادھیڑ عمر ماں نے ہماری طرف دیکھا۔ میں نے اپنا چہرہ کچھ اور ڈھک لیا تھا۔

''اب تم جا سکتے ہو۔'' وہ ہمارے قریب آ کر بولی۔

''میرا دوست، میرا ساتھی تھیورا سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''لیکن...... تمہیں تھیورا کی حیثیت معلوم ہے؟''

''ہاں۔''

''شکل وصورت سے بھی تم متمول لوگ نہیں معلوم ہوتے۔''

''میرا دوست تھیورا کو چاہتا ہے۔''

''کتنے ہی ہیں جو اسے چاہتے ہیں۔'' عورت نے جواب دیا۔

''پرانی عورت ...... تم تھیورا سے کہو کہ وہ میرے ساتھی سے گفتگو کرے۔'' میں نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔

''تمہارے پاس کتنی دولت ہے؟'' عورت نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''یہ دیکھو۔'' میں نے اپنے سکے نکال کر اس کے سامنے کر دیئے۔

''اور یہ بھی ہیں۔'' فرغوس نے اپنے سکے نکال کر سامنے کر دیئے۔

''بس۔'' عورت بولی۔ ''اتنے تھوڑے سکے تو تھیورا روزانہ اپنے ہاتھ سے ضرورت مندوں کو دے دیتی ہے۔''

''کیا بات ہے؟'' تھیورا نے وہیں سے پوچھا۔

''یہ تمہارا طلبگار ہے تھیورا۔'' عورت نے تھیورا کی طرف رخ کر کے کہا۔

''اور تم اس سے سکوں کی بات کر رہی ہو۔ کیوں؟'' تھیورا نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''نہیں ...... میں تو انہیں ان کی حیثیت کا احساس دلا رہی تھی تھیورا۔'' عورت نے خوشامدی لہجے میں کہا۔ تھیورا آہستہ آہستہ آگے بڑھ آئی اور پھر وہ ہم دونوں کے سامنے پہنچ گئی۔ اس نے غور سے ہم دونوں کو دیکھا۔

''تم اس کے باپ ہو پرانے آدمی۔؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں۔ اس کا دوست۔'' میں نے جواب دیا۔

''عجیب دوستی ہے۔ تم عمر رسیدہ ہو اور وہ جوان۔ کیا نام ہے تمہارا نوجوان۔''

''فرغوس۔'' فرغوس نے جواب دیا۔

''کیا تم پہلے بھی یہاں آتے رہے ہو؟''

''صرف چند بار۔''

''کیوں؟''

''میں ...... میں تمہارے حضور آنے کی نہ تو ہمت رکھتا تھا نہ استطاعت۔''

''اوہ۔ لیکن ہم یہاں کھڑے کیوں ہیں۔ سنو! بوڑھے آدمی کے آرام کا بندوبست کرو۔ یہ دونوں آج رات ہمارے مہمان ہیں۔''

فرغوس کی تقدیر ایک دم کھل گئی۔ تھیورا اس پر مہربان ہوگئی تھی۔ اس نے یہ بات دوسری لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے کہی تھی۔

''آیئے محترم بزرگ۔'' ایک شریری لڑکی مسکراتی ہوئی بولی البتہ بوڑھی عورت کی شکل بگڑ گئی تھی۔

میں نے فرغوس کی طرف دیکھا جس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔

''او ۔ تم جاؤ بزرگ ۔ اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''شکریہ تیھورا۔'' میں نے کہا اور پھر میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ گیا لیکن بوڑھی عورت تیر کی طرح میرے پاس پہنچی اور میرا بازو پکڑتے ہوئے بولی۔ ''لیکن تم نے ...... وہ سکے کیوں واپس رکھ لئے؟''

''اوہ۔'' مجھے ہنسی آنے لگی۔ ''ہاں ...... کیا تم انہیں قبول کرنے پہ تیار ہو۔؟''

''کیوں نہیں ...... لاؤ وہ مجھے دے دو۔''

''ٹھہرو۔ میں اپنے ساتھی کے سکے بھی ان میں شامل کر دوں۔'' میں فرغوس کی طرف مڑا جس کی پشت اب میری طرف تھی اور وہ خاصا دور نکل گیا تھا۔

''ارے ارے ۔ رکو تو سہی۔'' عورت نے مجھے روک لیا۔ ''بس ...... اب اسے پریشان نہ کرو ...... میں ...... میں خود اس سے سکے لے لوں گی۔''

''اچھا ...... جیسی تمہاری مرضی لالچی عورت۔'' میں نے کہا اور اپنے سکے اسے دے دیئے۔

''ٹھیک ہے بازبیلہ ۔ انہیں تکلیف نہ دو ۔ تم ان سے ان کی ضروریات پوچھ لینا۔''

''یہ تو ضروریات کی عمر سے کہیں آگے بڑھ چکے ہیں ماما۔'' بازبیلہ نے آہستہ سے کہا اور میرے آگے آگے چل پڑی۔ میں خاموشی سے اس کمرے میں داخل ہو گیا جس کی طرف لڑکی نے اشارہ کیا تھا۔

''ہاں اب کہو۔ تمہیں کس شے کی ضرورت ہے۔'' شریر لڑکی نے پوچھا۔

''تمہارا نام بازبیلہ ہے؟''

''ہاں۔''

''تو بازبیلہ ...... تم سے اگر میں تمہاری خواہش کروں تو۔؟''

''تو میں تم سے صرف یہ کہوں گی کہ اپنی عمر کا خیال کرو۔''

''اس کے باوجود اگر میں ......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہارا بڑھاپا بھی بگڑا ہوا ہے۔ میں کیا کہوں۔'' بازبیلہ ناک بھوں چڑھا کر بولی۔

''تمہیں ہدایت کی گئی ہے کہ میری ہر خواہش کی تکمیل کی جائے۔''

''اور اگر میں نے نہ کی تو گویا قتل کر دی جاؤں گی۔ کیوں؟'' بازبیلہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

''میں نہیں جانتا۔''

''شرافت سے بستر پر بیٹھو اور سو جاؤ بڑے میاں۔ پوری زندگی گلچھرے اڑائے ہوں گے۔ اب آخری عمر میں تو سکون کی زندگی بسر کرو۔ میں جا رہی ہوں۔''

''او نہیں لڑکی...... اب میں اتنا بوڑھا بھی نہیں ہوں۔ تم کچھ دیر بیٹھو تو سہی۔''

''رات ہو گئی ہے، سوؤں گی اب۔'' لڑکی جھلا کر بولی۔

''تمہاری مرضی۔ اچھا میرا لباس اتارنے میں تو میری مدد کر دو۔''

''اونہہ...... یہاں آنے کو کس نے کہا تھا۔ ان ابوالہوس بوڑھوں سے تو بس زندگی اجیرن ہو گئی ہے۔'' بازبیلہ نے اکتائے ہوئے انداز میں پشت سے میرا لباس اتارنا شروع کر دیا۔

''تم نے میری بڑی توہین کی ہے...... درحقیقت تم نے میری سخت توہین کی ہے۔ اگر میں چاہوں تو تمہاری شکایت بھی کر سکتا ہوں لیکن خیر...... میں تمہارے اوپر مہربانی کر دوں گا۔''

اس نے میرا لباس اتار دیا تو میں پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

''شکایت بھی کر سکتا ہوں۔'' وہ منہ ٹیڑھا کر کے بولی اور پھر اس نے میرے اوپر نگاہ ڈالی۔ پھر وہ اتنی زور سے اچھلی جیسے سانپ نے کاٹ لیا ہو۔ ''ارے...... ارے...... ارے!'' اس کے منہ سے تین بار نکلا۔

''کیوں...... کیا میں شکایت نہیں کر سکتا؟'' میں نے اسے دیکھا۔ لیکن بازبیلہ کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ وہ تو ششدر نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔

''ٹھیک ہے جاؤ۔'' میں بستر کی طرف بڑھ گیا لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی۔ میں بستر پر لیٹ گیا اور پھر میں نے کروٹ بدل لی۔ ''روشنیاں گل کر دو۔ میں روشنی میں نہیں سو سکتا۔'' میں نے کہا۔

لیکن جواب ندارد۔

''بازبیلہ......!'' میں نے پھر اس کی طرف کروٹ بدلی۔ وہ اپنی جگہ کھڑی تھی۔ ''اب کیا سوچ رہی ہو؟''

''میں...... میں تمہارے پاس آ جاؤں؟'' اس نے نہ جانے کس طرح کہا۔

''کیوں؟ اب کیا بات ہے؟''

''آ جاؤں؟'' اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

''آ جاؤ...... مگر بات کیا ہے؟''

وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آ گئی۔ وہ اب بھی مجھے حیرت خیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

''تم وہ نہیں ہو...... جو میں سمجھ رہی تھی۔''

''کیا سمجھ رہی تھیں تم؟''

''مگر تم نے بوڑھے آدمیوں کا سا لباس کیوں پہن رکھا تھا؟''

''میری مرضی۔''

''کیا تم مجھے معاف نہیں کرو گے؟'' وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔

''کیا اب میں بوڑھا نہیں ہوں؟''

''مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ تم تو چاند کی طرح حسین ہو، دیوتاؤں کی قسم... تم تو آسمان سے اترے ہوئے دیوتاؤں کی طرح حسین ہو۔ آہ... تمہارا بدن کیسا سونے کی طرح چمک رہا ہے۔''

''بس اب جاؤ لڑکی۔ تم مجھے بے وقوف بنانے پر تل گئی ہو۔''

''بس۔ ایک بار مجھے معاف کردو۔ مجھے اپنے قریب رہنے دو۔ میں تمہاری بڑی شکرگزار رہوں گی۔'' وہ خوشامدانہ انداز میں بولی اور میں نے اسے مسکراتے ہوئے اسے خود پر کھینچ لیا۔ باز بیلہ پر تو ایسا سحری طاری ہوا تھا کہ وہ دیوانی ہوگئی تھی۔

اور پھر بہرحال میں بھی کمزور تھا۔ عورت کی طویل دوری نے مجھے نخرے کرنے کا موقع نہ دیا۔ میں نے اسے دل سے معاف کردیا اور باز بیلہ نے شاید ہی اپنی زندگی میں ایسی رات گزاری ہو۔

دوسری صبح اس کا رنگ اترا ہوا تھا۔

''آہ... کاش سورج ہمیشہ کے لئے دلدل میں ڈوب جاتا۔ کاش صبح کبھی نہ ہوتی میرے محبوب... اور میں تمہاری بانہوں میں زندہ رہتی یا اگر سورج نکلتا تو اس وقت، جب میں زندگی کی آخری سانس لے رہی ہوتی۔ آخری سانس۔'' باز بیلہ پر بھی جنون سوار ہوگیا۔

''اٹھو باز بیلہ۔ سورج نکل آیا ہے۔'' میں نے کسی قدر بیزاری سے کہا۔

''اور اب تم واپس چلے جاؤ گے۔''

''ہاں۔''

''لیکن رات کو آؤ گے۔؟'' وہ بے قراری سے بولی۔

''کیا کہا جاسکتا ہے۔ رات کہاں بسر ہو۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ایسا نہ کہو میری زندگی، سن لو۔ اب میری زندگی کی ہر رات تمہارے انتظار میں بسر ہوگی۔ جب تک زندہ رہوں گی، تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔ بس تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

اسی وقت باہر سے عورت کی آواز سنائی دی۔ ''باز بیلہ، باز بیلہ... کہاں مرگئی؟''

''جاؤ... وہ بلا رہی ہے۔''

''جا رہی ہوں... لیکن اتنا یاد رکھنا۔ اب تمہارے بغیر جینا ممکن نہیں ہے۔ تمہارے بغیر...''

''ارے باہر نکلو گی یا نہیں۔'' عورت کی آواز پھر سنائی دی اور باز بیلہ مجھے دھکیلتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

اور پھر میں بھی دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

''واہ بڑے میاں ... تم لوگوں نے تو چالاکی کی حد کر دی۔ جاؤ اپنے ساتھی کو لیکر یہاں سے چلے جاؤ اور پھر یہاں آنے کی کوشش مت کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔'' عورت نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے میرا ساتھی؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''دوسرے کمرے میں۔ وہ تو یہاں سے جانے کا ارادہ ہی نہیں رکھتا۔''

''مجھے اس کمرے میں لے چلو۔ میں اسے لے جاؤں گا۔''

''اور پھر کبھی یہاں نہیں آؤ گے۔''

''اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''ارے تم خود سوچو... یہ جگہ تم جیسے قلاش لوگوں کے لئے نہیں ہے۔''

''مگر میں نے تمہیں...''

''لعنت ہے تمہارے ان سکوں پر... لوگ یہاں خزانوں کے منہ کھول کر آتے ہیں اور تم ان چار سکوں کو دولت سمجھ رہے ہو۔'' بوڑھی پاؤں پٹختی ہوئی بولی اور میں ہنسنے لگا۔

اسی وقت ایک کمرے سے تھیورا نکل آئی۔ مجھے اور عورت کو دیکھ کر وہ رک گئی۔ بوڑھی عورت بھی یکدم سنبھل گئی تھی۔

''دوسرا مہمان کہاں ہے؟'' تھیورا نے عورت سے پوچھا۔

''کمرے میں ہے۔ دوسرے کمرے میں ہے۔''

''تم بھی آؤ بزرگ۔ صبح کا ناشتہ ہمارے ساتھ ہی کرو۔''

''ہاں، ہاں ... کیا حرج ہے۔ مہمان بغیر ناشتے کے تو نہیں جا سکتے۔''

''عجیب بات ہے خاتون۔ ابھی تو آپ ہم سے فوراً نکل جانے کو کہہ رہی تھیں۔'' میں نے اس دلچسپ موقع سے پوری پوری تفریح حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''ارے ٹھیک ہے۔ وہ تو ... وہ تو ہماری آپس کی بات تھی۔'' عورت نے زبردستی ہنستے ہوئے کہا۔

''اور وہ سکے... جو آپ نے رات کو مجھ سے لئے تھے۔''

''مذاق میں لئے تھے۔ بھلا اتنے سے سکوں کی ہماری نگاہوں میں کیا حیثیت ہوگی۔'' عورت جلدی سے بولی۔

''تو براہ کرم اب مذاق ختم کر دو... میرے سکے واپس کر دو۔'' میں نے کہا اور عورت نے جلدی سے میرے سارے سکے میرے حوالے کر دیئے۔ تھیورا خاموش کھڑی سنجیدہ نظروں سے ہم دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

عورت اس کے سامنے رک نہ سکی اور ایک طرف چل دی۔

''آیئے محترم.....'' تھیورا نے مجھ سے کہا اور میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ فرغوس اس کمرے میں موجود تھا جس میں ہم دونوں داخل ہوئے۔

''اوہ، میکارا..... میرے دوست۔ میرے پیارے ساتھی۔ میں نہیں جانتا تمہاری رات کیسی گزری۔ البتہ میں تو تھیورا کی آغوش میں یہ رات گزار کر اب زندگی کی ساری دلچسپیاں ہی کھو بیٹھا ہوں۔ میرے دل میں اب جینے کی کوئی آرزو نہیں ہے۔''

''آپ اپنے اس احمق دوست کو سمجھائیے بزرگ۔ زندگی بہت قیمتی شے ہے۔ اسے یوں برباد کرنا اچھا نہیں ہوگا۔''

''بزرگ.....ارے بھئی میکارا.....تم بزرگ کب سے ہوگئے۔'' فرغوس ہنستے ہوئے بولا۔

''کیا مطلب؟'' تھیورا نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''اوہ، پیاری تھیورا۔ شاید تم میکارا کے لباس کی وجہ سے اسے بوڑھا سمجھ رہی ہو۔''

''تو کیا... تمہارا دوست معمر نہیں ہے؟'' تھیورا نے تعجب سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔''

''لیکن اس نے تو معمر لوگوں کا لباس پہن رکھا ہے۔''

''یہ اس کا شوق ہے۔''

''انوکھا شوق ہے۔ لوگ جوان بننے کی کوششوں میں سرگرداں رہتے ہیں اور اسے بوڑھا بننے کا شوق ہے۔ تو کیا اے نوجوان بوڑھے۔ تم مجھے اپنی شکل بھی نہیں دکھاؤ گے۔؟''

''کیوں نہیں... کیوں نہیں۔'' میرے بجائے فرغوس جلدی سے بول پڑا۔ ''میکارا... براہ کرم تھیورا کے سامنے چہرہ کھول دو۔ یہ بہت پرخلوص لڑکی ہے۔ تم.....''

اور میں نے ایک گہری سانس لیکر اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا۔ تھیورا نے مجھے دیکھا... اور دیکھتی رہ گئی..... ایسا لگتا تھا جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو..... اور کافی دیر تک اس کے بدن میں جنبش نہ ہوئی۔ تب فرغوس نے ہی مداخلت کی۔

''ہے نا حیرت انگیز میرا دوست۔؟''

''ہاں۔'' تھیورا نے ٹھنڈی سانس لی۔

''بس..... نہ جانے کیوں اسے بوڑھا بننے کا خبط ہے۔'' فرغوس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''میکارا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیسے انوکھے ہو تم میکارا... تم نے خود کو چھپا کیوں رکھا ہے... میں سمجھی... شاید یونان کی لڑکیاں تمہیں سکون نہ لینے دیتی ہوں گی اور

کیسے سکون لینے دیں...... تمہیں دیکھ کر خود ان کا سکون جو غارت ہو جاتا ہوگا۔'' تھیورا اداس لہجے میں بولی۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''پھر کب آؤ گے فرغوس۔'' تھیورا نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

''آہ تھیورا...... اپنی خوش بختی پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ تمہارے در پر آنے کی آرزو کون نہیں رکھتا۔ میری روح میں تو یہاں سے جانا ہی نہیں چاہتا لیکن مجبوری...... جب تم حکم کرو۔''

''رات کو آنا فرغوس... میں انتظار کروں گی۔''

''میں ضرور آؤں گا میری روح۔'' فرغوس بے قابو ہو رہا تھا۔

''تم بھی آؤ گے میکارا۔؟''

''میکارا کیوں نہ آئے گا۔ وہ میرا دوست ہے۔'' میرے بجائے فرغوس بول پڑا۔

''میں تمہاری شخصیت سے واقف نہیں تھی میکارا...... میں نہیں جانتی کہ تمہارے ساتھ میرے گھر میں کیسا سلوک ہوا...... مجھے نہیں معلوم میکارا... اس کے لئے ساری زندگی افسوس رہے گا۔''

''نہیں تھیورا...... میں یہاں سے خوش واپس جا رہا ہوں۔''

''رات کو ضرور آؤ گے۔؟''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

اس دوران تھیورا نے کچھ باتیں فرغوس سے بھی کی تھیں۔ لیکن اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد اس نے ہمیں الوداع کہا۔ اس کی آنکھوں سے عجیب سی اداسی ٹپک رہی تھی۔

ہم باہر نکل آئے۔ اور تھیورا کے دروازے سے نکلتے ہی فرغوس اچھل کر میری گردن سے لپٹ گیا۔

''ارے۔ ارے۔ کیا ہوا فرغوس۔؟''

''دیوانہ ہو گیا ہوں...... مسرت سے دیوانہ ہو گیا ہوں۔ آہ میرے دوست۔ پوری زندگی کی محرومیوں کا بدل مل گیا ہے۔ ایتھنز کے بڑے بڑے لوگ اس کی نگاہ التفات کے خواہاں ہیں۔ لیکن قسمت کھلی تو ایک آوارہ گرد کی۔''

''ہاں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہم گھر واپس آ گئے اور فرغوس بولا۔ ''میں تو ساری رات جاگتا رہا ہوں میکارا...... کیا تو مجھے سونے کی اجازت دے گا۔؟''

''سو جاؤ... لیکن ساری رات کیوں جاگتے رہے۔؟''

''آہ... سونے کی مجال تھی مجھ میں... جس کی گود میں آسمان کا چاند اتر آیا ہو، اسے سونے کی آرزو ہوگی... لعنت ہے... میں تو ایک لمحے کے لئے پلک جوڑنا گناہ سمجھتا ہوں۔''

''دیوانے ہو تم۔''

''حقیقت ہے میکارا..... یہی دل چاہ رہا ہے تجھ سے اس کی باتیں کرتا رہوں..... لیکن میرے خیال میں تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لینا ضروری ہے۔'' فرغوس بستر پر لیٹ گیا۔

میں بھی دراز ہو گیا تھا۔ لیکن فرغوس کی غلط فہمی پر میں کسی حد تک پریشان تھا۔ بے چارہ نوجوان غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ تھیورا اسے چاہنے لگی ہے۔ حالانکہ تھیورا کا التفات اچانک بڑھا تھا۔ اس وقت جب اس نے میری شکل دیکھی تھی۔ اور پھر دوسری رات کی دعوت بھی اس سے قبل فرغوس کو نہیں ملی تھی۔ یہ ذرا الجھی ہوئی بات تھی۔ فرغوس تھیورا کا دیوانہ تھا اور میں بہرحال ان حدود میں نہیں تھا کہ کسی عورت کے لئے پریشان ہو جاؤں۔ تھیورا حسین ضرور تھی لیکن میں اس کے لئے پاگل نہیں ہو سکتا تھا۔

فرغوس ایسا سویا کہ شام کو خبر لایا..... بہرحال جب وہ جاگا تو بہت خوش تھا۔

تیاریوں کے بعد وہ میرے پاس پہنچ گیا۔ ''کیا تم بھی سو گئے تھے میکارا۔؟''

''نہیں۔'' میں نے گہری سانس لی۔

''آہ میرے دوست ..... تم یقیناً مجھے خود غرض انسان سمجھ رہے ہو گے۔ اوہو.. تم بھوکے بھی ہو گے۔ میرے جنون کو معاف کر دو.. میں..... میں.....'' اس نے بچوں کی طرح میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

''ان میں سے کوئی بات نہیں ہے میرے دوست .. تم بے فکر رہو۔''

''مجھے معاف کر دو میکارا .. میرے جنون کو معاف کر دو۔''

''بھئی.. تم تو واقعی دیوانے ہو رہے ہو۔ اچھا چلو میں نے معاف کر دیا۔ اب کھانے کا انتظام کرو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور فرغوس کھانے کا انتظام کرنے دوڑ گیا۔ پھر کھانا کھاتے ہوئے اس نے کہا۔

''تھیورا کے یہاں کس وقت چلو گے۔؟''

''جس وقت کل گئے تھے۔''

''ایک بات کہوں فرغوس۔'' میں نے سنجیدگی لہجے میں کہا۔

''ہاں، ہاں۔ ضرور کہو۔''

''آج تم تنہا وہاں جاؤ۔''

''ایں..... کیوں۔؟'' فرغوس حیرانی سے بولا۔

''یہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا فرغوس۔''

''آخر کیوں ..... میرے سمجھ میں نہیں آیا۔؟''

''بس میں اس بارے میں کچھ بتانا نہیں چاہتا..... تم میری بات مان لو۔''

''اوہ، ہاں ..... میں مانتا ہوں میکارا..... تمہیں وہاں الجھن ہوئی ہوگی۔ ظاہر ہے میں تو رات بھر چاند کی سیر کرتا رہا۔ تمہیں میری وجہ سے تکلیف ہوئی ہوگی۔ تم بھی سوچ رہے ہوگے کہ میں کیسا خود غرض انسان ہوں۔''

''ان میں سے کوئی بات نہیں ہے فرغوس۔''

''پھر تم کیوں نہیں چل رہے ..... بتاؤ ..... جواب دو پھر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ تھیورا نے تمہیں بھی دعوت دی ہے۔''

''فرغوس۔ تم میرے دوست ہو۔ تمہاری دوستی کو میں تھیورا کے حسن پر ترجیح دیتا ہوں۔ سننا ہی چاہتے ہو تو سنو..... میں نے تھیورا کی آنکھوں میں اپنے لئے چاہت پائی تھی اور آج رات اس نے تمہیں صرف میری وجہ سے مدعو کیا ہے۔''

''ایں ..... '' فرغوس چونک پڑا۔ کافی دیر تک میری شکل دیکھتا رہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ ''لیکن ..... لیکن درحقیقت یہ تو بڑی الجھن کی بات ہے ممکن ہے تمہارا خیال غلط ہو میکارا۔'' فرغوس نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ممکن ہے۔ لیکن اگر تم میرے بغیر چلے جاؤ تو کیا حرج ہے۔''

''اگر تم اجازت دو تو..... ''

''میری طرف سے اجازت ہے۔'' میں نے کہا۔ لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ فرغوس کچھ بجھ سا گیا ہے مجھے اس پر افسوس ہوا تھا۔ بہر حال میں نے خلوص کا ثبوت دیا تھا اس لئے میرے دل پر کوئی بار نہ تھا۔ فرغوس کے چہرے پر وہ خوشی نہیں رہی تھی جو اب سے تھوڑی دیر قبل تھی۔ وہ الجھا الجھا سا تھا۔ لیکن میرا قصور بھی کیا تھا۔ میں نے تو خلوص سے اسے اجازت دے دی تھی۔

وہ چلا گیا۔ اور میں بستر پر لیٹ گیا۔ اب میں فرغوس یا تھیورا کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ میری سوچ پھر سالانوس اور اس کی دونوں بھتیجیوں پر جا پہنچی تھی۔ نہ جانے ان کی کیا کیفیت ہوگی۔ اوہ، وہ میری وجہ سے گرفتار ہوئے تھے۔ انہیں مصیبت سے نکالنا بھی میرا ہی کام ہے۔ میں نے انہیں اتنی دیر نظر انداز کر کے دوستی کا ثبوت نہیں دیا ہے۔

پھر کیا کرنا چاہیے؟ کل ..... میں فرغوس سے اس سلسلے میں مدد لوں گا۔ میں اس سے شیبازیہ کی رہائش گاہ کے بارے میں معلوم کروں گا اور پھر شیبازیہ سے ملاقات ..... آہ ..... خاصی حسین عورت ہے۔ خونخوار ہے تو کیا..... بہر حال یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ عورت ہونے کے باوجود عورتوں سے منفرد ہے۔ اگر وہ مجھے چاہتی ہے تو مجھے ہی اعتراض کیوں ہے..... بہر حال مجھے عورت کی ضرورت تھی..... اور یہ خیال میرے ذہن میں پختہ ہو گیا کہ میں کل فرغوس سے شیبازیہ کی رہائش گاہ پوچھوں گا۔

اس خیال سے مطمئن ہو کر میں نے آنکھیں بند کر لیں اور میرا ذہن نیم غنودہ ہو گیا۔

پھر کسی نے میرا شانہ ہلایا..... تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مدھم روشنی میں، میں نے دو انسانی وجود دیکھے اور حیران رہ گیا۔ یہ فرغوس اور تھیورا تھے۔ تھیورا نے ایک موٹے لباس میں خود کو پوشیدہ کر لیا تھا۔ لیکن لباس کا جو بھی حصہ کھلا ہوا تھا اس سے گویا روشنی چھن رہی تھی۔

''اوہ،تم لوگ۔۔۔؟''میں نے حیرانی سے کہا۔

''ہاں میکاراجا گو۔۔۔تھیورا تمہارے پاس آئی ہے۔''

''کیوں۔۔۔آخر کیوں۔؟''میں نے پوچھا اور تھیورا میرے سامنے آ گئی۔

''تم نے آج آنے کا وعدہ کیا تھا میکارا۔؟''تھیورا نے کہا۔

''ہاں۔''

''پھر کیوں نہیں آئے۔؟''

''میرے دوست فرغوس نے تمہیں کیا بتایا۔؟''

''اس نے جو کچھ بتایا ہے،وہ میرے لئے قابلِ قبول نہیں ہے میکارا۔''

''یعنی۔؟''میں نے پوچھا۔

''فرغوس نے بتایا ہے کہ تم نے اس کے لئے ایثار کیا ہے۔''

''ہاں تھیورا۔۔۔میرا دوست تمہیں چاہتا ہے۔''

''لیکن میکارا۔۔۔میں اس کی عورت نہیں ہوں۔میں اس کی عزت نہیں ہوں۔میں تو بازار کی ایک جنس ہوں جسے کوئی بھی چند لمحات کے لئے خرید لیتا ہے۔میرے دل میں کسی کے لئے جذبات نہیں جاگتے۔لیکن۔۔۔میکارا۔۔۔تمہیں دیکھ کر میرے دل میں ایک جذبہ بیدار ہو گیا۔شاید محبت کا جذبہ۔۔۔شاید پسندیدگی کا جذبہ۔۔۔تو میکارا۔۔۔کیا تم سمجھتے ہو کہ میں فرغوس کو چاہنے لگی ہوں۔اگر تم اپنے ایک دوست کے لئے ایثار کرو گے تو کیا کل کوئی دوسرا میرے پہلو میں نہیں ہو گا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے تھیورا۔۔۔لیکن۔۔۔''

''میری پوری بات سن لو میکارا۔۔۔فرغوس تمہاری وجہ سے میرے لئے قابلِ احترام ہے۔لیکن اگر کبھی۔۔۔میرے دل میں محبت جاگ جائے تو کیسی بدنصیب ہوں میں۔۔۔میں جو سکوں کے عوض اپنا وجود دوسروں کے لئے کشادہ کر دیتی ہوں،خود اپنی پسند نہ پا سکوں۔کیا یہ میرے اوپر ظلم نہیں ہے۔؟''

''تم نے فرغوس سے التفات کیوں برتا تھا۔؟''میں نے پوچھا۔

''صرف اس کی بے چارگی دیکھ کر۔۔۔یہ ان لوگوں میں تھا جو مجھے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔۔۔میں نے اس پر رحم کھایا۔''تھیورا نے جواب دیا۔فرغوس کا چہرہ بھوال ہو رہا تھا اور مجھے بہرحال اپنے دوست کی یہ کیفیت پسند نہ تھی۔

''لیکن ضروری نہیں ہے تھیورا۔۔۔کہ تم میرا التفات بھی حاصل کر لو۔''

''یہی محسوس کر رہی ہوں۔میرا غرورِ حسن پاش پاش ہو چکا ہے۔میں نے آج تک خود کو برتر و اعلیٰ سمجھا تھا۔میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ

کوئی مجھے ٹھکرا دے گا...... لیکن...... لیکن آج یہ بھی ہو گیا۔"

"تم نے میرے دوست کی توہین کی ہے تھیورا۔"

"نہیں...... میں نے توہین نہیں کی۔ تم ٹھنڈے دل سے سوچو میکارا...... میں نے توہین نہیں کی۔ میری ماں جس قدر لالچی ہے تم جانتے ہو لیکن میں نے اس سے بغاوت شروع کر دی ہے۔ میں صرف اسے اپنا قرب بخشتی ہوں جو اس قابل ہوتا ہے۔ میں اس کی دولت نہیں دیکھتی۔ سو تم دیکھ لو...... میں نے فرغوس کو اسی طرح منتخب کیا۔ لیکن تمہیں دیکھ کر میرا دل بے اختیار ہو گیا۔"

"بہر حال تھیورا...... چونکہ میرا دوست تمہیں پسند کرتا ہے اس لئے میرے قدم تمہاری طرف نہیں اٹھیں گے۔"

"نہیں میکارا...... تمہیں تھیورا کے جذبات کا احترام کرنا ہوگا۔" فرغوس نے مداخلت کی۔

"ناممکن......" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"سنو میکارا...... وہاں ایک اور بھی ہے جو تمہاری منتظر ہے۔" تھیورا نے کہا۔

"کون۔؟"

"خوش نصیب بازیلا...... جسے تمہارے قرب کی دولت مل گئی۔ کیسی انوکھی تقدیر ہے اس کی۔"

"میں اس لڑکی کا ذہن نہیں بھٹکانا چاہتا۔ بس میں نہیں جاؤں گا۔" میں نے صاف جواب دے دیا۔

تھیورا نے گردن جھکا لی اور پھر وہ فرغوس کی طرف مڑ کر بولی۔ "آؤ فرغوس...... چلیں۔"

"میں...... میں......" فرغوس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے دوست کا انتقام تم سے نہیں لوں گی۔"

"اوہ...... لیکن تھیورا۔"

"دیوانگی کی باتیں مت کرو...... تم میرے حصول کی خواہش ہی رکھتے تھے نا اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں نے بہت سی آغوشیں آباد کی ہیں۔ اس کے بعد اگر تم کسی بات کو محسوس کرو...... تو میں تمہیں مطمئن نہ کر سکوں گی۔ آؤ......" اور وہ فرغوس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر لے گئی۔ میں نہایت سکون سے دوبارہ بستر پر لیٹ کر سو گیا۔

"تم ہر لحاظ سے عجیب ہو میکارا......" دوسری دن فرغوس مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ہم دونوں ناشتہ کر رہے تھے۔

"کیوں۔؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے اسے ٹھکرا دیا...... جس کے حصول کی آرزو میں لوگ جان دے دیتے ہیں۔"

"اونہہ...... میرے لئے وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔"

"اور وہ دوسری لڑکی۔؟"

''وہ بھی۔''

''لیکن میرے خیال میں تم نے یہ ایثار میرے لئے کیا تھا۔''

''یونہی سہی۔''

''لیکن مجھے اس پر اعتراض ہے۔''

''کیوں۔''

''تھیورا مظلوم ہے۔ وہ جس زندگی میں ہے اس میں اس کے لئے کوئی خوشی نہیں ہے۔ تمہیں دیکھ کر پہلی بار اس کے دل میں محبت کی روشنی پیدا ہوئی تھی۔ لیکن تم نے وہ پہلی شمع ہی بجھا دی۔''

''کیا میں نے جرم کیا ہے۔؟'' میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

''نہیں میکارا.... میں تم سے باز پرس نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ایثار تم نے میرے لئے کیا ہے۔ میں اس کی پہلی خوشی کی راہ میں آ گیا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے۔''

''میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔''

''میں یہ بات نہیں مانتا۔''

''کیوں.... ؟'' میں نے چونک کر فرغوس کو دیکھا۔

''وہ دوسری لڑکی تھیورا سے زیادہ حسین نہیں ہے، جسے اتفاقیہ طور پر تمہارا قرب حاصل ہو گیا۔''

''میں کہہ چکا ہوں فرغوس.... میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔'' میں نے اسی خشک انداز میں کہا۔

''میری بات تو سنو میکارا.... دیوتاؤں کی قسم.... اگر تم تھیورا کے مغموم دل کو شاد کر دو گے تو مجھے کوئی رنج نہ ہوگا۔ یہ بھی تو سوچو میکارا.... وہ ہر شخص کے ہاتھوں میں ہے جو اس پر دولت خرچ کر سکے۔ وہ میری ملکیت نہیں ہے۔ میں اسے روک تو نہیں سکتا۔ میں اسے خرید تو نہیں سکتا۔ جب وہ دوسروں کی آغوش میں جائے گی تو پھر.... تم ہی کیوں محروم رہو۔''

''میں محروم نہیں ہوں۔''

''تھیورا کے لئے....'' فرغوس گڑگڑایا۔

''ہرگز نہیں فرغوس....'' میں نے بھی جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''میرے لئے....'' فرغوس پھر اسی انداز میں بولا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''عجیب احمق انسان ہو۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''یار.... میں اسے بہت پسند کرتا ہوں۔ یوں سمجھو، دیوانہ ہوں اس کا.... وہ جس طرح سسک رہی تھی، میرا دل اس کے لئے رو پڑا....

میں نے اس سے کہا کہ میں اس کے لئے کوشش کروں گا۔"

"احمق ہوا یکدم۔"

"جو کچھ بھی کہہ لو میکارا..... تمہاری خوش بختی پر رشک آتا ہے۔ ایتھنز کی وہ حسینہ تمہارے اوپر عاشق ہوگئی ہے جس کے ایک اشارے پر بہت سے جان دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔ ویسے تمہاری محبت بھی عجیب ہے۔"

"کیوں۔؟" فرغوس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"تم اپنی محبوبہ کو دوسرے کی آغوش میں دے رہے ہو۔"

"مجبوری کوئی حیثیت نہیں رکھتی تمہاری نگاہ میں۔"

"اچھی مجبوری ہے..... بہرحال مجھے آج تم سے کچھ اور کام بھی ہے۔"

"دل و جان سے..... حکم دو۔"

"تم میرا مشن بھول گئے۔؟"

"تمہارا مشن۔؟"

"ہاں..... میں نے ایک کہانی سنائی تھی۔"

"ہاں۔ شیپازیہ کی کہانی۔" فرغوس نے جواب دیا۔

"کیا میں اس کہانی کو نظرانداز کر دوں۔؟"

"ہرگز نہیں..... مجھے بتاؤ میرے دوست میں کیا کروں۔؟"

"مجھے شیپازیہ کی رہائش گاہ بتاؤ۔"

"اوہ..... میں اس کا محل جانتا ہوں لیکن تم کیا ارادہ رکھتے ہو۔؟"

"اس سے ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم، بہت خطرناک بات ہے۔ اگر وہ تمہاری دشمن ہے تو وہ تمہاری بو سے ہی بھڑک اٹھے گی۔ اور پھر..... اور پھر اس کے بعد وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔" فرغوس خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میں اس سے خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"اس سے ڈرنا ہی اچھا ہے میکارا..... میں بزدل نہیں ہوں، تمہارے لئے جان دے سکتا ہوں۔ مگر تمہاری زندگی مجھے عزیز ہے۔"

"میں کسی سے خوفزدہ نہیں ہو فرغوس..... میں تو اندھے سلانوس کی جان بچانا چاہتا ہوں۔ میں اس کی بھتیجیوں کو اس پریشانی سے نکالنا چاہتا

ہوں جس میں وہ میری وجہ سے پھنسی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔لیکن میکارا۔"

"یار تم بہت حجتی آدمی ہو۔ ہر معاملے میں اتنی بحث کرتے ہو کہ ذہن خراب ہونے لگتا ہے۔ میں بہتر جانتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ شہپازیہ میرا بال بھی بیکانہ کر سکے گی۔تم مجھے اس کے مکان تک پہنچا دو اس کے بعد میں دیکھ لوں گا۔"

"مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے میکارا... میں تو صرف ...."

"میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ میرے دوست۔تم میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور میں لوگوں کو اپنے بارے میں بتاتے بتاتے تھک گیا ہوں۔"میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"میں تمہیں کسی بھی سلسلے میں مجبور نہیں کر سکتا۔"فرغوس نے اداسی سے کہا۔

"تم ناراض ہو گئے فرغوس۔؟"

"نہیں......تم میرے محسن ہو میکارا......میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔"

"صرف محسن۔؟"میں نے اسے دیکھا۔

"نہیں دوست بھی۔"

"تب پھر اس انداز میں گفتگو مت کرو۔"

"نہیں کروں گا میکارا .. لیکن.."

"ہاں... لیکن کیا۔؟"

"تم شہپازیہ کے پاس کب جاؤ گے۔؟"

"آج ہی۔"

"اور تھیورا......"فرغوس نے عجیب سے لہجہ میں کہا۔

"تھیورا......"میں نے ایک گہری سانس لی۔"تم شام ہوتے ہی مجھے شہپازیہ کی رہائش گاہ دکھا دو......اس کے بعد میں تمہارے ساتھ ہی تھیورا کے پاس چلوں گا۔"

"شکریہ میرے دوست......تم نے میری بات رکھ لی عشق کے بے شمار مراحل ہوتے ہیں،محبت کی ایک شکل یہ بھی ہے۔"فرغوس نے اداسی سے کہا۔اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

میں نے اس الجھی ہوئی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔

بالآخر فرغوس کے ساتھ چل پڑا۔تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں تھیورا کے مکان پر پہنچ گئے جہاں تھیورا کا رقص شروع ہو چکا تھا۔

ہم دونوں بھی خاموشی کے ساتھ ہجوم میں بیٹھ گئے۔تھیورا اداس تھی پہلے میں نے اسے دیکھا تھا تو اس کے چہرے پر رونق تھی ،لیکن آج اس کا چہرہ اداس تھا۔وہ غمزدہ نظر آرہی تھی۔اس کے رقص کے ساتھ ایک ارزش بھی گا رہی تھی۔

شاید ان کی نگاہ ہم پر نہیں پڑی تھی اور پڑ بھی نہیں سکتی تھی۔تھیورا کے عاشقوں کا بڑا ہجوم تھا۔رقص کرتے کرتے تھیورا اچانک گر پڑی اور ساز خاموش ہو گئے۔

لیکن اس کے ساتھ بہت سی آوازیں ابھریں۔''کیا ہوا؟اس کی طبیعت تو ٹھیک ہے.....ارے تھیورا کو کیا ہوا؟''بہت سے لوگوں نے آگے بڑھ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی،اسے چھونے کی کوشش کی لیکن انہیں روک دیا گیا۔

تھیورا بے ہوش ہو گئی تھی۔

پھر سازندے اسے اٹھا کر اندر لے گئے اور تھیورا کی ماں نے مہمانوں سے معذرت کر لی۔آنے والے ایک ایک کر کے جانے لگے۔لیکن ہم جانے کے لیے نہیں آئے تھے۔میں نے تو شیبازیہ کی رہائش گاہ بھی دیکھنے کا ارادہ آج کے لیے ملتوی کر دیا تھا۔اب یہ کام کل ہی کرنا تھا۔سب چلے گئے ہم رہ گئے تھے۔عورت کی نگاہ ہماری طرف اٹھی اور وہ چونک پڑی۔

''ارے۔آج پھر آ گئے تم دونوں۔''

''تھیورا نے بلایا تھا۔''فرغوس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

''تھیورا بے ہوش ہو گئی ہے۔دفعان ہو جاؤ۔''بوڑھی طنزیہ انداز میں بولی۔

''ہم اسے ہوش میں لے آئیں گے۔''

''ہوش میں آ جائے گی۔تم چلے جاؤ۔''

''ہوش میں آ جائے گی تو چلے جائیں گے۔''

''عجیب لوگ ہو تم دونوں.....جس رات سے تم آئے ہو،ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔''

''اگر آپ نے ہمیں اندر نہ جانے دیا تو مزید مصیبت میں پھنس جائیں گی۔''فرغوس بھی معمولی انسان نہ تھا۔

''دھمکیاں دے رہے ہو۔؟''عورت بولی۔

''ہرگز نہیں.....میرا ساتھی بہت بڑا حکیم ہے۔آپ اسے اندر تو جانے دیں۔''

''اُفوہ.....جاؤ بابا.....تم نے تو دماغ خالی کر دیا۔''بوڑھی عورت نے پریشانی سے کہا اور فرغوس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔

ایک کمرے میں تھیورا بے ہوش پڑی تھی۔اس انداز میں اس کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا۔فرغوس نے میری طرف دیکھا اور میں احمقوں کی طرح تھیورا کے پاس بیٹھ گیا۔

نہ جانے یہ میری خوشبو تھی۔ یا تھیورا کی بے ہوشی ٹوٹنے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور ایک ٹک مجھے دیکھنے لگی۔ بوڑھی عورت بھی ہمارے پاس آ گئی تھی۔

تھیورا کو اس طرح ہوش میں آتے دیکھ کر وہ بھی حیران رہ گئی۔

''تھیورا.....'' میں نے اسے پکارا۔

''میں..... میں عالم ہوش میں ہوں۔؟'' وہ کمزور آواز میں بولی۔

''ہاں تھیورا..... سنبھلنے کی کوشش کرو۔''

''تم آ گئے ہو..... اب میں ٹھیک ہوں۔'' تھیورا نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اور پھر وہ دوسروں کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''سب لوگ جاؤ۔'' بوڑھی عورت نے بہت برا سا منہ بنایا تھا..... بہرحال وہ باہر نکل گئی۔

''اپنا چہرہ کھول دو میکارا۔''

''اوہ۔ تمہیں میرا نام معلوم ہے۔''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''میں نے اپنا اوپری لباس اتار دیا..... تھیورا پاگلوں کے سے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''بیٹھ جاؤ میکارا.....'' اس نے کہا اور میں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ تب تھیورا اٹھی اور میرے پیروں کے نزدیک بیٹھ گئی۔

''ارے..... یہ کیا۔؟''

''بیٹھے رہو..... دیوتاؤں کے لئے بیٹھے رہو..... جو کچھ کر رہی ہوں کرنے دو۔'' اس نے دیوانگی کے انداز میں کہا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ نہ جانے احمق لڑکی کیا چاہتی تھی۔

تب وہ جھکی اور اس نے میرے پاؤں چوم لئے۔

''تھیورا.....'' میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

''بس میرے محبوب..... یہی میری چاہت کی انتہا تھی۔''

''لیکن تھیورا۔؟''

''تم ناراض تو نہیں ہوئے۔؟''

''ہرگز نہیں..... لیکن تھیورا..... تمہاری کیفیت عجیب ہے۔''

''ہاں..... مجھے احساس ہے۔''

''آخر کیوں۔؟''

''جاننا چاہتے ہو..؟''

''ہاں۔''

''تو سنو..... میں دل سے اس زندگی کو پسند نہیں کرتی۔ میں صرف اس لئے ناچنے گانے والی ہوں کہ میری ماں بھی وہی تھی میرا قصور یہ ہے کہ میں اس کے یہاں پیدا ہوگئی......اور میں..... لیکن مجھے وہی کرنا پڑا جو میری ماں کرتی تھی۔ خواہ میرے دل نے اس زندگی کو ایک لمحے کے لئے بھی قبول نہ کیا ہو..... تب میرا دل مردہ ہوتا چلا گیا۔ میں انسانوں کو ایک کھلونا سمجھنے لگی۔ تاہم..... میں نے ماں سے بغاوت کی اور اس کے کام میں الجھنیں پیدا کرتی رہی..... تب..... تب میکارا..... میں نے تمہیں دیکھا.....تم..... تم آسمان سے آئے تھے۔ تم میرے خواب تھے میکارا..... میں تمہیں چاہنے لگی ہوں..... کاش میں اپنی چاہت اپنے بدن کی شکل میں تمہیں دے سکتی۔ تم پہلے انسان ہو جس نے میرا بدن قبول نہیں کیا۔''

''نہیں تھیورا..... میں..... میں.....''

''نہیں میرے محبوب..... تمہارا مقام ان کتوں سے بلند ہے جو دولت خرچ کر کے میرا بدن چاٹنے آجاتے ہیں۔ میرے تو ہونٹ بھی اس قابل نہیں کہ میں تمہارے پاؤں چوم سکتی۔ لیکن اپنی طلب، اپنی چاہت سے مجبور ہو کر میں نے یہ عمل کر ڈالا۔''

''تھیورا.....'' میں حیران رہ گیا۔

''میں تمہیں اپنے بدن کا قرب نہیں دوں گی میکارا..... کیونکہ اس سے تمہاری شان گھٹ جائے گی۔ میں نے اپنی روح تمہیں سونپ دی ہے۔ کاش یہ بدن اس قابل ہوتا کہ میں اسے تمہارے سامنے پیش کر دیتی۔''

''اتنی محبت نہ کرو تھیورا.....''

''میں محبت کر نہیں رہی، مجھے محبت ہوگئی ہے۔''

''تم تو عجیب ہو تھیورا۔''

''میری خوشیوں کی انتہا نہیں ہے میکارا..... میں نے وہ سب کچھ پالیا ہے جس کی مجھے آرزو تھی۔''

''تم بے حد جذباتی ہو۔''

''زندگی میں پہلی بار ہی تو جذبات جاگے ہیں..... تم بھی انہیں سلا دو گے میکارا۔''

''کاش میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا۔''

''کرنا چاہتے ہو..؟'' اس نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

''ہاں..'' میں نے دل سے جواب دیا۔

''تو آج کی رات مجھے بخش دو۔ مجھ سے باتیں کرتے رہو مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے قدم چومتی رہوں۔ مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے قدموں میں سر رکھ کر سو جاؤں..... بس یہی میری چاہت کی انتہا ہے۔''

''تھیورا......'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''بالآخر تیری محبت نے مجھے مجبور کر دیا...... سن تھیورا...... کیا تو میرے بارے میں کوئی اندازہ لگا سکتی ہے۔؟''

''کیسا اندازہ۔؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا۔

''میں کون ہوں۔؟''

''تم میرے محبوب ہو...... اور بس۔''

''میرے بارے میں جاننا بھی نہیں چاہتی۔؟''

''میں صرف تیرے دل تک پہنچنا چاہتی ہوں۔'' تھیورا نے کہا۔

''تم میرے دل تک پہنچ چکی ہو تھیورا۔''

''تب تو نے مجھے کیوں ٹھکرا دیا میکارا۔؟''

''ٹھکرایا نہیں تھا۔ میرا ساتھی بھی تمہیں چاہتا ہے۔''

''تم نے اس کے لئے ایثار کیا تھا۔؟''

''ہاں۔''

''اور میرے لئے کچھ نہ سوچا۔''

''تجھ سے میری ملاقات بعد میں ہوئی۔''

''اس رات...... میں اس لڑکی کی قسمت پر رشک کرتی ہوں، جو اس رات تمہارے پہلو میں رہی۔''

''خیر...... ان باتوں کو چھوڑو...... یہ بتاؤ تمہاری اس چاہت کا اثر تمہاری ماں پر کیا پڑے گا۔؟''

''مجھے کسی کی فکر نہیں ہے۔''

''کیوں۔؟''

''اس لئے کہ وہ میری فکر نہیں کرتی۔ اس نے کبھی میرے بارے میں نہیں سوچا۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''میرے ساتھ زندگی بسر کرو گی تھیورا۔؟''

''یہ تصور اس تصور سے کہیں خوبصورت ہے جو بوڑھے مبلغ پیش کرتے ہیں۔ کیا کسی بھی طور یہ ممکن ہے میکارا۔؟''

''ہاں ممکن ہے...... لیکن تجھے انتظار کرنا ہوگا۔''

''ساری عمر کر سکتی ہوں...... بس تو آس دلا دے۔''

''تو سنو تھیورا...... میں یہاں ایک مشن پر آیا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا کام پورا ہونے میں کتنی دیر لگے گی۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا

کام ہو ضرور جانے گا۔ تب اس کے بعد میں تیرے پاس آؤں گا اور پھر تجھے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

''یہ الفاظ میری زندگی کے سب سے حسین الفاظ ہیں۔''

''یہ میرا وعدہ ہے۔''

''یہ مجھے زندہ رکھیں گے۔'' تھیورا نے پھر اپنا چہرہ میرے قدموں میں رکھ دیا۔

''اب تو تو اپنے ذہن سے غلط خیالات نکال دے۔''

''غلط خیالات.....؟'' اس نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''ہاں۔''

''کون سے غلط خیالات۔؟''

''یہی کہ تو میرے قابل نہیں ہے۔''

''میرے دل میں تیرا بہت بڑا مقام ہے میکارا..... میرے بدن سے بہت سے انسانوں کی غلاظت لپٹی ہوئی ہے۔ میں اس احساس کو بھی فراموش نہیں کرسکتی کہ میں تیرے قابل نہیں ہوں۔''

''تیری روح صاف ہے، تیری روح کو کوئی غلیظ نہیں کر سکا۔''

''اگر تو اس بات کو سمجھتا ہے تو میری خوش نصیبی ہے۔''

''تو اٹھ..... میری آغوش میں آ جا۔'' میں نے کہا اور وہ اٹھ گئی۔ اب میرے دل میں بھی اس کے لئے جذبات ابھر آئے تھے پروفیسر۔ چنانچہ میں نے اسے سینے سے لگا لیا..... اور پھر..... محبت کی منازل طے ہونے لگیں، طلب ابھر آئی جذبات سراہے گئے اور تھیورا سکون کی وادیوں کی سیر کرنے لگی۔ میں بھی اس کے حسین جذبات کی پذیرائی کر رہا تھا۔

تھیورا مدہوش تھی اور اس کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا..... دوسری صبح جب میں اس سے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے کہا۔ ''میکارا۔ ایک بات کہوں۔''

''کہو تھیورا۔''

''میں مر چکی ہوں۔''

''کیا مطلب۔''

''ہاں..... ساری دنیا کے لئے میں مر چکی ہوں۔ اب صرف میری روح زندہ ہے اور میں اپنی روح تجھے سونپ چکی ہوں۔ تو ایک بات کا یقین کر لے میکارا..... اب کوئی بوالہوس میرے بدن تک نہیں پہنچ سکے گا۔ میں نے اپنی روح کو بدن سے منسلک کر دیا ہے۔ کیونکہ اب اس پر تیرے نقوش ابھر آئے ہیں۔ میں تیرا انتظار کروں گی میکارا.....''

''تجھے الجھنیں پیش آئیں گی تھیورا۔''

''میں ان کا مقابلہ کروں گی۔''

''تیری ماں مجھے کوسے گی۔'' میں نے بوڑھی عورت کا تصور کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اگر اس نے مجھے مجبور کیا تب بھی اسے وہی پچھتاوا ہوگا جو میری بات مان کر.....''

''یعنی۔؟''

''میں جان دے دوں گی۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔'' ایسا نہیں کرنا تھیورا۔۔۔ ہر قیمت پر میرا انتظار کرنا۔''

اور پھر میں اور فرغوس وہاں سے واپس چل پڑے۔ فرغوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہ مسکرا کر شاید اظہار کرنا چاہتا تھا کہ وہ گزری ہوئی رات سے ناخوش نہیں ہے۔ پھر جب اس سے صبر نہ ہو سکا تو بول ہی پڑا۔

''میکارا۔۔''

''ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''بہت سنجیدہ ہو.....''

''ہاں فرغوس۔''

''کیوں۔؟''

''تمہاری حق تلفی سے میں خوش نہیں ہوں۔''

''ارے نہیں میرے دوست۔۔۔ میرا اس پر کوئی حق نہیں تھا۔ وہ تو ہر شخص کا حق ہے جو اس پر دولت خرچ کرے۔''

''لیکن اب وہ کسی کا حق نہیں رہی۔''

''کیا مطلب۔؟'' فرغوس نے نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''جو چیز میری ہو جاتی ہے..... پھر دوسروں کو اس سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔''

''اوہ۔ بڑی خوشی سے۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے میکارا۔''

''تم دیکھ لو گے۔''

''مجھے بتاؤ تو سہی ... کس طرح۔؟''

''آج سے کوئی شخص اس کی خواب گاہ میں نہیں جائے گا۔''

''اوہ، کیا تم نے اس سے منع کر دیا ہے۔؟''

''نہیں... اس نے خود مجھ سے کہا ہے۔''

''سنو میکارا...... میں اس بات سے ناخوش نہیں ہوں...... لیکن کیا وہ اس میں کامیاب رہے گی۔؟''

''یہ اس کا معاملہ ہے۔''

''اگر وہ کامیاب رہی تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔؟''

''میں اپنے کاموں سے نپٹنے کے بعد اسے اپناؤں گا۔'' میں نے جواب دیا... اور فرغوس سوچ میں ڈوب گیا۔

پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔''اگر یہ بات ہے میکارا... تو پھر تو فرغوس پر بھی کچھ ذمے داریاں آ پڑی ہیں۔ بھروسہ رکھو میکارا...... جب تک تم اپنے کام میں مصروف رہو گے تمہارا دوست فرغوس اس کی حفاظت کرے گا۔''

''فرغوس......'' میں نے اسے تعجب سے دیکھا۔

''یہ تمہارے دوست کا وعدہ ہے۔'' فرغوس نے کہا۔

''اور تمہاری محبت... تم بھی تو اسے چاہتے ہو۔؟''

''اس رات کو ذہن سے نکال کر...... اب میں اسے اپنے دوست کی عزت سمجھوں گا۔ میری محبت اب بھی برقرار ہے صرف اس کی شکل بدل جائے گی۔ اور تمہارے دوست نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرے گا میکارا...... دیوتاؤں کی قسم...... وہ اسی پر عمل کرے گا۔''

میں نے عقیدت بھری نظروں سے فرغوس کو دیکھا۔ عجیب ایثار پسند انسان تھا۔ بہرحال میں نے اس سے اس موضوع پر بات نہیں کی اور ہم واپس آ گئے۔ دوپہر تک میں فرغوس کے ساتھ اس کے گھر پر رہا اور دوپہر کے کھانے کے بعد ہم باہر نکل آئے۔

فرغوس مجھے لے کر شہپازیہ کے محل کی طرف چل پڑا اور پھر طویل فاصلہ طے کر کے ہم اس خوبصورت محل کے پاس پہنچ گئے۔ سارے انتظامات تھے۔ میں نے محل کے چاروں طرف گھوم پھر کر اس کا جائزہ لیا اور پھر اپنے لئے داخلے کا ایک راستہ منتخب کر کے وہاں سے واپس چل پڑا۔

پھر اسی رات...... جب لوگ سونے کے لئے اپنے اپنے بستروں میں چلے گئے۔ میں فرغوس کے مکان سے نکل آیا۔ جاں نثار دوست نے اپنے چلنے کی پیشکش بھی کی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔

''میرے دوست...... تم صرف اپنے وعدے کے ایفا میں مصروف ہو جاؤ۔''

''اور اگر تم کسی مصیبت میں پھنس گئے؟''

''یہ ممکن ہی نہیں ہے۔''

''لیکن...... شہپازیہ بے حد خطرناک ہے۔ میں صرف اس لئے کہہ رہا ہوں۔''

''فرغوس۔ میرے دوست۔ تم بہت سی حیرت انگیز باتیں سنو گے۔ میں صرف ایک بات کہہ رہا ہوں۔ اراتھون کی پوری فوج بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اس دعوے کی حقیقت تم دیکھ لو گے۔''

فرغوس نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ ظاہر ہے وہ میری بات سے مطمئن نہیں ہوا ہوگا۔

میں شہپا زیہ کے محل کی طرف چل پڑا۔ میرے بدن پر ویسا ہی لبادہ تھا جیسا میں ابتک استعمال کرتا رہا تھا۔ یوں میں اس کے محل کے نزدیک پہنچ گیا۔ روشنیاں ہو رہی تھیں۔ فضا خاموش تھی۔ میں محل کے اس حصے میں پہنچ گیا جسے میں نے منتخب کیا تھا۔

اور پھر میں پہرے داروں کی نگاہوں سے بچتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

شاید کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی اس طرح خونخوار شہپا زیہ کے محل میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لئے پہرے دار خاص چوکنے نہیں تھے۔ میں بآسانی اندر داخل ہو گیا۔

اب مجھے محل کے گوشوں میں اس جگہ کی تلاش تھی جہاں شہپا زیہ محوِ خواب ہو لیکن عقبی باغ میں مجھے سازوں کی آواز سنائی دی اور میں ٹھٹھک گیا۔ اس وقت رقص و سرور کی محفل میں شہپا زیہ ضرور موجود ہوگی۔ میں نے سوچا، ظاہر ہے اس کی غیر موجودگی میں کس کی مجال ہے کہ وہ گائے بجائے۔ چنانچہ میں آواز کی سمت چل پڑا۔

گھنے درختوں کے درمیان ایک قطعہ گھاس تھا جس پر حسین تخت بچھے ہوئے تھے۔ ان تختوں پر عورتیں اور مرد بیٹھے ہوئے تھے اور ایک تخت پر شہپا زیہ ایک حسین نوجوان کی آغوش میں دراز تھی۔

میں نے ایک گہری سانس لی۔ وہ نوجوان بہرحال مارا تھون نہیں ہو سکتا تھا۔

اور ایک تقریباً برہنہ رقاصہ رقص کر رہی تھی۔

دوسری جگہوں پر بھی ایسے ہی مناظر تھے۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ شہپا زیہ کس قدر عیاش عورت ہے۔

سازوں کی دھن بدل گئی، رقاصہ کا رقص ختم ہو گیا۔ پھر دو نوجوان چست و چالاک آئے۔ ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں۔ وہ تلواروں کو ہلا ہلا کر وحشیانہ رقص کرنے لگے۔

شہپا زیہ نوجوان کی آغوش سے اٹھ گئی۔ وہ دلچسپی سے رقص دیکھ رہی تھی۔

رقص کرنے والے نوجوان خوفناک رقص پیش کرتے رہے پھر ایک شخص بغل میں ایک بنڈل دبائے اندر داخل ہوا۔ اس نے بنڈل شہپا زیہ کے سامنے کھول دیا۔ اس سے ایک حسین لڑکی نکل پڑی تھی۔

''خوب.....!'' شہپا زیہ مسکرائی تھی۔ ایک اور شخص ایک طشت میں قدرے چھوٹی لیکن چمکدار تلواریں لے کر آیا اور اس نے وہ تلواریں ایک جگہ رکھ دیں۔ تلواروں کا رقص پیش کرنے والے نوجوان رک گئے۔ انہوں نے اپنی تلواریں رکھ دیں اور پھر اس طشت میں سے دو تلواریں اٹھا لیں۔ پھر وہ ایک نئے قسم کا رقص پیش کرنے لگے۔ بنڈل میں آئی ہوئی لڑکی ایک درخت کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور پھر رقص کرتے ہوئے جوانوں کے ہاتھ سے تلواریں نکلیں اور لڑکی کے دائیں بائیں درخت میں پیوست ہو گئیں۔ نوجوانوں نے دوسری تلواریں اٹھا لیں۔ اور پھر یکے بعد دیگرے ساری تلواریں درخت میں پیوست ہو گئیں۔ لڑکی صحیح سالم ان کے درمیان سے نکل آئی۔ شہپا زیہ نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر اس نے جوانوں اور لڑکی کو بڑا انعام دیا اور مسکراتے ہوئے اپنے ساتھی سے بولی۔

''کیا کھیل تھا جیکاش۔؟''

''نہایت دلچسپ۔ نہایت سنسنی خیز۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

تمہیں پسند آیا۔؟''

''بے حد۔''

''لیکن کیا تم اس لڑکی کی ہمت کی داد نہ دو گے جو اس سکون سے کھڑی رہی۔''

''بے شک وہ قابلِ داد ہے۔''

''اگر تم اس کی جگہ ہوتے تو کھڑے رہتے۔؟''

''بشرطیکہ تلواریں تمہارے ہاتھ میں ہوتیں۔''

''اوہ...... کیوں۔؟'' شہپازیہ نے پوچھا۔

''تمہارے ہاتھ سے موت بھی آ جاتی تو کچھ نہ تھا۔''

''غلط ...تم درخت کے پاس سے فرار ہو جاتے۔''

''اگر تلواریں تمہارے ہاتھ میں ہوتیں تب بھی ...؟'' نوجوان نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''ہرگز نہیں...... کبھی آزما لینا۔''

''آج ہی کیوں نہ آزماؤں۔؟''

''میں تیار ہوں ......'' جیکاش نے شاید یہ خیال کیا تھا کہ شہپازیہ اس کھیل کے لئے تیار نہ ہوگی۔ لیکن شہپازیہ سچ مچ کھڑی ہو گئی تھی۔

''اٹھو...'' اس نے کہا اور جیکاش کے چہرے پر ہلکی سی بدحواسی نظر آنے لگی۔

''تم نے شاید مذاق سمجھا ہے؟'' شہپازیہ بولی۔

''نہیں۔ میری زندگی! میں تمہارے لئے جان دینے پر آمادہ ہوں۔'' جیکاش کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

''تو آؤ...... آج امتحان ہو جائے۔'' شہپازیہ نے کہا اور پھر اس نے حکم دیا کہ درخت سے ساری تلواریں نکال لی جائیں۔ جیکاش کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

یہاں تک کہ تلواریں شہپازیہ کے سامنے پیش کر دی گئیں۔

''چلو جیکاش۔ درخت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔''

''میں قول... کا صادق ہوں۔'' جیکاش نے کہا۔ حالانکہ اس کا رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔ پھر وہ درخت کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور شہپازیہ

نے تلوار اٹھائی۔

جیکاش ابھی تک امید وبیم کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ ظاہر ہے تلواروں کا کھیل پیش کرنے والے اپنے نشانے کے ماہر تھے اور ملکہ شیپا زیہ اناڑی..... لیکن جیکاش سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے ملکہ اس سے دلچسپ مذاق کر رہی ہو..... اسے آزما رہی ہو..... اور اگر وہ ثابت قدم رہا تو وہ مسکرا کر تلواریں پھینک دے گی۔ چنانچہ وہ کھڑا رہا اور ملکہ کے ہاتھ سے ایک چھپاتی تلوار نکلی اور درخت سے کافی دور سے آگے نکل گئی۔

''اس بار نشانہ خطا نہیں ہوگا جیکاش۔'' شیپا زیہ نے کہا۔

لیکن اس بار جیکاش کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ وہ حتی الامکان کوشش کر رہا تھا کہ اس کے چہرے سے خوف کا اظہار نہ ہونے پائے۔ اس نے آنکھیں بھی بند کر لی تھیں اور شیپا زیہ دوسری تلوار کھول رہی تھی۔

پھر اس نے نشانہ لے کر تلوار پھینکی۔ اور بہت سی آوازیں ایک ساتھ نکل گئیں۔ ان میں جیکاش کی بھیانک چیخ بھی شامل تھی۔ تلوار اس کے سینے کو چھید گئی تھی اور اس سے خون کا فوارہ ابل پڑا تھا۔

لوگ جیکاش کی طرف دوڑے۔ اور ملکہ ان کی طرف مڑی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے خونخوار غراہٹ سے پوچھا اور لوگوں کے قدم رک گئے۔ وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے ملکہ کو دیکھنے لگے۔

''اپنی جگہ کھڑے رہو..... اور جیکاش۔ تم اپنی جگہ چھوڑ رہے ہو۔''

''شیپا..... شیپا..... میں.....'' جیکاش نے نہ جانے کس طرح کہا۔

''تم امتحان میں ناکام ثابت ہو رہے ہو۔'' ملکہ غرائی۔ ''اور میں جھوٹوں کو برداشت نہیں کرتی۔'' اس نے دوسری تلوار اٹھائی اور اس سے قبل کہ جیکاش اپنی جگہ چھوڑے، تلوار اس کے دل کے مقام میں پیوست ہو گئی۔

جیکاش اچھل کر نیچے آ رہا۔ اب وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور ملکہ غضبناک انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ دوسروں کی طرف مڑی۔ ''دیکھا تم لوگوں نے..... ابھی میرے پاس کتنی تلواریں ہیں اور اس نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ کیا ایسے انسانوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔''

''ہرگز نہیں۔'' بہت سی سہمی ہوئی آوازیں ابھریں۔

''تب اسے میری نگاہوں سے دور کر دو۔ میں ایسے لوگوں کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ سنو..... غلامو..... اسے اٹھا کر عقبی دریا میں پھینک دو۔''

''جو ارشاد ملکہ عالیہ۔'' دو غلام آگے بڑھے اور انہوں نے دم توڑتے ہوئے جیکاش کو اٹھا لیا۔ پھر وہ اسے لئے باغ کے ایک گوشے کی طرف چل پڑے جہاں شاید دریا تھا۔

ملکہ کا موڈ بگڑ گیا تھا اس لئے رقص وسرور کی محفل دوبارہ جاری نہ ہو سکی۔ ملکہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کھیل ختم کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور پھر وہ کنیزوں کے جھرمٹ میں واپس محل کے اندرونی حصے کی طرف چل پڑی۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ جیکاش اس کا محبوب تھا۔ وہ چند ساعت قبل اس کی آغوش میں لیٹی ہوئی تھی لیکن کھیل ہی کھیل میں اس

نے اپنے محبوب کو قتل کر دیا تھا۔ بیشک اس وحشی عورت کی ایک حرکت میں نے جہاز پر دیکھی تھی لیکن ابھی اس نے جو کچھ کیا تھا وہ وہم و گمان سے باہر کی بات تھی۔ محفل منتشر ہو گئی۔ ایک ایک کر کے سب لوگ چلے گئے تو میں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور نگاہوں سے بچتا ہوا محل میں داخل ہو گیا۔ اب مجھے شہپازیہ کے کمرے کی تلاش تھی۔ ایک خوبصورت دروازے پر مسلح پہرے داروں کو کھڑے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہ شہپازیہ کا کمرہ ہی ہو سکتا ہے۔

چند ساعت میں نے انتظار کیا.... سوچتا رہا.... اور پھر پہرے داروں کی طرف بڑھ گیا.... پہرے داروں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا۔

''مجھے ملکہ شہپازیہ نے طلب کیا ہے۔'' میں نے فوراً کہا۔ اور پہرے دار راستہ چھوڑ کر الگ ہٹ گئے۔ شاید ان کے لئے نئی بات نہ تھی.... میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

☆............☆............☆

شہپازیہ کا محل جس قدر شاندار ہو سکتا تھا اسی قدر شاندار تھا۔ ظلم و ہوس کی ملکہ کی فطرت کا اندازہ اس کی خوابگاہ کی سجاوٹ سے بھی لگایا جا سکتا تھا۔ نازک جانوروں کو نہایت اذیت دے کر قتل کیا گیا اور ان کی موت کے منظر کو محفوظ کرا لیا گیا تھا۔ کسی پرندے کی خوبصورت آنکھیں نکال کر اس کے پیروں کے پاس رکھ دی گئی تھیں، کسی کی گردن میں تیر پیوست تھا، کسی کا حلق کھول کر اس میں کیل پھنسا دی گئی تھی اور اس نے حلق بند نہ ہونے کی وجہ سے جان دی تھی۔ پھر انسانی کھوپڑیاں تھیں جو بڑے احترام سے رکھی گئی تھیں۔ بعض کھوپڑیوں کو سونے کے تاج پہنائے گئے تھے۔

غرض ان تمام چیزوں سے خون آشام ملکہ کی وحشتناک فطرت کا اندازہ ہوتا تھا۔

لیکن نہ جانے یہ عورت اس قدر وحشی کیوں تھی۔ اس کے پس پردہ کون سی جبلت کام کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا لیکن اس وقت اس سوال کے جواب کی کوئی تک نہیں تھی۔

میں خاموشی سے آگے بڑھتا رہا۔ خوابگاہ کیا تھی، اچھا خاصا کھڑاگ تھا۔ جانوروں کی کھالوں پر سے گزرتا ہوا، میں آگے بڑھتا رہا، ان خونریز مناظر کے بعد ہوس کے مناظر شروع ہوتے تھے۔ یہ مجسموں کی شکل میں تھے۔ بیشک فن مجسمہ سازی کے نادر نمونے، لیکن سب کے سب شرمناک تھے۔ ان میں زیادہ تر مرد عورت کو محو اختلاط دکھایا گیا تھا لیکن عجیب وحشیانہ جبلت کی نشاندہی کرتے تھے۔ اکثر غیر فطری عمل کے مظہر تھے۔ اکثر میں وحشت خیز مناظر پیش کئے گئے تھے۔ ظلم و بربریت کے مناظر وہ باہمی سکون کسی ایک لمحے میں نمایاں نہیں تھا، جو مرد عورت کے ایک دوسرے سے التفات کا مظہر ہوتا ہے۔ کہیں مرد مظلوم تھا تو کہیں عورت.....!

درحقیقت ان مجسموں کے اس پورے ماحول نے مجھے چکرا کر رکھ دیا تھا.... یہ عورت..... اس کی فطرت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ یوں تو میں نے دنیا کے انتہائی انوکھے عجوبے دیکھے تھے لیکن وہ سارے عجوبے اس عورت کے سامنے ماند نظر آتے تھے..... نہ جانے وحشی عورت انسانیت سے اس قدر ہٹی ہوئی کیوں تھی۔

یہ مناظر مجھے قدم قدم پر روک رہے تھے۔ مجھے ان میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی لیکن میرے قدم ابھی تک کہیں نہیں رکے تھے۔ میں بدستور آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر میں خوابگاہ کے آخری حصے میں پہنچ گیا۔

یہ حصہ خوابیدہ روشنیوں کا تھا۔ فانوسوں پر ایسے شیشے لگے ہوئے تھے جن کی روشنیاں تیز ہوتی ہیں۔ وہیں ایک سیاہ پردوں میں لپٹا ہوا چھپر کھٹ تھا، جس میں ایک روشنی نظر آرہی تھی۔

اور یہ روشنی ملکہ شہپازیہ کے سفید بدن کی تھی۔

سیاہ پردوں کے عقب سے اس کا عریاں بدن جھلک رہا تھا۔ وہ بے سدھ پڑی تھی، شاید سوگئی تھی۔ میرے قدم رک گئے۔ میں ٹھٹھک گیا۔ وہ اگر وہاں لباس میں ہوتی تو میرے جھجکنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن اسے عریاں دیکھ کر میرے قدم خود بخود رک گئے تھے۔

ٹھیک تھا، یہ اس کی خوابگاہ تھی۔ ٹھیک ہے یہاں اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں داخل ہوسکتا تھا لیکن اس کے باوجود یوں لباس سے بے نیازی انوکھی تھی۔

لیکن یہ برہنگی بھی اس کی فطرت کے ایک اور پہلو کو عریاں کرتی تھی۔ میری نگاہیں پہلے الجھے ہوئے انداز میں اس پر گڑی رہیں اور پھر میری آنکھوں میں دلچسپی کی چمک پیدا ہوگئی۔

ملکہ کا بدن بے حد حسین تھا۔ یوں تو ہر جوان عورت، خوبصورت ہوتی ہے۔ شاید یہ حسن نگاہ، لیکن بعض اجسام اپنے اندر نمایاں خوبیاں رکھتے ہیں۔ وہ اس قدر جاذب نگاہ ہوتے ہیں کہ آنکھیں ان پر چپک کر رہ جاتی ہیں۔

میں کافی دیر تک ملکہ شہپازیہ کو دیکھتا رہا، پھر مجھے احساس ہوا کہ اس طرح کھڑا رہنا میری شان کے خلاف ہے، چنانچہ میں چند قدم آگے بڑھا اور پھر میں نے سیاہ پردے کی دیوار ہٹادی لیکن ملکہ شاید نیم غنودہ تھی، یا پھر ایسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اسے میرے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی۔ تب میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

''شہپازیہ۔''

گو میری آواز تیز نہیں تھی بلکہ ایک ہلکی سی سرگوشی کی حیثیت رکھتی تھی لیکن شہپازیہ کسی زخمی سانپ کی مانند ہی پلٹی تھی اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے مسہری سے نیچے چھلانگ لگائی کہ میں حیران رہ گیا۔ بلاشبہ وہ انتہائی پھرتیلی تھی۔

اس کی نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں اور پھر وہ اتنی زور سے اچھلی کہ گرتے گرتے بچی۔ اس نے مسہری پر دونوں ہاتھ رکھے اور جھک کر میری شکل دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں شدید حیرت تھی۔

''تم...... تم...... کیا یہ خواب ہے۔؟'' وہ آہستہ سے بولی۔

''نہیں...... تم جاگ رہی ہو ملکہ شہپازیہ۔'' میں نے کہا۔

''ناممکن......'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اپنا جائزہ لو۔ تم جاگ رہی ہو۔''

''تم کہاں چھپ گئے تھے؟ کہاں غائب ہوگئے تھے۔؟''

''سمندروں میں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا۔''

''جھوٹ بولتے ہو۔''

''کیوں۔؟''

''میرے آدمیوں نے تمہیں کہاں کہاں نہیں تلاش کیا، انہوں نے تو ایک ایک چپہ چھان مارا۔''

''ہونہہ۔ تمہارے آدمیوں کی تعداد کتنی ہے۔ کیا تم انہیں سمندر کی وسعتوں میں پھیلا سکتی ہو۔؟'' میں نے حقارت آمیز انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں۔''

''کون سی بات۔؟''

''یہی کہ تم سمندروں کے باسی ہو۔''

''تمہارے نہ ماننے سے میری حقیقت نہیں بدل سکتی۔''

''مگر میں کیسے مان لوں..... آخر تم انسان ہو۔''

''تم سب کچھ جانتی ہو۔؟'' میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کافی احمق ہو۔'' میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

''تم گستاخی کر رہے ہو۔'' شہپازیہ نے کہا۔

''نہیں۔ حقیقت کہہ رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ آہستہ آہستہ سیدھی کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھیں سانپ کی آنکھوں کی مانند میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور پھر ان آنکھوں میں تبدیلی آنے لگی۔ اب وہ عجیب سے انداز میں میرے سراپے کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

''لیکن تم جیسے حسین انسانوں کی گستاخی بھی برداشت کی جاسکتی ہے..... آؤ..... بیٹھو..... کھڑے کیوں ہو۔؟'' وہ مسہری کے عقب سے نکل آئی۔ اس نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں نے کوئی ردوقدح نہیں کی۔ میں خاموشی سے ایک نشست پر بیٹھ گیا اور وہ مسہری پر میرے سامنے بیٹھ گئی۔ اب اس کی آنکھوں میں مٹھاس تھی اور اس کے آتشیں ہونٹ انوکھے انداز میں پھڑک رہے تھے۔

''اتفاق سے ہماری ملاقات جس ماحول میں ہوئی، وہ خوشگوار نہیں تھا۔ حالانکہ..... تم تو محبت کے دیوتا ہو۔ تم کون ہو سنہرے بدن والے، اب بھی مجھے نہ بتاؤ گے۔؟''

''ہاں..... ہماری ملاقات اچھے ماحول میں نہیں ہوئی ملکہ شہپازیہ۔ لیکن اس میں بھی قصور تمہارا تھا۔ میں نے تو طویل عرصہ کے بعد سمندر

سے سرابھارا تھا۔ سو میں نے تمہارا جہاز دیکھا۔ ہر چند میں ایسی چیزوں سے ناواقف نہیں تھا لیکن تمہارے جہاز پر میرے ساتھ جو سلوک ہوا وہ خوشگوار نہیں تھا۔''

''تم اب بھی اسی بات پر اصرار کئے جاؤ گے کہ تم سمندر کی مخلوق ہو۔؟''

''ہاں۔''

''کیوں۔؟''

''اس لئے کہ میں ہوں۔''

''لیکن میں نہیں مان سکتی۔''

''آخر کیوں۔؟''

''اس لئے کہ اس سے قبل میں نے کوئی ایسا آبی کیڑا نہیں دیکھا جو انسانوں کی مانند ہو، انسانوں کی سی شکل رکھتا ہوں، انسانوں کی طرح بول سکتا ہو... اور... اس میں ساری خصوصیات انسانوں جیسی ہوں۔''

''مجھے اس بات پر اختلاف ہے۔ تم خود کو مکمل جہاندیدہ کیوں سمجھتی ہو... ابھی تو تم نے بہت سی چیزیں نہ دیکھی ہوں گی۔''

''لیکن اگر میں تمہاری بات مان بھی لوں، تو میرے ذہن میں خلش رہے گی۔''

''کیسی خلش۔؟''

''بڑے بڑے نجومیوں نے زمین پر تمہاری نشاندہی کی تھی۔''

''تمہارے نجومی احمق ہیں۔''

''ہرگز نہیں۔'' وہ پھر گرم ہوگئی۔ چند لمحات دانت پیستی رہی پھر آہستہ آہستہ اعتدال پر آگئی۔ ''تم جان بوجھ کر ایسی باتیں کرتے ہو، جو مجھے اشتعال دلا دیتی ہیں۔''

''میں نے سچ کہا ہے۔''

''ان کی کوئی بات جھوٹ نہیں ہوتی۔''

''لیکن میں کہتا ہوں وہ جھوٹے ہیں۔''

''آخر کس طرح۔؟''

''پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے تم سے میرے بارے میں جھوٹ باتیں کہی ہیں۔ کہ میں اس زمین کا انسان ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں شیپا زیہ کہ وہ میرے بارے میں نہ کچھ جانتے ہیں اور نہ جان سکتے ہیں۔''

''تم دعویٰ کر رہے ہو۔؟''

''ہاں۔''میں نے جواب دیا۔

''اور اس دعوے کو سچ کر دکھاؤ گے۔؟''

''ہاں..... ہاں۔''

''کس طرح۔؟''

''جس طرح تم چاہو۔''میں نے لاپرواہی سے جواب دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''انوکھی بات ہے لیکن میں تمہارے ذریعے ضرور ان کا امتحان لوں گی۔''

''میں تیار ہوں۔''

''تم نہیں جانتے، میں نے تمہیں کتنا تلاش کیا ہے۔''

''کیوں۔؟''میں نے پوچھا۔

''کیوں۔؟''وہ پرخیال انداز میں بولی۔ سوچنے لگی اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر جنون ابھر آیا۔''اس لئے کہ تم نے میری توہین کی تھی، اس لئے کہ..... اس لئے کہ میں تمہاری چند حیاں بکھیر دینا چاہتی تھی۔''

''چلو..... میں موجود ہوں۔''

''میں..... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ میں.....''وہ ایک طرف لپکی اور اس نے ایک میز سے ایک چمکدار خنجر اٹھا لیا۔''کون ہے جو میری چشم و ابرو کے ایک اشارے پر جان وار نے کو تیار نہ ہو جائے۔ کون ہے جس نے میرے حکم سے سرتابی کی اور زندگی نہ گنوا دی۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتی سمجھے۔''

اس نے پوری قوت سے میری اوپر خنجر کا وار کیا لیکن میں نے اس کی کلائی پکڑ لی اور وہ وحشیانہ انداز میں قوت صرف کرنے لگی۔ حیرت انگیز عورت تھی۔ بلاشبہ وہ کئی مردوں سے زیادہ طاقتور تھی۔ ایک عام مرد اس کی قوت کے مقابلے پر کچھ نہ تھا۔ وہ جدوجہد کرتی رہی اور پھر تھک گئی۔ اب وہ مضمحل ہو گئی تھی۔

''تم نے..... تم نے میرے ہونٹوں کا بوسہ نہ لے کر میری سخت توہین کی تھی۔''اس نے بجھے بجھے انداز میں کہا۔

''تمہارا خیال غلط ہے ملکہ۔''

''کیوں؟ بتاؤ کیوں۔؟''

''تم شرط ہاری تھیں۔''

''پھر۔؟''

''میں تمہیں ہارنے کا دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔''

''کیا..... کیا واقعی۔؟'' اس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں۔''

''لل..... لیکن کیوں۔؟''

''اس لئے کہ تم بہت خوبصورت ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ میری شکل دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ میرے نزدیک آ گئی۔ اتنی نزدیک کہ اس کا بدن میرے بدن سے مس ہونے لگا۔

''کیا تم دل سے یہ بات کہہ رہے ہو۔؟''

''ہاں۔''

''تب..... پھر..... تب پھر تم نے مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔؟''

''میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔''

''اتنے دن تک۔؟''

''ہاں۔ مجھے تمہارے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ مجھے تمہاری دنیا کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ بس پھر میں نے معلوم کیا اور مجھے تمہارا پتہ مل گیا، سو میں تمہارے پاس آ گیا۔''

''کیسی انوکھی باتیں کر رہے ہو۔ میں کیا کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ بھلا سمندری انسان، اتنا حسین، اتنا خوبصورت، ہاں تمہارے حسن عام انسانوں سے مختلف ہے اور تمہارا بدن بھی۔ تم بیشک دنیا کے انسانوں سے زیادہ حسین ہو اور تمہارے بدن کا یہ رنگ مصنوعی تو نہیں ہے۔ مصنوعی رنگ تو پانی سے دھل جاتا ہے۔ پھر سمندر کے تم جیسے انسان اس سے قبل کیوں نہ دریافت ہوئے۔؟''

''کیونکہ سمندر نے پوری زندگی میں ایک ہی انسان کو جنم دیا۔'' میں نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا مطلب۔؟''

''ابر نیساں نے ایک حسین سیپی کو نوازا، جس نے منہ کھول دیا تھا لیکن کون جانتا تھا کہ پانی کا یہ قطرہ زندگی سے لبریز ہے۔ سیپ کا منہ بند ہو گیا..... اور اس میں زندگی پرورش پانے لگی۔ سنہری وجود، جو عام موتیوں کی طرح گول نہیں تھا۔ بلکہ اس کی شکل مختلف تھی اور سیپ کا بدن بڑھتا رہا..... یہاں تک کہ اپنی وسعت کھونے کے بعد وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ تب ننھا وجود پانی کی گہرائیوں میں بے یار و مددگار رہ گیا۔ وہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ اسے کچھ نہیں آتا تھا۔

بھوک پیاس سے بلکتا ہوا وہ پانی میں تیرتا رہا۔ تب ننھی سرخ اور پیلی مچھلیوں نے اسے دیکھا۔ حیران ہو گئیں۔ پھر انہیں اس وجود کی کراہیں سنائی دیں۔ انہوں نے اس کا درد جاننے کی کوشش کی اور پھر سرخ مچھلیوں کا غول منہ میں سبز پتے دبائے اس کے گرد پھیل گیا۔ انہوں نے اسے خوراک دی اور جب وہ خوش ہو گیا۔ جب اس نے رونا بند کر دیا..... تو وہ اسے پہاڑوں میں لے گئیں۔ انہوں نے اسے اسفنج کے غار میں آرام سے سلا دیا۔

تب یہیں ہونے لگا۔ ننھی مچھلیاں اس کی دوست بن گئیں۔ وہ اس کی پرورش کرنے لگیں اور وہ پروان چڑھتا رہا۔ اب وہ سمندر میں دور دور نکل جاتا ہے۔ سارا سمندر اس کا دوست ہے۔''

''اوہ۔ وہ تم ہو۔؟'' ملکہ نے جلدی سے کہا۔

''ہاں۔''

''ہائے۔ کس قدر دلکش کہانی ہے۔ کاش سچ بھی ہوتی۔''

''تم اسے جھوٹ سمجھتی ہو۔؟''

''برا مان گئے۔؟'' وہ انداز محبوبیت سے بولی۔

''تم نہ مانو۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''چلو مان گئی۔ لیکن ابھی تو بہت سے سوال تشنہ ہیں۔''

''وہ بھی پوچھ لو۔''

''کیا سمندر میں تمہارے جیسا اور کوئی نہیں ہے۔؟''

''ممکن ہے ہو۔ میں نے نہیں دیکھا۔''

''عورت..... تمہارا جوڑا بھی نہیں ہے۔؟''

''نہیں۔''

''تم اکثر زمین پر آتے رہتے ہوگے۔؟''

''ہاں۔''

''زمین کی کسی عورت نے تمہیں متاثر کیا۔؟''

''ہاں۔''

''گویا تم عورت کے وجود سے واقف ہو۔ اس کی دلکشی سے آشنا ہو۔؟''

''ہاں۔''

''بحیثیت عورت میں تمہارے لئے کیسی ہوں۔؟''

''دلکش۔ اسی لئے تو میں تمہیں تلاش کر رہا تھا۔''

''ناقابل یقین۔ حیرت انگیز... مگر کچھ بھی ہو تم بھی مجھے پسند کرتے ہو تو... آؤ... دور کیوں ہو۔ فاصلے ختم کرو۔ اجنبیت مٹا دو... آؤ...'' اس نے ایک انگڑائی لی اور بستر پر لیٹ گئی۔ بہرحال اس کا قرب بھی میرے پروگرام میں شامل تھا، چنانچہ میں نے احتراز نہیں کیا۔

لیکن اس آبی مخلوق کی مکمل حقیقتیں تو شہپازیہ کو بستر پر ہی معلوم ہوئیں۔ میرا ابھی یہی خیال تھا کہ اس کے جسم میں شیطان حلول کر گیا تھا۔ عجیب بے قرار عورت تھی۔ بڑی خوفناک قوتوں کی مالک تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے زندگی میں پہلی بار اسے کسی مرد کا قرب حاصل ہوا ہو۔ ساری رات اس نے آنکھوں میں گزار دی اور جب دن کی روشنی پھوٹی تو وہ دانت پیسنے لگی۔

''اوہ ......اوہ...... شاید سورج نکل آیا ہے۔'' اس کے حلق سے غراہٹیں نکلیں۔

''ہاں۔ صبح ہوگئی ہے۔''

''کیوں ہوگئی ہے صبح۔ کاش۔ ...کاش میں سورج کا چہرہ ڈھک سکتی۔ کاش میں روشنی کے اس گولے کو سمندر میں غرق کر سکتی۔''

''رات پھر آئے گی شہپازیہ۔'' میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔

''روشنی میری دشمن ہے۔ روشنی میری دشمن ہے۔ سمندر والے۔''

''اٹھو۔'' میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

''کاش میں روشنی کو ہمیشہ کے لئے فنا کر سکتی۔'' اس نے کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔ تب وہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگی اور پھر اس کی آنکھوں میں نرمی آگئی۔ ''تم ایسے ہی انوکھے ہو...... تم ایسے ہی دلکش ہو کہ تم سے جدائی کا تصور جان لیوا ہے۔''

''ابھی تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''اور جب تک میں چاہوں گی ساتھ رہو گے۔؟''

''ہاں۔ ...جب تک تم چاہو گی۔''

''اچھا۔'' اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا اور اٹھ گئی۔

''تمہارے محل میں میری موجودگی تشویشناک تو نہ ہوگی۔؟''

''کیا مطلب۔؟'' وہ غرائی۔

''شاہ مارا تھون اس پر اعتراض نہ کرے۔؟''

''اس کے بدن کی کھال اتروا کر میں اس میں اناج بھروا دوں گی۔ اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔'' شہپازیہ نے کہا اور میں گہری سانس لے کر گردن کھجانے لگا۔ شہپازیہ چلی گئی اور میں بھی ضرورت سے فارغ ہو کر تیار ہو گیا۔

تب ایک ملازمہ میرے پاس پہنچ گئی۔ ''ملکہ شہپازیہ ناشتے پر آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔'' اس نے اطلاع دی اور میں اس کی رہنمائی میں ناشتے پر پہنچ گیا۔ لمبی چوڑی میز بے شمار اشیاء سے بھری ہوئی تھی اور اس میز پر صرف ہم دو افراد بیٹھے تھے۔ شہپازیہ کے چہرے پر بڑی نرم مسکراہٹ تھی وہ پیاسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

''بے شک میں نے تم جیسا حیرت انگیز انسان نہیں دیکھا۔''

''لیکن تمہارے نجومی بہرحال کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔''

''میں انہیں چھوڑوں گی نہیں۔''

''کیا مطلب۔؟''

''غلط اطلاعات دینے کے بعد ان کی زندگی کیونکر ممکن ہے۔''

''اوہو..... میرا خیال ہے صرف انہیں تنبیہ کردو۔''

''ہرگز نہیں۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔''

''لیکن یہ اصول غلط ہے۔''

''اوہ..... اوہ۔ ایسی باتیں مت کرو سمندر والے۔ میں اس کی عادی نہیں ہوں۔ تمہارے علاوہ یہ الفاظ اور کسی کی زبان سے نکلے ہوتے تو میں اس کی زبان کٹوا دیتی۔''

''تم جلد بازی کی عادی معلوم ہوتی ہو۔''

''میں تیراشاک دیوتا کی منظور نظر ہوں۔ جب میں پیدا ہوئی تھی تو میرے بدن کے گرد آگ روشن تھی اور میری ماں اسی آگ کی تکلیف سے مرگئی۔ پہلے مجھے منحوس قرار دیا گیا اور میرے باپ کو اکسایا گیا کہ وہ مجھے قتل کرادے۔ میں خوبصورت تھی اور میرا باپ مجھے مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر دوسرے لوگوں نے بھی یہی مطالبہ کیا تو میرا باپ تیار ہو گیا۔

اور جس وقت مجھے قتل کرنے کے لئے بہت سے مذہبی لوگ جمع ہوئے، گھر میں آگ لگ گئی، میرے سوا کوئی اس آگ سے نہ بچ سکا۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ آگ جو میرے گرد رقصاں تھی جس کی وجہ سے میری ماں مری تھی تیراشک دیوتا کا حسن تھی۔ یقیناً تیراشاک نے مجھے اپنی آغوش میں لے رکھا تھا لیکن یہ بات لوگوں کی سمجھ میں اس وقت آئی جب وہ ایک بڑا نقصان کر بیٹھے۔ بہرحال اس کے بعد میری پرورش ایک متبرک ہستی کی حیثیت سے ہونے لگی اور میری ہر خواہش ایک مذہبی عقیدہ اور مذہبی فریضہ بن گئی۔ میں جوان ہوئی تو کوئی عام انسان مجھ سے شادی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ مارانھون کو مجبور کیا گیا کہ وہ مجھ سے شادی کرلے۔ مارانھون میرا شوہر بن گیا۔ وہ خود بھی مجھ سے خوفزدہ رہتا تھا اور میرے کسی معاملے میں دخل نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ بحیثیت مرد وہ میرے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ خود اسے اس کا احساس ہے چنانچہ مجھے ہر طرح کی آزادی ہے۔''

''اوہ۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ بیشک وہ ہر لحاظ سے عجیب تھی اور کافی طاقتور بھی تھی۔ گویا یہاں اس کی اچھی خاصی پوزیشن تھی۔

''اور سمندر والے۔ میں خود کو دنیا کی انوکھی شخصیت سمجھتی تھی لیکن دنیا کی دوسری انوکھی شخصیت تم ہو۔ ممکن ہے تم طویل عرصہ تک میرے ساتھ رہو۔'' اس نے کہا اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ ''بشرطیکہ میں تمہیں طویل عرصہ تک برداشت کرسکی اور یہ مشکل ہی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''دراصل''۔ وہ پُرخیال انداز میں بولی۔ ''میری فطرت عجیب ہے۔''

''کیا؟''

''بعض چیزیں مجھے اتنی پسند آتی ہیں کہ میں ان کے بارے میں انوکھے انداز میں سوچنے لگتی ہوں۔ میں سوچتی ہوں کہ انہیں تاحیات خود سے جدا نہیں کروں گی لیکن جتنی شدت سے میں انہیں چاہتی ہوں اتنی ہی شدت سے ان سے نفرت کرنے لگتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ان کا وجود فنا کردوں۔ وہ میری نگاہوں سے اتنی دور چلی جائیں کہ میں انہیں دوبارہ نہ دیکھ سکوں اور... اور ان کی حسرت کرتی رہوں۔''

''اوہ۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ چونک کر بولی۔

''تم اگر مجھے قتل کردوگی تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا۔''

''کیوں؟'' اس نے نشہ آلود آواز میں کہا۔

''تمہارا ایک رات کا قرب، تمہارا ایک رات کا لمس، پوری زندگی کا حاصل ہے۔ اس کے بعد انسان کو زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہتی۔'' میں نے چالاکی سے کہا۔

''نہیں۔ سمندر والے۔ تمہیں کھو کر میں خوش نہیں رہ سکوں گی۔ اس لئے تم سے میری ایک درخواست ہے۔'' اس نے بڑے پیار سے کہا۔

''کیا؟''

''میں... میں اگر کبھی تمہیں قتل کرنے کی کوشش کروں تو تم اپنی حفاظت کرنا۔''

''اوہ۔'' میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

''ہوش میں آنے کے بعد میری محبت بے پناہ ہوگی۔ مجھے اس کا افسوس نہیں ہوگا کہ تم میرے شکار کیوں نہ بنے۔ اکثر میں کھوئی ہوئی چیزوں کے لئے رنجیدہ رہتی ہوں۔''

''انوکھی ہو۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''انوکھے تو تم بھی ہو۔ بہرحال مجھے پسند ہو لیکن تمہاری شخصیت بے حد پراسرار ہے۔ اوہ۔ ناشتہ کر چکے ہو تو اٹھو۔ میں ان نجومیوں کی خبر لوں گی۔''

اور میں گہری سانس لیکر اٹھ گیا۔ بے چارے نجومیوں کی شامت آگئی تھی۔ بہرحال میں ان کے لئے کچھ نہیں کرسکتا تھا اور پھر کرنا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ انہیں جھوٹا ثابت کرنے کے بعد ہی اسلانوس اور اس کی بھتیجیوں کی رہائی ممکن تھی۔ چنانچہ میں ملکہ شبپازیہ کے ساتھ ایک بڑے سے ہال میں آگیا۔ ملکہ شبپازیہ کی ایک الگ حیثیت تھی۔ اس کی رہائش گاہ بھی پورے محل کی حیثیت رکھتی تھی۔ یہ ہال بالکل دربار کی سی کیفیت رکھتا تھا۔ ملکہ شبپازیہ ایک تخت پر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے بائیں سمت کے تخت پر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا چوبدار مؤدب کھڑے ہوئے تھے۔ ملکہ شبپازیہ کے ہیبت و جلال کے سامنے سب لرزاں تھے۔

''زابلان اور اس کے پورے گروہ کو حاضر کیا جائے۔ میں ان کی منتظر ہوں۔'' اس نے پُر جلال آواز میں کہا اور بہت سے چوبدار باہر دوڑ گئے۔ ملکہ خاموش بیٹھی رہی اور خاصی دیر تک انتظار کرنا پڑا۔ تب چند سفید ریش لوگ ہانپتے کانپتے اندر آ گئے۔ ان کی بغل میں پوتھیاں دبی ہوئی تھیں اور چہروں کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔

وہ ایک لائن سے ملکہ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔

''باکمال زابلان۔ آج میں ایک معزز مہمان کے سامنے تیرے فن کا کمال پیش کرنا چاہتی ہوں۔''

''خادم حاضر ہے ملکہ شیپازیہ۔''

''کچھ روز قبل، تجھے یاد ہے، میں نے تجھ سے ایک پوشیدہ شخص کے بارے میں پوچھا تھا؟''

''ہاں، مجھے یاد ہے۔'' زابلان نے جواب دیا۔

''یہ بھی یاد ہے کہ تو نے کہاں کی نشاندہی کی تھی؟''

''ہاں۔ عظیم ستارہ دان سلاتوس کے مکان کی۔''

''لیکن وہ شخص وہاں نہیں ملا؟''

''ممکن ہے سلاتوس نے اسے پوشیدہ کر دیا ہو۔''

''میں نے سلاتوس کو گرفتار کرا لیا تھا۔''

''تب اس نے اس کا پتہ نہیں بتایا؟''

''نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے سرے سے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا۔''

''وہ غلط کہتا ہے ملکہ۔ میرا علم جھوٹا نہیں ہے۔''

''ممکن ہے لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری اس سے رقابت ہو اور تم نے اسے پھنسانے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہو؟''

''نہیں ملکہ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''خیر، یہ بتاؤ زابلان۔ اس وقت وہ شخص کہاں ہے؟''

''اس وقت۔ مجھے کچھ مہلت دو۔'' زابلان نے پوتھی نکال لی۔ اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔ ملکہ شیپازیہ نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر ایک خادم کو اشارہ کیا۔

خادم اس کے قریب پہنچ گیا تو اس نے اسے جھکنے کے لئے کہا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ خادم نے ادب سے گردن جھکائی اور وہاں سے چلا گیا۔ زابلان اور اس کے ساتھی تیزی سے اپنے کام میں مصروف تھے۔ پھر انہوں نے متفقہ طور پر کچھ طے کر لیا اور زابلان نے کام مکمل کر لیا۔

تب اس نے اجازت طلب نگاہوں سے شیپازیہ کی طرف دیکھا۔

''کیا تمہارا کام مکمل ہو گیا زابلان؟''

''ہاں ملکہ عالیہ۔''

''تو بتاؤ۔ وہ شخص اس وقت کہاں مل سکتا ہے؟''

''اس وقت، وہ ایسی جگہ پر موجود ہے جہاں دوسروں کی نگاہوں میں اس کا مرتبہ بلند ہے۔'' زابلان نے پوتھی پڑھتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ تخت آبنوسی پر ہے۔ تخت میں چودہ ہیرے جڑے ہوئے ہیں اور ملکہ عالیہ اس تخت کا فاصلہ تجھ سے دو ہاتھ سے زیادہ نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ملکہ اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ نہ روک سکی۔

''میرے علم کے مطابق، وہ شخص تیرے سامنے موجود ہے ملکہ عالیہ۔'' زابلان نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔ ملکہ شہپازیہ مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے کہا۔

''بے شک بوڑھے نجومی کو اپنے فن میں کمال حاصل ہے۔ لیکن پہلے اس نے غلط بات کیوں کہی۔''

''کونسی غلط بات۔''

''یہی کہ میں کسی سلانوس کے یہاں موجود ہوں۔''

''تمہیں یاد ہے نا زابلان۔ کہ تم نے اس شخص کے سلانوس کے پاس موجود ہونے کی نشاندہی کی تھی۔؟''

''ہاں۔ مجھے یاد ہے۔''

''لیکن اس شخص کا کہنا ہے کہ وہ کسی سلانوس کی شکل سے واقف نہیں ہے۔''

''یہ درست نہیں کہتا ملکہ عالیہ۔''

''کیا بکواس کرتا ہے بوڑھے بے وقوف۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔ ''میں کہتا ہوں تیرا علم جھوٹا ہے، ناکارہ ہے۔ تو ستارہ دانی کی ابتداء سے بھی واقف نہیں ہے۔ اگر تو ستارہ داں ہے تو مجھے بتا، میں کون ہوں؟''

''ہمارے دوست، ہمارے مہمان کو مطمئن کر زابلان۔'' ملکہ نے کہا۔

''خادم حاضر ہے۔'' زابلان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو مجھے بتا میں کون ہوں۔''

''مجھے کچھ لمحات درکار ہیں۔'' زابلان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور پھر ہم انتظار کرتے رہے۔ ملکہ شہپازیہ خاموش تھی اور نجومیوں کا پورا گروہ اپنے کام میں مصروف تھا۔

کافی دیر تک وہ مصروف رہے اور پھر زابلان اور اس کے ساتھی کسی حد تک پریشان نظر آنے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے کانوں میں

سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے مشورہ کر رہے تھے اور میں سمجھ گیا کہ اب وہ مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ میرے ستارے تلاش کر رہے ہیں لیکن انہیں کیا معلوم کہ میں خود ہی ایک ستارہ ہوں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے چہروں پر بدحواسی نظر آنے لگی۔ ملکہ نے ان کی یہ بے چینی محسوس کر لی اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

کیا بات ہے زابلان۔ تم کتنی دیر اور صرف کرو گے؟'' اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''ملکہ عالیہ۔ میں سخت پریشان ہوں۔'' زابلان نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''مجھے اس شخص کے ستارے نہیں مل رہے۔''

''کیا بکواس ہے؟''

''ہاں ملکہ عالیہ۔ کہکشاں میں اس کا وجود نہیں ہے۔ یہ تو انوکھا انسان ہے۔''

''پھر تم نے اس کے بارے میں یہ کس طرح بتایا کہ یہ پہلے سلانوس کے پاس تھا اور اب میرے سامنے ہے۔''

''محض قیافے سے ملکہ شہپازیہ۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں۔ وجود کی خوشبو۔ میں نے صرف ملکہ کی جستجو پڑھی تھی۔''

''اس کا کوئی جواز نہیں ہے زابلان۔ یہ شخص خود کو سمندر کا انسان کہتا ہے۔''

''پانی میں رہنے والا ...؟'' زابلان حیرت سے بولا۔

''ہاں۔''

''ممکن ہے ملکہ۔ ان کا وجود کیڑوں میں ہو۔ شاید اسی لئے ہم ستاروں میں اسے تلاش نہیں کر سکے۔'' زابلان نے جواب دیا۔

''تب پھر اس کی بات درست ہے۔'' ملکہ نے کہا۔

''کونسی بات۔''

''اس کا کہنا ہے کہ تمہارے نجومیوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ اس نے کسی سلانوس کی شکل کبھی نہیں دیکھی۔ اور اس دوران اپنے مسکن یعنی سمندر میں رہا۔

''لیکن یہ آبی کیڑا کیسے ہو سکتا ہے ملکہ۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ کوئی پراسرار فن جانتا ہے اور اس نے اپنے ستاروں پر فن کی چادر ڈال دی ہے۔''

''میں نے ملکہ سے غلط نہیں کہا بوڑھے شخص۔ میں انوکھی خصوصیات کا مالک ہوں۔''

''یہ بات ملکہ بہتر جانتی ہے۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو سمندر والے۔''

''یہی کہ تمہارا نجومی جھوٹا ہے۔''

''کیا تم ثابت کر سکو گے کہ تم آبی انسان ہو؟''

''بخوشی نجومی۔'' میں نے کہا۔

''کس طرح۔؟''

''جس طرح ملکہ چاہے۔'' میں نے جواب دیا اور اچانک ملکہ کے چہرے پر تمتماہٹ آگئی۔ اس کی آنکھوں میں انوکھی چمک لہرا گئی اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

''کیا تم پورا ایک دن۔۔ اور ایک رات پانی کے نیچے گزار سکتے ہو۔''

''میں نے پوری زندگی پانی کے نیچے گزاری ہے۔ ایک دن اور ایک رات کیا حیثیت رکھتے ہیں۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

ملکہ کی آنکھوں میں چمک اور بڑھ گئی اور پھر اس نے کہا۔''لیکن پانی والے، پانی آگ بجھا دیتا ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے کہا۔

''تب پھر۔۔۔ تیرا بدن بھی پانی کی خصوصیات کا حامل ہوگا؟''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کیا تیرے بدن میں آگ کو بجھانے کی خاصیت نہیں ہے؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ میرا بدن پانی کی مانند سیال نہیں ہے۔ ہاں جس طرح آگ پانی پر اثر نہیں کر سکتی۔ اسی طرح وہ میرے بدن پر بھی بے اثر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''گویا آگ تیرے بدن کو نہیں جلا سکتی۔؟''

''نہیں ملکہ عالیہ۔''

''خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو؟''

''ہاں۔ خواہ وہ کیسی ہی شدید ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تیرا کیا خیال ہے زاباان۔''

''اس پراسرار اور مکار انسان کی فطرت میں مجھے بہت کچھ پوشیدہ نظر آرہا ہے ملکہ۔'' زاباان نے نفرت سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ۔ تجھے یہ الفاظ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے زاباان۔ بہرحال وہ ہمارا مہمان ہے۔'' ملکہ کا رویہ میں نے اچانک ہی بدلا ہوا محسوس کیا تھا۔

''ملکہ۔ اس نے میرے فن کو جھوٹا کہا ہے۔''

''لیکن تیرا فن اس کے بارے میں تو کچھ نہیں بتا سکا۔؟''

''ممکن ہے اس کے پاس کوئی ایسا فن ہو جس میں اس نے خود کو پوشیدہ کر لیا ہو۔ لیکن اس نے جو دعویٰ کیا ہے کیوں نہ اس سے اس کا ثبوت مانگ لیا جائے۔؟'' زابلان نے کہا۔

''یعنی آگ کی بات؟''

''ہاں۔''

''کیوں سمندر والے۔۔۔ کیا تو تیار ہے؟''

''کس بات پر ملکہ شیپازیہ؟'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا تو آگ کا غسل کر کے زندہ سلامت رہ سکے گا۔؟''

''میں کہہ چکا ہوں۔۔۔ کہ میں سمندر کا باسی ہوں۔ جس طرح آگ سمندر کو نہیں جلا سکتی۔ اسی طرح میرا بدن بھی اس میں محفوظ ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کا امتحان ہو جائے۔'' ملکہ نے پوچھا۔

''ایک شرط کے ساتھ۔'' میں نے بوڑھے نجومی کو گھورتے ہوئے کہا جس نے میرے بارے میں اہانت آمیز باتیں کہی تھیں اور شاید ملکہ کو اپنی باتوں سے رام کر لیا تھا۔

''ہاں۔۔۔ ہاں شرط پیش کر۔۔۔ کیا شرط ہے تیری؟''

''اگر میں غسل آتش کے بعد صحیح و سالم نکل آیا تو نجومیوں کے اس پورے گروہ کو آگ میں پھینک دوں گا۔''

''اوہ۔۔۔ کیا عمدہ خیال ہے۔ ویسے تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ میں نے جہاز پر تجھے دیکھا تھا۔ کیوں زابلان۔ تجھے یہ شرط منظور ہے۔''

''ملکہ حکم دے گی تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔''

''کیا خوب۔ تو چلیں۔ پھر ہم آتشکدے کی جانب چلیں۔'' ملکہ نے کہا اور تخت سے اتر گئی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرے بدن میں انگڑائیاں ٹوٹنے لگیں۔ آگ کی حالت جاگ اٹھی۔ ہاں۔ میر مونس، میرے بدن کو جلا بخشنے والی۔۔۔۔ اور پھر یونان کے آتشکدے، اچھے ہوتے ہوں گے۔ یقیناً آگ جوان ہوگی۔ بدن میں انوکھی انگڑائیاں سمیٹے ہوئے میں ملکہ کے ساتھ چلتا رہا۔ عقب میں زابلان اور اس کا گروہ آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ملکہ کے خاص خدام، جو اس کے محافظ بھی تھے۔

میں نے صاف محسوس کیا تھا کہ ملکہ کی کیفیت کچھ بدلی ہوئی ہے یعنی رات کو جو وہ تھی دن میں نہ تھی۔ ناشتے کے وقت بھی اس کا رویہ ٹھیک تھا لیکن اب وہ اچانک بدلی بدلی سی لگنے لگی تھی۔

اور پھر دور سے آتشکدے کو دیکھ کر میری باچھیں کھل اٹھیں۔ خوب تھا۔ جس کی تپش دور دور تک محسوس ہوتی تھی۔ عبادت گاہ ہی تھی جہاں بہت سے پروہت نظر آ رہے تھے۔ سب نے خونخوار ملکہ کو تعظیم دی۔ ملکہ نے کسی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ وہ آتشکدے کے نزدیک جا کھڑی ہوئی۔ آگ کی تمتماہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔

''سمندر والے۔ کیا تو اس آگ سے خوفزدہ نہیں ہے؟'' ملکہ نے کہا۔

''ہرگز نہیں۔ لیکن آگ میں داخل ہونے سے قبل ان لوگوں کو تیری ضمانت پر چھوڑ جاؤں گا۔''

''زابلان وغیرہ۔''

''ہاں۔''

''مجال ہے جو کوئی اختلاف کرے۔''

''تب انتظار فضول ہے۔'' میں نے کہا اور آتشکدے میں چھلانگ لگا دی۔ بے شمار چیخیں نکل گئیں۔ آگ کچھ اور بلند ہو گئی تھی اور..... اور میرے منہ سے سسکاریاں نکل رہی تھیں۔ آہ..... کس قدر جوان آگ تھی۔ میرے مسامات نے منہ کھول دیئے تھے۔ وہ آگ جذب کر رہے تھے..... اور مجھے لگ رہا تھا جیسے میں ایک نوزائیدہ ہوں..... ابھی ابھی پیدا ہوا ہوں، دنیا کی چالاکیوں سے، بختیوں سے ناآشنا، انوکھی کیفیتیں لئے ہوئے۔

آگ سے نکلنے کو میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اب میں احمق زابلان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو مجھ سے شرط ہار گیا تھا لیکن اس بے وقوف بوڑھے سے مجھے کیا پرخاش ہو سکتی تھی..... اسے مار کر مجھے کیا ملتا..... ہاں..... جس سلانوس کو بچانا چاہتا تھا..... سو میں بوڑھے کو جھوٹا ثابت کر کے بچا سکتا تھا حالانکہ بوڑھے کا علم جھوٹا نہیں تھا..... اس نے اس وقت بھی میرے بارے میں ٹھیک بتایا تھا اور کسی اہل علم کو قتل کرنا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں نے سوچا کہ میں اسے معاف کر دوں گا..... اور پروفیسر..... آگ تو میری روح کو زندہ کر دیتی تھی۔ آگ تو مجھے ظرف دیتی تھی۔ کیسا بھی وقت ہو، کیسا بھی ماحول ہو، میں صدیوں پرانا بن جاتا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا میں بوڑھے زابلان کو معاف کر دوں گا۔ پھر جب آگ سے سیری ہو گئی تو میں باہر نکلنے کیلئے چل پڑا۔ اور جب میں نے آگ سے باہر قدم رکھا تو بے شمار دہشت زدہ چیخیں سنائی دیں۔ ملکہ شیپازیہ شاید میری زندگی کی طرف سے ناامید ہو کر واپس چل پڑی تھی۔

پروہتوں کی دہشت زدہ چیخیں سن کر وہ چونک پڑی اور مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ یہی کیفیت زابلان اور اس کے ساتھیوں کی تھی۔ ملکہ شیپازیہ اپنا رتبہ بھول کر میری طرف دوڑ پڑی تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے انگلی سے چھو کر میرے آتشیں بدن کی گرمی محسوس کی پھر میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگی۔

''آہ..... آہ..... تم زندہ ہو سمندر والے..... آہ..... تم تو..... پہلے سے بھی زیادہ حسین لگ رہے ہو سمندر کے باسی..... ارے تمہارا بدن تو پہلے سے کہیں زیادہ چمکدار معلوم ہو رہا ہے۔''

''لیکن تمہاری امید تو ٹوٹ گئی تھی۔ تم شاید میری زندگی سے مایوس ہو کر واپس چل پڑی تھیں۔''

''ہاں۔ میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ آہ، لیکن... تم تو اورانو کتے ہو گئے...... آہ؟'' شیپا زیہ نے بے اختیار ہو کر میرے سینے پر چہرہ رکھ لیا۔ وہ اپنا رخسار میرے سینے سے رگڑ رہی تھی۔ اس نے پروہتوں اور نجومیوں کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ سب کے سب بدحواس نظر آ رہے تھے اور ان کی حیرت کم نہیں ہو رہی تھی۔

''آہ... لیکن یہ کیسے ممکن ہے... ایسا کیسے ممکن ہے... اف آگ سے زندہ بچ آنے والے یہ کیسے ممکن ہے۔؟''

''تم اس کے علاوہ بھی جو چاہو امتحان لے سکتی ہو... میں نے جھوٹ نہیں کہا۔''

''بے شک... تو جھوٹا نہیں ہے...... میں تو اعتراف کرتی ہوں۔ تو جھوٹا نہیں ہے۔''

''زابان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟''

''زابان ......'' ملکہ نفرت سے بولی۔'' بلاشبہ وہ اسی بات کا مستحق ہے کہ تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو اٹھا کر آگ میں پھینک دے۔ سمندر والے...... تو شرط جیت گیا ہے... انہیں آگ میں پھینک دے۔''

تب میں نے زابان اور اس کے ساتھیوں کے چہرے دیکھے سب کے سب دہشت سے زرد ہو رہے تھے۔ ان کے بدن کانپ رہے تھے اور وہ خوف بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

''میں ان سب کو معاف کرتا ہوں۔ میں ان کی زندگی نہیں لوں گا۔''

''کیا......؟'' ملکہ حیرت سے بولی۔'' کیا تو انہیں زندہ چھوڑ دے گا جو تجھے جھوٹا کہہ رہے تھے۔؟''

''ہاں... میں نے آج تک خود سے کمزور انسانوں کو قتل نہیں کیا۔''

''نہیں سمندر والے... یہ اچھی بات نہیں۔''

''لیکن میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔''

''میں معاف نہیں کروں گی۔''

''کیوں۔؟''

''انہوں نے مجھے جھوٹی اطلاع دی ہے۔ میرے ہاتھوں سے مقدس سلانوس کی توہین کرائی ہے...... اگر اس عظیم اور بے گناہ انسان نے مجھے بد دعا دے دی تو ...''

''تو اسے باعزت طور سے رہا کرا دے...... اس کی شکایت ختم ہو جائے گی۔'' میں نے اسے مشورہ دیا۔

''لیکن اب میں ان کی زندگی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔''

''اور میں ان کی موت کا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں تجھے حکم دیتی ہوں سمندر والے۔'' شیپا زیہ جھلا کر بولی۔

''میں اسے ماننے سے انکار کرتا ہوں۔''

''شہپا زیہ چونک کر میری شکل دیکھنے لگی۔ اس کی خونخوار نگاہیں میرے چہرے پر جم گئیں...... پھر گردن سے پھسلتی ہوئی میرے سینے پر اور پھر پورے بدن سے گزر گئیں، تب اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

''سنا تم نے زابلان...... سمندر والے نے تمہاری جان بخشی کر دی ہے...... آؤ...... سب میرے ساتھ آؤ...... آؤ...... تم بھی آؤ سمندر والے، میں نے اپنا حکم واپس لے لیا ہے۔''

زابلان اور اس کے ساتھی مجھے دعائیں دینے لگے۔ ملکہ ہمیں لے کر واپس اپنے عشرت کدے میں پہنچ گئی۔ تب اس نے زابلان وغیرہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا...... اور پھر اس عورت کو مخاطب کیا جس کے کان میں اس نے کوئی بات کہی تھی۔

''زابلان اور اس کے ساتھیوں کی شربت وغیرہ سے تواضع کرو۔ بیٹھ جاؤ سمندر کے بیٹے، تم تو واقعی عظیم ہو...... لیکن افسوس کہ میں نے تمہارا جیسا ظرف نہیں پایا۔''

اور میں بیٹھ گیا...... میں نے اس وقت ملکہ کی بات پر غور نہیں کیا تھا ویسے میں نے اس کی چاہت، اس کی پسند میں بے پناہ اضافہ محسوس کیا تھا۔ ملکہ نے اپنے لئے شراب طلب کی اور خادماؤں نے اس کے اور میرے لئے شراب مہیا کر دی۔ میں ملکہ کے ساتھ شراب سے شغل کرنے لگا، زابلان اور اس کے ساتھیوں نے شربت پی لیا...... اور پھر زابلان نے ملکہ سے اجازت چاہی۔

''ہاں...... تم جا سکتے ہو۔'' ملکہ شہپا زیہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور زابلان زمین پر ہاتھ ٹیک کر اٹھ گیا، ملکہ انہیں غور سے دیکھ رہی تھی۔ تب میں نے اچانک زابلان کو بیٹھتے دیکھا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر پہنچ گئے تھے۔

''ارے...... ارے...... ارے......'' اس کے منہ سے نکلا...... ''یہ...... یہ کیا ہوا...؟''

نہ صرف زابلان بلکہ اس کے دوسرے ساتھیوں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ سب کتوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں زمین پر ٹکائے ہوئے تھے...... ان کی زبانیں باہر نکل آئی تھیں۔

''یہ...... کیا ہے......؟'' میں نے چونک کر ملکہ سے پوچھا۔

''مر رہے ہیں سب کے سب...... کتوں کی موت مر رہے ہیں۔'' ملکہ مسکراتے ہوئے بولی۔

''ارے...... مگر کیسے۔؟''

''میں نے انہیں زہر دلوا دیا ہے۔؟'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا اور میں ساکت رہ گیا...... میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان مرتے ہوئے انسانوں کو دیکھنے لگا۔

''اگر میں انہیں زندہ چھوڑ دیتی سمندر والے تو میں سکون کی نیند نہیں سو سکتی تھی۔'' اس نے کہا۔

''تم نے مجھے زہر کیوں نہیں دیا۔؟''

''تمہیں.... ''وہ گہری سانس لے کر بولی۔ ''نہیں..... میں تمہیں زہر نہیں دے سکتی، تم نے شاید خود کو محسوس نہیں کیا کہ تم کیا ہو۔ حالانکہ تم میرے نافرمان ہو۔ پورے ملک میں تمہیں کوئی میرا نافرمان نہیں ملے گا۔''

''لیکن میں نے تمہاری اس حرکت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے۔''

''بار بار میری توہین مت کرو سمندر والے، میں تمہیں چاہنے لگی ہوں۔''

''ہوں.... ''میں نے گہری سانس لی۔ بہر حال وہ مر گئے تھے اور اب میں انہیں زندگی نہیں دے سکتا تھا، نہ ملکہ... چنانچہ میں نے مصلحتاً انہیں بھول جانا مناسب سمجھا۔

''مجھے یہ ماحول پسند نہیں آ رہا..... یہاں سے نکل چلو۔'' میں نے کہا۔

''ایں... اچھا.... کیسے مرد ہو... شیروں کے شیر.... مرنے والوں سے گھبراتے ہو۔؟ چلو.....'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

میرا ذہن تو بے حد خراب تھا۔ لیکن اب میں خود پر جبر کرنے کا عادی بھی ہو گیا تھا، چنانچہ میں نے اس واقعے کو ذہن سے نکال دیا۔

دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ہم دونوں نے خوب شراب پی، اور ملکہ مست ہو گئی۔ ''تم ان کی موت سے ناخوش ہو سمندر والے۔'' اس نے میرے شانے پر منہ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔''

''تو میں تمہیں کیسے خوش کروں۔ کیا رقص و سرود کی محفل لگواؤں، لیکن رات ہونے ہی والی ہے..... وقت آنے ہی والا ہے۔''

''رات ہونے دو۔''

''لیکن مجھے تمہاری سرد مہری پسند نہیں۔''

''سلانوس کے لئے تم نے کیا کیا۔؟''

''ابھی تک کچھ نہیں۔''

''کیا اسے بھی زہر دلواؤ گی۔؟''

''وہ سچا ہے..... اس لئے نہیں۔''

''تب پھر اسے رہا کر دو۔''

''تم خوش ہو جاؤ گے۔؟''

''میرا اس سے کیا واسطہ تمہاری مرضی ہے۔ میری مرضی سے تم نے انہیں معاف نہیں کیا..... اب میں کیا کہوں۔؟''

''اوہ..... میں سلانوس کو تمہارے حکم سے رہا کر دیتی ہوں... تم خوش ہو جاؤ۔'' اس نے کہا اور پھر اس نے تالی بجا کر خدام کو بلایا اور انہیں سلانوس کی باعزت رہائی کا حکم دیا۔

میں نے سکون کی سانس لی تھی۔ اس کے بعد میں نے اس سے بے التفاتی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بہرحال میرا کام بن گیا تھا۔۔۔۔۔رات ہوئی رقص و سرود کی محفل جمی، ایسی ہی محفل جیسی میں نے پچھلی رات دیکھی تھی، جس میں ایک نوجوان کو وحشیانہ طور پر قتل کیا تھا۔ اس وقت بھی بہت سے فنون پیش کیے گئے اور پھر ہم خواب گاہ میں پہنچ گئے۔

شراب کا خمار اور پھر میرے آتشیں بدن کا نشہ، شیپاز یہ تو بے حال ہوگئی۔ وہ شدت جذبات سے دیوانی ہوگئی۔۔۔۔اس نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''آہ۔۔۔آہ۔۔۔۔۔سمندر والے۔۔۔۔۔اگر آگ تمہیں جلا دیتی تو میں تمہارے لئے غم کرتی۔۔۔۔آہ۔۔۔۔اس رات کی رنگینیاں آگ کی نذر ہو جاتیں۔ کیسی حماقت کی تھی میں نے، کیسا بے ذوق کا کام کیا تھا۔''

''کیا تمہارے ذہن میں خیال تھا کہ آگ مجھے جلا دے گی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔کون تھا جسے یہ یقین نہ ہوتا۔''

''لیکن تمہارے دل نے یہ کیسے گوارہ کرلیا؟''

''آہ۔۔۔میں خود کو کیا کروں۔ مجھے مرنے والے بہت پسند ہیں۔ مجھے تمہاری موت کا یقین تھا۔''

''کیا مطلب؟'' میں چونک کر بولا۔

''ہاں۔۔۔میں تمہاری موت چاہتی تھی۔ میں کیا کروں سمندر والے۔ کسی کے مرنے کا منظر۔۔۔کسی کی اذیت ناک موت کا تصور، میرے لئے بہت دلکش ہوتا ہے۔ میری سب سے بڑی، سب سے عزیز آرزو یہ ہوتی ہے کہ کوئی مرجائے۔ وہ جو مجھے پسند ہو۔ وہ جس کے لئے میں تڑپوں، چنانچہ میں نے تمہارے بارے میں بھی یہی سوچا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر تمہیں موت دینے کی کوشش کی تھی سمندر کے بیٹے۔''

اور میں اس انوکھی عورت کے بارے میں سوچنے لگا۔ بلاشبہ اس سے زیادہ حیرت انگیز عورت میں نے نہیں دیکھی تھی۔ بہرحال حسب معمول وہ رات بھی میرے پہلو میں رہی اور خود سوئی نہ مجھے سونے دیا اور پھر صبح کی روشنی میں وہ سوگئی۔ میں بھی آرام کرتا رہا تھا۔

سلانوس اور اس کی بھتیجیوں کو رہا کر دیا گیا تھا۔ میں بدستور ملکہ کے ساتھ تھا۔ وہ مجھے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں چھوڑتی تھی۔ اکثر سیر کو نکلتی تو میں بھی اس کے ساتھ ہوتا۔۔۔۔یہاں تک کہ ایک دن پھر میں نے اس جہاز کی سیر کی جسے میں نے سلانوس کے ٹھکانے پر دیکھا تھا اور جس پر میں نے خاصی تفریح کی تھی۔ لیکن آج میری حیثیت دوسری تھی۔ آج میں ملکہ کا منظور نظر تھا۔ سیر کرتے ہوئے ملکہ نے مجھے آواز دی۔

''سمندر والے۔'' اس نے بڑے پیار سے کہا تھا۔

''ہوں۔''

''کیا تمہیں کچھ یاد آرہا ہے۔''

''ہاں۔''

''تمہیں احساس نہیں ہوسکتا کہ میں تمہارے لئے کس قدر بے چین تھی۔''

''کون سی بات تمہیں بے چین کرتی تھی۔'' میں نے پوچھا۔

''تمہارا غرور۔''

''کیا مطلب۔''

''تم نے میرے بوسے کو ٹھکرا دیا تھا۔''

''اوہ۔ تم آج بھی غلط سوچ رہی ہو شہپا زیہ۔ اگر وہ بوسہ تمہاری شکست کا نہ ہوتا تو میں اسے ضرور حاصل کرتا۔''

''کیا تم نے اپنی دنیا میں جا کر مجھے یاد کیا تھا۔''

''ہاں۔ اکثر۔''

''گویا تم بھی مجھے چاہنے لگے تھے؟'' وہ مسرور انداز میں بولی۔ شاید اس اعتراف سے اسے بہت سکون مل رہا تھا۔

''کیوں نہیں۔ تم دنیا کی حسین ترین عورت ہو۔''

''اور تم کائنات کے حسین تر مرد۔'' اس نے دفور محبت سے مجھے لپٹا لیا اور پھر ہذیانی انداز میں بولی۔ ''لیکن ..... کاش میری ذلیل فطرت مجھے مجبور نہ کرے، کاش میں تمہاری زندگی کے درپے نہ ہو جاؤ۔'' اور میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

کافی دیر تک جیسے وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی اور پھر گہری گہری سانسیں لے کر میری طرف دیکھنے لگی۔ ''سمندر والے۔'' اس نے دھیمی آواز میں پکارا۔

''ہوں۔''

''تمہارا کوئی نام نہیں ہے۔؟''

''ہے۔'' میں نے اطمینان سے کہا۔

''ارے۔ کیا سچ؟''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو تم نے اب تک مجھے کیوں نہیں بتایا؟''

''تم نے پوچھا ہی نہیں۔''

''کیسے عجیب ہو تم۔ کیسے انوکھے ہو تم۔ ہائے کیسی تعجب کی بات ہے۔ کیا نام ہے تمہارا؟''

''میکارا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ ..... بے حد پراسرار..... درحقیقت سمندر کی زمین کا نام معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میکارا، پانی میں تمہاری جیسی مخلوق تو موجود نہیں ہے۔ پھر تمہیں یہ نام کس نے دیا۔؟''

''مچھلیوں نے..... سمندری کیڑوں نے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ شبہے کی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔ یا پھر۔ تم نے ابھی تک اپنی حقیقت بھی مجھ سے چھپائی ہے۔ اپنے نام کی مانند۔''

''ایسی بات نہیں ہے شہپازیہ۔''

''تو تمہارا تعلق سمندر کی سرزمین سے ہے؟''

''ہاں۔ تم شبہے کی منزل میں داخل ہو گئی ہو؟''

''ہاں۔ اور چاہتی ہوں کہ تم سمندر کی تہہ میں چلے جاؤ۔''

''یقین دلانے کے لئے میں نے کسی بات سے انکار کیا ہے۔؟'' میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ہی جیسے اسے ہوش آ گیا۔ وہ جلدی سے کھڑی ہو گئی اور اس نے پشت سے مجھے پکڑ لیا۔

''ارے نہیں۔ ارے نہیں۔ سنو۔ میں دیوانی ہوں۔ میں نے اپنا یہ حکم بھی واپس لیا۔ تم کھو گئے تو پھر میں تمہیں کہاں پاؤں گی۔ رہنے دو سمندر والے۔ رہنے دو میکارا۔ بس رہنے دو۔'' اور میں نے شانے ہلا دیئے۔

بظاہر اس کے پاس رہنے کی اب کوئی وجہ نہیں تھی لیکن سچ بات یہ ہے پروفیسر کہ میں اس انوکھی عورت میں دلچسپی لے رہا تھا۔ میں اس کی خونخوار فطرت میں دلچسپی لے رہا تھا اور میرے دل میں اس کے ساتھ مزید کچھ وقت گزارنے کی خواہش تھی اور اپنی اسی خواہش کی وجہ سے میں ابھی تک اس کے ساتھ تھا۔

یہ تو میری بات تھی لیکن محل کے دوسرے لوگ بھی حیران تھے۔ شاید شہپازیہ کا کوئی محبوب اتنے طویل عرصے تک اس کے ساتھ نہیں رہا تھا۔ سو ایک رات، اس انوکھی عورت کی انوکھی فطرت پھر عود کر آئی۔ اس نے رقص کی محفل میں مجھے زہر دے دیا لیکن ظاہر ہے ایسی بے کار چیزیں میرے اوپر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ اس نے خود ہی شدید حیرت کا اظہار کیا تھا اور عجیب ہنگامہ رہا۔ پھر ساری رات وہ میرے سینے سے چمٹی روتی رہی کہ اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ سچ بات ہے کہ اس عورت نے میرے ذہن کی چولیں ہلا دی تھیں اور اب میں سوچنے لگا تھا کہ یہاں سے نکل ہی جانا چاہئے۔

شاید میں یہاں سے نکل ہی جاتا کہ یہاں ایک اور کہانی شروع ہو گئی۔ اتنے دنوں سے میں ملکہ شہپازیہ کے ساتھ تھا لیکن اس دوران نہ تو میں نے اسے کبھی شاہ مارانھون کے پاس جاتے دیکھا اور نہ کبھی وہ شاہ مارانھون ہی اس کے پاس آیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دونوں کے درمیان کوئی رشتہ ہی نہ ہو لیکن اس صبح ملکہ شہپازیہ میرے پہلو میں بیٹھی پھلوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ ایک چوبدار نے آنے کی اجازت طلب کی۔

''آ جاؤ۔ کیا بات ہے۔؟'' ملکہ نے نرم لہجے میں پوچھا۔ اس وقت اس پر خوشگوار کیفیت طاری تھی۔

''شاہ مارانھون محل میں تشریف لائے ہیں۔''

''او کب۔؟'' شہپازیہ نے چونک کر پوچھا۔

''ابھی۔ چند ساعت قبل۔''

''لیکن کیا پہلے کوئی اطلاع نہ تھی؟''

''نہیں۔''

''کہاں تک پہنچے ہیں وہ۔؟''

''ابھی محل کے ابتدائی حصے میں ہیں۔''

''اچھا۔ میں ان کی پذیرائی کروں گی۔'' ملکہ نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے معذرت آمیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ ''میکارا۔ تم کچھ خیال تو نہیں کرو گے؟''

''اوہ۔ نہیں ملکہ۔ بہرحال وہ تمہارا شوہر ہے۔''

''ہاں۔ دنیا کی نگاہوں میں۔'' ملکہ نے کہا اور بولی۔ ''تو مجھے اجازت ہے۔''

''شوق سے ملکہ۔'' میں نے جواب دیا اور وہ چلی گئی۔ شاہ مارا تھون کو میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن سچ بات تو یہ ہے کہ مجھے اس سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ ہوگا کوئی بے غیرت سا، بے تکا سا شخص۔ چنانچہ میں آرام کرتا رہا۔ ملکہ دوپہر تک واپس نہ آئی۔ میں نے کھانا بھی تنہا کھایا۔ شاہ مارا تھون کے بارے میں البتہ اطلاعات مل رہی تھیں کہ وہ ابھی محل ہی میں ہیں۔

دوپہر ڈھلے ملکہ واپس آگئی اور آتے ہی مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ اتنی دیر کی غیر موجودگی پر معذرت کا اظہار کر رہی تھی۔ میں نے فراخدلی سے اسے معاف کر دیا۔

''لیکن یہ شاہ مارا تھون کو اچانک تم کیوں یاد آگئیں۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''وہ مرد نما.... ایسا ہی انسان ہے۔ اس کے خیال میں شمو کا میری گرفت میں آسکتا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''ہمیں کیکاس کی پہاڑیوں کا سفر کرنا ہوگا۔'' ملکہ نے کہا۔

''تم کیا کہہ رہی ہو، میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔؟'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے ہاں۔ تمہیں تو کچھ بھی نہیں معلوم سمندر کے انسان۔ اب تم کیا جانو کہ شمو کا نے مارا تھون کی راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ واقعی تمہیں کیا معلوم کہ اس نے آہستہ آہستہ بے شمار فوجیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور غور تو کرو، اس کے گروہ نے ایک بھری پڑی بستی پر حملہ کر کے ہمارا ایک مضبوط گڑھ ساموکا س تباہ کر دیا ہے۔ شراب و شباب کا رسیا مارا تھون اس سے قبل اتنا پریشان کبھی نہ ہوا ہوگا جس قدر آج کل ہے۔ ارے۔ تم اس کی شکل دیکھتے، مجھے تو ہنسی روکنا مشکل ہو رہی تھی۔ اس لئے نہ ہنسی کہ برا مان جائے گا۔''

''اس کے باوجود میں شمو کا کے بارے میں کچھ نہیں جان سکا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ تو میں تمہیں تفصیل بتا رہی تھی۔ شمو کا مارا تھون کا دشمن ہے۔''

''خوب۔ لیکن کیوں؟''

''بس۔ وہ مارا تھون کی حکومت بدل دینا چاہتا ہے۔''

''اوہ۔ تو وہ باغی ہے۔''

''پکا باغی ..... اور دلچسپ بات یہ ہے کہ پشت ہا پشت اس کی بغاوت ناکام ہے۔''

''اوہ۔ تو یہ کوئی پشتی معاملہ ہے؟''

''ہاں۔ بہت پرانی بات ہے۔ ایرانیوں اور ایتھنزیوں کے درمیان خوفناک جنگیں ہو رہی تھیں۔ لیکن پھر ان کے درمیان صلح ہو گئی۔ اس صلح نامہ کا نام صلح؛ سمکیمون تھا۔ یہ صلح نامہ یونانیوں کے لئے باعث فخر تھا اس کی رو سے ایرانی فوج ساحل انجین سے کم از کم تین یوم کے کوچ کے مقام پر رہتی اور اس کا بیڑا سوائے فاسلیس اور حتیٰ کہ اندرونی جزائر سے جنوب مشرق اور شمال میں بحر اسود کے سوائے بحیرہ انجین میں نہ آنے پائے گا۔ اس کا بانی کیمون تھا لیکن شموکا کے اجداد بھی صاحب عزت لوگوں میں سے تھے۔ صلح نامہ پر ان کی رائے ضروری نہ سمجھی گئی اور انہوں نے کیمون سے دشمنی ٹھان لی۔ چنانچہ یہ دشمنی پشت در پشت سے چل رہی ہے۔ کیمون کی موت کے بعد شموکا کے اجداد نے شورہ پشتی کی اور ایرانیوں سے اور بھی جنگیں ہوئیں لیکن پھر شموکا کے اجداد پر قابو پا لیا گیا۔ ..... اور مارا تھون کے اجداد نے اس صلح نامے کی تجدید کی لیکن اس وقت سے شموکا کے خاندان کی مارا تھون کے خاندان سے دشمنی چلی آ رہی ہے اور موجودہ پشت کے دشمن مارا تھون اور شموکا ہیں۔ لیکن پچھلی کئی صدیوں سے شموکا کا خاندان میں شموکا جیسا جری اور خطرناک شخص کوئی نہ پیدا ہوا تھا..... یا پھر شاید مارا تھون کے خاندان میں مارا تھون سے زیادہ بزدل اور عیش پرست کوئی نہ پیدا ہوا ہوگا اس لئے بات بڑھ گئی ہے۔''

''خوب۔ لیکن اب مارا تھون کیا چاہتا ہے؟''

''باغی کی سرکوبی۔''

''کیا اس نے اس کے لئے فوجیں نہیں مقرر کیں۔؟''

''کیں۔''

''پھر؟''

''ناکام رہا۔'' شہپازیہ نے جواب دیا۔

''وجہ؟''

''شموکا کی چابکدستی، دلیری..... مارا تھون کی عیش پرستی اور کاہلی۔''

''خوب۔ لیکن اب وہ کیوں جاگا ہے؟''

''اس لئے کہ پانی سر سے بلند ہو چکا ہے۔''

''اور چاہتا کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میری مدد چاہتا ہے۔'' شہپازیہ نے جواب دیا۔

''کیا یہ ایک اور احمقانہ قدم نہیں ہے۔''

''نہیں۔'' شہپازیہ نے میرے الفاظ کو شاید اپنی توہین سمجھا تھا۔

''آخر کیوں..... جو کام وہ اپنی فوجوں سے نہیں لے سکا۔ اسے تمہارے سپرد کر رہا ہے۔''

''اس لئے کہ وہ میری قوت سے واقف ہے۔'' شہپازیہ نے غرور سے کہا۔

''اور تم شاید شموکا کو اپنے حسن کے جال میں پھانس کر قید کرنا چاہتی ہوں۔''

''نکل سکے گا وہ میرے شکنجے سے؟'' شہپازیہ نے فخر سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال تم کب روانہ ہو رہی ہو؟''

''تم سے کیا مراد ہے۔ ہم نہیں کہو گے۔؟''

''تو کیا میں بھی؟'' میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ میں اس جھگڑے میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ شہپازیہ کے ساتھ کافی وقت گزر چکا تھا..... تھیوراسے بھی ایک وعدہ کیا تھا، اب اس وعدے کو پورا کر دیا جائے۔ ...خواہ مخواہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ..... ممکن ہے کوئی نئی کہانی شروع ہو جائے اور میں اس کہانی میں الجھ جاؤں۔''

''کیوں..... تم میرا ساتھ چھوڑ دو گے۔؟''

''نہیں..... لیکن میں یہیں تمہاری کامیاب واپسی کا انتظار کروں گا۔''

''اور ہاں پہاڑوں پر میں تنہا رہوں گی۔؟''

''یہی بہتر ہوگا۔''

''کیوں۔؟''

''شموکا میری موجودگی میں تمہارے پاس آنے میں گریز کرے گا تنہائی میں تم اسے اچھی طرح اپنے شکنجے میں کس سکتی ہو۔''

''اوہ..... میں سمجھی..... شاید تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔''

''یہی سمجھ لو۔''

''لیکن صرف یہ سوچو میکارا..... کہ ہم ایک باغی کی گرفتاری چاہتے ہیں۔ ماراتھون کے ایک خوفناک دشمن کو ختم کرنا چاہتے ہیں، اس لئے اگر یہ چال چلی جا رہی ہے تو مصلحتاً اسے برداشت کر لینا چاہئیے۔'' ملکہ نے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ بے شک اے احمق عورت، میں اس گدھے سے رقابت محسوس کر رہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔

''بولو میکارا...... میرے ساتھ چلو گے نا۔؟''

''ٹھیک ہے شہپازیہ...... تیری یہی مرضی ہے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔''

اور پھر ایک چھوٹا سا لشکر کیکاس کی پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ لشکر کے ساتھ سپاہیوں کی تعداد صرف چار تھی، باقی غلاموں اور کنیزوں کا گروہ تھا، اور سامان تعیش، عیش وعشرت کی کون سی چیز نہیں تھی جو شہپازیہ نے ساتھ نہ لے لی ہو۔ بہر حال خوبصورت رتھ طویل سفر کے لئے چل پڑا۔

احمق ملکہ نے مجھے رتھ میں سفر کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا...... میں نے گھوڑے کی پشت ہی پسند کی تھی اکثر میرا گھوڑا ملکہ کے رتھ کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا اور ملکہ رتھ کے جھالروں سے مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھتی۔ بہت سے غلام اور خاص طور سے سپاہی میرے صورت آشنا تک نہ تھے۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھتے تھے۔

کیکاس کی پہاڑیوں کا سفر کافی طویل تھا۔ رتھ نے راستے میں تین پڑاؤ کئے تھے۔ راتوں کو جہاں قیام ہوجاتا، وہاں رقص وسرود کی محفل جمتی، شرابوں کے دور چلتے اور سفر کرنے والے مست ہو جاتے۔ پھر رات ہوتی، میں ہوتا اور ملکہ شہپازیہ...... خطرناک عورت کو تو دنیا کی کسی بات کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ میں بھی کسی حد تک مطمئن تھا۔ بہر حال یہاں سے واپسی کے بعد ہی...... مجبوراً سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے کے علاوہ اور کوئی کام تو تھا نہیں۔

بالآخر طویل سفر کے بعد ایک دوپہر ہم ایک درے میں داخل ہوئے اور شہپازیہ نے بتایا کہ اب شمو کا علاقہ شروع ہوا ہے۔

''اوہ...... کافی دور ہے ایتھنز سے۔''

''ہاں...... لیکن اس کی پہنچ بھی بہت دور تک ہے۔''

''کیا وہ پہاڑیوں میں رہتا ہے۔؟''

''پہلے بستی میں رہتا تھا...... لیکن اپنی سرگرمیاں شروع کرنے سے کچھ قبل اس نے ایسے لوگوں کو ساتھ لیا جو اس کے بالکل اپنے تھے اور کیکاس کی پہاڑیوں میں منتقل ہو گیا۔ انہوں نے پہاڑیوں کے سوراخ تلاش کر لئے ہیں اور ان میں اپنی بستیاں بنائی ہیں۔ ان بستیوں تک فوجیوں کی پہنچ بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔''

''اوہ......'' میں نے اس گفتگو میں دلچسپی محسوس کی۔ ''کیا کیکاس کی پہاڑیاں ناقابلِ عبور ہیں۔''

''ہاں...... ابھی تم دیکھو گے بڑی دشوار گزار پہاڑیاں ہیں مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔؟''

''میرے ذہن میں ایک سوال ابھرا تھا۔''

''کیا...؟''

''یہی کہ مارانھوں کے پاس فوج تو کافی ہے...... ایک بار وہ پوری قوت سے ان پہاڑیوں پر حملہ کیوں نہیں کرتا۔ فوج ان پہاڑیوں پر چڑھ کر ایک ایک سوراخ کو کنٹرول لے۔ اب باغیوں کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہیں ہوگی۔''

''ہاں...... یہ تو ٹھیک ہے...... لیکن مار اتھوں بذاتِ خود بھی کم ہمت ہے۔''

''یہی بات ہو سکتی ہے۔''

''بہرحال جو کام وہ نہیں کر سکا، میں کروں گی۔''

''ایک بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔؟''

''وہ کیا۔؟''

''تم کیا...... اس کے سارے ساتھیوں کو ختم کر دوگی یا گرفتار کر لوگی زیادہ سے زیادہ شموکا تمہارے قبضے میں آ جائے گا۔''

''اوہ...... وہی تو ان کا روحِ رواں ہے۔ اگر وہ قبضے میں آ جائے تو سمجھو بغاوت فرو ہو گئی۔''

''خوب۔'' میں نے گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا۔ لیکن اب میرے ذہن میں بھی شموکا سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی...... کون ہے یہ شخص...... اور کیا یہ اپنے مشن میں صادق ہے...... دوسری بات یہ کہ کیا...... وہ اس احمق شہپازیہ کے قابو میں آ جائے گا جو بہت زیادہ غلط فہمی کا شکار تھی...... بلاشبہ ملکہ شہپازیہ حسین تھی۔ وہ متناسب الاعضا تھی، پرکشش شخصیت کی مالک تھی، لیکن اس قدر بھی نہیں کہ انسان اسے ایک نگاہ دیکھ کر عقل و ہوش سے بیگانہ ہو جائے...... کیا شموکا اتنا ہی احمق ہے۔؟

بہرحال اس سوال کا جواب بھی جلد ہی مل جانے والا تھا۔

درہ ختم ہو رہا تھا...... اب چھوٹے چھوٹے پہاڑی کوہان چاروں طرف بکھرے نظر آ رہے تھے۔ سیاہی مائل پتھروں کے ان چھوٹے چھوٹے پہاڑوں کے دوسری طرف مجھے اسی رنگ کی ایک تا حدِ نگاہ دیوار نظر آئی اور میں نے ایک گہری سانس لی۔ گویا یہ تھیں کیکاس کی پہاڑیاں...... بلاشبہ بڑی سخت جگہ تھی۔ جہاں تک نگاہ دوڑاؤ سرخی مائل سیاہ پہاڑی پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی بلندی بھی بہت زیادہ تھی۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے دھبے نظر آ رہے تھے...... غالباً یہ پہاڑی غاروں کے دہانے تھے۔

لیکن ہم لوگ پہاڑی کے دامن میں نہیں رکے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک طرف چلتے رہے۔ غالباً رخ کسی خاص سمت تھا...... اور تھوڑی دیر کے بعد وہ خاص سمت نظر آ گئی...... سیاہ پہاڑیوں میں چھوٹا سا سفید جھرنا بے حد حسین نظر آ رہا تھا...... آبشار کے قرب و جوار میں سبزہ اگ آیا تھا، لیکن چونکہ اول تو آبشار چھوٹا تھا دوسرے علاقہ پتھریلا، اس لئے سبزہ دور تک نہیں پھیل سکا تھا۔

مجھے بھی اس چٹیل علاقے میں یہ جھرنا بے حد پسند آیا اور میں دلچسپی سے اسے دیکھنے لگا۔

''کیسی جگہ ہے میکارا۔؟'' ملکہ نے پوچھا۔

''بے حد خوبصورت...... لیکن کیا تمہیں اس کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا۔؟''

''ہاں...... یہ علاقہ ہمارا دیکھا ہوا ہے۔''

''بہرحال حسین جگہ ہے۔'' میں نے کہا اور ملکہ اپنے غلاموں کو دیکھنے لگی، جنہوں نے جھرنے کے ساتھ ایک خوبصورت جگہ پر خیمہ لگا دیا

تھا اور اب اس سے کافی نیچے اپنے خیمے ایستادہ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس خیمے میں فروکش ہو گئے۔

''تمہارے ساتھ ..... اس جگہ کے حسن کو چار چاند لگ گئے ہیں۔'' ملکہ نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے ان سبزہ زاروں کا حسن تم سے جلا پا رہا ہے۔''

''میکارا.....'' شیپا زیہ نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور بولی۔ ''لیکن میں اداس ہو گئی ہوں۔''

''کیوں.....؟'' میں نے پوچھا۔

''تم میرے ساتھ اس خیمے میں نہ رہ سکو گے۔''

''اوہ ..... شاید شموکا کی وجہ سے.....؟''

''ہاں..... منحوس مارا تھون نے اس بار ایک خراب اور ناپسندیدہ کام میرے سپرد کیا ہے۔''

''کوئی بات نہیں ہے شیپا زیہ..... بہرحال ہمیں کچھ وقت تو ملے گا۔''

''کیوں نہیں۔؟''

''لیکن تمہارا پروگرام کیا ہے..... کیا شموکا کو قتل کر دینا ہے۔''

''ہاں۔ اگر وہ گرفتار نہ ہو سکے تو قتل کر دینا مناسب ہوگا۔''

''یقیناً ..... ہمارے ساتھ کوئی لشکر نہیں ہے۔ شموکا اس بات سے بے فکر ہوگا کہ اس پر لشکر کشی کی جائے گی، وہ یقیناً ابھر آئے گا اور میں اسے اپنے جال میں پھانسوں گی لیکن اگر وہ قابو میں نہ آ سکا تو پھر ہمارے تیر انداز تیار ہوں گے۔''

''خوب..... لیکن ضروری ہے کہ وہ تنہا ہی آئے۔؟''

''یہ وقت کی بات ہے میکارا، جیسے حالات ہوں گے، ویسا ہی کیا جائے گا..... اور میں بہرحال ان معاملات کی ماہر ہوں۔''

میں خاموش ہو گیا..... شیپا زیہ کے معمولات جو ہو سکتے تھے وہی رہے..... کنیزوں اور غلاموں کی کافی تعداد تھی، شراب و کباب وافر تھی، اس نے سب کو کھل کھیلنے کی اجازت دے دی۔ مشعلوں کا شہر آباد کر دیا گیا۔ اور سازوں کی آوازیں خشک اور بے رنگ پہاڑیوں کے دلوں کو برمانے لگیں۔ مطربادوں کی حسین آوازیں ہواؤں کے دوش پر تیرنے لگیں اور رقاصوں کے گھنگھروں کی جھنکار پتھروں سے ٹکرا کر کھنک پیدا کرنے لگیں۔ بڑا حسین سماں بندھ گیا تھا، لیکن رات کے آخری پہر میں نشے میں چور ہونے کے باوجود ملکہ ہوش میں رہی۔ ''میکارا..... مجھے غم ہے کہ حسین موسم کی یہ حسین رات میں تمہاری آغوش میں نہیں گزار سکوں گی۔''

''اوہ ..... تم محتاط رہنا چاہتی ہو شیپا زیہ۔؟''

''ہاں۔''

''تب ٹھیک ہے۔لیکن مجھے کہاں قیام کرنا ہوگا۔؟''

''میرے خیمے کے عقب میں تمہارے لئے خیمہ ایستادہ کر دیا گیا ہے۔''

''تب مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری کسی کنیز کو طلب کر لوں۔؟''

''آہ... میں اس تصور سے تڑپوں گی۔'' ملکہ نے کہا۔

''اور میں تصور سے کہ..... کہیں شمو کا تمہارے پاس پہنچ تو نہیں گیا۔''

''ٹھیک کہتے ہو..... بہرحال اجازت ہے۔ ..... لیکن..... ایک بات کا خیال رکھنا۔''

''کیا.....؟''

''مجھے اس کنیز کے بارے میں معلوم نہ ہو۔ مفت میں جان سے ہاتھ دھوئے گی..... میں اس کی زندگی برداشت نہ کر سکوں گی جو میری برابری کا درجہ حاصل کرلے گی۔''

''میں خیال رکھوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ملکہ کے خیمے سے نکل آیا۔ جہنم میں جائے شہپازیہ اور چولہے میں جائے شموکا، میں اس پرفضا مقام سے پوری طرح محظوظ ہونا چاہتا تھا اور پھر ایک مدہوش دوشیزہ کو میں نے منتخب کرلیا۔ ..وہ ایک سطح پتھر پر بے حال پڑی ہوئی تھی۔ غلام اور سپاہی رنگ رلیاں منا رہے تھے، شاید اس کمسن حسینہ پر کسی کی نظر نہیں پڑی تھی۔

میں نے اسے بازوؤں میں اٹھالیا.....اور دوشیزہ نے آنکھیں کھول دیں..... پھول سے بدن کی مالک تھی۔ ...اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا... نشے میں ڈوبی ہوئی آنکھیں خوف کی آمیزش سے اور حسین ہوگئی تھیں۔

''سمندر والے.....'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''مجھے پہچانتی ہو.....؟'' میں نے اسے چہرے کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں.....''

''تب میرے بدن کی گرمی تمہیں پسند آئے گی۔''

''لیکن ملکہ شہپازیہ مجھے ہمیشہ کے لئے سرد کر دے گی۔''

''میں تمہاری حفاظت کا ذمہ دار ہوں۔''

''آہ..... تم خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے سمندر والے۔'' نشے میں ہونے کے باوجود وہ ہوش کی باتیں کر رہی تھی۔

''کیوں۔؟''

''بہت سے سورج چڑھے اور ڈھل گئے۔ صبح کے بعد شام یقینی ہے۔''

''اوہ..... میں صرف روشنی ہوں۔ دن کی بھی اور رات کی بھی۔''

''لیکن روشنی کو اندھیرے نگل لیتے ہیں۔'' وہ خوف سے بولی۔

''تم میری فکر مت کرو۔''

''میں خود بھی تو ماری جاؤں گی۔؟''

''میرا خیال ہے تم تھوڑی شراب اور پیو۔ ابھی تم میں ہوش باقی ہے۔ بے ہوشی سارے خوف نکال دیتی ہے۔'' میں اسے اپنے خیمے میں لا کر بولا اور پھر میں نے اسے اپنے بستر پر ڈال دیا۔ نوخیز لڑکی کسمسا رہی تھی، لیکن شراب نے اس کے ذہن سے خوف کا آخری احساس بھی نکال دیا اور پھر میرے بدن کی حرارت کے سوا اسے کچھ یاد نہ رہا۔

دوسری صبح وہ منہ اندھیرے میرے خیمے سے نکل گئی۔ اس کے بعد مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ میں ضروری کاموں سے فارغ ہوا ہی تھا کہ شہپازیہ کا بلاوا آ گیا۔

اور میں اس کے خیمے کی طرف چل پڑا۔ شہپازیہ کے چہرے پر عجیب تاثرات تھے۔ ''میکارا.....'' وہ مجھے دیکھتے ہی بولی۔

''اوہ.....کوئی خاص بات ہے ملکہ۔؟''

''ہاں.....'' اس نے جواب دیا۔

''تب میں سننے کا اشتیاق رکھتا ہوں۔''

''پہلی ہی رات..... پہلی ہی رات وہ پہنچ گیا۔''

''شمو کا۔؟''

''ہاں.....'' شہپازیہ نے جواب دیا۔

''خوب۔''

''مجھے نیند آ گئی تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اتنا باخبر ہوگا۔''

''یقیناً حیرت انگیز بات ہے۔ بہرحال مجھے پوری تفصیل سناؤ۔''

''آہ..... عجیب پر سحر انسان تھا میکارا..... دبلا پتلا، لیکن اس کے پورے وجود سے زندگی ٹپکتی تھی اور اس کی آواز..... اس کی آواز میں نہ جانے کیا جادو تھا..... وہ اپنی بات منوانے کی قوت رکھتا ہے۔''

''بہت خوب.....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم اس سے بہت متاثر معلوم ہوتی ہو۔''

''ہاں میکارا.....'' شہپازیہ نے گہری سانس لی۔

''حالات خراب معلوم ہوتے ہیں۔؟'' میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں سمجھی میکارا۔؟''

''اب اسے گرفتار کراؤ گی یا قتل۔؟''

''میں کچھ نہیں کہہ سکتی میکارا۔'' شہپا زیہ نے ایک گہری سانس لے کر جواب دیا۔ یہ بھی اس کا انوکھا پن تھا۔ ابھی کچھ وقت قبل وہ میری محبت میں گرفتار تھی اور اس وقت میرے ہی سامنے شمو کا سے لگاؤ کا اظہار کر رہی تھی۔ ... کوئی عام شخص ہوتا تو رقابت کا شکار ہو جاتا۔ لیکن شہپا زیہ جیسی عورتیں تو ہر دور میں میرے آگے پیچھے رہی تھیں۔ ... میں بھلا اس احمق عورت کی کیا پرواہ کر سکتا تھا۔

''گویا تمہارا پروگرام بدل گیا۔؟''

''ہاں ... میں اس سے ملکر پریشان ہو گئی۔''

''وہ تمہاری حیثیت سے واقف ہو گیا۔؟''

''میں نے اسے خود بتا دیا۔''

''شاید تم اس کے اور اپنے درمیان ہونے والی گفتگو پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو۔؟''

''کس سے۔؟''

''مجھ سے۔''

''اوہ ... نہیں میکارا ... میں ذہنی طور پر بہکی ہوئی ہوں ... یوں سمجھو ... اس کے جانے کے بعد میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوسکی۔ میں صرف اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں ... ارے وہ اتنا پیارا ہے کہ اس سے دشمنی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''

''بہتر ہے میں تمہیں تنہا چھوڑ دوں۔'' میں نے کہا۔

''کیوں۔؟'' وہ چونک پڑی۔ ''نہیں۔ اب میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ کسی خیال میں ڈوب گئی تھی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا'' جب کسی آہٹ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے ایک سایہ اپنے سر پر دیکھا۔ میں چونک پڑی ... میں نے چیخ کر غلاموں کو آواز دینے کی کوشش کی تو اس کا ہاتھ میرے منہ پر آ جما ... اور میں کوشش کے باوجود اس ہاتھ کو نہ ہٹا سکی ... تب اس کی آواز ابھری۔

''اگر تم چیخیں اور تمہارے لوگ آ گئے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ تمہارے سارے آدمی مارے جائیں گے، اور شاید تم بھی۔ اس لئے بہتر ہے کہ دوستانہ انداز میں گفتگو کرو۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔''

''تم ... کون ہو ...؟'' میں نے پوچھا۔

''شموکا ...'' اس نے جواب دیا اور تب میں نے اس کی شکل وصورت غور سے دیکھی۔ میری تو کیفیت ہی بدل گئی تھی اسے دیکھ کر۔ چنانچہ میں کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی۔

''اور تم کون ہو ...؟'' اس نے خود ہی طلسم توڑ دیا۔

''شہپازیہ۔''

''اوہ.....میں اس نام سے واقف ہوں۔''

''کس طرح۔؟''

''ماراتھون کی یہ انوکھی ملکہ اس قدر گمنام تو نہیں ہے۔''

''خوب.....''میں نے کہا۔

''یہاں کیوں آئی ہو ملکہ شہپازیہ۔؟''

''بغرض سیر.... صرف تفریح۔''

''کیا تمہارے علم میں یہ بات نہیں کہ یہ میرا علاقہ ہے۔''

''مجھے معلوم تھا۔''

''اس کے باوجود...؟''اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں.....اس لئے کہ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔''

''لیکن اس سے تو ہے جس کے تم بہت قریب ہو۔''

''یہ تمہارا خیال ہے۔''

''کیا مطلب۔؟''اس نے پوچھا۔

''مجھے ماراتھون سے اس کے علاوہ کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ مجھے زبردستی اس کے سر منڈھ دیا گیا ہے۔''

''اوہ.....اور ماراتھون کو۔؟''اس نے پوچھا۔

''تم اس کے بارے میں جانتے ہو۔''

''میں اس حد تک نہیں جانتا.....لیکن تم اتنی خوبصورت ہو کہ اسے تم سے دلچسپی ضرور ہوگی۔''

''ممکن ہے.....''میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''چنانچہ اس دلچسپی کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کیوں نہ سوچوں کہ تم کسی خاص مقصد سے یہاں آئی ہو۔''

''تم سوچ سکتے ہو۔لیکن وہ غلط ہوگا۔''

''ٹھیک ہے۔اگر تم یہاں بغرض سیاحت آئی ہو تو تم شموکا کی مہمان ہو اور ہم مہمانوں کو تکلیف نہیں دیتے۔لیکن اگر تمہارا مقصد یہاں کے حالات معلوم کر کے ماراتھون کی مدد کرنا ہے...تو...تو سنو.....یہاں کے حالات تمہیں شموکا کی زبانی بھی معلوم ہو سکتے ہیں۔ماراتھون کو اطلاع دینا کہ پشتوں کے بعد اسے مقابل ملا ہے اور اس بار اس کا ستارہ گردش میں ہی ہے۔ہم تیاریاں کر رہے ہیں۔ہم کافی مضبوط ہو چکے ہیں۔وہ

جس وقت چاہے کیکاس پر حملہ کر سکتا ہے۔ ہماری فوجیں اسے شکست دینے کے لئے تیار ہیں..... اور اگر یہ ہمت نہیں کر سکتا تو انتظار کرے۔ ہم بہت جلد اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کا اقتدار چھین لیں گے۔''

وہ بول رہا تھا میکارا اور میں اس کے چہرے کا اتار چڑھاؤ، اس کے بولنے کا انداز، اس کی آواز کی گرج کو دیکھ رہی تھی..... آہ کیسا انوکھا جوان ہے۔ دل میں بٹھا لینے کے قابل۔ تب میں نے اس سے کہا۔

''میں نے تمہاری تقریر سن لی ہے شموکا۔ لیکن اگر میں کسی مقصد سے یہاں نہ آئی ہوتی تو؟''

''تو میں کہہ چکا ہوں کہ تم میری مہمان ہو۔''

''تو مجھے اپنی بستی میں لے چلو۔ مجھے وہاں رکھو۔'' میں نے کہا۔

''یہ ممکن نہیں ہے ملکہ شہپازیہ۔''

''کیوں؟''

''میری مصلحت، میرے اصول کے خلاف ہے۔''

''کیسے میزبان ہو۔ مہمانوں کے لئے اصول رکھتے ہو۔'' میں نے اسے دلنواز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں لیکن کچھ اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔''

''مجھے یہاں رکنے کی اجازت ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ یہاں تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا۔''

''تب ایک وعدہ ہی کر لو۔''

''بولو۔'' اس نے کہا۔

''جب تک میں یہاں رہوں گی ہر رات مجھ سے ملو گے۔'' اس نے عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ ''میرے حالات اس کی اجازت نہیں دیں گے ملکہ۔''

''دل کے معاملوں میں اجازت کی کیا ضرورت ہوتی ہے شموکا۔'' میں نے کہا۔

''میرا دل بھی اپنا نہیں ہے۔ وہ دوسروں کے لئے دھڑکتا ہے۔''

''میں بھی تمہارے طلبگاروں میں شامل ہوں شموکا۔''

''میں کسی بھی وقت آ سکتا ہوں ملکہ..... لیکن کب؟ میں وعدہ نہیں کر سکتا۔''

''میں انتظار کروں گی۔'' میں نے کہا اور وہ چلا گیا۔ اور اس وقت کے بعد سے مجھے سکون نہیں ہے میکارا۔'' ملکہ شہپازیہ نے کہا۔

''گویا تم اس سے عشق کرنے لگی ہو؟''

''ہائے۔ وہ بڑا انوکھا ہے میکارا۔''

''ٹھیک ہے ملکہ..... چند روز اس کے ساتھ عیش کر واور پھر یہاں سے چل دو۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''آج رات اس کا انتظار کرو گی؟''

''ہاں۔'' ملکہ نے کہا اور پھر چونک پڑی۔ ''ارے...'' اس کے منہ سے نکلا۔

''کیوں۔'' میں نے اسے دیکھا۔ ملکہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی۔

''تم آج رات بھی تنہا ہو گے۔؟''

''تنہا تو میں پچھلی رات بھی نہیں رہا تھا۔''

''اوہ..... کوئی کنیز؟''

''ہاں۔''

''میکارا۔ ظاہر ہے وہ میری جگہ تو پر نہیں کر سکی ہو گی۔ تم میری یاد میں تڑپتے رہے ہو گے میکارا۔ تم شموکا سے تو رقابت نہیں محسوس کر رہے..... دراصل وہ بہت پیارا ہے۔''

''نہیں ملکہ۔ مجھے عورت کی ضرورت ہے اور میری نگاہ میں ساری عورتیں یکساں ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''تمہاری کنیز تم سے بری نہیں تھی۔''

''کیا بکواس ہے..... میرا اور کسی کنیز کا کیا مقابلہ؟'' ملکہ غصے سے بولی۔

''وہ تم سے زیادہ دلکش تھی۔''

''کون تھی وہ۔؟'' ملکہ پھنکار کر بولی۔

''میں تمہیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔'' میں نے کہا اور ملکہ میری شکل دیکھنے لگی اور پھر ایکدم اس کا رویہ بدل گیا۔

''اوہ میکارا۔ میں تمہاری آواز میں جذبہ رقابت نہیں محسوس کر سکی تھی۔ ہاں ٹھیک ہے۔ تم ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہو۔ تم خود بھی میری زبان سے کسی مرد کی تعریف کیسے سن سکتے ہو..... لیکن..... آہ میں کیا کروں..... وہ مجھے اتنا ہی پسند آ گیا ہے۔ تم مجھے اس کے ساتھ چند راتوں کی اجازت دے دو۔ اس کے بعد میں اسے مار ٹھون کے حوالے کر دوں گی اور اس کے بعد..... ہم پھر یکجا ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے ملکہ..... ؟'' میں نے گہری سانس لے کر کہا..... میری خاموشی سے غریب کنیز کی جان بچ رہی تھی۔

''تمہیں اس وقت تک کسی بھی کنیز کی ساتھ رات گزارنے کی اجازت ہے۔''

''شکریہ ملکہ شہپازیہ....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر میں ملکہ کے خیمے سے نکل آیا۔ اب مجھے بھی رات ہونے کا بے چینی سے انتظار تھا دوسری طرف ملکہ نے بڑے انوکھے انتظامات کئے تھے۔ اس نے جھرنے کے کنارے سازندوں کو متعین کیا اور یہاں رقص و سرود کی محفل جمائی۔ میں بھی اس محفل میں ایک عام انسان کی حیثیت سے شریک تھا۔

ملکہ شموکا کا انتظار کر رہی تھی لیکن آدھی رات گزر گئی۔ شموکا نہ آیا۔ تب ملکہ مایوس ہوگئی....رقص و سرود ختم کر دیا گیا اور اداس ملکہ اپنے خیمے میں چلے گئی.....میں نے بھی ایک کنیز کو طلب کر لیا.....اور صبح ہوگئی.....اس صبح ملکہ ناشتے پر بہت اداس تھی.....ناشتے پر اس کے ساتھ صرف میں تھا۔ ملکہ نے مجھے خود ہی بلایا تھا۔

''یہ تو غلط ہو گیا میکارا.....'' اس نے اداس لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا ملکہ....؟''

''وہ نہیں آیا۔''

''بے حد مغرور معلوم ہوتا ہے۔''

''لیکن یہ اس نے اچھا نہیں کیا....'' ملکہ کسی قدر غصے سے بولی۔

''ہاں.....یہ اس نے اچھا نہیں کیا۔''

''میں اسے اس غرور کا مزہ چکھا سکتی ہوں۔''

''بے شک۔''

''میں آج رات اور انتظار کروں گی اور اس کے بعد.....اس کے بعد....'' ملکہ کا تنفس تیز ہو گیا.....اسے غصہ آ گیا تھا...'' اس کے بعد شموکا کو اپنے غرور کی سزا بھگتنی پڑے گی۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا.....ملکہ پر دوسرا تازیانہ اس وقت پڑا جب دوپہر کے وقت بے شمار انسان پہاڑوں کے سوراخوں سے نکل آئے۔ وہ مسلح تھے اور ان کی قیادت شموکا اور کچھ بوڑھے کر رہے تھے۔

شموکا کو میں نے پہلی بار دیکھا.....یقیناً مسحور کن شخصیت تھی، بہت چھوٹی عمر کا نوجوان تھا.....لیکن بڑے پرسحر شخصیت کا مالک۔ اس کی آنکھوں میں کوئی مروت نہیں تھی۔

''میں ملکہ شہپازیہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا اور شہپازیہ آگے بڑھ آئی۔

''میں حاضر ہوں شموکا۔''

''ملکہ.....میں نے اپنے لوگوں کو بتایا کہ تم یہاں صرف چند غلاموں اور چار سپاہیوں کے ہمراہ یہاں تفریح کی غرض سے آئی ہو۔ نیز یہ کہ تمہارے ارادے برے نہیں ہیں.....لیکن میرے ساتھی تمہیں یہاں رہنے دینے کے حق میں نہیں ہیں.....اور میں ان سے متفق ہوں.....چنانچہ ہم

یہ درخواست کرنے آئے ہیں کہ تم صرف چند گھنٹوں کے اندر پہاڑیاں..... چھوڑ دو......''اور خونخوار شیپازیہ آگ بگولا ہوگئی۔

''کیا یہی تمہاری مہمان نوازی ہے شموکا......؟''اس نے گرجتے ہوئے کہا۔

''میرے بزرگوں کی یہی رائے ہے اور میں اس سے انحراف نہیں کرسکتا۔''

''لیکن یہ مملکت مارا تھون کی ہے اور میں اپنے شوہر کی زمین پر ہوں۔ ''ملکہ نے گرج کر کہا۔

''اس خیال کو ذہن سے نکال دو شیپازیہ..... یہ شموکا کے پہاڑ ہیں..... اور ہم نہیں چاہتے کہ تم ان پہاڑوں کے راز اپنے ساتھ لے جاؤ۔'' ایک بوڑھے شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

''میں یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ یہ میری سرزمین ہے۔''

''اگر تم نے یہ زمین نہ چھوڑی ملکہ تو تمہارے سارے مرد غلاموں کو پہاڑ سے نیچے پھینک دیا جائے گا۔''

''اور اس کے بعد تم اپنا حشر جانتے ہو۔؟''ملکہ چیخ کر بولی۔

''بتادیں ملکہ عالیہ۔''بوڑھے نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''میں تمہاری بستیوں کو تاراج کرادوں گی۔ میں تمہارے ایک بھی انسان کو زندہ نہیں چھوڑوں گی۔''

''کیا مارا تھون یہ ہمت رکھتا ہے۔؟''

''میں رکھتی ہوں۔''ملکہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''ٹھیک ہے.. ہمیں منظور ہے۔ بلکہ ملکہ اب تو یہ ضرورت بن گئی ہے۔ تاکہ مارا تھون کو غیرت تو آئے۔''بوڑھے نے کہا اور شموکا کی طرف رخ کر کے بولا۔''کیا تو یہ للکار منظور نہ کرے گا شموکا۔''

''میرے بزرگوں کا فیصلہ میرا فیصلہ ہوتا ہے۔''شموکا نے سرد لہجے میں کہا۔''سارے غلاموں کو...... سارے مردوں کو نیچے پھینک دیا جائے۔''

اور بدنصیب غلاموں اور سپاہیوں کی شامت آگئی۔ شموکا کے آدمیوں نے انہیں اٹھا اٹھا کر نیچے چٹانوں پر اچھال دیا اور ان کے جسم پاش پاش ہوگئے۔ ملکہ ایک چٹان پر چڑھ گئی۔ عورتیں چیخنے لگیں..... لیکن انہیں کچھ نہ کہا گیا تھا...... ملکہ کے نزدیک ہی ایک دوسری چٹان پر میں بھی ہاتھ باندھے خاموش کھڑا تھا۔

بے گناہ انسانوں کی موت کا مجھے بھی تردد تھا۔ لیکن ان کی موت ان کی ملکہ کی ضد سے آئی تھی۔ اس لئے میں نے ان معاملات میں مداخلت نہیں کی..... تب چار آدمی میری طرف بڑھے۔

''ایک بھی مرد کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔''بوڑھا چیخا۔ اب تو مردوں میں صرف میں ہی رہ گیا تھا.. چنانچہ وہ چاروں میری طرف بڑھے اور پھر وہ میرے بدن کے گرد پھیل گئے۔

چاروں نے قوت صرف کر کے مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ لیکن میں اسی طرح ہاتھ باندھے کھڑا تھا...... میرے بدن نے جنبش بھی نہ کی تھی۔ وہ چاروں بوکھلا کر مجھے ٹٹولنے لگے۔ کئی لوگوں نے چٹان میں بھی جھانکا تھا غالباً یہ اندازہ لگانے کے لیے کہ میرے پاؤں کہاں جمے ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے دوبارہ مجھے اٹھانے کی کوشش کی...... لیکن انہیں پسینے آ گئے اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

''کیا بات ہے۔''شموکا نے پوچھا۔

''یہ...... یہ نہیں ہلتا...... ''انہوں نے احمقانہ انداز میں کہا۔

''اوہ...... جاؤ...... ان کی مدد کرو......''شموکا نے دوسروں کو حکم دیا اور اس بار مجھ سے چمٹنے والوں کی تعداد پندرہ سے کم نہیں تھی لیکن اگر وہ میرے بدن کو جنبش ہی دیدیتے تو پھر بات ہی کیا رہتی...... انہوں نے آخری قوت بھی صرف کر لی اور بری طرح ہانپنے لگے...... ان کے چہروں پر...... شدید حیرت تھی۔ دوسری طرف ملکہ بھی اس کشمکش کو دیکھ رہی تھی۔

''اوہ...... شاید بہت زیادہ طاقتور آدمی ہے۔''شموکا نے کہا اور پھر اچانک اس کے اشارے پر کئی رسیاں میرے بدن پر آ پڑیں۔ یہ پھندے تھے جن میں مجھے جکڑ دیا گیا تھا اور پھر چاروں طرف سے لوگ مجھ پر طاقت صرف کرنے لگے۔

لیکن رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ مجھے چٹان سے نہ کھینچ سکے۔ بہت سے لوگ نیچے گر گئے تھے...... تب میں نے اپنے گرد کسے ہوئے پھندوں کو کچے دھاگوں کی طرح توڑ دیا۔

''شموکا کے لوگو...... تم نہ مجھے نیچے پھینک سکے ہو نہ گرفتار کر سکتے ہو اور نہ قتل...... بہتر یہ ہے کہ مجھے ان عورتوں کو واپس لے جانے کی اجازت دو...... یوں بھی ان کے ساتھ کسی مرد کا ہونا ضروری ہے۔''

شموکا میرے نزدیک پہنچ گیا...... اس کے ساتھ بوڑھے بھی تھے۔

''آہ...... تو کون ہے قوی ہیکل جوان...... کیا تو ایتھنز ہی کا رہنے والا ہے۔؟''

''اس تفصیل کو چھوڑ دو...... سنو...... اگر میں چاہتا تو تمہارے یہ جوان ہمارے غلاموں کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اگر میں چاہتا تو تمہارے سارے ساتھیوں کو قتل کر دیتا...... لیکن میں بارتھون کا ساتھی نہیں ہوں...... میں اس کا دوست نہیں ہوں...... میں ایک آوارہ گرد ہوں...... فی الحال ملکہ شیبا زیبہ کے ساتھ ہوں اس کے بعد کہاں ہوں گا، پتہ نہیں۔''

''میں تجھے حکم دیتی ہوں میکارا...... انہیں قتل کر دے۔ شموکا کو گرفتار کر لے۔''پاگل ملکہ چیخی۔

''اس کے بجائے تو ان لوگوں کو حکم دے ملکہ، کہ وہ مجھے قتل کر دیں۔''

''کیا بکواس کر رہا ہے۔''ملکہ غرائی۔

''تو اپنی جان بچا کر یہاں سے جانا نہیں چاہتی؟''میں نے کہا۔

''میں...... میں تجھے سنگسار کرا دوں گی۔''

''تب پھر مجھے یہیں سے تیرا ساتھ چھوڑ دینا چاہیے۔''

''میں تجھے اپنے لوگوں میں خوش آمدید کہوں گا میکارا......'' شموکا جلدی سے بولا۔

''نہیں شموکا...... میں کسی کا آلہ کار بننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔''

''میں تجھے عظیم مرتبہ دوں گا۔''

''میں عہدوں کا لالچی نہیں ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر میں ملکہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''اس کے باوجود میں تجھے واپس لے چلنے کو تیار ہوں۔''

اب ملکہ شیپازیہ کے خدوخال ست پڑ گئے۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''ٹھیک ہے میکارا... ٹھیک ہے شموکا، اچھا سلوک کیا تو نے میرے ساتھ۔ چل میکارا ... میں واپس چل رہی ہوں۔''

اور احمق ملکہ میرے ساتھ چل پڑی۔ کنیزیں ساتھ تھیں۔ ملکہ شیپازیہ بہت بدحواس تھی۔ اس نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ پھر ہم کافی دور نکل آئے۔ میرا گھوڑا شیپازیہ کے رتھ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

''میکارا...'' شیپازیہ ہی نے مجھے آواز دی۔

''ملکہ عالیہ۔''

''تو نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے میکارا... اگر ان لوگوں کو بچا سکتا تھا تو تو نے کیوں نہیں بچایا۔؟''

''کیا تو نے مجھے حکم دیا تھا ملکہ۔؟''

''لیکن یہ تیرا فرض تھا۔''

''اور تیرا کیا فرض تھا ملکہ...... یہی کہ تو مجھے اپنے محبوب کی حیثیت سے یہاں لائی اور پھر مجھے تنہا چھوڑ کر کسی اور کی محبت کا دم بھرنے لگی۔ میں تو صرف تیرے لئے یہاں آیا تھا... کیا تیرا سلوک ٹھیک تھا۔''

''ایں......'' ملکہ سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''ٹھیک ہی کہتا ہے میکارا... میرا رویہ ٹھیک نہ تھا، لیکن اس بے درد نے مجھے اپنی نگاہ میں ذلیل کر دیا...... آہ... اب صرف دو چیزیں مجھے زندگی دے سکتی ہیں، یا تو میں اسے قتل کر دوں، یا پھر وہ میرے پاس محبت کی بھیک مانگتا ہوا آ جائے۔ میرے قدم چاٹنے لگے۔''

''گویا تو اب بھی اسے چاہتی ہے۔؟''

''ہاں... یہ میری کمزوری ہے... میں اسے اس وقت تک نہیں بھول سکتی، جب تک میں اسے حاصل نہ کر لوں۔''

''اس کے بعد۔؟''

''اس کے بعد... میکارا...... تم حیرت انگیز انسان ہو۔ اس کے بعد میں تمہاری کنیز ہوں گی، میری خواہش پوری کر دو۔''

''کیا چاہتی ہو۔؟''

''شموکا کو گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کر دو۔''

اور میرے ذہن میں نہ جانے کیا آئی ..... کہ میں نے گھوڑے کا رخ بدل لیا..... شہپازیہ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اور پھر چیخ کر بولی۔ ''میکارا..... رک جاؤ..... میکارا، میری بات سنو۔''

''اپنے محل میں میرا انتظار کرو شہپازیہ۔'' میں نے کہا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میرا رخ واپس شموکا کے علاقے کی طرف تھا۔ چند ہی منٹ میں، میں ملکہ کے رتھ سے کافی دور نکل آیا۔

میرے ذہن میں کچھ اور خیالات جنم لے رہے تھے۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے پروفیسر..... ''اس نے کہا لیکن پروفیسر اور لڑکیاں اسی طرح اس کی شکل دیکھتی رہیں۔

''میں تم سے مخاطب ہوں پروفیسر۔'' اس نے کہا تب پروفیسر چونکا۔ لڑکیاں بھی چونک پڑیں۔

''ایں..... کیا مجھ سے کہا۔؟''

''ہاں..... ان واقعات میں تمہارے خیال میں میرے جذبات کیا ہوں گے۔؟''

''میں تو صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔''

''کیا پروفیسر..... ؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس بار تمہارے غرور کو شکست ہوئی..... یعنی کوئی ایسی عورت جو تمہاری خلوت میں رہ چکی تھی تمہاری موجودگی میں کسی دوسرے کا دم بھر رہی تھی۔'' پروفیسر نے کہا اور پھر خجل ہو کر اپنی دونوں بیٹیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ لڑکیاں شرمائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔

☆.................☆.................☆

''تمہارا خیال درست ہے پروفیسر، میں نے اس حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ اگر میں چاہتا تو اپنی کہانی کے اس حصے کو باسانی حذف کر سکتا تھا لیکن میں تمہیں ایک ایسی آپ بیتی سنا رہا ہوں جو ایک تاریخ بھی ہے اور تاریخ کے ساتھ انصاف ہی بہتر ہوتا ہے۔ کسی بھی مورخ کو تاریخ غصب نہیں کرنا چاہئے۔

بہر حال..... میں ملکہ شہپازیہ کو چھوڑ کر کافی دور نکل آیا۔ ملکہ کی اب ہمت نہیں تھی کہ میرا تعاقب کرتی، وہ تھک چکی تھی، ذہنی اور جسمانی طور پر..... چنانچہ اب دور دور تک اس کا پتہ نہیں تھا اور شموکا کی پناہ گاہ مجھ سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔ میرا گھوڑا برق رفتاری سے سفر کر رہا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں، میں ان پہاڑیوں کے نزدیک پہنچ گیا جہاں شموکا کا مسکن تھا۔

جیسا کہ میرا خیال تھا، شموکا کے آدمیوں نے مجھے دور سے دیکھ لیا ہوگا۔ میں نے نگاہ اٹھائی تو ایک چٹان پر مجھے تین گھوڑے نظر آئے۔ تین قوی ہیکل انسان ان گھوڑوں پر سوار میری نگرانی کر رہے تھے۔

''شموکا کے لوگو۔ نیچے آؤ، مجھے تم سے گفتگو کرنی ہے۔'' میں نے ہاتھ ہلا کر زور سے چیختے ہوئے کہا۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔ آپس میں گفتگو کی اور پھر ان میں سے دو گھوڑے چٹانیں پھلانگتے ہوئے نیچے اترنے لگے۔ ایک شاید اس لئے اوپر رہ گیا تھا کہ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو دوسروں کو صورتحال سے آگاہ کردے۔

دونوں گھوڑے سوار میرے نزدیک پہنچ گئے۔ وہ تلواروں کے قبضے پر ہاتھ رکھے میری طرف دیکھ رہے تھے۔

''تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔''

''کون ہوں میں؟''

''تمہیں ماراتھون کی ملکہ کے ساتھ دیکھا گیا تھا۔''

''اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ تمہارے آدمی میرے بدن کو جنبش دینے میں ناکام رہے تھے۔''

''کیا کہنا چاہتے ہو۔ کیوں آئے ہو؟'' ان میں سے ایک نے سوال کیا۔

''شموکا سے کہہ دو، میں اسے گرفتار کرنے آیا ہوں۔''

''کیا بکتے ہو۔'' ان دونوں نے غصے میں آکر تلواریں کھینچ لیں۔

''تم میرا پیغام اس تک پہنچا دو۔'' میں نے کہا۔

''صرف پیغام ہی نہیں، ہم پیغامبر کی گردن بھی پیغام کے ساتھ دے دیں گے۔'' انہوں نے دانت کچکچا کر کہا اور دونوں نے تلواروں کے بھرپور وار مجھ پر کئے۔ تلوار کھناکھٹ میرے بدن پر پڑیں اور کند ہوگئیں۔ تب میں نے ان دونوں کے بازو پکڑے اور انہیں گھوڑے سے نیچے پھینک دیا۔ اسی اثنا میں اوپر والے کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکلیں اور پھر پہاڑوں کے سوراخ انسان اگلنے لگے۔ بے شمار مسلح افراد تیزی سے پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے۔

یہ صورتحال تو درست نہیں تھی۔ میں شموکا کے لوگوں کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اگر وہ مجھ پر حملہ آور ہوئے اور مجھے غصہ آگیا تو بلاوجہ بہت سے مارے جائیں گے اور صورتحال بدل جائے گی۔ یعنی پھر وہ نہ ہوگا جس ارادے سے میں یہاں آیا تھا۔ مسلح افراد غصے سے پھنکارتے ہوئے اپنے اپنے ہتھیار ہلاتے ہوئے نیچے اتر آئے تھے لیکن ابھی وہ دامن میں نہیں پہنچے تھے کہ اوپر سے ایک اور آواز سنائی دی اور سب کے سب ساکت ہو گئے لیکن ان کی غضیلی نگاہیں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے اوپر دیکھا۔ شموکا ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ پھر اس نے چیخ کر ان لوگوں کو ادرکوئی حکم دیا اور پھر تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے گھوڑے کی پیشکش کی تھی لیکن اس نے اسے قبول نہ کیا اور خطرناک چٹانوں کو پھلانگتا ہوا بالآخر نیچے پہنچ گیا۔ مجھے یہ حسین و جمیل نوجوان پہلی ہی نگاہ میں پسند آیا تھا۔ اس وقت بھی اس کا اس پھرتی سے اترنا مجھے بہت بھایا۔ میں نے اس کے آدمیوں پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور اسے

دیکھ رہا تھا۔ شموکا میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا۔ ایک بار پھر اس نے اپنے لوگوں کو پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھی اور پیچھے ہٹ گئے۔

''تم ..... تم تو ملکہ شہپازیہ کے ساتھ چلے گئے تھے میکارا۔؟'' اس نے پہلا سوال کیا۔

''ہاں۔ لیکن کیکاس کی پہاڑیوں کی کشش مجھے راستے سے کھینچ لائی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ ..... اوہ ..... تو کیا ..... تو کیا تم نے ہمارے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا میکارا۔؟'' شموکا نے جواب دیا۔

''نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔''

''تب۔؟''

''مارانھوں کی احمق ملکہ تمہیں گرفتار کرنے آئی تھی۔ وہ اپنے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہے۔ اس کا خیال تھا، اور نہ صرف اس کا بلکہ اس کے شوہر مارانھون کا بھی کہ شموکا ایک نگاہ اس پر ڈالتے ہی اس کا اسیر ہو جائے گا اور پھر وہ اسے زنجیریں پہنا کر سیدھی مارانھون کے سامنے لے جائے گی اور سرفراز ہوگی۔ ..... لیکن حماقت کی شکار عورت کا غرور ٹوٹ گیا اور وہ اسی قسم کی عورت ہے شموکا جو ناکامیوں پر دیوانی ہو جاتی ہے۔ اس نے ہر قسم پر تیری گرفتاری کا تہیہ کر لیا لیکن بے بسی کے سوا اور کچھ اس کے پاس نہیں تھا۔ تب اس نے راہ چلتے چلتے مجھے پکارا اور اپنی بے بسی میرے سامنے رکھ دی اور شموکا، میں ہر اس عورت کے لئے بہت کچھ کر دیتا ہوں جو مجھے پسند آ جائے چنانچہ میں نے اس سے اقرار کر لیا کہ میں تجھے گرفتار کرا دوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور شموکا کا چہرہ دست گیا۔

''تو، تو مجھے گرفتار کرنے آیا ہے میکارا۔؟'' اس نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں۔'' میں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

''اور ان دونوں سے بھی تو نے یہی کہا ہوگا۔''

''ہاں۔''

''تب تو یہ بے قصور ہیں۔'' شموکا نے کہا۔

''کیا مطلب۔؟''

''میرا خیال تھا کہ انہوں نے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تیرے اور شہپازیہ کے ساتھی کی حیثیت سے حملہ کر دیا تھا اور اس بات پر میں ان سے ناراض تھا لیکن ..... ''

''لیکن کیا۔؟''

''لیکن میرے ساتھی یہ الفاظ نہیں برداشت کر سکتے۔''

''اوہ ..... پھر وہ تیری گرفتاری کیسے برداشت کر سکیں گے شموکا۔'' میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور شموکا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے

لگا۔ پھر اس نے گہری سانس لیکر کہا۔

''تو نے کہا تھا کہ تو اہل اینٹلسز میں سے نہیں ہے۔؟''

''ہاں۔ میں ان میں سے نہیں ہوں۔''

''تب کیا تو شا، مارا تھون سے کوئی دلچسپی رکھتا ہے۔؟''

''ہرگز نہیں۔''

''تب تجھے میری گرفتاری سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔؟''

''میں نے شہپا زیہ سے وعدہ کیا ہے۔''

''صرف ایک حسین عورت کے لئے تو ایک تحریک کو، ہزاروں انسانوں کے مفاد کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے میکارا۔''

''میں صرف تجھے گرفتار کر کے شہپا زیہ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں شموکا، چونکہ میں اس سے وعدہ کر چکا ہوں۔''

''اور یہ اچھی بات ہے کہ میرے کچھ لوگ، میرے نزدیک نہیں ہیں ورنہ میں انہیں کسی طور نہیں روک سکتا تھا، میکارا۔ میری مان، بہتر ہے... تو واپس چلا جا، شموکا ایک تنہا انسان نہیں ہے۔ شموکا مارا تھون کے ستائے ہوئے لوگوں کا ایک گروہ عظیم ہے۔ شموکا ایک عظیم تحریک ہے جس کا مقصد مارا تھون کو اس کے مظالم سمیت قبر کی گہرائیوں میں سلا دینا ہے۔ تو کسے کسے گرفتار کرے گا۔؟''

''صرف تجھے۔ کیونکہ میں نے شہپا زیہ سے۔''

''لیکن تو مجھے گرفتار نہ کر سکے گا میکارا۔''

''مجھے کون روکے گا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا میرے یہ تمام ساتھی بھی تجھے نہیں روک سکیں گے۔؟''

''نہیں۔ یہ سب مجھے قتل کرنے کی کوششوں میں لگے رہیں گے اور آہستہ آہستہ قتل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کا آخری فرد بھی مر جائے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں نہیں...... اگر تو یہ قوت رکھتا ہے میکارا۔ اگر تو اس قدر ہی عجیب ہے تو اپنی قوت ان مظلوموں پر کیوں صرف کر رہا ہے، جو صرف ظلم کے خلاف آواز اٹھا کر اپنی عزت و ناموس، اپنی زندگی کی حفاظت چاہتے ہیں۔ آ۔ میں تجھے مارا تھون کے شکار مظلوم انسانوں کی شکلیں دکھاؤں، اگر تجھے ان پر بھی رحم نہ آئے تو پھر ہم فیصلہ کر لیں گے۔''

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''شموکا۔'' میں نے طویل سانس لیکر کہا۔ ''تو بہت ٹھنڈے ذہن و دل کا انسان ہے اور ایسی فطرت کے لوگ بے شک جس تحریک کو لیکر اٹھتے ہیں، کامیاب ہوتے ہیں۔ مجھے تیری یہ بات بہت پسند آئی اور یقین کر، یہ صرف آزمائش تھی تیری فطرت کی پختگی کی۔ میں تیری مدد کو تیار ہوں،

سن شموکا، اگر میں شیپازیہ سے تیری گرفتاری کا وعدہ کر سکتا ہوں، اگر میں تیرے پورے گروہ کو قتل کر کے، تجھے گرفتار کر کے لے جانے کی ہمت رکھتا ہوں تو مارا تھون کی فوجیں بھی تو میرے چنگل سے دور نہیں ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں ایتھنز کا تاج تیرے سر پر رکھ دوں۔"

"خدا جانے تو کیا ہے۔ دیوتا ہی تیرے بارے میں بتا سکتے ہیں۔"

"میں تیرا مہمان بننا چاہتا ہوں۔"

"بسر و چشم۔" شموکا نے کہا۔

"تیرے لوگوں کو اعتراض تو نہ ہوگا۔"

"تجھے شیپازیہ کے ساتھ دیکھا گیا ہے اور تو نے میرے دو آدمیوں کو زخمی کیا ہے۔ اس لئے یہ لوگ تجھ سے خوش تو نہ ہوں گے لیکن یقین کر تیری قوت کے مظاہرے نے نہیں، بلکہ تیری انوکھی ذات نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں نے تو تجھے پہلے بھی اپنے گروہ میں آنے کی پیشکش کی تھی۔ بہرحال تو میرا مہمان ہے...... اپنے لوگوں کو سمجھانا میرا کام ہے۔" شموکا نے کہا۔ "آ...... میں تجھے اپنی رہائش گاہ پر خوش آمدید کہوں گا۔" شموکا نے دوستانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑا اور بلندیوں کی طرف چل پڑا۔ اس کے ساتھی تعجب سے ہم دونوں کو دیکھتے رہ گئے تھے اور خوب تھے پہاڑ کے یہ سوراخ بھی، جن میں ان لوگوں کی رہائش تھی۔ باہر سے انتہائی تنگ، اندر سے اتنے ہی کشادہ، ضروریات زندگی کی ساری آسائشیں انہوں نے ان غاروں میں مہیا کر لی تھیں۔ یہ سوراخ قدرتی تھے لیکن شموکا کی ذہانت نے ان میں اپنی محنت بھی شامل کر دی تھی، چنانچہ انہوں نے ایسے انتظامات کر رکھے تھے کہ صرف ایک سوراخ میں داخل ہو کر پوری پہاڑی کے اندر گھوما جا سکتا تھا۔ کسی بھی سوراخ سے باہر نکلا جا سکتا تھا۔ گویا الگ الگ تھے سب کا رابطہ ایک دوسرے سے تھا اس کے علاوہ انہوں نے قدرتی ہوا اور روشنی کا بھی مناسب انتظام کیا تھا۔

شموکا نے ایک بھی چیز مجھ سے پوشیدہ نہ رکھی، اس نے لوہے کی عظیم الشان بھٹیاں مجھے دکھائیں جہاں بے شمار لوگ ہتھیاروں کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ غرض ایک نہایت منظم بغاوت کے سارے انتظامات کر لئے گئے تھے اور میں ان چیزوں کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ تب شموکا مجھے مظلوموں کے علاقے میں لے گیا اور یہاں جو لوگ تھے درحقیقت انہیں دیکھ کر سخت افسوس ہوا۔ شموکا کے کہنے پر ان میں سے چند نے اپنی داستانیں سنائیں اور مجھے بے حد دکھ ہوا۔

میں نے شموکا سے واپسی کے لئے کہا اور شموکا مجھے لے کر ایک غار میں آ گیا۔ "بس اب تم یہاں آرام کرو میکارا...... میں بہت جلد تمہارے پاس حاضر ہوؤں گا۔" اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

کئی خادم میری خدمت پر مامور کر دیئے گئے اور میری ساری ضروریات پوری کی جانے لگیں...... میں شموکا اور اس کی تحریک کے بارے میں سوچ رہا تھا اور پھر پروفیسر...... میں نے چند دلچسپ فیصلے کئے...... یوں کہو...... سازش تیار کی...... ایک انوکھی سازش...... اور اس کے ہر پہلو کا جائزہ لے کر میں مطمئن ہو گیا۔

رات گئے شموکا میرے پاس آیا...... اس وقت وہ سادہ لباس میں تھا اور بے حد پر وقار نظر آ رہا تھا...... وہ مسکراتا ہوا میرے پاس آ

بیٹھا......'' ہم لوگ ان مظلوموں کی آہوں کے دھوئیں کو صاف نہیں کر سکتے میکارا..... اس کے لئے کھلی فضا کی ضرورت ہے اور کھلی فضا صرف مارتھون کے شہر کی ہے اس لئے ہم یہاں رقص و سرور کی محفلیں نہیں سجاتے ہم نے زندگی کی ہر اس دلچسپی کو خود سے دور کر دیا ہے جو فراغت اور سکون کی نشانی ہے۔''

''خوب......'' میں نے کہا۔

''اسی لئے ہم تیرے استقبال میں یہ محفل نہیں سجا سکتے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں ان کا رسیا نہیں ہوں۔''

''ہاں......تو عمل کا انسان نظر آتا ہے۔''

''تیرے ساتھیوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے۔؟''

''ساری زندگی میں پہلی بار...... میں نے اپنے بزرگوں سے اختلاف کیا ہے۔'' شموکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔؟''

''ستائے ہوئے کوئی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں۔''

''صاف صاف کہہ۔''

''وہ تیری آمد سے ناخوش ہیں۔''

''اوہ۔''

''اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ شاید میں نے پہلی نادانی کی ہے۔''

''خود تیرا کیا خیال ہے۔؟'' میں نے شموکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال......'' شموکا نے ایک گہری سانس لی۔ ''کیا تو میری بات پر یقین کرے گا میکارا۔''

''ہاں......''

''اور میرے الفاظ کو اپنی ہتک تصور نہیں کرے گا۔؟''

''نہیں......'' میں نے جواب دیا۔

''تو سن...... میں تجھ سے ذرا بھی مرعوب نہیں ہوں۔ بے شک بے پناہ طاقتور ہے اور تیری طاقت کا مظاہرہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کے علاوہ لوگوں کا خیال ہے کہ ہتھیار تیرے بدن پر بے اثر ہیں۔ لیکن ہم اصول پر مرنے والے ہیں۔ جب زندگی اصول پر ہی قربان ہونی ہے تو کسی کے ہاتھوں سہی۔ چنانچہ میکارا۔ میرے دوست دیوتاؤں کی قسم، میں تجھ سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ نہ میں نے خوفزدہ ہو کر تجھے دوست بنایا ہے۔ بس اس وقت کے لئے قوت کا مظاہرہ نہیں کیا...... میرے دل میں تیرے لئے ایک محبت ایک پیار امنڈ آیا...... اور وہ اب تک برقرار ہے۔''

''اوہ......لیکن یہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے شموکا۔؟''

''میں اسے تقدیر کا ایک وار سمجھ کر سہہ لوں گا۔''

''اور اگر میں کہوں کہ تو میرے اوپر بھروسہ کر۔''

''تو میں بھروسہ کرلوں گا۔''

''پھر سوچ لے شموکا۔؟''

''سوچ لیا۔''

''یہ کام آسان نہ ہوگا۔''

''مجھے احساس ہے۔''

''تیرے بزرگ مخالفت کریں گے۔''

''میں ان سے عاجزی سے درخواست کروں گا کہ مجھے تقدیر کے اس کھیل میں تنہا چھوڑ دیں۔''

''ممکن ہے میری باتیں مشکوک ہوں۔''

''صرف ایک وعدہ کرلے میکارا۔''

''کیا۔؟''

''میں کہہ چکا ہوں کہ میں تجھ سے مرعوب نہیں مسحور ہوں۔ میں تیرا عقیدتمند ہوں، یہ جانے بغیر کہ تو کون ہے۔ ....اگر تو.... مارا تھون سے ہمدردی رکھتا ہے.... اگر تو اس کے لئے مجھے گرفتار کرنا چاہتا ہے۔ تو.... تجھے اپنی طاقت کی قسم۔ اپنی دلیری کی قسم.... مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔ مارا تھون کا کوئی شخص مجھے قتل نہ کرنے پائے۔''

''ہوں....'' میں نے ایک گہری سانس لی۔''تو سن شموکا۔ تو صرف میری باتیں مانے گا.... ان پر کوئی شک نہ کرے گا، تو اقرار کرچکا ہے۔؟''

''ہاں.... اور میں صادق القول ہوں۔'' شموکا نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

''تو میرے دوست اب میرے بارے میں سن.... سن، میں تم میں سے نہیں ہوں.... اہلِ یونان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ شاہ مارا تھون اور ملکہ شہپارزیہ جیسی عورتیں ہر دور میں میری غلام رہی ہیں۔ میں صدیوں کا بیٹا ہوں۔ صدیاں میری ماں ہیں۔ ماہ و سال میرے باپ ہیں۔ میں نے بے شمار سلطنتوں کی قسمتیں بدلی ہیں۔ اور.... میں تجھ سے کہہ رہا ہوں.... ہاں یہ میرا قول ہے کہ ایتھنز کا شہنشاہ تو ہوگا.... یہ میرا قول ہے۔''

''میکارا....'' شموکا حیرت سے بولا۔

''کیا کہنا چاہتا ہے....''

''کچھ نہیں میکارا.... میں تیری گفتگو سے تیرے بارے میں کچھ نہیں جان سکا۔''

''بس اس سے زیادہ میں تجھے کچھ نہیں بتا سکتا۔''

''میرے دل میں شہنشاہیت کی تمنا نہیں ہے..... مارانقون کے شکار تو نے دیکھ لیئے۔ میں صرف مارانقون سے یہ عہد چھین لینا چاہتا ہوں، اگر تیری نگاہوں میں مجھ سے بہتر کوئی شخص ہے تو بے شک تو حکومت اس کے سپرد کر سکتا ہے۔''

''تیری فوجیں تیار ہیں شموکا۔؟''

''مکمل طور پر۔''

''یقیناً تو نے ان کی عمدہ تربیت کی ہوگی۔''

''ہاں..... میں اس سے مطمئن ہوں۔''

''کیا تجھے یقین ہے کہ تیرے گروہ میں غدار نہیں ہیں۔؟''

''یقیناً نہیں ہیں۔''

''کیا تو امکان بھی نہیں رکھنا چاہتا۔؟''

''میں نہیں سمجھا میکارا۔''

''میں نہیں چاہتا ہمارے ارادے مارانقون تک پہنچ جائیں۔''

''ایسا ممکن نہیں ہے میکارا۔''

''تب ٹھیک ہے۔ کل ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔''

''اوہ..... کہاں۔؟''

''مارانقون کے علاقے میں۔'' میں نے جواب دیا اور شموکا کسی سوچ میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کشمکش کے آثار تھے۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور میری طرف دیکھ کر بولا۔

''ٹھیک ہے میکارا..... میں تیار ہوں۔''

اور پھر دوسرے دن دوپہر کے بعد۔ جب سورج نے واپسی کا سفر شروع کر دیا تھا، ہم ایتھنز روانہ ہو گئے۔ میرے ساتھ شموکا تھا اور اس کے دو چاق و چوبند ساتھی تھے جو میری ہدایت پر ساتھ لئے گئے تھے۔

شموکا کو رخصت کرنے اس کی پوری قوم نکل آئی تھی لیکن ان کے چہروں پر اچھے آثار نہیں تھے۔ وہ شموکا کے میرے ساتھ جانے پر خوش نہیں تھے شموکا نے صرف ان سے اتنا کہا۔ ''میری قوم..... میرے ارادے اچھے ہیں۔ میری نیت ٹھیک ہے۔ دیوتاؤں پر بھروسہ رکھو..... برا نہ ہوگا۔ اور اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میرا گھوڑا اس کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ تھا اور اس کے دونوں ساتھی اس کے عقب میں آ رہے تھے۔ شموکا بالکل خاموش تھا، اور میں نے بھی اس سے کوئی گفتگو کرنی ضروری نہیں سمجھی تھی۔ میں اپنے ارادے پر غور کر رہا تھا، جس میں بہر حال مجھے کامیابی حاصل کرنا تھی۔

شموکا اور اس کی قوم راستی پر تھی۔ گو میں نے بہت سے کام چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن پروفیسر، میں خود کو کسی دور کے انسان سے الگ تو نہیں رکھ سکتا تھا..... یا تو پھر یہ ہوتا کہ میں جنگلوں اور پہاڑوں کو اپناتا۔ کسی بھی دور کی قوموں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور بس تارک الدنیا لوگوں کی طرح آبادیوں سے الگ خود میں مگن رہتا۔

لیکن تم جانتے ہو میں ایسا انسان نہیں تھا..... میں تو قوموں میں داخل ہو کر، دور کی تفصیلات جاننے کا خواہشمند تھا، میں تو دیکھنا چاہتا تھا کہ دنیا کس انداز میں سوچتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہے۔ چنانچہ جب دنیا والوں کے ساتھ رہتا تھا، تو ان کے مسائل سے خود کو الگ کس طرح رکھتا..... بہر حال ہم راستہ طے کرتے رہے۔ اور جب ہماری خاموشی طویل تر ہو گئی..... تو میں اور شموکا دونوں ہی اکتا گئے..... دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دونوں ہی مسکرا دیئے۔

''میکارا.....'' شموکا نے مجھے مخاطب کیا۔

''ہاں میرے دوست۔''

''میرے ذہن میں تو بے شمار خیالات ہیں۔ تم کہاں کھوئے ہو۔؟''

''خیالات سب کے ساتھی ہوتے ہیں۔''

''ہاں..... یہ درست ہے..... تمہارے خیال میں شہپازیہ کہاں ہوگی۔؟''

''اپنے محل میں پہنچ گئی ہوگی۔؟''

''تم نے اسے راستے میں چھوڑ دیا ہوگا۔؟''

''ہاں۔''

''وہ مجھے گرفتار کرنے آئی تھی نا۔؟''

''ہاں۔''

''لیکن مارا تھون نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ اس کے چار آدمی مجھے گرفتار کر لیں گے۔''

''بات آدمیوں کی نہیں تھی۔''

''اوہ۔''

''شہپازیہ کے حسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟''

''بے حد حسین ہے۔''

''کیا تمہیں عورت پسند ہے۔؟'' میں نے سوال کیا اور شموکا کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے اور پھر وہ ہنس پڑا۔

''بہر حال مرد ہوں۔''

''گویا عورتیں تمہارے قریب رہتی ہیں۔؟''

''عورت کی حیثیت سے نہیں۔''

''اوہو...... پھر۔؟''

''دراصل میکارو تمہیں شاید مارانھون کے اور ہمارے خاندانی جھگڑے کا علم نہیں ہے۔ یہ دشمنی پشتوں سے چلی آرہی ہے...... بات اس حد تک نہیں تھی۔ لیکن شاہ مارانھون نے اسے اس نقطے پر پہنچا دیا کہ مجھے سامنے آنا پڑا۔ مجھ سے پہلے میرے باپ دادا مارانھون کے خاندان سے اختلاف رکھتے آئے تھے، لیکن مارانھون کے اجداد ہمیں کچلتے رہے۔ بالآخر میں نے اپنی زندگی میں اس جھگڑے کو ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا اور میں نے نئے طریقوں سے کوششیں کیں۔ مارانھون کے مظالم نے اس کے لوگوں کی زندگی بھی تلخ کردی تھی، اس لئے وہ بھی میرے ہم آواز ہو گئے...... یوں...... ہوش سنبھالتے ہی میری زندگی ایک دوسرے رخ پر چل پڑی اور میں حسن و عشق کی دنیا کا انسان نہ رہا۔''

''واہ...... تو گویا عورت تمہاری زندگی سے دور ہے۔؟''

''ہاں...... لیکن حسن کی تپش میرے دل سے دور نہیں ہے۔''

''زندگی میں کسی حسینہ کو چاہا ہے۔؟''

''نہیں...... لیکن چاہت کی خواہش محسوس کی ہے۔''

''شہزادی کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''دل جذب کر لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔''

''پسند کرتے ہو اسے۔؟''

''نہیں۔''

''اوہ۔'' میں چونک پڑا۔ ''کیوں۔؟''

''اس لئے کہ میرے دشمن کی بیوی ہے اور تم بتا چکے ہو کہ وہ مجھے گرفتار کرنے آئی تھی۔''

''ہاں...... لیکن میرے خیال ہے خود گرفتار ہوگئی۔''

''کیا مطلب۔؟''

''چاہنے لگی ہے تمہیں۔''

''لیکن۔؟''

''پہلے وہ تمہیں مارانھون کے لئے گرفتار کرنے آئی تھی اور اب میں تمہیں اس کے لئے گرفتار کر کے لے جا رہا ہوں۔''

''اوہ...... کیا مطلب۔؟''

''اس نے خواہش ظاہر کی ہے۔''

''لیکن میکارا..... اس سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔؟''

''دیکھیں گے۔''

''اگر ناگوار نہ محسوس کرو تو میں کچھ کہوں۔؟''

''ہاں کہوں۔''

''پہلی بات تو یہ میکارا..... کہ میں جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کر لوں گا، یا اس کے لئے جان نہ دے دوں گا، کسی عورت کی خلوت پسند نہیں کروں گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''دوسری بات میرے ذہن میں یہ ہے میکارا..... کہ ایتھنز میں مارا تھون کے لئے۔ یا شہپا زیہ کے لئے تمہاری کیا حیثیت ہے۔؟''

''بڑا ٹیڑھا سوال ہے شموکا..... میں اس کا جواب ذرا سوچ کر دوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔ درحقیقت میری کیفیت عجیب ہو گئی تھی۔ میں اس کی بات کا کیا جواب دیتا۔

بہرحال جواب دینا تھا۔ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا۔ ''شموکا..... میں اپنے بارے میں تجھے کسی حد تک بتا چکا ہوں۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ باتوں پر تو نے یقین نہ کیا ہو..... بہرحال ضروری نہیں ہے کہ تو میری کہی ہوئی باتوں پر یقین کر لے..... شہپا زیہ میرے لئے ایک بے حقیقت عورت ہے۔ جس طرح آج وہ تیری دیوانی ہو گئی ہے۔ کل میری تھی اور وہی مجھے اپنے ساتھ یہاں لائی تھی۔''

''اوہ.....'' شموکا نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

''کیوں۔؟''

''شاید تو اس عورت کو بہت زیادہ چاہتا ہے میکارا۔''

''اوہ..... یہ اندازہ تو نے کس طرح لگایا۔؟''

''کیا تو اپنی عورت کو دوسرے کے ساتھ دیکھ سکے گا۔؟''

''وہ میری نہیں مارا تھون کی عورت ہے۔''

''لیکن.....''

''شموکا..... میری فطرت عجیب ہے۔ میرا خیال ہے تو ایسے سوالات مت کر جن کے جواب دینے میں مجھے دقت ہو۔ سارے حالات تیرے سامنے آ جائیں گے۔'' میں نے الجھتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے میکارا..... اگر تیرے لئے یہ مشکل ہے تو میں تجھ سے سوال نہیں کروں گا۔'' اور شموکا خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مجھ

سے کوئی سوال نہیں کیا۔

یہاں تک کہ ہم مارانھون کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ مجھے معلوم تھا کہ مارانھون نے شہر کی سرحدوں پر کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ اس لئے میں شموکا کو لے کر آرام سے شہر میں داخل ہو گیا۔ ہاں شہر میں، میں نے شموکا کو ایسا ہی بوڑھوں والا لبادہ پہنا دیا جیسا کہ میں نے خود استعمال کیا تھا، کیونکہ بہرحال کچھ لوگ اسے پہچانتے ہوں گے۔

اور پھر میں نے اپنے دوست فرغوس کے مکان کا رخ کیا اور خوشی کی بات تھی کہ فرغوس اپنے گھر پر ہی مل گیا۔ مجھے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ "آہ میرے دوست میکارا..... تو آ گیا..... تو واپس آ گیا۔" فرغوس دونوں ہاتھ پھیلا کر مجھ سے لپٹ گیا اور میں نے بھی اسے گلے لگا لیا۔ اس نے میرے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر ان کا استقبال کرتے ہوئے بولا۔ "آؤ۔ عظیم میکارا کے عظیم ساتھیوں..... میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں..... بلاشبہ تم اسی کی مانند ہو گے....." اس نے سب سے معانقہ کیا..... اور بڑی محبت سے سب کو اندر لے گیا۔ "یہ کون لوگ ہیں میکارا۔؟"

"میرے مانند اور تیرے مہمان۔"

"سر آنکھوں پر..... سر آنکھوں پر..... تو نے مجھے عزت بخشی ہے۔" میں نے شموکا وغیرہ سے کہا کہ وہ آرام سے بیٹھیں اور جیسا کہ میرا خیال تھا کہ شموکا کو یہاں کے لوگ پہچانتے ہوں گے چنانچہ شموکا نے اپنا لبادہ اتارا۔ فرغوس نے اسے پہچان لیا..... اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آہ میکارا..... یہ تو..... یہ تو شموکا ہے۔" اس نے کہا۔

"تب پھر۔"

"یہ مارانھون کا باغی ہے۔" فرغوس بولا۔

"اور تم مارانھون کے وفادار غلام۔" میں نے کسی قدر طنز کیا۔

"اوہو میکارا..... اوہو میرے دوست..... کیا تم میرے الفاظ پر کچھ شک کر رہے ہو..... دیوتاؤں کی قسم، میں نے کسی بری نیت سے یہ بات نہیں کہی ہے۔ شموکا کے کچھ پوشیدہ دوست ہیں جو اس کی چاہت کا اعلان نہیں کرتے لیکن ضرورت پڑنے پر اس کے کام آ سکتے ہیں۔"

"کیا تم ان میں سے ایک ہو۔؟"

"ہاں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں نے شموکا کو دوست بنا لیا..... تم اسے رات کو اپنے ساتھ رکھو گے اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی حفاظت کرو گے۔"

"تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتے ہو میکارا۔"

"ہاں مجھے تم پر بھروسہ ہے..... اب بتاؤ..... تیمورا کا کیا حال ہے۔؟"

"تمہاری امانت محفوظ ہے۔"

"تم سے ملاقات ہوتی ہے۔؟"

''ہاں...... اکثر جا تا رہتا ہوں۔''

''اسے پریشان تو نہیں کیا گیا۔؟''

''نہیں...... لیکن شہر میں اس کے دیوانے پاگل پھر رہے ہیں۔''

''اوہ۔''

''اور تھیورا کی ماں سخت بے چین ہے۔؟''

''پھر وہ مجبور کیوں ہے۔؟''

''تھیورا کی وجہ سے۔''

''یعنی۔''

''لڑکی نے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اسے پریشان کیا گیا تو وہ زہر کھا لے گی اور یہ اس کا آخری فیصلہ ہے۔''

''میرے بارے میں پوچھتی ہے۔؟''

''تم صرف پوچھنے کی بات کرتے ہو میکارا۔ وہ تمہارا نام لے کر جی رہی ہے۔'' فرغوس نے جواب دیا۔

''بہت جلد میں اس سے اپنا وعدہ پورا کروں گا۔''

''کیا تم اس سے ملو گے نہیں۔؟''

''ابھی نہیں۔''

''کیوں۔؟''

''میرا مشن ابھی پورا نہیں ہوا ہے......'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن جہاں تک میری اطلاع ہے سالوس اور اس کی بھتیجیاں رہا ہو چکی ہیں۔'' فرغوس نے کہا۔

''ہاں...... لیکن میرا مشن ابھی ختم نہیں ہوا۔'' میں نے کہا اور بات ختم کر دی۔ فرغوس ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا اور پھر وہ شمو کا اور اس کے ساتھیوں کی مدارات میں مصروف ہو گیا۔

اور پھر رات ہوتے ہی میں نے شیپازیہ کے محل کا رخ کیا۔ میرے لئے اس کے محل میں داخل ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن آج محل میں رات کا جشن برپا نہ تھا۔ چاروں طرف ایک پراسرار سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ خدام آہستگی سے چل پھر رہے تھے۔ ملکہ کی خواب گاہ کا راستہ میرے لئے اجنبی نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کی خوابگاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ دروازے پر کھڑے ہوئے محافظوں نے مجھے دیکھا اور پہچان لیا...... لیکن انہوں نے مجھے اندر جانے کا راستہ نہیں دیا۔

''دروازے سے ہٹ جاؤ...... کیا تم نے مجھے نہیں پہچانا۔؟''

''ہم تجھے پہچانتے ہیں سمندر والے لیکن ملکہ کا مزاج بے حد برہم ہے کیا تو ایسی حالت میں اس سے ملنا پسند کرے گا۔؟''

''کیوں..... اس کی برہمی میرا کیا بگاڑ لے گی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''اس کا تو علم نہیں... لیکن اس عالم میں بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں۔ اگر تو جانا ہی چاہتا ہے تو چلا جا۔'' انہوں نے راستہ دے دیا اور میں ان سادہ انسانوں کی سادگی پر مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ عظیم الشان خوابگاہ کی ہر چیز سے اداسی ٹپک رہی تھی۔ آج ملکہ اداس تھی۔

میں نے ملکہ کو دیکھا۔ غم کا لباس پہنے منہ اوندھائے ایک مسہری پر دراز تھی... میں دبے قدموں اس کے قریب پہنچ گیا..... اور اس کے بدن کے حسین نقوش دیکھنے لگا... معاً اس نے گہری سانس لے کر کروٹ بدلی۔ تبھی اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ اور دوسرے لمحے وہ اچھل پڑی۔ اس نے وحشت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا..... اور اٹھ کر بیٹھ گئی پھر اس کی نگاہیں چاروں طرف کچھ تلاش کرنے لگیں۔ میں جانتا تھا وہ کیا تلاش کر رہی ہے۔ اور کسی کو نہ پا کر اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ اس کی آنکھوں میں غم کے تاثرات کچھ اور گہرے ہو گئے۔ آہستہ آہستہ اس کی گردن جھک گئی۔

''تنہا آئے ہو بیکارا... آہ... تم بھی ناکام رہے۔'' اس نے غم زدہ لہجے میں کہا۔

''تم اس کے لئے غمزدہ ہو شہپارزیہ.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں بیکارا.....اس کی صورت میری نگاہوں میں پیوست ہو گئی ہے۔''

''لیکن وہ تو تمہارے دشمنوں میں ہے۔؟''

''میرے نہیں... مارانھون کے دشمنوں میں کہو... کاش میں وہاں نہ جاتی۔''

''لیکن ملکہ شہپارزیہ..... کیا تمہارے اور مارانھون کے دشمن الگ الگ ہیں۔؟''

''قطعی... مارانھون کے سارے معاملات مجھ سے الگ ہیں۔'' ملکہ نے کسی قدر غراتے ہوئے انداز میں کہا۔

''تب اگر شموکا یہاں آ بھی جائے تو کیا مارانھون اسے زندہ چھوڑ دے گا۔؟''

''اس کی مجال ہے کہ میرے مہمان پر ہاتھ اٹھا جائے۔؟'' ملکہ نے کہا۔

''نہیں ملکہ شہپارزیہ..... میں تمہاری بات سے متفق نہیں ہوں۔ مارانھون اپنے بدترین دشمن کو ختم کرنے کے لئے تمہاری ہر ناراضگی مول لینے پر تیار ہو جائے گا۔''

''میں اسے فنا کر دوں گی...'' شہپارزیہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری۔

''پھر غور کر لو شہپارزیہ، کیا یہ ممکن ہو گا۔؟''

''تو کیا کہنا چاہتا ہے بیکارا۔؟''

''یہی ملکہ شہپارزیہ کہ شموکا کا یہاں آنا ممکن ہے۔ لیکن یہاں اس کی زندگی خطرے میں ہو گی۔ ٹھیک ہے تو اس کی دشمن نہیں ہے لیکن اس بات کو مت بھول کہ بہرحال تو عورت ہے۔''

''اور مارانتھون میری اجازت کے بغیر شموکا کو قتل کر دے گا۔''

''ہاں۔ایتھنز کے عظیم مفاد کا سہارا لیکر''میں نے جواب دیا۔

''مگر شموکا کا یہاں آنا کیسے ممکن ہے۔؟''

''میں اسے لاسکتا ہوں۔''میں نے کہا اور وہ بے تابی سے کھڑی ہوگئی۔

''کیا تو سچ کہہ رہا ہے میکارا۔کیا درحقیقت تو سچ کہہ رہا ہے۔کیا اس کا دوبارہ قرب ممکن ہے۔آہ۔ہم دل کی گہرائیوں سے اسے چاہتے ہیں۔ہم اس کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ہم اس کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔اگر واقعی تیری اس سے گفتگو ہوئی ہے تو بتا،وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہم تو اس کے قرب کے لئے آخری کام کرنے کو تیار ہیں۔''

''تب سن شیپازیہ۔شموکا وہی چاہتا ہے جو مارانتھون۔''

''ایں۔کیا مطلب۔ہم نہیں سمجھے۔ہمیں صاف لہجے میں سب کچھ بتادے میکارا۔ہمارے صبر کا امتحان نہ لے۔ہمارے بدن میں اس تصور نے ہی نئی روح پھونک دی ہے کہ شموکا ہمارے پاس آسکتا ہے۔''

''وہ چاہتا ہے کہ مارانتھون کو تو اپنے ہاتھ سے ہلاک کردے۔''

''اوہ۔''شیپازیہ ایک لمحے کے لئے مرجھا گئی۔سوچتی رہی پھر گردن اٹھا کر سرسراتے ہوئے لہجے میں بولی۔''کاش یہ کام اس قدر آسان ہوتا۔''

''تیرے لئے مشکل ہے شیپازیہ۔کیا یہ معمولی سا کام تیری جیسی عورت کے لئے بھی مشکل ہے۔''

''نہیں۔اس قدر مشکل بھی نہیں ہے.....لیکن مارانتھون کے ہمدردوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے.....اور پھر یمراس تو یوں بھی مجھ سے نفرت کرتا ہے۔اس کا چھوٹا بھائی میرے ہاتھوں مارا گیا تھا۔''

''یمراس کون ہے۔؟''

''مارانتھون کا سب سے قریبی دوست،اس کا محافظ اور میرا دشمن۔''

''کیا وہ مارانتھون کے پاس رہتا ہے۔؟''

''ہر وقت۔''

''کیا اس وقت بھی،جب تو مارانتھون کو طلب کرے۔؟''

''نہیں۔اس وقت نہیں آسکتا۔''

''تب کونسی بڑی بات ہے۔تو مارانتھون کو طلب کر۔اسے شموکا کے حوالے سے بلا اور پھر زہریلا خنجر اس کے پہلو میں اتار دے۔یہ کونسا مشکل کام ہے لیکن شموکا کی خوشی کی اس وقت کیا انتہا رہے گی جب اسے پتہ چلے گا کہ اس کی محبوبہ نے اس کے لئے کس دلیری کا ثبوت دیا ہے۔''میں نے اسے ترکیب بتائی اور شیپازیہ گردن جھکا کر سوچتی رہی۔پھر اس نے گردن اٹھائی تو اس کا چہرہ پرسکون تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ کر چکی ہو۔

''ٹھیک ہے میکارا۔ ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کیا ضمانت ہوگی کہ شموکا ہمیں مل جائے گا۔؟''

''یہ میرا وعدہ ہے کہ شموکا اس وقت تجھ سے زیادہ دور نہ ہوگا جب تو اپنا کام کر رہی ہوگی...... اور اس کے بعد تو جانتی ہے کیا ہوگا۔'' میں نے اسے گول مول سا وعدہ کیا۔

لیکن شہپارہ نے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیا تھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''شموکا بہت چالاک ہے۔ اس نے مارا تھون کا داؤ اسی پر الٹ دیا ہے لیکن مارا تھون کی نسبت وہ بہت پرکشش ہے اور لوگوں کو اپنا حکم ماننے پر مجبور کر سکتا ہے...... تاہم کل اس کی یہ خواہش ضرور پوری ہو جائے گی۔''

''کل کس وقت۔؟''

''رات کو...... مناسب وقت ہے لیکن کیا شموکا کل رات ہی کو ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔''

''ہاں۔ کل ہی رات کو۔''

''اس کا مطلب ہے میکارا۔ تیری اس سے کافی گفتگو ہوئی ہے۔؟''

''ہاں۔''

''اس نے تجھے میرا ساتھی سمجھ کر بے رخی تو نہیں برتی تھی۔؟''

''میں ان باتوں پر توجہ نہیں دیتا۔ اب تو مجھے اجازت دے۔''

''ایں...... کہاں جا رہا میکارا...... اور کیوں جا رہا ہے؟ کیا اب تجھے میری تنہائی میں دلکشی نہیں محسوس ہوتی۔؟'' اس نے کہا اور میں نے عجیب سی نگاہوں سے اس خبطی عورت کو دیکھا۔

''لیکن تیرا تصور اب شموکا ہے۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن چند روز قبل میں تیرے لئے بھی اسی طرح تڑپتی تھی۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا۔

''بہر حال...... میں اب تیری طلب تو نہیں کر رہا۔''

''ٹھیک ہے...... لیکن یہاں رک جانے میں کیا حرج ہے۔ میں تجھ سے اپنا غم غلط کروں گی۔''

''اور شموکا کی باتیں کرے گی۔''

''ہاں۔ کیا حرج ہے۔؟''

''میں تیار نہیں ہوں۔''

''اوہ...... تو رقابت کا شکار ہو رہا ہے میکارا۔ لیکن افسوس میں شموکا کے تصور کو ذہن سے نہیں نکال سکتی لیکن بہر حال تو ظرف کا مالک ہے کہ اپنے رقیب کی اعانت کر رہا ہے۔ میں اس لئے اپنے عاشقوں کو زندہ نہیں چھوڑتی کہ بعد میں وہ الجھن بن جاتے ہیں...... لیکن تجھے...... تجھے تو تعلق

بھی نہیں کرسکتی۔ افسوس...... افسوس۔''

اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ تب میں نے ازراہِ مذاق کہا۔ ''تو اگر کہے تو میں خودکشی کرلوں۔؟''

''ایں...... نہیں...... ارے نہیں...... اگر ایسا ہو گیا تو پھر...... تو پھر شموکا کو یہاں کون لائے گا۔؟'' ملکہ جلدی سے بولی۔

''تب پھر مجھے اجازت دے۔'' میں نے کہا اور مزید کچھ فضول باتوں کے بعد میں شپازیہ کے محل سے نکل آیا اور واپس فرغوس کے مکان پر پہنچ گیا۔

اگر میں چاہتا تو بآسانی اس احمق ملکہ کے ساتھ رات گزار سکتا تھا۔ میرا کیا بگڑتا لیکن بہرحال مجھے نہ تو پہلے ہی اس عورت سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ اب...... بس وقت گزاری کا شغل تھا جو مجھے ناپسند نہیں تھا۔

فرغوش نے بتایا کہ شموکا اور اس کے دونوں ساتھی آرام کرنے لیٹ گئے ہیں۔ ''شموکا مجھ سے تمہارے بارے میں بہت پوچھتا رہا تھا میکارا مگر میں احمق ہی اسے کیا بتا سکتا تھا۔''

''کیا شموکا سو چکا ہے۔؟''

''ہاں...... شاید۔''

''اس کے دونوں ساتھی اسی کے کمرے میں سو رہے ہیں۔؟''

''نہیں...... وہ دوسرے کمرے میں ہیں۔''

''ان دونوں کو اٹھا لاؤ۔''

''اوہ...... ابھی۔؟''

''ہاں۔ اتفاق سے کام اتنی جلدی ہو گیا ہے کہ مجھے خود حیرت ہے۔''

''کیسا کام۔''

''اوہ فرغوس۔ ابھی اس کے بارے میں نہ پوچھو۔ بس جو کہا جا رہا ہے کرو، اسی میں تمہاری بہتری بھی ہے۔''

''گویا شموکا کو نہ جگاؤں۔؟''

''نہیں...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور فرغوس چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد شموکا کے دونوں ساتھی میرے سامنے تھے۔

''کیا تم لوگ نیند کے دباؤ میں ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں...... ٹھیک ہیں...... کیوں، کیا بات ہے میکارا۔؟''

''تمہیں علم ہے تمہارا سربراہ میرے احکامات کی تعمیل کرتا ہے اور میرا احترام کرتا ہے۔ نیز وہ میرے اوپر بھروسہ کرکے میرے ساتھ آیا ہے۔؟''

''بہت اچھی طرح علم ہے میکارا۔''

''تب میں تمہیں واپس تمہارے قبیلے میں بھیجنا چاہتا ہوں۔''

''ہم تیار ہیں۔''

''ابھی اور اسی وقت۔''

''جو تیرا حکم۔'' دونوں نے بیک وقت کہا اور میں نے ان کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ مجھے یہ حکم ماننے والے بہت پسند آئے تھے اور فرغوس کو وہیں رکنے کا اشارہ کر کے میں انہیں ساتھ لیکر اصطبل پہنچ گیا۔ پھر میں نے انہیں کچھ ہدایات دیں اور بار بار ذہن نشین کرادیں۔ ان دونوں نے گردنیں ہلادی تھیں۔ اور پھر رات کی تاریکی میں وہ دونوں گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے اور میں فرغوس کے پاس آ گیا۔ فرغوس گہری نگاہوں سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

''میرے آرام کا بندوبست کہاں کیا۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''اپنے ساتھ..... آؤ..... اور ہاں کچھ کھانا پینا پسند کرو گے۔؟''

''اس وقت کچھ نہیں..... ہاں اب مجھے تھیورا کے بارے میں تفصیل بتاؤ۔'' اور پھر خاصی رات گئے تک میں اور فرغوس تھیورا کے بارے میں گفتگو کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

شموکا نوجوانی کی نیند سویا تھا۔ صبح کو البتہ وہ جلدی جاگ گیا اور شاید اس نے اپنے ساتھیوں کو تلاش بھی کیا..... پھر ہم دونوں جاگے تو وہ ہمارا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر بہت سے سوال تھے۔

''کیوں شموکا..... رات کیسی گزری۔؟'' میں نے پوچھا۔

''انتہائی بے خبری کی..... یہاں میں یوں سو گیا جیسے اپنے گھر میں ہوں۔'' شموکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ یہ گھر تمہارے گھر سے مختلف نہیں ہے۔''

''یقیناً..... تمہاری محبت سے میں یہی سوچ سکتا ہوں۔''

''فرغوس اٹھو۔ ناشتے کا بندوبست کرو۔'' میں نے کہا اور فرغوس کمرے سے نکل گیا۔ شموکا البتہ مجھ سے اپنے ساتھیوں کے بارے میں سوال کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔

''اپنے آدمیوں کے بارے میں سوچ رہے ہو شموکا۔؟''

''ہاں۔ وہ موجود نہیں ہیں۔''

''میں نے انہیں ایک ضروری کام سے بھیج دیا ہے۔''

''اوہ، بہتر..... لیکن وہ ابھی اس ماحول سے واقف نہیں ہیں۔''

''فکر مت کرو۔ جس جگہ میں نے انہیں بھیجا ہے وہاں انہیں کوئی مشکل نہیں پیش آئے گی۔'' میں نے جواب دیا اور شموکا خاموش ہو گیا۔

میرے جواب سے وہ مطمئن ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس کے بارے میں تو مجھے اندازہ نہیں ہو سکا۔ بہرحال پھر اس نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

شام کو میں نے شموکا سے تیار ہونے کے لئے کہا اور فرغوس کو بھی ساتھ لے لیا۔ فرغوس کو البتہ میں نے کچھ ضروری باتوں سے آگاہ کر دیا تھا اور وہ ششدر رہ گیا تھا۔ بہرحال اس نے خلوص سے پورا کام کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

شموکا ایک بوڑھے کے لباس میں میرے ساتھ تھا۔ بالآخر ہم تینوں شیپازیہ کے محل میں داخل ہو گئے۔ میں نے پہرے داروں کو بتایا کہ یہ شیپازیہ کے مہمان ہیں اور اس نے انہیں طلب کیا ہے اور چونکہ لوگ میرے اور شیپازیہ کے تعلقات سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے کسی نے تعرض نہیں کیا۔ میں نے ایک مناسب جگہ فرغوس کی ڈیوٹی لگائی اور پھر شموکا کو لیکر آگے بڑھ گیا۔ پھر میں نے شیپازیہ کے عیش کدے کے سامنے رک کر محافظ سے کہا کہ شیپازیہ کو میرے آنے کی اطلاع دی جائے۔

شیپازیہ نے فوراً مجھے بلا لیا۔ اس کی متجسس نگاہیں میرے بوڑھے ساتھی کی طرف اٹھ رہی تھیں۔

''کیا ہوا امیکارا۔؟'' اس نے بے چین لہجے میں پوچھا۔

''یہ سوال تو میں تجھ سے کروں گا شیپازیہ۔''

''پہلے تو بتا۔ تو نے میرا کام کیا یا نہیں..... ؟ اور یہ بزرگ کون ہے۔؟'' بالآخر اس نے سوال کر دیا۔

''ہاں..... میں نے تیرا کام کر دیا۔ یہ شموکا ہے۔''

''آہ..... یہ..... یہ.....'' شیپازیہ شموکا کی طرف لپکی اور اس نے شموکا کا لبادہ نوچ لیا اور پھر وہ شموکا سے لپٹ گئی۔ ''آہ..... شموکا..... آہ میرے محبوب، کس قدر تڑپایا ہے تم نے مجھے۔ کتنا پریشان کیا ہے تم نے..... لیکن..... لیکن۔''

''نہیں شیپازیہ۔ شموکا اس وقت تک تجھ سے خوش نہیں ہوگا جب تک تو اس کا کام نہیں کر دے گی۔'' میں نے آگے بڑھ کر کہا۔

''آہ میکارا..... میرا محبوب مجھے مل گیا ہے۔ مجھے چند لمحات اس کے ساتھ گزارنے دے۔ میرے اور اس کے درمیان دخل اندازی مت کر، جا باہر چلا جا۔ مجھے شموکا کی آغوش میں سما جانے دے۔''

تب میں ان دونوں کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ ''کیا تو مجھے احمق سمجھتی ہے شیپازیہ۔'' میں نے بے چارے شموکا کو اس ناگہانی آفت سے بچاتے ہوئے کہا اور شیپازیہ کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف گھسیٹ لیا۔

''کک..... کیا مطلب۔؟'' شیپازیہ نہ جانے کیوں اپنی عادت کے خلاف آتش پا نہ ہوئی۔

''کل تک تو میری محبت کا دم بھرتی تھی شیپازیہ..... تو اپنے محبوب کی حیثیت سے ہی مجھے کیکاس کی پہاڑیوں پر لے گئی اور وہاں تیرے عشق کی ہوا بدل گئی..... میں نے کوئی اعتراض نہیں کیا..... یہاں تک کہ تیرے نئے محبوب کو تیرے سامنے لا کھڑا کیا..... کیوں، کیا اس لئے کہ میں تیرے حسن کا غلام ہوں۔؟'' میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''لیکن...... لیکن میکارا...... تو کیا چاہتا ہے۔؟''

''پہلے اپنا وعدہ پورا کر...... اس کے بعد حسن وعشق کی بات کرنا۔''

''لیکن میں نے منع کب کیا ہے۔ یہ تو...... یہ تو شموکا کی خواہش ہوسکتی ہے نہ کہ تیری۔؟''

''تو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ شموکا میرے ایما پر یہاں آیا ہے۔ میں نے اسے یقین دہانی کرائی ہے۔''

''تو یہ کام کل بھی ہوسکتا ہے۔''

''شموکا، واپسی کی تیاریاں کر......'' میں نے کہا۔

''میں تیار ہوں میکارا۔'' شموکا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''نہیں نہیں...... یہ ناممکن ہے۔'' شیپازیہ نے شموکا کا لباس پکڑ لیا۔

''اگر تو نے وعدے کا ایفا نہ کیا تو سب کچھ ممکن ہے۔''

''لیکن میں شموکا کی زندگی کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہوں۔''

''شموکا احمق نہیں ہے۔''

''یہ تیری آواز ہے میکارا...... یہاں وہ ہوتا ہے جو میں چاہتی ہوں۔ یہ میرا محل ہے۔''

''اور تو مجھے بھی جانتی ہے شیپازیہ...... ہر جگہ...... خواہ وہ کیسی بھی ہو کسی کی بھی ہو...... اگر میں وہاں موجود ہوتا ہوں تو پھر وہاں وہ ہوتا ہے جو میں چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور شیپازیہ خونی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی...... لیکن بدبخت لڑکی مجھ سے بھی واقف تھی اور جو کچھ میں نے کہا ان الفاظ کی اہمیت سے بھی۔ چنانچہ نرم پڑ گئی۔

''اچھا...... ٹھیک ہے، جو تم کہہ رہے ہو وہی ہوگا میکارا۔'' اس نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔ ''لیکن تم لوگ اس دوران کہاں رہو گے۔؟''

''جہاں تو پسند کرے۔''

''میں تمہیں اسی جگہ پوشیدہ کئے دیتی ہوں۔ لیکن ابھی رکو بیٹھو، میں مارا تھون کو بلواؤں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور شیپازیہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پھر باہر نکل گئی اور شموکا نے ایک گہری سانس لی۔

''یہ سب کیا ہے میکارا۔؟ دیوتاؤں کے لئے مجھے بھی تو کچھ بتاؤ۔''

''میں نے تم سے صرف ایک بات کہی تھی شموکا...... وہ یہ کہ میں تمہیں تمہاری بہتری کے لئے لیے جا رہا ہوں...... دیکھتے رہو میرے دوست جو کچھ میں کر رہا ہوں اگر اس کے نتائج تمہارے حق میں ہوں...... تو میری بات پر یقین کر لینا۔''

''نہیں نہیں میکارا...... نہ جانے کیوں تمہاری بات پر تو میں نے اسی وقت یقین کر لیا تھا...... جب تمہارے ساتھ آنے کا فیصلہ کیا تھا...... تمہیں یاد ہوگا...... میں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ جو کچھ ہوگا اچھا ہی ہوگا۔''

اور شموکا خاموش ہو گیا..... تھوڑی دیر کے بعد ملکہ شیپا زیہ واپس آ گئی..... اس کے چہرے پر اضمحلال کے اثرات تھے..... آنکھوں میں عجیب سی اداسی پھیلی ہوئی تھی۔

''میں نے مارا تھون کے پاس پیغام پہنچا دیا ہے.....'' وہ آہستہ سے بولی۔

''تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہارا پیغام ملتے ہی آ جائے گا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''تم شیپا زیہ کو بے حقیقت سمجھ بیٹھے ہو۔ ورنہ اس سے قبل وہ ایسی بے حقیقت نہ تھی کہ لوگ اس کے پیغام کے بعد اپنی آرام گاہوں میں رہنے کا تصور کریں..... مارا تھون ایتھنز کا شہنشاہ ہے لیکن یہاں اس سمیت ہر شخص شیپا زیہ کا غلام ہے۔ میری قسمت کے ستارے کا ایک کونہ اس وقت ٹوٹ گیا تھا جب میں نے سمندر میں پہلی بار تمہیں دیکھا تھا۔ میکارا..... اور دوسرا کونہ شاید اس وقت ٹوٹا جب شموکا پہ میری نگاہ پڑی اور اب میں نہیں جانتی کہ مجھے اپنی فطرت کے خلاف کون کون سی باتیں برداشت کرنا ہونگی۔ تاہم اطمینان رکھو..... مارا تھون جیسے بزدل بھی میرا حکم ٹالنے کی جرأت نہیں کر سکتے.....'' شیپا زیہ کے لہجے میں یقین تھا۔

''بے شک ملکہ شیپا زیہ کی شان ایسی ہی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے شموکا کی جانب دیکھا۔ شموکا بے چارہ ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس احمق کو تو ابھی تک یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ سنہرے بدن والا خدائی فوجدار کیا چکر چلا رہا ہے۔

''تم بیٹھو تو شموکا..... میری جان..... کچھ پیو..... کچھ باتیں کرو..... میری روح تمہاری پیاسی ہے اور ہم نہ جانے کون سے جھمیلوں میں پھنس گئے ہیں۔'' شیپا زیہ نے کہا۔

''ابھی نہیں..... ملکہ شیپا زیہ..... دل کے دروازے بند رکھو..... جذبات کو بہنے کا راستہ نہ دو..... اس وقت تک جب تک شموکا کے ہونٹوں پر سکون کی مسکراہٹ نہ پھیل جائے۔ بس ایک تھوڑا سا انتظار..... تم نے اس مسکراہٹ کا بندوبست کر دیا ہے۔''

''اوہ..... اوہ..... میکارا..... کاش میں تجھے زندہ جلا سکتی..... کاش میں تیرے بدن کی چندھیاں بکھیر سکتی۔'' ملکہ نے دانت پیس کر کہا۔

''اور تم اس کام کے بارے میں کیوں سوچتی ہو جسے تم انجام نہیں دے سکتیں۔'' میں نے بے رخی سے جواب دیا۔

ملکہ کی آنکھوں میں خون کی لکیریں ابھر رہی تھیں۔ لیکن وہ بے بس تھی۔ کیا کرتی..... شموکا میری مٹھی میں تھا۔

یوں ہم انتظار کرتے رہے اور کافی دیر کے بعد ایک محافظ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

''آ جاؤ.....'' ملکہ سرد لہجے میں بولی۔

محافظ اندر آ گیا۔

''کیا بات ہے۔؟''

''شاہ مارا تھون.....'' محافظ کی سہمی ہوئی آواز ابھری۔

''کہاں ہے وہ۔؟''

''محل کے داخلی دروازے کے نزدیک۔''

''جاؤ......'' ملکہ نے کہا اور ہم دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔ ہم دونوں اطمینان سے کھڑے ہوئے تھے۔ ظاہر ہے ہمیں مارانھون کی کیا پرواہ ہوسکتی تھی...... اور پھر اس وقت تو خود شیبازیہ ہماری محافظ تھی...... بلکہ اپنے محبوب شموکا کی محافظ تھی۔

''آؤ...... میں تمہیں پوشیدہ کردوں......'' اس نے کہا اور ہم دونوں اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے...... ایک چوڑے بلوریں پردے کے پیچھے شیبازیہ نے ہمیں کھڑا کردیا...... بلوریں پردے سے روشنی کی رنگین شعاعیں منعکس ہورہی تھیں، میں نے قرب وجوار میں نگاہ ڈالی۔ یہاں سے ہم دوسری طرف بآسانی دیکھ سکتے تھے۔ اس طرف ہونے والی گفتگو سن سکتے تھے۔ عقب میں ایک دروازہ اور موجود تھا جو نہ جانے کہاں کھلتا تھا۔ میں نے احتیاطاً اس دروازے کے دوسری طرف دیکھ لینا مناسب سمجھا۔

دروازے کی دوسری جانب محل کا عقبی باغ تھا۔ شاید یہاں سے ملکہ باغ میں چلی جاتی تھی۔ بہرحال جگہ عمدہ تھی اور اس وقت میرے کام میں معاون بھی...... چند ساعت کے بعد میں نے کمرے میں آہٹ محسوس کی۔ شموکا بھی مستعد ہوگیا تھا۔

ہم دونوں نے بلوریں پردے کے دوسری طرف نگاہ دوڑائی تو شاہ مارانھون نظر آیا۔ جو دروازے سے اندر داخل ہورہا تھا۔ اس کے اندر داخل ہونے کے بعد ملکہ نے دروازہ بند کردیا...... گویا کمرے میں شاہ مارانھون اور اس کی ملکہ کے علاوہ بظاہر کوئی نہ تھا۔

شاہ مارانھون کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ہماری قسمت کہ آج ملکہ کو خود ہماری ضرورت محسوس ہوئی۔'' مارانھون نے کہا۔

''لیکن تم غلط سمجھتے ہو مارانھون۔'' ملکہ غرائی۔

''کیا مطلب۔؟'' مارانھون نے بدستور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''میری کسی طلب نے تمہیں نہیں پکارا۔''

''اوہ...... پھر۔؟''

''مجھے تم سے کچھ گفتگو کرنا ہے۔''

''ایتھنز کا شاہ لیکن شیبازیہ کا خادم حاضر ہے۔'' مارانھون نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

''اور یہ گفتگو شموکا سے متعلق ہے۔'' ملکہ بولی۔

''اوہ......'' مارانھون سنجیدہ ہوگیا۔

''کیا خیال ہے۔؟'' ملکہ مسکرائی۔

''سنجیدہ گفتگو ہے...... میں منتظر ہوں۔'' مارانھون نے جواب دیا۔

''کیا تم جانتے ہو مارانھون...... کہ شموکا نے ایتھنز میں بغاوت کیوں کی۔؟''

''ایتھنز کا بچہ بچہ جانتا ہے۔'' شاہ نے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے نہیں۔''

''کیا مطلب۔؟'' شاہ حیرت سے بولا۔

''تم کہو گے کہ شموکا کے اجداد ہی باغی تھے۔۔۔ اور ایتھنز کے خلاف ہمیشہ برسرِ پیکار رہے۔۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے شموکا اپنے اجداد کی پیروی نہیں کر رہا۔''

''بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''حالانکہ آسان ہے۔۔۔۔ ایتھنز کے لوگ شاہ مارا تھون کے طرزِ حکومت سے خوش نہیں ہیں اور انہوں نے اس سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اور یہی فیصلہ انہیں شموکا تک لے گیا ہے اور شاید یہی فیصلہ شموکا کو شپانزیہ تک لے آیا ہے۔''

''کیا مطلب۔؟'' مارا تھون اچھل پڑا۔

''تم نے مجھے شموکا کو گرفتار کرنے کے لئے کیکاس کی پہاڑیوں کی طرف بھیجا تھا۔؟''

''ہاں۔۔۔۔ پھر۔''

''میری ناکامی پر بھی غور کیا تھا۔؟'' ملکہ نے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔ شموکا اتنی آسان چیز نہیں تھا۔''

''لیکن میری ناکامی کی وجہ کچھ اور تھی۔'' ملکہ نے کہا۔

''وہ کیا۔؟''

''میں شموکا سے متفق ہو گئی تھی۔''

''کیا مطلب۔؟'' مارا تھون اچھل پڑا۔

''ہائے تو نے اسے میری آنکھ سے نہیں دیکھا مارا تھون۔'' ملکہ ایک سسکاری لے کر بولی۔

''اوہ۔۔۔ تو گویا۔۔۔ تو۔۔۔۔؟''

''ہاں۔۔۔۔ میں اس پر ہزاروں جان سے عاشق ہو گئی تھی۔'' ملکہ بے رحمی سے بولی۔

''اور تو میرے سامنے اس کا اقرار کر رہی ہے۔؟''

''ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ مارا تھون، میری جان۔۔۔ میں نے کون سی بات تم سے چھپائی ہے آج تک۔''

''تو کیا تو شموکا کو گرفتار کرسکتی تھی۔؟''

''بآسانی۔''

''اور تو نے اسے اس لئے گرفتار نہیں کیا کہ تو اسے پسند کرنے لگی تھی۔۔۔۔'' شاہ مارا تھون کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

''ہاں صرف اسی لئے۔''

''اور اب تو نے اسی لئے مجھے یہاں بلایا ہے کہ اپنے اس نئے مشن کی اطلاع دے۔؟''

''نہیں.....'' ملکہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پھر کس لئے بلایا ہے۔؟''

''میرے محبوب کی طلب کچھ اور ہے۔''

''کیا.....'' مارتھون نے پوچھا ''کیسی طلب۔؟''

''وہی.....جو تیری تھی.....تو بھی تو شموکا کی موت کا خواہشمند تھا اور اب شموکا تیری موت کا خواہشمند ہے اور اس وقت میں تیری معاون تھی، اور اب شموکا کی۔''

''شاید تیرے ذہن میں فتور ہے شہپازیہ.....؟'' مارتھون کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے.....خونخوار شہپازیہ سے کسی بات کی بعید نہ تھی۔ وہ اس سے خوفزدہ بھی تھا اور اسے شہپازیہ پر شدید غصہ بھی آرہا تھا۔

''لیکن مارتھون بالآخر میں تیری بیوی ہوں.....تجھے چاہتی ہوں.....میری بے شمار راتیں تیری گرم آغوش سے وابستہ رہی ہیں اور میں ان راتوں کو بھلا نہیں سکتی.....میرے کنوارے بدن نے سب سے پہلے تیرا لمس محسوس کیا تھا۔ اگر وہ لمس میرے ذہن میں اس وقت بھی جاگ اٹھے تو شاید میں تیرے لئے ساری دنیا کو جہنم میں ڈالنے پر آمادہ ہو جاؤں.....'' شہپازیہ کی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹنے لگے.....اس کے دونوں ہاتھ پیار کی طلب میں پھیل گئے اور مارتھون کا سر چکرا گیا۔

پل پل میں بدل جانے والی عورت سے کوئی بعید نہیں تھی.....سچ تو یہ ہے کہ مارتھون خود ابھی تک اس کی شخصیت کو نہ پہچان سکا تھا..... شہپازیہ کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس کے قدموں کی جنبش بن گئے اور اس نے آگے بڑھ کر شہپازیہ کو آغوش میں لے لیا.....اس کی ذہنی کیفیت عجیب ہوگئی تھی.....لیکن.....!

شہپازیہ کے ہاتھوں کی سرسراہٹ اس کی پشت پر نمایاں تھی.....اس انداز سے شہپازیہ کی محبت کے جذبات کا احساس ہوتا تھا۔

لیکن چند ہی لمحات گزرے تھے.....کہ آگ کی ایک تیز لکیر اس کے پہلو کو چیرتی ہوئی پشت تک پہنچ گئی.....اور اس کے حلق سے ایک دلدوز کراہ بلند ہوئی.....یہ شہپازیہ کے ہاتھ میں دبے ہوئے پتلے سے تیز دھار زہر میں بجھے ہوئے خنجر کی آگ تھی.....شہپازیہ ایکدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لذت انگیز مسکراہٹ تھی۔

''مارتھون.....آہ.....میرے محبوب۔'' شہپازیہ نے پیار بھرے انداز میں کہا اور خنجر کا دوسرا وار مارتھون کے پہلو پر کیا.....اس بار مارتھون کی چیخ بھی نہ نکل سکی۔ اس کے دونوں ہاتھ زخم سے اچھلتے ہوئے خون کو پکڑنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے اور وہ اس اچانک نازل ہو جانے والی موت پر حیران تھا۔

شہپا زیہ نے پیچھے ہٹ کر خنجر کے کئی زخم اس کے بدن پر لگائے اور مارانھون زمین پر گر پڑا۔ تب شہپا زیہ نے خنجر ایک طرف ڈال دیا اور گھٹنوں کے بل مارانھون کے قریب بیٹھ گئی۔

''میری جان...... میری روح۔'' وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی بولی۔ ''کیا تم مجھے اپنے ہونٹوں کا آخری بوسہ بھی نہ دو گے۔؟ آہ...... وہ میرے لئے بے حد قیمتی ہے...... کیونکہ میرے کنوارے بدن نے، میرے تشنہ ہونٹوں نے سب سے پہلی بار انہی ہونٹوں کا لمس محسوس کیا تھا'' اس نے جھک کر مارانھون کے ہونٹوں کا بوسہ لیا اور اس کی پھٹی ہوئی آنکھیں بند کر دیں۔

بلوریں پردے کے پیچھے سے شموکا آنکھیں پھاڑے اس عجیب و غریب عورت کو دیکھ رہا تھا...... میں نے مسکرا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور وہ چونک پڑا۔

''مبارک ہو شموکا...... تمہارا دشمن ختم ہو گیا۔''

''لیکن...... لیکن یہ...... یہ عورت...... اُف۔''

''ہاں...... عورت دنیا کی سب سے عجیب چیز ہے...... سب سے عجیب چیز...... تم نے صرف ایک عورت دیکھی ہے میرے دوست...... میں صدیوں سے اسے دیکھتا آیا ہوں اور یقین کرو...... صدیاں...... طویل زندگی کی حاصل صدیاں...... جنہوں نے فطرت کا ایک ایک راز میری نگاہوں کے سامنے عریاں کر دیا ہے...... لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ صدیوں تک میں خود کو عورت کو مکمل طور پر سمجھ پانے کا اہل نہیں سمجھتا۔''

''دیوتا پناہ میں رکھیں۔''

''تم رکو...... میں ابھی آتا ہوں۔'' میں عقبی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا...... مارانھون کے آنے کے بعد میرے دوست فرغوس نے میری ہدایت پر عمل کیا ہوگا، اس کا نتیجہ دیکھنا چاہتا تھا اور بلاشبہ فرغوس نے حسب ہدایت کام کیا تھا...... وہ صحیح وقت پر اس جگہ پہنچا تھا جہاں میں نے اُسے بلایا تھا۔

یمراس اپنے چند لوگوں کے ساتھ فرغوس کے پاس حیران و پریشان کھڑا تھا...... مجھے دیکھ کر فرغوس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔

''دیکھا، دیکھا میرا دوست میکارا یقیناً کوئی اہم خبر لایا ہے۔'' فرغوس نے یمراس سے کہا۔

''لیکن...... لیکن...... یہ خبر کیا ہے......؟'' یمراس دانت پیس کر بولا۔ ''تم مجھے اتنی دیر سے بیوقوف بنا رہے ہو۔''

''آہ...... میرے دوست یمراس...... جو اطلاع مجھ تک پہنچی ہے۔ جو خبر میں نے سنی ہے...... اگر صحیح نہ ہوئی تو خود میری زندگی موت کے شکنجے میں جکڑ جائے گی...... ظالم شہپا زیہ مجھے کہاں زندہ چھوڑے گی۔''

''شہپا زیہ...... کیا مطلب؟ ملکہ شہپا زیہ'' ...... یمراس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں...... ملکہ شہپا زیہ...... تم کیوں نہیں بولتے میرے دوست۔؟'' فرغوس میری طرف دیکھ کر بولا۔

''ہمارا شبہ درست نکلا...... آہ...... ہمارا اندازہ درست نکلا۔ اس نے وہ کر دیا جس پر پورا ایتھنز رو دے گا۔''

''تو کیا... تو کیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟''

''ہاں.....اور وہ روح فرسا منظر مجھ سے نہ دیکھا گیا.....میں بھاگ آیا۔''

''تم لوگ دیوانے معلوم ہوتے ہو... میں تم دونوں کو سپاہیوں کے ذریعے پکڑوا کر بند کرا دوں گا۔ اور اس بکواس پر تمہاری کھال کھنچوا دوں گا۔'' یمراس غصے سے بولا۔

''آہ.... یمراس..... میرے دوست... اگر میکارا کا کہنا درست ہے تو ظالم شہپازیہ نے مارانھون کو قتل کر دیا۔'' فرغوس نے کہا۔

یمراس اتنی زور سے اچھلا کہ گرتے گرتے بچا۔'' کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیا بکتے ہو تم بے وقوف انسان۔؟ یہ کیسی بات کہی تم نے۔؟ کیا تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' کیا تم نہیں جانتے کہ اس بے تکی اطلاع پر تمہاری زندگی مختصر ترین ہو سکتی ہے۔؟''

''سب کچھ جانتا ہوں... اسی لئے تجھ سے وہ کہنے میں گریز کر رہا تھا جس نے مجھے حیرانی کی تاریکیوں میں دھکیل دیا۔''

''اے.....تم بتاؤ کیا بات ہے۔؟'' اس نے مجھے مخاطب کیا۔

''شہپازیہ نے ایک خنجر آب دار شاید زہر میں بجھا ہوا، مارانھون کے جسم میں جگہ جگہ داخل کیا.....اور مارانھون نے زمین پر گر کر دم توڑ دیا۔''

''کیا بکتے ہو.... بے وقوف اور گدھو۔'' یمراس نے فرغوس کو دھکا دیا اور شہپازیہ کے کمرے کی طرف دوڑا.....دروازے پر لات ماری اور اندر گھس گیا... پھر میں نے اور اس کے ساتھیوں نے جو اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے شہپازیہ کے کمرے تک پہنچے تھے یمراس کی ایک دلدوز چیخ سنی۔'' آہ۔ آقا مارانھون.....آہ... ملکہ شہپازیہ، خونی ناگن۔ یہ۔ کیا کیا تو نے؟ میرا آقا... میرا آقا...'' یمراس کی دھاڑیں گونج رہی تھیں۔

یمراس کے پیچھے داخل ہونے والا دوسرا فرد میں تھا اور میں نے یہ تیز رفتاری صرف اس لئے دکھائی تھی کہ میں اندر شمو کا کو تلاش کرنا چاہتا تھا لیکن یہ دیکھ کر مجھے سکون ہوا کہ شمو کا وہاں موجود نہ تھا۔ ظاہر ہے وہ اتنا احمق تو نہ تھا۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ یمراس کے ساتھی اور فرغوس بھی میرے برابر آ کھڑے ہوئے تھے۔ یمراس مارانھون کی لاش سے لپٹا ہوا تھا اور اس کے بدن سے نکلا ہوا خون اپنے چہرے پر مل رہا تھا۔ پھر وہ وحشیانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

خون میں ڈوبے ہوئے چہرے کے درمیان چمکتی ہوئی سفید آنکھوں میں خون کی سرخی لہرانے لگی۔ اس نے شہپازیہ کی طرف دیکھا اور اس کے منہ سے غراہٹ نکلی۔

''مارانھون کو کس نے قتل کیا ہے۔؟''

''میں نے۔'' شہپازیہ نے جواب دیا۔

''کیوں۔؟''

''یمراس کتے۔ اپنی اوقات میں رہ۔ یہ تو سوال کرنے کا حق کہاں سے لایا۔؟'' شہپازیہ غضبناک ہو کر بولی۔

''اوہ.....اوہ... تو اقرار کر چکی ہے کہ تو نے اپنے ہاتھوں سے میرے آقا کو موت کی نیند سلایا ہے... اور تیری عزت میں صرف اپنے

آ قا کی وجہ سے کرتا تھا۔ کیا رہ گیا ہے تجھ میں ۔ دیوتاؤں کی قسم ۔ تو میرے آ قا کی قاتل ہے ۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' ہیراس شیپازیہ پر جھپٹ پڑا اور شیپازیہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئی ۔

'' تو... تو...... پاگل ہو گیا ہے ہیراس ۔ میں آتش بدن ہوں ۔ کیوں اپنی عبرتناک موت کو آواز دے رہا ہے ۔'' لیکن ہیراس کی دیوانگی نے ایک نہ سنی ۔ اس کے چوڑے ہاتھ شیپازیہ کی سفید گردن میں پیوست ہو گئے ۔

اور شیپازیہ کے ہاتھ اس کے بازوؤں کو پکڑ کر گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کرنے لگے ۔ اس کی خوبصورت آنکھیں وحشت خیز چمک کھونے لگیں..... دہانہ کھلا..... زبان باہر نکل آئی ۔ چہرے پر سرخی اور پھر زردی کھنڈ گئی ۔ ہیراس کے دانت بھینچے ہوئے تھے ۔ گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں ۔ بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں اور اس نے اس وقت تک شیپازیہ کی گردن نہ چھوڑی جب تک وہ بے جان نہ ہو گئی ۔

تب میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔ بالآخر میرا کام تکمیل تک پہنچ گیا تھا ۔ میں نے جس انداز میں چاہا تھا..... جو کچھ چاہا تھا ۔ وہی ہوا تھا ۔ اور مارانھون کی کہانی ختم ہو گئی ۔ ہیراس نے مارانھون کی لاش دونوں ہاتھوں پر اٹھائی اور باہر نکل آیا ۔ تب میں نے چاروں طرف دیکھ کر شموکا کو آواز دی ۔

'' شموکا میرے دوست، جہاں ہو میرے پاس آ جاؤ ۔'' اور شموکا پوشیدہ جگہ سے نکل کر میرے نزدیک پہنچ گیا ۔ اس نے شدت جذبات سے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے میرا بازو پکڑ لیا ۔

'' میکارا..... میکارا..... یہ سب کیا ہوا..؟''

'' وہی جو ہونا چاہئے تھا ۔ کیا تو ناخوش ہے..؟''

'' نہیں ۔ لیکن اب کیا ہوگا..؟''

'' اب..... اب شموکا ایتھنز کا حکمران ہوگا ۔ میکارا کے وعدے جھوٹے نہیں ہوتے ۔ مارانھون قتل ہو چکا ہے ۔ شیپازیہ ماری جا چکی ہے ۔ آؤ ۔ شہر کی فصیلیں دیکھیں ۔ کیکاس کی پہاڑیوں کے سوراخوں سے ابلنے والا لاوا اب شہر کی فصیلوں تک پہنچ چکا ہوگا..... آؤ..... ہمارا کام ختم ہو گیا ۔ باقی کام دوسروں کا ہے ۔''

تب ہم ایک طویل فاصلہ طے کر کے فصیلوں تک پہنچ گئے اور ہمارا اندازہ غلط نہ تھا ۔ رات کی تاریکی میں چاروں طرف سے امنڈ آنیوالے شور نے احساس دلا دیا تھا کہ کیکاس کے باغی حملہ آور ہو چکے ہیں اور شموکا کے دونوں ساتھیوں نے انتہائی جانفشانی سے میری ہدایت پر عمل کرایا ہے ۔ ان دونوں کو میں نے ساری تفصیل بتا کر بہت سی باتیں سمجھا کر شموکا کے لوگوں میں بھیج دیا تھا ۔

اور اب شموکا کے ساتھی پوری قوت سے مارانھون کے شہر پر حملہ آور تھے اور اس وقت جبکہ مارانھون کے سپاہیوں کو، اس کی فوج کے عہدیداروں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ان کا شہنشاہ ان کے درمیان نہیں ۔ سو جب انہوں نے ہدایات مانگیں ۔ شاہ مارانھون سے ۔ تو وہاں کچھ اور ہی خبریں گشت کر رہی تھیں ۔ یوں رہ گئے وہ تذبذب کے عالم میں اور شموکا کی فوج شہر میں داخل ہو کر اپنی برتری کا، فتح کا اعلان کرنے لگی ۔ سو اس اعلان

کے جواب میں ان کی مخالف آوازیں کچھ بھی نہ تھیں۔۔۔۔۔اور اگر کہیں سے کچھ آوازیں ابھریں تو وہ گردنیں تلواروں کی نوک پر آ گئیں۔ یوں باغیوں کو کچھ نہ ضائع کر کے عظیم الشان فتح نصیب ہوئی اور دوسری صبح شموکا ایتھنز کا حکمران تھا۔ جس کا اعلان ان بے پناہ انسانوں کے سمندر کے سامنے کر دیا گیا جو عجیب وغریب خبروں کو سن کر مارا تھون کے دربار عام کے سامنے جمع ہو گئے تھے۔ حیران لوگ اجنبی نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔ عجیب جنگ ہوئی تھی۔۔۔۔اور عجیب فتح۔۔۔۔جس پر خود شموکا کو حیرت تھی۔

لیکن اس نے اپنی حیرت دوسروں پر ظاہر نہیں ہونے دی۔ ابھی اسے مارا تھون کے وفاداروں سے نپٹنا تھا جن کی تعداد کم نہیں تھی اور جو نہ جانے کہاں کہاں پھیلے ہوئے تھے۔ اسے اپنے عظیم محسن میکارا سے ملاقات کی فرصت تک نہیں مل رہی تھی۔

اور۔۔۔میں نے بھی اسے آزاد چھوڑ دیا تھا۔ کیا ضرورت تھی اس پر احسان جتانے کی۔ جو کرنا تھا، میں نے کر ہی دیا تھا۔ اب شموکا خود ہی باقی معاملات سے نمٹ لے گا۔ چنانچہ مجھے تھیمورا یاد آ گئی۔ میں نے اس کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر میں اپنے دوست فرغوس کے ساتھ وہاں سے چلا آیا۔

فرغوس ششدر تھا۔ اس نے مجھ سے اس بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی لیکن بہرحال اسے سب کچھ معلوم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ شموکا کو حکمران بنانے والا کون ہے۔ اسے سب کچھ معلوم تھا، یہ بھی کہ شہپازیہ کیوں قتل ہوئی، مارا تھون جس انداز میں مارا گیا وہ بخوبی جانتا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آخر اس میں میری کیا غرض پنہاں ہے۔ اور جب اس سے برداشت نہ ہو سکا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

''میکارا۔ عظیم میکارا۔ کیا تو مجھے کچھ باتوں کا جواب دے گا۔؟''

''کیوں نہیں میرے دوست۔ پوچھو۔ کیا پوچھنا چاہتے ہو۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے سب یاد ہے میکارا۔ تو جس انداز سے مجھے ملا۔ تو نے میری مدد کی اور اس کے بعد بھی تو بے غرض رہا۔ کوئی بھی تو طلب نہ تھی تیری۔ یہاں تک کہ تھیمورا جو تجھے پسند تھی، میں نے اسے چاہا اور تو نے بخوشی اسے میرے حوالے کر دیا۔ جو تیری طلب تھی، میں نے مانا وہ بات معمولی تھی لیکن اب ایتھنز کی حکومت پشتوں کی دشمنی رکھنے والے اور ناکام رہنے والوں کے حصے میں آ گئی۔ اور کیا میں یہ نہیں جانتا کہ یہ سب کچھ تیری وجہ سے ہوا۔ صرف تیری کوششوں سے۔ اور تو آج بھی بے نیاز ہے۔ کیا تو شموکا سے اپنی کاوشوں کا معاوضہ طلب نہ کرے گا۔ مجھے جواب دے۔ کیا تو اس سے کچھ نہ لے گا۔؟''

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تیرے خیال میں فرغوس، میری اس کاوش کا معاوضہ کیا ہونا چاہئے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''میں خود تعین نہیں کر سکتا۔ میں خود حیران ہوں۔ تو اگر چاہے تو یہ حکومت شموکا کے بجائے تیری ہو گی۔ جب تو نے حکومت کی طلب نہ کی تو پھر تیری کسی کاوش کا معاوضہ میری سمجھ سے باہر ہے۔''

''تب میں بھی تیری طرح معذور ہوں۔ میرے ذہن میں بھی کسی معاوضہ کا تعین نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ پھر معاوضہ کا تصور ہی ذہن سے

نکال دیا جائے۔''

''ہاں تو ایسا ہی عظیم ہے۔ میں واقعی تیری شخصیت سے لاعلم ہوں لیکن عظیم میکارا اب تو کیا ارادہ رکھتا ہے۔''

''تھیورا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''آہ... وہ تیری منتظر ہو گی۔ اسے کیا معلوم کہ اس نے کس ظرف کے انسان سے وعدہ لیا... تو کیا تو یہاں سے سیدھا تھیورا کے پاس ہی جائے گا۔؟''

''ہاں۔ میرے سامنے اب اور کوئی مشن نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اور میں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنی مصروفیات سے فارغ ہو کر ہی تھیورا کو اپنا لوں گا۔''

فرغوس نے میری بات پر گردن ہلا دی۔

ہمارا رخ تھیورا کے مکان کی طرف تھا۔ فرغوس نے اس کی خبر گیری رکھی تھی چنانچہ تھیورا نے پرانی جگہ چھوڑ دی تھی جہاں اسے پریشان کرنے والے آتے تھے لیکن نہ جانے اس کی کیا کیفیت تھی۔ ہم مکان پر پہنچ گئے۔ دستک دی... اور تھیورا کی ساتھی لڑکی دروازہ کھولنے آئی۔ یہ وہی تھی جس نے ایک رات میری آغوش میں گزاری تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ پھر اس کے چہرے پر خوشی کا تاثر پھیل گیا۔

''میکارا... آہ... میکارا۔''

''تھیورا کہاں ہے..؟''

''اندر موجود ہے... آؤ...'' وہ راستے سے ہٹ گئی اور میں اس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

خوبصورت مکان تھا۔ بیرونی حصے میں تھیورا کی ماں اداس بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر نفرت کے سائے پھیل گئے لیکن پھر وہ وقتی طور پر مسکرا دی۔

''تھیورا۔ ہاں تھیورا اندر ہے۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

فرغوس باہر ہی رک گیا اور میں اندرونی کمرے کی طرف چل پڑا۔

بازار میں رکھا انمول ہیرا... جو اب تک دوسروں کی نگاہوں کو خیرہ کرتا رہا تھا، جو اب تک ہر اس آنکھ کی ضرورت پوری کرتا رہا تھا، جو اسے دیکھنے کی خواہشمند تھی، لیکن اب یہ خوبصورت ہیرا اس کمرے کے صرف ایک حصے کو منور کر رہا تھا۔ وہ اپنی تابانیاں چھپائے کسی کا منتظر تھا۔ شاید میرا... ہو میں نے اسے آہستہ سے آواز دی۔

''تھیورا۔'' اور آواز کا سحر کمرے کے ماحول کو مرتعش کر گیا۔ وہ چونک کر اٹھی۔ مجھے دیکھا۔ اور اس کے بازو پھیل گئے۔

''ی... ی... میکارا... آہ... میکارا... یہ میرا تصور ہے یا حقیقت۔ یہ تم ہی ہو میکارا۔'' وہ دوڑ کر میرے بدن سے لپٹ گئی۔

''آہ تمہارے سنہرے بدن کا یہ لطیف لمس مجھے زندگی سے روشناس کرا رہا ہے۔ دیوتاؤں کی قسم... تم تو حقیقت ہی لگتے ہو۔ تم آ گئے۔ تم

سچ مچ آ گئے میکارا۔ میرے پاس، کبھی نہ جانے کے لئے۔''

''ہاں۔ میں آ گیا.... تو نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ میں اپنا قول نبھاؤں گا۔'' میں نے تھیورا کو بازوؤں میں بھینچ لیا اور وہ اپنا وجود میرے سینے میں ضم کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ کافی دیر اسی عالم میں گزر گئی۔ پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

باہر بازیلا، فرغوس اور تھیورا کی ماں کی گفتگو کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں تھیورا کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل آیا اور وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ تھیورا کے چہرے پر مسرتیں جگمگا رہی تھیں۔ میں نے بھی مسکراتے ہوئے تھیورا کی ماں کی طرف دیکھا۔

''میں اسے لئے جا رہا ہوں۔'' میں نے اعلان کیا۔

''کہاں۔؟'' تھیورا کی ماں بے چینی سے آگے بڑھ آئی۔

''میں نے اس سے وعدہ کیا تھا.... اے ضعیف عورت کہ جب میں اپنے مشن سے فارغ ہو جاؤں گا تو تھیورا کو اپنا لوں گا۔ سو میں اپنا وعدہ پورا کر رہا ہوں اور اب یہ وہاں رہے گی جہاں میں۔''

''آہ.... اور ہم کہاں رہیں گے؟ کونسا منحوس وقت تھا جب تم نے ہمارے گھر کا رخ کیا۔ ستارے کہاں گردش کر رہے تھے اس وقت۔'' بوڑھی بین کرنے کے انداز میں بولی۔ ''ہائے میں نے اسے پرورش کیا۔ زندگی کا سہارا بنایا اور اے منحوس انسان تو نے سب کچھ لوٹ لیا۔''

''اور۔ اوہ بوڑھی عورت تو غمزدہ نہ ہو۔ تیرا مطمع نظر صرف دولت ہے نا۔ میں تجھے اتنی دولت دوں گا کہ تو زندگی کے اس سہارے کو بھول جائے گی۔''

''اے قلاش.... اے فقیر صفت، کیوں فضول باتیں کرتا ہے۔ تو جس کے پاس چند سکوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ تو مجھے دولت دے گا۔ بتا تو سہی، دکھا تو سہی۔''

''ماں۔'' تھیورا نے غصے سے کہا۔ ''تجھے کچھ نہ ملے گا اور تو ہمیں روکنے کیلئے فضول باتیں نہ کر۔ میکارا میری روح ہے میں اس کے ساتھ جا رہی ہوں۔ تیرے پاس بازیلا موجود ہے اور تیری گندی فطرت بہت سی لڑکیوں کو اکٹھا کر سکتی ہے۔ میں تو یوں بھی تیرے قابل نہ تھی۔ مجھے بھول جا اور ایسی باتیں کرنا چھوڑ دے کہ جب بھی تیرا تصور میرا ذہن میں آئے میرا منہ نفرت سے سکڑ جائے.... آؤ میکارا.... آؤ فرغوس۔'' اس نے ہم دونوں سے کہا اور ہم باہر نکل آئے۔ راستے میں فرغوس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے میرا مکان کچھ عرصے تک تم دونوں کی اچھی پناہ گاہ ثابت ہو سکے گا۔''

''لیکن میرا خیال اس سے مختلف ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب۔؟'' فرغوس حیرت سے بولا۔

''ہم سب ہی کیوں نہ اندھے سلانوس کے مکان پر چلیں۔ وہ کشادہ بھی ہے اور سب سے الگ تھلگ بھی۔''

''اوہ.... لیکن۔''

''لیکن کی کوئی بات نہیں۔ تم دیکھو گے کہ سلانوس ہم سے مل کر خوش ہو جائے گا۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' فرغوس نے کہا۔ سو ہم لوگ چلتے رہے۔ دوسروں کی نگاہوں سے بے نیاز جبکہ بے شمار لوگ ہماری طرف نگراں تھے۔ تھیورا کو دیکھنے والے اسے پہچان رہے تھے لیکن کسی نے کچھ بولنے کی ہمت نہ کی۔ یوں ہم سب اندھے سلانوس کے مکان پر پہنچ گئے۔ ساحل سمندر سے کچھ پرے درختوں میں چھپے ہوئے اس خوبصورت مکان میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے ہماری نگاہ شبیلہ اور اشکاف پر پڑی۔ دونوں لڑکیاں کیاریوں میں کام کر رہی تھیں۔

دونوں نے ہماری جانب دیکھا۔ شاید ان کی نگاہ مجھ پر نہ پڑی تھی۔ وہ کھڑی ہو گئیں۔ کئی قدم آگے بڑھیں اور اب میں ان کی نگاہوں سے نہیں چھپ سکتا تھا۔

''ارے۔۔۔۔ یہ۔'' دونوں کے منہ سے خوفزدہ آواز نکلی اور پھر وہ تھیورا اور فرغوس کو گھورنے لگیں۔

''تو کیا۔۔۔ تو کیا تم دونوں بھی مر چکے ہو؟'' اشکاف نے معصومیت سے پوچھا۔

''کیا مطلب۔؟'' تھیورا مسکراتے ہوئے بولی۔

''ارے۔ تم سب کیسے مر گئے۔؟'' شبیلہ بولی۔

''میکارا۔ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔؟''

''میں زندہ لڑکیوں سے گفتگو نہیں کرتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم سب مل کر ان دونوں لڑکیوں کو سمندر میں ڈال دیں اور جب یہ مر جائیں تو ان کی روحیں سمندر سے نکال لائیں۔ پھر یہ ہمارے ساتھ بآسانی شامل ہو سکیں گی۔''

''اوہ۔'' تھیورا ہنس پڑی لیکن دونوں لڑکیاں وحشت زدہ نگاہوں سے ہم تینوں کو دیکھ رہی تھیں۔

''تو پھر کیا خیال ہے تھیورا۔؟'' میں نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا اور لڑکیاں چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئیں۔

''ارے پکڑو۔ بھاگ رہی ہیں۔'' میں اس طرح جھکا جیسے انہیں پکڑنا چاہتا ہوں اور لڑکیاں اچھل کر بھاگیں۔ وہ بری طرح چیختی ہوئی بابا سلانوس کو آوازیں دے رہی تھیں۔ تھیورا اور فرغوس ہنس رہے تھے۔

''قصہ کیا ہے میکارا۔؟'' تھیورا نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ان دونوں بے وقوف لڑکیوں کے لئے میں مر چکا ہوں۔'' میں نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور پوری کہانی ان لوگوں کو سنا دی۔ لڑکیوں کی سادگی پر سب ہنسنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے بوڑھے سلانوس کو دیکھا جو ایک مڑی ہوئی لکڑی کے سہارے اسی طرف آ رہا تھا۔

''یقیناً تم لوگ بوڑھے کی صلاحیتوں سے واقف ہو گے۔'' میں نے سرگوشی کی۔

''ہم نے صرف اس کے بارے میں سنا ہے۔'' فرغوس بولا۔

''تو اب اپنی آنکھوں سے دیکھو۔ بالکل خاموش رہو۔ یہاں تک کہ زور سے سانس بھی نہ لو۔ مبادا وہ تمہارے سانسوں کی آواز پر آ جائے

اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ اندھا ہے۔؟''

''ہاں۔'' فرغوس اور تھیورا نے جواب دیا۔

تب ہم خاموش کھڑے ہو گئے۔ اندھا سلانوس چھڑی ٹیکتا ہوا اسی طرف آ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ چند لمحات کے لئے گردن اٹھا کر فضا میں سونگھ بھی لیتا تھا۔

''تعجب ہے۔ دیکھو، بوڑھا سلانوس بالکل ہماری سیدھ میں آ رہا ہے۔'' فرغوس نے آہستہ سے کہا۔

''بالکل خاموش رہو۔'' میں نے اسے تلقین کی اور وہ خاموش ہو گیا۔ تب سلانوس ہمارے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور پھر اس کی آواز ابھری۔

''میکارا۔ میرے دوست خاموش کیوں ہو۔ کیا اب بھی امتحان کی کوئی منزل باقی ہے؟ کیا تیرا خیال ہے میں فضاؤں میں تیری بو نہیں محسوس کر سکتا۔''

''اوہ۔ نہیں بابا سلانوس۔ دراصل میرے کچھ دوست میرے ساتھ ہیں اور میں انہیں تیری عظیم صلاحیتوں سے روشناس کرانا چاہتا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ یہ نوجوان لڑکی اور...... یہ جوان۔ آہستہ آہستہ میرے بارے میں جان لیں گے۔ میرا خیال ہے ان دونوں کے سوا تو یہاں کوئی نہیں ہے۔'' سلانوس نے کہا اور تھیورا اور فرغوس کے چہرے پر حیرت کے نقوش ابھر آئے۔

''تیرا غلط خیال ہو، یہ کیسے ممکن ہے۔'' میں نے کہا۔

''اور احمق لڑکیاں تم سب کو ارواح سمجھ رہی ہیں۔ وہ چیختی ہوئی اندر گھس گئی ہیں کہ اب اس مکان میں ارواح بسیرا کریں گی۔'' سلانوس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہمیں ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم اس کی نشست گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔

''بالآخر تو نے وہ کر دکھایا میکارا جس کے لئے تو یہاں آیا تھا'' سلانوس نے کہا۔

''میں نہیں سمجھا بابا سلانوس۔''

''اہل ایتھنز میں یا کیکاس کے باسیوں میں ابھی اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ مارتھون کو اس کے اقتدار سے ہٹا سکتے یا قتل کر سکتے۔ یہی کیفیت اس آتش بکف شہزادی کی تھی۔ بلاشبہ اسے قتل کرنا تقریباً ناممکنات میں سے تھا۔ سب ہی اس سے خوفزدہ تھے لیکن تیری ذہانت کے جال نے بالآخر سب کو سمیٹ لیا۔''

''اوہ...... لیکن یہ بات اہل ایتھنز کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن ان ستاروں سے تو نہیں، جو نیلی چادر سے جھانکتے ہیں۔'' سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خوب۔ گویا ستاروں نے تمہیں میری کہانی سنادی۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس کے علاوہ ستاروں کا کیا کام ہے؟'' سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہم سب بھی مسکرانے لگے۔ پھر ہم کافی دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے مختصراً تھیورا اور فرغوس کے بارے میں بتایا اور تھیورا ابعند ہو گئی کہ اسے ستاروں کی زبانی اس کے مستقبل کی کہانی سنائی جائے تو کافی رد و قدح کے بعد سلانوس نے کہا۔

''تمہارا مستقبل تمہاری اچھی فطرت سے سنور گیا... تم زندگی کا آخری سانس بھی اپنے محبوب کی آغوش میں گزارو گی اور اگر غور کرو تو تمہاری اس سے زیادہ خوش بختی کیا ہوگی..... اور عزیز فرغوس... میکارا کی کوششوں کا بھرپور صلہ اس کے دوست فرغوس کو ملے گا۔ تیرا مستقبل نہایت تابناک ہے۔''

سو میں نے دیکھا... فرغوس کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا..... اور پھر میں نے یہ بھی دیکھا کہ شموکا نے ضروری امور سے فارغ ہوتے ہی میری تلاش شروع کر دی... ایسی زبردست تلاش کی بالآخر اس نے مجھے ڈھونڈ ہی نکالا۔

''کیا مجھ سے تیری شان میں کوئی گستاخی ہوگئی میکارا... آہ..... کیا میری بدبختی نے تجھے ناراض کر دیا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے شموکا۔؟''

''پھر تو نے مجھ سے دوری کیوں اختیار کر لی۔؟''

''میرے لئے یہی مناسب تھا۔''

''آخر کیوں۔؟''

''سیدھی سی بات ہے شموکا... تیرے ذہن میں حکمرانی کا کچھ تصور ہوگا تیرے بزرگوں نے اہل ایتھنز کے بارے میں نئے طرز حکومت کے بارے میں کچھ ارادے کر رکھے ہوں گے لیکن تیرے ذہن پر یہ خیال سوار رہتا کہ حکومت کے حصول میں میری مدد شامل ہو۔ چنانچہ تو طرز حکومت کے بارے میں بھی میرے مشوروں کو اہمیت دیتا... اور شموکا مجھے یہ پسند نہیں تھا..... میں اس بارے میں تجھے مکمل آزادی دینا چاہتا تھا..... میرا خیال ہے تو نے اپنے قانون وضع کر لیئے ہوں گے... میرا خیال ہے تو نے اپنی حکومت مکمل طور سے سنبھال لی ہوگی۔؟''

''اوہ..... میکارا..... تو پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے..... تو دیوتا ہے..... بلاشبہ تو دیوتاؤں کا سا ظرف رکھتا ہے..... لیکن اب جبکہ سب کچھ ہو چکا ہے کیا اب بھی تو مجھے اپنی خدمت نہیں کرنے دے گا۔؟''

''میں علم و فضل کے خزانے سے قریب رہنا چاہتا ہوں..... سلانوس کا قرب میری سب سے بڑی خوشی اور تمنا ہے..... مجھے اور تھیورا کو یہاں رہنے دے ہاں فرغوس کو لے جا..... اور میرے عوض اسے جو مرتبہ چاہے دے دے۔''

''تب میں نے فرغوس کو اپنا وزیر مقرر کیا..... تا زندگی تیرے تصور سے اس کا احترام کروں گا، اور یہاں سمندر کے کنارے..... بابا سلانوس کے اس مکان کے گرد میں تیرے لئے ایک عظیم عمارت تیار کراؤں گا..... اور مجھے یقین ہے کہ تو مجھے اس سے نہ روکے گا۔''

سو پروفیسر..... یوں میں نے سکون کی زندگی اپنائی۔ ساری چیزیں میرے لئے بے حیثیت تھیں۔ سوائے بابا سلانوس کے علم و فضل کے۔

بے شک اس عظیم اور باکمال انسان سے میں نے بہت کچھ سیکھا تھیورا میری رفیق تھی اور میرا ساتھ دے رہی تھی۔ بابا سلانوس کی بھتیجیوں کا بھی حساب کتاب ہو چکا تھا۔ شبیلہ سے فرغوس نے شادی کر لی تھی۔ اشکاف کی شادی بھی ایک نوجوان عہدے دار سے ہو گئی تھی۔ شموکا نے خوب حکومت بنائی تھی اور اس کی رعایا اس سے بے حد خوش تھی۔

اس نے اپنے قول کے مطابق سمندر کے ساحل پر ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی تھی جس کی مجھے چنداں ضرورت نہ تھی لیکن اس میں تعمیر شدہ آتشکدہ بہر حال میرے لئے بہت دلکش تھا۔ سو وقت گزرتا رہا۔ بوڑھے سلانوس کی موت میرے لئے بڑا سانحہ تھی۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد ہی اس علاقے سے میرا دل بھر گیا تھا لیکن بوڑھی تھیورا میرے ساتھ تھی اور اپنے بڑھاپے سے سخت شرمندہ تھی۔ مجھے دیکھتی تھی اور ششدر رہ جاتی تھی۔ میں غسل آتش کے بعد دنیا کا حسن، نئی جوانی پالیتا تھا۔ دوسری بہت سی عورتوں کی طرح جنہوں نے میرے ساتھ زندگی گزاری تھی اور بالآخر بوڑھی ہو کر مر چکی تھیں۔ تھیورا بھی تیزی سے بڑھاپے کی منازل طے کر رہی تھی اور بالآخر اس کا بھی آخری وقت آپہنچا۔

تھیورا کافی ضعیف ہو گئی تھی۔

''میکارا۔'' اس نے بستر مرگ پر حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔'' تمہارے ساتھ اتنی طویل زندگی گزاری لیکن آج بھی دل میں یہی خواہش ہے کہ اگر یہ زندگی دس گنا طویل ہوتی تو بھی کم تھی۔ تم آج بھی اسی طرح ہو۔ میں محسوس کر چکی ہوں۔ میں جان چکی ہوں۔ تم مجھے بتا چکے ہو کہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ لیکن اس قدر مختلف میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ تم اب بھی جوان ہو اور تمہاری جوانی کا ساتھ دینے کے لئے بہت سی حسین لڑکیاں تیار ہو جائیں گی۔ لیکن میں نہ ہوں گی۔ خیر۔ تمہاری خوشی مجھے موت کے بعد بھی عزیز ہو گی۔''

اور پروفیسر...... مجھے اس کی اس وقت کی گفتگو گراں گزر رہی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنا وقت پورا کر چکی ہے تو پھر میرا وقت کیوں ضائع کرے۔ سانسوں کے تار جلد ٹوٹ جائیں تاکہ وہ سوچ کی تکلیف سے نجات پا جائے۔ بھلا میں کسی عورت کے لئے غم زدہ کیوں ہوتا۔ کس نے میرا ساتھ دیا تھا۔ جس کی جتنی پہنچ تھی، چلتی رہی۔ تھک گئی، گر پڑی اور بس...... میری تو کوئی منزل ہی نہیں...... منزل کی تلاش میں چلنے والے میرے ہمسفر احمق ہی تو تھے۔

لیکن پروفیسر...... تھیورا کے مرنے کے بعد میں نے دنیا پر نگاہ ڈالی۔ اس ماحول کو محسوس کیا۔ تو مجھ پر ایک بیزار کن سی کیفیت طاری ہو گئی۔ شموکا ضعیف ہو چکا تھا اور اس وقت اس کا پوتا حکمران تھا۔ اکثر مجھ سے ملنے آجاتا تھا اور بہت دیر میرے پاس بیٹھتا تھا۔

تھیورا کے لئے میرا احترام مدنگاہ رکھتے ہوئے ایک عظیم مقبرہ تعمیر کیا گیا تھا جو سمندر کے کنارے اور زمین کے نیچے تھا۔ مقبرے کے تابوت میں تھیورا کی ہڈیاں گلی بھی نہ تھیں کہ ایک دن میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کیوں نہ میں بھی آرام کروں۔ طویل عرصہ ہو گیا تھا اس دنیا میں جاگتے ہوئے اور جب ذہن پر بیزاری ہو تو سو جانا ہی مناسب ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا اظہار شموکا سے کیا۔

''لیکن وہ کیسی نیند ہو گی میکارا۔؟''

''تمہارے لئے اجنبی۔ لیکن وہ میری عادت ہے۔''

''کیا وہ موت نہ ہوگی۔؟''

''تم لوگ جو چاہو کہو۔ بے شک وہ ایک طویل عرصے کی موت ہوگی۔''

''اور اس کے بعد۔''

''میں جاگ جاؤں گا۔''

''خود بخود۔؟''

''ہاں۔''

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے۔؟''

''بالکل اسی مانند جس طرح تمہارے چہرے پر بے شمار جھریاں ہیں، تمہاری آنکھیں دھندلا چکی ہیں اور تمہاری آواز میں بڑھاپے کی لرزش ہے اور میں آج بھی روز اول کی طرح تابناک ہوں۔ تلاش کرو اپنی دھندلائی ہوئی آنکھوں سے میرے چہرے پر بڑھاپے کی ایک شکن اور بلاؤ انہیں جو ہوں تمہارے دور کے قوی ہیکل کہ میرے جسم کو جنبش دیں۔ ...لیکن نہ ہو سکیں گے وہ کامیاب کسی طور۔ کیونکہ میں آج بھی اسی قدر جوان ہوں.... تو سنو میرے دوست شموکا، صدیوں کے بعد جب میں جاگوں گا تو اسی طور ہوں گا۔ دیکھنے والے مجھے اس وقت بھی اپنے جیسا پائیں گے۔ سو یہ ہے ثبوت شموکا۔ میرے دوست، چنانچہ میری خواہش ہے کہ تو میری نیند کا بندوبست کر۔''

''بڑی انوکھی بات ہے میرے لئے۔ تاہم چونکہ تو نے کہا ہے میکارا۔ اس لئے نہ تو میں تیری بات ٹال سکتا ہوں نہ اسے غلط سمجھ سکتا ہوں۔ چنانچہ میرے دوست میری رہنمائی کر.... کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

سو پھر اسی مقبرے میں جس میں تھیورا سو رہی تھی کچھ انوکھے انتظامات کئے گئے۔ صندل کی خوشبودار لکڑی کا ایک عظیم الشان تابوت رنگ برنگے کپڑوں سے سجا ہوا، نیلے پیلے اور سبز جواہرات سے جڑا ہوا اور مقبرے کی دیواروں میں لٹکے ہوئے حریری پردے اور ان میں شموکا کے دور حکومت میں میکارا کی شمولیت کی داستان کندہ۔

تب ایک چھوٹی سی رسم کے تحت شموکا نے میری پیشانی پر بوسہ دیا۔ میری تحریر کردہ کتاب..... جو اس وقت تک کی تہذیب کی تفسیر تھی، میرے ہاتھوں میں تھمائی اور مجھے الوداع کہا۔ یوں میں نے تابوت کی راہ لی۔ اس آرام دہ تابوت میں لیٹ گیا اور مقبرے کے دروازے کو مسالوں سے جوڑ کر ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔

یوں اس تاریک غار میں جہاں دو تابوت تھے اور تھیورا کی تعفن زدہ ہڈیاں مجھ سے زیادہ دور نہ تھیں۔ میں نے خوشبوؤں کے تابوت کا ڈھکن بند کیا اور آنکھیں موند لیں۔ صدیوں کے لئے۔

یوں پروفیسر.... میں سوتا رہا۔ نجانے کب تک۔ وقت گزرتا رہا۔ صدیاں بیتتی رہیں اور نہ جانے کونسا دور تھا جس کی صبح میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ میں نے تاریکیوں میں نگاہیں دوڑائیں۔ ہاتھ اٹھا کر تابوت کا ڈھکن ٹٹولا اور میرے ہاتھ کے لمس سے صندل کی راکھ نیچے گر پڑی۔ میں

نے صندل کی گرد اپنے چہرے سے صاف کی اور تابوت میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن تابوت کی کمزور لکڑی کہن سالی کے مصائب سے بے جان ہو چکی تھی۔ چنانچہ تابوت کسی بتاشے کی مانند بیٹھ گیا اور صندل کے ڈھیر کے علاوہ وہاں کچھ باقی نہ رہا۔ صندل کا ڈھیر جس میں ہیرے جگمگا رہے تھے۔

تب میں نے آنکھ کھلنے کی وجہ پر غور کیا۔ ایک انوکھا شور تھا جو چاروں طرف سے ابھر رہا تھا۔ مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند۔ شاید انسانی آوازیں تھیں۔ بے شمار انسان اس عمارت کے گرد جمع تھے جہاں ہمارے تابوت رکھے ہوئے تھے۔ نہ جانے کتنے دور گزر گئے۔ میں نے سوچا لیکن میں اپنی نیند مکمل پا رہا تھا۔ ہلکے ہلکے دھماکے عمارت کے چاروں طرف ہو رہے تھے۔ تب روشنی کا ایک ریلا غار کی تاریکیوں میں آیا۔ انہوں نے دروازہ توڑ لیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی خاموشی چھا گئی۔ چیخنے والے خاموش ہو گئے تھے۔

تب کچھ سائے روشن دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ایک نوعمر جوان، ایک ادھیڑ عمر شخص، ایک درمیانی عمر کا قوی ہیکل انسان۔ تین افراد تھے۔ وہ میرے سامنے پہنچ کر رک گئے۔ نوعمر نوجوان دوسروں سے چند قدم آگے بڑھ آیا۔ اس کے چہرے پر تجسس رقصاں تھا۔

''استاد معظم...... یہ جاگ رہا ہے۔'' اس نے بوڑھے آدمی کی طرف رخ کر کے کہا۔

☆..................☆..................☆

میں خاموشی سے ان تینوں کی شکلیں دیکھ رہا تھا اور خود پر غور کر رہا تھا میرے ذہن پر کوئی بار تو نہیں ہے۔ میں وقت سے پہلے تو نہیں جاگ گیا ہوں۔ اگر ان احمق شور مچانے والوں نے مجھے جگا دیا ہے، تب تو میں ان لوگوں سے برہمی کا اظہار کروں گا اور میری نیند مکمل ہو گئی ہے، تب کوئی بات نہیں ہے۔

بہت جلد ذہنی کیفیت سے اندازہ ہو گیا کہ میں سو چکا ہوں۔ میری نیند پوری ہو گئی ہے۔ ذہن و بدن میں سرور انگیز لہریں دوڑ رہی ہیں۔ میں نئی دنیا میں پیدا ہو چکا ہوں اور یہ نئی دنیا... میری کتاب میں اس کی پیشگوئی ضرور ہو گی۔ لیکن کتاب دیکھ کر اس دنیا کے بارے میں اندازہ لگانا کم از کم ان آنے والوں کے سامنے مناسب نہیں تھا، ہاں ان کی شکلوں سے ان کے انداز سے تھوڑا بہت اندازہ قائم کیا جا سکتا تھا کہ دنیا چند قدم اور آگے بڑھ گئی ہے۔

تینوں آنے والوں کے چہروں کے تاثرات مختلف تھے۔ خوبصورت جوان کے چہرے پر دلچسپی اور آنکھوں میں تجسس تھا۔ ادھیڑ عمر شخص کے چہرے پر ایک انوکھی خاموشی تھی اور درمیانی عمر کے قوی ہیکل شخص کے انداز میں تشنج اور اضطراب تھا۔ اس کی انگلیاں پھیل اور سکڑ رہی تھیں گویا وہ خوفزدہ ہو کہ میں ان میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کروں۔

''کیا ہم اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کریں۔؟'' نوجوان نے ادھیڑ عمر شخص سے پوچھا۔

''ضرور۔'' ادھیڑ عمر شخص نے جواب دیا۔

''کیا یہ ہماری زبان سمجھ سکے گا۔؟'' نوجوان کے اس سوال پر ادھیڑ عمر شخص نے میرے چہرے پر نگاہیں جما دیں اور چند ساعت کے بعد بولا۔'' ہاں...... یہ ہماری گفتگو سن اور سمجھ رہا ہے۔''

''اوہو...... یہ اندازہ آپ نے کس طرح قائم کیا استاد معظم۔''

''اس کے چہرے کے عضلات پرسکون ہیں، اس کی پیشانی کی شکنیں حسب معمول ہیں۔ ان کی تبدیلی بتاتی ہے کہ وہ ہماری زبان پر غور کر رہا ہے لیکن اسے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ وہ سن رہا ہے، سمجھ رہا ہے۔''

''کیا وہ بول بھی سکتا ہے۔؟'' نوجوان نے پھر پوچھا۔

''یہ سوال تم خود اس سے کرلو۔''

ادھیڑ عمر شخص کی اس بات پر نوجوان نے ایک لمحہ توقف کیا پھر ایک قدم آگے بڑھا اور پھر تھوڑا سا جھک کر چہرے پر ملائمت اور ہلکی سی مسکراہٹ پیدا کر کے بولا۔ ''کیا میں آپ سے ہمکلام ہوسکتا ہوں۔؟''

میں نے گہری سانس لی۔ بلاشبہ میری نیند پوری ہوچکی تھی اور اب میں نئی صدی کے نئے لوگوں کے درمیان تھا۔ مجھے انہی کے درمیان آنا تھا، چنانچہ ان سے اجتناب کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

''کیوں نہیں نوجوان۔ لیکن میرے خیال میں اس کے لئے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔ صندل کے اس ڈھیر پر بیٹھ کر میری تم سے گفتگو کچھ اچھی نہ رہے گی۔ اب جبکہ تم نے میری طویل نیند توڑ دی ہے اور میری آرام گاہ بھی منہدم کردی ہے، میرا یہاں رہنا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ کیا اپنا تجسس دور کرنے سے قبل تم یہ نہیں پسند کرو گے کہ مجھے کسی مناسب جگہ لے چلو۔''

''کیوں نہیں کیوں نہیں...... استاد معظم آپ کا کیا خیال ہے؟ اہل ایتھنز کے اس نجات دہندہ کو ہم ایتھنز کے محل میں لے چلیں اور وہیں اس سے گفتگو کریں۔؟''

''ٹھیک ہے۔'' ادھیڑ عمر شخص بولا اور نوجوان نے مجھ سے کہا۔

''کیا تم ہمارے ساتھ چلنے کو بالکل تیار ہو۔؟''

''ہاں۔ اب اس ٹوٹی عمارت سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اپنے لوگوں سے کہو، میرا ذخیرہ علم احتیاط سے ساتھ لے آئیں۔ ان میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہو۔'' میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ نوجوان اور دوسرے لوگ مجھے حیرت و دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ چلتا ہوا عمارت کے ٹوٹے دروازے سے باہر نکل آیا۔ وہ تینوں میرے ساتھ تھے۔ تب میں نے نہ جانے کتنی صدیوں کے بعد سورج دیکھا کہ اسی آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ آسمان اسی طرح درخشاں تھا۔ انسان اسی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ سب کچھ یوں ہی تھا بس تہذیب کی شکل بدل گئی تھی۔ عمارتوں کے ڈھنگ بدل گئے تھے، طرز تعمیر بدل گیا تھا، لباسوں کی تراش بدل گئی تھی اور بدلی ہوئی یہ دنیا بھی کافی خوبصورت نظر آرہی تھی۔

میں نے جوان لوگوں کو دیکھا۔ سپاہی تھے اور ان کے لباس بے حد خوبصورت نظر آرہے تھے۔ ان کے گھوڑے بھی تندرست وتوانا تھے۔ وہ گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے تھے اور انہوں نے دو گھوڑے ہمیں پیش کئے۔ میرا گھوڑا بھی خوب قد آور اور توانا تھا۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں لاپرواہی سے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ تب باقی لوگ بھی گھوڑوں پر بیٹھ گئے اور ہم چل پڑے۔

میں خاموش تھا اور ان نئے لوگوں کا گہری نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا۔ نوجوان کوشش کر رہا تھا کہ میرے قریب سے قریب تر رہے۔ میں نے اس کی دلچسپی کو دیکھا اور اپنا گھوڑا اس کے گھوڑے کے نزدیک کر لیا۔

''میں نے اس سے قبل ایسی زندہ روایتیں نہیں دیکھی تھیں۔ تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے شدید حیرت ہوئی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''زندہ روایتوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''تم ...... ایتھنز کے لوگوں کی روایتوں کے مطابق وہ عمارت، صدیوں قبل ان کے ایک شہنشاہ شموکا نے بنوائی تھی۔ اس وقت جب اس کی حکومت اس کے بیٹے کے بوڑھے ہونے کے بعد اس کے پوتے نے سنبھال لی تھی اور اس میں وہ سو رہا ہے جس نے ایتھنز کو مار اتھونیوں سے نجات دلائی تھی۔ ان کی روایت کے مطابق وہ انوکھا ہے، وہ جوان ہے، اس وقت سے جب شموکا جوان تھا۔ اس کی جوانی کو زوال نہیں ہے اور اس وقت بھی جب وہ جاگے گا جوان ہوگا۔ سو میں نے وہی پایا جو کچھ انہوں نے کہا۔ ہم روایتوں پر بھروسہ کرتے ہیں لیکن بہت سی روایتیں صرف اس لئے تسلیم کی جاتی ہیں کہ ہمارے اجداد انہیں تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اس طرح کیا یہ زندہ روایت نہیں ہے۔؟''

''کیا تم ایتھنزیوں میں سے نہیں ہو۔؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ ہم مقدونی ہیں۔ میرا باپ شاہ مقدونیہ یعنی فیلقوس اور ماں اولمپیاس ہے۔''

''کیا ایتھنز اب مقدونیوں کے زیر نگیں ہے۔؟''

''ہاں۔ فیلقوس نے ایتھنز پر لشکر کشی کی اور اب یہاں ہماری حکومت ہے۔''

''تمہارا کیا نام ہے۔؟'' میں نے نوجوان سے پوچھا۔

''سکندر۔'' اس نے جواب دیا۔

''اور تم شاہ فیلقوس کے بیٹے ہو۔؟''

''ہاں۔''

''تمہارا ساتھی بوڑھا کون ہے۔؟''

''میرا اتالیق اور استاد زمانہ افلاطون کا سب سے ذہین شاگرد ارسطو۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

''اور تیسرا شخص، جو تمہارے ساتھ تھا۔؟''

''وہ اس دستے کا نگران اور سربراہ سرطاس ہے۔'' سکندر نے جواب دیا۔

''میرے بارے میں تم اور کیا جانتے ہو۔؟''

''روایتیں سنی جاتی ہیں اور وہ اتنی ہی ہوتی ہیں جتنی دوسروں کی زبان سے ادا ہوتی ہیں لیکن یہ انوکھی روایت اتنی آگے بڑھ جائے گی، یہ نہیں سوچا گیا تھا۔''

میں نے گردن ہلائی۔ نوجوان کافی ذہین معلوم ہوتا تھا اور اس کا اتالیق...... میں نے گہری نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا تھا اور میرا تجربہ بتاتا تھا کہ بے شک وہ ذہین انسان ہے۔ ایتھنز، ایتھنزیوں کے ہاتھوں سے نکل گیا تھا تو مجھے کیا۔ فیقاوس نے ایتھنز پر قبضہ کرلیا تھا، اس سے میری صحت پر کیا اثر پڑتا تھا مجھے تو اس دور کے لوگوں میں رہنا تھا اور یہ تو میری تقدیر ہی تھی پروفیسر کہ میں ہمیشہ بڑوں کے ساتھ رہا۔

''یہ وہی فاتح سکندر تھا جس نے پورس سے جنگ کی تھی۔؟'' فروزاں بے ساختہ بول پڑی۔

''ہاں۔ مقدونیہ کا سکندر۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''خدا کی پناہ۔ تم نے اسے دیکھا ہے؟ فرزانہ نے سسکاری سی لے کر کہا۔

''تم صرف دیکھنے کی بات کررہی ہو۔؟''

''کیا وہ بے حد خوبصورت تھا۔؟'' فروزاں نے کہا۔

''ہاں۔ یونانی یوں بھی حسین ہوتے تھے۔''

''بہت سی انوکھی باتیں ہوں گی اس میں۔؟''

''میں ان کی تفصیل بتاؤں گا۔'' لڑکیوں کی دلچسپی پر میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم کتنے عرصہ اس کے ساتھ رہے۔؟''

''خاصا عرصہ'' میں نے جواب دیا۔

''تم نے اس کا انداز جنگ بھی دیکھا ہوگا۔؟''

''ہاں۔''

''کیا ان جنگوں میں تم نے بھی سکندر کی مدد کی ہے۔؟''

''نہیں۔ کیونکہ میرا وہ دور بے حد پرامن رہا ہے۔ اس وقت تہذیب بہت آگے بڑھ چکی تھی۔ اور پیاری لڑکیوں۔ میں نے کسی بھی دور میں کسی جنگجو کے انداز میں نہیں سوچا۔ میں نے اب تک اپنی زندگی کی جو تفصیل تمہیں بتائی ہے۔ مجھے بتاؤ اس میں کہاں میرا کردار کسی جنگجو کا کردار رہا ہے۔ میں اپنے کسی مقصد کے حصول کے لئے کب لڑا ہوں۔ میں نے تو ہمیشہ اس وقت اپنی قوت آزمائی ہے جب کسی نے کسی کے ساتھ ناانصافی کی۔ مجھے کبھی اقتدار کی ہوس نہیں رہی اور انسان صرف تین چیزوں کے لئے جنگ کرتا ہے۔ عورت، دولت اور حکومت...... تو عورت ہر دور میں مجھے حاصل رہی۔ دولت میرے لئے حقیر شے تھی اور حکومت سے میں خود گھبراتا تھا کیونکہ میری سرشت ایسی نہیں ہے۔ چنانچہ سکندر کے ساتھ میں نے مختلف ممالک کی فتوحات میں حصہ لیا، لیکن صرف اس کے ہم سفر کی حیثیت سے یا پھر اس نے کبھی کبھی مجھ سے ذہنی مدد لی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کے لئے کچھ نہیں کیا۔''

''خوب۔ بیشک تمہارا کردار یہی رہا ہے لیکن...... لیکن کیا تم نے سکندر کے حالات زندگی بھی معلوم کیے۔؟''

''ہاں۔ اس نوجوان سے مجھے بے حد دلچسپی ہوگئی تھی اور پھر وہ بھی مجھ سے کافی مانوس ہوگیا تھا، چنانچہ خود اس نے اور دوسروں نے مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔''

''بہت عمدہ۔ تو کیا تم اس کے بعد کی داستان سنانے سے پہلے ہمیں سکندر کی زندگی کے بارے میں کچھ بتاؤ گے۔؟''

''اگر تمہیں اس سے اتنی دلچسپی ہے تو ضرور...'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔''لیکن تم اس سلسلہ میں اپنے ذہن میں سوالات مرتب کرلو اور مجھ سے سوالات کرو، میں ان کے جواب دوں گا۔''

''ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔'' فروزاں نے کہا اور دونوں بہنیں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگیں۔ پروفیسر خاور بھی گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا۔ تب فروزاں بولی۔

''سکندر کی ابتدائی زندگی کیسی تھی۔؟''

''ہوش کی عمر میں آنے کے بعد فیلقوس نے اس کی تربیت ایک خاص انداز میں کی۔ اسے تنہا چھوڑ دیا گیا۔ مطلب یہ کہ اس کے قریب کے لوگوں سے اسے دور کر دیا گیا۔ اس کی نگاہوں میں سب سے زیادہ قدرو قیمت ''ایلنیڈ'' یعنی داستان ٹرائے کی تھی۔ وہ ٹرائے کی کہانی کو بڑے ذوق سے پڑھتا تھا اور ایکی لیزا جو یونان قدیم کا معروف ہیرو تھا اور جس نے ٹرائے فتح کیا تھا لیکن خود اسی جنگ میں مارا گیا تھا، سے خاص عقیدت رکھتا تھا۔ وہ ایکی لیزا کے خواب دیکھتا تھا اور اس کی معیت میں سمندر عبور کرتا اور سرزمین مشرق کے اجنبی ساحلوں پر لنگر انداز ہوتا۔ چرمی کاغذ کی یہ کتاب اس کی زندگی میں خاص اہمیت رکھتی تھی اور وہ اس میں اپنے اتالیقوں کو شریک نہیں کرتا تھا۔ جو اتالیق اسے یونانی زبان کی تعلیم دیتے تھے، یا خطابت اور منطق کے سبق دیتے تھے انہیں اس کی ماں اولمپیاس نے منتخب کیا تھا اور ان سب میں اولیت لیونی رس کو حاصل تھی۔ وہ ساری اتالیقوں کا افسر تھا بڑا سخت گیر انسان تھا اور سکندر کی زندگی کو ایک الگ حیثیت دینے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔ ویسے مختلف اتالیقوں نے اوقات بانٹ رکھے تھے اس کے مطابق وہ اسے تربیت دیتے تھے۔ دیوتاؤں میں اسے زیوس اور افروڈائٹ سے خاص عقیدت تھی لیکن اس عقیدت کا سلسلہ بھی ایکی لیزا سے جاملتا تھا کیونکہ ایکی لیزا نے بھی افروڈائٹ کی نصیحتوں سے روشنی حاصل کی تھی۔ دہکتی ہوئی قربان گاہ میں لوبان کے ڈھیر لگاتے ہوئے اس سے اٹھنے والے دھوئیں میں وہ اپنے ہیرو کی صورت تلاش کرتا تھا۔

غرض سکندر کی ایک ایک جنبش پر کڑی نگرانی رکھی جاتی تھی۔ اس کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ جفاکش اور سخت کوش بن جائے تاکہ بادشاہی کے تخت کے فرائض سنبھال سکے۔ بڑے بڑے سپہ گری کے استاد اسے شمشیر زنی اور نیزہ بازی سکھاتے تھے۔ گھوڑوں سے اسے خاص رغبت تھی اور ہمیشہ اپنے بھائیوں یعنی بطلیموس وغیرہ کے مقابلے میں وہ انوکھا ثابت ہوا تھا۔ اور زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ اس کی ذہنی برتری اور جسمانی قوت تسلیم کرلی گئی۔ گویا جس کام کو انجام دینے میں اس کی ماں اولمپیاس نے شدید محنت کی تھی وہ انجام پا گیا تھا اور پھر ارسطو کی صحبت نے اس کی دانش میں چار چاند لگا دیئے۔

اور پھر فیلقوس نے اسے فوج میں طلب کرلیا۔ یوں سکندر اولمپیاس سے الگ ہوگیا اور اس نے باپ کی سرکردگی میں فتوحات کا سلسلہ

شروع کیا اور یوں وہ ایتھنز تک پہنچ گئے۔ فیلقوس بدستور ان فوجوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ مقدونیوں کا ایک چشم شہنشاہ بڑی زبردست سیاسی سوجھ بوجھ رکھتا تھا۔ کانی رانیا کی جنگ کے بعد فیلقوس نے ایسوکوٹیز سے تعاون کرتے ہوئے ''جمعیت متحدہ یونان'' بنائی اور کہا کہ اب میں متحدہ یونانی فوج ساتھ لے کر ایرانیوں سے جنگ کروں گا۔ سمندروں کو ان کے قبضے سے نکالوں گا اور یونانی نوآبادیوں کو آزاد کراؤں گا اور یہی وہ دور تھا جب سکندر نے اہلِ ایتھنز کی ایک روایت کو چکنا چور کر دیا۔''

وہ خاموش ہو گیا۔ پروفیسر خاور اور لڑکیاں دلچسپی سے اس کی گفتگو سن رہی تھیں۔

''کون سی روایت۔؟'' اس کے خاموش ہونے پر فروزاں بولی۔

''یہی کہ قدیم ایتھنز کے شہنشاہ شموکا کو ایک ایسے شخص نے فتح مند کرایا تھا جو آج بھی پتھروں کی اس عمارت میں گہری نیند سو رہا ہے۔''

''اوہ، یہ روایت تم سے منسوب تھی۔؟''

''ہاں۔ اور اس کے بعد میں سکندر کے پاس ہی آ جاتا ہوں کیونکہ ملاقات سے قبل کی باتیں بہرحال دوسروں کی زبانی ہیں۔''

''بے شک۔'' پروفیسر خاور نے کہا۔

وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا جیسے سکندر کی کہانی یاد کر رہا ہوں۔ پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''سکندر مجھ سے گفتگو کرتا رہا اور ہم ایتھنز کے ذیلی محل میں پہنچ گئے سکندر خود میری ہیبت سے متاثر ہو گیا تھا جبکہ وہ متاثر ہونے والوں میں سے نہ تھا اور اس کا استاد ارسطو بھی میرا بغور مطالعہ کر رہا تھا۔''

ایتھنز کے محلات کی شکل بھی بدل گئی تھی گو ان میں پرانے طرزِ تعمیر کی جھلکیاں بھی ملتی تھیں لیکن جدت بھی تھی اور یہ جدت بہرحال حسین تھی۔ شاید یہ ذیلی محل صرف سکندر کے قبضے میں تھا کیونکہ یہاں صرف اسی کا عمل تھا۔ وہ کسی حد تک جلد باز بھی تھا کیونکہ ایک عمدہ نشست کا انتظام ہوتے ہی وہ پھر میرے پاس آ گیا۔ اس کا اتالیق بھی اس کے ساتھ تھا۔

''آپ کا کیا خیال ہے استادِ معظم ... اس شخص کے بارے میں۔؟''

''میں نے کبھی دیوتاؤں کی حیثیت سے انکار نہیں کیا۔'' ارسطو نے جواب دیا۔

''کیا آپ اسے دیوتا تسلیم کرتے ہیں۔؟''

''خود یہ شخص اپنے آپ کو کیا کہتا ہے۔؟'' ارسطو نے سوال کیا۔

''تمہارا نام میکارا لیا جاتا ہے۔ کیا زمانہ قدیم میں تم کسی دوسرے نام سے پکارے جاتے تھے۔؟'' سکندر نے نہایت چالاکی سے پوچھا۔ اس سوال میں بہت سے سوالات چھپے ہوئے تھے۔ سنہرے بالوں والا نوجوان شہزادہ زیرک تھا۔ شاید اس کے اتالیقوں نے اس پر کافی محنت کی تھی اور اسے بات کرنے کے گر سکھا دیئے تھے۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''خوبصورت نوجوان ۔ نیم یونانی ہو..... میں کائنات کا انسان ہوں ۔ تم کس دور اور کس نسل کی بات کر رہے ہو؟ ہر نسل ہر دور میں مجھے نئے نئے نام دیئے گئے ہیں ۔ ہاں تمہارے یونان میں مجھے میکارا ہی کے نام سے پکارا گیا۔'' میں نے جواب دیا اور ذہین نوجوان نے اپنے استاد کی طرف دیکھا ۔ ارسطو میرے انداز پر مسکرا رہا تھا ۔

''تو کیا تم نے کائنات کی بہت سی تبدیلیاں دیکھی ہیں ۔ کیا تمہارا تعلق دیوتاؤں سے بھی رہا ہے؟ کیا دیوتاؤں سے تمہاری مصاحبت رہی ہے؟''

''میں تمہارے عقیدے کو مجروح نہیں کروں گا لیکن دیوتاؤں سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے ۔''

''خوب ۔ تب تو یہ اندازہ لگانے میں کافی دقت ہوگی استاد معظم کہ یہ شخص کیا ہے لیکن ہم اس کی انوکھی شخصیت سے بھی انکار نہیں کر سکتے ۔ یہ اگر چاہے تو اہل یونان اسے دیوتا تسلیم کرنے میں تامل نہیں کریں گے لیکن یہ شخص خود کو انسان کہتا ہے ۔ گویا اس طرح یہ دیوتاؤں کی نفی کرتا ہے ۔ اس کا خیال ہے کہ انسان بھی دیوتاؤں کی سی خصوصیات رکھتا ہے ۔''

''میں ابھی اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا ۔'' ارسطو نے جواب دیا اور استاد زمانہ نے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا ۔ میرا خیال ہے، میرے بارے میں ان کا علم محدود تھا لیکن خود سکندر مجھ سے بہت مانوس ہو گیا ۔ وہ اکثر وقت میرے ساتھ گزارنے لگا اور دوست کی حیثیت سے بھی میں کبھی دوستوں کے لئے برا نہیں رہا ۔

اس نے مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے ایتھنز میں اپنے داخلے کی تفصیل بتائی ۔ ایتھنز میں دولت کی ریل پیل تھی ۔ ٹیکس بھی خوب وصول کئے جاتے تھے ۔ محکوم جزیروں سے خراج ملتا تھا اور بحری تجارت بھی خوب عروج پر تھی ۔ دولت کی فراوانی کی وجہ سے سڑکیں اور بازار خوب کشادہ تھے ۔ بڑی بڑی عمارتیں بن گئی تھیں ۔ چاروں طرف چاندی کے سکوں کی جھنکار تھی ۔ بندرگاہوں پر جہاز دن رات غلہ اتارتے تھے ۔ بازار انسانوں سے بھرے رہتے تھے ۔

لیکن ایسوکریٹیز، ایتھنز کی حالت سے غیر مطمئن ہی وفات پا چکا تھا ۔ اس کا خیال تھا کہ یونان کی شہری ریاستیں انحطاط پذیر ہیں لیکن اہل ایتھنز اس سے اختلاف رکھتے تھے ۔ ان کے خیال میں ایتھنز کی ترقی مثالی حیثیت رکھتی تھی ۔ البتہ اہل مقدونیہ سے وہ خوش نہیں تھے ۔''

ایسوکریٹیز نے شہری ریاستوں پر الزام لگایا تھا کہ وہ ایرانی قوت کے سامنے جھک گئی ہیں ۔ یونانیوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔ انہوں نے ایشیا میں جو نوآبادیاں قائم کی تھیں، وہ بھی ایرانیوں کے زیر اقتدار چلی گئی ہیں ۔ ایرانی بیڑے سمندروں پر چھائے ہوئے ہیں ۔ ایسوکریٹیز کا خیال تھا کہ یونانی ریاستیں اس وقت تک زندہ نہیں رہ سکتیں جب تک متحد ہو کر ایرانیوں کے خلاف جنگ نہ کریں ۔

ایسوکریٹیز جانتا تھا کہ فیلقوس زیرک انسان ہے لیکن بہر حال وہ اس کی سرداری قبول کرنے میں بھی تامل کرتا تھا لیکن کائی رانیا کی شکست کے بعد ایسوکریٹیز نے خودکشی کر لی اور فیلقوس نے متحدہ جمعیت یونان بنانے کے بعد ایک بڑے حلقے کو اپنا ہم خیال بنا لیا ۔ اس نے اعلان کیا کہ بہت جلد وہ دردانیال کی طرف پیش قدمی کر دے گا ۔

غرض سکندر میرا گہرا دوست بن گیا ۔ میری ملاقات ابھی تک فیلقوس سے نہیں ہوئی تھی ۔ تاہم میں نے اس کے بارے میں بہت کچھ سنا

تھا۔ سکندر نے ماں اور باپ کے تعلقات کا ذکر کرنا شاید مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن وہ کبیدہ خاطر رہتا اور اکثر فیلقوس کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتا رہتا۔

''اس کے حواس پر شراب اور عورت سوار ہے۔'' وہ اکثر کہتا۔ بہر حال میں خود بھی اس کے نجی معاملات سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ میں تو ایتھنز کا جائزہ لے رہا تھا۔ زبردست سیاسی کشمکش تھی، بے پناہ سازشیں تھیں۔ یہ ایتھنز شموکا کے ایتھنز سے یکسر مختلف تھا۔ تب ایک رات سکندر عجیب سی شکل لئے میرے پاس آیا۔

''ایکارا..... تمہارا تعلق نہ ایتھنز سے ہے اور نہ ہی تم فیلقوس سے دلچسپی رکھتے ہو۔''

''تمہارا خیال ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گے۔؟''

''کیوں نہیں میرے دوست۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند ہے کہ تم تفصیلات میں جانے کی کوشش نہیں کرتے اور ہر اس کام کے لئے پورے سکون سے تیار ہو جاتے ہو جو تم کرنا چاہتے ہو یا جسے کرنا پسند کرتے ہو۔''

''ہمیں کب چلنا ہے۔؟''

''آج..... ابھی..... اسی وقت۔'' سکندر نے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر انوکھی تمتماہٹ تھی۔ میں خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ تب سکندر مجھے لیکر بہت سے راستوں سے گزرتا ہوا اولمپیاس کے پاس پہنچا۔ حسین عورت اس وقت چرخہ کات رہی تھی۔ میں نے پہلی بار اولمپیاس کو دیکھا اور سوچا کہ نوخیزی کی عمر وہ بے پناہ حسین ہوگی۔ اب بھی اس کا حسن بے مثال تھا۔

''ہمیں ابھی اور اسی وقت چلنا ہے۔ اگر تم تیاریوں کی اجازت دو۔؟''

''کہاں چلنا ہے۔؟'' اولمپیاس نے پوچھا۔

''اپنے پرانے خاندانی مکان میں۔''

''میں تیار ہوں مگر تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔؟''

''میرا قابل اعتماد دوست۔'' سکندر نے جواب دیا اور اولمپیاس گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر سکندر مجھے اپنی ماں کے پاس چھوڑ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر میں اس نے روانگی کی تیاریاں کر لیں۔ تب ہم چل پڑے۔ میں پورے شباب پر تھا۔ طویل نیند کے بعد میرے اندر نئی زندگی پیدا ہو جاتی تھی۔ چنانچہ میں زندگی سے بھرپور تھا۔ طویل عمر پڑی تھی اس لئے یہ سوچنا بے کار تھا کہ سکندر کے ساتھ گزرنے والا وقت بے مقصد ہے۔ بہر حال حالات خاصے دلچسپ تھے۔

راستے میں سکندر نے خود ہی بتایا۔ ''میرا اپنے باپ سے اختلاف ہو گیا ہے۔''

''اوہ۔ کیوں۔''

''طویل داستان ہے۔'' اس نے جواب دیا...... اور یہ حقیقت ہے پروفیسر...... کہ سکندر کی نجی زندگی کی یہ داستان بے حد طویل ہے جو اس کہانی سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ تاہم میں ضروری باتوں پر روشنی ڈال دوں گا۔ الغرض یہ کہ سکندر نے اپنی ماں کو پرانے مکان میں پہنچا دیا لیکن طویل عرصہ نہیں گزرا تھا کہ فیلقوس کے خط نے اسے ایک بار پھر فیلقوس کے پاس جانے پر آمادہ کرلیا کیونکہ اس میں اس کی ماں کی رضا بھی شامل تھی۔

لیکن فیلقوس کی اچانک موت بھی بڑی حیرت انگیز تھی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ بہت سے لوگ مشتبہ تھے۔ بہرحال سکندر کو مقدونیہ کا شہنشاہ قرار دے دیا گیا۔ سکندر کا ابتدائی دور ابتلا کا دور تھا۔ بہت سے معرکے سر کرنے پڑے تھے اسے اور اس وقت اس کی عمر صرف بیس سال تھی جب اس نے اپنے باپ کے مشن کو پوری طرح سنبھال لیا۔ اس کے ذہن میں ایشیا کا سودا تھا اور پھر خوفناک اور طویل سازشوں سے نمٹ کر بہرحال اس نے درہ دانیال کا رخ کیا۔ اس کے لئے اس نے زبردست تیاریاں کی تھیں۔

میں اس طویل دور میں خاموش تماشائی رہا۔ درحقیقت یہ سب کچھ میرے لئے دلچسپ تھا لیکن میں عملی طور پر کسی معاملے میں حصہ لے کر اپنی معلومات میں رخنہ اندازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں صرف نظر باز تھا اور میں نے آج تک اپنی صلاحیتوں کو سکندر سے پوشیدہ رکھا تھا تاکہ وہ مجھ سے بڑی بڑی توقعات نہ قائم کرلے۔

یونانی فوجوں نے سمندر کو بڑے اطمینان سے عبور کرلیا۔ موسم بے حد خوشگوار تھا۔ مطلع صاف ہونے کی وجہ سے ایشیائی ساحل کی سرخ زمین صاف نظر آ رہی تھی۔ ٹرائے کی پہاڑی سامنے نظر آ رہی تھی۔ دشمن کے کسی بیڑے سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔ یوں سکندر یورپی ساحل سے ایشیائی ساحل پر اتر گیا۔ اس نے زرہ بکتر پہن رکھا تھا۔ سر پر خود تھا جو سورج کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ پہلی ایشیائی زمین پر انہوں نے سنگ مرمر کے پتھر حاصل کر کے سب سے بڑے دیوتا زیوس کی قربان گاہ بنائی۔ ایک قربان گاہ اتھنا کی بھی بنائی گئی تھی۔ اس پر سونے کے پیالے سے شراب لنڈھائی گئی اور پھر ٹرائے کے کھنڈرات سے اسے اس کے ہیرو اکیلیز کی کچھ یادگاریں ملیں۔

اہل مقدونیہ کو ٹرائے کے کھنڈرات دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی۔ سکندر نے باشندوں کو حکم دیا کہ ٹرائے کی فصیل دوبارہ تعمیر کر دیں اور پھر اس نے آگے قدم بڑھائے۔

زیادہ سفر نہیں کیا گیا تھا کہ پارمینو کے جاسوس اطلاع لائے کہ مشرق کی جانب سے بھاری ایشیائی فوج کوچ کرتی چلی آ رہی ہے لیکن پارمینو کو کوئی تشویش نہ ہوئی اور یونانی فوجیں گرینی کس کی طرف بڑھتی رہیں۔ یہاں انہیں پہلا ایشیائی رسالہ نظر آیا۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر پارمینو اور سکندر مقابل کے سواروں اور پیادوں کا اندازہ کرنے لگے۔ ان کے گھوڑے نہایت اچھے اور ترتیب سے تھے۔ سواروں کے لباس ڈھیلے ڈھالے تھے اور ان کی ٹوپیاں رنگین تھیں۔ دریا کے دوسری جانب وہ یونانی فوج کی ہنسی اڑا رہے تھے۔ بہرحال سکندر سے نہ برداشت ہوسکا اور اس نے گھوڑے پانی میں اتار دیئے۔ گو اسے اس جلد بازی کی کافی قیمت ادا کرنی پڑی لیکن بہرحال وہ ان پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا۔ ہنسی اڑانے والے یونانی تنخواہ دار ہی تھے جو ایرانیوں کی طرف سے لڑے۔ سکندر کو تجربات ہو رہے تھے۔

بہرحال میری کہانی کا موضوع سکندر نہیں ہے پروفیسر...... میں تو تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس عظیم فاتح کے ساتھ میں نے ایشیا

کے ان علاقوں کا رخ کیا جہاں میں کسی دور میں نہیں پہنچا تھا۔ رہی سکندر کی بات تو وہ اپنے دور کا انوکھا انسان تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی شخصیت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ کبھی وہ انتہائی ذہین اور دوررس ذہن کا مالک نظر آتا۔ جنگوں میں ایسی حکمت عملی سے کام لیتا کہ عقل دنگ رہ جاتی اور کبھی ایسے بچگانہ انداز میں سوچتا کہ ہنسی آنے لگی...... لیکن تم میرے کردار پر غور کرو، میں کس قدر بدل گیا تھا۔ یقین کرو پروفیسر، سکندر کی فتوحات میں، میں نے کسی ایک انسان کو زخمی تک نہیں کیا۔ اس کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ میں تو صرف دیکھنے والا تھا سو دیکھتا رہتا تھا۔ نہ ہی سکندر کو کبھی اس بات کی خواہش ہوئی کہ میں جنگ میں حصہ لوں۔ میری حیثیت ان لوگوں کے درمیان ایک سونے کے بت کی سی تھی جسے وہ چاہ تو سکتے تھے لیکن اس سے کوئی توقع نہیں رکھتے تھے۔

عورت کے معاملے میں سکندر راہبانہ فطرت رکھتا تھا۔ ایران کی حسین ترین عورتیں اس کے سامنے لائی گئیں لیکن اس نے توجہ نہیں دی۔ نہ ہی کبھی اس نے عورت سے گفتگو کی اور اس کی یہ عادت بہرحال مجھے پسند نہیں تھی۔ دانیال سے اسوس پھر صور اور پھر وہاں سے آگے۔ سکندر اپنی فتح و عظمت کے جھنڈے گاڑتا آگے بڑھتا رہا۔ دارا کو اس نے بدترین شکست دی اور اسے فرار پر مجبور کر دیا۔ بالآخر دارا بھی قتل کر دیا گیا۔ سکندر کے مزاج میں اب کافی تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ کسی حد تک مغرور اور تعیش پسند ہو گیا تھا۔ اس نے بے شمار شہر آباد کیے تھے۔ بلندیوں کا چکر کاٹ کر اس نے جنوب کا رخ کیا اور ایک وادی کے کنارے سب سے پہلا مشرقی شہر اسکندریہ بنایا۔ یہاں ایک پرانا شہر ہرائی کے نام سے موجود تھا جہاں مجوسی اور تاجر آباد تھے۔ پھر وہ بلند جھیل پہنچا جہاں اسے ایک تجارتی شاہراہ ملی جو دریائے سندھ سے پرسی پولس کو جاتی تھی۔ سکندر جگہ جگہ تو آبادیاں قائم کرتا آگے بڑھتا رہا۔ بلوچستان کی شمالی سرحد سے چل کر افغانستان کے بیچ سے گزرتا ہوا شو واندر اس کی جمہوریہ ترکمان اور جمہوریہ ازبک سے گزرا اور پھر بلند پہاڑوں سے درہ خیبر کی طرف چل پڑا تاکہ وہاں سے وادی سندھ کا رخ کر سکے۔

میں ان نئی زمینوں سے پوری طرح دلچسپی لے رہا تھا۔ ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ بڑی بڑی انوکھی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ سکندر کی فوجی قوت بے پناہ تھی۔ ان میں صرف مقدونی ہی نہیں تھے بلکہ ایک طرح سے یہ بین الاقوامی فوج بن گئی تھی۔ بہت سے ملکوں کے تنخواہ دار سپاہی اس فوج میں شامل تھے جنہیں اتنا ملتا تھا کہ وہ خوش رہتے تھے۔ دریائے سندھ پر کشتیوں کا پل باندھ دیا گیا تھا اور سکندر کی فوجیں پل پار کر رہی تھیں۔ تب شمالی ہند کے راجا کی طرف سے اسے عظیم الشان تحائف بھیجے گئے۔ راجا امبھی نے سکندر کی شان میں بہت سے القاب بھیجے تھے جن سے سکندر خوش ہو گیا۔ امبھی نے یونانیوں کا زبردست خیر مقدم کیا۔ تحفے دیئے اور اپنے ملک کے سارے وسائل ان کی نذر کر دیئے لیکن سکندر دوست نواز بھی تھا۔ اس نے راجا کو بے پناہ سونا دیا اور اس کا ملک بھی اسے دے دیا۔ سکندر ہندوستانیوں سے بے حد خوش تھا۔ پھر وہ ٹیکسلا پہنچا اور وہاں چند روز قیام کا اعلان کر دیا۔

عمارتیں بنانے کا شوق اسے جنون کی حد تک تھا۔ ٹیکسلا میں بھی اس نے تعمیر کرنے والے مزدور تلاش کیے اور اپنے ماہر تعمیرات کے ساتھ انہیں مصروف کر دیا۔ وہ یہاں بھی اپنی یادگاریں چھوڑنا چاہتا تھا۔ یونانی سپاہی حسب معمول خیمہ زنی کے بعد کھیلوں میں مصروف ہو گئے۔ شمشیر زنی، نیزہ بازی، گھوڑ سواری اور بہت سے دوسرے فنون کا مظاہرہ ہونے لگا۔ راجا امبھی بھی سکندر کے ساتھ تھا اور میں تو تھا ہی سکندر کے دوستوں میں۔ سو

اس شام امبھی کے مہاوت سیاہ درندوں کے کرتب دکھا رہے تھے جنہیں ان لوگوں نے ہاتھی کا نام دیا تھا۔ یہ دیو پیکر پہاڑیاں جن کی تحریک مشکل ہی نظر آتی تھی، بڑی دلچسپ تھی۔ پیروں میں جھانجھ لے کر رقص کرتے ہوئے ہاتھی سکندر کو بہت پسند آئے۔ کافی دیر تک وہ ہاتھیوں کے کرتب دیکھتا رہا۔ پھر اس نے راجا امبھی سے کہا۔ ''میں تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔؟''

''ہم لوگ آریا کہلاتے ہیں۔ شمال کے میدانوں سے قبیلوں کی شکل میں آئے تھے۔ ہماری ذات بہت بلند ہے۔''

''تمہارے عقائد کیا ہیں۔؟'' سکندر نے پوچھا۔

''ہم آگ کی پوجا کرتے ہیں اور اندر دیوتا کے آگے جھکتے ہیں۔'' ہندو راجا نے جواب دیا۔

''کیا تمہارے ہاں ایک سے زیادہ بیویاں ہوتی ہیں۔؟''

''نہیں.... ہم صرف ایک بیوی رکھتے ہیں اور پورا جیون اس کے ساتھ بتا دیتے ہیں۔ اگر پرش مر جائے تو استری کو بھی اس کی چتا میں بھسم ہونا پڑتا ہے۔''

''زندہ۔؟'' سکندر نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''لیکن.... کیا.... عورتیں اس کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔؟''

''یہ سدا کا قانون ہے۔ ہر استری کا جیون اسی سمے تک ہوتا ہے جب تک اس کا پتی زندہ ہو۔ جیون بھر پتی کے ساتھ عیش اڑانے کے بعد ان کا مرن استری کے لئے بھی جیون کا آخری سمے ہوتا ہے۔ ہمارے دیش کی عورتیں پتی کے بنا جیون گزارنے کا کوئی خیال بھی نہیں لاتیں اور خوشی خوشی چتا میں کود کر جیون تیاگ دیتی ہیں۔''

کیا پورے ہندوستان میں ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''ہاں۔ ستی کی رسم پورے ہندوستان میں ہے۔''

''تمہارے ہاں سب سے جنگجو قبیلہ کون ہے۔؟''

''ہم چھتری کہلاتے ہیں مہاراج۔ اور ہمارے پجاری برہمن ہوتے ہیں..... مقامی باشندے نیچی ذات میں آتے ہیں۔''

سکندر، راجا امبھی سے بہت سی باتیں کرتا رہا۔ اس نے دوسرے مقامی راجاؤں کے بارے میں پوچھا۔

''ہمارا سب سے بڑا دشمن پورو کا پورس ہے۔''

''یہ کون ہے۔؟'' سکندر نے پوچھا۔

''جہلم پار کا راجا..... جسے اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ ہے۔''

''اوہ۔ اس کا مقصد ہے ہمیں اس کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑے گا۔'' سکندر نے کہا۔

''بڑا گھمنڈی ہے۔ وہ تمہاری طاقت کو تسلیم نہ کرے گا۔''

''میں اس کا گھمنڈ توڑ دوں گا راجا امبھی۔ اور مجھے یقین ہے کہ پورس کی فوجیں یونانی سیلاب کی تاب نہ لا سکیں گی بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ وہ ہمیں دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوگا۔''

''اچھا......'' راجا امبھی نے خوش ہو کر سر ہلا دیا تھا۔

سکندر چند روز وہاں رکا اور پھر اس نے جہلم کی طرف کوچ کر دیا۔ سچ بات یہ ہے پروفیسر...... کہ یہ زمین مجھے کافی دلکش محسوس ہوئی تھی۔ ٹیکشلا میں نظر آنے والے ہندوستانی عجیب سے حلیوں، عجیب سے لباس میں تھے۔ میں نے وہاں مندر بھی دیکھے جن سے ناقوس کی آوازیں بھی بلند ہوتی تھیں۔ ہندو عورتیں رنگین لباسوں میں ملبوس بے حد حسین نظر آتی تھیں۔ سکندر کے ساتھ اس کی طویل مہمات میں حصہ لیتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا تھا۔ بے شک سکندر کی جنگجویانہ مہارت، اس کی چالیں مجھے بے حد پسند تھیں۔ اس کی جنگوں کا انداز بے مثال تھا۔ ایسی ایسی غیر انسانی باتیں سوچتا تھا کہ عقل حیران رہ جائے۔ بے پناہ خرابیوں اور بے پناہ خوبیوں کا مالک تھا۔ اس دوران اس کے اندر جو تبدیلیاں ہوئی تھیں ان سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کا ذہن معتدل نہیں ہے اور میں نے اپنے آپ سے پیشن گوئی کر دی تھی کہ سکندر کی طویل مہمات کا سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکے گا۔ لوٹ مار کے شائقین نے بے پناہ دولت حاصل کر لی تھی اور اب وہ اپنوں میں جانے کے لئے بے چین تھے۔ سکندر کی سخت گیری مانع تھی ورنہ شاید وہ اس کا اظہار بھی کر چکے ہوتے۔ بالآخر وہ جہلم کے کنارے جا پہنچا۔ جہلم کے دوسرے کنارے پر پورو آباد تھے۔ سکندر نے ہندو ریاست کا جائزہ لیا۔ اسے امید نہ تھی کہ اس کی شہرت کے باوجود ہندوستان کی کوئی فوج میدان جنگ میں اترنے کی جرأت کرے گی لیکن پورو خاندان کا راجا پورس جس کی حکومت جہلم کے اس پار تھی، مقابلے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ یہاں سکندر نے پہلی بار ہاتھیوں کا لشکر دیکھا جو کسی سیاہ دیوار کی مانند فوجوں کے سامنے کھڑا تھا۔ تب پہلی بار اس نے ہاتھیوں کی اس افادیت کے بارے میں سوچا۔ گویا یہ جانور فوجوں کے کام بھی آ سکتا ہے۔ قوی ہیکل ہاتھی دیوار بنے کھڑے تھے اور دریائے جہلم کا پانی روزانہ بڑھتا جا رہا تھا۔ تب سکندر نے خاص سنجیدگی سے اس مصیبت کے بارے میں سوچا اور ایک شام اس نے مجھ سے مشورہ بھی کیا۔

''بے شک میکارا...... تو جنگ و جدل کی دنیا کا انسان نہیں ہے لیکن تو نے اب تک میرے ساتھ بے شمار جنگیں دیکھیں۔ سیاہ جانوروں کا یہ غول اور دریا کا بڑھتا ہوا پانی کیا ہمارا دشمن نہیں ہے؟ ہمارے گھوڑے دریا پار نہیں کر سکتے اور اگر دریا پار کر بھی جائیں تو سیاہ جانوروں کے سامنے ان کی کیا قیمت ہے۔؟''

اس کے چہرے پر غور و فکر تھا...... تب اس کے مشیروں نے اسے طرح طرح کے مشورے دیئے اور میں نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔

سکندر نے مناسب سمجھا کہ پورس کو حیران کرنے کے لئے ہر سمت نقل و حرکت شروع کر دے اور کچھ پتہ نہ چلنے دے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا اور مختلف افسروں کے ماتحت دے کر حکم دیا کہ دشمن کے علاقے کو لوٹتے رہو اور معلوم کرو کہ دریا کہاں کہاں سے قابل عبور ہے۔

غرض اس تدبیر سے پورس دھوکا کھا گیا۔ اس نے سوچا کہ سکندر دریا کے اترنے کا انتظار کر رہا ہے۔ پورس کو آرام کا موقع نہ ملا۔ وہ دیکھتا تھا کہ کشتیاں دریا میں پھر رہی ہیں اور مشکیزے تیار کر کے دریا سے گزرنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ جب وہ اپنی فوج کو دفاع کے لئے ایک جگہ جمع کرتا..... تو دوسری جانب سرگرمیاں جاری ہو جاتیں۔ خصوصاً رات کے وقت مقدونوی جن جن مقامات پر جنگی نعرے لگاتے، پورس کو ہاتھی لے کر اس طرف متوجہ ہونا پڑتا۔ اس طرح سکندر اسے کافی پریشان کرنے میں کامیاب ہو گیا..... اور راجا پورس دن رات کی پریشانی سے تنگ آ کر بالآخر تھم گیا..... اور سکندر اسی وقت کا منتظر تھا۔ اس نے کریٹرس کو فوج کے بڑے حصہ کی کمان سپرد کی اور اس کو کیمپ میں چھوڑ دیا۔ اس نے کہا۔

''بے پناہ شور کیا جائے اور اگر کسی وقت پورس ہاتھی لے کر میرے مقابلے پر چلے تو تیزی سے دریا عبور کر لینا۔ اس لئے کہ ہاتھیوں کے سوا سواروں کو روکنے والی اور کوئی چیز نہیں۔'' اور پھر اتنی رات سکندر نے وہ دریا عبور کرنے کا فیصلہ کر لیا..... اس نے مختلف لشکروں سے مختلف دستے چن لئے اور انہیں تجربہ کار جرنیلوں کی کمان میں دے کر دریا کی بالائی سمت چل پڑا۔ تقریباً اٹھارہ میل دور پہنچ کر وہ رک گیا۔ یہاں خشکی کا ایک حصہ اندر کی طرف بڑھا ہوا تھا، جس پر مختلف قسم کے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ کشتیاں اور مشکیزے یہاں پہلے ہی چھپا دیئے گئے تھے۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا جزیرہ نظر آ رہا تھا لیکن اس پر آبادی کے نشانات نہ تھے۔

بارش تیز ہو رہی تھی۔ بجلی کڑک رہی تھی۔ چنانچہ ہر قسم کی آوازیں بادلوں کی گرج میں پوشیدہ ہو گئی تھیں۔ یوں سکندر کی قسمت نے اس کا ساتھ دیا اور طلوع آفتاب سے قبل کشتیاں دریا میں ڈال دی گئیں۔ گھوڑوں کو ان تختوں پر سوار کیا گیا جن کے نیچے مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔ پیادہ فوج کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرے کا چکر کاٹتی ہوئی آگے بڑھی اور وہ خاموشی سے دوسرے کنارے پر اتر گئے۔ جو سوار پہلے پہنچ گئے تھے انہیں حکم ملا کہ پیادہ فوج کا انتظام کریں لیکن روشنی میں سکندر پر انکشاف ہوا کہ وہ دریا پار نہیں پہنچے بلکہ ایک اور جزیرے پر اتر گئے ہیں۔ جزیرہ بہت بڑا تھا اور اس کے اور کنارے کے درمیان تیز دھارا رواں تھا۔ دور تک کیچڑ پھیلی ہوئی تھی۔

سکندر کو ہلکی سی پریشانی اٹھانی پڑی۔ اس نے دھارے کے بیچ سے گزرنے کا حکم دے دیا لیکن دوسری طرف کی زمین کیچڑ کا سمندر معلوم دیتی تھی اور سکندر کا وہ منصوبہ درہم برہم ہو گیا جو بڑی احتیاط سے تیار کیا گیا تھا۔ وہ ابھی کیچڑ سے نکل بھی نہ سکے تھے کہ دشمن نے انہیں دیکھا اور جس تیزی سے دشمن کی فوج سامنے آئی اس کا سکندر نے خلوص دل سے اعتراف کیا۔

سکندر نے تیر اندازوں کو آگے بھیجا۔ ان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہیں تھی۔ ان کے ساتھ رتھ بھی تھے اور سوار بھی..... سکندر رسالہ لے کر آگے بڑھا..... لیکن دشمن بھی پیچھے نہیں ہٹا..... وہ بڑی بے جگری سے سیل بے پناہ کے آگے جم گئے اور ایک ایک فرد اسی جگہ لڑتے لڑتے فنا ہو گیا۔ سکندر کو معلوم نہ تھا کہ سکندر کی فوج کیا کر رہی ہے۔ اس کی پیشقدمی رک گئی تھی۔ بہرحال دشمن کے آخری سپاہی کو ختم کر کے وہ جنوب کی طرف بڑھا اور پیادوں کو تیزی سے آنے کے لئے کہا۔ ریتلی زمین پر پورس کی بڑی فوج کھڑی ہوئی تھی۔ تقریباً دو سو ہاتھی فوج کے آگے تھے۔ ہر ہاتھی کے درمیان ایک ایک سو فٹ کا فاصلہ تھا..... اور ہر خلا میں تیر انداز کھڑے تھے۔ جن کی کمانیں ایسی زبردست تھیں کہ تیر چلاتے وقت ان کے گوشے زمین پر رکھنا پڑتے تھے۔ نیزہ بردار اور شمشیر زن تیر اندازوں کی مدد کو کھڑے تھے۔

اس زبردست صف بندی کو دیکھ کر سکندر رک گیا۔ اب اسے کریٹرس کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر بعد پیادہ فوج پہنچ گئی اور سکندر نے ان کی صف بندی کر دی..... اور پھر اپنی فوج خاص کے ساتھ پیچھے ہٹا۔ یہ اس کی چال تھی دشمن کے رسالہ نے اس کا تعاقب کیا اور فوج کے دوسرے ٹکڑے اس رسالہ کے عقب میں پہنچ گئے۔ اس طرح ہندوستانی رسالہ کو دونوں طرف سے نرغہ میں لے لیا گیا..... اور جنگ شروع ہوگئی۔

سکندر کی چال بے حد کامیاب تھی۔ اس نے آسانی سے اس رسالہ کو ختم کر دیا اور اب اس کی وحشی فطرت عود کر آئی تھی..... تیراندازوں نے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی اور سکندر اس سیاہ دیوار سے بے پرواہ ہو کر دشمن کی صفوں میں گھس گیا..... دوسری طرف سکندر کے پیادوں نے ہاتھیوں کو نہ جانے کس طرح زخمی کیا کہ ہاتھی پلٹ گئے..... اور اب خود پورس کی فوجوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ ہاتھی انہیں کچلتے ہوئے پیچھے بھاگ رہے تھے اور عقب سے سکندر کی خوفناک فوجیں دشمن پر ضربیں لگا رہی تھیں..... یوں پورداکے پورس کو خوفناک شکست اٹھانی پڑی لیکن جس بہادری سے انہوں نے مقابلہ کیا تھا..... وہ نہ صرف میرے بلکہ سکندر کے دل پر بھی نقش ہو گیا تھا۔ میدان جنگ سے پیچھے ہٹنے والوں میں راجا پورس سب سے آخری شخص تھا۔ وہ جنگلی ہاتھی پر سوار تھا۔ ہاتھی اور سوار بری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ ہاتھی پیچھے ہٹ رہا تھا۔ تب راجا امبھی نے جو سکندر کے ساتھ تھا، سکندر سے کہا۔ ''وہ پورس میدان جنگ سے بھاگ رہا ہے۔''

''اسے لاؤ۔ اس سے کہو وہ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے۔'' امبھی کے فوجی گئے تو پورس ان سے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے ہاتھی سے نیچے اترنے سے انکار کر دیا۔ امبھی کے فوجیوں نے اسے گھیر لیا اور سکندر کو اس کے بارے میں اطلاع دی۔ تب سکندر نے اپنے خاص افسر کو پیغام دے کر بھیجا۔ اس وقت پورس ہاتھی سے اترنے پر راضی ہوا اور اپنی جگہ کھڑے ہو کر سکندر کا انتظار کرنے لگا۔

''کیا خوب شخص ہے۔ انوکھی شان رکھتا ہے۔ آؤ میکارا۔ اس کے پاس چلیں۔'' سکندر نے آہستہ سے کہا اور ہم گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب پہنچ گئے۔

سکندر کم ظرف نہیں تھا۔ وہ گھوڑے سے اتر گیا۔ میں نے بھی اس شاندار جسامت کے راجا کو دیکھا اس کے چہرے سے جلال ٹپکتا تھا..... کشادہ پیشانی کی چمک اور آنکھوں کی ذکاوت سے اس کی شخصیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ سکندر بھی غور و دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم کس قسم کے سلوک کے طلبگار ہو۔؟''

''جیسا سلوک بادشاہ، بادشاہوں سے کرتے ہیں۔'' پورس نے اعتماد سے جواب دیا لیکن سکندر اس جواب سے بے حد خوش اور متاثر ہوا۔

''بالکل بجا..... اس کے علاوہ۔؟''

''اس میں سب کچھ شامل ہے۔'' پورس نے اسی انداز میں جواب دیا سکندر نے گردن ہلا دی اور میں اس شخص کے ظرف سے بے حد متاثر ہوا۔ اس نے رعایا کو کامل معافی دے دی۔ پھر کچھ عرصہ وہاں رک کر اس نے دو شہروں کی تعمیر کا حکم دیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھنے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن مجھے یہ علاقہ..... یہاں کے لوگ اس قدر پسند آئے تھے کہ میں نے یہاں، سکندر سے جدا ہونے کا فیصلہ کر لیا اور جب اس کی آگے بڑھنے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو میں نے ایک شام اس سے کہا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے سکندر۔؟''

''میں آگے جاؤں گا نقشوں کے مطابق آگے غیر معروف زمینیں ہیں۔ ہمالیہ کی دیوار کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہوا میں دریائے گنگا تک جاؤں گا۔ سنا ہے یہ دریائے سندھ اور نیل سے بھی بڑا ہے۔ اس سے آگے مشرقی سمندر ہیں، وہاں رک کر ہم ایک بیڑہ بنائیں گے اور ہندوستان کے اوپر سے گزر کر مصر جائیں گے پھر لیبیا کے ساحل کے ساتھ ساتھ ہرقل کے ستونوں تک پہنچ جائیں گے۔''

''میں نے ایک بات محسوس کی ہے سکندر۔''

''کیا۔؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہاری فوجوں میں کسی قدر بددلی پھیل گئی ہے۔ میرا خیال ہے وہ اب وطن واپس جانا چاہتی ہیں۔''

''تمہارا اندازہ درست ہے میکارا۔ لیکن میں زیرک لوگوں کو سمجھاؤں گا، ہم نے جو فتوحات حاصل کی ہیں، وہ ہر لحاظ سے منفعت بخش رہی ہیں۔ ہر شخص کو اتنا ملا ہے کہ وہ خوشحال ہو گیا ہے۔ صرف تھوڑا عرصہ اور انہیں مشقت کرنا ہوگی اور اس کے بعد جب ہم وطن لوٹیں گے تو ہماری حیثیت قابل تعریف ہوگی۔''

''بیشک۔ تمہارے لوگ تم سے تعاون کرتے ہیں، تمہاری بات مانتے ہیں۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میں نے تم جیسے زیرک اور ذہین انسان کے ساتھ ایک اچھا وقت گزارا لیکن اب تم سے اجازت چاہوں گا میرے دوست۔''

''تم ..... میکارا..... تم۔؟''

''ہاں۔ میں اب تم سے جدا ہو رہا ہوں سکندر۔''

''لیکن وہاں تمہارا کون ہے میکارا۔ تم وطن جا کر کیا کرو گے۔؟''

''وطن؟ کون سے وطن۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا تم یونان واپس نہیں جاؤ گے۔؟''

''یونان میرا وطن نہیں ہے۔ تم جانتے ہو میں یونانی نہیں ہوں۔''

''اوہ ..... پھر تم کہاں جاؤ گے۔؟''

''کسی بھی غیر متعین جگہ۔ میں تو دنیا گرد ہوں سکندر۔ دنیا کا کوئی حصہ میرا وطن نہیں ہے۔ جہاں نکل جاؤں، وہی جگہ میری ہے۔''

''میں نے .....'' سکندر نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں نے دنیا کے بے شمار علوم حاصل کئے، میں نے بے شمار لوگوں کو دیکھا لیکن تم میرے لئے بدستور ایک بند کتاب رہے میکارا..... اور میں نے از راہ احترام کبھی تمہیں کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ کیا میں ساری زندگی تم سے اجنبی رہوں گا۔؟''

''حقیقت پوچھو..... تو میں خود بھی اپنے آپ سے اجنبی ہوں سکندر۔ میری تاریخ تمہارے لئے ناقابل قبول ہوگی۔ تاہم مختصراً سنو۔ تم نے

جس قدر فتوحات حاصل کی ہیں، تم نے جتنی جنگیں لڑی ہیں، زمانہ قدیم میں، میں نے اس سے ہزار گنا زیادہ جنگیں لڑی ہیں۔ میں نے اتنے لوگوں کو قتل کیا ہے، جتنا تمہاری ساری فوجیں مل کر آج تک نہ کر سکی ہوں گی۔ ہاں سکندر۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر تم اپنی تمام فوجوں کے درمیان مجھے چھوڑ دو تو بالآخر میں تمہارے آخری سپاہی کو بھی قتل کر دوں گا، گو اس قتل عام میں مجھے طویل عرصہ صرف کرنا پڑے گا۔ تمہاری کوشش مجھے موت نہیں دے سکتی۔ یہ صرف یاوہ گوئی نہیں ہے ایک حقیقت ہے، جس کا تجربہ تم نہ کرو تو بہتر ہے لیکن یقین نہ آئے تو مجھے اعتراض نہیں ہے۔ آگ، پانی، بلندی، پتھر ساری چیزیں میرے بدن پر بے اثر ہیں لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میں خود کے لئے کچھ نہیں کہہ سکوں گا۔ ہاں تمہارے حکما میرے بارے میں کچھ بتا سکیں تو......"

سکندر بڑے غور سے میری گفتگو سن رہا تھا۔ اس کی نگاہیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور ان میں عجیب سی کیفیت تھی۔

"مجھے حیرت ہے میکارا۔ لیکن پھر تو نے یہ رہبانیت کیوں اختیار کر لی۔ تو نے ہمارے ساتھ کسی جنگ میں حصہ کیوں نہ لیا۔؟"

"میں انسان کش نہیں ہوں نہ ہی مجھے دولت کی طمع ہے۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں میرے لئے بے مقصد ہیں۔ میں تو صرف جہاں گرد ہوں، صدیوں سے میں کائنات کے بدلتے رنگ دیکھ رہا ہوں اور ان کی کیفیات رقم کر رہا ہوں۔ یہی میرا شوق ہے اور یہی میری ضرورت۔"

"تو نے اپنے بارے میں ایسی حیرت انگیز باتیں بتائی ہیں میکارا کہ میں حیران رہ گیا ہوں لیکن تو صادق ہے۔ میں وہ نہیں جانتا جو تو نے کہا، نہ ہی کتابوں میں تیرا علم ملتا ہے سو وہی سچ ہے جو تو کہتا ہے لیکن میں تیری یہ بات نہیں مانوں گا کہ تو ہم سے دور ہو جائے۔"

"سکندر میرے دوست۔ میں نے کہا نا کہ میں دنیا گرد ہوں۔ میں نے تیرے ساتھ طویل عرصہ گزارا ہے۔ میں نے تیرے علم و دانش دیکھا ہے اور میری پیش گوئی ہے کہ اگر مورخوں نے اس دور کی تاریخ لکھی تو وہ تیری فراست کا بار بار اعتراف کریں گے لیکن میری درخواست ہے کہ مجھے اجازت دے۔ میں اس نئی دنیا کے اندرونی علاقوں کو قریب سے دیکھوں گا تاکہ میری کتاب میں اس کے بارے میں بھی مکمل تفصیلات ہوں۔ تو علم دوست ہے اور مجھے یقین ہے کہ تیری دوستی میری پوری زندگی کے معاملات میں حائل نہ ہوگی۔"

یوں پروفیسر، سکندر نے کافی کوشش کی لیکن جب میرے دل پر ٹھن جائے تو اسے ٹالنے والا کون۔ ... بالآخر سکندر نے کوچ کیا اور میں نے رخ بدل لیا۔ اس نے اپنے ایک فوجی ساتھی کی حیثیت سے بہت کچھ دینے کی کوشش کی لیکن میں نے اس سے صرف ایک قوی ہیکل گھوڑا قبول کیا اور پھر میں مشرق کے اندرونی حصوں کی طرف چل پڑا۔

ہوا بڑی خوشگوار تھی۔ سرسبز پہاڑی علاقے، چھوٹی چھوٹی حسین بستیاں، قصبے، دیہات، یہاں کا رکھ رکھاؤ، یہاں کی متانت، بڑی انوکھی تھی سب چیزیں اور میں انہیں دلچسپی کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، ابھی تک کوئی ایسا نہ تھا جو میرا ساتھی ہو اور جو مجھے ان ساری چیزوں کے بارے میں بتائے۔ ہاں میں نے اس کی ضرورت ضرور محسوس کی تھی۔

اور جب میں نے پہلے قیام کی سوچی تو میں ایک بستی سے کچھ دور تھا۔ سورج کی نارنجی شعاعیں ماحول کو حسین رنگ بخش رہی تھیں، سامنے ہی ایک جھمگٹ سا نظر آیا۔ بستی دور نہ تھی سو میں ان لوگوں کی طرف بڑھ گیا جو ایک جگہ کھڑے تھے۔

لیکن یہ لڑکیاں تھیں جن کے ہاتھوں میں مٹی کے برتن تھے اور ان کے لباس رنگین اور بڑے ہی خوبصورت لگتے تھے ان کے بدن، ان کی

بڑی بڑی آنکھوں میں انتہائی معصومیت تھی اور ان کے ہونٹوں پر قدرتی مسکراہٹ، چہرے سنولائے ہوئے تھے لیکن ان کی ملاحت دل کھینچتی تھی۔ جس جگہ وہ کھڑی تھیں وہ زمین کا سوراخ تھا اور اس پر انہوں نے ایک چرخی لٹکا رکھی تھی۔ دولڑکیاں اس پر لپٹی ہوئی رسی کھینچ رہی تھیں۔ گویا زمین کے سوراخ سے پانی نکالا جا رہا تھا۔

اور یہ بھی ان کی ثقافت کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ میں لڑکیوں کے اس دلچسپ شغل کو قریب سے دیکھنے کے لئے ان کی طرف بڑھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہی ان کے منہ سے سریلی آوازیں نکل گئیں۔

''ہائے دیا.... یہ کون ہے۔؟''

''پریت ہے شاید۔'' دوسری بولی۔

''ہٹ دیوانی.....اس کا مکھ تو دیکھ پریت ایسے ہی ہووے ہیں۔'' کسی اور نے کہا۔

''ارے تو نہ جانے..... یہ بڑی بڑی سندر شکلیں بنا کر آویں ہیں۔''

''اوں ہوں..... تم لوگ الٹی سیدھی باتیں کرے جاؤ ہو، پوچھو تو سہی کون ہے؟ مسافر نہ ہو، پیاسا تہ ہو۔؟'' ایک اور لڑکی نے دوسری لڑکیوں کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''تب ایک رسیلی، شباب سے چور، تمتماتے ہوئے گال، گلابی آنکھیں لئے میرے سامنے آ گئی۔

''کون ہو تم۔؟''

''مسافر ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''پانی پیو گے۔؟''

''ہاں۔''

''گھوڑے پر بیٹھ کر۔؟'' ایک شریر لڑکی بولی اور دوسری ہنس پڑی۔ کانوں میں رس ٹپک رہا تھا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی تھیں۔ سکندر جیسے پادری صفت شخص کی معیت میں عورت کی شکل ذہن سے نکل گئی تھی۔ مہ وشانِ ایران بھی سامنے آئی تھیں، کچھ سکندر کی خدمت میں پیش کی گئیں لیکن نہ وہ عورت کی دنیا کا انسان تھا، نہ اس نے ان پر توجہ دی۔ یوں میں بھی محروم تھا اور میں نے یہ پسند بھی نہ کیا کہ میں اس سے عورت طلب کروں۔ صبر کیا اور رُستار ہا لیکن اب ان حسیناؤں کو دیکھ کر ذہن پر سرور سا چھا گیا۔

''ارے کیا تکے جاؤ ہو باؤلا۔ گھوڑے سے نیچے تو اترو۔ اوپر بیٹھے بیٹھے پانی کیسے پیو گے۔؟''

''اوہ۔ ہاں۔'' میں اس شریر لڑکی کی بات سن کر جلدی سے نیچے اتر آیا۔ دوسری لڑکی نے پیتل کا ایک گگ جس میں پانی بھرا ہوا تھا، اس لڑکی کی طرف بڑھا دیا جو میرے نزدیک تھی۔ لڑکی نے برتن دونوں ہاتھوں میں لیا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

''بیٹھو نا۔'' اس نے عاجز آ کر کہا۔

''بیٹھنا بھی ہوگا۔؟'' میں نے اچنبھے سے پوچھا۔

''ارے تو کیا کھڑے کھڑے پیو گے۔؟''

''ہاں کیا ہرج ہے۔۔۔۔ لاؤ یہ برتن مجھے دے دو۔'' میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

''نا۔ نا۔ نا گگ نہ دوں گی۔ نہ جانے تم کون جاتی ہو۔؟''

''کیا مطلب۔؟''

''چھتری ہو۔؟''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب کیا برہمن ہو، ٹھاکر ہو، کون ہو آخر۔؟''

''انسان ہوں اور بس۔''

''ارے۔'' لڑکی تعجب سے بولی اور پھر دوسری لڑکیوں کی طرف دیکھ کر ہنس پڑی۔ ''سنتی ہو سکھیو یہ صرف انسان ہے۔'' اور دوسری لڑکیاں بھی کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

''شور نہ مچاؤ لڑکیوں۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ لاؤ پانی پلاؤ۔'' میں پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گیا۔

''ہائے رام۔ یہ تو بڑا ہی نٹ کھٹ ہے۔ ارے سیدھے بیٹھو۔''

''گویا میں سیدھا نہیں بیٹھا۔؟''

''کہاں بیٹھے ہو۔ ایسے پیو گے۔؟''

''اوہ۔ یہاں پانی پینا بھی بہت بڑی مصیبت ہے۔ تو تم ہی بتادو کیسے بیٹھوں؟ کیسے پیوں۔؟''

''ٹھٹھول نہ کرو مسافر۔ یہ اچھی بات نا ہی ہوتی۔''

''اچھا۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔ ''تمہاری مرضی پانی نہیں پلانا تو نہیں پلاؤ۔''

''ارے ارے پانی پلانے کو کس نے منع کیا ہے مگر تم سے تو پینا ہی نا ہی آوے۔ دیکھو ایسے بیٹھو، ایسے اوک بناؤ اور ایسے پانی پیو۔'' دوسری لڑکی نے اکڑوں بیٹھ کر دونوں ہاتھ کا پیالہ بنا کر ہونٹوں سے لگا کر دکھایا۔

اور میں نے اس کی ہدایات پر عمل کیا۔ تب پہلی لڑکی نے میرے ہاتھوں کے پیالے میں ایک دھار سے پانی ڈالا اور میں نے جانوروں کی طرف ہاتھوں میں گرنے والا پانی پی لیا۔

لڑکی کا پورا برتن خالی ہو گیا تھا۔ دوسری لڑکیوں نے گہری گہری سانسیں لیں۔

''تمہاری بستی کا کیا نام ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''لکھیا پور۔''

''مگر کیا تم کہیں دور سے آئے ہو۔؟''

''ہاں بہت دور سے۔''

''تمہارے بدن پر تو دھوتی بھی نہیں ہے۔یہ کیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تم نے۔؟''

''بس اتنا ہی کافی ہے تمہاری شکریہ۔''میں دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور بستی کی طرف چل پڑا۔معصوم لڑکیوں کی اس ٹولی نے مجھے کافی متاثر کیا تھا۔میں سوچ رہا تھا ہرنیوں کے درمیان وقت اچھا گزرے گا۔سو میں بستی میں داخل ہو گیا۔سب سے پہلی نگاہ ایک محل نما عمارت پر پڑی۔انوکھی طرز کی عمارت تھی میں نے گھوڑے کو اس کے دروازے پر روک دیا۔نیچے اترا۔میرا اپنا اندازہ تھا کہ یہ ان کی عبادت گاہ ہے۔کافی بلند اور عظیم الشان عمارت تھی۔سب سے اونچی چوٹی پر سونے کا کلس جگمگا رہا تھا۔میں اس عمارت کو اندر سے دیکھنا چاہتا تھا۔میں اس سرزمین کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔چنانچہ اب میں نے پچھلی روش اختیار کر لی۔یعنی لاپرواہی کی۔سکندر کے ساتھ میں بہت محتاط رہا تھا۔آخر میں،میں نے اسے جو کچھ بتایا وہ اس کے لئے حیرن کن تھا،کیونکہ بہر حال اس نے اس کا کوئی مظاہرہ نہیں دیکھا،نہ ہی میری خواہش تھی کہ اسے اپنے آپ سے مرعوب کروں کیونکہ وہ فتوحات کے لئے نکلا تھا اس کے پیش نگاہ کچھ مقاصد تھے لیکن وہ مقاصد ایسی حیثیت نہیں رکھتے تھے کہ میں اس کا ساتھ دیتا اور یقیناً سکندر میری خوبیوں سے آگاہ ہو کر متوقع رہتا کہ میں اس کے لئے کچھ کروں لیکن اب میں دوسری پوزیشن میں تھا۔اب جو کچھ کرتا تھا،اپنے لئے کرتا تھا۔

عبادت گاہ میں داخل ہو کر میں ایک پتلی سی راہداری میں پہنچ گیا جو خاصی لمبی تھی۔اس راہداری کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا تھا،جس میں کوئی چیز نہ تھی۔بالکل خالی اور ویران کمرہ لیکن اس میں ایک دروازے نما گول سوراخ ضرور تھا۔جو مجھے اس سرنگ میں لے گیا۔

اور سوراخ میں قدم رکھتے ہی سخت تپش محسوس ہوئی۔یقیناً کہیں آگ تھی اور میرے مسامات کھلنے لگے۔میرا بدن آگ کی طلب کا اظہار کرنے لگا۔سو میں نے تیزی سے سرنگ کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

''لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔''اچانک پروفیسر بول پڑا۔

''کیا۔؟''میں نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے پروفیسر خاور کی جانب دیکھا اس ماحول سے واپسی شاید اسے اچھی نہیں لگی تھی۔شاید اس کا تخیل خود کو اس مندر کی سرنگ میں پا رہا تھا۔

''مجھے معاف کرنا۔تو کیا داخل ہوتے ہی تم اس سرنگ تک پہنچ گئے تھے۔؟''

''ہاں۔''میں نے کہا۔

''تب وہ کیسا مندر تھا؟میرا مطلب ہے۔''

''میں آگے اس کے بارے میں بتانے والا تھا۔جس جگہ میں پہنچا تھا وہ مندر کا عقبی دروازہ تھا اس کا بڑا دروازہ بستی کے سامنے کھلتا تھا۔

میں چونکہ بستی میں داخل ہو رہا تھا اس لئے میں نے سامنے کے دروازے کو نہیں دیکھا تھا۔''

''معاف کرنا۔ واقعی معمولی سی بات ہے۔'' پروفیسر نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

وہ کئی منٹ خاموش رہا۔ شاید وہ خود کو اسی ماحول میں لیجا رہا تھا اس کی ساری کیفیت خود پر طاری کر رہا تھا اور پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''سرنگ کا اختتام ایک اور ویسے ہی گول دروازے پر ہوا تھا۔ یہاں زمین بھی سخت گرم تھی اور دوسری طرف ایک گول کمرہ تھا، جس میں آگ روشن تھی۔ پورا کمرہ آگ سے بھرا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا در تھا جس کے دوسری طرف ایک اور بہت بڑا اور صاف ستھرا ہال نظر آ رہا تھا۔ اور پروفیسر یہاں ایک دلچسپ کہانی میری منتظر تھی۔ پراسرار مشرق کی پہلی پراسرار کہانی جس پر بعد میں مجھے خوب ہنسی آئی لیکن بہرحال اس بستی کے ایک شخص کے لئے، میں پہلا نیک انسان ثابت ہوا تھا۔ تو ہوا یوں کہ میں نے لباس اتارا اور آگ کے شعلوں میں داخل ہو گیا۔

شعلے میرے بدن کی غذا، میرا بدن چاٹ چاٹ کر صاف کرنے لگے، میری کھال کو چمکانے لگے اور میرے آتش طلب بدن کو سرور میں ڈبونے لگے۔ شعلوں کے غسل میں، میں اس قدر مصروف ہو گیا کہ سب کچھ بھول گیا۔ میں نے وہ آوازیں بھی نہیں سنیں جو دروازے کے دوسری طرف سے آ رہی تھیں۔

میرے کانوں میں وہ آوازیں اس وقت پہنچیں جب میں غسل سے سیر ہو چکا تھا۔ ان آوازوں میں ایک دہشت زدہ آواز شامل تھی۔

''نہیں۔ بھگوان کے لئے نہیں۔ نہیں بھگوان کے لئے نہیں معاف کر دو۔ معاف کر دو۔'' کوئی بری طرح چیخ رہا تھا تب میں دروازے کی طرف بڑھا اور شعلوں کے درمیان سے نکل آیا۔ میں نے دیکھا بے شمار لوگ تھے عجیب سے حلیوں میں، ننگے بدن، سروں کے درمیان بالوں کے گچھے، پیشانیوں پر رنگین لکیریں بنائے ہوئے۔ ان کے عقب میں کچھ دوسرے لوگ بھی تھے لیکن وہ پورے لباس میں تھے۔ سامنے والے لوگوں نے ایک نوجوان کو پکڑ رکھا تھا اور اسے آگ کی طرف گھسیٹ رہے تھے اور نوجوان چیخ رہا تھا۔

لیکن جونہی میں نے آگ سے قدم باہر رکھا، سب کے سب چیخ پڑے۔ ان کی آنکھیں استعجاب سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ جن لوگوں نے نوجوان کو پکڑا ہوا تھا۔ انہوں نے جلدی سے اسے چھوڑ دیا اور سجدے میں گر گئے اور پھر چند لوگوں کے علاوہ سب ہی اوندھے گر پڑے تھے اور وہ نوجوان، جس کے خدوخال خاصے خوبصورت تھے کسی پتھر کے بت کی مانند ساکت مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد تھا اور آنکھیں ادھ کھلی تھیں۔ گویا ایک انداز میں اس پر نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری تھی۔

میں نے اس پورے ماحول کو دیکھا، بہرحال میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ اتنا میں ضرور سمجھ گیا تھا کہ وہ لوگ اس نوجوان کو آگ میں جھونکنا چاہتے ہیں۔

''کیا بات ہے، یہ لوگ تمہارے دشمن کیوں ہو گئے ہیں۔؟'' میں نے نوجوان کو مخاطب کیا۔

''ہے۔ ہے۔ ہے۔ بے کرشنو کا بھگوان کی۔'' نوجوان کے منہ سے عجیب سے انداز سے نکلا اور پھر وہ اوندھے منہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

''اٹھو۔'' میں اوندھے پڑے ہوئے لوگوں سے بولا۔ میری آواز کافی تیز اور سخت تھی اور جو لوگ عقب میں تھے وہ اٹھے اور اس بری طرح بھاگے کہ پلٹ کر نہ دیکھا۔ جو آگے پڑے تھے، ان کی بری حالت تھی۔ وہ سجدے میں پڑے اس بری طرح کانپ رہے تھے، جیسے انہیں سردی سے بخار آ گیا ہو۔

''اٹھو۔'' میں نے خونخوار انداز میں کہا اور وہ اسی طرح پڑے پڑے چیخنے لگے۔ کیا بک رہے تھے میری سمجھ میں کچھ نہ آیا، البتہ ان کے مضحکہ خیز حلیے اور خوف پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ ظاہر ہے انہوں نے مجھے آگ سے نکلتے دیکھا تھا اس لئے ان کا خوف بیجا نہیں تھا لیکن یہ انداز۔

پھر میں نے انہیں اوندھے پڑے پڑے کھسکتے دیکھا اور میں نے ان سے کچھ نہ کہا۔ وہ چالاکی سے کام لے رہے تھے تاکہ دروازے تک پہنچ جائیں اور پھر وہ بھی اٹھ کر بھاگے۔ ان کا خوف انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ خاصا دلچسپ منظر تھا۔ میں ہنسی نہ روک سکا، پھر میں نے بے ہوش نوجوان کو دیکھا۔ خاصی بری حالت تھی غریب کی۔ اچھا خاصا چہرہ تھا۔ دبلے پتلے بدن کا مالک تھا۔ میں اس کے قریب پہنچ کر جھکا اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا لیکن بے ہوشی گہری تھی۔ میں نے پانی تلاش کیا اور عمارت کے ایک حصے میں مجھے ایک بڑا کنواں نظر آیا جس میں سے پانی نکالنے کے لئے انتظام تھا۔ پانی لے کر میں نوجوان کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا چہرہ پانی سے بھگویا، منہ کھول کر حلق میں پانی ڈالا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ چند ساعت وہ خالی الذہنی کے انداز میں میری شکل دیکھتا رہا اور پھر اس کے چہرے پر ہیجان کے آثار نظر آنے لگے۔ اس کا بدن کانپا اور اس نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی۔

''لیٹے رہو.... لیٹے رہو۔'' میں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''جے۔ جے۔ جے۔ جے کرشنو کا۔ جے کرشنو کا۔ جے کرشنو کا۔'' وہ ایک ہی لفظ بڑبڑانے لگا۔

''یہ کیا ہوتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' میں نے کہا۔

''جے۔ جے کرشنو کا۔''

''تم اپنے حواس درست کرو۔ ڈرو نہیں۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' میں نے انتہائی نرم لہجے میں اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہے بھگوان۔ ہے بلی ہبر۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔ میں، میں اچھوت ہوں۔'' اس نے جلدی سے اپنا بازو الگ ہٹاتے ہوئے کہا۔

''اچھوت ہو۔؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

''ہاں مہاراج۔ میں اچھوت ہوں۔''

''تکلیف ہے تمہارے ہاتھ میں۔؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں مہاراج۔ تم۔ پوتر ہو۔ مجھے ہاتھ لگانے سے تمہارے ہاتھ گندے ہو جائیں گے۔ میں نیچ ہوں مہاراج۔'' اس نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ گویا تم گندے ہو۔؟'' میں نے سمجھتے ہوئے کہا۔

''ہاں مہاراج۔''

''اور تمہارے بدن کو چھونے سے میرے ہاتھ بھی گندے ہو جائیں گے۔''

''ہاں مہاراج۔''

''مگر تم گندے کیوں ہو؟ بظاہر تو تمہارے بدن پر کوئی گندگی نظر نہیں آ رہی۔؟'' میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

''میں اچھوت جات ہوں مہاراج۔''

''گویا تمہاری ذات گندی ہے۔'' میں نے گہری سانس لیکر کہا۔

''ہاں مہاراج۔''

''مگر میرے خیال میں کسی کی ذات گندی نہیں ہوتی۔''

''پر بڑی جات کے لوگ ہمیں اچھوت ہی کہتے ہیں۔ آپ دیالو ہیں مہاراج۔ مگر ہم اچھوت ہیں۔'' نوجوان کے انداز میں ایسی عاجزی، ایسی بے بسی تھی کہ میں بہت متاثر ہوا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔؟'' میں نے پوچھا۔

''رام داس۔''

''اوہ۔ اچھا تو رام داس کیا تم مجھے اپنا دوست بنا سکتے ہو؟''

''متر...... میں...... میں اس قابل کہاں ہوں مہاراج۔'' رام داس نے چہرے کا کرب چھپا کر کہا۔

''مگر میں تمہیں اس قابل سمجھتا ہوں۔''

''اتنا بڑا اور دان نہ دیں مہاراج۔ ہمارے کندھے کمزور ہیں۔ ہم خوشی سے مر جائیں گے۔'' رام داس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

''مگر میں تمہیں دوست بنانا چاہتا ہوں رام داس۔''

''بڑی جاتی کے لوگ ہمیں زندہ نہ رہنے دیں گے مہاراج۔''

''بڑی ذات کے لوگ کون ہیں۔؟''

''پنڈت، برہمن، چھتری، ٹھاکر۔ یہ سب بڑی جاتیں ہیں۔''

''اور تم لوگ اچھوت ہو۔؟''

''ہاں مہاراج۔''

''تمہارا قبیلہ کتنا بڑا ہے۔؟''

''ہم بہت لوگ ہیں مہاراج۔ ہم تو یہیں کے رہنے والے ہیں۔ پر یہ بڑی جاتی کے لوگ پہاڑوں سے آئے ہیں۔''

''اور۔'' مجھے ان الفاظ سے بہت دلچسپی محسوس ہوئی اور میں تفصیل سے ان کے بارے میں معلوم کرنے کا شوق نہ دبا سکا۔'' بیٹھ جاؤ رام داس اور سنو۔ بے تکلفی اور آرام سے بیٹھو۔ میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔؟'' میں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔

''بھگوان ہی جانے۔ ساری دیا بھگوان کی ہے۔ نہ جانے بھگوان کیا کہتا ہے۔'' رام داس نے کہا۔

''کیا مطلب۔؟''

''آپ اوتار ہیں مہاراج۔ آپ سب جانتے ہیں۔''

''میں کچھ نہیں ہوں رام داس۔ تم مجھے کچھ تفصیل سے بتاؤ۔''

''ایسی باتیں نہ کریں مہاراج۔ آپ بہت بڑے اوتار ہیں۔ آپ کی دیا ہے کہ آپ نے مجھ جیسے نیچ جات کو اتنا بڑا درجہ دیا۔ آپ کی بڑی دیا ہے۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''رام داس۔ میں تمہیں اپنا دوست بنا چکا ہوں۔ اب تم ایسی باتیں کرو گے تو میں سمجھوں گا کہ تم مجھے اپنی دوستی کے قابل نہیں سمجھتے اور میرے پاس سے بھاگ جانا چاہتے ہو۔''

''نہیں نہیں بھگوان۔ مگر ہم کیا کریں۔ ہماری ہمت نہیں پڑتی۔''

''تم بالکل فکر مت کرو۔ کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر کسی نے تمہاری طرف آنکھ بھی اٹھانے کی کوشش کی تو میں اس کی ٹانگیں چیر دوں گا۔'' رام داس میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں ہراس تھا۔ تب میں نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ رام داس تھر تھر کانپ رہا تھا۔ پھر نہ جانے اسے کیا ہوا وہ خود بھی مجھ سے لپٹ گیا۔

''اب کوئی ہماری بوٹی بوٹی کر دے تو ہم نہیں ڈریں گے۔ آپ نے ہمیں بہت بڑا درجہ دے دیا ہے۔ اب ہم کسی سے بھی نہیں ڈریں گے مہاراج۔ ہم ڈرتے بھی نہیں مگر ہماری جات نیچی ہے۔ بات صرف ہماری نہیں ہوئی۔ اگر میں کوئی خراب کام کروں گا تو بڑی جاتی والے ہمیں جینے نہ دیں گے۔''

''کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا رام داس۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو۔ اب بتاؤ۔''

''کیا بتائیں مہاراج۔''

''اچھا پہلے یہ بتاؤ۔ یہ لوگ تمہیں کیوں پکڑے ہوئے تھے۔؟''

''لکشمی کانت نے سوگند اٹھائی تھی کہ وہ ہمیں آگ میں بھسم کرا دے گا اور پنڈت لکشمی کانت بڑی دولت والا ہے۔ اس کا بڑا اثر ہے۔ اس نے یہ کام کر دکھایا۔''

''وہ کون ہے۔؟''

''برہمت جات ہے۔ کپڑا بیچتے ہے۔''

''اس نے قسم کیوں کھائی تھی۔؟''

''ہم سے بھول ہوگئی تھی مہاراج۔'' رام داس نے سر جھکاتے ہوئے کہا اور مجھے اس بھولے بھالے نوجوان پر پیار آ گیا۔

''کیا بھول ہوگئی تھی رام داس۔؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''پریم کرلیا تھا ہم نے؟۔'' رام داس کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

''ارے تو اس میں بھول کی کیا بات ہے؟''

''آپ نہیں جانتے مہاراج۔'' وہ اسی بھولپن سے بولا۔

''تو بتاؤ نا رام داس۔''

''ہم نے لکشمی کانت کی پتری سے پریم کیا تھا۔''

''اوہ۔''

''وہ براہمن جاتی کا ہے۔ ہمارے گھر والوں نے ہمیں اس کے حوالے کر کے جان بچائی نہیں تو سب کو بھسم کرا دیا جاتا۔ سب ہمارے خلاف ہو گئے۔ براہمنوں کو خوش کرنے کے لئے ہماری برادری والوں نے ہمارے خاندان کا حقہ پانی بند کر دیا۔ نہیں تو نہ جانے کیا ہوتا۔''

''اوہ۔ اتنے ظالم ہیں یہ لوگ؟''

''راکھشس ہیں پورے۔ بھگوان ان کا ناس ہی کرے۔'' رام داس روہانسی آواز میں بولا۔

''تم فکر نہ کرو رام داس۔ بھگوان ان کا ناس ہی کرے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رام داس خاموش ہو گیا تھا۔ میں نے چند ساعت انتظار کے بعد کہا۔ ''ہاں آگے تو سناؤ۔''

''کیا سنائیں مہاراج۔ کہانی تو بہت بڑی ہے۔''

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''وہ۔ وہ پھر آ جائیں گے۔'' اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا۔

''تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے وہ۔ تم فکر مت کرو۔'' میں نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''تم اوتار ہو۔ اگن سے نکلے ہو۔ اگر وہ آئیں تو سب کو بھسم کر دینا۔''

''ہاں۔ میں ایسا ہی کروں گا۔''

''تو ہم کہاں سے کہانی سنائیں؟''

''جہاں سے یہ شروع ہوئی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''بھول ہماری بھی نہیں تھی۔ اس نے بتایا بھی تو نہیں کہ وہ براہمنی ہے۔''

''کس نے؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''شکنتلا ہے نام اس کا۔'' رام داس شکایتی لہجے میں بولا۔

''اور وہ لکشمی کانت کی بیٹی ہے۔؟''

''ہاں۔''

''کہاں ملی تھی وہ تمہیں؟''

''پن چوک پر۔ رتن بابا کی ترکاریوں کے کھیت پر۔ ادھر تو برہمن ناریاں جاتی بھی نہیں ہیں۔ جب وہ ہمیں ملی تو اس نے ہمیں روکا اور ہمارے بارے میں پوچھنے لگی۔ ہم نے کچھ نہیں بتایا تو وہ بولی کہ کیا ہم بھولا ہیں؟ بھولا بہت بُرا آدمی ہے مہاراج۔ ہمیں غصہ آ گیا اور ہم نے کہا ہم بھولا نہیں رام داس ہیں۔ ہم تو اس سے بات بھی نہیں کر رہے تھے مگر اس نے ہمارا ہاتھ پکڑ لیا اور بھگوان کی سوگند دے کر بولی کہ ہم اس سے باتیں کریں۔ اس کے پاس دو گھڑی بیٹھیں سو ہم بیٹھ گئے۔'' رام داس پھر خاموش ہو گیا۔

''خوب۔ پھر کیا ہوا رام داس۔؟'' یہ بھولا بھالا انسان میرے دل میں اتر رہا تھا۔

''بس پھر ہمیں بھی اس سے پریم ہو گیا۔''

''ہونا ہی تھا۔'' میں نے کہا۔

''اور کیا۔ وہ روز ہم سے ملنے آتی تھی اور اس نے کہا تھا کہ وہ بھی اچھوت کی بیٹی ہے اور اترے محلے میں رہتی ہے۔ اس نے ہم سے جھوٹ بولا تھا مہاراج۔''

''اوہ۔ پھر کیا ہوا؟''

''پھر ایک روز لکشمی کانت کے آدمی اس کے پیچھے پیچھے آ ئے۔ اسے ہمارے پاس دیکھ گئے۔ بس پھر کیا تھا۔ بہت سے برہمن لاٹھیاں لے کر آئے اور ہمیں پکڑ لائے۔ تب ہمیں پتہ چلا کہ وہ برہمن کی بیٹی ہے۔ برہمنوں نے ہماری بستی کو آگ لگانے کی سوچی مگر ہمارے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ وہ دوش صرف ہمارا ہے۔ انہیں معلوم نہیں تھا۔ ہمارے ماتا پتا نے بھی کہا کہ برہمن ہمارے بھائیوں کو کچھ نہ کہیں بلکہ صرف رام داس کو لے جائیں۔ بڑی مشکل سے وہ پاپی مانے۔''

''اچھا۔ پھر کیا ہوا؟''

''ہوتا کیا۔ وہ ہمیں پکڑ لائے اور ہمارے خوب جوتے لگائے گئے۔'' رام داس نے اس طرح کہا کہ مجھے ہنسی آنے لگی۔ میں نے بمشکل ہنسی روکی۔

''تم نے یہ نہیں بتایا کہ شکنتلا نے تم سے جھوٹ بولا تھا۔؟''

''نہیں۔'' اس نے معصومیت سے گردن ہلا دی۔

''کیوں؟''

''ہم اس سے پریم جو کرتے ہیں مہاراج۔ اس کی بات کسی کو کیوں بتاتے۔'' رام داس نے جواب دیا۔ بظاہر یہ ایک بھولے بھالے کے سیدھے سادے الفاظ تھے لیکن یہ محبت کی بلندی تھی پروفیسر ...... اور رام داس کا چہرہ اس بلندی پر سجا ہوا تھا۔ بڑی پُر نور روشنی تھی اس کے چہرے پر کہ آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہ الفاظ کافی دیر تک میرے ذہن میں سنسناتے رہے۔

''پھر کیا ہوا رام داس؟'' چند ساعت کے بعد میں نے پوچھا۔

''ہمارے من میں ایک بات آگئی۔ ہم نے سوچا برہمنوں کو پریشان کرنے کے لئے ناٹک کھیلیں۔ سو ہم نے سوامی اچے چند سے کہا کہ ہم بھی برہمن ہیں۔ انہیں غصہ تو بہت آیا مگر انہوں نے پوچھا کہ ایک اچھوت کا بیٹا برہمن کیسے ہوسکتا ہے تو ہم نے جواب دیا کہ یہ لوگ اگر ہمارے ماتا پتا ہوتے تو ہمیں اس آسانی سے برہمنوں کے حوالے کیوں کر دیتے۔ یہ تو خوش ہوں گے کہ ایک برہمن کا بیٹا، برہمنوں کے ساتھ ہی بھسم ہوگا۔''

''بہت خوب۔ پھر کیا ہوا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''سوامی اچے چند نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور مجھے کیسے معلوم کہ میں کسی برہمن کی اولاد ہوں۔ تب میں نے جواب دیا کہ ایک رات میں نے اپنے ماتا پتا کو بات چیت کرتے سنا تھا۔ ماتا کہہ رہی تھیں کہ رام داس ہمارا بیٹا نہیں ہے وہ تو برہمنوں کی نشانی ہے۔ پتا جی خوش ہو کر بولے کہ ہم نے برہمنوں کا دھرم خوب نشٹ کیا۔ تب سوامی اچے چند چکر میں پڑ گئے۔ انہوں نے دوسرے ساتھیوں سے مشورے کئے اور پھر لکشمی کانت کو بلوایا مگر پاپی لکشمی کانت نہیں مانا۔ ان لوگوں کی روایت ہے کہ اگر کسی برہمن کے ساتھ نیائے ہوتا ہے تو اگن منڈل کا باسی دیوتا کرشنو کا، اگن منڈپ کے باہر نکل کر اس کی سہائتا کرتا ہے۔ سو لکشمی کے کہنے پر مجھے معاف نہ کیا گیا اور وہ مجھے اگن تک لے آئے۔ مگر اگن منڈل کے باسی مجھے بتا۔ تو نے میری سہائتا کیوں کی؟ کیا میں برہمن ہوں؟''

''لکشمی کانت برہمن ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ کھرا برہمن۔''

''تب میں اسے پکڑ کر آگ میں ڈالوں گا اور دیکھوں گا کرشنو کا، اس کی کیسے مدد کرتا ہے۔''

''مگر کرشنو کا تو، تُو ہے۔''

''نہیں۔ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔''

''ہم سب نے تجھے اگن سے نکلتے دیکھا اور تو زندہ سلامت تھا۔''

''میں مندر کے پچھلے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ میرا گھوڑا مندر کے پیچھے موجود ہے۔''

''پھر اگن کنڈ میں کیسے داخل ہو گیا۔''

''بس اس راستے سے جو ایک راہداری میں آتا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے مگر اگن منڈپ میں تم بھسم کیوں نہ ہو گئے؟'' وہ تعجب سے بولا۔

''یہ میری خوبی ہے کہ آگ مجھے نہیں جلاتی۔'' میں نے جواب دیا اور رام داس حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔''نہیں۔نہیں اگن کنڈ کے باسی۔تم نے میری سہائتا کی ہے۔اپنے آپ کو کیوں چھپا رہے ہو۔تم نے میرا جیون بچا لیا ہے۔تم میرے متر ہو۔''

''رام داس۔میں تیرا دوست ہوں۔تو مانتا ہے؟''

''ہاں بھگوان۔''

''تو پھر سمجھ لے۔میں تجھ سے جھوٹ نہیں بول رہا۔میں کرشنو کا نہیں ہوں لیکن میں کون ہوں اس کے بارے میں بھی مجھ سے مت پوچھنا۔تو اتنا بھولا ہے کہ سمجھ نہیں سکے گا۔''

''جیسی تیری اچھا بھگوان۔'' رام داس نے گہری سانس لیکر کہا۔

''ابھی تو تجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں رام داس۔''

''رام داس تیرا داس ہے بھگوان، جو من چاہے کہہ۔''

''اچھا یہ بتا، شکنتلا بھی تجھ سے پیار کرتی ہے؟''

''اتنا ہی بھگوان، جتنا میں اس سے کرتا ہوں۔''

''کیا اس نے اپنے باپ سے نہ کہا ہوگا کہ وہ تجھے چاہتی ہے؟''

''میں نہیں جانتا بھگوان۔اگر اس نے کہا بھی ہوگا تو اس کے پاپی پتا نے اسے مار مار کر اس کا منہ گال کر دیا ہوگا۔بڑے ہی ظالم ہوتے ہیں یہ نرکھی لوگ، پھر ایسا تو آج تک نہیں ہوا کہ کسی اچھوت نے کسی برہمن کنیا سے پریم کیا ہو۔برہمن جیتا کب رہنے دیں گے انہیں۔''

''اگر کسی برہمن نے کسی اچھوت لڑکی سے پیار کیا ہے۔؟''

''بڑے گھمنڈی ہوتے ہیں وہ۔ایسا بھی نہیں ہوا۔''

''گویا برہمن تمہیں انسان نہیں سمجھتے؟''

''نہیں مہاراج۔ہمارے محلے الگ ہوتے ہیں۔ہمارے کنویں الگ ہوتے ہیں۔اگر کسی برہمن کے کنویں کے پاس سے اچھوت گزر جائے تو اس کی موت ہی آ جاتی ہے۔ہم تو ان کے داس ہوتے ہیں بس ان کی چاکری کے لئے۔ساری محنت ہم کرتے ہیں اور کھاتے بڑی جاتے کے لوگ ہیں۔''

''اچھوتوں نے کبھی بغاوت نہیں کی ان کے خلاف؟''

''کئی تو مارے گئے۔''

''کیا برہمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔''

''بہت ہی زیادہ اور پھر ہم سیدھے سادے لوگوں کے مقابلے میں یہ بڑے چالاک ہوتے ہیں۔''

''یہ بستی کس ریاست کی تحویل میں ہے۔''

''ریاست جمناپور کہلاتی ہے۔''

''تمہارے راجا کا کیا نام ہے؟''

''مہاراج اُدی چند۔''

''ریاست کتنی دور ہے جہاں راجا رہتا ہے۔''

''راجدھانی یہاں سے اسی کوس دور ہے مگران بستیوں کا رکھوالا جے راج ہے۔ سو پاپیوں کا ایک پاپی۔''رام داس نے بتایا اور میں غور سے اس کی بتائی ہوئی تفصیلات سننے لگا۔ پھر کافی دیر تک خاموشی رہی۔ رام داس ٹکر ٹکر میری شکل دیکھے جا رہا تھا۔ تب مجھے وہ لوگ یاد آئے جو بھاگ گئے تھے۔''رام داس۔''میں نے اسے پکارا۔

''مہاراج۔''

''وہ سب کہاں گئے جو تمہیں لائے تھے؟''

''بھاگ گئے نٹ کھٹ۔ بڑے ہی چھوٹے ہردے ہوتے ہیں ان کے سینے میں۔''

''میرا خیال ہے یہ خبر پوری بستی میں پھیل گئی ہوگی؟''

''ہاں مہاراج۔''

''پھر ہم اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں؟''

''کیسا فائدہ؟''

''یہ بات صرف تمہیں معلوم ہے کہ میں کرشنو کا نہیں ہوں لیکن بستی والوں کو یہی پتہ چلنا چاہئے کہ میں کرشنو کا ہوں اور تم کھرے برہمن، نہ صرف برہمن بلکہ دیوتاؤں کی تم پر خاص نظر ہے اس لئے لکشمی کانت نے اگر اپنی بیٹی کی شادی تم سے نہیں کی تو وہ بڑی بری موت مارا جائے گا۔''

''ہے بھگوان۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''

''ہم تم دونوں مل کر کریں گے۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ تمہارا پریم تم سے ملوا دوں گا۔''

''میں کیا کہوں بھگوان۔''

''تم نہ کچھ کہو، نہ کچھ کرو۔ بس جو میں کہتا ہوں کرتے رہو۔ بولو وعدہ کرتے ہو؟''

''بھگوان۔ بھگوان آپ کو سکھی رکھے۔ یہ انہونی ہوگی'' رام داس نے کہا مگر اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے۔ اس کی آنکھیں خواب میں ڈوب گئی تھیں۔

تب دروازے پر آہٹ ہوئی اور میں سنبھل گیا۔ دو طویل القامت آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ سفید چادریں ان کے بدن سے لپٹی ہوئی تھیں۔ سروں کے درمیان لمبی چوٹیاں تھی اور وہ خوب تندرست تھے۔ ان کے پیچھے دوسرے لوگ بھی تھے لیکن وہ دروازے کے باہر ہی رک گئے تھے۔

دونوں سادھو اندر آ گئے اور رام داس ان کے استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر دونوں کو سلام کیا تھا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ تیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور ان کے چہرے پر کسی قدر حیرت تھی۔ غالباً میرے سنہرے بدن نے انہیں حیران کیا تھا۔

پھر ان میں سے ایک آگے بڑھا اور بھاری لہجے میں بولا۔ ''کون ہو تم؟''

''یہ کون ہے رام داس؟'' میں نے اس کی بات کا جواب دیئے بغیر رام داس سے سوال کیا۔

''یہ۔ یہ سوامی اجے چند ہیں۔'' رام داس نے جواب دیا۔

''اور یہ دوسرا کون ہے؟''

''یہ شمبھو ناتھ جی ہیں۔ بڑے مہان پرش ہیں۔'' رام داس نے جواب دیا۔

''لیکن ہمارے خیال میں یہ دونوں بہت بڑے گدھے ہیں۔ یہ ہم سے ہمارے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ ہم کون ہیں؟'' میں نے کہا۔

''آپ بتا دیں مہاراج۔'' اجے چند کی آواز میں طنز تھا۔

''ہمارے بتانے کے طریقے دوسرے ہیں اجے چند۔ اچھا ہے ہم سے نہ پوچھو۔'' میں نے جواب دیا۔

''سنا ہے کہ آپ اگنی سے نکل کر آئے ہیں؟'' شمبھو ناتھ نے کہا۔

''آپ تو بڑے مہان ہیں مہاراج۔ کیا آپ نہیں جانتے؟'' میں نے ان کے لہجے میں کہا۔

''میں سب جانتا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کوئی جادوگر معلوم ہوتے ہو۔''

''کیوں۔ کیا کرشنو کا برہمنوں کی مدد نہیں کرتا؟'' میں نے کہا۔

''کرشنو کا کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ صرف ایک روایت ہے۔ میرا علم کہتا ہے کہ کرشنو کا سرے سے ہے ہی نہیں۔ آج تک کسی نے اسے نہیں دیکھا۔''

''کیا تم نے اپنے علم کی بات دوسروں کو بتائی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ دوسروں کو بتانے کی بات نہیں ہے۔''

''بتاؤ گے تو لوگ تمہیں جان لیں گے۔ کیوں؟''

''کرشنو کا مہاراج۔ میں بہت بڑا آدمی ہوں۔ بڑے جادوؤں کا توڑ رکھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کون ہو ورنہ بہت برا ہوگا۔'' شمبھو ناتھ نے آگے بڑھ کر کہا۔

''تمہیں کیسے یقین آئے گا شمبھو ناتھ کہ میں کرشنو کا ہی ہوں۔ مجھے بتاؤ؟''

''شمبھو ناتھ کے سامنے تم اگنی دیوی کے دوار جاؤ۔ سچ اور جھوٹ پتہ چل جائے گا۔''

''کیوں۔ آگ سے تمہاری دوستی ہے کیا۔؟''

''ہاں۔ وہ جھوٹ نہیں چھپائے گی۔ اگر تم میرے سامنے آگ میں کود جاؤ اور زندہ نکل آؤ تو میں تمہیں کرشنو کا مان لوں گا۔'' شمبھو ناتھ نے کہا۔

''اور آپ سوامی اجے چند مہاراج۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اجے چند سے پوچھا۔

''سوامی شمبھو ناتھ کے آگے میری کیا حیثیت ہے۔'' اجے چند نے کہا۔

''ٹھیک ہے شمبھو جی۔ میں تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

''ٹھہرو۔ میں اگنی دیوی کو تمہاری چالبازی بتادوں۔ تمہارے سارے جادو دھرے رہ جائیں گے۔'' شمبھو ناتھ نے کہا اور پھر انہوں نے کچھ سیاہ رنگ کے دانے نکالے اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں بدبدانے لگے۔ پھر انہوں نے ایک دانہ آگ میں اچھال دیا اور میں نے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ جیسے وہ کچھ کہہ رہے ہوں۔

شمبھو ناتھ جی نے ایسے کئی دانے آگ میں ڈالے اور آگ بار بار بھڑکتی رہی۔ رام داس، اجے چند اور شمبھو ناتھ آگ سے زیادہ دور نہیں کھڑے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شمبھو ناتھ جی اپنے کام سے فارغ ہوگئے۔

''آؤ کرشنو کا جی۔'' انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا کہتی ہے آپ کی دوست۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اندر تو جاؤ مہاراج۔ پتہ چل جائے گا۔'' شمبھو ناتھ نے جواب دیا۔

''اگر آگ آپ کی بھی دوست ہے شمبھو ناتھ جی تو پھر آیئے دونوں ساتھ ہی چلتے ہیں۔ اندر چل کر اس سے اور معلومات کرلیں۔'' میں نے کہا اور لپک کر شمبھو ناتھ کی کمر پکڑ لی۔

''ارے۔ ارے۔ یہ کیا۔ یہ کیا۔'' شمبھو ناتھ نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن ان کی کوشش حماقت ہی تھی۔ میں نے انہیں بغل میں دبایا اور آگ میں داخل ہوگیا۔

''نہیں۔ بھگوان کے لئے۔ نہیں نہیں۔ ہائے۔ ہائے۔ مرگیا۔ ہائے مرگیا۔ ہائے، ہائے، ہائے۔'' آگ شمبھو ناتھ کے بدن سے لپٹ گئی اور میں نے تھوڑی دور چل کر اسے چھوڑ دیا۔ شمبھو ناتھ کی دلدوز چیخوں سے مندر کے در و دیوار کانپ رہے تھے۔ اس نے واپس بھاگنے کی کوشش کی اور

چند قدم چل کر گر پڑا۔ گوشت کی چراند دور دور تک پھیلنے لگی اور میں واپس در کی طرف چل پڑا۔ اجے چندا ور رام داس تھر تھر کانپ رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اجے چند گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے ہوئے تھے اور اس کا دم نکلا جا رہا تھا۔

''اٹھو اجے چند جی۔ کھڑے ہو جاؤ۔''

''جے..... جے کرشنو کا مہاراج۔ جے کرشنو کا مہاراج کی۔''

''اور وہ پاپی کہتا تھا کہ ہمارا وجود ہی نہیں۔''

''جے کرشنو کا مہاراج کی۔'' اجے چند اسی انداز میں بولے۔

''جاؤ اجے چند۔ سب کو بتا دو کہ رام داس مہان ہے، وہ برہمن ہے۔ اس کی ذات بہت اونچی ہے اور کشمی کانت کو بھی بتا دو کہ کرشنو کا اس کے پاس آنے لگا۔''

''جو آ گیا مہاراج۔ جو آ گیا مہاراج۔'' اجے چند نے کہا اور کانپتا ہوا الٹے قدموں باہر نکل گیا۔ رام داس ابھی تک کانپ رہا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچا تو وہ سہم گیا۔

''رام داس۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''مہا..... مہاراج۔ مہاراج۔'' رام داس لرزتے ہوئے بولا۔

''تم کیوں کانپ رہے ہو۔؟'' میں نے ہنس کر کہا۔

''شمبھو ناتھ جی..... بھسپ..... بھسم ہو گئے۔ وہ..... وہ تو بڑے مہان تھے۔''

''میں کرشنو کا ہوں۔ میرے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔''

''مم..... مگر مہاراج آپ نے تو کہا تھا۔ آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کرشنو کا نہیں ہیں۔ پر آپ آگئی ہے.....''

''تم ان باتوں کو ذہن میں جگہ نہ دو رام داس۔ بس میں تمہارا ساتھی ہوں۔ اب تم تماشہ دیکھتے رہو۔ میں تمہارے لئے بہت کچھ کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور پھر رام داس کا ہاتھ پکڑے مندر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا اور پنڈت اجے چند چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''کرشنو کا پرکٹ ہو گیا ہے لوگو۔ ہاں کرشنو کا پرگھٹ ہو گیا ہے۔ اگنی دیوتا کو اگنی سے نکلتے میں نے بھی دیکھا ہے۔ پر شریمان شمبھو ناتھ جی کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا، انہوں نے کرشنو کا دیوتا سے ٹھٹھول کیا، تب کرشنو کا نے انہیں بھسم کر دیا۔ پنڈت جی کا دیہانت ہو گیا ہے۔ سب کو بتا دو رام داس برہمن ہے اور اس پر کرشنو کا کا سایہ ہے۔''

رام داس نے دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔ ''ابھی رک جاؤ رام داس۔'' اور رام داس رک گیا۔

اجے چند نے کئی بار اپنے الفاظ دوہرائے اور پھر وہ مندر کی سیڑھیاں اترنے لگا تو میں نے رام داس سے کہا۔ ''رام داس۔ اجے چند کو بلاؤ۔'' رام داس جلدی سے باہر نکل گیا۔ چند لمحات کے بعد وہ اجے چند کے ساتھ واپس آ گیا۔ اجے چند کا منہ پیلا ہو رہا تھا۔

''پنڈت اجے چند۔ تم نے اپنا کام کر دیا۔؟''

''ہاں مہاراج۔'' اجے چند نے نظریں جھکائے جھکائے کہا۔

''تب پھر جاؤ۔ ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک رام داس کے ساتھ انصاف نہیں ہو جائے گا۔ ہم اس وقت تک اسی مندر میں رہیں گے اور رات کو ہمارے پاس لکشمی کانت کو لے کر آؤ۔''

''جو آگیا مہاراج۔'' اجے چند نے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد میں نے رام داس سے کہا۔

''رام داس۔ کچھ کام تمہیں بھی کرنے ہیں۔''

''حکم دیں مہاراج۔'' رام داس نے کہا۔

''پہلے تو میرے گھوڑے کا کسی مناسب جگہ بندوبست کرو۔ اس کے بعد شہر نکل جاؤ اور معلوم کرو کہ بستی میں میرے بارے میں کیا خبریں پھیل رہی ہیں۔؟''

''جو آگیا مہاراج۔ میں چلتا ہوں۔'' رام داس نے کہا اور پھر وہ مندر کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ طویل عرصہ امن سے گزارا تھا اور میرے خیال میں خاصا مشکل کام تھا کیونکہ سکندر جیسے بہادر جنگجو کے ساتھ بڑے بڑے دلیر اور طاقتور لوگ موجود تھے، جو ڈینگیں مارتے رہتے تھے اور میدان جنگ میں خوب جوہر دکھاتے تھے۔ کئی بار دل میں ترنگ سی اٹھی کہ میں اپنے جوہر دکھا کر ان کے حوصلے پست کر دوں لیکن بہرحال میں نے خود کو قابو میں رکھا۔ اس طرح زندگی پر ایک جمود سا طاری ہو گیا تھا۔ یہاں آ کر حالات کی ابتداء ہی ایسے دلچسپ انداز میں ہوئی تھی کہ اب میں خود کو باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ بہرحال میں نے سوچ لیا تھا کہ لمبے چکر میں نہیں پڑوں گا، بلکہ ہندوستان کے مختلف علاقے دیکھوں گا۔ یہ سرزمین مجھے بہت دلکش معلوم ہوئی تھی پروفیسر... اور درحقیقت یہ اسرار کی سرزمین نکلی۔

رام داس چلا گیا اور میں مندر کے مختلف حصے دیکھنے لگا۔ بڑی دلچسپ جگہ تھی۔ جگہ جگہ سونے چاندی کے اور پتھروں کے بت رکھے ہوئے تھے۔ بڑی عجیب عجیب شکلیں تھیں ان کی لیکن مجھے ان بتوں کو دیکھ کر ان لوگوں کے سوچنے کے انداز کا پتہ چل رہا تھا۔

میں نے پورے مندر کی سیر کر لی اور کافی دیر کے بعد جب میں اس حصے میں پہنچا، جہاں سے چلا تھا تو میں نے رام داس کو دیکھا، جو پریشان سا کھڑا تھا۔ میرے قدموں کی آہٹ پر چونکا، پلٹا اور پھر اس کے چہرے پر سکون پھیل گیا۔

''آ گئے رام داس۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں مہاراج۔ آپ کو نہ پا کر ہردے میں اتھل پتھل ہو گئی تھی۔ میں سوچنے لگا تھا کہ سکھ کا جو سپنا میں دیکھ رہا تھا وہ اتنی جلدی ٹوٹ گیا۔ تمہارے آنے سے من کی ٹوٹی مالا پھر سے جڑ گئی ہے مہاراج۔ بھگوان کی سوگند مجھے اچھوت ہونے کا کوئی دکھ نہیں ہے۔ بس مجھے دکھ یہ ہے کہ شکنتلا

بھی اچھوت کیوں نہیں ہوئی..؟''

''میں نے تم سے وعدہ کیا ہے رام داس کہ شکنتلا کو تم سے ضرور ملادوں گا۔ چھوڑو ان باتوں کو، یہ بتاؤ میرا کام کر دیا۔؟''

''ہاں مہاراج۔ گھوڑا میں نے دھنی رام کے اصطبل میں باندھ دیا ہے، اس کا بیٹا بھی گھوڑے کا خیال رکھے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ بستی کی کیا حالت ہے۔؟''

''پوری بستی میں بات پھیل گئی ہے۔ لوگوں نے کام بند کر دیئے ہیں۔ میں نے بڑی مشکل سے لوگوں سے صورت چھپائی ہے۔ شمبھوناتھ کی موت کا کسی کو یقین نہیں آیا۔ ان کا خیال ہے کہ شمبھو مہاراج اس اگنی سے زندہ نکل آئیں گے لیکن اجے چند کی بات پر بھی لوگ بھروسہ کرتے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ انہوں نے خود شمبھوناتھ کے جلتے ہوئے شریر کو دیکھا ہے۔ بہرحال ساری بستی میں اسی بات کے چرچے ہیں۔''

''ٹھیک ہے..کافی ہے..''

''آپ کب تک میرے ساتھ رہیں گے مہاراج۔؟'' رام داس نے کہا۔

''جب تک تمہارا کام نہ ہو جائے۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا اور رام داس کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

''کیا سوچنے لگے رام داس۔؟'' میں نے اس کے چہرے پر غور و فکر کی لکیریں دیکھ کر پوچھا۔

''ہم بڑی الجھن میں پھنس گئے ہیں مہاراج۔ آپ کہتے ہیں آپ اوتار نہیں ہیں بلکہ منش ہیں۔ اگر آپ منش ہیں تو آپ کو بھوجن کی ضرورت بھی ہوتی ہوگی..؟''

''ہاں..ہوتی ہے..'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے تب تو ہمیں آپ کی سیوا کا انتظام کرنا چاہیے..''

''کیا تمہیں بھوک لگ رہی ہے رام داس۔؟''

''نہیں مہاراج۔ بھگوان کی سوگند نہیں۔ ہماری بھوک پیاس تو برسوں سے اڑی ہوئی ہے۔ ہم سے تو کچھ کھایا بھی نہیں جاتا۔ نہ جانے شکنتلا کا کیا حال ہو۔''

''سب کچھ معلوم ہو جائے گا رام داس۔ تم اتنی فکر نہ کرو اور ہاں ابھی مجھے بھی کھانے کی طلب نہیں ہے۔ تم آرام سے بیٹھو۔ ہم دیکھیں گے بستی والے ہماری بات مانتے ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے ہمیں اہمیت نہ دی تو پھر اور بندوبست کریں گے۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت میرے ذہن میں ''اور بندوبست'' کا خاکہ بھی ابھر آیا تھا۔

لیکن اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ بہت دیر نہیں گزری تھی کہ پجاریوں کا ایک گروہ بے شار عقیدت مندوں کے ساتھ گاتا بجاتا آیا اور مندر کے سامنے کافی ہنگامہ ہو گیا۔ تب اجے چند داس سادھوؤں کے ساتھ اندر آیا اور اس نے ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کیا۔

''کیا خبر لائے ہو اجے چند..؟'' میں نے رعب دار آواز میں پوچھا۔

''مہاراج کرشنو کا کی جے۔ پجاری چڑھاوے لے کر آئے ہیں۔ بستی والے بھی ان کے ساتھ ہیں۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی پرکٹیا مان لی ہے اور بہت سے لوگ دچار میں ڈوبے ہوئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ جن لوگوں کو شبہ ہے وہ بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''اوش مہاراج۔''

''لکشمی کانت کو ہماری بات پہنچادی۔؟''

''میں خود اس کے پاس گیا تھا مہاراج۔''

''کیا کہا اس نے۔؟''

''وہ نت مستک ہے مہاراج۔ پر اس نے کہا ہے کہ وہ آپ کے درشن کرے گا۔''

''سب ٹھیک ہو جائیں گے۔'' میں نے کہا۔

''پجاریوں کو اندر آنے کی آگیا دیں مہاراج۔؟''

''کیا بستی والے بھی آئیں گے۔؟''

''نہیں۔ وہ آپ کی آگیا بنا کیسے آسکتے ہیں۔ آپ ان کے لئے جو سندیس دیں۔''

''آج میں صرف لکشمی کانت سے ملوں گا۔ کل صبح بستی کے لوگ آسکتے ہیں۔'' میں نے جواب دیا اور اجے چند نے گردن جھکا دی۔ شمبھو ناتھ کی موت اور میرے آگ میں جا کر واپس آ جانے والے مظاہرے کو دیکھ کر مہاراج اجے چند تو بالکل سیدھے ہو گئے تھے۔ وہ باہر نکل گئے اور پھر گاتے بجاتے پجاریوں کا ایک گروہ اندر آ گیا۔ لوہے کے چمٹے، مجیرے اور ڈھول، عجیب سی آوازیں میں بج رہے تھے۔ پجاریوں کے چہروں پر خوف کے آثار تھے۔ وہ مندر کے صحن میں کھڑے ہو کر گاتے بجاتے رہے۔ ان کے ہاتھوں میں مٹھائیوں کے تھال تھے اور ایک تھال میں میرے لئے لباس بھی تھا اور دوسرے تھال میں دوسری چیزیں۔

پجاریوں نے میری آرتی اتاری، چڑھاوے چڑھائے اور تھوڑی دیر تک عجیب عجیب حرکتیں کرنے کے بعد الٹے قدموں واپس لوٹ گئے۔ صرف اجے چند رہ گئے تھے۔

''پنڈت اجے چند۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''تمہیں معلوم ہے کہ ہم تمہاری بستی میں کیوں آئے۔ کیا تمہارا عقیدہ یہ نہیں ہے کہ جب کسی برہمن پر ظلم ہوتا ہے تو کرشنو کا اس کی مدد کو آتا ہے۔''

''ہاں مہاراج۔'' اجے چند نے جواب دیا۔

''اور عقیدے اسی وقت مضبوط ہوتے ہیں جب ان کا بھرم قائم رہے۔ اسی لئے میں نے تمہارے درمیان آنا ضروری سمجھا۔ شمبھو ناتھ میری حقیقت نہیں تسلیم کرتا تھا، سو وہ بھسم ہو گیا اور اب جس نے میرے اوپر شک کیا وہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ یہ بات تم لکشمی کانت کو بھی بتا دینا۔ رام

داس کھرا برہمن ہے۔ اس کی ماں اور اس کے باپ کو بھی یہ بات معلوم نہیں ہے کہ کس طرح ان کی اپنی اولاد کو کوئی اٹھا لے گیا اور اس کی جگہ ایک برہمن بچہ آ گیا۔ یہ ایسے راز ہیں بعض اوقات جن کا افشانہ ہونا اچھا ہوتا ہے۔''

''ہری اوم۔ ہر شنکر مہاراج۔'' اجے چند نے عقیدت سے کہا۔

''بس اب تم جاؤ اجے چند۔ ہم تمہاری واپسی کا انتظار کریں گے۔''

''مہاراج یہیں استھان کریں گے۔؟''

''ہاں، ابھی ہم یہیں رہیں گے۔''

''میری ایک منوکامنا ہے مہاراج۔ آپ بڑے مندر میں استھان کرتے تاکہ درشن کرنے والوں کو دقت نہ ہوتی۔''

''ابھی ہم یہیں رہیں گے اجے چند بعد میں دیکھا جائے گا اور سنو، ابھی ہم عام لوگوں کے پاس بھی نہیں جائیں گے۔ سب سے پہلے ہم وہ کام کریں گے جس کے لئے ہم نے یہاں آنے کی پریشانی مول لی ہے۔''

''جو آگیا مہاراج۔'' اجے چند نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور پھر وہ الٹے پاؤں چلتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''لو بھئی رام داس۔ ہمارے کھانے کا تو بندوبست ہو گیا۔''

''ہاں مہاراج۔'' رام داس نے ادب سے جواب دیا۔

''اب پہلے کھانے سے فارغ ہو جائیں، پھر تم مجھے یہ لباس پہنا دو اور پورا اوتار بنا دو تاکہ پھر کسی کو شبہ نہ رہے اور لکشمی کانت کو کندھوں پر اٹھا کر مجھے آگ کے غار میں نہ داخل ہونا پڑے۔''

☆ ........ ☆ ........ ☆

رام داس نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجھے دھوتی باندھنا سکھایا۔ میں نے تو ہر دور میں خود کو ضم کر لیا تھا پروفیسر... نہ جانے کتنے لوگوں کے لباس پہنے تھے میں نے۔ سفید رنگ کی دھوتی تھی اوپری بدن برہنہ۔ گلے میں جنیو اور پیشانی پر قشقہ کھینچا گیا، درمیان میں سیندور کا تلک۔ اس طرح نہ جانے میرا حلیہ کیسا بن گیا لیکن رام داس کی آنکھوں میں بے پناہ پیار دیکھ کر میں نے سوچا کہ شاید ان کے عقیدے کے مطابق میں اچھا لگ رہا تھا۔

رام داس نے فارغ ہو کر گردن ہلائی۔

''کام ختم رام داس۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں گرو دیو۔'' رام داس نے بڑے پیار سے کہا۔

''کیسا لگ رہا ہوں میں۔؟''

"بھگوان کی سوگند۔ راجہ اندر معلوم ہو رہے ہیں مہاراج۔ کون پاپی کہہ سکتا ہے کہ آپ اوتار نہیں ہیں دھرتی پر ایسے مہان انسان کہاں ہوتے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے رام داس۔ مجھے صرف اس بات سے دلچسپی ہے کہ تمہاری شادی لکشمی کانت کی بیٹی شکنتلا سے ہو جائے اور اگر میرا حلیہ ٹھیک ہے تو لکشمی کانت اس سے ضرور متاثر ہوگا۔ اس کے علاوہ مجھے ان چڑھاوؤں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہے تمہارے لئے ہے۔"

"آپ کی دیا ہے مہاراج۔ آپ کچھ بھی کہیں میرے لئے تو آپ دیوتا سمان ہیں۔ میں تو مایوسیوں کے گھور اندھیروں میں تھا، میں تو جیون جوت بھی کھو چکا تھا۔ پر آپ نے مجھے دوسرا جیون دیا اور..... اور....." رام داس کی آواز شدت جذبات سے بھرا گئی۔

"اس بستی سے میں صرف یہ خوشی لیجاؤں گا رام داس، کہ تمہاری شادی تمہاری محبوبہ سے ہو جائے۔" میں نے کہا اور رام داس کے چہرے پر امیدوں کے ان گنت چراغ روشن ہو گئے۔ وہ آرزوؤں کے خوابوں میں کھو گیا اور میں اس سارے گورکھ دھندے کے بارے میں سوچنے لگا جو ان لوگوں نے بنایا تھا۔ پہاڑوں سے آنے والے چالاک لوگوں نے ان سیدھے سادے انسانوں پر تسلط جما لیا تھا اور ان کے حاکم بن بیٹھے تھے۔ وہ انہیں یہ ادنیٰ درجہ دیتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن انہیں کم ذات کی حیثیت دے کر انہوں نے گویا ان کا وجود ہی ختم کر دیا تھا۔

بڑی افسوسناک صورت حال تھی لیکن تہذیب کے دور میں داخل ہونے کے بعد انسان نے جہاں زندگی کو آسان بنانے کے لئے ترقی کی تھی، وہیں وہ لالچ، ہوس، خود پسندی جیسی لعنتوں میں بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اس نے صرف اپنے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ وہ پہلے خود کو مضبوط مطمئن رکھنا چاہتا تھا۔ وہ خود کو برتر و اعلیٰ سمجھنے کا عادی ہو گیا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ دوسرے بھی اسے خود سے افضل سمجھیں اور پروفیسر میں نے اس بارے میں اپنے دوست ستاروں سے بھی گفتگو کی تھی۔ میرے ابدی ساتھی، ملنے جلتے رہنے والے، ہر جگہ میرے ساتھ تھے۔ انسان بدلتے رہتے تھے، زمین بدلتی رہتی تھی لیکن ستارے، جہاں میں انہیں تلاش کرتا، وہیں موجود ہوتے۔ ان کی لافانی مسکراہٹ ہر جگہ میرا استقبال کرتی۔ انہوں نے کہیں میرا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ سو میں نے اپنے دوست ستاروں سے گفتگو کی اور انہوں نے مستقبل کی کتاب کے چند اوراق کھول دیئے انہوں نے انسان کی بدلنے والی فطرت کی کہانی سنائی۔ انہوں نے کہا کہ لالچ، ہوس اقتدار، خود پسندی کا سیلاب انسان کے گرد رواں دواں ہے۔ یہ سیلاب پوری قوت سے امنڈ رہا ہے۔ یہ جاری رہے گا اور ایک دن ساری دنیا اس کی لپیٹ میں ہوگی۔ تب لوگ اپنی ساری ذہانت، ساری قوت اس بات پر صرف کریں گے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسان پر کس طرح فوقیت حاصل کریں۔ اسے فنا کرنے کے لئے کون سا حربہ ایجاد کریں کہ صرف وہ خود ہوں، دوسرا نہ ہو۔ وہ صرف ایک دوسرے کے قتل کی بات کریں گے۔ تہذیب و ترقی اس دور میں داخل ہو جائے گی کہ تہذیب کو کس طرح ختم کیا جائے، انسانیت کا وجود کس طرح مٹایا جائے اور وہ جو اہل اقتدار ہوں گے، اہل وسائل ہوں، وہ اپنے جیسے اہل اقتدار، اہل وسائل کو فنا کرنے کے بارے میں سوچیں گے۔ ان کے پاس زمین کی قوتیں ہوں گی، ذہن جوان ہوں گے اور وہ اذہان جو تخلیق انسانیت کے لئے پیدا ہوئے، انسانیت کا آخری مذبح تیار کریں گے۔ تب دنیا آگ اور دھوئیں کی لپیٹ میں ہوگی۔ زمین کے بسنے والے، زمین کا حسن مٹانے پر تل جائیں گے۔ یوں پہاڑوں کی، جنگلوں کی مخلوق تہذیب کی منزل سے گزر کر تخریب کی منزل میں آئے گی اور خود کو فنا کر بیٹھے گی۔

پروفیسر...... میں نے تو بدلتے ادوار دیکھے تھے اور جوں جوں انسان تہذیب کی طرف بڑھ رہا تھا، ستاروں کی پیش گوئی درست ثابت ہو رہی تھی اور آج بھی ستارے پر امید نہیں۔ دنیا کی جو کیفیت ہے، اس کے بارے میں تم مجھ سے بہتر جانتے ہو گے۔ وہ کئی منٹ تک آنکھیں بند کیے سوچتا رہا، پھر ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگا۔

سو پروفیسر...... رات ہوگئی۔ رام داس نے مندر میں شمعیں روشن کر دیں اور خوب روشنی ہوگئی۔ تب اجے چند اور لکشمی کانت آئے۔ ان کے ساتھ دو اور پنڈت تھے۔ یا تو وہ خود ہی مناسب انسان تھے یا پھر پنڈت اجے چند نے انہیں اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے آتے ہی ڈنڈوت کی لکشمی کانت نے بھی دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے پرنام کیا اور ایک تھال میری نذر کر دیا جس میں نہ جانے کیا الم غلم تھا۔

اجے چند نے مجھے اس لباس میں دیکھا اور اس کے چہرے پر عقیدت نظر آنے لگی۔ لکشمی کانت بھی کافی مرعوب تھا لیکن اس کی جو نگاہ بھی رام داس کی طرف اٹھتی، اس میں نفرت ہوتی۔ میں نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی اور میں اس بوڑھے بیٹے کا دماغ درست کرنے کے لئے تیار تھا۔

بالآخر میں نے اسے آواز دی۔ ''لکشمی کانت۔''

''مہاراج۔ مہاراج کرشنوکا۔'' لکشمی کانت نے جلدی سے جواب دیا۔

''رام داس کو جانتے ہو۔؟''

''جی۔ جی مہاراج۔''

''کون ہے یہ۔؟''

''کرم داس، اچھوت کا بیٹا۔ یہ اچھوت ہے مہاراج۔''

''اچھوت۔'' میری آواز میں غراہٹ تھی۔

''ہاں مہاراج۔ ہم انہیں پرشوں سے جانتے ہیں۔'' لکشمی کانت نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

''اندھے ہو تم۔ کسی برہمن کو اچھوت کہنا کیا تمہارے نزدیک گناہ نہیں ہے۔؟''

''ہم نے کرم داس کو بلا بھیجا تھا۔ اس سے پوچھا تھا مہاراج کہ کیا رام داس تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ وہ کسی برہمن کی سنتان ہے۔ شو اس نے جواب دیا کہ رام داس اسی کا بیٹا ہے۔''

''ہوں۔'' میری آواز میں سنجیدگی تھی۔ مجھے اس بدمعاش بیٹے پر غصہ آ گیا تھا۔ تب میں نے اجے چند کی طرف دیکھا۔ ''کیا لکشمی کانت دیوی دیوتاؤں کو نہیں مانتا؟ کیا اس کا تعلق ہندو دھرم سے نہیں ہے۔؟''

''اوش...... اوش مہاراج۔ ہم دھرم کے ماننے والے ہیں۔'' لکشمی کانت جلدی سے بولا۔

''تو تم کرشنوکا کو نہیں جانتے۔؟''

''جانتے ہیں مہاراج۔''

''اجے چند۔ میں لکشمی کانت کو بھی اگنی میں لے جارہا ہوں۔ اس نے دیوتاؤں کا اپمان کیا ہے۔ اگن دیوی اس کے تن کا پاپ دھو دے گی اور اجے چند کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ وہ شمبھوناتھ کا حشر دیکھ چکا تھا، چنانچہ وہ جلدی سے بولا۔

''لکشمی کانت جی کیوں جان سے ہاتھ دھو رہے ہو؟ کیا تمہارے شریر میں اتنی طاقت ہے کہ تم آگ میں جا کر واپس نکل آؤ۔؟''

''نہیں نہیں مہاراج۔ بھگوان نہ کرے۔ رادھے شیام...... رادھے شیام۔'' لکشمی کانت کانپتا ہوا کئی قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانے پکڑ لئے تھے اور لکشمی کانت سہمے ہوئے انداز میں چیخ پڑا۔

''شما کر دیں مہاراج۔ شما کر دیں..... اس آنکھوں کے اندھے کو۔ اس کی آنکھوں پر دولت کی اندھیری چھا گئی ہے۔ ارے پاپی شما مانگ جلدی سے۔ ورنہ اگنی تیرے شریر کو بھسم کر دے گی۔''

''کرشنو کا مہاراج جے کرشنو کا مہاراج۔ بھگوان کے لئے شما کر دیں۔'' بنیا کانپنے لگا۔

''تب پھر جاؤ..... اور اپنی پتری کے بیاہ کا انتظام کرو..... رام داس اس کے لئے اچھا بر ہے۔''

''جو آگیا مہاراج..... پرنتو رام داس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کا اپنا گھر بھی نہیں ہے۔ وہ کھائے گا کہاں سے اور میری بیٹی کو کہاں سے کھلائے گا۔؟''

''تمہارے پاس بہت کچھ ہے لکشمی کانت۔ اس میں سے آدھا رام داس کو دے دو۔ ورنہ سب کچھ تم سے چھین لیا جائے گا''..... اور لکشمی کانت آدھا مر گیا اس کا سوکھا ہوا چہرہ لٹک گیا تھا۔ آنکھوں میں تاریکی پھیل گئی تھی۔

''جو آگیا مہاراج کی۔'' اس نے مری سی آواز میں کہا اور پھر پروفیسر میں نے اپنی نگرانی میں رام داس کی شادی کرائی۔ بلاشبہ شکنتلا رس بھری تھی۔ ہندو عورتیں یوں بھی بے حد خوبصورت ہوتی ہیں۔ میں نے جس قدر حسین حسن یہاں دیکھا تھا کہیں نہ پایا تھا۔ اردن کی سبک نقوش حسینائیں بھی میرے سامنے آتی تھیں۔ ان کے دل نشین چہرے، متناسب جسم، بلاشبہ پرکشش تھے لیکن ہندوستان کی ان حسیناؤں کے چہروں کی ملاحت ان میں کہاں۔ ایسی انوکھی جاذبیت تھی کہ دل کھنچتے تھے۔ بلاشبہ شکنتلا اگر رام داس کی محبوبہ نہ ہوتی تو شاید میں اس کے لئے بہت کچھ کرتا..... لیکن بہرحال میں اس میں بھی خوش تھا حالانکہ ہندو بنیے نے اس دوران ایسی حرکتیں جاری رکھی تھیں۔ بار بار کراتے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ رام داس کو برہمن تسلیم کر لے لیکن اس کم بخت نے دل سے یہ بات نہیں مانی تھی اور آخر میں تو وہ خوب رو دیا تھا کہ اس کا خون خراب ہونے جا رہا ہے۔ اس کی قوم کے دوسرے لوگ بھی خوش نہ تھے لیکن اجے چند نے شمبھوناتھ کی موت کے بارے میں پوری تفصیل بتا دی تھی اس لئے کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

رام داس کے دل کی تمنا پوری ہو گئی۔ اس کے علاوہ اس چھوٹی سی بستی میں میرا کوئی کام نہ تھا۔ چنانچہ میں نے یہاں سے آگے بڑھنے کی سوچی۔ البتہ ان چند دنوں میں، میں نے ان کے ماحول، ان کی ثقافت، ان کے رہن سہن کا انداز، ان کی مخصوص زبان اور ان کے عقیدوں کے بارے میں کسی حد تک معلومات حاصل کر لی تھیں اور بہرحال مجھے ان سے پوری پوری دلچسپی تھی۔ یہاں والوں نے دل سے مجھے تسلیم نہیں کیا تھا۔ میں

نے یہ بات اچھی طرح محسوس کی تھی اور تسلیم بھی کیسے کرتے، میں نے ان کا دیوتا ہوتے ہوئے بھی اچھوتوں کی حمایت کی تھی۔ بہر حال میں نے اجے چند کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔

''کچھ روز اور رہیں مہاراج۔ ہمارے بھاگ کہ آپ ہمارے درمیان رہیں۔''

''نہیں اجے چند۔ ہم اس سنسار میں رہنے نہیں آئے۔ ہمیں جس کام سے بھیجا گیا تھا۔ ہم نے وہ پورا کر دیا ہے۔ اب ہمارا یہاں کیا کام۔ ہاں اگر رام داس کے ساتھ کسی نے برا سلوک کیا تو ہم پھر آئیں گے اور اس سے ہم تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کریں گے۔''

''جے کرشنو کا مہاراج کی۔ کس کی مجال ہے کہ جو ایسا کرے۔''

''لکشمی کانت کو بھی سمجھا دینا، وہ بھی احتیاط کرے۔''

''جو آگیا مہاراج۔''

''جاؤ۔ رام داس کو ہمارے پاس بھیج دو۔'' میں نے کہا اور اجے چند، رام داس کو بلانے چلا گیا۔ میں نے اپنے ذہن میں آئندہ کے کچھ پروگرام بنائے تھے۔ پھر رام داس میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آتے ہی میرے پاؤں چھوئے تھے۔

''کیسی گزر رہی ہے رام داس۔؟'' میں نے پوچھا۔

''دیا ہے مہاراج کی۔ آپ نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے۔''

''تمہاری بیوی تمہارے ساتھ خوش ہے۔؟''

''بے حد مہاراج۔ لکشمی کانت نے اس پر بڑا انیائے کیا تھا۔ وہ مجھے اچھوت سمجھ کر بھی اپنانے کے لئے تیار تھی مگر مہاراج، میرے ماتا پتا بہت پریشان ہیں۔ اچھوتوں کی پوری بستی میں حیرانی پھیلی ہوئی ہے لیکن وہ خوش بھی ہیں۔''

''اور لکشمی کانت کا کیا حال ہے۔؟''

''اب تو ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی مجھے گھورنے لگتا ہے۔ اس نے اپنی آدھی دولت بھی مجھے دے دی ہے۔ وہ خوش نہیں ہے مہاراج مگر مجبور ہے۔ کیا کر سکتا ہے۔ پھر میری استری خوش ہے مہاراج، مجھے اور کسی سے کیا لینا۔''

''خوب۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تو رام داس، اب مجھے اجازت۔؟''

''میں نہیں سمجھا مہاراج۔؟'' رام داس نے تعجب سے کہا۔

''بس، اب میں یہاں سے جاؤں گا۔''

''کہاں۔؟''

''یہ میں تم سے معلوم کروں گا۔''

''آپ کہیں نہ جائیں مہاراج۔ آپ نے مجھے اور میری استری کو نیا جیون دیا ہے۔ ہم آپ کے چرن دھو دھو کے پئیں گے۔''

''رام داس۔ اس پوری بستی میں صرف تم ایسے ہو جسے معلوم ہے کہ میں کوئی دیوتا نہیں ہوں۔ اپنے طور پر تم کچھ بھی سوچتے رہو۔ جو حقیقت تھی میں نے تمہیں بتا دی۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں، تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا اگر میں تمہیں اپنے بارے میں کچھ بتاؤں اور پھر وہ تمہارے کام کا بھی نہیں ہوگا اس لئے رام داس اسے جانے دو۔ میں کسی ایک جگہ نہیں ٹھہر سکتا مجھے اب یہاں سے کہیں اور جانا چاہئے۔ میں پورا ہندوستان دیکھوں گا۔ تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ شخص جے راج کہاں رہتا ہے جو اچھوتوں کا دشمن ہے۔''

''نہیں مہاراج۔ ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ خود شکنتی کہہ رہی تھی کہ مہاراج کو مندر سے گھر لے آؤ۔''

''نہیں رام داس۔ تمہاری محبت کا شکریہ مگر میں یہاں نہیں رک سکتا۔ ممکن ہے کسی اور رام داس کو میری ضرورت ہو۔ تم یہ تو سوچو۔''

''ٹھیک ہے مہاراج۔'' رام داس نے گردن جھکا کر گہری سانس لی۔

''تم مجھے راستہ بتاؤ۔''

''بستی سے نکل کر آپ دس کوس دور جائیں گے تو اس کو درشن پور نظر آ جائے گا۔ وہیں اسے راج کا استھان ہے مہاراج۔''

''سیدھا راستہ ہے۔؟''

''ٹھیک ہے۔ اب تم میرا گھوڑا مجھے واپس لا دو۔''

''وہ میں اپنے ہاں لے آیا ہوں مہاراج اور خود اس کی رکھشا کر رہا ہوں۔''

''شکریہ رام داس۔ تم اسے لے کر مندر کے پیچھے پہنچ جانا میں آ جاؤں گا۔''

''جو آگیا مہاراج۔''

''اور کوئی کام ہو تو مجھے بتاؤ رام داس۔؟''

''بس مہاراج۔ آپ نے میرا جیون سپھل کر دیا ہے۔ جیون بھر میں اور شکنتی آپ کو دعائیں دیتے رہیں گے۔ پرنتو یہ افسوس رہے گا کہ ہم آپ کی سیوا نہ کر سکے۔''

''سب ٹھیک ہے رام داس۔ بس اب جاؤ اور رات کو مندر کے پیچھے میرا انتظار کرنا۔'' میں نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا اور رام داس نم آنکھیں لئے واپس چلا گیا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ بہر حال کہیں محدود ہونا میری سرشت میں ہی نہیں تھا۔ اگر چند روز اور یہاں گزار لیتا تو اس سے کیا فرق پڑتا۔

رات کو اسے چند اور بے شمار پجاری آ گئے۔ وہ سب چڑھاوے لئے ہوئے تھے۔ ڈھول اور مجیرے بجاتے ہوئے آئے تھے۔ ان میں لکشمی کانت بھی تھا، جو بہر حال مجھ سے خوش نہیں تھا لیکن بظاہر اس کے چہرے پر بھی نیاز مندی کے آثار تھے۔ پجاری تو تھے ہی مجھ سے خوفزدہ۔

میں نے اندازہ لگا لیا کہ رام داس گھوڑا لے کر پہنچ گیا ہوگا۔ رات اچھی خاصی گزر چکی تھی۔ تب میں تمام لوگوں کو لیکر اسی جگہ آ گیا جہاں آتشکدہ تھا۔ آگ بدستور روشن تھی۔ نہ جانے کس طرح انہوں نے اس کا انتظام کیا تھا۔ وہاں پہنچ کر سب کے چہروں پر خوف نظر آنے لگا۔

''اجے چند۔'' میں نے بھاری اور گونجدار آواز میں کہا۔ ''اور تم سب جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے خوب غور سے سن لو کیونکہ بادلوں سے مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں تمہیں ہوشیار کر دوں۔ سنو۔ دھرم کا ماننا بہت اچھی بات ہے مگر سارے دھرم، انسانوں کو پریم سکھاتے ہیں۔ کسی دھرم نے یہ نہیں کہا کون اونچی ذات کا ہے اور کون نیچی ذات کا۔ جب تم اپنے آپ کو دھرم سیوک کہتے ہو تو پھر دھرم کے بتائے ہوئے اصولوں پر کیوں نہیں چلتے۔ تم نے اچھوتوں کو نیچ ذات بنا دیا ہے۔ کوئی ذات اونچی نیچی نہیں ہوتی۔ تمہیں ان کے ساتھ بھی انسانوں کا سا سلوک کرنا چاہئے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمہارا انتشر بھی شمبھوناتھ جیسا ہوگا۔''

میں نے خاموش ہو کر ان کے چہرے دیکھے لیکن کسی کے چہرے پر پسندیدگی کے آثار نہیں تھے۔ بھلا وہ اچھوتوں کو اپنے برابر کیسے مان سکتے تھے اور پروفیسر... مجھے کیا پڑی تھی کہ ان میں سے اور دو چار کو آگ میں بھون دیتا۔ یہ ان کا اپنا معاملہ تھا۔ مقامی لوگ بھی کم نہ ہوں گے اور اگر انہیں قیادت مل گئی اور انہوں نے بغاوت کر دی تو پھر اونچی ذات والوں کا دماغ خود بخود درست ہو جائے گا۔ تاہم میں نے لکشمی کانت کو مخاطب کیا۔

''اور تم لکشمی کانت۔ تم اچھی طرح سن لو۔ رام داس کو اگر تمہاری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی تو پھر میں دوبارہ واپس آؤں گا اور تمہارے سامنے سارے کنبے کو آگ میں جھونک دوں گا۔''

''ہم اسے اب کیا تکلیف پہنچائیں گے مہاراج۔ ہمارا تو دھرم ہی نشٹ ہوگیا۔''

''میں جا رہا ہوں لیکن اگر تم نے میری بتائی ہوئی باتوں پر دھیان نہ دیا تو اس کا نتیجہ تم خود ہی دیکھ لو گے۔'' میں نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پھر میں آگ کے دہانے سے اندر داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے ڈھول اور مجیرے زور زور سے بجنے لگے۔ بہت سی آوازیں چیخوں کی شکل میں سنائی دے رہی تھیں اور یقیناً بہت سے لوگوں نے قریب آ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی ہوگی لیکن میں بہ آسانی آگ کی سرنگ کو عبور کر کے دوسری طرف نکل آیا۔

اور پھر باہر جانے والے دروازے کے دوسری طرف سب سے پہلے مجھے اپنا گھوڑا نظر آیا۔ رام داس وقت پر پہنچ گیا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ باہر نکل آیا اور اس نے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

''آ گئے رام داس۔؟'' میں نے اپنے بدن سے جلا ہوا لباس اور جنیئو علیحدہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہماری پتنی بھی آئی ہے مہاراج۔'' رام داس نے جواب دیا۔

''اور۔ لیکن میں اس کے سامنے کیسے جا سکوں گا؟ میرے بدن پر تو لباس بھی نہیں ہے۔''

''ہم لائے ہیں مہاراج۔'' رام داس نے زمین پر رکھا تھال اٹھاتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ یہ کیا ہے رام داس۔؟''

''دکشنا ہے مہاراج۔ سویکار کریں۔'' رام داس عاجزی سے بولا۔

''اوہ۔ مگر اس میں ہے کیا؟'' میں نے تھال کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تھال میں میرا نیا لباس تھا، کچھ مٹھائی اور کھانے کی دوسری چیزیں تھیں۔ کچھ چاندی کے سکے تھے۔

میں نے لباس اٹھا لیا اور پھر اسے پہننے لگا۔ نہایت آسان لباس تھا اور رام داس نے مجھے اس کے استعمال کا طریقہ بتا دیا تھا۔ چند ساعت میں، میں نے لباس پہن لیا۔

''باقی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے رام داس۔''

''مہاراج سویکار کر لیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔'' رام داس پھر اسی انداز میں بولا اور میں اس بھولے بھالے انسان کا دل نہ توڑ سکا۔ میں نے گردن ہلا دی اور رام داس نے ساری چیزیں اٹھا کر گھوڑے کی زین سے منسلک تھیلی میں ڈال دیں، پھر اس نے بیوی کو آواز دی جو کہیں آڑ میں تھی۔

''شکنتی۔ آ جاؤ شکنتلی۔''

اور دوسری طرف سے خاموشی چھائی رہی۔ پھر ایک ننھا سا شعلہ چمکا، ایک، دوسرا، تیسرا اور پھر کئی ننھے ننھے شعلے جگمگانے لگے اور ان شعلوں کی روشنی میں چاند دمکنے لگا۔ بیشک شکنتلا بے حد حسین تھی۔ اس نے اپنے چہرے پر چمکدار ستارے لگائے ہوئے تھے۔ ماتھے پر سرخ بندیا دمک رہی تھی اور مانگ میں سرخ سیندور تھا۔ ایک نہایت حسین لباس پہنے، تیل کے جلتے ہوئے دیوں کا تھال اٹھائے وہ میرے نزدیک پہنچ گئی۔ بڑی بڑی مخمور آنکھیں، لیکن میں نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا لیں۔ اس کے حسن نے مجھے متاثر ضرور کیا تھا لیکن بہرحال وہ کسی کا پیار تھی اور میں عورت کا بھوکا نہیں تھا۔ حسن تو ہمیشہ میری دسترس میں رہا۔

لیکن پروفیسر۔ میں ان کی رسومات کی دلکشی سے انکار نہ کر سکوں گا۔ بڑا حسن، بڑی رومانیت تھی ان کی رسومات میں۔ حسین مجسم میرے نزدیک آئی۔ تھال میں چھوٹے چھوٹے مٹی کے برتن رکھے ہوئے تھے، جن میں نہ جانے کیا کیا تھا۔ اس نے تھال میرے چہرے سے لے کر پیروں تک سات بار گھمایا اور پھر اسے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ تھی۔ پھر اس نے برتنوں کی عجیب چیزیں میرے ماتھے پر لگائیں۔ یہ دہی چندن اور سیندور وغیرہ تھا، جو رام داس پہلے بھی میرے چہرے پر لگا چکا تھا۔ ان چیزوں سے فارغ ہو کر اس نے میری طرف دیکھا، دیکھتی رہی، پھر ہاتھ آگے بڑھائے، میرے چہرے پر پھیرے اور پھر انگلیاں سر سے دبا کر چٹخائیں۔ ساری انگلیاں چٹخ گئی تھیں۔

''کالا تلک تو لگا دے شکنتی۔ نظر نہ لگ جائے میرے مترکو۔''

''بھگوان سکھی رکھے۔'' شکنتی آہستہ سے بولی اور اس نے ایک ڈبے کی کالک میرے بائیں گال پر لگا دی۔ میں ان تمام حرکتوں میں دلچسپی لے رہا تھا۔

''بس اب اجازت دو رام داس۔ اجازت دو شکلتی۔'' میں نے کہا اور دونوں کے چہرے جھک گئے۔ میں نے رام داس کا شانہ تھپتھپایا۔ شکنتلا کے سر پر ہاتھ پھیرا اور لپک کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر میں نے گھوڑے کو چابک ایڑ لگا دی۔

رام داس کے بتائے ہوئے راستے پر گھوڑا چل پڑا۔ بستی سے نکلتے ہی میں نے اس کی رفتار سست کر دی تھی۔ اب میں ان لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے برہمنوں کو اچھوتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی تھی لیکن مجھے اپنی تقریر کا نتیجہ تو وہیں اسی جگہ معلوم ہو گیا تھا۔ اگر میں انہیں ان کے خشک انداز کی اور اپنی بات نہ ماننے کی کوئی سزا دے دیتا تب بھی اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ بڑے کٹر لوگ تھے اور

کسی طور اچھوتوں کو انسان سمجھنے پر آمادہ نہیں معلوم ہوتے تھے اور بات صرف اس چھوٹی سی بستی کی ہوتی تو ٹھیک تھا۔ پورے ہندوستان پر آریہ پھیلے ہوئے تھے، میں کیسے کسے ٹھیک کروں گا۔

میں نے سوچا اور پھر اچانک میں نے گردن جھٹک دی۔ میں ان کا ٹھیکیدار تو نہیں ہوں۔ میں مصلح انسانیت تو نہیں ہوں۔ میں تو صرف آنکھ ہوں۔ دیکھنا میرا کام ہے۔ خواہ مخواہ الجھنیں پال لیتا ہوں۔ مشرق کا حسین ملک ہندوستان، حسن کی زمین، جہاں کے اقتدار بدلے ہوئے ہیں۔ میرے مشاہدے کے لئے یہاں بہت کچھ ہے اور پھر اس کے علاوہ بھی اور یوں بھی سکندر کے ساتھ گزرے ہوئے خشک وقت کی تلافی ہونی چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے سوچا، یہاں دیوی دیوتاؤں کی پوچھ گچھ یونان سے کم نہیں ہے۔ یہ بھی توہمات کی سرزمین ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اگر میں نے مسائل کو اور حقیقت پسند بننے کی کوشش کی تو زیادہ پذیرائی نہیں ہوئی۔ ہاں لوگ میری انوکھی خصوصیتوں کی وجہ سے مجھے دیوتا تسلیم کرنے پر ادھار کھائے رہتے ہیں۔ چنانچہ کیا حرج ہے دیوتا ہی سہی۔

لیکن ان لوگوں کے دیوتاؤں کے بارے میں مجھے ابھی کچھ معلومات نہیں تھیں۔ یونان کے لوگ بھی تصوراتی دیوتاؤں کی شکلیں تراش لیتے تھے۔ ان لوگوں کی بھی یہی کیفیت تھی، بلکہ بتوں کا راج یہاں کچھ زیادہ ہی تھا۔ گویا میرے لئے یہاں بھی مشکلات نہیں تھیں اور پھر میں نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔

رام داس نے جو راستہ بتایا تھا، میں اسی پر گھوڑا دوڑاتا رہا اور رات گزرتی رہی۔ چاند اپنا سفر طے کرتا رہا رام داس نے فاصلہ دس کوس بتایا تھا۔ بہرحال یہ دس کوس کافی طویل ہوئے اور اس وقت رات کا آخری پہر تھا جب میں نے دور سے روشنیاں ٹمٹماتی دیکھیں۔ ان کا پھیلاؤ کافی تھا۔ گویا رام داس کی بتائی ہوئی جگہ، ورشن پور یہی تھی۔ میں نے گھوڑے کی رفتار سست کر دی اور آہستہ آہستہ بستی کے قریب پہنچ گیا۔

کچے پکے مکانات، بہت بڑے علاقے میں پھیلے ہوئے تھے لیکن سب سے پہلی عمارت جو نظر آئی وہ ایک عبادت گاہ تھی۔ یہ لوگ بستی کے شروع یا آخر میں عبادت گاہ ضرور بناتے تھے اور بہرحال آبادی کے حالات جاننے کے لئے یہ پہلی قیام گاہ کافی مفید تھی۔ چنانچہ میں نے اسی طرف کا رخ کیا اور عبادت گاہوں کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ نہ جانے کب کسی عقیدت مند کا مذہبی جوش جاگ اٹھے۔ سو میں نے گھوڑے کو ایک مناسب جگہ چھوڑ دیا اور پھر عبادت گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ دور دور تک چھدرے درخت بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ راکھ کے ڈھیر نظر آ رہے تھے اور ایک عجیب سی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی جس پر اس وقت میں نے توجہ نہیں دی۔ پھر میں مندر میں داخل ہو گیا۔

اندر سے یہ بھی اس پہلے مندر کی مانند تھا۔ بدرونق اور سنسان، جہاں صرف بتوں کی حکمرانی تھی۔ جگہ جگہ عجیب عجیب شکلیں دھارے بیٹھے تھے۔ یہاں بھی پجاری ہوں گے جو یا تو کسی پتھر کے سامنے عقیدت سے سر جھکائے ہونگے، یا پھر اس عقیدت سے تھک کر کسی کونے میں پڑ کر سو گئے ہوں گے۔

بہرحال میں نے پورے مندر کا جائزہ لیا لیکن حیرت کی بات تھی کہ یہاں کوئی موجود نہیں تھا۔ پھر میں اوپر جانے والی سیڑھیوں کی طرف چل پڑا۔ شاید وہاں کوئی ہو لیکن اوپر کا حصہ بھی خالی پڑا تھا۔ ہاں ایک جھروکے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں نے مندر کے عقب میں بہت سی روشنیاں دیکھیں۔ یہ مشعلیں تھیں اور ان کے سایوں میں بہت سے افراد نظر آ رہے تھے۔ یہ پوشیدہ سمت تھی یعنی جس طرف سے میں آیا تھا۔ ادھر

سے نظر نہیں آتی تھی۔

میں جھروکے کے پاس آ کھڑا ہوا۔ نہ جانے اتنی رات گئے یہ لوگ کیا کر رہے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ کچھ لوگ لکڑیوں کو ایک خاص انداز میں چن رہے ہیں۔ دوسرے لوگ ان کے نزدیک خاموش کھڑے تھے۔ مجھے اس رات کی انوکھی کارگزاری پر حیرت ہوئی اور میں اپنی دلچسپی کو نہ روک سکا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور اس کے لئے ضروری تھا کہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا جائے۔ اس لئے میں نے وہیں رک کر ان کے قرب و جوار کی جگہوں کا جائزہ لیا۔ جس جگہ وہ لوگ تھے اس سے صرف چند گز کے فاصلے پر پیپل کا ایک درخت موجود تھا جو کافی گھنا تھا اس کا تنا بہت چوڑا تھا اور اس کی جڑ کو چونے سے سفید کر دیا گیا تھا۔

کسی طرح ان کے عقب میں ہو کر درخت تک پہنچ جایا جائے، وہاں سے ان کی کارکردگی کا اچھی طرح جائزہ لیا جا سکتا ہے، میں نے سوچا اور پھر ایک پروگرام طے کر کے میں نیچے اترا اور پھر مندر سے نکل آیا۔ پیپل کے درخت تک پہنچنے کے لئے مجھے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑا تھا۔ رات کے اندھیرے نے بھی میری مدد کی۔ دن کی روشنی میں شاید مجھے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی دقت ہوتی۔

انوکھے لباس نے پیپل کے درخت پر چڑھنے میں خاصی دقتیں پیدا کیں، لیکن بہرحال میں اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا اور پھر ایک موٹی شاخ پر پہنچ کر میں رک گیا۔ یہاں سے وہ لوگ دس گیارہ گز سے زیادہ دور نہیں تھے اور میں ان کی حرکتیں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ان کی باتوں کی آوازیں بھی بہ آسانی میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ ان لوگوں میں گھٹے ہوئے سر اور درمیان میں چوٹی رکھنے والے پجاری بھی موجود تھے جو لکڑیوں کے ڈھیر کے پاس نہ جانے کیا کر رہے تھے۔ میں نے ان کی گفتگو پر کان لگائے اور ان کی آوازیں میرے کانوں تک پہنچنے لگیں۔

''دھرما نند جی کی تو کمر ٹوٹ گئی۔''

''ہاں بھیا۔ بھگوان کسی کو کڑیل سنتان کا غم نہ دکھائے۔''

''اتنی بڑی دولت کا ایک ہی تو مالک تھا۔''

''دولت جائے بھاڑ میں۔ ان کا تو سارا جیون سونا ہو گیا۔''

''ارے عمر ہی کتنی تھی اس کی۔ پورے بائیس برس۔ بس اگلے چاند گونا ہونے والا تھا۔''

''بیچی کا بیہرہ کچھ اچھا نہ رہا۔''

''ماری گئی وہ غریب بھی۔'' کسی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''دھرما نند جی کی تو ٹانگیں ہی رہ گئیں۔ سنا ہے ڈولی میں آئیں گے ارتھی کے ساتھ۔''

''سب بھگوان کی لیلا ہے۔''

اور پھر سب خاموش ہو گئے۔ میں ان کی گفتگو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صرف چند باتیں میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں، ورنہ میں سمجھ گیا کہ کسی دھرما نند جی کا بیٹا مر گیا ہے جو نوجوان تھا۔ گویا موت کے بعد کی رسومات کی تیاریاں ہو رہی تھیں بہرحال ان میں بھی ندرت تھی۔ لکڑیوں کا یہ ڈھیر بھی

میری سمجھ میں آ گیا تھا۔

''ارتھی آ رہی ہے۔'' کسی نے کہا اور سب گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ میری نگاہیں بھی بستی کے کنارے کی طرف اٹھ گئیں جہاں سے کچھ اور روشنیاں آ رہی تھیں۔

''چتا تیار ہے پنڈت جی۔؟''

''ہاں مہاراج۔''

''ارتھی آ رہی ہے۔؟''

''ہاں مہاراج۔'' جواب ملا اور پھر خاموشی چھا گئی۔ عجیب پراسرار ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ مشعل بردار نزدیک آتے جا رہے تھے۔ وہ ارتھی اٹھائے ہوئے تھے جس پر مردہ بندھا ہوا تھا۔ ان کے ساتھ دو ڈولیاں بھی تھیں، جو پیپل کے درخت کے نیچے رکھ دی گئیں یعنی عین اس جگہ جہاں میں موجود تھا۔

تب ایک ڈولی سے ایک روتا ہوا بوڑھا نکلا۔ کئی آدمیوں نے اسے سنبھال رکھا تھا۔ ''صبر کرو دھرما جی۔ بھگوان کی یہی اچھا تھی۔''

''ہائے صبر نہیں ہوتا۔ ہے بھگوان۔ مرنے کے دن تو میرے تھے ...... ہے بھگوان ...... ہے بھگوان۔''

''آؤ مہاراج ...... یہ بھگوان کی لیلا ہے۔'' اور تین چار آدمی اسے ارتھی کے قریب لے گئے۔ پنڈت لکڑیوں کے ڈھیر کے نزدیک کسی کارروائی میں مصروف تھا۔

دوسری ڈولی میں نہ جانے کون تھا۔ میں تجسس بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ چند مرد یہاں سر جھکائے کھڑے تھے اور پھر ان میں سے ایک بوڑھے آدمی نے ڈولی کا پردہ ہٹایا۔

''باہر نکل آ چھبی۔ میرے لعل۔'' بوڑھے نے کانپتی آواز میں کہا۔

''پتا جی۔'' ایک دردناک چیخ سنائی دی اور سرخ لباس میں لپٹی ایک گڑیا باہر نکل آئی۔ اس کے بعد سفید بازو بوڑھے کی گردن میں حمائل ہو گئے۔ ''پتا جی...... پتا جی۔ میرا کیا دوش ہے پتا جی۔ بھگوان کے لئے مجھے بتائیں۔ میرا کیا دوش ہے۔ میں کیوں بن موت ماری جا رہی ہوں پتا جی۔ نہیں پتا جی۔ مجھے بچا لیں۔ مجھے بچا لیں پتا جی۔'' وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

اور جس شخص سے وہ لپٹ کر رو رہی تھی وہ بھی ضبط کے باوجود رو پڑا۔ ''چھبی۔ چھبی۔ کیا کہہ رہی ہے میری بچی۔ کیسی باتیں کر رہی ہے تو۔ تو اپنے پتی کے ساتھ سورگ جا رہی ہے۔ دھرم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے چھبی۔ نہیں نہیں ایسی باتیں نہ کر۔ آواز اونچی نہ کر۔ تیرا پتا جیون بھر گردن نہ اٹھا سکے گا۔ پران کے ڈر سے تو اپنے پتا کی گردن جھکا رہی ہے۔'' روتے ہوئے بوڑھے نے کہا۔

''پتا جی نہیں پتا جی۔ مجھے بچا لو۔ مجھے بچا لو۔'' لڑکی بوڑھے سے بری طرح لپٹ گئی اور بوڑھے نے اس کا منہ بھینچ لیا تاکہ دوسرے لوگ یہ آوازیں نہ سن سکیں۔

لیکن لڑکی بلکتی رہی اور بات کافی حد تک میری سمجھ میں آ گئی۔ ستی کی رسم کے بارے میں رام داس نے کسی حد تک بتا دیا تھا۔ اس لڑکی کو اس کے شوہر کی موت کے بعد زندہ جلایا جا رہا تھا۔

میرے بدن میں خون کی لہریں دوڑنے لگیں۔ میری کنپٹیاں گرم ہونے لگیں۔ یہ مناسب نہیں تھا۔ وہ نہیں مرنا چاہتی تھی لیکن احمق لوگ اس کی جان لے رہے تھے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہو گئے اور میں کوئی عمدہ ترکیب سوچنے لگا۔

دوسری طرف ان لوگوں کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ارتھی کو چتا پر رکھ دیا گیا اور پنڈت زور زور سے اشلوک پڑھنے لگے۔ تب میں نے زور زور سے درخت کی شاخ ہلائی۔ اس وقت ان کی توہم پرستی سے ہی فائدہ اٹھانا مناسب تھا۔ میں چاہتا تو مداخلت پر ان سب کو اٹھا کر آگ میں بھی پھینک سکتا تھا۔ گھونسے مار مار کر ان کے مغز بھی نکال سکتا تھا لیکن اگر کام آسانی سے ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ میں نے سوچا۔

نہ جانے ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں ایک دن میں کتنی نوجوان لڑکیوں کو زندہ جلایا جاتا ہوگا۔ بڑی مذموم رسم تھی لیکن بہرحال میں سب کو تو نہیں روک سکتا تھا۔ ہاں اس لڑکی کو میں کسی قیمت پر نہیں مرنے دے سکتا تھا۔ شاخ کے ہلنے سے نیچے کھڑے لوگ چونک چونک کر اوپر دیکھنے لگے۔

میں شاخ پکڑ کر لٹکا اور پھر نیچے کود گیا۔ قریب کھڑے سارے لوگ خوف سے چیخ پڑے تھے۔ روشنیوں میں میرا سارا وجود نظر آ رہا تھا اور پھر میرے سنہری چہرے اور کھلے ہوئے بدن کی چمک علیحدہ تھی۔ قریب کھڑے لوگ خوف سے تھر تھر کانپنے لگے اور ان کی چیخوں کی آواز پر دوسرے لوگ بھی اس طرف متوجہ ہو گئے۔ میں چند لمحات ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ بڑے بزدل تھے سب کے سب پھر میں نے بھاری آواز میں کہا۔

"درشن پور کے رہنے والو۔ مجھے ایک خاص کام سے آکاش سے دھرتی پر بھیجا گیا ہے۔ میرے قریب آؤ اور دھیان سے میری بات سنو۔" سہمے ہوئے لوگوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ میرے قریب آتے۔ سب کے سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں تو تمہارے پاس بھگوان کا ایک سندیس لے کر آیا ہوں۔ آؤ میرے پاس آ کر اس سندیس کو سنو۔"

تب لوگوں کی کچھ ہمت پڑی۔ پجاری سب سے آگے تھے۔ ان کی گردنیں خوف سے ہل رہی تھیں۔

"چھمی کو ستی نہ کرو۔ اس پر بھگوان کی دیا ہے۔ مجھے اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں اس سے روکوں۔ یہ ستی نہیں ہوگی۔" میرے الفاظ ان لوگوں کے لئے حیرت انگیز تھے۔

"جے مہاراج۔ جے مہاراج سمپورنا۔" ایک پجاری نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لڑکی بچ گئی تو پوری بستی کے لئے نحوست بن جائے گی۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا مہاراج۔"

"اب ہوگا پنڈت جی..... اور سنو..... پورے دس سال تک اس بستی میں کوئی دو ہواتی نہ ہوگی۔ اگر تم نے بھگوان کا یہ اوپکار ماننے سے انکار کر دیا تو تمہاری بستی پر آگ کی بارش ہوگی اور تم سب بھسم ہو جاؤ گے۔"

"رادھے شنکر۔ رادھے شیام۔ رادھے شیام۔" پجاری خوف سے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ تب چھمی کا

باپ آگے بڑھا اور اس نے کانپتی آواز میں کہا۔

''تم کون ہو مہاراج۔؟''

''بھگوان کا سندیشی ہوں۔ آکاش سے آیا ہوں۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔؟'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''مگر مہاراج۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا ہے۔ یہ کرم چلی پوری بستی کا روگ بن جائے گی۔ یہ کلنک میرے ہی ماتھے پر کیوں لگ رہا ہے مہاراج۔؟''

''بھگوان کی سندیس کو تم کلنک کہتے ہو۔؟'' میں نے غصے سے کہا۔

''میں بھی اس کے ساتھ آگ میں بھسم ہو جاؤں گا مہاراج۔ پر۔۔۔ بھگوان کے لئے یہ نہ کریں، ایسا نہ ہونے دیں۔ ورنہ سنسار میں میری کیا عزت رہ جائے گی۔''

''تم اگر کتے کی موت مرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا لیکن پھمی ستی نہیں ہوگی۔''

''میں۔ میں نہیں مرنا چاہتی مہاراج۔ میں نہیں مرنا چاہتی۔ بھگوان کے لئے مجھے بچالیں، میں مرنا نہیں چاہتی۔'' پھمی دوڑ کر میرے پاس پہنچ گئی اور میں نے اسے اپنے بازو کی پناہ میں لے لیا۔

''تو نہیں جلے گی پھمی۔ چنتا نہ کر۔''...... میں نے کہا اور پھمی کا باپ پریشانی کے عالم میں میری شکل دیکھنے لگا۔

''ہے بھگوان...... ہے بھگوان۔ میں کیا کروں۔'' اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

''یہ پاپ ہوگا مہاراج۔ بہت بڑا پاپ، جس کا پھل پوری بستی کو بھوگنا ہوگا۔'' ایک بوڑھے نے کہا۔

''تمہارا دھرم کیسا ہے پاپیو۔ تم اس بات کو پاپ کہہ رہے ہو، جس کا ادیکار بھگوان نے دیا ہے۔'' میں نے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے بھگوان لیکن اب یہ کرموں جلی ہمارے کام کی نہیں رہی۔ میں بستی میں گردن جھکا کر نہیں رہ سکتا۔ اب اس کا فیصلہ بھی تم ہی کرو گے کہ اس کا کیا ہوگا۔ اب تم اسے بھی اپنے ساتھ بھگوان کے دوار لے جانا۔''

''پھمی اب بستی نہیں جائے گی مہاراج، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔''

''ٹھیک ہے۔ اس کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ پھمی اس مندر میں رہے گی۔ اگر تم کوئی فیصلہ کرلو تو آکر اسے مندر سے لے جانا۔ ورنہ پھر اس کا فیصلہ بھی بھگوان ہی کر دیں گے۔'' میں نے کہا اور پھر میں پجاریوں سے بولا۔ ''تم لوگ اپنا کام کرو، میں اسے لے کر مندر میں جا رہا ہوں۔'' اور میں پھمی کا بازو پکڑ کر مندر کی طرف چل پڑا۔ لوگ دوڑ کر میرے راستے سے ہٹ گئے تھے۔ پھر جب میں مندر کے دروازے پر پہنچا تو چتا میں شعلے بھڑک اٹھے جن کی روشنی دور دور تک پھیل رہی تھی اور آسمان پر سویرا ابھر رہا تھا۔

پھمی بخوشی میرے ساتھ مندر میں چلی آئی تھی۔ اب تک میں نے اس کے اوپر مکمل توجہ نہیں دی تھی۔ اس کے گداز بازو کا لمس بھی اس دوران میں نے محسوس نہیں کیا تھا جسے میں پکڑ کر یہاں تک لایا تھا۔ مندر کے صحن میں پہلی بار میں نے اسے غور سے دیکھا۔ چاند کی طرح دمکتا ہوا

چہرہ ہلدی کی طرح پیلا ہو رہا تھا۔ پریشانی اور خوف نے شکل بگاڑ دی تھی لیکن سبک نقش ونگار اور بڑی بڑی کنول جیسی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ اس کے چہرے میں ہندوستان کی حسن بخش ہواؤں نے پوری پوری گل کاری کی ہے۔ بڑا ملیح چہرہ تھا۔ عمر سترہ سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ وہ اب بھی سہمی ہوئی تھی۔

اور شاید اس نے بھی پہلی بار میرے چہرے پر توجہ کی تھی۔ مجھ سے نگاہیں ملیں تو وہ دیکھتی رہ گئی اور کافی دیر تک مجھ سے نگاہیں نہیں ہٹا سکی۔

''ڈرو مت پچھی۔ اب کوئی تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔'' میں نے نرم آواز میں کہا اور پچھی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ ''کیسے ظالم لوگ تھے۔ تمہاری اس حسین جوانی کو راکھ کا ڈھیر بنانے پر تلے ہوئے تھے۔''

''پاپ ہوا ہے مہاراج۔ پاپ تو ضرور ہوا ہے مگر مگر۔ میں مرنا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے آگ سے بڑا ڈر لگتا ہے۔'' پچھی نے پہلی بار زبان کھولی۔

''کوئی پاپ نہیں ہوا ہے۔ انسانی زندگیوں کو یوں آگ میں جلا دینا سب سے بڑا پاپ ہے۔''

''مہاراج۔'' پچھی آہستہ سے بولی۔

''ہاں پچھی۔ مرنے والے مر گئے۔ کسی دوسرے کی زندگی کیوں خراب کی جاتی ہے۔؟''

''ایسا نہ کہو مہاراج۔ دھرم نشٹ ہو جائے گا۔ ہمارا جیون مرن تو انہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ پھیرے تو بھاگ کے پھیرے ہوتے ہیں۔ میرے بھاگ میں یہی تھا۔''

''یہ تمہارا دھرم ہے پچھی؟''

''ہاں مہاراج۔ کیا آپ کا دھرم نہیں ہے؟'' پچھی نے پوچھا۔

''میں غور کروں گا پچھی۔ آخر اس میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ اچھے اور پائیدار مذاہب کی ہر اقدام میں کوئی اچھا پہلو نکلتا ہے لیکن ایک شوہر کی موت کے بعد، خواہ وہ کسی عمر کا ہو، اس کی بیوی کو بھی اس کے ساتھ جلا دینے کی وجہ مجھ میں نہیں آتی۔ یہ تو ظلم ہے۔ نہایت ہی انسانیت سوز ظلم۔''

''یہ سب دھرم کی باتیں ہیں مہاراج۔ آپ جیسے مہان سادھو اس بارے میں خوب جانتے ہوں گے۔''

''ہاں، جانتا ہوں پچھی۔ اسی لئے تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے نکال کر لے آیا ہوں۔''

''آپ کی دیا ہے مہاراج۔'' پچھی نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔ میں اس حسین لڑکی پر غور کر رہا تھا۔ چھوٹی سی عمر کی تھی لیکن اتنی سادہ اور معصوم نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں زیادہ جھجک نہیں تھی۔ صاف لہجے میں بات چیت کر رہی تھی اور چہرے پر بھی عجیب سے تاثرات منجمد تھے۔

لیکن جہاں تک اس کے حسن کا تعلق تھا تو بلاشبہ وہ ایک کھلے ہوئے پھول کی طرح تھی۔ اس کی ہر پنکھڑی جوان تھی اور آنکھوں کو بھاتی

تھی۔ بہت چھوٹی سی عمر میں اس کلی کو پھول بنا دیا گیا تھا۔

''آؤ چھی۔ دیکھیں، کیا وہ لوگ واپس چلے گئے؟''

''جو آگیا مہاراج۔'' چھی نے گردن جھکا کر کہا اور ہم دونوں مندر کے اوپری حصے کی طرف چل پڑے اور پھر اس جھروکے میں پہنچ گئے جس سے پہلی بار میں نے یہ تماشا دیکھا تھا۔

چتا کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے اور اس کے گرد لوگ اب تک موجود تھے۔ بہت سی شکلیں یہاں سے صاف نظر آ رہی تھیں۔ میں خاموش کھڑا ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھتا رہا پھر۔ میں نے یونہی سرسری نگاہوں سے چھی کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ ہراس تھا۔ وہ دہشت بھری آنکھوں سے آگ کو دیکھ رہی تھی۔

''چھی۔'' میں نے اسے آواز دی اور وہ بے ساختہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ بری طرح مجھ سے چسٹ گئی تھی اور میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیئے۔ ''کیا بات ہے چھی، کیا بات ہے تم خوفزدہ ہو؟''

''مہاراج۔'' وہ سسک پڑی اور پھر وہ کافی دیر تک میرے سینے میں منہ چھپائے روتی رہی۔ میں اس کے رونے کی وجہ جاننا چاہتا تھا پروفیسر۔ وہ خوفزدہ تھی۔ آگ کے شعلوں نے اسے دہشت گزیدہ کر دیا تھا لیکن بہرحال اب وہ محفوظ تھی۔ میں نے اسے رونے دیا۔ اچھا ہے دل کا خوف جل جائے اور پھر کسی عورت کی گرفت اور گرفت بھی ایسی بھرپور کہ وہ انگ انگ سے بے خبر ہو جائے۔ ایسی دلکش ہوتی ہے کہ کون اسے خود سے جدا کرنا پسند کرے۔

بالآخر اس کی سسکیاں ختم ہوئیں اور جب سسکیاں تھمیں، حواس واپس آئے تو شاید اسے بھی اس گرم جسم کا احساس ہوا۔ جسے اب تک وہ پتھر سمجھے ہوئے تھی۔ اس لطیف حرارت نے اس کے اعضا میں سنسنی پیدا کر دی ہوگی اور تجسس پسندی نے اسے کافی دیر تک مجھ سے چسپاں رکھا۔ پھر مشرق کی مٹی میں پنپنے والی شرم کا احساس ابھرا اور وہ آہستہ سے میرے بدن سے علیحدہ ہو گئی۔

چتا کے شعلے اب زندگی کھونے لگے تھے۔ ان کی بلندیاں کم ہونے لگی تھیں اور وہ صرف آخری بہار دکھا رہے تھے۔ چھی نے اس طرف دیکھا اور ایک ہچکی سی لے کر رہ گئی۔

''تمہیں اپنے پتی سے پریم ہوگا چھی؟'' میں نے پوچھا۔ اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ دیکھتی رہی۔ عجیب سے انداز سے اور پھر آنکھیں جھکا لیں۔

میں اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا تھا لیکن چھی کافی دیر تک کچھ نہیں بولی پھر اس نے چتا کی طرف دیکھا جس کے شعلے اب ماند پڑ رہے تھے اور چتا جلانے والے مشعلیں لیے واپس لوٹ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے واپس جانے والوں کو دیکھتی رہی اور پھر جب آخری آدمی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو ایک گہری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

''تو بھگوان نے بھی مجھ سے سارے بندھن توڑ لئے۔'' وہ آنسو بھری آواز میں بولی اور اس کی بند آنکھوں سے دو آنسو گالوں پر لڑھک آئے۔

پھر چند ساعت خاموش رہنے کے بعد وہ دوبارہ بولی۔ ''ٹھیک ہے، میں بھی سنسار سے ناطہ توڑ دوں گی۔ میں اب جنگلوں میں رہوں گی، ہاں مہاراج۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ تو..... یہ تو عورت کے ساتھ انیائے ہے۔ یہ کیسا دھرم ہے۔ یہ کیسا دھرم ہے مہاراج، جس میں اگر پتی مر جائے تو استری اس کے ساتھ بھسم ہو جاتی ہے اور استری مر جائے تو پتی کو کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو انیائے ہے۔ عورت ہی تو منش کو جنم دیتی ہے۔ وہی تو اس کے لئے تکلیفیں اٹھاتی ہے اور مرد اس کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے۔ مجھے بتاؤ مہاراج، یہ کیسا دھرم ہے۔ کیا یہ صرف مردوں کا دھرم ہے۔ عورت کے لئے اس دھرم میں کچھ نہیں ہے؟ آپ مہان ہیں مہاراج۔ آپ آکاش کے باسی ہیں۔ آپ بتائیں۔ کیا آپ کے سنسار میں عورت کے ساتھ یہ انیائے ٹھیک ہے؟''

''نہیں پھمی۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔''

''پھر بھگوان اس دھرم کو نشٹ کیوں نہیں کر دیتا؟''

''قصور دھرم کا نہیں ہے پھمی۔''

''پھر کس کا دوش ہے مہاراج؟ بتاؤ پھر کس کا دوش ہے؟''

''دھرم کی آڑ میں اپنے قانون نافذ کرنے والوں کا، دھرم سیوک، دھرم کا نام لیکر اپنا الّو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ وبا سارے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔''

''ہاں مہاراج۔ عورت ہر جگہ ایسی ہی بن مول چیز بنی ہوئی ہے۔'' پھمی نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

''یہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے پھمی۔ یہ انتہا پسندی ہے۔ یہ برے قانون ہیں۔''

''آپ تو آکاش کے باسی ہیں مہاراج۔ آپ اس قانون کو بدل کیوں نہیں دیتے۔؟''

''میں آکاش سے نہیں آیا پھمی۔ میں تیری ہی دھرتی کا انسان ہوں۔'' میں نے اس کے ذہن سے اپنا تاثر مٹانے کی کوشش شروع کر دی۔

''کیا مطلب۔؟'' وہ تعجب سے بولی اور غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

''ہاں۔ میں آوارہ پھرنے والا انسان ہوں۔ میرا تعلق ہندوستان سے بھی نہیں ہے۔ میں یہاں کی رسومات کے بارے میں زیادہ جانتا بھی نہیں۔ بس ادھر نکل آیا۔ سب سے پہلے یہ مندر دیکھا اور پھر تیرے پتی کی چتا، پھر میں تو اس طرف چلا آیا۔ پیپل کے درخت پر چڑھ کر میں سارے کام دیکھ رہا تھا۔ اس وقت تو اپنے پتا سے باتیں کر رہی تھیں۔ تو آگ میں جلنا نہیں چاہتی تھی۔ سو میں نے تیری مدد کا فیصلہ کر لیا اور پھر میں نے تیری جان بچانے کے لئے خود کو آکاش کا باسی بنایا اور مجھے خوشی ہے کہ میں تجھے ان لوگوں کے چنگل سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔''

پھمی تعجب سے منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کے رنگ بدل رہے تھے اور پھر اس نے آہستہ سے لیکن متعجب لہجے میں کہا۔ ''کیا تم سچ کہہ رہے ہو مہاراج؟''

''ہاں پھمی۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو۔ تو تم اسی دھرتی کے منش ہو مہاراج؟''

''ہاں پچھی۔''

''مگر تم۔مگر تم۔تم تو آکاش کے باسی ہی معلوم ہوتے ہو۔تم دھرتی والوں کی طرح تو نہیں ہو۔؟''

''ہاں۔میں ان سے تھوڑا سا مختلف ہوں پچھی۔''

''تمہارے شبد بھی ہم سے الگ ہیں؟''

''ہاں۔''

''پھر تم کہاں سے آئے ہو مہاراج؟''

''لمبی کہانی ہے پچھی۔یوں سمجھ لو، میں نے سنسار دیکھا ہے۔میں نے عجیب عجیب دنیائیں دیکھی ہیں جن کے بارے میں تمہیں بتاؤں تو تم یقین نہیں کرو گی۔تمہارا چھوٹا سا ذہن ان ساری باتوں کو قبول نہیں کرے گا۔''

''تم انوکھے ہو مہاراج۔تم ہماری زبان بھی نہیں جانتے؟''

''سیکھ رہا ہوں پچھی۔ویسے میں سارے سنسار کی زبان جانتا ہوں۔فرق صرف اتنا ہے کہ ہر انسان نے ہر شے کو اپنا نام دیا ہے۔الگ الگ علاقوں میں لوگ بات ایک ہی کرتے ہیں لیکن انداز مختلف ہے۔''

''تم نے بہت دنیا دیکھی ہے؟''

''ہاں۔''

''تمہارا دھرم کیا ہے مہاراج؟''

''دھرم۔''میں مسکرا پڑا۔''بس انسان ہوں۔''

''یہ تو کوئی دھرم نہیں ہوا؟''

''یہی سب سے بڑا دھرم ہے پچھی۔''

''اور۔تم بہت بڑی باتیں کرتے ہو مہاراج۔میں بتاؤں،تم کوئی بہت ہی مہان تیاگی ہو۔تم سادھوؤں کے کپڑے بھی تو پہنے ہوئے ہو۔''

''شاید۔''میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم نے عجیب باتیں بتا کر میرے سارے غم دور کر دیئے ہیں مہاراج۔میرا من چاہ رہا ہے تم سے بہت سی باتیں کروں۔تمہاری باتیں بڑی سندر ہوتی ہیں۔''

''بیٹھ جاؤ پچھی۔آؤ،یہیں اس دیوار کے سہارے بیٹھ کر سورج کا انتظار کریں اور اگر تمہارے دل سے تفکرات دور ہو گئے ہیں تو یہ اور اچھی بات ہے۔اگر تم اجازت دو تو میں تم سے تمہارے بارے میں باتیں کروں؟''

''تم نے میرے پران بچائے ہیں مہاراج۔میں تمہاری داسی ہوں،آگیا کیسی؟''

''اور.. تم بہت پیاری ہو پھی۔ کیا تم برہمن ہو۔''

''ہم راجپوت ہیں مہاراج۔''

''یہ بھی اونچی ذات ہوتی ہے''

''ہاں مہاراج۔ ہم کھرے راجپوت ہیں۔''

''تمہاری بستی میں اچھوت بھی رہتے ہیں؟''

''ہاں۔ اچھوتوں کی بستی الگ ہے۔''

''ان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''نیچی جاتی کے لوگ ہیں۔ بس ٹھیک ہیں۔ وہ اپنا کام کرتے ہیں، ہم اپنا۔''

''تمہارے پتا کیا کرتے ہیں؟''

''ہماری زمینیں ہیں مہاراج۔ باغ بھی ہیں اور پتا جی کی دکان ہے۔''

''بہن بھائی ہیں تمہارے؟''

''دو بھائی اور تین بہنیں اور میں۔''

''تمہیں اپنے پتی سے پریم تھا۔؟'' میں نے سوال کیا اور پھی کی گردن جھک گئی۔ وہ کافی دیر تک کچھ نہ بول سکی۔ میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے کہا۔ ''مجھے افسوس ہے پھی۔ میں نے یہ سوال کیا۔ شاید تمہارا غم تازہ ہو گیا ہے۔؟''

''نہیں مہاراج۔ یہ بات نہیں ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے۔؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ یہ جواب میرے لئے غیر متوقع تھا۔

''ہاں مہاراج۔ یہ بات نہیں ہے۔''

''تو تمہیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا۔؟''

''نہیں مہاراج۔ ہم نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔''

''اپنے پتی کو۔؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیوں؟ میرا مطلب ہے تم نے اپنے شوہر کو ہی نہیں دیکھا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟''

''ہمارا گوتا نہیں ہوا تھا مہاراج۔'' پھی نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

''گوتا کیا۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ہائے رام۔ تم گونا نہیں جانو۔'' چھمی نے تعجب بولی۔

''میں تمہیں بتا چکا ہوں چھمی میں ہندوستان میں نووارد ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پچھلے برس ہمارے پھیرے ہوگئے۔ بس گونا نہیں ہوا۔ ہمارے پتا جی نے کہا تھا کہ گونا ایک سال بعد ہوگا۔ سو اگلے چاند ہمارا گونا ہونے والا تھا۔ ہم نے راما نند جی کو کبھی نہیں دیکھا اس سے بھی نہیں جب لگن منڈپ میں ہمارے پھیرے ہورہے تھے۔ ہماری آنکھیں ہی نہیں کھل رہی تھیں شرم کے مارے۔''

''اوہ۔ گویا تم اپنے پتی کے گھر نہیں گئی تھیں۔؟''

''نہیں مہاراج۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک طویل سانس لی۔ بات میری سمجھ میں آگئی تھی۔ گویا چھمی ابھی تک کنواری تھی۔ ''تو تمہیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا چھمی۔؟''

''نہیں مہاراج۔ بس وہ ہمارے پتی تھے۔ پرنتو ہم نے تو انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔''

''یہ تو اور بھی بری بات تھی چھمی۔ تم نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ تمہارا پتی مرگیا تو تمہیں بھی آگ میں جلایا جارہا تھا۔ آخر اس میں تمہارا کیا قصور تھا۔؟''

''ہمارا دھرم یہی کہتا ہے مہاراج۔ جیو تو پتی کے ساتھ جیو۔ اگر وہ مرجائے تو تمہیں سنسار میں رہنے کا کیا ادھیکار ہے۔''

''لیکن ایسا پتی، جس کی تم نے شکل بھی نہ دیکھی ہو۔؟''

''دھرم کی باتیں ہیں مہاراج۔''

''حیرت ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ آسمان سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ چھمی کسی سوچ میں گم ہوگئی تھی۔ بلاشبہ وہ حسین ترین لڑکی تھی۔ اس کی کمسنی، اس کی چہرے کی ملاحت، اس کا جسمانی تناسب دل میں ہلچل پیدا کررہے تھے لیکن بہرحال میں کوئی غیر انسانی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ میں اس سے اپنے احسان کی قیمت تو نہیں وصول کرسکتا تھا۔

چھمی کی کیفیات بھی مجھ سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ بعض اوقات اس کے چہرے پر سخت ہراس نظر آنے لگتا۔ پھر روشنی پوری طرح پھیل گئی اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں میری طرف دیکھا۔

''کیا بات ہے چھمی، کیا سوچنے لگیں۔؟''

''کچھ نہیں مہاراج۔ کچھ بھی نہیں۔'' چھمی کی آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔

''بتاؤ چھمی۔ کیا سوچ رہی ہو۔؟''

''اب ہمارا کیا ہوگا مہاراج۔ اب ہم کہاں جائیں گے۔ ہم تو سب سے بچھڑ گئے۔''

''کیا تمہارے باپ کے دل میں رحم نہیں آئے گا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''پتاجی ہمارے لئے کچھ نہیں کر سکتے مہاراج''......اس نے روتے ہوئے کہا۔

''کیوں۔؟''

''ہمارے ماتھے پر جو کلنک لگ چکا ہے، اسے کوئی نہیں دھو سکتا ہم تو پوری بستی کے لئے مر چکے ہیں مہاراج۔ اب ہمارا جیون بھوت پریت سمان ہے اور گندی روحوں سے کوئی پریم نہیں کرتا۔ اگر ہم نے بستی میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ہمارے پتا کا جیون اجیرن کر دیا جائے گا۔ ہم نے وہ کیا ہے جو آج تک کسی نے نہیں کیا۔''

''تو کیا ہندو عورتیں خوشی سے ستی ہو جاتی ہیں۔؟''

''ہونا پڑتا ہے مہاراج، جو خوشی سے نہیں ہوتیں انہیں کر دیا جاتا ہے اور پھر انہیں کوئی یاد نہیں کرتا اور جب ان کا نام بھی لیا جاتا ہے تو نفرت سے ہندو استری کا جیون مرن اس کے پتی کے ساتھ ہے۔ اگر کوئی استری اپنے پتی کے بنا جینے کا خیال بھی کرے تو اسے نفرت کی جاتی ہے۔''

''اس سے پہلے تمہاری بستی میں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہے کہ کسی نے ستی ہونے سے انکار کر دیا ہو۔؟''

''ابھی تھوڑے دن پہلے کی بات ہے اروپا چتا سے نکل کر بھاگ گئی تھی اس کے سر کے بال جل گئے تھے۔ پورا بدن جگہ جگہ سے جل گیا تھا مگر چتا کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے ڈنڈے مار مار کر اسے مار ڈالا اور پھر آگ میں جھونک دیا گیا۔ ماتا پتا اور بھائیوں کے لئے بڑے شرم کی بات ہوتی ہے کہ ان کی بیٹی اور بہن پتی ورتا نہ ہو۔''

''اف۔ بڑی ظالمانہ رسم ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''مگر کوئی کچھ کر بھی تو نہیں سکتا۔ ہمارے پرکھوں سے یہی ہوتا آرہا ہے۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی تو اس بارے میں سوچے۔'' میں نے کہا اور کچھی پھر سوچ میں ڈوب گئی اور ایک بار پھر بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ہائے رام۔ میں تو ساری جل گئی ہوتی۔ میں تو اب تک مر بھی گئی ہوتی اگر تم مجھے نہ بچاتے...... ہائے میرا شریر کوئلہ بن گیا ہوتا...... آگ میں جلنے سے بڑا دکھ ہوتا ہے مہاراج۔ ہیں نا۔؟'' اس نے اس بھولپن سے پوچھا کہ مجھے اس پر پیار آ گیا اور میں نے اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''مجھے خوشی ہے کچھی کہ میں تیرا جیون بچانے میں کامیاب ہو گیا۔'' کچھی کا پورا بدن کانپ گیا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے ابھر آئے۔ اس نے مخمور آنکھیں اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ شرگیں ہونٹ کپکپائے لیکن کچھ کہہ نہ سکے اور اس نے میرے بدن سے علیحدہ ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ گویا اسے میرا یہ فعل ناگوار نہیں گزرا تھا۔ خاصی دیر اسی طرح گزر گئی اور کچھی ایک بار پھر کسمسائی۔

''پھر ہمارا ہوگا کیا مہاراج۔؟'' اس نے پھر پریشان لہجے میں کہا۔

''تیرے اپنے تو اب تجھے قبول نہیں کریں گے کچھی۔؟''

''ہاں ..'' اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''تو اگر پسند کرے تو میرے ساتھ رہ سکتی ہے۔''

''ہائے رام۔ تو کیا تم مجھے آکاش پر لے جاؤ گے۔؟''

''پگلی کہیں کی۔ میں تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ میں آکاش کا باسی نہیں ہوں۔ تیری ہی دھرتی کا انسان ہوں۔ میں تیرے ساتھ دھرتی پر ہی رہوں گا۔'' میں نے اس کے بدن کے گرد بازوؤں میں گرفت تنگ کرتے ہوئے کہا اور کچھی نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اس کا سر میرے سینے سے آ لگا اور اس کی گہری گہری سانسوں میں، میں نے سکون محسوس کیا، جیسے اسے میرے اوپر اعتماد آ گیا ہو۔

''پر بستی والے ہمیں یہاں نہ رہنے دیں گے مہاراج۔'' وہ اسی طرح میرے سینے سے سر لگائے ہوئی بولی۔

''تو ہم یہاں سے کہیں اور چلیں گے کچھی۔''

''کہاں مہاراج۔؟''

''کہیں بھی..... جہاں تجھے جاننے والے موجود نہ ہوں۔''

''ارے ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ پھر تو میرا جیون بچ جائے گا۔'' کچھی کے چہرے پر ایک معصومانہ خوشی ابھر آئی۔ ''پھر ہم دونوں ساتھ رہا کریں گے۔ میں بھی جوگن بن جاؤں گی۔''

''ہاں .. ہاں .. ضرور۔''

''پھر کب چلو گے مہاراج۔؟'' کچھی کے لہجے میں اشتیاق تھا۔

''جب تو کہے کچھی۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ بحیثیت عورت مشرق کی یہ کمسن حسینہ بری نہ تھی..... پروفیسر..... زمانہ قدیم کی کچھ عورتوں میں یہ انداز میں نے دیکھا تھا اور بلاشبہ عورت کی یہ نسائیت اس کے حسن کو دو آتشہ کرتی ہے۔ مجھے بے حد حسین عورتیں ملیں جو جسمانی طور پر بہت کچھ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے پیار بھی کیا اور تازندگی کرتی رہیں۔ انہوں نے اپنی ساری چاہت، نسائیت، جوانی، سب کچھ میرے لئے وقف کر دیا اور میری وفادار رہیں لیکن عموماً ان میں ایسی زیادہ تھیں جو خلوت میں مرد بننے کی کوشش کرتی تھیں۔ میں نے اس وقت ان کے بارے میں نہیں سوچا تھا لیکن جب سوچا تو محسوس کیا کہ عورت کی بند زبان زیادہ دلکش ہوتی ہے حالانکہ اس کی آنکھیں اس کے ایک ایک عضو کی طلب اس کی زبان ہوتی ہے اور اس کا کچھ نہ کہنا ہی سب کچھ کہہ دینا ہوتا ہے اور اس کے بعد مرد اس کی طلب کی ادائیگی کرنے میں ہی اپنی شان سمجھتا ہے۔

مجھے کچھی کی بے زبانی بہت بھائی اور میں نے سوچا کہ مشرق کے اس کنول کو خود کھلنے دوں۔

''بس مہاراج مجھے یہاں سے لے چلو۔ سورج کی روشنی میں نہ جانے کیا ہو۔'' کچھی نے میرے سینے میں منہ چھپاتے چھپاتے کہا۔

لیکن سورج نکل آیا تھا اور جو ہونا تھا اس کی ابتداء ہو چکی تھی۔ چونکہ ہم جاگ رہے تھے اور ہوش و حواس میں تھے اس لئے وہ آوازیں بخوبی ہمارے کانوں تک پہنچ گئیں جو مندر کے چاروں طرف سے آ رہی تھیں۔ تب میں نے آہستہ سے کچھی کو اپنے بدن سے الگ کیا اور جھروکے میں پہنچ کر

باہر کا منظر دیکھا۔ بے شمار لوگ تھے، جن کے ہاتھوں میں لکڑیاں، بھالے اور تلواریں تک تھیں۔ وہ مندر کی طرف اشارے کر رہے تھے۔

میرے ہونٹ بھینچ گئے۔ گویا رات بھر کھچڑی پکتی رہی ہے اور یہ لوگ کوئی عزم لے کر آئے ہیں لیکن بے وقوفوں کو یہ نہیں معلوم کہ وہ عزم ان کی موت بن جائے گا۔

''کون ہے مہاراج۔؟'' پچھی میرے پیچھے آ کھڑی ہوئی اس نے باہر جھانکا اور پھر سہم کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ''ہائے دیا..... بستی والے ہیں..... اب کیا ہوگا مہاراج۔؟''

''ان لوگوں سے اب تیرا کوئی واسطہ نہیں رہا ہے پچھی۔'' میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''مگر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے مہاراج؟ اب تو یہ پاپی ہمیں جانے بھی نہ دیں گے۔'' پچھی روہانسی ہوگئی تھی۔

میں کوشش کروں گا کہ ان میں تیرے باپ یا بھائیوں کو میرے ہاتھوں سے کوئی تکلیف نہ پہنچے لیکن اگر وہ بھی میرے راستے میں آ گئے تو پھر میں تمیز نہ کر سکوں گا۔''

''ہائے رام۔ تو کیا تم ان سے جھگڑا کرو گے۔؟'' پچھی اور زیادہ بدحواس ہو کر بولی۔

''آ پچھی میرے ساتھ آ۔ مندر کے دروازہ بند کر اور اسی جھروکے میں آ جا۔ جب میں کہوں تب ہی دروازہ کھولنا۔'' میں نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا اور پچھی میرے ساتھ کھنچی چلی آئی۔ میں اسے دروازے تک لایا۔ باہر لوگ شور مچانے لگ گئے تھے۔ ان کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے لیکن بہر حال وہ مجھے ہی مخاطب کر کے کچھ کہہ رہے تھے۔

''چل دروازہ بند کر لے۔''

''بھگوان تمہاری سہائتا کرے مہاراج۔'' پچھی نے بے اختیار ہو کر میرے بازو کو چومتے ہوئے کہا اور میں اس کا شانہ تھپتھپا کر باہر نکل آیا۔ پچھی نے اندر سے کنڈی بند کر لی تھی۔

مندر کے سامنے والے حصے میں بھی بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان میں پچھی کا باپ بھی تھا، جسے میں رات کو دیکھ چکا تھا اور دوسرے بہت سے لوگ بھی تھے جن میں ایک لمبی داڑھی والا ننگ دھڑنگ سادھو بھی تھا۔ اس کے گلے میں موٹے موٹے دانوں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ بال جٹاؤں کی شکل میں بکھرے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹی سی لنگوٹی نے اس کی ستر پوشی کی ہوئی تھی۔ باقی بدن پر شاید مٹی ملی ہوئی تھی۔ البتہ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ اور چمکدار تھیں۔

دلچسپ شخصیت تھی۔ غالباً ان لوگوں کا کوئی پروہت، کیونکہ اس دنیا کے مسخرے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا اور ان کی دماغ درست کر چکا تھا۔

''پچھی کہاں ہے مہاراج؟ پچھی کو باہر لاؤ۔'' ایک آدمی نے چیخ کر کہا۔

''پچھی کے پتا کو آگے بھیجو۔'' میری آواز میں خوفناک غراہٹ تھی، جس نے ان لوگوں کو خاصا مرعوب کیا اور پچھی کا باپ کسی قدر جھجکتا ہوا آگے آ گیا۔

تب میں چند قدم آگے بڑھا اور کچھی کے باپ کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیوں آئے ہو۔؟"

"کچھی کو لینے مہاراج۔" کچھی کے باپ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"کیا تمہاری بستی کے لوگ اس لڑکی کو قبول کرنے کو تیار ہو گئے ہیں جو تمہاری رسم کے مطابق ستی نہیں ہوئی۔؟"

"نہیں مہاراج۔ بلکہ ہم اپنے دھرم کی ریت نہیں توڑیں گے۔"

"کیا مطلب۔؟"

"کچھی کا پتی مر چکا ہے۔ اسے ہر حالت میں ستی ہونا پڑے گا۔" کچھی کے باپ نے کہا۔

"تم اپنی بیٹی کے دشمن کیوں بن گئے ہو۔؟"

"نہیں مہاراج۔" کچھی کے باپ کی آواز میں آنسو رچے ہوئے تھے۔ "مگر میں بیٹی کے جیون کی خاطر دھرم سے ناطہ نہیں توڑ سکتا۔"

"لیکن میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں آکاش سے صرف اس لئے آیا ہوں کہ کچھی کو ستی نہ ہونے دوں۔ کیا تم میری مخالفت کرنے آئے ہو۔؟"

"نہیں مہاراج۔ پرنتو آپ کچھی کو ہمیں دے دیں۔" کچھی کے ایک بھائی نے کہا۔

"کچھی تمہیں نہیں ملے گی۔ اگر تم اس کے جیون کے گاہک بن گئے ہو تو یہ تمہاری بھول ہے۔ میری مانو اسے مندر کو دان کر دو اس سے کوئی واسطہ نہ رکھو تمہارے دھرم پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

"آپ بس اسے ہمارے حوالے کر دیں مہاراج۔ ہم آپ سے جھگڑا نہیں کرنا چاہتے۔" بستی کا ایک نوجوان بولا۔

"کیا تم آکاش سے آنے والے سے جھگڑا کر سکتے ہو۔؟" میں نے زہریلے لہجے میں پوچھا۔

"اے آکاش۔ باسی۔ مجھ سے مل، مجھے بتا تو کون ہے آکاش سے آیا ہے کہ میں تجھے وہیں واپس پہنچا دوں۔" جٹا دھاری سادھو نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"یہ بے وقوف کون ہے۔؟" میں نے دوسروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہاراج گرنتھ ناتھ۔ ان سے ایسی باتیں نہ کریں مہاراج۔ یہ بڑے مہان سادھو ہیں۔" بہت سے لوگ کانپتی ہوئی آواز میں بولے۔

"تو مہان سادھو مہاراج جان سکتے ہیں تو خود جان لیں کہ میں کون ہوں۔؟"

"آگے آ بالک۔ ابھی تیرے منہ سے دودھ کی بو آتی ہے۔ آ میں تجھے بتاؤں کہ تو کون سے آکاش سے آیا ہے۔" اور میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تب بوڑھے نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی ایک مالا کا دھاگہ توڑ دیا اور مالا میرے اوپر پھینک دی دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک پھنکارتا ہوا کوڑیالہ سانپ میرے بدن پر آ پڑا تھا۔ اس نے اپنا چوڑا پھن پھیلایا اور میری گردن سے لپٹ گیا اس کا پھن میرے چہرے کے سامنے تھا۔

میں نے حیرت سے سانپ کو دیکھا یہ عمل میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ بوڑھے نے میرے سامنے گلے کی مالا توڑ پھینکی تھی جو بے جان تھی اور

اب یہ جاندار سانپ میرے سامنے تھا۔ یقیناً بے حد دلچسپ علم تھا اور اہل علم کی پروفیسر..... میں نے ہمیشہ قدر کی ہے۔ میں نے دل میں تہیہ کرلیا کہ اس بوڑھے کو زندہ رکھوں گا اور اس سے علم کے بارے میں معلوم کروں گا لیکن فی الحال تو بوڑھا اپنی کامیابی کا منتظر تھا۔

سانپ کا پھن چند ساعت میرے چہرے کے سامنے لہرایا اور پھر اس نے میری گردن پر منہ مارا۔ بڑی مایوسی ہوئی اس نامراد سانپ کو... اور وہ جھلاہٹ میں میرے جسم کے مختلف حصوں میں طاقت آزمائی کرنے لگا۔

''واہ بڑے میاں۔ تمہارا یہ سانپ تو بڑے کمزور دانت رکھتا ہے''۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر سانپ کا پھن مٹھی میں پکڑ لیا اور پھر میرے ایک جھٹکے سے سانپ میری گردن سے علیحدہ ہو گیا۔ میں نے دونوں بازو کھینچ کر سانپ کو درمیان سے توڑ دیا اور اس کے دونوں ٹکڑے بوڑھے کے سامنے پھینک دیئے لیکن میں نے خود بھی حیرت سے دیکھا کہ زمین پر مالا کے دانے بکھر گئے تھے دل ہی دل میں، میں نے اس انوکھے فن کا اعتراف کیا، لیکن لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ اب لوگوں نے سمجھا تھا کہ میں بھی ضرور کوئی چیز ہوں لیکن احمق بوڑھا مجھ سے باقاعدہ مقابلے پر آمادہ ہو گیا تھا، اس نے اپنی ناکامی دیکھ کر لوگوں سے کہا ''پیچھے ہٹ جاؤ بالکو۔ میں دیکھوں گا یہ کتنا بڑا جادوگر ہے۔'' اور لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

''میں جادوگر نہیں ہوں بزرگ مگر میں تمہارا جادو ضرور دیکھوں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور بوڑھے نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تب میں نے اس کے دونوں ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے دو گولے دیکھے۔ بوڑھے کی شیطانی آنکھیں میرے اوپر جمی ہوئی تھیں اور نہ جانے وہ کیا کر رہا تھا اس کے ہونٹ کچھ بدبدائے اور پھر اس نے ایک گولا فضا میں اچھال دیا اور گولا میرے سر سے کچھ بلندی پر معلق ہو گیا اور پھر اس سے شعلے برسنے لگے۔ نارنجی رنگ کے شعلے میرے لباس کو خاکستر کر گئے۔ میرے لباس سے اٹھنے والی آگ کو دیکھ کر انہوں نے سمجھا کہ ان کا سادھو مجھے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ وہ ''جے گرنتھ ناتھ کے نعرے لگانے لگے۔ گرنتھ بھی بہت خوش نظر آ رہا تھا..... دوسرا گولا ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا لیکن مجھے مکمل طور سے کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے اس نے وہ گولا بھی فضا میں اچھال دیا۔ یوں آگ کی بارش تیز ہو گئی۔ میرے لباس سے اب بھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ آگ نے بہرحال مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، خواہ وہ طلسمی ہی تھی لیکن میں ان انوکھے لوگوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کیسی دلچسپ بات تھی۔ یونان میں علم نجوم نے مجھے بہت متاثر کیا تھا اس سے قبل بھی بہت سے لوگ مجھے اپنے حیرت انگیز علوم سے متاثر کر چکے تھے جن میں آخری شخص بابا سلانوس تھا۔

میرے سامنے والا شخص کوکریہہ شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا شیطانی چہرہ مجھے پسند نہیں آیا تھا لیکن بہرحال میں اس کے اس فن کے بارے میں ضرور سوچ رہا تھا۔

سیاہ گولے شعلے برساتے رہے اور پھر سرد ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی میرا خاکستر لباس میرے بدن سے علیحدہ ہو گیا تھا لیکن ان لوگوں کو میرا بدن دیکھ کر حیرت ہوئی۔ جو آگ سے اور صاف ہو گیا تھا۔ حالانکہ وہ شاید کسی کوئلے کے مجسمے کی توقع کر رہے تھے اور پھر مجھے مسکراتے اور جنبش کرتے دیکھ کر اچانک ان کی زبانیں بند ہو گئیں۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

''ہاں بوڑھے فنکار۔ اب میں تیرے کسی اور فن کا منتظر ہوں۔'' میں نے دو قدم آگے بڑھ کر کہا اور بہت سے کمزور دل کے لوگ پلٹ کر

بھاگ نکلے لیکن اب بھی کافی لوگ موجود تھے۔

گرنتھ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

''اگر تیرا فن ختم ہو گیا ہو تو پھر میں تجھے اپنا فن دکھاؤں۔؟'' میں نے پوچھا اور اچانک بوڑھے نے سر پیچھے کیا۔ اب وہ جسم کی مخالف سمت میں بڑے عجیب انداز میں ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

''کیا خیال ہے۔؟'' میں اس کے قریب پہنچ کر بولا لیکن اچانک میں نے بوڑھے کے بدن سے دھواں خارج ہوتے دیکھا۔ سفید سفید دھواں جو بوڑھے کے جسم کے گرد اس کے اعضاء کی شکل میں ہی جمع ہو رہا تھا اور بوڑھے کی جسامت بڑھنے لگی۔ دھویں کا یہ انسان واقعی بڑا انوکھا تھا۔ میں دلچسپی سے اسے دیکھتا رہا اور پھر جسامت میں وہ مجھ سے تقریباً تین گنا ہو گیا۔ انوکھی شکل اختیار کر لی اس نے نہ جانے کس طرح۔ پھر وہ سیدھا ہوا اور اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ بے حد خوفناک شکل ہو گئی تھی اور اس کے خون آلود ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بڑی بڑی اور پھٹی ہوئی خونی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''میں گرنتھ ہوں مہاراج۔ کوئی گھسیارہ نہیں ہوں۔'' وہ دونوں ہاتھ پھیلائے میری طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

''احمق بوڑھے۔ تیرے فن سے میں متاثر ہوا ہوں۔ تو اگر چاہے تو میری دوستی حاصل کر سکتا ہے۔ ہم دونوں اپنے علوم کا تبادلہ کریں گے۔ دوسری شکل میں تو نقصان میں رہے گا۔''

لیکن گرنتھ اپنی جادوگری کے چکر میں تھا پروفیسر۔ ....خود پر ناز کرنے والے ہمیشہ خسارے میں رہے ہیں۔ میرا ساری زندگی کا تجزیہ ہے۔ خود کتنے ہی آگے بڑھ جاؤ لیکن دوسرے کے لئے گنجائش ضرور رکھو۔ ممکن ہے انہیں کوئی ایسی بات معلوم ہو جو تمہیں نہ معلوم ہو۔

چنانچہ وہ دیوانہ مجھ سے کشتی لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ راسخ العقیدہ ہندو تو اس کی یہ ہیئت دیکھ کر ہی خوف سے گیدڑ بن گئے۔ اب دور دور سے ہم دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ پروفیسر ٹھیک ہے ایک غیر انسانی قوت مجھ سے نبرد آزما ہوئی تھی لیکن اگر غور کرو تو میں کونسا انسانی حدود میں تھا۔ میں نے سوچا یہ کھیل اب جلد ختم کر دیا جائے۔ بوڑھا پاگل اپنی ہار ماننے کو تیار نہ ہو گا اور ایک کے بعد ایک حرکت جاری رکھے گا اور پروفیسر، میں نے یہ بھی سوچا کہ یہاں یہ علم جاننے والے دوسرے بھی ہوں گے، کسی نہ کسی سے تو دوبارہ میری ملاقات ہو گی۔ چنانچہ اس بوڑھے کا کھیل ختم کیا جائے۔ جادوگر مجھے اپنی کالی غلاظت سے زیر کرنے کی فکر میں تھا۔ میں نے اس کی کمر پکڑ لی اور پھر میں نے اسے زمین سے بلند کر کے پتھروں پر دے مارا۔ ایک بار، دو بار، تین بار، میں نے اسے ڈھن کر رکھ دیا لیکن اس میں ابھی جان باقی تھی۔ ہاں اس کا جسم کم ہوتا جا رہا تھا جیسے دھواں چھٹ رہا ہو۔

اور پھر جب وہ اصل حیثیت میں آ گیا تو میں نے اسے بازوؤں سے جکڑ کر اس کی پسلیاں ایک دوسرے سے چپکا دیں۔ اس کے منہ، ناک اور کانوں سے غلیظ خون ابل پڑا تھا اور اس کی آخری چیخ بھی کوئی نہیں سن سکا تھا۔ میں نے ہڈیوں اور خون کے ملغوبے کو زمین پر پھینک دیا اور پھر میں بستی والوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

''بے وقوف انسانو! یہ ایک احمق شخص کے لئے انفرادی سزا تھی لیکن اگر آئندہ تم نے میرے لئے کچھ کرنے کی کوشش کی تو پھر۔ میں تم سب کے لئے مصیبت بن جاؤں گا۔ تمہارے جادوگر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان سے کہو اپنے آپ میں محدود رہیں اور کچھی کے باپ تم آگے آؤ۔''

میں نے کہا۔

پچھی کا خوفزدہ باپ ہاتھ جوڑے آ گیا۔ وہ سارے بدن سے کانپ رہا تھا۔

''سنو۔ تم اگر چاہو تو اپنی بیٹی کو لے جا سکتے ہو۔ لیکن اس وعدے کے ساتھ کہ اس کی زندگی کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر تم نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو میں تمہارے سارے کنبے کو ختم کر دوں گا۔''

''نہیں مہاراج۔ ہمیں اس کے جیون کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے دھرم کے خلاف نہیں کر سکتے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو جب تک زندہ رہیں گے ہماری گردن شرم سے جھکی رہے گی۔ پچھی کا جیون اب ہمارے لئے ایک گالی ہے۔'' احمق انسان نے جواب دیا۔

''تب ٹھیک ہے۔ اسے بھول جاؤ۔ سمجھ لو تم نے اسے ستی کر دیا ہے۔ بس اب تم سب یہاں سے بھاگ جاؤ اور ہاں سنو!'' میں نے ان میں سے کسی ایسے ہندو کو تاڑا، جس کا قد وقامت مجھ سے ملتا جلتا ہو اور ایک دراز قامت ہندو میری نگاہ میں آ گیا۔ ''تم آگے آؤ۔'' میں نے کہا اور ہندو خوفزدہ ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔ ''آگے آؤ۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اسے آگے لاؤ۔'' میں نے دوسروں سے کہا اور لوگ اسے سمجھانے لگے۔ بمشکل تمام دو آدمی اسے سہارا دیکر آگے لائے۔ ''تم اپنا لباس اتار دو۔'' میں نے اسے حکم دیا۔

''مم..... مہاراج..... مہاراج۔'' اس نے جلدی سے اپنی دھوتی پکڑ لی۔

''میرا لباس جل گیا ہے۔ اس حالت میں، میں کسی لڑکی کے سامنے نہیں جا سکتا۔ چلو لباس اتار دو۔'' لیکن اس کے لئے بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ چنانچہ مجبوراً مجھے قزاقی کرنا پڑی۔ ننگ دھڑنگ ہندو بڑے مضحکہ خیز انداز میں بھاگ کھڑا ہوا۔ ویسے بھی اب بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ بالآخر وہ بھی بھاگ گئے اور میں نئے لباس میں واپس مندر پہنچ گیا۔

پچھی دھڑکتے دل سے میری منتظر تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''کون ہے؟''

''میں ہوں پچھی۔ دروازہ کھول دو۔'' میں نے پرسکون لہجے میں کہا اور پچھی نے دروازہ کھول دیا۔

''ہے بھگوان۔ تم ٹھیک ہو؟'' اس نے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا کیا خیال تھا پچھی؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''وہ پاپی بہت سارے تھے۔''

''ان میں تمہارے پتا بھی تھے پچھی۔''

''میرے پتا......'' پچھی نے ایک غمگین سانس لیکر کہا۔ ''نہیں مہاراج۔ میرا اب سنسار میں کوئی نہیں ہے۔ میں تو مر چکی ہوں۔''

''ہاں پچھی۔ ٹھیک ہی کہتی ہو۔ جانتی ہو تمہارا پتا اتنے لوگوں کو لیکر کس لئے آیا تھا؟''

''میں نہیں جانتی مہاراج۔'' پچھی اداس لہجے میں بولی۔

''وہ ایک جادوگر گرنتھ ناتھ کو لیکر آیا تھا تاکہ اگر میں لوگوں کے کہنے سے باز نہ آؤں تو تمہارا جادوگر میرا دماغ درست کر دے۔''

''ہائے رام۔ گرنتھ ناتھ جی آئے تھے؟''

''ہاں۔''

''مگر وہ کیا چاہتے تھے؟''

''یہی کہ تمہیں ان کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے دھرم کے مطابق تمہیں ستی کر دیں۔''

''میرے بھاگ۔'' کچھی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''بہرحال اب وہ نہیں آئیں گے۔''

''تم سے کیا بات ہوئی مہاراج؟ کیا وہ تمہاری بات مان گئے؟''

''ہاں۔''

''مگر کیسے؟ کیا وہ اپنا دھرم تیاگنے کو تیار ہو گئے؟''

''نہیں۔ میں نے انہیں دوسری طرح تیار کیا ہے۔ میں نے تمہارے مہاراج گرنتھ ناتھ کو مار ڈالا۔''

''رام رام۔ ہے رام۔ کیسے؟ وہ تو بڑے مہان تھے۔'' کچھی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔

''بس میں نے بھی انہیں ان کے شایانِ شان موت دی ہے۔''

کچھی حیرت سے میری شکل دیکھتی رہی۔ پھر چونک کر بولی۔ ''ارے۔ مگر تمہارے کپڑے مہاراج۔ یہ کیسے بدل گئے؟''

''اوہو۔ گرنتھ مہاراج جی نے جادو کے زور سے میرا لباس بھسم کر دیا۔ اس سے زیادہ وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ میں نے انہی میں سے ایک کو پکڑ کر اس کے کپڑے اتار لئے۔ آخر مجھے بھی تو کچھ پہننا تھا۔''

کچھی کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی اور میں نے پہلی بار اسے مسکراتے دیکھا۔ مسکراتے ہوئے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

''میرا خیال ہے کچھی۔ اب ہمیں یہاں مزید نہیں رکنا چاہئے ورنہ خواہ مخواہ مجھے تمہاری بستی کے لوگوں کو کوئی بڑا سبق دینا پڑے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق جنون میں مبتلا ہو کر میرے مقابلے پر آئیں اور اپنی جان کھو بیٹھیں۔ چلو یہاں سے چلتے ہیں۔''

''جو آگیا مہاراج۔'' کچھی نے گردن جھکا کر کہا۔ اس کے چہرے پر مایوسی اور بے بسی کے آثار تھے۔ میں اسے زبردستی نہیں لیجانا چاہتا تھا پروفیسر، لیکن یہاں اس کی زندگی کی کوئی امید نہیں تھی۔ اتنی حسین لڑکی بے موت ماری جاتی۔ مذہبی دیوانے سارے رشتے بھول کر اسے موت کے گھاٹ اتارنے پر تلے ہوئے تھے۔ اس سے بہتر تھا کہ میں اسے اپنے ساتھ ہی رکھتا۔ چنانچہ اس کی اس کیفیت سے میں نے کوئی تاثر نہ لیا اور اس کے ساتھ مندر سے باہر آ گیا۔ میرا گھوڑا موجود تھا۔ میں نے کچھی کو اس پر سوار کرایا اور خود اس کے پیچھے بیٹھ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ کچھی کا گداز بدن میرا سینے سے مس ہو رہا تھا اور طویل عرصے سے عورت کے بدن سے دور رہنے کی وجہ سے میرے جذبات کچھ زیادہ ہی شدت اختیار کرنے لگے۔

لیکن بے چاری لڑکی خود ہی اپنے مصائب میں مبتلا تھی۔ میں اس کا ذہن اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس

نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ میں اسے کہاں لئے جا رہا ہوں۔ لیکن بستی سے نکلنے کے بعد میں نے خود ہی اس سے پوچھا۔

''یہ راستہ کہاں جاتا ہے پکھی؟''

''ہردے مان، مہاراج۔''

''اوہو۔ راجہ امی چند کی راجدھانی کہاں ہے؟''

''ہم اسے ہی ہردے مان کہتے ہیں مہاراج۔''

''اوہ، اچھا۔'' میں نے گردن ہلائی۔ میں راجہ امی چند کو دیکھنا چاہتا تھا۔ گھوڑا ہم دونوں کا وزن اٹھائے ہوئے کافی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا لیکن دو تین گھنٹوں کے سفر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ گھوڑا تھک گیا ہے۔ چنانچہ اب کہیں قیام بھی ضروری تھا۔ نازک اندام پکھی بھی گھوڑے کی پشت پر طویل سفر سے نڈھال ہی ہوگئی تھی۔ سورج کی تپش سے اس کا بدن پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔

گو یہ سارا علاقہ سرسبز تھا۔ تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر سرسبز کھیت لہلہا رہے تھے۔ جنگل اور باغ پھیلے ہوئے تھے لیکن دھوپ بھی خوب ہی شدت کی تھی۔ میں نے کسی پناہ گاہ کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر میں نے گھوڑے کا رخ سیدھے راستے سے ہٹا کر ایک ایسے حصے کی طرف کر دیا جہاں میں چوڑے تنوں والے پھیلے ہوئے سایہ دار درخت دیکھ رہا تھا۔ یوں میں درختوں کے قریب پہنچ گیا اور پھر مجھے ایک چھوٹی سی عمارت پیپل کے ایک اونچے اور گھنے درخت کے نیچے نظر آئی۔

''یہ عمارت کیسی ہے پکھی؟''

''دھرم شالہ ہے مہاراج۔''

''یہ کیا ہوتا ہے۔ کوئی مندر؟''

''نہیں مہاراج۔ مسافروں کے آرام کے لئے ایسی جگہیں بنا دی جاتی ہیں تاکہ لمبے راستے چلنے والے مسافر دھوپ سے پناہ لے لیں۔''

''اوہو۔ یہ تو اچھی بات ہے۔ ہم بھی لمبے راستے کے مسافر ہیں۔ آؤ دھرم شالہ چلیں۔'' اور پکھی نے گردن ہلا دی۔

ہر مذہب میں بے پناہ اچھائیاں ضرور ہیں پروفیسر لیکن ان کے پیروان اچھائیوں کو مسخ کر دیتے ہیں۔ میں نے کوئی مذہب نہیں اپنایا لیکن ایک غیر متعلق شخص کی حیثیت سے جس مذہب کا بھی مطالعہ کیا اسے بہترین پایا۔ میرا تجزیہ کچھ یوں ہے۔ مذہب کو پھیلانے والے پوری طرح نیک ہوتے ہیں۔ یقیناً آسمانی قوتیں انہیں نیکیوں کا پیغام دیکر بھیجتی ہیں۔ وہ انسانی حقوق کی حفاظت کا سبق دیتے ہیں۔ گویا ان کا دیا ہوا سبق کسی طرح غلط نہیں ہوتا۔ لوگوں کے ذہن اگر اس سبق کو قبول نہ کریں، اگر اس میں اپنی بہتری محسوس نہ کریں تو اس طرف راغب کیوں ہوں۔ ہاں جب بہت سے لوگ مذہب کو اپنا لیتے ہیں تو اس کی حیثیت مشترک ہو جاتی ہے اور پھر یقیناً اس میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جن کی فطرت برائی کی طرف راغب ہوتی ہے۔ اگر وہ مذہب کے اصول پر چلتے رہیں تو ان کی فطرت بد کو تسکین کہاں سے ملے۔ چنانچہ وہ مذہب میں تحریف کرتے ہیں اور اپنی مرضی کے مطابق کچھ غلط اصول بنا کر انہیں مذہب کا نام دے دیتے ہیں۔ ان کی حیثیت، انکی چالاک فطرت کی وجہ سے کسی حد تک ممتاز

ہوتی ہے چنانچہ عقیدت میں ڈوبے ہوئے ان کے ہر قول کو صادق سمجھتے ہیں اور یوں ایک فعل بد کی ابتدا ہو جاتی ہے اور وہ ایک مذہبی جنون اختیار کر لیتی ہے۔ سوچنے والے مذہب پر سوچنے کو گناہ سمجھتے ہیں حالانکہ اتنی سی بات ہے کہ وہ مذہب کی بنیادی حیثیت کے بارے میں سوچ لیں۔ یہ سوچ لیں کہ مذہب انسانیت کو کسی طرح مجروح نہیں کرتا۔ وہ کسی ایسے فعل کی اجازت نہیں دیتا جو انسان کے لئے تکلیف دہ ہو۔ اس نے تو انسانیت کے لئے ہر قسم کا تحفظ مہیا کیا ہے۔ پھر اسے زندہ آگ میں جلانا کیا معنی رکھتا ہے۔ بتوں کے سامنے گردن کاٹ دینا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ خدا نے، بھگوان نے، انسانوں کو اس زمین پر اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ اپنے نام پر ان کی قربانی لیں۔ اگر وہ وجود فنا کرنا چاہتا تو اسے سانس ہی کیوں دیتا۔ ہر مذہب میں وہ قادر ہے تو قادر کسی کمزور شخص سے اپنے لئے کچھ کہاں طلب کرتا ہے۔ درختوں کے سائے میں بنی ہوئی یہ دھرم شالہ، دھرم کی صحیح عکاسی کرتی تھی۔ شدت سے تپتی ہوئی زمین پر چلنے والے کے لئے کوئی پناہ گاہ کتنی بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

ہم دھرم شالہ کے نزدیک پہنچ گئے۔ لکھوری اینٹوں کا ایک اونچا سا چبوترہ تھا۔ جس میں اوپر جانے کے لئے تین سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور اس کے ایک گنبد کے نیچے خاصا بڑا اور ٹھنڈا کمرہ تھا جس پر پیپل کے درخت چھاؤں کئے ہوئے تھے۔ کمرے کے ایک کونے میں پانی کے مٹکے رکھے ہوئے تھے اور عقب میں ایک اور گہرا کنواں تھا جس کے کنارے پانی نکالنے کا ڈول اور رسی موجود تھے۔

پھمی مشکوں کی طرف بڑھی، ناریل کے بنے ہوئے برتن سے اس نے پانی نکالا اور میری طرف دیکھنے لگی۔

''پانی پیو گے مہاراج؟''

''ضرور پھمی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آؤ پھر۔'' وہ بولی اور میں اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے ناریل کے برتن لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور پھمی حیرانی سے میری شکل دیکھنے لگی۔ تب مجھے پانی پینے کا وہ طریقہ یاد آیا جو بستی کی لڑکیوں نے کنویں پر مجھے بتایا تھا اور میں بیٹھ گیا۔ ہاتھوں کے پیالے میں پانی پینا، بہرحال اجنبی تھا اور مجھے ہر اجنبی چیز میں دلکشی محسوس ہوتی تھی۔ پھمی مٹکے سے پانی نکال نکال کر مجھے پلاتی رہی اور پھر میں کھڑا ہو گیا۔ تب اس نے برتن میرے ہاتھ میں تھما دیا اور خود سفید اور نازک ہاتھوں کا پیالہ بنا کر زمین پر اکڑوں بیٹھ گئی۔

''یہاں کون رہتا ہے پھمی؟'' میں نے پوچھا۔

''کوئی نہیں مہاراج۔ بس مسافر آتے ہیں، ٹھہرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔''

''مگر یہ پانی کون بھرتا ہے؟''

''ہر وہ مسافر جو یہاں آتا ہے۔ یہ دھرم کا کام ضرور کرتا ہے تاکہ دوسرے مسافر کو ٹھنڈا پانی مل جائے۔ ورنہ پیاس سے نڈھال ہو کر کہاں پانی بھرتے پھریں گے۔ ہاں پانی پینے کے بعد یہ کام ان کے لئے مشکل نہیں ہوتا۔''

''اوہو۔ تب ہمیں بھی اپنا یہ فرض پورا کرنا چاہئے۔''

''جو آگیا مہاراج۔''

اور پھر کنویں میں ڈول ڈال کر پانی نکالنے کا دلکش کھیل مجھے کافی پسند آیا۔ رسی چرخی سے بندھی ہوئی تھی لیکن وہ مٹکوں تک پہنچ جاتی تھی۔ میں نے تینوں مٹکے بھر دیے۔ کچھی ہر بار میرے پیچھے پیچھے جاتی تھی اور ہر بار واپس آجاتی تھی۔ پانی بھرنے کے بعد ہم ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

''تھک گئیں کچھی؟''

''ہاں مہاراج۔ میں گھوڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔''

''لیٹ جاؤ۔'' میں نے کہا اور کچھی بڑی سادگی سے زمین پر لیٹ گئی۔ ''کیا ہم اس دھرم شالہ میں رات بھی گزار سکتے ہیں؟''

''اگر رات ہو جائے تو...... وہ سامنے دیا رکھا ہے اور برابر میں تیل۔'' کچھی نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

میں کچھی سے چند گز کے فاصلے پر زمین پر لیٹ گیا۔ ہم دونوں خاموش تھے۔ کچھی نہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔ جب کافی دیر اسی طرح گزر گئی تو میں نے کچھی کو مخاطب کیا۔

''کیا سوچ رہی ہو کچھی؟'' اور کچھی نے میری طرف کروٹ بدل لی۔ اس نے اپنا ایک بازو سر کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ میرے سوال کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میری طرف دیکھتی رہی۔

''کس سوچ میں ہو کچھی؟''

''تمہارے بارے میں سوچ رہی ہوں مہاراج۔''

''اوہو... کیا؟''

''یہی کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو، میرے اوپر تمہیں اتنی دیا کیسے آگئی کہ تم نے سب سے جھگڑا مول لے لیا؟''

''بس کچھی، تمہاری زندگی تھی کہ میں وقت پر پہنچ گیا۔ تمہیں بچا کر مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔''

''ہائے رام۔ میں تو سوچ سوچ کر مری جاتی ہوں کہ آگ میں جا کر کیا ہوتا؟'' کچھی سادگی سے بولی۔

''تمہیں اپنے پتی سے پریم نہیں تھا؟''

''میں بتا چکی ہوں مہاراج، میں نے اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔''

''ایک اور بات پوچھوں کچھی؟''

''ہاں۔'' کچھی نے پوری طرح میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔

''تم نے کسی اور سے بھی پریم نہیں کیا؟''

''نہیں مہاراج۔'' کچھی نے شرم سے منہ دوسری طرف کر لیا۔ ''یہ پاپ ہے۔''

''پریم پاپ ہے؟''

''جو اپنا پتی نہ ہو تو اسی نگاہوں سے دیکھنا پاپ نہیں ہوتا تو اور کیا ہے۔ پہلے پھیرے ہوتے ہیں پھر پریم۔''

کیسی انوکھی بات تھی پروفیسر، یہ کیسی دلکش، کیسی اجنبی، میں نے بیشمار عورتیں دیکھی تھیں۔ بے شمار عصمت مآب لڑکیاں میری آغوش تک چلی آئی تھیں۔ بلاشبہ وہ میری تھیں۔ مجھ سے پیار کرتی تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنا مان لیا تھا لیکن یہ تصور ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔ یہ مشرق بول رہا تھا اور مشرق کی یہ آواز مجھے بے حد پسند آئی تھی۔ اس قدر کہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔ کچھی بھی ایکدم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''کچھی۔ اگر میں تم سے پریم کروں تو۔؟''

اور کچھی کی پیشانی پر پسینے کے قطرات ابھر آئے۔ اس کی آنکھوں میں شرم کے ساتھ ہلکی سی وحشت بھی نمودار ہوگئی تھی۔

''نہیں مہاراج۔ نہیں۔ ہم مجبور ہیں۔ ہماری بے بسی مانو۔ ایسا نہ کرو مہاراج۔ ہمیں ہاتھ نہ لگاؤ۔''

''ارے نہیں کچھی۔ میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرنا چاہتا۔ تم غلط سمجھی ہو۔'' میں جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ کچھی کی بات نے مجھے شرمندہ کر دیا تھا۔

''ہم تو جیون کی بازی ہار چکے تھے مہاراج۔ تم نے ہمیں نیا جیون دیا ہے تو ہماری آتما بھی زندہ رہنے دو۔ پاپ کر کے ہماری آتما مر جائے گی۔'' کچھی بولی۔

''ٹھیک ہے کچھی۔ تو مجھے پیاری لگتی تھی، تو میں نے یہ بات کہہ دی، ورنہ۔ خیر، تو اب فکر نہ کر۔ میں تیری روح کو زخمی نہیں کروں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔'' میں نے بڑے عزم سے کہا۔ میں نے سوچ لیا تھا پروفیسر کہ یہ لڑکی صرف رحم کرنے کے لئے ہے، اسے مجبور نہیں بنایا جا سکتا۔

شام ہوگئی۔ تب میں کچھی کے لئے خوراک کی تلاش میں نکلا اور اس سرسبز علاقے میں خوراک تلاش کرنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں ہوئی لیکن کوئی شکار نہیں مل سکا تھا اور یہ اچھا ہی ہوا۔ کیونکہ بعد میں مجھے معلوم ہوا تھا کہ یہ لوگ گوشت کھانا گناہ سمجھتے ہیں۔ کچھ پھل، ترکاریاں اور ناریل مل گئے جو میں نے کچھی کو پیش کر دیئے۔ کچھی کے انداز میں ہلکی سی جھجک پیدا ہوگئی تھی۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے سمجھے بوجھے بغیر یہ قدم اٹھا لیا۔ بہرحال اب میں اپنے رویے سے ہی اس کے دل سے بات نکال سکتا تھا۔

رات ہوئی تو کچھی نے دیا جلا دیا اور رات کو تھوڑے سے پھل کھا کر سونے کی ٹھہری۔ ''میں باہر چبوترے پر سو جاؤں گا کچھی، تم اندر دروازہ بند کر لو۔'' میں نے کہا اور کچھی چونک کر مجھے دیکھنے لگی، پھر وہ آہستہ آہستہ میرے نزدیک آئی۔ اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔

''آپ ہماری باتوں کا برا مان گئے مہاراج۔؟'' اس نے ایک سسکی لے کر کہا۔

''ارے۔ نہیں کچھی۔ کیوں؟ یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا۔؟'' میں نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

''ہم نے آپ کا اپمان کیا ہے۔''

''وہ کس طرح۔؟''

''ہم آپ پر شک نہیں کرتے مہاراج۔ آپ مہان ہیں۔ ہم بھول گئے تھے، ہمارا تو جیون ہی آپ کا ہے، ورنہ ہم تو دکھ میں جل چکے

ہوتے۔ہم آپ کی داسی ہیں مہاراج ہمیں شما کر دیں۔"

"نہیں پچھی۔تم مہمان ہو۔تم اپنی آبرو پر مرتی ہو۔میں تمہاری دل سے عزت کرتا ہوں۔"

"پھر آپ باہر چبوترے پر نہ سوئیں۔"

"نہیں سوؤں گا تم منع کرتی ہو تو۔"

"ہمیں ڈر بوہت لگتا ہے مہاراج۔"

"ٹھیک ہے پگلی کہیں کی۔میں یہیں سوؤں گا۔چلو دروازہ بند کر دو اور لیٹ جاؤ۔" میں نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا اور پچھی آنسو خشک کرتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ گئی اور پھر وہ اسی جگہ لیٹ گئی جہاں پہلے لیٹی تھی۔

دھرم شالہ کا ماحول بے حد سنسان تھا۔بلاشبہ کوئی کمزور دل انسان یہاں نہیں سو سکتا تھا۔میری تو خیر بات الگ تھی لیکن پچھی جیسی معصوم سی لڑکی کے لئے تو میری موجودگی میں بھی یہ ماحول خوفناک تھا۔بہرحال دیے کی روشنی تھی اس لئے زیادہ خوف کی بات نہیں تھی۔میں اس سے تھوڑے فاصلے پر لیٹ گیا۔پچھی خاموش تھی۔میں نے بھی اب اسے پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی۔نہ جانے بے چاری کب سے جاگ رہی ہوگی۔ظاہر ہے اپنے اس نادیدہ شوہر کی موت کے بعد اسے اپنی موت کا بھی یقین ہو گیا ہوگا اور موت کے خوف کے بعد سونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور تھوڑی دیر بعد میری آنکھوں میں غنودگی ابھر آئی اور میں پھر حسب معمول ماحول سے بے خبر ہو گیا۔گویا سو گیا۔عارضی نیند،اور نہ جانے کب تک سوتا رہا تھا،نہ جانے چاند نے آسمان پر کتنا سفر کیا تھا،اچانک میری آنکھ کھل گئی۔کوئی میرا بدن ٹٹول رہا تھا اور پھر پچھی کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مہاراج۔سو گئے مہاراج۔" میں نے کمرے میں پھیلے ہوئے اندھیرے کو محسوس کیا۔بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ایک لمحے کے لئے میں کچھ نہ بول سکا۔میں سوچ رہا تھا.... کیا پچھی کے اندر کی عورت جاگ اٹھی ہے۔کیا رات کی تنہائی میں تھوڑے فاصلے پر سوتے ہوئے مرد کے احساس نے اسے برانگیختہ کر دیا ہے۔ایک لمحے کے اندر میرے اندر کا مرد بھی جاگ اٹھا۔پچھی۔ایک کمسن جوانی،گلاب کی ان چھوئی کلی۔تازہ تازہ شباب کی خوشبو میں بسی اور میں،طویل پیاس سے بے صبر۔عورت کے قرب سے ترسا ہوا......ایک لمحے کے لئے میرا دل چاہا پچھی کو خود پر کھینچ لوں......اور...... مشرق کی اس کلی کا سارا رس چوس لوں لیکن شکر ہے اس بار بھی میں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔

"دیے کا تیل ختم ہو گیا ہے مہاراج۔اندھیری چھا گئی ہے۔ہمیں ڈر لگ رہا ہے مہاراج۔" پچھی کی آواز میں کسی خوفزدہ بچے کی سی کپکپاہٹ تھی۔

اور ایک بار پھر میرے ذہن کو زبردست جھٹکا لگا۔اف۔تو یہ بات ہے۔اگر اس بار بھی میں جلد بازی سے کام لے جاتا تو پھر اس لڑکی کی زندگی بچانے کا کیا فائدہ ہوتا۔میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔میرے ذہن پر کئی ساعت سنسناہٹ رہی۔پچھی بدستور مجھے پکار رہی تھی۔تب میں نے جاگنے کا اظہار کیا۔

''کیا بات ہے پچھی۔ کیا ہو گیا۔؟'' میں نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ نہایت آہستہ سے۔ ایسی گرفت کی میں نے اس کی کلائی پر کہ اسے ذرا بھی جارحیت کا احساس نہ ہو اور پچھی میرے سینے سے آ لگی۔

''دیا بجھ گیا ہے مہاراج۔ ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔ باہر سیار بول رہے ہیں۔ ان کی آواز سے ہمیں بچپن سے ڈر لگتا ہے۔''

''ارے پگلی کہیں کی۔ آ میرے پاس لیٹ جا۔'' میں نے اسے کھینچ لیا۔ اس کا سر بازو پر رکھ دیا۔ باقی بدن کو میں نے اس کے بدن سے مَس نہ ہونے دیا تھا۔

پچھی کئی منٹ تک ساکت لیٹی رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اسے مجھ سے خطرہ نہیں ہے تو وہ آہستہ سے بولی۔ ''آپ سو گئے تھے مہاراج۔؟''

''ہاں۔ گہری نیند۔'' میں نے جواب دیا۔ وہ میرے بازو کا تکیہ بنائے لیٹی تھی اور میں نے اپنے جذبات میں ضبط کا بند باندھ دیا تھا۔ اس کے بدن کی سوندھی سوندھی خوشبو میرے روح کو جھنجھوڑ رہی تھی لیکن میرا بدن سرد ہو گیا تھا۔

''ہم تو ایک پل نہ سوئے۔'' وہ بولی۔

''تو نا ئک ہے نا...... زمین چبھ رہی ہوگی۔؟'' میں نے ہلکی سی ہنسی سے کہا۔

''یہ بات نہیں مہاراج۔''

''پھر کیا بات ہے۔؟''

''آنکھیں بند کرتے ہیں تو برے برے سپنے آنکھوں میں گھس آتے ہیں۔''

''اور۔ کیسے سپنے۔؟''

''بس کیا بتائیں مہاراج۔ بڑے ڈراؤنے سپنے ہوتے ہیں۔'' پچھی گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولی۔ میں انتظار کرتا رہا کہ شاید وہ مجھے کچھ بتائے مگر وہ خاموش رہی۔ تب میں نے بھی اس سے کچھ نہ پوچھا۔ ہاں تھوڑی دیر کے بعد کہا۔

''اب تو آرام سے سو جا پچھی۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جاگ رہا ہوں۔'' پچھی نے میری اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش لیٹی رہی اور جب وہ کافی دیر تک کچھ نہیں بولی تو میں نے سوچا شاید وہ سو گئی۔ چنانچہ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ ویسے مجھے کافی بے چینی ہو گئی تھی اور میں خود کو پرسکون کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے جذبات کو سرد کیا۔۔ پچھی سچ مچ سو گئی۔ پہلے اس نے میری طرف کروٹ بدلی، پھر اس کا ہاتھ میرے گردن میں آ گیا۔ پھر ایک پاؤں اٹھا کر اس نے میرے اوپر رکھ دیا اور اب وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح مجھ سے چمٹی گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

میں نے ایک طویل سانس لی۔ جس قدر سکون ہوا تھا وہ پھر غارت ہو گیا، لیکن میں کسی طور اس بھولی لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنے ذہن، ماضی کی طرف موڑ دیا اور یہ تدبیر کارگر رہی۔ خیالات کی تصویریں مجھے کہیں سے کہیں لے گئیں اور پچھی کے بدن کے لمس کو بھول گیا اور اس طرح ایک بار پھر میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

آنکھیں کھلی تو پھمی مجھ سے اتنی ہی دور کروٹ لئے لیٹی تھی جتنی وہ رات کو تھی اس کی نگاہیں میرے چہرے پر تھیں اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چپکی ہوئی تھی۔ میرے آنکھیں کھولتے ہی اس کے چہرے پر شرم کی چادر آ پڑی اور اس نے پلکیں جھکا لیں۔ میں بھی مسکرا دیا۔ یقیناً پھمی جاگ ہوگی تو اس نے خود کو اسی حالت میں پایا ہوگا، جس میں وہ سونے میں آئی تھی اور...... اور اس کے بعد...... لیکن ابھی میں اس سے مخاطب بھی نہیں ہوا تھا کہ اچانک دروازے پر بادل گرجنے لگے۔ بڑے زور زور سے دروازہ پیٹا جا رہا تھا۔ پھمی خوف سے اچھل پڑی اور میں بھی جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

''اندر کون ہے؟ دروازہ کھولو...... دروازہ کھولو...... اندر کون ہے۔؟'' بھاری سی آواز سنائی دی۔ کچھ فاصلے سے بہت سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں بھی سنائی دی رہی تھیں۔

☆......☆......☆

پھمی کے چہرے پر خوف کے گہرے سائے نظر آنے لگے۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس کی شکل دیکھی اور پھر اسے اپنے قریب کھینچتے ہوئے کہا۔

''ڈر رہی ہے پھمی۔''

''نہ جانے کون ہے مہاراج۔'' پھمی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

''کوئی بھی ہو پھمی تو خوفزدہ مت ہو۔ ویسے میرا خیال ہے تیری بستی کے لوگ ابھی باز نہیں آئے۔ انہوں نے یہاں تک ہمارا پیچھا کیا ہے۔ یقیناً اب وہ کوئی اور شعبدہ لے کر آئے ہوں گے لیکن اس بار میں انہیں معاف نہیں کروں گا۔ اس بار میں انہیں ایسا سبق دوں گا کہ پھر وہ دوبارہ میری طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے۔''

''دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا۔'' باہر سے پھر آواز آئی۔

''تو اطمینان سے دروازہ بند کر لے پھمی۔ باہر جو کھیل ہوگا اسے تیرا نہ دیکھنا اچھا ہے۔''

پھمی نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''بھگوان تمہاری سہائتا کرے مہاراج۔'' وہ بولی اور میں اس کا شانہ تھپک کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں نے دروازہ کھولا اور طوفان کی طرح باہر نکل گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے کچھ لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ یہ لمبے لمبے اور گھٹے ہوئے سر کے، بڑی بڑی مونچھوں والے تین آدمی تھے۔ ان کے پیچھے بیس پچیس آدمی کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں برچھے، گنڈاسے اور بھالے تھے۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ یہ لوگ بلاوجہ مجھے پریشان کر رہے تھے۔ میں کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے۔ وہ تینوں بھی سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہے تھے۔

''کون ہو تم؟'' میں نے گرجدار آواز میں پوچھا۔

''دھرم سیوک۔ تجھے پاپ کی سزا دینے آئے ہیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''کیا چاہتے ہو؟''

''پھمی کو ہمارے حوالے کر دے۔''

''کیوں؟''

''اسے ستی کیا جائے گا۔''

''اس کا باپ کہاں ہے؟''

''اس نے دھرم سے بغاوت کی تھی۔ اسے قید کرلیا گیا ہے۔''

''کس کے حکم سے۔'' میں نے گرج کر پوچھا۔

''مہاراج ادھیراج جے راج کے حکم سے۔''

''جے راج کہاں ہے؟''

''باہر ہاتھی پر بیٹھے ہیں۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ تم دونوں کو رسیوں سے باندھ کر ان کے سامنے لایا جائے۔''

''اور تم مجھے لینے آئے ہو؟''

''ہاں۔ پچھی کو باہر لاؤ۔'' وہ ڈپٹ کر بولا۔

''تم آگے آؤ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا اور وہ دوسروں کی شکل دیکھنے لگا پھر آگے بڑھ آیا۔

''تم اس معصوم سی لڑکی کی جان کے دشمن کیوں بن گئے ہو؟''

''اس کا پتی مر چکا ہے اور اب اسے اپنے پتی کی راکھ کے ساتھ ہی راکھ بننا ہوگا۔ پورے سنسار میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمارا دھرم یہی کہتا ہے اور ہم دھرم سیوک ایسا کر کے رہیں گے۔''

''کیا تمہیں گرنتھ ناتھ کا حشر نہیں معلوم۔''

''ہم موچی ماتا کے پجاری ہیں۔ تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''تو سنو دوستوں۔ میں اب پچھی کا محافظ ہوں۔ اس لڑکی کی زندگی کے لئے میں تم سب کو قتل کرسکتا ہوں۔ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے سب سے پہلے میں تمہیں پچھی کے نام پر قربان کرتا ہوں۔'' میں نے لپک کر اس کی گردن پکڑ لی۔ حالانکہ وہ بھی خاصا قد آور تھا لیکن تم جانتے ہو پروفیسر...... میں کیا تھا۔ میری اب بھی یہی خواہش تھی کہ وہ لوگ واپس چلے جائیں اور منہ نہ لگیں۔ اس لئے میں اس پہلے شخص کو ایسی موت مارنا چاہتا تھا کہ انہیں عبرت ہو۔ گردن سے پکڑے ہوئے شخص کو میں نے آسانی سے الٹا کردیا اور اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں۔ اور پھر میں نے اسے درمیان سے چیر دیا۔ اس کے اڑتے ہوئے لہو نے میرا لباس خراب کردیا۔ اس کی آخری چیخیں بے حد بھیانک تھیں۔

لیکن مذہب کے نام پر آنے والے پاگل جوش میں آگئے۔ دونوں آدمی وحشیانہ انداز میں میری طرف بڑھے اور میرے گرز نما گھونسوں نے ان کے بھیجے نکال دیئے۔ احاطے میں کھڑے ہوئے لوگوں نے جوان تینوں کو مرتے دیکھا تو وہ دیوانہ وار اپنے اپنے ہتھیار میرے اوپر تاک کر پھینکنے شروع کردیئے۔ بہت سے نیزے، تیشے میرے بدن سے ٹکرائے اور نیچے گر پڑے۔ تب میں نے ان میں سے دو بھاری تیشے اٹھائے اور آگے بڑھا۔

جن لوگوں نے اپنے ہتھیار میرے اوپر پھینک مارے تھے وہ نہتے ہو کر پیچھے ہٹ گئے اور ہتھیار بند میرے مقابلے پر آ گئے۔ تب میرے دونوں ہاتھ کام کرنے لگے۔ ایک بار پھر مجھے قتل عام کا ناگوار فرض انجام دینا پڑا لیکن میں نے خود دعوت تو نہیں دی تھی۔ جب وہ مرنے آ ہی گئے تھے تو پھر میں ان کی خواہش کیوں نہ پوری کرتا۔۔۔۔ چنانچہ آن کی آن میں، میں نے احاطے میں گھس آنے والوں کی گردنیں ان کے شانوں سے جدا کر دیں۔ ان کے اعضا ان کے جسموں سے علیحدہ کر دیئے۔

مرنے والے چیخ رہے تھے۔۔۔۔ تڑپ رہے تھے۔۔۔۔ سرد ہو رہے تھے اور باہر کے لوگوں کو اطلاع مل چکی تھی کہ اندر جنگ شروع ہو گئی ہے لیکن وہ اس بات کے منتظر تھے کہ ابھی تھوڑی دیر کے بعد ان کے آدمی میری اور رنجنی کی لاشیں لئے باہر آئیں گے۔۔۔۔ اور ہم دونوں کو آگ کی نذر کر دیا جائے گا۔

لیکن دھرم شالہ کے احاطے سے میں برآمد ہوا اور میرے دونوں ہاتھوں میں تیشے تھے جن سے خون دھاروں کی شکل میں بہہ رہا تھا اور میرے پورے کپڑے خون میں ڈوبے ہوئے تھے۔

''دیوانے جے راج۔ میں نے ان سب بہادروں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ جو اندر آئے تھے۔ کیا تو واپس جائے گا یا تیری بھی موت آئی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا۔

باہر والے چیخ پڑے تھے اور پھر ان کی چیخوں کے درمیان جے راج کی آواز گونجی۔ ''مار ڈالو۔۔۔ گھوڑوں سے روند ڈالو اسے۔۔۔ ایک ایک بوٹی کر دو۔۔۔۔ مارو۔۔۔۔ مارو'' اور گھوڑے میری طرف دوڑے۔ لیکن ان کی پہنچ صرف میرے قریب تک تھی اور اس کے بعد تیشوں کی کاٹ تھی جو گھوڑوں کی مضبوط ٹانگوں کو موم کی طرح کاٹ رہے تھے۔ ان پر بیٹھے ہوئے سوار اپنے اپنے ہتھیاروں سے حسب توفیق میرے بدن پر حملے کر رہے تھے۔ اور ان حملوں کا نتیجہ دیکھنے کے قابل نہیں رہتے تھے کیونکہ اوندھے منہ گرتے اور پھر میرے تیشے ان کے بدن کو کسی بھی جگہ سے دو حصوں میں تقسیم کر دیتے۔ اب ظاہر ہے اس افراتفری کے عالم میں، میں یہ دیکھ کر تو حملہ نہیں کر سکتا تھا کہ تیشے کی دھار بدن کے کونسے نرم حصے کو تلاش کرے۔ ہاں میری سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ کوئی گھوڑ سوار دھرم شالہ کے بڑے دروازے سے اندر داخل نہ ہو سکے اور اسی خیال کے تحت میں نے دروازے سے زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

جے راج کو شاید اپنی بینائی پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ آنکھیں مل مل کر دیکھ رہا تھا کہ اس کے سورما ہتھیار تول کر جاتے ہیں اور بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے گھوڑے میرے بدن کو ریزہ ریزہ کر دیں گے لیکن میں یونہی کھڑا نظر آتا اور گھوڑوں کے بدن کے حصے مضحکہ خیز انداز میں اچھلتے نظر آتے۔

اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی بینائی اسے دھوکہ نہیں دے رہی تو پہلے اس پر حیرت کا حملہ ہوا اور پھر خوف و دہشت کا۔ لیکن دوسری صورت حال بھی دلچسپ تھی۔ گھڑ سواروں کی درگت بنی تھی اسے دیکھ کر پیادوں نے عبرت پکڑی اور جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا۔۔۔ لیکن چالاک لوگ اس خاموشی سے بھاگے تھے کہ جے راج کو خبر ہی نہیں ہوئی۔ اسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ اب اس کی فوج صرف تین آدمیوں پر مشتمل ہے۔ ایک

ہاتھی بان اور وہ اس کے ملازم خاص۔ جو اس کے عقب میں موجود تھے اور ہاتھی پر سوار تھےل کے فرائض بھول کر اب اپنی زندگیوں کی فکر میں تھے۔

ہاں سواروں نے بہادری سے جان دے دی تھی اور اب صرف وہ تھے جو میرے قریب آنے کی بجائے ادھر ادھر بھاگ نکلنے کی فکر میں تھے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

میرے سامنے اب کوئی مقابل نہیں رہا تھا چنانچہ میں آگے بڑھا۔ پیادہ فوج کے سپاہی اب کافی دور نکل گئے تھے۔ مجھے چونکہ غصہ تھا اس لئے میں جے راج کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا تھا چنانچہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

''نیچے اتر جے راج..... کیا سوچ کر میرے سامنے آیا تھا... نیچے اتر میں تجھے اس دلیری کا مزا چکھانا چاہتا ہوں۔'' میں نے تیشہ ہلاتے ہوئے کہا۔

''حملہ کرو..... قتل کرو....'' جے راج دانت بھینچ کر چیخا لیکن جانے اس نے کس سے یہ جملے کہے تھے۔ کوئی نہ آگے بڑھا تو اس نے پلٹ کر دیکھا اور اب تو وہ بری طرح بدحواس ہو گیا۔

''ہاتھی..... ہاتھی چڑھا دو..... ہاتھی چڑھا دو اس پر۔'' اس نے خوفزدہ آواز میں کہا اور مہاوت نے ہاتھی کو اشارہ کیا۔ خوفناک جانور سونڈ اٹھا کر چنگھاڑتا ہوا میری طرف لپکا اور میں نے تیشہ سنبھال لیا۔

وار تو میرے ہوتے ہی جچے تلے تھے۔ ہاتھی کی سونڈ کا ایک بڑا ٹکڑا علیحدہ ہو گیا اور خوفناک جانور نے ایک بھیانک چیخ ماری اور اس کے بعد اس نے ہودا نیچے پھینک دیا اور پلٹ کر بھاگ نکلا۔ نیچے گرنے والے عجیب بے ترتیبی سے گرے تھے لیکن میرے اوپر خون سوار تھا۔ میں نے ان کو ترتیب سے سلا دیا۔ جے راج کی گردن اچھل کر دور جا گری اور باقی تینوں افراد کے اعضا بھی میں نے ترتیب سے علیحدہ کر دیئے۔ اب کوئی نہیں رہا تھا۔ ہاں کچھ زخمی گھوڑے ضرور تھے جو اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے اور ان کی اس کوشش سے خاصی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔ کچھ انسانی بدن جو جاندار تھے، ابھی تک اچھل رہے تھے۔

میں نے جلتی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر میرا گرم ذہن سرد ہونے لگا۔ جب کوئی مقابل ہی نہ ہو تو پھر غصہ باقی رکھنے سے کیا فائدہ۔ میں نے دونوں تیشے پھینک دیئے۔ سارے کپڑے پھر خراب ہو گئے تھے اور اس بار خون کے بڑے بڑے چکتے جم گئے تھے۔

پھمی کمزور دل ہے۔ کیا وہ مجھے اس عالم میں دیکھ سکے گی؟ میں نے سوچا۔ بہر حال مجبوری تھی۔ مرنے والوں کے لباس بھی اس قابل نہیں رہے تھے کہ میں انہیں استعمال کرتا۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا اور پھر میں واپس دھرم شالہ کے اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں پھمی موجود تھی۔

میں نے دروازے پر دستک دی لیکن اندر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ تب میں نے آواز دی۔ ''پھمی۔'' اور ایسا لگا جیسے پھمی دروازے کے پاس ہی کھڑی ہو اور زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ پھمی بے اختیار باہر نکلی لیکن مجھے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ پھر اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف ابھر آیا اور پھر وہ بڑی دلدوز آواز میں چیخی۔

''ہائے رام......ہائے رام......ہائے رام......مار ڈالا نا......ہائے رام۔'' اور وہ میرے خون آلود بدن کی پرواہ کئے بغیر مجھ سے لپٹ گئی۔ بے وقوف......سمجھی تھی کہ میں بس لب دم ہوں......آخری بار اس سے ملنے آیا ہوں۔ وہ بلک بلک کر رو رہی تھی۔ ''نہیں......نہیں......تم نہیں مرو گے......تم نہیں مرو گے......اب تو سارے سنسار میں تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ ہے بھگوان ہمیں کونسے پاپ کی سزا دے رہے ہو۔'' اس کی آواز ایسی دردناک تھی کہ میں بہت متاثر ہوا۔ اور میں نے اسے خود سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

''پچھی۔ پچھی۔ میں مر نہیں رہا۔''

''ہائے رام۔ تمہارے تو سارے بدن سے خون نکل رہا ہے۔''

''یہ خون میرا نہیں ہے پچھی۔'' میں نے کہا۔

''ایں؟'' وہ چونک کر مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔

''ہاں پچھی۔ یہ خون میرا نہیں ہے۔''

''پھر کس کا ہے؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''ان کا جنہیں میں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی۔ نہ مانے اور میرے ہاتھوں مارے گئے۔''

''دشمن......دشمن بھاگ گئے۔ بیری بھاگ گئے؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''ہاں۔ جنہیں جان پیاری تھی وہ بھاگ گئے۔ جے راج نہ جانے کیا سوچ کر آیا تھا۔ انوکھے سورما ہیں یہ لوگ۔ ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لئے پوری فوج لائے تھے لیکن بہرحال......جے راج مرنے کے بعد بھی یاد رکھے گا۔''

''تو کیا جے راج بھی آیا تھا؟''

''ہاں۔''

''بھاگ گیا پاپی۔''

''بھاگ کر کہاں جاتا پچھی۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اسے اچھا سبق دوں گا۔''

''پھر......پھر......کیا ہوا۔'' پچھی نے منہ پھاڑ کر پوچھا۔

''گردن علیحدہ پڑی ہے بدبخت کی۔''

''بھگوان کی سوگند۔ پاپی مارا گیا۔'' پچھی بچوں کی طرح خوش ہو کر بولی۔

''تمہیں اس کی موت سے خوشی ہوئی پچھی۔؟''

''میں ہی کیا......جسے پتہ چلے گا خوش ہو گا۔''

''اوہو......کیوں؟''

''ارے بڑا ہی پاپی تھا راکھشس ...... نہ جانے کتنے جیون چھین لئے تھے اس نے..... مگر..... مگر تو نے اسے کیسے مار ڈالا...... اس کے ساتھ تو بہت سے لوگ ہونگے۔''

''ہاں تھے۔''

''پھر ..... انہوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔''

''جو عقلمند تھے بھاگ گئے۔ جنہوں نے بہادری دکھانے کی کوشش کی مارے گئے۔''

''ہائے رام... مگر تم تو اکیلے تھے۔''

''اکیلا تو نہیں تھا۔''

''ارے..... تو پھر کون تھا تمہارے ساتھ؟'' پچھی تعجب سے بولی۔

''پچھی تھی۔ میں نے سوچا۔ یہ سب پچھی کے دشمن ہیں۔ اس کے کومل بدن کو آگ میں جلا دینا چاہتے ہیں بس میں نے پچھی کا جیون بچانے کے لئے ان سب کو مار ڈالا۔''

''ہائے۔'' پچھی نے آنکھیں بند کیں اور دوبارہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اس نے میرے گندے بدن سے بھی گھن نہیں کھائی تھی۔ اس بار وہ کافی دیر تک مجھ سے لپٹی رہی پھر بولی۔ ''مگر تمہارے تو سارے کپڑے خراب ہو گئے؟''

''ہاں پچھی۔''

''تمہارے بدن سے خون بھی نکلا ہوگا؟''

''ہوسکتا ہے۔''

''ارے تو پھر میں کیا کروں؟'' وہ پریشانی سے بولی۔

''تم پریشان کیوں ہوتی ہو پچھی۔ دیکھو تو...... تم نے اپنی ساڑھی بھی خراب کر لی۔'' میں نے اس کی ساڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے سمجھا تھا، میں نے سوچا تھا کہ تم گھائل ہو گئے ہو۔'' وہ شرماتے ہوئے انداز میں بولی۔

''اور..... اگر سچ مچ میں گھائل ہو کر مر جاتا تو؟''

''تو ہم بھی پران دے دیتے۔''

''کیوں..؟''

''پھر ہم جی کر کیا کرتے۔ تم نے ہی ہمارا جیون بچایا ہے۔ اب سنسار میں تمہارے بنا ہمارا ہے ہی کون۔ ہم جیتے تو ہمارے بیری کہیں نہ کہیں سے ہمیں تلاش کر کے مار ڈالتے۔'' پچھی ایک سسکی لے کر بولی۔

''تجھے کوئی نہیں مار سکتا پچھی۔ کوئی بھی نہیں۔ تو اپنے جیون کی چنتا چھوڑ دے۔'' میں بھی ان کی زبان کے کچھ الفاظ بولنا سیکھ گیا تھا اور پچھی

عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگی پھر بولی۔

''اب کیا کریں مہاراج؟''

''بس چلیں گے یہاں سے۔ اب کون آئے گا۔''

''مگر تمہارے کپڑے؟''

''ہاں..... میں بھی انہی کی وجہ سے پریشان ہوں۔''

''میں کنوئیں پر دھو دوں مہاراج۔'' اس نے کہا۔

''صاف نہیں ہوں گے پچھی۔ بڑے پاپیوں کا خون ہے۔''

''پھر بھی ایسے تو ہو ہی جائیں گے کہ.....''

''لیکن میں کیا پہنوں گا پچھی؟''

''تم..... تم ایسا کرو..... اندر کمرے میں چلے جاؤ۔ وہاں سے کپڑے اتار کر مجھے دے دو۔ میں ڈول سے پانی کھینچ کر انہیں دھو دوں گی اور پھر سوکھنے کو ڈال دوں گی۔''

''تمہیں تکلیف ہوگی پچھی۔''

''نہیں مہاراج۔ تمہارے کام میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔''

''جیسی تمہاری مرضی۔'' میں نے کہا اور پھر پچھی کے کہنے کے مطابق میں نے جا کر لباس اتار دیا۔ خون آلود کپڑے بڑے ہی گندے تھے۔ میں نے لباس پچھی کے حوالے کر دیا اور پچھی اسے لیکر چلی گئی۔ میں نے دھرم شالہ کی زمین پر بیٹھ کر دیوار سے ٹیک لگائی اور اس دلچسپ سین کے بارے میں سوچنے لگا۔

یہ جو کچھ ہوا تھا میرے لئے تعجب خیز نہیں تھا۔ درجنوں بار، بے شمار لوگ میرے ہاتھوں سے مارے گئے تھے۔ وجوہات مختلف تھیں لیکن میں اس ہندی دوشیزہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس عورت کی نسائیت بھرپور ہے لیکن ابھی وہ بدن کے تقاضوں سے ناواقف ہے۔ ابھی اس نے مرد کی قربت سے لطف اندوز ہونا نہیں سیکھا۔ بہرحال ابھی وہ خوف کی منزل میں ہے۔ اس کے ذہن سے خوف دور ہو جائے۔ پھر وہ ایک عمدہ ساتھی ہوگی۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پھر باہر میں نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ محسوس کی۔ دھرم شالہ کی کوٹھری تو ویسے ہی تاریک تھی۔ تھوڑی دیر تک بجلی بھی بادل ہو رہے تھے۔ ممکن ہے بارش ہونے والی ہو..... میں نے کوٹھری کا دروازہ تھوڑا سا کھولا اور باہر کا منظر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

ابھی سورج نکلے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی لیکن بادلوں کے عفریت نے روشنی نگل لی تھی۔ اندھیرا پھیل گیا تھا اور بجلیاں زور زور سے کڑک رہی تھیں اور پھر اچانک کہیں بجلی گری۔ خوفناک کڑاکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پچھی کی چیخ بھی سنائی دی۔ لیکن یہ چیخ دروازے کے پاس سے ہی ابھری تھی۔

''کچھی۔''میں نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اسے آواز دی۔ میری آواز کے ساتھ ہی بجلی پھر زور سے کڑکی۔ اس بار پھر کڑاکا زبردست تھا تبھی کچھی کی چیخ بھی ابھری اور پھر وہ میرے اوپر آگری۔ میں نے اسے گرنے سے روکا تھا لیکن تاریکی میں میرے ہاتھوں اور بدن کے دوسرے حساس حصوں نے محسوس کیا کہ کچھی کا بدن بھی پردے سے عاری ہے۔ اس کے بھیگے بدن کے گداز حصے میرے بدن سے ٹکرائے اور میری کنپٹیوں میں خون ٹھوکریں مارنے لگا۔

کچھی کا لباس بھی بدن پر نہیں تھا۔

میں ایک لمحے کے لئے ساکت ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کچھی لباس سے عاری کیوں ہے؟ ایک بار پھر میرا ذہن بھٹکنے لگا لیکن اس وقت کچھی کی سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اندر چلیں مہاراج۔ بھگوان کے لئے اندر چلیں۔''

''ایں۔''میں چونک پڑا۔ کچھی کے آتشیں بدن کی گرمی ابھی تک میرے بدن میں سرایت کر رہی تھی۔

''اندر چلیں مہاراج۔''

''کیوں۔؟''میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہمیں...... ہمیں بجلی سے بڑا ڈر لگتا ہے۔ ہمیں شما کر دیں مہاراج۔ پر ہم کیا کریں۔''

''اوہ۔''میں نے خود کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ یہ تو ٹھیک نہیں تھا۔ میں، چھچھورے انسانوں کی طرح اس کے بدن کے بارے میں سوچنے لگا ہوں۔ میں نے اس مظلوم کی زندگی بچائی ہے۔ پھر کیوں میں اسے ہوس کی بھینٹ چڑھانے پر تیار ہوں۔ ...... یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ ...... یہ تو خلاف ظرف ہے۔

چنانچہ میں سنبھل گیا۔''آؤ کچھی۔ تم بہت ہی معصوم ہو۔''

''ہمیں شما کر دیں مہاراج۔ ہم بہت دل کڑا کرنے کی کوشش کرتے رہے پر جب بجلی زور سے چمکی تو ...... تو ہم......''کچھی سہمی ہوئی آواز میں بولی اور اس آواز میں جذبات کا کوئی عنصر نہیں تھا۔ وہ صرف خوف کی آواز تھی۔ ایک سہمی ہوئی بچی کی آواز۔

میں اسے کوٹھری میں لے آیا۔''دروازے کے پاس کیوں کھڑی تھیں؟''میں نے پوچھا۔

''ایں۔''وہ جیسے چونک پڑی اور پھر تڑپ کر مجھ سے جدا ہو گئی۔ تاریکی میں وہ اپنا بدن چرا رہی تھی۔ پھر وہ جلدی سے بیٹھ کر گٹھری بن گئی۔

''ڈر لگ رہا تھا تو اندر کیوں نہیں آ گئیں؟''

''وہ...... ہماری...... ہماری دھوتی۔''

''کیا ہوا اسے۔؟''میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ویسے میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا تا کہ وہ اپنی برہنگی کے احساس سے شرمندہ نہ ہو۔

''اس پر بھی خون کے دھبے لگ گئے تھے۔''

''اوہ..... ہاں..... جب تم میرے خون آلود بدن سے چمٹی تھیں۔''

''ہاں مہاراج۔ آپ کے کپڑے دھونے کے بعد ہم نے سوچا۔ آپ تو اندر ہی ہیں۔ ہم بھی اپنی دھوتی دھولیں۔''

''اوہ ..... اُفوہ.....'' میں نے گہری سانس لی۔

''مگر بارش ہونے لگی اور بادل گرجے..... تو..... تو ہم وہاں نہ رک سکے۔''

''کوئی بات نہیں پُھپھی۔'' میں نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ اب مجھے اس معصوم لڑکی پر ہنسی آ رہی تھی۔ میں نے کافی حد تک خود پر قابو پالیا تھا۔

''مگر مہاراج ... مگر کپڑے تو وہیں رہ گئے۔''

''تو رہ جانے دو۔''

''پہنیں گے کیا مہاراج۔؟''

''بارش رک جائے گی..... یا پھر میں اٹھالاتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''بجلی بہت زور سے کڑک رہی ہے۔'' وہ تشویش سے بولی۔

''کوئی بات نہیں ہے۔ کپڑے کنوئیں کے پاس ہی ہیں؟''

''ہاں۔''

''میں لا رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ خوب تھی یہ لڑکی۔ دلکش لیکن معصوم۔ بہر حال یہ تجربہ بھی عمدہ تھا۔ بارش ایسی زبردست ہو رہی تھی کہ چاروں طرف دھواں ہی دھواں پھیل گیا تھا۔ میں کنوئیں تک پہنچا۔ پُھپھی نے میرے کپڑے دھوکر اور شاید نچوڑ کر ایک طرف رکھ دیئے تھے۔ خود اس کی ساڑھی یونہی رکھی تھی لیکن بارش سے وہ خود بخود دھل گئی تھی۔ بارش معمولی نہیں تھی۔

میں نے دونوں کپڑے اٹھائے اور انہیں لے کر واپس آ گیا۔ پُھپھی اندر ہی تھی۔ میں نے دروازے پر رک کر آواز دی۔ ''پُھپھی۔''

''جی مہاراج۔'' دروازے کے قریب سے پُھپھی کی آواز سنائی دی۔

''یہ ساڑھی لے لو۔'' اور پُھپھی کا ہاتھ باہر نکل آیا۔ اس نے ساڑھی لے لی۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور پھر اپنے کپڑوں سے پانی نچوڑنے لگا۔ خون دھل گیا تھا لیکن رنگ چھوڑ گیا تھا۔ بہر حال اس وقت ان کپڑوں کے علاوہ اور پہن بھی کیا سکتا تھا۔ میں نے وہی کپڑے پہن لئے۔

چند ساعت کے بعد اندر سے پُھپھی کی آواز سنائی دی۔ ''مہاراج۔''

''ساڑھی پہن لی پُھپھی۔؟''

''ہاں مہاراج۔''

''میں اندر آ جاؤں۔''

''آ جائیے۔'' اس نے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ کچھی نے حسب توفیق ساڑھی سے پانی نچوڑ لیا تھا مگر پھر بھی اس کے بدن سے چپکی ہوئی تھی اور اس تاریکی کے باوجود اس کا انگ انگ تڑپ رہا تھا۔ اس کی جوانی بے نقاب ہو رہی تھی۔ بڑی سخت آزمائش تھی میرے لئے۔ لیکن بہر حال میں ایک سخت انسان تھا۔ دوسراں کے ساتھ ساتھ خود پر بھی سختی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنا دل سخت کر لیا۔ اس کی ہر مطلب کی گردن دبا دی۔ کچھی بھی خاموش تھی۔ میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

''بھوک لگ رہی ہے کچھی۔؟'' اور اس نے گردن ہلا دی۔ مجھے اس معصوم بکری پر ہنسی آ گئی۔ سب کچھ اور رہا تھا۔ بڑی ہی بے وقوف لڑکی تھی۔

''تو میں جا رہا ہوں۔ تیرے لئے کھانے کا بندوبست کر دوں۔''

''نہیں نہیں مہاراج۔ بارش میں کہاں جائیں گے۔''

''تو بھوکی جو ہے کچھی۔''

''تو مر تھوڑی جاؤں گی...... میں نے کنوئیں کی دوسری طرف اس کوٹھری کے پیچھے رسوئی دیکھی ہے۔ بارش رک جائے تو دیکھیں گے شاید وہاں کھانے کی کوئی چیز ہو۔''

''اوہ...... ہاں...... یہ تو معلوم ہی نہیں ہے کہ اس کمرے کے پیچھے کیا ہے۔ میں وہاں جاؤں۔؟''

''نہیں مہاراج۔ کپڑے بھیگ جائیں گے۔''

''نہیں کچھی۔ میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تمہیں ہماری سوگند...... نہ جاؤ۔'' کچھی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''تیری مرضی۔ پھر بیٹھ جا۔'' اور وہ ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئی۔ میں بھی اس کے نزدیک ہی بیٹھ گیا تھا۔ میری نگاہیں بار بار اس کی طرف اٹھ جاتیں۔ وہ بھی گردن جھکائے کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کافی وقت گزر گیا۔ بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے بارش کبھی بند نہیں ہوگی۔

جب بہت دیر گزر گئی تو میں نے کچھی سے کہا۔ ''کچھی...... بارش تو بہت دیر تک بند نہیں ہوگی۔ ایسا کرتے ہیں دونوں رسوئی چلتے ہیں۔''

''ایں۔'' وہ چونک پڑی۔ جیسے یہ خیال اب تک اس کے ذہن میں نہ آیا ہو۔

''ہاں۔ کپڑے یوں بھی کون سے سوکھے ہوئے ہیں۔ تھوڑے سے اور بھیگ جائیں گے۔ چلو مہاراج۔'' کچھی نے کہا اور میں اس کا ہاتھ پکڑے باہر نکل آیا۔ ہم دونوں دوڑتے ہوئے اس بہت چھوٹے کمرے میں آئے جسے کچھی نے رسوئی کہا تھا۔ وہ اس کمرے کو اس لئے پہچان سکی کہ اس کی چھت پر اینٹوں کا دھواں نکلنے والی چمنی بنی ہوئی تھی۔ رسوئی میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اندر کچھ لکڑی کے ڈبے، دو تین میلے کپڑے، ایک چھوٹا سا آتشدان، جس پر دو اینٹیں رکھ کر چولہا بنایا گیا تھا۔ ان چیزوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ آتشدان کے نیچے ایک انتہائی کار آمد چیز پڑی ہوئی تھی۔ یہ سوکھی لکڑیاں تھیں۔

لیکن پچھی نے لکڑی کے ڈبے دیکھے۔ ایک ڈبے میں تھوڑا سا آٹا رکھا ہوا تھا اور دوسرے میں گڑ۔ پچھی ان چیزوں کو دیکھ کر اچھل پڑی۔

''کھانے کی چیزیں ہیں مہاراج۔''

''یہ۔؟'' میں نے کہا۔

''ہاں۔''

''مگر اس آٹے کی روٹی تم کیسے پکاؤ گی پچھی۔؟''

''یہ آٹا نہیں ہے مہاراج۔'' پچھی میری ناسمجھی پر مسکرائی۔

''ارے پھر کیا ہے۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''ستو ہیں...... اور یہ گڑ ہے۔''

''تو اب اس کا کیا کریں گے۔''

''میں بتاتی ہوں۔'' پچھی نے کہا اور پھر کنوئیں کی طرف دیکھ کر بولی۔ ''تم ڈول میں تھوڑا سا پانی لے آؤ۔''

''ابھی لایا۔'' میں نے جواب دیا اور میں پانی لے آیا۔ پچھی نے اس آٹے نما شے کو ڈول میں ہی گھولا اور پھر اس میں گڑ ملا کر گوندھنے لگی اور نہ جانے کیسی غذا تیار کر لی اس نے۔ پھر اس نے نہایت فخر کے ساتھ اپنا یہ کارنامہ میرے سامنے پیش کر دیا اور میں نے یہ عجیب و غریب ستو کھائے۔ نہ جانے کیا تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ بہرحال پیٹ بھرنے کے لئے ٹھیک تھے۔ پچھی نے بھی کھائے اور پھر میں دوبارہ ڈول میں پانی لے آیا جسے ہم دونوں نے پیا، پیٹ واقعی بھر گیا تھا۔

''مہاراج۔؟'' پچھی نے چند منٹ کے بعد کہا۔

''ہوں۔''

''ہم ان لکڑیوں کو لے چلیں۔ جلا لیں گے اور کپڑے خشک کر لیں گے۔''

''یہیں کیوں نہ جلا لیں پچھی۔ کپڑے یہیں سکھا لیں گے۔ مگر انہیں جلانا آسان نہیں ہوگا۔ پتھروں سے یہ آگ نہیں پکڑ سکیں گی۔''

''ہاں...... یہ تو ہے۔'' پچھی نے گردن ہلائی۔

''چھوڑو پچھی...... کپڑے بدن کی گرمی سے سوکھ جائیں گے۔ آؤ۔ واپس چلیں۔''

''بارش تو بند ہی نہیں ہوگی۔'' پچھی نے میرے ساتھ نکلتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں واپس کمرے میں آ گئے۔ اس دوران میرے ذہن میں ایک چبھن رہی تھی۔ نہ جانے میرا گھوڑا کہاں گیا۔ پتہ نہیں...... اس نے کچھ کھایا بھی یا نہیں...... ویسے دھرم شالہ کے احاطے میں وہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔ اگر وہ بھاگ بھی گیا ہے تو اب اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ کیا کرتا بیچارہ میں نے طویل سانس لی۔ پیٹ بھر گیا تھا اور اب پچھی کسی حد تک پرسکون نظر آ رہی تھی۔ بارش اسی زور و شور سے جاری تھی۔

''معلوم ہوتا ہے پھپھی ..... آج رات بھی یہیں گزارنی پڑے گی۔''

''ہاں مہاراج..... بارش خوب زور کی ہو رہی ہے۔''

''کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں کون سا منزل پر پہنچنا ہے۔''

''ہاں ..... مگر.....''

''مگر کیا.....؟''

''میں سوچ رہی تھی۔ کوئی اور نہ آ جائے۔ میرا بیری تو اب سارا جہان ہو گیا ہے۔''

''آ جانے تو کیا پا لے گا پھپھی ..... ابھی تو نے باہر کا منظر نہیں دیکھا۔'' میں نے جواب دیا۔ بہرحال پھپھی نے میرے جواب پر توجہ نہیں دی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی۔ ''مہاراج۔''

''تمہارے ہاں مہاراج کسے کہتے ہیں پھپھی۔؟'' میں نے فوراً سوال کر دیا۔

''مہاراج۔ مہاراج بڑے کو، راجہ کو، سادھوؤں کو، جس کی ہم عزت کرتے ہوں۔'' پھپھی نے جواب دیا۔

''اوہ .....'' میں نے گردن ہلا دی۔

''کیوں..... تم نے ایسے کیوں پوچھا۔؟''

''یونہی پھپھی۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔'' میں نے جواب دیا۔ وہ اپنی کالی غزالی آنکھوں سے کئی ساعت مجھے دیکھتی رہی۔ پھر گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ آسمان پر سورج ہی نہیں تھا جس سے وقت کا پتہ چلتا، بارش کی وجہ سے باہر بھی نہیں نکلا جا سکتا تھا پھر جب تاریکی اور گہری ہو گئی تو اندازہ ہوا کہ رات ہو گئی ہے۔ رات کے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں تھی، میری تو کوئی بات نہیں تھی، بس مجھے پھپھی کا خیال، پھپھی کے انداز سے بھی پتہ چلتا تھا کہ اسوقت اسے خاص بھوک نہیں ہے اور ہوتی بھی تو اس وقت اس کے لئے خوراک کہاں سے مہیا کرتا..... چنانچہ خاموش ہو گیا۔

لیکن جوں جوں رات بڑھتی گئی، دھرم شالہ کے اندر اور باہر کا ماحول بھیانک ہوتا گیا..... پھپھی اس کالی رات سے بہت ڈرتی تھی۔ بارش ہلکی ہو گئی تھی، لیکن بجلی اب بھی چمک رہی تھی۔

''کل کا دن.....'' میں نے پھپھی کو مخاطب کیا۔ ''کل کا دن کیسا بھی ہو پھپھی۔ کل صبح ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔''

''ہاں مہاراج..... بڑی منحوس جگہ ہے۔'' پھپھی کی آواز میں خوف کا عنصر تھا۔

''تم ڈر رہی ہو پھپھی۔؟''

''آج تو..... آج تو تیل بھی نہیں ہے مہاراج۔'' پھپھی نے کہا۔

''تو کیا فرق پڑتا ہے..... تم میرے پاس سو جانا۔'' میں نے کہا اور پھپھی کی گردن جھک گئی..... میں نے چند ساعت اس کے جواب کا انتظار کیا اور پھر بولا۔ ''کل رات..... ڈر لگا تھا..... اس وقت..... جب تم مجھ سے چمٹ کر سو گئیں تھیں۔؟''

''لاج آوے ہے مہاراج......'' کچھی کی شرمگیں آواز ابھری۔

''ڈر تو نہیں لگے گا۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔'' ویسے صبح کو میں سو گیا تھا جب تو میرے پاس سے اٹھ گئی تھی۔''

''من میں......نہ جانے کیا ہونے لگے ہے مہاراج...... پورے شریر میں بھنور پڑنے لگیں ہیں ...بس......'' کچھی نے سادگی سے کہا۔ لیکن میں ان جملوں کے سحر میں کھو گیا۔ ...کچھی نے کتنی سادگی سے، کتنی بے خبری سے اپنی جذباتی کیفیت کا اظہار کر دیا تھا۔ ...اسے احساس نہیں تھا کہ یہ الفاظ کیا جادو جگا سکتے ہیں۔

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا......تاریکی میں بھی میری آنکھیں اسے دیکھ سکتی تھیں۔

کچھ وقت اور گزر گیا۔ ...میں بڑے اطمینان سے زمین پر لیٹ گیا......کچھی ابھی دیوار سے ٹکی بیٹھی تھی۔ بار بار وہ گردن گھما کر چاروں طرف دیکھنے لگتی۔ میں نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

اور پھر کچھی خود ہی خاموشی سے گھبرا گئی۔''مہاراج......'' اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ ...اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی......میں نے اس کی پکار کا جواب بھی نہیں دیا۔

''ہائے رام......سو گئے مہاراج......دروازہ کھلا ہوا ہے......سانکر لگا دوں۔'' لیکن میں نے اس کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ تب وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ٹٹولتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی، کواڑ بھڑے ہوئے تھے، اس نے زنجیر چڑھا دی اور سکون کی گہری گہری سانسیں لیں۔ پھر وہ اسی کونے کی طرف بڑھی جس میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن درمیان میں رک گئی۔ میری طرف دیکھا اور دیکھتی رہی...... پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اور بیٹھ گئی۔ عجیب سی کشمکش تھی اس کے چہرے پر جیسے وہ میرے پاس لیٹنے نہ لیٹنے کا فیصلہ کر رہی ہو۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی، اور مجھ سے چند انچ کے فاصلے پر لیٹ گئی...... میں نے بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ خاموش رہوں گا۔ لطف آ رہا تھا اس کی ذہنی کشمکش میں...... میں اپنی اس ذہنی کیفیت کو نیک نیتی نہیں کہوں گا پروفیسر......لیکن میں اپنے طور پر اسے مائل بھی نہیں کر رہا تھا۔ ہاں میرے دل میں ایک دبی دبی آرزو ضرور تھی کہ وہ میری عورت بن جائے۔ ...میں اس ہندی دوشیزہ کے تپتے بدن کی......لطافتوں کو پاؤں اور اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ ایک طویل عرصے سے میں عورت سے دور تھا......سکندر کے عہد میں تو عورت کی شکل دیکھنے کو ترس گیا تھا۔

گو میرے ذہن میں یہ بات بھی تھی کہ اس معصوم حسینہ کو اس کی مرضی کے خلاف کسی طور استعمال نہ کروں۔ لیکن وہ راغب ہو جائے، یہ میری دلی خواہش تھی۔

میں خاموش لیٹا رہا......روشنی کی کرنیں دروازے سے جھانکتیں اور معدوم ہو جاتیں، بجلی برابر چمک رہی تھی۔ کبھی کبھی بادل بھی گرج اٹھتے......میں نے چور نگاہ کچھی پر ڈالی......اس کا بدن ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ ...نہ جانے کیوں...... میں نے اب بھی صبر کیا...... پھر تھوڑی دیر کے بعد کچھی نے گردن اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ دیکھتی رہی...... باہر بادل گرجے اور وہ میرے نزدیک سرک آئی۔

''مہاراج......مہاراج۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کیا بات ہے کچھی......؟'' میں نے اب خاموش رہنا مناسب نہیں سمجھا۔

''ہمیں...... ہمیں جاڑا لگ رہا ہے مہاراج......''

''ارے...... تو اتنی دور کیوں بیٹھی ہو...... آؤ...... میرے پاس آ جاؤ......'' میں نے کہا اور وہ آگے سرک آئی...... اور میں نے اسے خود میں سمیٹ لیا...... لیکن اس کا بدن گرم ہو رہا تھا...... اوہ...... تمہارا تو بدن تپ رہا ہے۔''

''تاپ آ گیا ہے مہاراج۔''

''پانی میں بھیگنے سے......'' میرے دل میں اس کے لئے ہمدردی جاگ اٹھی۔ جذبات کا بھوت ایکدم اتر گیا تھا۔

''ہاں...... ماں کبھی بھیگے کپڑے نہیں پہننے دیتی تھی...... '' وہ ایک سسکی سی لے کر بولی۔

''تو پھر...... تو پھر تم نہ پہنتیں کچھی...... میں اب تمہارے لئے غیر نہیں ہوں...... تمہاری ساڑھی اب بھی بھیگ رہی ہے......'' میں نے کہا...... وہ کچھ نہ بولی۔ میں نے اسے اپنے بدن سے خوب بھینچ لیا...... بھیگی ساڑھی کی طرف متوجہ کرنے میں بھی کسی سفلی جذبے کو دخل نہیں تھا۔

''کچھی......'' میں نے چند ساعت کے بعد اسے آواز دی۔

''ہوں......'' وہ پھولی ہوئی سانس کے دوران بولی۔

''نیند آ رہی ہے تو سو جاؤ۔''

''نیند نہیں آ رہی مہاراج۔''

''تو باتیں کرو۔'' میں نے پیار سے کہا اور اس کی تھوڑی اونچی کر لی۔

''مہاراج......'' کچھی کے ہونٹوں کی بھاپ میرے ہونٹوں پر لگ رہی تھی۔ ''جب ہم تمہارے شریر سے لگتے ہیں تو ہمارے شریر میں چتا سی کیوں بھڑک اٹھتی ہے۔؟''

اس سوال نے مجھے پھر پریشان کر دیا۔ میں اسے کیا جواب دیتا۔

''بتاؤ مہاراج...... کیا تمہارے شریر میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔؟''

''خاموش ہو جاؤ کچھی......'' میں نے جلتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیوں......؟'' اس نے سوال کیا۔

''یہ چتا بجھ بھی جاتی ہے کچھی۔''

''بجھ جاتی ہے مہاراج۔؟'' وہ اشتیاق سے بولی۔

''ہاں۔''

''پر کیسے۔؟''

''یہ جاننا تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔''

''کیوں مہاراج۔؟''

''پرتم میرے اوپر اعتبار کرنا چھوڑ دوگی۔'' میں نے کہا۔

''مگر کیوں۔؟''

''تم اس آگ کو بجھانا چاہتی ہو پچھی۔؟''

''ہاں مہاراج... نہ جانے من کیسا ہو رہا ہے۔ یہ ہمارا من کیسا ہو رہا ہے مہاراج..؟''

معصومانہ سوال... لیکن اب میرا بدن اس سے بھی تیز پھنکنے لگا تھا۔

''مہاراج....'' اس نے پھر میرا چہرہ اپنے چہرے کے قریب کر لیا۔ اور اب مجھے صبر کا یارا نہ تھا۔ میرے ہاتھ آگے بڑھے.... معصوم پچھی سب کچھ جان لینے کی خواہشمند۔ سب کچھ کچھ لینے کی دلدادہ..... اور اب میں بخل سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ میں نے اسے سب کچھ سمجھا دیا اور اس نے سب کچھ جان لیا.... تب وہ پرسکون ہوگئی اور بڑے معصومانہ انداز میں میرے گرم بدن سے لپٹ کر سوگئی۔

لیکن میری آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ میں سوچ رہا تھا.... ''میں نے اچھا نہیں کیا۔'' کل صبح جب پچھی اٹھے گی، سوچے گی تو اس کی آنکھوں میں میرے لئے وہ احترام نہ ہوگا۔ وہ سوچے گی۔ میں نے جو اس کی مدد کی تھی، اسکا معاوضہ وصول کر لیا... اور یہ حقیقت تھی۔

وہ پہلی عورت تھی جس کے بارے میں، میں نے یوں سوچا تھا۔ لیکن صبح کو پچھی مجھ سے پہلے ہی جاگ اٹھی.... اس کی ساڑھی اس کے بدن پر تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔ میں نے اسے دیکھا..... اور وہ مجھے بے حد حسین نظر آئی۔ ایک ہی رات میں وہ پھول کی طرح شگفتہ ہوگئی تھی۔ اب کے اس چہرے پر زیادہ اعتماد تھا۔ غم کی جو پرچھائیاں اس کے چہرے پر مستقل رہتی تھیں وہ اس وقت موجود نہ تھیں۔ اس کے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا..... یہ ساری کیفیات میں نے نوٹ کیں اور مجھے کسی حد تک سکون ہوگیا.... اس کے تاثرات وہ نہیں تھے جو میں نے سوچا تھا۔

''انوپی.....'' پچھی نے آواز دی۔ ''اٹھو گے نہیں انوپی.....؟'' اور میں اس نئے نام پر چونک پڑا۔ پھر اٹھا اور پھر میں پچھی کے قریب آ کر اسے غور سے دیکھا۔ پچھی خوامخواہ ہنس پڑی۔ بڑی مسرور کن ہنسی تھی۔ چہرہ گلابی ہو رہا تھا اس کا۔

''یہ میں مہاراج سے انوپی کیسے ہوگیا۔؟'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہو گئے بس....'' وہ ناز سے بولی۔

''اچھا.... چلو ہوگیا۔ لیکن یہ انوپی کیا ہوتا ہے..؟''

''ہمیں نہیں معلوم... بس تم انوپی ہو...'' اس نے کہا۔'' اور میں نے گہری سانس لی۔ پھر میں اس کے اور قریب پہنچ گیا..... اور میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

''چھی......؟'' میں نے آہستہ سے کہا وہ کھسک کر میرے سینے سے آ لگی۔

''ہوں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''تو مجھ سے خفا تو نہیں ہے۔؟''

''کیوں۔؟ خفا کیوں ہوتی۔؟''

''اوہ......'' میں نے سکون کی ایک اور سانس لی۔ پھر اس کے شانوں پر گرفت تنگ کرتے ہوئے بولا۔ ''تیرے من کی، تیرے شریر کی چتا ٹھنڈی ہوگئی۔؟''

''ہائے رام......ایسی باتیں مت کرو۔'' وہ شرما کر بولی۔

''کیوں۔؟''

''لاج آوے ہے۔'' اس نے شرگیں لہجے میں کہا۔ میں نے اس کی ٹھوڑی کو انگلی لگا کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور کنول کی طرح کھلی شرگیں آنکھوں کو چولیا۔ چھی چھوئی موئی ہوگئی تھی۔

''بارش بند ہوگئی ہے چھی......'' تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا۔

''ہاں......آکاش کیسا نکھر آیا ہے۔ بس اب ہم یہاں سے چلیں گے۔''

''ابھی چلیں گے۔ کافی وقت گزارا ہم نے اس دھرم شالہ میں......آؤ......'' میں نے کہا۔ میرے ذہن میں یہ خیال بھی تھا کہ چھی بھوکی ہے۔ بہر حال اس کے لئے کھانے کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔

''ہم دونوں دھرم شالہ سے باہر نکلے......تب پہلی بار چھی نے میرے کارنامے دیکھے...... بے شمار لاشیں پڑی تھیں۔ بارش نے ان کا خون دھو دیا تھا اور ان کے زخم سفید پڑ گئے تھے لیکن بہر حال ان کے چہرے بھیانک ہو گئے تھے اور لاشوں سے کسی حد تک تعفن اٹھ رہا تھا۔ چھی ایک چیخ مار کر مجھ سے لپٹ گئی۔

''ہائے رام......ہائے رام......'' وہ منہ چھپاتے ہوئے بولی۔

''کیوں چھی......ڈر رہی ہو۔؟''

''یہ......یہ اتنے سارے......اتنے سارے انوبی......ان کو تم نے مارا ہے۔؟''

''یہ تمہارے دشمن تھے چھی۔ اور میں نے تم سے کہا تھا کہ اس بار میں انہیں اچھا سبق دوں گا۔''

''تم نے انہیں گھوڑوں سمیت مار دیا۔؟''

''ہاں......وہ گھوڑوں سے مجھے روند دینا چاہتے تھے۔''

''جے راج کا مردہ بھی یہیں پڑا ہے۔؟''

''دیکھوگی۔''

''نہیں نہیں۔بھگوان کے لئے یہاں سے جلدی نکل چلو۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا ہے۔'' پچھی نے کہا اور میں نے رفتار تیز کر دی۔تھوڑی دیر بعد ہم دھرم شالہ سے بہت دور نکل آئے پچھی تقریباً میرے ساتھ دوڑ رہی تھی.... اور جانے کیوں وہ مجھے دوڑتی ہوئی پیاری لگ رہی تھی... اور پھر اس نے رفتار سست کر دی۔وہ ہانپنے لگی تھی۔

''اب ہم دور نکل آئے ہیں.....آرام سے چلو۔'' میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی اور بڑی پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تم خود کو منش کہتے ہو.... میں نہیں مانتی۔''

''اچھا.....کیوں۔؟''

''اتنے سارے بیریوں کو تم نے اکیلے مار ڈالا اور وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے۔تمہارے شریر پر تو ایک بھی گھاؤ نہیں لگا۔یہ کام منش کا نہیں ہوسکتا۔''

''اوہ۔تمہارا پریم میرے بدن میں سرایت کر گیا تھا.....میں نے انہیں اس لئے مارا کہ وہ میری پچھی کے دشمن تھے۔''

''تمہاری پچھی...'' پچھی نے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

''ہاں... کیا تم اب میری پچھی نہیں ہو۔؟''

''ہوں...'' اس نے ادائے محبوبانہ سے کہا۔''مگر میں نے تمہارا نام انوپی ٹھیک رکھا ہے۔''

''انوپی کون ہے۔؟''

''ایک دیوتا.....خوشیوں کا دیوتا..... بڑا ہی سندر..... بڑا ہی من موہن... بستی کی کنواریاں برما تلنے اس کے دوار جاتی ہیں اور اس کے بت کو دیکھ کر سوچتی ہیں کہ کاش انوپی دیوتا منش سمان ہوتا اور ان کا داوا سے ہو جاتا۔''

''تب تو تم نے بڑی عزت دی ہے مجھے.....'' میں نے متاثر ہو کر کہا۔

''غلط تھوڑی ہی ہے۔'' پچھی مسکراتے ہوئے بولی۔

''اچھا۔؟''

''انوپی کے مندر میں اس کا چتر بنا کر اگر تم کھڑے ہو جاؤ۔تو بستی کی کنواریوں کے من سلگ اٹھیں۔پھر تو وہ وہاں سے جانے کو بھی نہ سوچیں اور ان کے ماتا پتا زبردستی انہیں پکڑ کر لے جائیں۔''

''خوب... تم خوب باتیں بنانے لگیں پچھی۔''

''میرے من کا کروہ مٹ گیا ہے انوپی... مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میرے بھاگ کے اندھیرے ٹوٹ گئے ہیں اور اب کوئی مجھے ان

اندھیروں میں نہیں لے جائے گا اگر کسی نے مجھے اندھیروں میں لے جانے کی کوشش کی تو تمہارے شریر سے پھوٹنے والی چندر ما جیسی کرنیں ان اندھیروں کو روشنی میں بدل دیں گی۔"

"اتنا بھروسہ ہو گیا ہے تمہیں میرے اوپر۔؟"

"اس سے بھی زیادہ انوپ۔۔۔" پُھمی نے کہا اور بے اختیار میرے سینے سے آ لگی۔ میں نے بھی دل سے اس کی محبت قبول کی اور پوری پوری گرمجوشی کا ثبوت دیا۔

اور یہ سب کچھ میرے لئے انوکھا نہیں تھا پروفیسر۔۔۔ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔۔۔ کرہ ارض پر جہاں بھی یہ مخلوق موجود ہے فطری طور پر ایک دوسرے کی جانب راغب ہے۔ شکلیں اور انداز مختلف ہیں اور جب کوئی مرد اپنی عورت کو چاہتا ہے، یا کوئی عورت اپنا مرد حاصل کر لیتی ہے تو اس کے اندر دبے ہوئے محبت کے سوتے پھوٹ نکلتے ہیں۔ پھر دونوں خود سے زیادہ دوسرے کو خوش کرنے اور انہیں سکھ پہنچانے میں کوشاں ہو جاتے ہیں۔ انسان کی مسخ شدہ شکل کو نظر انداز کر دو، میری نگاہ میں جو لوگ عورت کے نام پر جرائم کرتے ہیں وہ عام انسان نہیں ہوتے۔ عام انسان تو صرف پیار کرتا ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔۔۔ پُھمی کو آگ کی نذر کیا جا رہا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ اگر وہ کچھ عرصے اپنے شوہر کے ساتھ رہ لیتی تو پھر شاید۔۔۔ اپنے مذہب کے خوف، اور اپنے شوہر کے پیار کی وجہ سے وہ بخوشی آگ میں کود جاتی۔ خود اس کا دل ہی اپنے مرد کے بغیر زندہ رہنے کو نہ چاہتا۔ اور پھر اس کے مذہب کی رسم بھی تھی۔

لیکن اس کی زندگی میں تو اس کا مرد آیا بھی نہیں تھا۔ پھر وہ اس کے لئے جان کیسے دے دیتی۔۔۔ اور اب اس کی محبت کے سوتے میرے لئے کھل گئے تھے۔ میں نہ صرف اس کا محسن تھا۔ میں نے نہ صرف اس کی جان بچائی تھی، بلکہ اب میں اس کی زندگی کا پہلا مرد بھی تھا۔ چنانچہ اس کی محبت اب صرف میرے لئے تھی اور اس کے دل میں اب میری طرف سے کوئی اجنبیت، کوئی حجاب نہیں تھا۔

ہماری خوشیوں میں ایک اور آواز نے اضافہ کر دیا۔ یہ گھوڑے کی ہنہناہٹ تھی۔ اور یہ ہمارا ہی گھوڑا تھا، جس نے اتنا وقت نہ جانے کہاں آوارہ گردی میں گزارا تھا۔۔۔ نہ جانے اس نے اس طوفانی بارش میں کہاں پناہ لی تھی۔ بہرحال وہ وقت پر اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو گیا تھا۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔۔۔ میں نے پلٹ کر گھوڑے کو دیکھا۔۔۔ اسے آواز دی اور وہ میرے قریب آ گیا۔

"ہائے رام۔۔۔ یہ کہاں سے آ گیا۔؟"

"گھوڑا۔۔۔ ازلی طور پر وفادار ہے پُھمی۔۔۔ مجھے اپنی فکر نہیں تھی، لیکن تمہیں پیدل چلتے دیکھ کر میں خوش نہیں تھا۔۔۔ اور سوچ رہا تھا کہ کاش میں تمہارے دشمنوں میں سے کسی کے گھوڑے پر قبضہ کر لیتا۔"

"اب تو یہ آ گیا۔"

"ہاں۔۔۔" میں نے پُھمی کو گھوڑے پر سوار کرتے ہوئے کہا اور خود بھی اس کے پیچھے بیٹھ گیا۔ تب گھوڑے نے سست رفتاری سے سفر شروع کر دیا ویسے وہ سست نہیں تھا۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھوکا نہیں ہے۔ کہاں سے حاصل کی تھی تم نے خوراک۔ خوب چاق و چوبند ہو۔؟"

میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں..... پھپھی لب خوب باتیں کر رہی تھی۔ معصوم معصوم سی، اس کی خوشیوں کی مظہر، اور میں ان باتوں کو پوری دلچسپی سے سن رہا تھا.... سوچ رہا تھا وہ بھوکی ہے.... لیکن اس کی کسی بات سے اس کا اظہار نہیں ہو رہا تھا..... وہ صابر تھی اور عورت شاکر ہوتی ہے اس عورت کی بات کر رہا ہوں پروفیسر.... جو حقیقی عورت ہے.... جو قدرتی عورت ہے۔ حالانکہ ستاروں کی پیشگوئی کے مطابق اور دور بھی ہے جس کی عورت، عورت کا مذاق ہوگی، جسمانی طور پر وہ عورت ہوگی لیکن عورت کی روح اس میں مر چکی ہوگی، اپنی نسائیت اور اس کے تقاضوں سے بے پرواہ ہو کر وہ مردوں کے برابر کھڑی ہونے کی کوشش کرے گی۔ حالانکہ دونوں کے مقام الگ الگ ہیں پروفیسر..... اس میں عورت جیسی کوئی بات نہ ہوگی، سوائے اس کے کہ وہ بستر پر مرد کی مانند مرد کا شکار کرے گی، اس کی سوچ بالکل بدل چکی ہوگی لیکن پروفیسر.... وہ مصنوعی عورت رہ جائے گی۔ کسی مرد کے دل میں اس کی وقعت نہیں ہوگی۔ مرد بھوکی نگاہوں سے اس کی نسائیت کو ضرور گھوریں گے لیکن وہ پرستش نہ کرسکیں گے کیونکہ اپنی اصلیت وہ کھو چکی ہوگی۔ اس کی روح عورت نہ ہوگی۔

اور یہ آریوں کے دور کی عورت تھی جو بھوکی تھی۔ لیکن اپنے مرد کی معیت میں خوش تھی اور میں صدیوں کا مرد.... صدیوں سے عورت آشنا، اس عورت کے بارے میں میں سوچ رہا تھا، پریشان تھا کہ اسے خوراک مہیا کروں.... کیونکہ عورت ہے.... کیونکہ وہ میری عورت ہے۔

میں نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ میری نگاہیں سبزے کی تلاش میں تھیں، اور تم جانتے ہو کہ میں دور دور تک دیکھ سکتا تھا۔ ان جنگلوں تک جہاں عام انسان کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی تھیں، اور سورج خوب چمک اٹھا تھا۔ دور دور تک کے نظارے صاف تھے۔

تب میں نے کافی فاصلے پر درختوں کی چوٹیاں دیکھیں، اور جہاں درخت ہوتے ہیں وہاں بہت کچھ ہوتا ہے۔ میں نے گھوڑے کا رخ بدل دیا اور اس کی رفتار بھی تیز کر دی۔ پھر پھپھی نے بھی درخت دیکھ لئے اور چیخ اٹھی۔

''انوپی ..... دیکھو باغ۔''

''میں نے دیکھ لیا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور پھپھی خواہ مخواہ خوش نظر آنے لگی۔ اور باغ بھی کیا خوب تھا، چاروں طرف پھلوں کے لدے درخت کھڑے تھے۔ بڑا خوبصورت باغ تھا اور کافی طول و عرض میں تھا..... میں نے اس کے احاطے کو عبور کر کے گھوڑا روک لیا اور پھر خود بھی نیچے کود گیا..... اور پھپھی کو بھی نیچے اتار لیا۔

''اب تم یہاں رکو پھپھی..... میں درخت پر چڑھ کر پھل توڑتا ہوں.....'' میں نے کہا اور پھپھی نے گردن ہلا دی۔ تب میں اطمینان سے ایک اونچے درخت پر چڑھا اور اس کے پھل توڑ توڑ کر نیچے پھینکنے لگا۔ نیچے پھپھی یہ پھل جمع کر رہی تھی۔ کافی پھل توڑنے کے بعد میں اترا اور پھر ایک دوسرے درخت پر چڑھ گیا۔

لیکن اسی وقت درخت کے نیچے مجھے کئی آوازیں سنائی دیں اور میں نے پھل توڑتے توڑتے رک کر دیکھا۔ دو لمبے تڑنگے آدمی لمبی لمبی لاٹھیاں لئے ہوئے کھڑے تھے انہوں نے ایک ایک ہاتھ سے پھپھی کے بازو پکڑ لئے تھے اور سارے پھل چھین لئے تھے اور پھر ان میں سے ایک غرایا۔ ''اے او چور..... نیچے اتر آ..... خبردار..... اب ایک بھی پھل توڑا تو تجھے جیتا نہ چھوڑیں گے..... نیچے اتر..... چل جلدی۔''

''تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ..... چند پکے پھل اور رہ گئے ہیں۔ ابھی آتا ہوں۔''میں نے چیخ کر جواب دیا۔

''ابے تیرا دماغ ٹھیک نہیں ہے کیا..... اب ایک پھل بھی توڑا تو اچھا نہ ہوگا۔'' نیچے کھڑے شخص نے گرج کر کہا۔ لیکن میں نے دو تین پھل اور توڑ کر نیچے پھینک دیئے..... ''رگھو..... میں اس چھوری کو پکڑے ہوئے ہوں۔ تو اوپر جا اور نیچے پھینک دے سسرے کو۔'' اس نے کہا اور دوسرا آدمی اوپر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن میں نے اسے روک دیا۔

''ٹھہرو..... تم تکلف مت کرو..... میں نیچے آ رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور میں نیچے اترنے لگا۔ ان دونوں نے پنچھی کے بازو چھوڑ دیئے اور میرے نیچے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ چند ساعت کے بعد میں نیچے پہنچ گیا..... اور وہ دونوں خونخوار انداز میں مجھے گھورنے لگے۔

''تجھے پتہ ہے یہ باغ کس کا ہے۔؟''

''زمین پر ہے اور زمین سب کی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور یہ درخت کیا تیرے باوا نے لگائے ہیں۔؟''

''لگائے کسی نے ہوں۔ اُگے زمین پر ہیں۔''

''پتہ چل جائے گا بیٹا..... جب شام کو داروغہ جی آئیں گے۔''

''داروغہ جی کون ہیں۔؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تیرے باوا..... الٹا کر کے درخت سے لٹکائیں گے..... اور پھر ڈنڈے برسائیں گے.....'' اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں..... فی الحال ہمیں پھل کھانے دو..... ہم بھوکے ہیں۔ ارے پنچھی..... پھل کہاں رکھے۔؟ اور تم نے کھانا کیوں نہیں شروع کیا۔؟'' میں نے پنچھی سے کہا۔

''پھلوں کی طرف بڑھے تو سر پھاڑ دوں گا۔ چل گنگا رسی سے باندھ دے اسے، ہونہہ پھل کھائے گا، جیسے پتا کا مال ہے۔'' اور دوسرے آدمی نے رسی کا ایک ٹکڑا نکال لیا۔ ''دیکھو دوستو..... پہلے ہمیں کھا لینے دو اس کے بعد بات کر لیں گے..... یہ لڑکی بھی بھوکی اور میں بھی.....'' میں نے کہا۔

''تو یہاں کیا بھنڈارا کھلا ہے..... تو نے مہاراج امی چند کے باغ سے پوچھے بنا اتنے پھل توڑے ہیں اور پھر یہ درخت تو راج رانی نے تو رما کے ہیں، پتہ چل جائے گا اچھی طرح۔''

''کسی کے بھی ہوں۔ اب تم واپس جاؤ۔ ہمیں پھل کھانے دو..... میں نے حجت پوری کر لی اور اب ان کی مداخلت پر مجھے غصہ آنے لگا تھا۔

''ارے پکڑ سسرے کو، اور گرا کر باندھ لے۔ شام کو داروغہ جی کے حوالے کریں گے۔'' رگھو نے کہا اور گنگا میری طرف رسی لے کر بڑھا۔ اس نے اپنی لاٹھی بھی رگھو کو دے دی تھی۔

''مان جاؤ دوستو..... ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔'' میں نے آخری وارننگ دی..... لیکن گنگا کو اپنی دراز قامتی پر فخر تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے

قابو میں کرنے کی کوشش کی..... مجبوراً میں نے اس کا سر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیا اور پھر معمولی سی قوت صرف کی تو گنگا کٹے ہوئے بکرے کی طرح چیخ پڑا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ گنگا کے ہاتھ سے رسی چھوٹ گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے زمین پر بیٹھ گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر رگھو نے ایک لاٹھی پھینک دی اور دوسری لاٹھی کو سر سے بلند کر کے میرے اوپر حملہ آور ہو گیا..... میں نے اس کی لاٹھی ہاتھ پر روکی، دوسرے ہاتھ سے میں نے اسے جھٹکا دیا اور نہ صرف لاٹھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی بلکہ جھٹکے سے وہ بھی آگے آ پڑا۔ تب میں نے اس کے سر کو دونوں طرف سے تھپتھپایا۔ اور ضبط کے باوجود وہ بھی چیخ پڑا۔ پھر وہ بھی گنگا کے سے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اور میں نے پھپھی کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔

''ارے پھپھی... تم تکلف کر رہی ہو..... شروع کرو بھئی... یہ پھل دیکھنے میں تو خوبصورت ہیں، مزے میں کیسے ہوں گے۔؟'' اور پھپھی میرے اطمینان پر ہنس پڑی اور بڑا دلچسپ منظر تھا وہ بھی... دونوں بے وقوف سر تھامے بیٹھے تھے اور میں اور پھپھی ان سے چند گز کے فاصلے پر آلتی پالتی مارے بیٹھے پھل کھا رہے تھے اور اچانک پھل کھاتے کھاتے میں چونک پڑا۔ میرے ذہن میں ایک خیال آ گیا تھا۔

''پھپھی..... '' میں نے پھپھی کو مخاطب کیا۔

''ہوں..... '' وہ ہنس پڑی۔

''کیوں... ہنسی کیوں آ گئی۔؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ان کی حالت پر... ایسے بیٹھے ہیں جیسے اپنے کرموں کو رو رہے ہوں۔'' پھپھی نے کہا اور پھر ہنس پڑی..... میں بھی ہنسنے لگا تھا۔

''اس کا نام گنگا ہے نا پھپھی۔؟'' میں نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں... اور وہ رگھو ہے۔''

''مجھے اس گنگا سے اکیلے میں کچھ باتیں کرنا ہیں، تو یہ لاٹھی رکھ لے۔ اگر رگھو کچھ کرنے کی کوشش کرے تو اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دینا۔'' میں اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا باتیں کرنا ہیں انوپی۔؟'' پھپھی حیرت سے بولی۔

''بہت ہی ضروری..... '' میں گنگا کی طرف بڑھ گیا۔ ''اٹھو گنگا مہاراج۔'' میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

''میرا..... میرا سر چکرا رہا ہے..... میں کھڑا نہیں ہو سکتا..... میری آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔'' گنگا نے دبی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''اٹھ بھی جاؤ میری جان، ورنہ کھوپڑی کو کسی ناریل کی طرح توڑ دوں گا۔'' میں نے اس کے بازو پر قوت صرف کی اور وہ کھڑا ہو گیا۔ لیکن اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔

''مم... مجھے سہارا دو... ورنہ میں گر پڑوں گا۔''

''ہاں... ہاں... بے فکری سے قدم بڑھاتے آؤ..... میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا...'' میں نے اسے سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر میں

اسے لے کر درختوں کی جھنڈ کی طرف چلا گیا..... جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

میں واپس آیا تو کچھی اسی طرح بیٹھی پھل کھا رہی تھی... گنگا میرے ساتھ نہیں تھا۔ "کہاں چھوڑ آئے اسے۔" کچھی نے حیرت سے پوچھا۔

"ایسے ہی..... بس وہ ذرا درختوں میں آرام کر رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کچھی نے پوری طرح میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔

"میرا تو پیٹ بھر گیا۔" وہ بچوں کے سے انداز میں بولی۔

"اچھا..." میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تب یہ باقی پھل باندھ لو راستے میں کام آئیں گے۔" میں نے کندھے سے کپڑا اتارتے ہوئے کہا۔ تب کچھی ایکدم چونک پڑی۔

"ارے... انوپی...... یہ..... یہ تمہاری دھوتی..."

"میری نہیں۔ میری جان..... یہ بیچارے گنگا کی عنایت ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ایں..... ارے........ تو تم..... یہ ضروری بات کرنے اسے وہاں لے گئے تھے...؟" کچھی بے ساختہ ہنستے ہوئے بولی۔

"اور مجھے کیا کام تھا کچھی..." میں نے کندھے کا کپڑا اچھالتے ہوئے کہا... کچھی نے ہنستے ہوئے سارے پھل اس میں باندھ لئے اور پھر ہم کھڑے ہو گئے۔

"گھوڑا کہاں ہے۔؟" کچھی نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہنس پڑی..... "وہ بھی اپنا حصہ وصول کر رہا ہے۔" اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں نے دیکھا گھوڑا تر و تازہ ترکاریوں کے کھیتوں میں گھسا اپنی پسندیدہ چیزوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

میں بھی ہنسنے لگا.....اور پھر میں نے اسے آواز دی۔ گھوڑا بھی سیر ہو گیا تھا..... وہ ہمارے پاس پہنچ گیا ... اور میں نے کچھی کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر خود بھی چھلانگ مار کر گھوڑے پر سوار ہو گیا..... پھل کھانے کے بعد کچھی کے چہرے سے وہ ہلکا سا پھیکا پن بھی غائب ہو گیا جو شاید بھوک کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا... گھوڑا اب مناسب رفتار سے سفر کر رہا تھا، اور ہم دونوں مطمئن تھے..... "ویسے یہ اتفاق ہی ہے کچھی کہ ہم سیدھے راستے پر آ گئے ہیں۔"

"سیدھا راستہ۔؟"

"ہاں..... میں درخت دیکھ کر اس طرف آ نکلا تھا..... لیکن یہ باغ راجہ امی چند کا ہے۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی انوپی۔" کچھی نے کہا۔

"کیا تمہیں ہڑوے مان کا راستہ معلوم ہے۔؟"

"نہیں....." کچھی نے جواب دیا۔

"ہم جس راستے پر جا رہے تھے..... ممکن ہے وہ ہڑوے مان تک نہ لے جاتا لیکن اب راجہ امی چند کے اس باغ سے اندازہ ہوا کہ ہڑوے مان اسی راستے پر ہے۔"

''تو کیا ہم ہروے مان چل رہے ہیں انوپی ....؟'' پچھی نے کسی قدر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں ....'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''لیکن انوپی ....'' پچھی نے پریشانی سے کہا۔

''کہو رانی .... پریشان کیوں ہو۔؟''

''ہمیں وہاں نہیں جانا چاہیئے انوپی ....'' پچھی تشویش ناک انداز میں بولی۔

''کیوں پچھی ۔؟''

''راجہ اِی چند جے راج کو بہت مانتا تھا۔ اب یا کچھ دیر کے بعد اسے .... جے راج کی موت کے بارے میں معلوم ہو جائے گا اور اسے یہ بھی پتہ چل جائے گا انوپی کہ .... کہ ....''

''جے راج کو میں نے مارا ہے ....'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں ....'' پچھی سہمے ہوئے انداز میں بولی۔

''سنو پچھی .... میں جو کہہ رہا ہوں غور سے سنو .... راجہ اِی چند اگر میرے خلاف ہو گیا تو پھر اس کا راج بھی نہیں رہ سکے گا۔ یہ میں کہہ رہا ہوں اور جو میں کہتا ہوں وہ بہر حال پورا ہوتا ہے اگر تمہیں اس کا اندازہ ہے تو میری بات پر یقین کر لو، ورنہ پھر تجربہ کر لینا۔''

''مگر انوپی .... ہم جنگلوں میں ہی ٹھیک ہیں .... میں تمہارے سنگ جنگل جنگل ماری ماری پھر کر جوگن بن کر جیون بتا دوں گی۔ سنسار میں میرے لئے اب جنگلوں کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ہے۔''

''تم وہاں ہو گی پچھی .... جہاں میں ہوں گا، خواہ وہ کوئی جگہ ہو .... تم بالکل فکر مت کرو .... دراصل پچھی .... میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ہندوستان کا باسی نہیں ہوں، میں دوسری دنیاؤں سے آیا ہوں .... میں نئے نئے دیس دیکھنے کا شوقین ہوں۔ پردیس کے لوگوں میں رہ کر ان کے حالات جاننا میرا کام ہے اور جنگلوں میں میری یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی .... اس لئے مجھے انسانوں میں جانے سے نہ روکو .... تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔''

''جیسی تمہاری اچھا ....'' پچھی نے کسی حد تک اداس لہجے میں کہا۔

''دیکھو پچھی .... میرے اوپر وشواش رکھو .... میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔''

''ہمیں تم پر وشواش ہے انوپی .... ہم تو دوسرے لوگوں سے ڈر رہے تھے۔ وہ ہمیں جیتا نہیں رہنے دیں گے۔''

''وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ تم نے اپنے ان دشمنوں کا حشر دیکھ لیا۔ جو تمہارے پیچھے اتنی دور تک آئے تھے۔''

''ہاں مہاراج .... ہم نے دیکھ لیا تھا ....'' پچھی نے گہری سانس لے کر کہا .... اور خاموش ہو گئی۔

بے شک پچھی بے حد معصوم تھی .... بے حد حسین اور پیاری لڑکی تھی وہ۔ میرے دل میں اس کے لئے جگہ تھی۔ لیکن پروفیسر .... بہر حال

دنیا کی کسی بھی عورت کے لئے میں اس قدر قربانی نہیں دے سکتا تھا کہ اپنی تحقیقات کا سلسلہ ختم کر دوں۔ یہ تو کسی طور ممکن نہیں تھا..... میں کسی دور کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا..... پچھی کب تک میرا ساتھ دے سکے گی..... اگر وہ کسی حادثے کا شکار نہ ہوگئی تو پھر..... میرے ساتھ بوڑھی ہو جائے گی..... اور اس کے بعد کوئی نئی عورت..... کوئی نئی ساتھی..... لیکن میں اس طویل عرصے کو کھو نہیں سکتا تھا۔

چنانچہ پچھی کی یہ بات ماننا میرے بس سے باہر تھی۔

ہم منزلیں طے کرتے رہے..... اور اس وقت شام کا جھٹپٹا ہونے لگا تھا، جب ہمیں ہردے مان کے سب سے بڑے مندر کا کلس نظر آیا۔

''بلدیو مندر.....'' پچھی آہستہ سے بولی۔

''ہردے مان ہی ہے.....؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں.....''

''تمہیں اس مندر کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔؟''

''اس کے کلس پر وہ روشنی ہے جس کی کرنیں دور دور تک پھیل رہی ہیں۔''

''اوہ..... کیا یہ کلس بہت مشہور ہے۔؟''

''یہ ہردے مان کی پہچان ہے انوپ..... یہ پورے کا پورا کلس سونے کا ہے، اور وہ چمکدار چیز ایک بڑا ہیرا ہے..... کہا جاتا ہے کہ مہاراج امی چند کے دادا ٹھاکر بلدیو چند جی کو گنگا میں ایک بڑے گھڑیال نے نگل لیا تھا۔ وہ سالم کے سالم گھڑیال کے پیٹ میں چلے گئے..... پھر جب گھڑیال انہیں نگل کر دریا کے کنارے کروٹیں بدلنے لگا تو مہاراج بلدیو، خنجر سے اس کا پیٹ چاک کر کے نکل آئے۔ گھڑیال مر گیا۔ لیکن اس کے پیٹ سے بہت سی چیزیں نکلی تھیں جن میں سونے کے زیورات اور یہ ہیرا بھی تھا..... ٹھاکر بلدیو چند نے بعد میں یہ مندر بنوایا اور ہیرا اس کے کلس میں لگوا دیا۔''

''واہ بھئی..... خوب کہانی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے محسوس کیا تھا پروفیسر..... کہ ہندوستان کے لوگ بے حد مذہبی تھے، وہ اپنے عقائد پر دوسری تمام قوموں سے زیادہ کاربند تھے۔ میں نے بہت سے ادوار میں بہت سی قوموں کو دیکھا تھا..... جو مذہبی تھیں، لیکن ان کے ہاں مذہب سے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں ظاہر کی جاتی تھی..... ان کے ہاں بھی عبادت گاہیں ہوتی تھیں..... لیکن اس انداز میں نہیں..... یہاں میں نے ہر چھوٹے بڑے شہر میں بے شمار مندر دیکھے تھے، بلکہ ہر شہر کی ابتدا ہی مندر سے ہوتی تھی اور ان عمارتوں پر زبردست توجہ دی جاتی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بلدیو مندر کے قریب پہنچ گئے۔ بہت سے یاتری مندر کے باہر خیموں میں مقیم تھے..... پجاری پنڈت ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ خوب رونق تھی..... ہم نے گھوڑا روکا اور میں اور پچھی گھوڑے سے اتر گئے۔

''یہاں تو بڑی رونق ہے پچھی۔؟''

''ہاں انوپ..... بڑی دور دور سے یاتری یہاں آتے ہیں۔ سنا ہے بڑا خوبصورت مندر ہے..... اور کیوں نہ ہو، مہاراجہ نے بنوایا ہے۔''

''ہوں.....'' میں نے گہری سانس لی۔ ''یہاں ہماری حیثیت کیا ہوگی پچھی۔؟''

''یاتریوں کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔''

''خیمے میں۔؟''

''ہاں مہاراج۔۔۔'' پچھی نے جواب دیا اور میں گردن ہلانے لگا۔

''ٹھیک ہے پچھی۔۔۔ لیکن بہت جلد ہمیں مندر میں جگہ ملے گی۔۔۔'' میں پرخیال انداز میں بولا۔ ''لیکن خیمہ ہمیں کہاں سے ملے گا۔؟''

''میرے پتاجی یہاں آ چکے ہیں۔۔۔ انہوں نے مجھے یہاں کے بارے میں بہت کچھ بتایا ہے۔۔۔ خیمے مندر کے رکھوالے دیتے ہیں اور یاتریوں کو بھوجن بھی یہیں سے ملتا ہے۔''

''پھر چلو۔۔۔ رکھوالوں کو تلاش کریں۔''

''آؤ۔۔۔'' پچھی نے کہا۔ ہم دونوں آگے بڑھ گئے۔ پچھی بہرحال اسی دھرم سے تعلق رکھتی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد رکھوالوں کا استھان مل گیا اور وہاں سے خیمہ بھی۔۔۔ ہمیں دوسرے لوگوں کے ساتھ درج کرلیا گیا۔ خیمہ لے کر میں جگہ کی تلاش میں نکل گیا۔ پچھی میرے ساتھ تھی۔ ایک خالی جگہ پر ہم نے خیمہ لگا دیا۔ میخیں ٹھونکنے کے بعد میں نے گھوڑے کو بھی ایک میخ سے باندھ دیا اور ہم خیمے میں آ گئے۔

''عمدہ جگہ ہے۔'' میں نے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بڑا مشہور مندر ہے۔۔۔ یہاں کے پجاری بڑے مہان ہیں۔''

''پچھی۔۔۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''انوپی۔۔۔'' پچھی نے پیار بھرے لہجے میں بولی۔

''ایک بات بتاؤ گی۔؟''

''ضرور۔''

''تمہیں اپنا دھرم اچھا لگتا ہے۔؟''

''ہاں انوپی۔۔۔ دھرم کسے برا لگتا ہے۔''

''لیکن پچھی۔۔۔ میں تمہارے دھرم کے بارے میں زیادہ تو نہیں جانتا لیکن تمہارے دھرم کی یہ رسم کیسی انوکھی ہے کہ زندہ عورتوں کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔''

''استری کے بھاگ میں یہی لکھا ہے انوپی۔''

''کس نے لکھا ہے۔؟''

''بھگوان نے۔''

''نہیں پچھی۔ میں یہ بات نہیں مانتا۔''

''رام رام..... کیسی باتیں کرتے ہو انوپی۔''

''مجھے بتاؤ کچھی..... تمہارا بھگوان تو جیون دیتا ہے..... اور جب اسے جیون لینا ہوتا ہے تو وہ جس طرح چاہتا ہے لیتا ہے۔ پھر پتی کے مرنے کے بعد استری کی زندگی کیوں برباد کر دی جاتی ہے۔؟''

''ہم کچھ نہیں جانتے انوپی۔.. مگر دھرم یہی کہتا ہے۔''

''پھر تم کیوں ستی نہیں ہوئیں کچھی۔؟''

''ہائے رام.... آگ میں جلنا بڑا اتی کٹھن ہے۔''

''تم جلنا نہیں چاہتی تھیں۔؟''

''نہیں۔''

''تب پھر سوچو.... دھرم ایسے کام تو نہیں بتاتا..... جنہیں انسان خوشی سے قبول نہ کر سکتا ہو۔''

''ہم کچھ نہیں جانتے انوپی۔..'' کچھی پریشان ہو کر بولی۔

''خیر چھوڑو..... تم بے حد معصوم ہو..... میں تم سے اس سلسلے میں کیا بات کروں.....'' میں نے کہا۔ اور خاموش ہو گیا.. کچھی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چند لمحات کے بعد وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''انوپی.....؟''

''ہوں۔''

''تمہارا دھرم کیا ہے انوپی۔؟''

''میرا.....؟'' میں مسکرا دیا۔

''ہاں۔''

''انسانیت.....'' میں نے جواب دیا۔

''انسانیت..... یہ کون سا دھرم ہے؟ میں نے تو اس کے بارے میں پہلے نہیں سنا۔؟''

''یہ دھرم صرف محسوس کیا جاتا ہے کچھی.....'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب۔؟''

''آدمی..... بے بس ہے..... وہ کسی پودے کی مانند زمین سے اگتا ہے..... بے بسی کے عالم میں پروان چڑھتا ہے اور بے بسی سے مر جاتا ہے..... سارے پودے، سارے بلبلے بڑی معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ مختصر زندگی لے کر وہ خود پر مان کرنے لگیں تو کیسی ہنسی کی بات ہے۔ انہیں تو ایک دوسرے کا ہمدرد ہونا چاہیئے۔ سب کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ابھی ابھرے ہیں ابھی بیٹھ جائیں گے..... جب زندگی ایسی ناپائیدار ہے تو اس پر بھروسہ کیوں کیا جائے۔ چند سانسوں کے لئے اپنے جیسے کسی بے بس کو تکلیف کیوں پہنچائی جائے۔ ہنسو، بولو..... ایک دوسرے کا دکھ بانٹو۔ یہی مذہب

انسانیت ہے۔"

"سارے ہی دھرم ایسی باتیں سکھاتے ہیں انوپی۔؟"

"ہاں دھرم برے نہیں ہوتے..... وہ تو ایسی ہی باتیں سکھاتے ہیں، لیکن ان کے ماننے والے ان پر عمل نہیں کرتے۔.....اس طرح سارے دھرموں کو ملا کر ایک دھرم بنالیا جائے اور وہ دھرم ہے انسانیت...."

"تمہاری باتیں بہت اونچی ہوتی ہیں انوپی مہاروج...." کچھی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اتنی نیچی ہوتی ہیں کہ ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے آجائیں۔ بس ذرا سی سمجھنے کی کوشش کر لی جائے..." میں نے کہا اور کچھی مسکرا کر خاموش ہوگئی۔

خاصی دیر ہم خیمے کی زمین پر بیٹھے رہے۔ پھر میں نے کہا۔

"آؤ کچھی۔ باہر کی سیر کریں۔ یہاں تو کافی رونق ہے۔"

"چلو۔" کچھی تیار ہوگئی۔ میں اس کے ساتھ خیمے سے نکل آیا۔ ایک چھکڑا آ رہا تھا۔ جس پر سبز گھاس لدی ہوئی تھی۔ دو تین آدمی اس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے خیمے کے پاس چھکڑا رکا.....اس میں جتے ہوئے بیل کے گلے میں پڑی پیتل کی گھنٹی بج رہی تھی۔

دو آدمی نیچے اترے اور انہوں نے سبز گھاس ہمارے گھوڑے کے سامنے ڈال دی۔ پھر دوسرا آدمی لکڑی کا ایک برتن لایا اور اس میں پانی بھر دیا اور پھر وہ چھکڑے میں بیٹھ کر آگے بڑھ گئے۔

"بہت خوب۔"

"یاتریوں کو یہاں پر سہولت ملتی ہے۔"

"کیا یہ بری بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں تو۔"

"میں بھی یہی کہہ رہا تھا کچھی۔ دھرم برے نہیں ہوتے۔ بس ان کے ماننے والوں نے ان کی شکلیں بگاڑ دی ہیں۔"

"مہاراجا امی چند۔ ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔"

"ایسی شکل میں اسے زیادہ برا انسان نہیں ہونا چاہئے۔"

"بھگوان جانے۔"

"خیر آؤ۔ اس سے بھی مل لیں گے۔ فی الحال یہاں کی رونق دیکھیں۔" ہم آگے بڑھ گئے۔ بڑے بڑے جٹادھاری سادھو استھان کئے ہوئے تھے۔ بھانت بھانت کے لوگ نظر آ رہے تھے۔ ان میں رس بھری ہندو عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ بلاشبہ پروفیسر، جیسا ملیح حسن، جسمانی موزونیت اور تروتازگی میں نے ان عورتوں میں دیکھی تھی۔ اس سے قبل میری نگاہوں سے نہیں گزری تھی۔ ان کے چہروں کا بھولا پن، اداؤں کی

سادگی، انہیں سارے جہان کی عورتوں سے ممتاز کرتی تھی۔ میں پسندیدہ نگاہوں سے انہیں دیکھتا آگے بڑھتا رہا۔

تب میں نے ایک جگہ کچھ مجمع دیکھا اور دلچسپی سے آگے بڑھ گیا۔ پُھمی کے چہرے پر بھی دلچسپی ابھر آئی تھی۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی معصوم سی بچی میلے میں آ گئی ہو۔ مجمع کے درمیان ایک جٹادھاری شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے نیچے کانٹے بچھائے ہوئے تھے۔

''اسے کیا تکلیف ہے؟'' میں نے پُھمی سے پوچھا۔

''اوہ۔ ایسا نہ کہو انوپ۔ کوئی مہان سادھو مہاراج ہیں۔ بڑے گیانی معلوم ہوتے ہیں۔ کانٹوں کے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔''

''اوہ۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ''ایسے لوگ مہان ہوتے ہیں۔؟''

''کیوں نہیں۔ کیا یہ عام آدمی کے بس کی بات ہے۔''

''اور یہ عورتیں اس پر کیوں لدی پڑ رہی ہیں؟''

''منتیں مانگ رہی ہیں۔ ایسے گیانیوں سے بہت کچھ مل جاتا ہے۔''

''لوگ ان کی بڑی عزت کرتے ہیں پُھمی۔''

''کیوں نہ کریں۔ یہ تپاگی بڑے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔''

''بہت خوب۔'' میں نے دلچسپی سے کہا۔ اس سے بڑا گیانی تو میں تھا اور نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ بچکانہ خیال آیا۔ میں نے سوچا میں بھی اپنے گیان کا مظاہرہ کروں اور درحقیقت یہ مظاہرہ یہاں موجود سارے گیانیوں سے بھاری ہوگا۔ سب منہ پھاڑ کر رہ جائیں گے اور میں نے دل میں فیصلہ کر لیا۔

جگہ جگہ عجیب تماشے دیکھنے میں آئے۔ بہرحال دلچسپ جگہ تھی اور یہاں خوب دل لگ سکتا تھا۔ پھر ہم اپنے خیمے کی طرف واپس چل پڑے۔ دوپہر کو ہمیں ڈھاک کے بڑے بڑے پتوں پر بھوجن ملا۔ واقعی یہاں یاتریوں کی ضرورت کا کافی خیال رکھا جاتا تھا۔ پُھمی اب کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔

شام کو میں نے پُھمی سے کہا۔ ''اب تم تھوڑی دیر آرام کرو پُھمی۔ میں ذرا کام سے جاؤں گا۔''

''کہاں انوپ؟''

''بس ذرا ایسے ہی۔''

''میں بھی چلوں؟''

''نہیں پُھمی۔ تم یہیں آرام کرو۔''

''کتنی دیر میں واپس آ جاؤ گے انوپ۔؟''

''بس تھوڑی دیر میں۔۔۔ لیکن کیا تم اب بھی ڈر رہی ہو؟''

''نہیں انوپی۔ یہاں تو ڈر بالکل نہیں لگ رہا۔''

''تم بلاوجہ ہی خوفزدہ تھیں پچھی۔ دیکھو یہاں کسی نے تمہاری طرف توجہ بھی نہیں دی۔''

''ہاں۔ یہاں ہماری پہچان والا کوئی نہیں ہے۔''

''تم آرام سے خیمے میں رہو۔ میں تھوڑی دیر میں واپس آ جاؤں گا۔'' میں نے کہا اور میں خیمے سے نکل آیا۔ اپنے پروگرام پر عمل کے لئے مجھے لکڑیوں کی ضرورت تھی اور میں ان کی تلاش میں تھا۔ لکڑیاں حاصل کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ یاتریوں کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے یہاں انتظامات تھے۔ درحقیقت امی چند نے یہ انتظام خوب کیا تھا۔

''اتنی لکڑیوں کا آپ کیا کریں گے مہاراج۔؟'' ایک منتظم نے مجھ سے پوچھا۔

''ایک گیانی بابا ہیں۔ وہ چتا روشن کریں گے اور جب الاؤ خوب بھڑک اٹھے گا تو اس میں داخل ہو کر تپسیا کریں گے۔ وہ ساری رات آگ میں جلتے رہیں گے۔''

''رام... رام... رام... بھسم نہ ہو جائیں گے۔؟'' وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

''بھسم ہو گئے تو دیوی پر بلیدان ہو جائیں گے۔''

''مگر مہاراج۔ وہ۔''

''یہ ان کا کام ہے۔ تم صرف لکڑیاں مہیا کر دو۔''

''جو آ گیا مہاراج۔'' اس نے گردن ہلا دی اور پھر بیل جتے ہوئے دو چھکڑے موٹی اور سوکھی لکڑیاں لے کر میرے ساتھ چل پڑے۔ اور میں نے وہ لکڑیاں اپنے خیمے سے کچھ دور کھلی جگہ میں لگوا دیں۔

پچھی خیمے میں ہی تھی۔ اسے میرے خیالات کا ابھی کوئی پتہ نہیں تھا۔ وقت سے پہلے اسے کچھ بتا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے لکڑیاں اپنی مرضی کے مطابق چنوا دیں۔ بہت سے لوگوں نے میری مدد کی تھی۔ کسی نے یہ نہیں پوچھا کہ میں ان لکڑیوں کا کیا کروں گا۔ بس لوگ کسی ایک آدمی کو کسی مشکل کام میں مصروف دیکھ کر اس کے ساتھ کام کرنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ الاؤ تیار ہو گیا لیکن رات ہو چکی تھی۔

میں خیمے میں واپس آ گیا۔ پچھی زمین پر لیٹی میرا انتظار کر رہی تھی۔ ایک طرف پتھروں پر بھوجن ڈھکا ہوا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''آ گئے انوپی۔؟''

''ہوں۔'' میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

''بھوجن کر لو گے۔؟''

''تم نے کیا؟''

''لو۔ اکیلے کیسے کرتی۔''

''ارے کیوں۔''

''بس۔'' لچھی نہ جانے کیوں شرما گئی اور مجھے اس کی یہ ادا بہت پیاری لگی۔

''کیوں لچھی۔ ایکلے کیوں نہیں۔'' میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرتے ہوئے کہا۔

''ہندو عورتیں ایسا نہیں کرتیں۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''کیسا۔؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''انوپی۔'' لچھی نے آہستہ سے کہا۔

''ہوں۔''

''ایک بات بتاؤ گے۔؟''

''ضرور۔''

''تم بھی..... ہم سے پریم کرنے لگے ہو؟''

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہمارا من کہتا ہے انوپی..... تم بھی ہم سے پریم کرنے لگے ہو۔ اگر تم ہم سے پریم نہ کرتے تو پھر..... ہمارے لئے اتنا کشٹ کیوں بھوگتے۔ تم نے ہمارے لئے کچھ نہیں کیا انوپی؟''

''بس۔ تمہارے سوال کا جواب تمہارے من نے ہی دے دیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جب سے تم نے بتایا ہے انوپی کہ تم دیوتا نہیں منش ہو تب سے ہمارا من بھی تم سے پریم کرنے لگا انوپی۔'' لچھی نے لرزتی آواز میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

''یہ تو..... یہ میرے بھاگ ہیں لچھی۔''

''اور ہم نے..... من ہی من میں..... ہم نے من ہی من میں تمہیں اپنا پتی مان لیا ہے۔'' وہ اسی طرح منہ چھپائے بولی۔

''اوہ۔'' میں نے معنی خیز انداز میں گردن ہلائی۔

''بھگوان کی سوگند۔ اگر تم مر جاؤ..... تو..... ہم تمہارے لئے فوراً ستی ہو جائیں گے۔ ہم منہ سے چوں بھی نہیں کریں گے۔'' اس نے کہا۔

''اوہ۔ لچھی میں بھی تجھ سے پیار کرنے لگا ہوں۔ میری زندگی میں تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔''

''بھگوان تمہیں ہمیشہ زندہ رکھے۔ مگر پھر تم ہم سے بھوجن کی کیوں پوچھ رہے تھے؟''

''کیا مطلب۔؟''

''ہندو استریاں اپنے پتی کے بنا بھوجن نہیں کرتیں۔'' لچھی نے شراب برساتی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔'' میں نے کہا اور پچھی شرما گئی۔ ''آؤ اب بھوجن کر لیں۔'' میں نے کہا اور پچھی جلدی سے اٹھ گئی۔ پھر اس نے بڑے اہتمام سے کھانا میرے سامنے لاکر رکھا اور میں نے اسے بھی ساتھ بٹھالیا۔ ہم دونوں نے خاموشی سے کھانا کھالیا۔

پچھی کے چہرے پر ان گنت چراغ روشن ہو گئے تھے۔ وہ خود بخود مسکرا رہی تھی۔ اس کا دل اندر سے مسکرا رہا تھا اور اس معصوم لڑکی کو خوشیاں دے کر میں بھی خوش تھا۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد نے پچھی کو دیکھا۔ پچھی نے چراغ روشن کر لیا تھا۔

''یہ چراغ کہاں سے آیا پچھی۔'' میں نے پوچھا۔

''وہی لوگ دے گئے تھے۔'' پچھی نے جواب دیا۔ بہر حال پروفیسر، یہ سب ایک راجہ کی زیر نگرانی ہی تھی۔ میں ان دسولوں سے بہت متاثر ہوا تھا۔

''ایک بات بتاؤ پچھی۔ کیا تم اس سادھو سے متاثر ہوئیں جو کانٹوں کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔؟''

''ہاں مہاراج۔ یہ سادھو سنسار کو تیاگ دیتے ہیں۔ اپنے شریر کو بھگوان کے نام پر نشٹ کر دیتے ہیں۔ اس طرح یہ بھگوان کے تین تارے بن جاتے ہیں اور انسان کی ساری منو کامنائیں ان کے ذریعے پوری ہو جاتی ہیں۔''

''اگر تم کہو تو میں بھی ایسا ہی ایک کھیل یہاں کھیلوں؟''

''کیسا کھیل۔؟''

''جیسا اس سادھو نے کھیلا ہے۔''

''ہائے رام نہیں۔ تمہارے شریر میں کانٹے چبھ جائیں گے۔ کیسا چندن جیسا شریر ہے۔ میں نہیں کرنے دوں گی انوپی۔ چندن جیسے بدن پر لال لال نشان پڑ جاویں گے۔ نہیں انوپی نہیں۔''

''لیکن تم یہ تو سوچو پچھی۔ اس طرح ہماری عزت کتنی بڑھ جائے گی۔ لوگ تمہاری بھی عزت کریں گے۔ تم مہان جوگن کہلاؤ گی۔''

''مگر تمہیں جو تکلیف ہوگی انوپی۔''

''بالکل نہیں ہوگی۔ میں دوسرا ناٹک کھیلوں گا۔''

''ہائے رام۔ اسے ناٹک نہ کہو۔''

''میرے لئے یہ کھیل ہی ہوگا پچھی۔''

''کیا کھیل کھیلو گے انوپی۔''

''میں آگ روشن کروں گا۔ یہ اونچے اونچے شعلے ہوں گے اور پھر میں ان شعلوں میں نہاؤں گا۔ کیا میرا یہ کھیل سب سے اچھا نہیں ہوگا؟''

''ہائے رام۔ میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔ ارے بھسم ہو جاؤ گے۔ پھر میں تمہیں کہاں پاؤں گی۔''

''میں نہیں بھسم ہوں گا پچھی۔تم بے فکر رہو۔''
''نہیں انوپی۔نہیں۔''پچھی بولی۔
''دیکھو پچھی۔تم جانتی ہو میں جھوٹ نہیں بولتا۔میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں اور وہی ہونا ہے۔تم وشواش کرو۔آگ مجھے بھسم نہیں کر سکے گی۔''
''ایسا تو کبھی نہیں ہوا مہاراج۔بھگوان کے لئے ایسا نہ کرو، ہم مر جائیں گے۔''
''یہ تو تمہارے من کی بات ہے پچھی۔''
''کیا۔''
''تم نے کہا اگر میں مر جاؤں تو تم میری چتا میں کود جاؤ گی۔''
''بھگوان کی سوگند ہم ایسا ہی کریں گے۔''پچھی عزم سے بولی۔
''بس تو...... اگر میں مر جاؤں تو تم بھی انہیں شعلوں میں بھسم ہو جانا۔''میں نے کہا اور پچھی ایکدم خاموش ہو گئی۔کافی دیر خاموش رہی پھر بولی۔''تو تم ہمارا امتحان لو گے۔؟''
''یہی سمجھ لو۔''
''ٹھیک ہے۔پھر ٹھیک ہے۔پھر ہم بھی تمہارے ساتھ ہی اگن میں چلیں گے۔''
''یہ غلط ہے پچھی۔بات یہ طے ہوئی ہے کہ اگر میں مر جاؤں تو تم ستی ہو گی لیکن اگر میں زندہ رہوں؟''
''اگن میں جا کر کیسے زندہ رہو گے انوپی۔''وہ درد سے بولی۔
''تم ایسا کرنا جب میں آگ کے اندر ہوں تو تم مجھے آواز دینا۔تمہاری آواز پر میں باہر نکل آؤں گا۔اگر نہ نکلوں تو پھر تم آگ میں کود پڑنا۔''
''ایسا نہ کرو انوپی۔ایسا نہ کرو۔''
''تم سمجھنے کی کوشش کرو پچھی۔ہماری عزت کتنی بڑھ جائے گی۔پھر کسی کی ہمت نہیں ہو گی کہ تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے۔''اور پچھی خاموش ہو گئی۔پھر اس نے ایک گہری سانس لیکر کہا۔
''جیسی تمہاری مرضی مہاراج۔''
''لیکن یہ میں آج نہیں کروں گا پچھی۔''
''پھر۔؟''
''کل۔''میں نے جواب دیا اور پچھی نے اداسی سے گردن ہلا دی۔اسی وقت گھنٹے اور ناقوس کی آوازیں گونج اٹھیں اور میں نے چونک کر پچھی کو دیکھا۔''یہ آوازیں پچھی۔۔؟''
''پوجا ختم ہوئی ہو گی۔''
''اوہ۔یعنی عبادت۔؟''

''ہاں۔''

''تو اس عبادت میں سارے لوگ شریک نہیں ہوتے؟''

''ہوتے ہیں۔لیکن مندر میں اتنی جگہ تو نہیں ہوگی کہ سارے یاتری اندر چلے جائیں۔تھوڑے تھوڑے جاتے ہوں گے۔''

''تمہاری بستی کے مندر میں تو پوجا نہیں ہوتی تھی۔؟''

''اس مندر میں نہیں ہوتی جہاں شمشان ہے۔لوگ وہاں صرف مردے جلانے جاتے ہیں پوجا کرنے نہیں جاتے کیونکہ انہیں ڈر لگتا ہے۔دوسرے مندر بھی تھے بستی میں، وہاں پوجا ہوتی تھی۔''

''ہوں۔یہ بات ہے۔''

''خاص خاص دنوں میں دیو کنیاؤں کا رقص بھی ہوتا ہے۔''

''اوہ۔دیو کنیاں کون ہوتی ہیں۔؟''

''بھگوان کی داسیاں۔وہ مندروں میں ہی رہتی ہیں۔انہیں بھگوان کے نام دان کر دیا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ صدا کنواری رہتی ہیں۔وہیں پلتی بڑھتی ہیں۔بڑا ہی سندر ناچ ہوتا ہے ان کا۔''

''وہ خاص دن کون سے ہوتے ہیں؟''

''ہمارے تہوار، ہولی، دیوالی، جنم اشٹمی، بسنت، ناگ پنچمی۔اور ایسے دوسرے بہت سے تہوار۔ان تہواروں پر مندروں میں خاص رونق ہوتی ہے۔''

''بہت خوب۔بہر حال تمہارا دھرم دلچسپیوں سے بھرا ہوا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن پُھمی نہیں مسکرائی۔وہ میرے فیصلے سے فکر مند ہوگئی تھی۔رات گزرتی جارہی تھی۔یاتری یہاں پوجا پاٹ کرنے آئے تھے۔وہ اپنے کاموں میں معروف تھے لیکن ہم کسی ایسے ارادے سے نہیں آئے تھے۔خیموں کے چراغ بجھے تو ہم نے بھی اپنے خیمے میں تاریکی کر دی۔میں نے خیمے کا پردہ اندر سے باندھ دیا اور پھر میں اس زمین پر آ کر لیٹ گیا جو پُھمی نے صاف کر دی تھی۔

پُھمی ایک طرف بیٹھی تھی۔

''لیٹو گی نہیں پُھمی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''لیٹ جائیں گے۔پر نیند نہیں آئے گی مہاراج۔'' پُھمی نے کہا۔

''آؤ میرے پاس آجاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ جھجکتی ہوئی میرے پاس آگئی۔

''لیٹ جاؤ۔'' میں نے کہا اور اپنے بازو کا تکیہ اس کے سرہانے کر دیا۔پُھمی جذباتی انداز میں مجھ سے لپٹ گئی۔

''اپنا خیال چھوڑ دو مہاراج۔اپنا خیال چھوڑ دو انوپی۔ہمارا من بے کل ہو گیا ہے۔بھگوان نہ کرے۔تمہیں کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے۔'' وہ سسکنے لگی اور میں نے اسے خود میں جذب کر لیا۔

"پگلی کہیں کی۔۔ میں تو تیری عزت بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں تو ایک ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جو یہاں کسی نے نہیں کیا اور تو ہے کہ میری بات پر بھروسہ ہی نہیں کر رہی ہے۔ اچھا خیر۔ کل دیکھا جائے گا۔ اب تو من سے سارے خیالات نکال دے۔ آں۔" میں نے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے مقابل کرتے ہوئے کہا اور پھی نے میرا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیکر مجھے دیوانہ وار چومنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ سارے خیالات کے جال ٹوٹنے لگے۔ اسے کچھ یاد نہیں رہ گیا۔ سوائے اس جذبات بھرے احساس کے جس میں وہ اس وقت ڈوبی ہوئی تھی۔

آج کی رات کل کی رات سے مختلف تھی۔ پھی کے ذہن پر کوئی خوف نہیں تھا لیکن مشرق کی عورت لاجواب ہے پروفیسر، یہ میرا تجربہ ہے۔ اس کے اندر جذبات کا طوفان کتنا ہی زوردار کیوں نہ ہو، وہ کبھی زبان سے اس کا اظہار نہیں کرتی، پھی کی آنکھیں بند تھیں، سانسیں بوجھل تھیں، چہرہ جذبات سے تمتما رہا تھا لیکن اس کے اعضا ساکت تھے۔ زبان خاموش تھی۔ گو اس کے بدن کا رواں رواں دبی آوازوں سے چیخ رہا تھا۔ اپنی سپردگی کا اظہار کر رہا تھا۔

اور اعضا کی یہ آواز...... دنیا کی سب سے دلکش آواز تھی۔ یہ انداز محویت، یہ انداز خودسپردگی میری طویل ترین زندگی میں نیا تھا...... انوکھا تھا...... دلکش تھا اور یہ دلکشی میرے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ پھر نہ جانے کب پھی کے بدن کی خوشبو کو ذہن میں رچائے میں سو گیا۔

اور دوسری صبح ہو گئی۔ پھی خیمے میں موجود تھی۔ مسرت کے ان گنت پھولوں سے لدی ہوئی، جذباتی دلکشی کے احساس کے چراغ جلائے ہوئے، بے حد حسین لگ رہی تھی۔

"انوپی۔" اس نے مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر آواز دی۔

"جان من۔" میں بولا۔

"ابھی سورج نہیں نکلا۔ میں اشنان کر آؤں؟"

"کہاں۔؟" میں نے پوچھا۔

"مندر کے پیچھے کے تالاب پر۔ وہاں عورتیں اشنان کرتی ہیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد سورج نکل آئے گا۔"

"جاؤ پھی۔ اور ہاں مردوں کے اشنان کرنے کی بھی کوئی جگہ ہوگی یہاں؟"

"کیوں نہیں انوپی۔ بڑا تالاب تو وہ سامنے ہی ہے جہاں مرد نہا رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے کہا اور پھی باہر نکل گئی۔ تب میرے ذہن میں پھر وہی خیال آ گھسا۔ میں یہ مظاہرہ ضرور کرنا چاہتا تھا۔ گو پھی سخت مزاحمت کر رہی تھی لیکن اس بے وقوف کو کیا معلوم تھا کہ آگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور یہ مظاہرہ بہرحال ان لوگوں کے لئے بہت بڑی حیثیت کا حامل ہوتا...... پھی کو کسی نہ کسی طرح تیار کر ہی لوں گا اور جب بے وقوف دیکھے گی تو خوش بھی ہوگی۔

میں خیمے سے نکل کر تالاب کی طرف چل پڑا۔ گھٹے ہوئے سروں اور ان کے درمیان لمبی لمبی چوٹیوں والے ہندو تالاب میں نہا رہے تھے۔ میں بھی ان ہی کے انداز میں نہانے لگا اور پھر واپس خیمے میں آ گیا۔ میں نے کچھ جلدی ہی کی تھی کیونکہ ابھی پھی واپس نہیں آئی تھی۔ چند ساعت کے بعد وہ بھی آ گئی۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے صبح کا ناشتہ لانے والے بھی آ رہے تھے۔

مٹھائی، پرشاد کی پوریاں، دہی وغیرہ تھا۔ میں نے اور پچھی نے ناشتہ کیا۔ نہانے سے پچھی پھولوں کی طرح نکھر آئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور وہ شرما گئی۔

''اور کل جب بقول تمہارے تمہارے پتی دیو ایک مہان سادھو بن جائے گا تو تم کچھ اور حسین نظر آنے لگو گی۔''

''انوپی۔'' پچھی نے ناز بھری آواز میں کہا۔ ''تم نے یہ خیال من سے نہیں نکالا۔''

''تو بھی پگلی ہے پچھی۔ کیا میں جل مرنا چاہتا ہوں۔ بس تو دیکھتی رہ۔'' اور پچھی خاموش ہوگئی۔ پھر دن میں ہم نے مندر اندر سے دیکھا۔ دیوی، دیوتاؤں کی یاترا کی، پتھر کے بے جان بت جو اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتے تھے، ان لوگوں کے معبود تھے۔ اور عجیب عجیب شکلیں تھیں ان معبودوں کی، مضحکہ خیز، کہیں ہنستے، کہیں روتے ہوئے، انوکھے۔ لیکن بہرحال ان کے جذبات ان بتوں سے وابستہ تھے۔ اس لئے میں نے پچھی کے سامنے ان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

شام ہوگئی۔ میں نے کچھ لوگوں کو ساتھ ملایا اور لکڑیوں کے الاؤ کو روشن کر دیا۔ لکڑیاں آگ پکڑنے لگیں اور تھوڑی دیر کے بعد دور دور تک تپش پھیل گئی۔ شعلے کافی بلند ہو گئے تھے اور بہت سے یاتری آگ کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے سے اس آگ کے بارے میں معلومات کر رہے تھے۔ تب میں نے پچھی کا شانہ دبایا اور بولا۔ ''تم بے ہمتی کا مظاہرہ مت کرنا پچھی۔ جب تم آواز دو گی تو میں تمہیں جواب دوں گا۔''

''ہے بھگوان۔'' پچھی نے دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے۔ اور میں اس سے مزید کوئی گفتگو کئے بغیر آگ کی طرف بڑھ گیا۔ لوگ جو اس آگ کی وجہ جاننے کے لئے جمع ہو گئے تھے، حیرانی سے مجھے دیکھنے لگے لیکن جب میں نے آگ میں قدم رکھا تو بہت سی وحشت ناک آوازیں ابھریں۔

''ارے، ارے...... کیا کر رہے ہو مہاراج۔ بھسم ہو جاؤ گے۔ ارے روکو۔ پکڑو۔'' لیکن میں اطمینان سے آگ میں داخل ہو گیا۔ اچھا خاصا ڈرامہ کرنے کو دل چاہ رہا تھا چنانچہ میں پالتی مار کر آگ کے درمیان بیٹھ گیا۔ جلتے ہوئے نارنجی شعلوں میں میرا ہیولہ تو لوگوں کو نظر آ ہی رہا تھا ان کی آوازیں بھی مجھ تک پہنچ رہی تھیں اور آگ کا سرور مجھے بے خود کر رہا تھا۔

لیکن یہ بے خودی ایک بھیانک المیہ میں ڈھل جاتی، اگر میں پچھی کی آواز نہ سن لیتا۔ وہ آگ کے نزدیک کھڑی دلدوز آواز میں مجھے پکار رہی تھی۔

''انوپی...... انوپی مہاراج۔ مجھے آواز دو۔ تم نے کہا تھا کہ میری آواز پر تم جواب دو گے۔'' پچھی کی آواز آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی، بڑا ہی درد تھا اس میں۔

میں نے اپنی فطری مدہوشی کو ذہن سے جھٹکا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر میں شعلوں کے کنارے پر آیا اور گردن نکال کر پچھی سے کہا۔ ''میں نے تجھ سے کہا تھا پچھی کہ اگن مجھے نہ جلائے گی۔ ہم نے سنسار تیاگ دیا ہے اور آگ ہمیں بھسم نہیں کر سکتی لیکن خبردار تو آگ سے دور رہ...... تیرا گیان ابھی سپھل نہیں ہوا ہے۔''

نہ صرف پچھی بلکہ وہاں کھڑے بے شمار لوگوں کے منہ تعجب سے کھل گئے تھے۔ بہت ہی حیران آوازیں کانوں تک پہنچیں۔ ''جا پچھی آرام کر...... ہم اگن میں تپسیا کریں گے اور جب من چاہے گا ہم نکل آئیں گے۔ جا ہماری بات مان، ہماری تپسیا بھنگ نہ کر۔'' اور پچھی پیچھے ہٹ گئی۔

''رادھے شنکر، رادھے شیام۔ رادھے شیام، ہری رام، ہری شنکر۔'' چاروں طرف سے عقیدت بھری آوازیں ابھرنے لگیں اور یہ خبر

سارے یاتریوں میں پھیل گئی کہ کوئی مہان شکتی مان اگن میں بیٹھا بھگوان کا جاپ کر رہا ہے۔ پھر لوگوں کی عقیدت کا کیا حال ہوتا۔ یہ تم خود سوچ سکتے ہو پروفیسر، ایسا اژدھام کسی سادھو کے گرد نہ ہوا ہوگا۔ یہاں تک کہ کانٹوں کے بستر پر لیٹے ہوئے سادھو بھی یہ تپسیا دیکھنے چلے آئے تھے۔ میری آنکھیں آگ کے پار عقیدت مندوں کو دیکھ رہی تھیں۔ بھلا ایسا مہان گیانی انہوں نے کہاں دیکھا ہوگا۔

یوں..... جو میں چاہتا تھا وہ ہوگیا۔ مندر کے پجاری، پنڈے سب مجھے دیکھنے چلے آئے تھے اور میں اطمینان سے آگ میں بیٹھا آگ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وقت گزر رہا تھا، لکڑیاں جل کر راکھ ہونے لگیں۔ بڑے بڑے انگارے دہکتے رہے اور پھر سفید راکھ میں بدل گئے۔ میری آنکھیں بند تھیں۔ پھر میں نے ڈھولوں اور مجیروں کی آوازیں سنیں۔ سنکھ بھی بجائے جا رہے تھے اور جب آگ بالکل سرد ہوگئی تو کافی رات گزر چکی تھی لیکن میرے چاروں طرف شمعیں روشن تھیں اور عقیدت مند میرے گرد کھڑے ہوئے تھے۔ تب سفید دھوتی باندھے ہوئے لمبے قد اور گٹھے ہوئے بدن والے ایک پجاری نے میرے قریب اس جگہ تک آتے ہوئے کہا جہاں تک آگ اسے نہ چھو سکتی تھی۔

''جے مہاراج..... جے رام جی کی مہاراج۔ اب اگن سے نکل آیئے۔'' میں نے آنکھیں کھول دیں۔

''اگن سرد ہوگئی۔ پر ہمارا من شانت نہ ہوا۔''

''باہر آجایئے مہاراج۔ دیکھئے آپ کے پجاری آپ کی راہ تک رہے ہیں۔''

''ہوں۔'' میں نے چاروں طرف دیکھا اور پھر میں کھڑا ہوگیا۔ میرا لباس جل کر خاکستر ہو چکا تھا اور اب اس کا کوئی نشان میرے بدن پر باقی نہ تھا لیکن پیچھے کھڑے ہوئے پجاری ہاتھوں میں قیمتی دوشالہ پکڑے ہوئے تھے جسے آگ سے باہر قدم رکھتے ہی میرے بدن پر ڈال دیا گیا لیکن مجھے دیکھنے والوں کے منہ اب بھی حیرت سے کھلے ہوئے تھے۔ ان کی پھٹی پھٹی آنکھیں میرے آتشیں بدن اور آتشیں بالوں پر جمی ہوئی تھیں۔ مانو وہ مجھے آگ ہی کا بنا ہوا تصور کر رہے تھے۔ تب عجیب تماشا ہوا، چار پنڈے آگے بڑھے اور انہوں نے ایک ڈولی میرے سامنے رکھ دی۔

''پدھاریئے مہاراج۔'' پجاری بولا اور میں نے بمشکل ہنسی روکی۔ میں شہسوار، عورتوں کی طرح اس ڈولی میں بیٹھوں گا لیکن عقیدت مندوں کی اس عقیدت کو ٹھکرانا مناسب نہیں تھا۔ میں ڈولی میں بیٹھ گیا اور پنڈوں نے ڈولی اپنے کندھوں پر اٹھالی۔ اس طرح وہ مجھے اپنے مندر میں لے چلے۔ ڈھول اور مجیرے بجانے والے میرے پیچھے چل رہے تھے اور ان کے پیچھے یاتریوں کا اژدھام تھا۔ گویا جو کچھ میں چاہتا تھا وہ حاصل کر چکا تھا..... اور اب آگے کے حالات دیکھنا تھے۔



**(اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔)**